جدید ایڈیشن
ریاض الصالحین اردو
تالیف
ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی
(۶۳۱-۶۷۶ھ)
ترجمہ و فوائد
حافظ صلاح الدین یوسف
www.KitaboSunnat.com
جلد اوّل
دارالسلام
DARUSSALAM

www.KitaboSunnat.com
رياض الصالحين
(اردو)

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 00966 1 4043432-4033962 فیکس: 4021659

E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com

Website: www.darussalam.com

الریاض۔ العلیا۔ فون: 01 4614483 فیکس: 4644945 • الملز فون: 01 4735220 • سویلم فون: 01 2860422

مندوب الریاض: موبائل: 0503459695 • قصیم (بریدہ): فون/فیکس: 06 3696124 موبائل: 0503417156

مکہ مکرمہ: موبائل: 0502839948 • مدینہ منورہ فون: 04 8234446 فیکس: 8151121 موبائل: 0504296740

جدہ فون: 02 6879254 فیکس: 6336270 • الخبر فون: 03 8692900 فیکس: 8691551

ینبع البحر فون/فیکس: 04 3908027 • خمیس مشیط فون/فیکس: 07 2207055

شارجہ فون: 00971 6 5632623 • امریکہ • ہیوسٹن: 001 713 7220419 • نیویارک: 001 718 6255925

لندن فون: 0044 208 539 4885 • آسٹریلیا فون: 0061 2 9758 4040

پاکستان (ہیڈ آفس ومرکزی شوروم)

لاہور 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ

فون: 0092 42 37324034-37240024-37232400 فیکس: 37354072 موبائل: 0322-8484569

Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

• غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 37120054 فیکس: 37320703 موبائل: 0321-4439150

• موِن مارکیٹ اقبال ٹاؤن فون: 37846714 موبائل: 0321-4156390

• Y-260 بلاک کمرشل ایریا، فیز III ڈیفنس، لاہور فون: 35692610 موبائل: 0321-4212174

اسلام آباد F-8 مرکز، فون/فیکس: 2281513 موبائل: 0321-5370378

کراچی مین طارق روڈ (D.C.HS / 110,111-Z) ڈامن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی

فون: 34393936 فیکس: 34393937 موبائل: 0321-2441843

جدید ایڈیشن

ریاض الصالحین (أردو)

باب الإخلاص — کتاب آداب النوم — أحادیث: 1 — 844

تالیف

ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی

۶۳۱-۶۷۶ھ

ترجمہ و فوائد

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

جلد اول

نظر ثانی، تحقیق و تخریج و اضافات

ابوالحسن حافظ عبدالخالق حفظہ اللہ — حافظ محمد آصف اقبال حفظہ اللہ

مولانا محمد عثمان منیب حفظہ اللہ — مولانا ابو عبداللہ محمد عبدالجبار حفظہ اللہ

مولانا غلام مرتضیٰ حفظہ اللہ — مولانا مختار احمد ضیاء حفظہ اللہ

مولانا تنویر احمد حفظہ اللہ

دار السلام

DARUSSALAM

فرمانِ باری جل جلالہ

وَمَا آتٰکُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوہُ
وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوا

(الحشر 7:59)

اور اللہ کے رسُول جو کچھ تمھیں دیں، وُہ لے لو
اور جس چیز سے تمھیں روک دیں، اس سے رُک جاؤ۔

ارشادِ نبوی

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ
لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا
کِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِیِّهٖ

موطأ امام مالک۔ کتاب الجامع۔ حدیث: 24

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں، جب تک تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے (عمل پیرا رہو گے) ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔"

فہرست مضامین (جلد اول)

عرض ناشر

اللہ کی مہربانی اور اس کی توفیق سے دارالسلام کی طرف سے اردو ترجمہ اور تحقیق کے ساتھ ریاض الصالحین کا جدید ایڈیشن پیش کیا جا رہا ہے۔ سابقہ ایڈیشن کو علماء اور تعلیم یافتہ طبقے میں جس طرح پذیرائی ملی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔

محدثین کرام نے مختلف اہداف کو پیش نظر رکھتے ہوئے احادیث نبوی کے متعدد ضخیم، اوسط اور مختصر مجموعے مرتب کیے۔ بعض مجموعے احادیث رسول کا احاطہ کرنے کے لیے، بعض محض صحیح کا احاطہ کرنے کے لیے، بعض جملہ احکام دین کی وضاحت کے لیے مرتب کیے گئے۔ ان میں سے اکثر مجموعوں کو اللہ نے ایسی پذیرائی بخشی جن کی انسانی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء.

ریاض الصالحین ان مجموعہ ہائے احادیث میں ایک منفرد ہے۔ اس کے مؤلف امام محی الدین یحییٰ بن شرف النووی بیک وقت ایک عظیم محدث، شارح حدیث، استاد، مربی، مبلغ اور مصلح تھے۔ انھوں نے اپنا یہ مجموعۂ حدیث اسلامی تربیت اور شخصیت سازی کے ہدف کو سامنے رکھ کر مرتب کیا ہے۔ ان کے پیش نظر ایک مسلمان شخصیت کی تعمیر ہے جو زخارف دنیویہ کے جال میں پھنس جانے کی بجائے، ہمیشہ ابدی کامیابی پر نظر رکھے، اعلیٰ ترین ادب سے مزین ہو، اخلاق حسنہ اور اوصافِ کریمہ کا دلآویز نمونہ ہو، دل کی پاکیزگی میں ایک مثال ہو، ریاضت و عبادت اور مجاہدۂ نفس میں اسے لطف و سرشاری نصیب ہوتی ہو، رذائل و خبائث سے اسے دلی نفرت ہو اور ان سے دل اور اعضاء کو محفوظ رکھنے کا اہتمام اس کا قابلِ فخر سرمایہ ہو۔ وہ اپنی کتاب کے مقدمے میں خود لکھتے ہیں:

> ''اس کے پیش نظر میں نے دیکھا کہ میں احادیث صحیحہ کا ایک ایسا مختصر مجموعہ مرتب کروں جو ایسی باتوں پر مشتمل ہو جو اس کے پڑھنے والے کے لیے آخرت کا توشہ بن جائے اور جس سے اسے ظاہری و باطنی آداب حاصل ہو جائیں، نیکی کی رغبت اور برائی سے نفرت کا اہتمام ہو اور جو آداب سالکین کی تمام قسموں کا جامع ہو۔ ان احادیث

میں زہد کا سبق بھی ہو اور نفسوں کی ریاضتوں کا سامان بھی ہو۔ اخلاق و کردار کے گیسو بھی جن سے سنوریں اور دلوں کی طہارت کا ذریعہ اور ان کی بیماریوں کا علاج بھی ہو۔ انسانی اعضاء کی سلامتی اور ان کی کم عملی کا ازالہ بھی ہو اور ان کے علاوہ اللہ کی معرفت رکھنے والوں کے مقاصد بھی، اس کتاب کی احادیث سے پورے ہوں۔''

امام نووی رحمہ اللہ اس راہ کی لذتوں سے خوب آشنا تھے اور ان عظیم صفات سے متصف تھے۔ انھیں عمر عزیز کے صرف 45 برس ودیعت ہوئے۔ اسی مختصر سے وقفۂ عمر میں انھوں نے تمام متداول علوم کی تحصیل کی، تدریس و تعلیم کے ذریعے سے لوگوں کو علوم اسلامیہ سے مالا مال کیا، بہترین تربیت یافتہ شاگرد تیار کیے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قیامت تک آنے والی تمام مومن نسلوں کی تربیت کے لیے کتب کی صورت میں بہترین سرمایہ چھوڑا۔ ان میں المقاصد (عقائد)، التبیان في آداب حملة القرآن، الأذكار، الأسماء واللغات کے علاوہ صحیح مسلم کی مقبول ترین شرح اور ریاض الصالحین جیسی مقبول عام کتب شامل ہیں۔ تلك آثار تدل علينا۔ فانظروا بعدنا إلى الآثار.

ریاض الصالحین کا اُردو ترجمہ مشہور و مقبول مصنف و مؤلف حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نے کیا ہے۔ ترجمہ صحت اور سلاست کی خوبیوں سے مزین ہے۔ جو ان شاء اللہ اُردو دان حضرات کے حسنِ ذوق کی تسکین کرے گا۔

ریاض الصالحین اسم بامسمیٰ ہے۔ یہ واقعتاً نفوسِ صالحہ کی تربیت کے لیے ایسا خوبصورت گلستان ہے جس میں نشوونما پانے والے انسان ظاہری اور باطنی جمال کا دلآویز مرقع بن کر سامنے آتے ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اس کتاب میں مقبول ترین مجموعہ ہائے حدیث کا عطر پیش کیا ہے۔ اس میں انھوں نے، اپنے نقطۂ نظر کے مطابق، صحیح احادیث کا التزام کیا ہے۔ صحیح کے حوالے سے انھوں نے عام اہل علم میں رائج طریق کے مطابق، امام ترمذی رحمہ اللہ کی تصحیح اور تحسین (حدیث کو حسن قرار دینا) اور امام ابوداود رحمہ اللہ کے سکوت (مصنف کے حکم نہ لگانے) پر اعتماد کیا ہے۔ لیکن محدثین کے ہاں حدیث کے معاملے میں نقد و جرح کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ صحیح اور ضعیف قرار دینے کے فیصلوں کو مسلسل کھنگالا جاتا ہے۔ اس مسلسل انتقاد کے سنگین ترین چیلنج کے سامنے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے بعد امام مسلم رحمہ اللہ کی صحیحین کے علاوہ اور کوئی مجموعۂ حدیث مکمل طور پر ثابت قدم نہیں رہ سکا۔

بعد کے محدثین نے جب ریاض الصالحین کی احادیث پر انتقادی نظر ڈالی تو کئی جگہ صحت کا معیار برقرار رہتا ہوا نظر نہ آیا۔ ہمارے دور میں ریاض الصالحین کی تخریج علامہ البانی رحمہ اللہ نے فرمائی۔ انھیں اس میں متعدد احادیث ضعیف نظر آئیں جن کا تذکرہ انھوں نے اپنے تخریج کردہ ایڈیشن کے مقدمے میں اور آگے تخریج کے دوران میں تفصیلاً کیا ہے۔

ریاض الصالحین کا سابقہ ایڈیشن جس کی تصحیح و نظر ثانی حافظ عبدالسلام بھٹوی اور مولانا عبدالجبار حفظہما اللہ نے کی ایک عرصے تک مقبول عام رہا، تاہم اس میں کئی چیزیں اصلاح طلب تھیں۔ یہ جدید ایڈیشن بہت سی اصلاح و ترمیم اور اضافے کے

ساتھ منظر عام پر آ رہا ہے، مثلاً: تحقیق وتخریج کا کام نئے سرے سے کیا گیا ہے۔ اور صرف ان ضعیف احادیث کے ضعف کی صراحت کی گئی ہے جن کی سند میں کوئی علتِ قادحہ ہے۔ اور دوسری احادیث پر کوئی حکم نہیں لگایا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب احادیث صحیح یا حسن ہیں۔ اِن شاءاللہ تعالیٰ۔

متن اور اعراب کی بھی مزید تصحیح کر دی گئی ہے۔ بہت سی جگہ فوائد اور جدید مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے، نیز اس دفعہ صحابہ (راویوں) کے حالات بھی شامل کر دیے گئے ہیں۔ یہ کام ادارے کے رفقاء حافظ آصف اقبال، حافظ ابوالحسن عبدالخالق، مولانا محمد عثمان منیب، مولانا غلام مرتضیٰ، مولانا مختار احمد ضیاء اور مولانا تنویر احمد نے کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی کاوشیں قبول فرمائے۔

اب تک اُردو میں مترجم کوئی بھی ریاض الصالحین، معیار اور افادیت کے اعتبار سے اس سے بہتر منظر عام پر نہیں آئی۔ ہم نے بھی اللہ کی توفیق سے اس ایڈیشن کو اس کی معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ، ظاہری محاسن کے اعتبار سے بہتر سے بہتر بنانے کی پوری کوشش کی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ پاک و ہند کے قارئین میں بالعموم اور حدیث کا ذوق رکھنے والے طلباء اور علماء میں بالخصوص، یہ کتاب اِن شاءاللہ پذیرائی حاصل کرے گی۔ ہماری دعا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں بھی ہماری یہ کوشش شرفِ قبولیت سے بہرہ ور ہو اور ہم عنداللہ سرخرو ہو سکیں، کیونکہ وہاں کی سرخروئی ہی وہ فوز عظیم ہے جس کی آرزو ہر مسلمان کے دل میں ہے اور اسی کا حصول اس کی ساری جہد و کاوش کا محور ہے۔

کمپوزنگ، ڈیزائننگ اور تیاری کے دیگر فنی مراحل عبدالجبار غازی، حفیظ الرؤف ہاشمی اور شیخ محمد یعقوب نے بھرپور محنت سے طے کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کی مساعی کو قبول فرمائے۔ آمین.

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

دارالسلام، الریاض، لاہور

عرض مترجم

الحمد للہ ''تفسیر احسن البیان'' کے بعد ''دلیل الطالبین ترجمہ وفوائد ریاض الصالحین'' قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس توفیق اور فضل وکرم پر راقم کا سر بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہے اور دل جذبات تشکر وممنونیت سے لبریز اور زبان پر حمد وشکر کے ترانے، اس لیے کہ ؎

جو کچھ کہ ہوا، ہوا کرم سے تیرے جو کچھ ہو گا ترے کرم سے ہو گا

اہل علم جانتے ہیں کہ ''ریاض الصالحین'' ساتویں صدی ہجری کے امام نووی رحمہ اللہ (631-676ھ) کی ایسی تالیف ہے جسے حسن قبول حاصل ہے اور عوام وخواص اور علماء اور کم پڑھے لکھے، دونوں کے لیے افادیت واہمیت کی حامل۔ یہی وجہ ہے کہ عربی میں بھی اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں اور اردو میں بھی اس کے کئی ترجمے موجود ہیں، یعنی دونوں زبانوں میں اس سے خوب اعتناء کیا گیا ہے۔ اسے ہر طبقے میں جو پذیرائی حاصل ہے، یہ اتفاقات زمانہ کی قبیل سے نہیں ہے، بلکہ امام نووی رحمہ اللہ نے اسے جس دیدہ ریزی سے مرتب کیا ہے اور عبادات سے لے کر معاملات تک اور معاشرت سے لے کر سیاسیات تک، زندگی کے تمام اہم شعبوں کے لیے قرآن وحدیث سے جس طرح رہنمائی مہیا فرمائی گئی ہے، اس نے اسے اسلامی لٹریچر میں ایک نمایاں اور ممتاز مقام عطا کیا ہے اور اسی وجہ سے اسے ہر طبقے میں یکساں مقبولیت حاصل ہے کیونکہ ہر ایک اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اٹھا سکتا ہے۔ اس کا ایک ایک باب ایک خطبہ یا متعدد خطبوں پر مشتمل ہے، جس سے علماء وخطباء اور واعظین حضرات خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ ایک بہترین تبلیغی نصاب ہے جو قرآنی آیات اور صحیح احادیث سے مزین ہے اور ضعیف وموضوع روایات اور من گھڑت قصے کہانیوں سے پاک، جو اس لائق ہے کہ عوام اسے حرز جاں اور آویزۂ گوش بنائیں۔ یہ ایک ضابطۂ حیات ہے جس کی روشنی میں ایک مسلمان اپنے شب وروز کے معمولات مرتب کر سکتا ہے اور ایک ایسا آئینہ ہے جس کو سامنے رکھ کر اپنے اخلاق وکردار کی کوتاہیوں کو دور کیا جا سکتا ہے اور ایسا گلدستہ ہے جس میں حسن اخلاق کی مہک بھی ہے اور حسن معاملہ کی خوشبو بھی، نیز ہدایت ونصیحت کا ایسا حسین مجموعہ ہے جس میں اقتصاد ومعیشت کے عقدوں کی گرہ کشائی بھی ہے اور امور سیاست وجہاں بانی کے اسرار ورموز کی نقاب کشائی بھی۔

اس کی اسی اہمیت کی وجہ سے اردو میں اس کے متعدد ترجمے ہوئے ہیں جو مختلف ناشروں کی طرف سے طبع شدہ، مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ ان تراجم کے ہوتے ہوئے پھر ایک نیا ترجمہ کیوں کیا گیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب تک کے سارے ترجمے صرف ترجمے ہی ہیں، جن سے عوام پوری طرح فیض یاب نہیں ہو سکتے۔ بلکہ بہت سے مقامات تو ان کے لیے الجھن اور پریشانی کا باعث بنتے ہیں کیونکہ ان کا علم نہایت محدود ہوتا ہے اور غور و فہم کی استعداد بھی بہت کم۔ بنابریں محض خالی ترجموں سے عوام کا پوری طرح فائدہ اٹھانا ازبس مشکل ہے اور ان کی الجھنوں کا حل بھی ناممکن، اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس عظیم الشان کتاب میں ترجمے کے ساتھ مختصر تشریح اور فوائد کا بھی اضافہ کیا جائے، جس سے ایک تو حدیث کا صحیح مفہوم واضح ہو جائے۔ دوسرے، پیدا ہو سکنے والے اشکالات کا ازالہ ہو جائے اور تیسرے، حدیث سے جو اسباق اور فوائد حاصل ہوتے ہیں، وہ نمایاں اور اجاگر ہو کر سامنے آ جائیں۔ چنانچہ ہر حدیث کے بعد فوائد کا اس میں اضافہ ہے اور اسی طرح بہت سے مقامات پر فوائد آیات بھی۔ جن سے امام صاحب ہر باب میں احادیث بیان کرنے سے پہلے استدلال کرتے ہیں۔

② اس ترجمے کی دوسری امتیازی خوبی یہ ہے کہ اس میں تخریج کے عنوان سے ہر حدیث کا مکمل حوالہ نقل کر دیا گیا ہے، مثلاً: کسی حدیث کی بابت اس کے آخر میں ہے، متفق علیہ۔ تو اس میں اضافہ کر دیا گیا ہے کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث کس جگہ ہے اور صحیح مسلم میں کس جگہ۔ اسی طرح کوئی روایت ابوداود، یا ترمذی، یا نسائی یا کسی اور حدیث کی کتاب سے نقل ہوئی ہے تو اس کا بھی مکمل حوالہ دے دیا گیا ہے۔ حوالے میں جلد اور صفحے کی بجائے کتاب اور باب درج کیا گیا ہے کیونکہ الگ الگ طبعات میں جلد اور صفحے کا فرق ہو جاتا ہے اور تلاش کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ جو طریقہ ہم نے اختیار کیا ہے، اس میں یہ فائدہ ہے کہ کسی کے پاس کسی بھی ادارے کی چھپی ہوئی کتاب ہو، وہ کتاب اور باب کے حوالے سے آسانی کے ساتھ مراجعت کر سکتا ہے۔ یہ تخریج اہل علم کے لیے خاص طور پر بہت مفید ہے، وہ کوئی حدیث اصل کتاب میں یا اس کی شرح دیکھنا چاہیں تو وہ بآسانی دیکھ سکیں گے۔

③ ریاض الصالحین میں زیادہ روایات تو صحیح بخاری و صحیح مسلم کی ہیں، اس لیے صحت کے اعتبار سے وہ مستند ترین ہیں، تاہم کچھ روایات سنن اربعہ (ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) اور کچھ موطا امام مالک، مستدرک حاکم اور بیہقی وغیرہ کی بھی ہیں۔ ان میں بعض روایات ضعیف ہیں۔ ادارے نے ایسی روایات پر ضعف کا حکم لگا دیا ہے۔

④ ترجمے کو بھی، سابقہ تراجم کے مقابلے میں زیادہ معیاری اور بہتر بنانے کی حتی المقدور سعی کی گئی ہے، اس لیے بعض سابقہ تراجم بھی ہمارے پیش نظر رہے ہیں اور ان سے ہم نے استفادہ بھی کیا ہے کیونکہ اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّم کے تحت ان کی کاوشیں قابل تعریف ہیں، اور وہ سبقت و اولیت کے شرف سے بہرہ ور ہیں۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ.

⑥ آخر میں احادیث و آثار کا اشاریہ بھی شامل ہے، جس سے اہل علم بہت آسانی سے حدیث تلاش کر سکتے ہیں۔

اس ایڈیشن کی یہ پانچ خصوصیات ایسی ہیں جو اس سے قبل کسی بھی مترجم ریاض الصالحین میں نہیں ہیں۔

ہم نے اس کی شرح، تخریج اور فوائد میں جن کتابوں سے مدد لی ہے، اس میں دلیل الفالحین (ابن علان) نزہۃ المتقین اور فتح الباری نمایاں ہیں، اگرچہ ان کے علاوہ اور بھی متعدد کتب اور شروحات سے استفادہ کیا گیا ہے، لیکن زیادہ مدار مذکورہ کتابوں پر ہی رہا ہے۔

اس ترجمہ و فوائد کے محرک، مجوز اور ناشر جناب عبدالمالک مجاہد صاحب مدیر دارالسلام الریاض، لاہور علمی و دینی حلقوں کی طرف سے تحسین اور شکریے کے مستحق ہیں کہ جن کے ایماء سے اس کام کا آغاز ہوا اور ان کے تعاون ہی سے پایہ تکمیل کو پہنچا۔ جَزَاهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ بَارَكَ فِي عُمُرِهِ وَ جُهُودِهِ.

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو صحیح معنوں میں عوام و خواص کی اصلاح و ہدایت کا ذریعہ اور مترجم و ناشر اور دیگر معاونین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور ہم سب کو مزید توفیق مرضیات سے نوازے۔ وَفَّقَنَا اللّٰهُ لِمَا يُحِبُّ وَ يَرْضٰى.

حافظ صلاح الدین یوسف

مدیر: شعبہ تحقیق و تصنیف، دارالسلام، لاہور

امام نووی رحمہ اللہ کے مختصر حالات

✽ نام ونسب اور ولادت: امام نووی کا پورا نام ہے، ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام۔ نووی، نوی کی طرف نسبت ہے جو دمشق کے قریب حوران شہر کی ایک بستی کا نام ہے، ان کے جد اعلیٰ حزام یہاں آ کر اقامت پذیر ہوئے تھے۔

امام نووی رحمہ اللہ کی ولادت اسی نوی بستی میں 631 ہجری میں ہوئی۔ ان کے والد نے، جو ایک نیک بزرگ تھے، ان کی عمدہ تربیت کا اہتمام کیا کیونکہ انھوں نے، بقول شیخ سعدی رحمہ اللہ

بالائے سرش زہوش مندی می تافت ستارۂ بلندی

اپنے ہونہار بیٹے کے اندر ذہانت وفطانت کے آثار دیکھ لیے تھے۔

✽ ابتدائی تعلیم: شیخ یاسین بن یوسف مراکشی کہتے ہیں کہ میں نے امام نووی کو نوی بستی میں اس وقت دیکھا جب وہ دس سال کے بچے تھے، انھیں بچے اپنے ساتھ کھیلنے پر مجبور کر رہے تھے اور وہ ان سے بھاگتے تھے اور ان کے مجبور کرنے پر روتے تھے اور اس حالت میں بھی قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے، ان کی یہ سمجھ داری دیکھ کر ان کی محبت میرے دل میں پیدا ہو گئی اور میں ان کے استاذ کے پاس گیا اور انھیں تاکید کی کہ یہ بچہ امید ہے اپنے وقت کا بڑا عالم اور عابد وزاہد ہو گا، لوگ اس سے فیض یاب ہوں گے۔ استاذ نے مجھے کہا: کیا تو نجومی ہے۔ میں نے کہا: نجومی تو نہیں ہوں لیکن میری زبان سے یہ الفاظ اللہ ہی نے نکلوائے ہیں۔ استاذ نے اس بات کا تذکرہ امام صاحب کے والد سے کیا تو انھوں نے اسے دین کی خدمت کے لیے وقف کرنے کا عزم کیا۔ تھوڑے عرصے ہی میں ان کا ناظرہ قرآن مجید ختم ہو گیا اور امام صاحب بھی بلوغت کے قریب پہنچ گئے۔ نوی بستی میں ایسے دینی مدارس اور علمی ماحول نہیں تھا کہ جہاں دینی علوم میں کمال حاصل کیا جا سکتا، اس لیے امام نووی رحمہ اللہ کے والد انھیں دمشق لے آئے، جو اس وقت علماء کا مرکز، فضلاء کا سرچشمہ اور طلابِ علم کا محور تھا، اور وہاں ایسے مدارس کی تعداد جن میں مختلف علوم کی تعلیم دی جاتی تھی، تین سو سے زیادہ تھی۔ امام صاحب نے یہاں مدرسہ رواحیہ میں تعلیم حاصل کی، یہ مدرسہ جامع اموی سے متصل تھا۔ اس کا بانی ایک تاجر زکی الدین ابوالقاسم تھا جو ابن رواحہ کے نام سے معروف تھا، اس کی نسبت سے مدرسے کا نام بھی مدرسہ رواحیہ تھا اور اس میں اپنے وقت کے ممتاز اور جید علمائے تعلیم و

تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں یہاں دو سال مقیم رہا اور کبھی اپنا پہلو آرام کے لیے زمین پر نہیں رکھا اور اسی طرح خوراک بھی قوت لا یموت کے مصداق تھی۔ یہاں جو کچھ پڑھتے، ان کتابوں پر تعلیقات وحواشی بھی چڑھاتے جاتے، ان کی اس محنت، قابلیت اور علمی استغراق وانہماک نے ان کے اساتذہ کو بھی حیرت واستعجاب میں ڈال دیا اور وہ ان سے شدید محبت کرنے لگے۔

* **اساتذہ وشیوخ :** اقامت دمشق کے دوران میں امام نووی نے جن علماء سے کسب فیض کیا، ان کی تعداد بیس سے زیادہ ہے۔ یہ اساتذہ اپنے وقت کے بہترین اور ممتاز علماء تھے جو مختلف علوم ومعارف میں درجۂ تخصص پر فائز تھے، کوئی فقہ کا ماہر تھا تو کوئی حدیث میں متبحر، کوئی علم اصول میں ممتاز تھا تو کوئی علوم عربیہ میں ماہر۔ اس کے علاوہ اخلاق حمیدہ اور اوصاف کریمہ سے بھی وہ متصف تھے۔ امام صاحب نے جہاں ان کے خوان علم سے ریزہ چینی کر کے اپنے دامن کو علمی موتیوں اور جواہر پاروں سے مزین کیا، وہاں سیرت وکردار کی خوبیوں سے بھی اپنے آپ کو آراستہ کیا۔ ایک عالم کی شخصیت میں کمال بھی اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ علم وفضل کی فراوانیوں کے ساتھ اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ سے بھی مالا مال ہو۔ علم وعمل کی یہ یکجائی ہی ایک عالم کا حسن اور اس کا کمال ہے اور اس سے محرومی اس کا عیب اور زوال ہے۔

* **شوق علم اور علمی انہماک وشغف :** امام صاحب کے اندر علم حاصل کرنے کا جو شوق وشغف تھا، اس کا اندازہ ان کے علمی انہماک سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ روزانہ بارہ اسباق پڑھتے اور ان کی شرح وتعلیق کا کام بھی ساتھ ساتھ کرتے جاتے، رات کو بالکل تھوڑا سوتے، نیند کا غلبہ ہوتا تو کچھ دیر کے لیے کتابوں کا سہارا لے کر اونگھ لیتے اور پھر بیدار ہو کر اپنے علمی کاموں میں مصروف ہو جاتے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے شب وروز کا یہ علمی انہماک ضرب المثل بن گیا تھا، انھوں نے اپنے تمام اوقات کو علم کے لیے وقف کر دیا تھا، کبھی مجلس درس میں بیٹھے علم حاصل کر رہے ہیں، کبھی اسے یاد کر رہے اور کبھی سبق کے مشکل مقامات والفاظ کو حل کر رہے ہیں، کبھی مطالعہ وکتابت میں مصروف ہیں۔ حتی کہ راہ چلتے ہوئے بھی سبق کی تکرار کرتے جاتے ہیں، تاکہ یاد ہو جائے یا پھر کسی کتاب کا مطالعہ کرتے رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے قوت حافظہ سے بھی نوازا تھا اور غور وفکر کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بھی۔ یہ خوبیاں بھی اللہ کا بہت بڑا انعام ہیں جس کو اللہ ان سے نواز دے اور وہ ان کا صحیح استعمال کرے تو اس کے بلوغ وکمال میں کیا شک ہو سکتا ہے، چنانچہ امام نووی علیہ الرحمہ نے بھی ان سے خوب کام لیا اور درجۂ کمال پر فائز ہوئے۔

* **مزاج وطبیعت کی سادگی اور اخلاق وکردار کی خوبیاں :** اس علمی کمال کے باوجود، مزاج وطبیعت میں بڑی سادگی تھی، لباس بھی معمولی زیب تن فرماتے اور خوراک بھی سادہ اور برائے نام تناول کرتے۔ خوش خوراکی اور خوش لباسی اگرچہ ممنوع نہیں ہے، لیکن اصحاب علم کے علمی انہماک کے منافی ضرور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم وفضل کی اکثریت ان

چیزوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتی، ان کے ہاں اصل اہمیت درس وتدریس، تبلیغ و دعوت، مطالعۂ کتب، تصنیف و تالیف اور اسی قسم کی دیگر علمی مصروفیتوں کی ہوتی ہے۔ اس میں ان کو جو لذت ملتی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو بعض لوگوں کو اچھا لباس پہن کر اور اچھا کھانا کھا کر یا اور دیگر دنیوی تکلفات سے آراستہ ہو کر ملتی ہے۔ بہرحال امام صاحب تقویٰ اور زہد و ورع کے لحاظ سے بھی اونچے مقام پر فائز تھے، ان کے مقاصد یقیناً جلیل تھے، لیکن ان کی امیدیں اور آرزوئیں نہایت قلیل تھیں۔ شیخ محی الدین نے امام صاحب کی بابت بیان فرمایا ہے کہ وہ تین مراتب کے جامع تھے، ان میں سے ہر ایک مرتبہ ایسا ہے کہ جس شخص کے اندر بھی وہ ہو تو اکناف عالم سے لوگ کثرت سے اس کی طرف رجوع کریں۔ پہلا مرتبہ علم اور اس کی ذمے داریوں کی ادائیگی کا اہتمام۔ دوسرا مرتبہ، دنیا سے مکمل طور پر بے رغبتی اور تیسرا مرتبہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ امام نووی رحمہ اللہ ان تینوں خوبیوں سے بہرہ ور تھے۔ وہ عالم باکمال بھی تھے اور زاہد بے مثال بھی اور ایک نڈر اور بے باک داعیٔ حق بھی۔

٭ وفات اور علمی خدمات: امام صاحب 19 سال کی عمر میں دمشق آئے، وہاں مختلف اساتذہ سے علم حاصل کیا، پھر مختلف مدارس کی مسند ہائے درس کو زینت بخشی، تصنیف و تالیف کا نہایت وقیع کام کیا جن میں صحیح مسلم کی شرح، تہذیب الاسماء واللغات، کتاب الاذکار اور ریاض الصالحین جیسی نہایت اہم کتابیں ہیں جن سے ہزاروں نہیں، لاکھوں افراد فیض یاب ہوتے اور رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ 28 سال دمشق میں گزارنے کے بعد امام صاحب اپنے مولد نوی میں واپس تشریف لے گئے اور اسی سال 676ھ میں کچھ عرصہ بیمار رہ کر وفات پا گئے۔ لیکن اپنی علمی خدمات کی وجہ سے علمی دنیا میں زندہ جاوید ہو گئے۔ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ وَ رَحِمَهُ ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدِّمَةُ الْمُؤَلِّفِ

مقدمہ کتاب از امام نووی رحمہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ، الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ، مُكَوِّرِ اللَّيْلِ عَلَى النَّهَارِ، تَذْكِرَةً لِأُولِي الْقُلُوبِ وَالْأَبْصَارِ، وَتَبْصِرَةً لِّذَوِي الْأَلْبَابِ وَالْاِعْتِبَارِ، الَّذِي أَيْقَظَ مِنْ خَلْقِهِ مَنِ اصْطَفَاهُ فَزَهَّدَهُمْ فِي هٰذِهِ الدَّارِ، وَشَغَلَهُمْ بِمُرَاقَبَتِهِ وَإِدَامَةِ الْأَفْكَارِ، وَمُلَازَمَةِ الْاِتِّعَاظِ وَالْاِدِّكَارِ، وَوَفَّقَهُمْ لِلدَّأْبِ فِي طَاعَتِهِ، وَالتَّأَهُّبِ لِدَارِ الْقَرَارِ، وَالْحَذَرِ مِمَّا يُسْخِطُهُ وَيُوجِبُ دَارَ الْبَوَارِ، وَالْمُحَافَظَةِ عَلٰى ذٰلِكَ مَعَ تَغَايُرِ الْأَحْوَالِ وَالْأَطْوَارِ.

تمام تعریفیں اللہ واحد قہار کے لیے ہیں جو غالب، بہت بخشنے والا ہے۔ رات کو دن میں (اور دن کو رات میں) داخل کرنے والا ہے۔ (جس سے گرمیوں میں راتیں چھوٹی اور دن بڑے اور سردیوں میں راتیں بڑی اور دن چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ یا رات کو دن پر لپیٹنے والا ہے، یعنی دن ختم ہوتا ہے تو رات آ جاتی ہے اور رات ختم ہوتی ہے تو دن آ جاتا ہے۔) یہ گردش لیل ونہار (اسی اللہ کا کام ہے۔ اس میں) دل بینا اور نظر بصیرت رکھنے والوں کے لیے یاد دہانی اور اہل دانش اور غور وفکر کرنے والوں کے لیے نصیحت وعبرت ہے۔ جسے اس نے مخلوق میں سے (اپنے دین کے لیے) چن لیا، اسے اس نے بیدار (دنیا کی حقیقت سے آگاہ) اور اس دنیا میں اسے زہد وتقویٰ سے سرفراز کر دیا، وہ اللہ کی یاد میں اور ہمیشہ اس کی سوچ بچار میں مصروف رہتے ہیں۔ کائنات میں پھیلی ہوئی قدرت کی نشانیوں سے نصیحت پکڑتے اور رب کو

یاد کرتے ہیں۔ انھیں وہ اللہ توفیق دیتا ہے جس سے وہ اس کی فرماں برداری کرتے، آخرت کے دائمی گھر کے لیے تیاری کرتے اور ان چیزوں سے بچتے ہیں جو ان کے رب کو ان سے ناراض کر دیں اور انھیں جہنم کا مستحق بنا دیں۔ ان پر کیسے بھی حالات آ جائیں، زمانہ کوئی سی بھی کروٹ لے، وہ احوال واطوار کے تغایر (بدلنے) کے باوجود اپنی اس روش (اطاعت الٰہی اور اجتناب معاصی) پر قائم رہتے ہیں۔

أَحْمَدُهُ أَبْلَغَ حَمْدٍ وَأَزْكَاهُ، وَأَشْمَلَهُ وَأَنْمَاهُ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ الْبَرُّ الْكَرِيمُ، الرَّؤُوفُ الرَّحِيمُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَحَبِيبُهُ وَخَلِيلُهُ، الْهَادِي إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ، وَالدَّاعِي إِلٰى دِينٍ قَوِيمٍ. صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ، وَعَلٰى سَائِرِ النَّبِيِّينَ، وَآلِ كُلٍّ، وَسَائِرِ الصَّالِحِينَ.

میں اللہ کی حمد کرتا ہوں، بلیغ ترین اور پاکیزہ ترین حمد، جو اس کی تمام اقسام کو شامل اور زیادہ سے زیادہ نفع دینے والی ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ احسان کرنے والا، کریم اور رؤف رحیم ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (ہمارے آقا وسردار) حضرت محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں، اس کے حبیب اور خلیل ہیں، سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنے والے اور مضبوط دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام ان پر ہو اور تمام انبیاء ﷺ اور تمام انبیاء کی آل پر اور تمام صالحین پر۔

أَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَآ أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَآ أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ۝ ﴾ [الذاريات: ٥٦، ٥٧] وَهٰذَا تَصْرِيحٌ بِأَنَّهُمْ خُلِقُوا لِلْعِبَادَةِ، فَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاِعْتِنَاءُ بِمَا خُلِقُوا لَهُ وَالْإِعْرَاضُ عَنْ حُظُوظِ الدُّنْيَا بِالزَّهَادَةِ، فَإِنَّهَا دَارُ نَفَادٍ لَا مَحَلُّ إِخْلَادٍ، وَمَرْكَبُ عُبُورٍ لَا مَنْزِلُ حُبُورٍ، وَمَشْرَعُ انْفِصَامٍ لَا مَوْطِنُ دَوَامٍ. فَلِهٰذَا كَانَ الْأَيْقَاظُ مِنْ أَهْلِهَا هُمُ الْعُبَّادَ، وَأَعْقَلُ النَّاسِ فِيهَا هُمُ الزُّهَّادَ.

حمد وصلاۃ کے بعد! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ’’میں نے تمام جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ میں ان سے کسی قسم کا رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔‘‘ یہ اس بات کی صراحت ہے کہ جن و انس صرف عبادت الٰہی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقصد تخلیق پر توجہ دیں اور زہد وتقویٰ اختیار کر کے دنیا کے اسباب عیش و راحت سے گریز کریں، اس لیے کہ دنیا، دار فانی ہے، یہ ہمیشگی کا مقام نہیں ہے۔ عارضی سواری ہے، فرحت و سرور کی منزل نہیں۔ ایک منقطع ہو جانے والا گھاٹ ہے، دائمی قرار گاہ نہیں، اس لیے اہل دنیا

میں سب سے زیادہ سمجھ دار وہ ہیں جو عبادت گزار بندے ہیں، اور ان میں سب سے زیادہ عقل مند وہ ہیں جو دنیا کے عیش و آرام سے بے رغبت رہتے ہیں۔

قَالَ اللهُ تَعَالٰی : ﴿إِنَّمَا مَثَلُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ ٱلنَّاسُ وَٱلْأَنْعَٰمُ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَخَذَتِ ٱلْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَٱزَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قَٰدِرُونَ عَلَيْهَآ أَتَىٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَٰهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِٱلْأَمْسِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝﴾[يونس : ٢٤].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”دنیا کی زندگی کی مثال، آسمان سے نازل کردہ پانی کی سی ہے، پھر اس کے ساتھ زمین کی نباتات مل کر نکلی جس میں سے انسان اور چوپائے کھاتے ہیں یہاں تک کہ زمین سبزے سے خوش نما اور لہلہا اٹھی اور زمین والوں نے خیال کیا کہ بے شک وہ اس (فصل کاٹنے) پر قادر ہیں۔ ناگہاں رات کو یا دن کو ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا تو ہم نے اس کو کاٹ کر ایسا کر دیا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ اسی طرح ہم اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔“

وَالْآيَاتُ فِي هٰذَا الْمَعْنٰى كَثِيرَةٌ. وَلَقَدْ أَحْسَنَ الْقَائِلُ :

قرآن کریم میں اس مفہوم کی آیات بکثرت ہیں۔ شاعر نے خوب کہا ہے ؎

إِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا فُطَنَا
طَلَّقُوا الدُّنْيَا وَخَافُوا الْفِتَنَا

یقیناً اللہ کے کچھ سمجھدار بندے ہیں انھوں نے دنیا کو طلاق دے دی اور دنیا کی آزمائشوں سے لرزاں و ترساں رہے۔

نَظَرُوا فِيهَا فَلَمَّا عَلِمُوا
أَنَّهَا لَيْسَتْ لِحَيٍّ وَطَنَا

انھوں نے دنیا کو دیکھا، چنانچہ جب وہ اس حقیقت سے آگاہ ہو گئے کہ یہ کسی زندہ آدمی کے لیے وطن نہیں ہے۔

جَعَلُوهَا لُجَّةً وَّاتَّخَذُوا
صَالِحَ الْأَعْمَالِ فِيهَا سُفُنَا

تو انھوں نے اس دنیا کو ایک گہرا سمندر قرار دے لیا (جسے کشتی کے بغیر عبور نہیں کیا جا سکتا) اور نیک اعمال کو انھوں نے اس میں کشتیاں بنا لیا۔

فَإِذَا كَانَ حَالُهَا مَا وَصَفْتُهُ، وَحَالُنَا وَمَا خُلِقْنَا لَهُ مَا قَدَّمْتُهُ؛ فَحَقٌّ عَلَى الْمُكَلَّفِ أَنْ يَذْهَبَ بِنَفْسِهِ مَذْهَبَ الْأَخْيَارِ، وَيَسْلُكَ مَسْلَكَ أُولِي النُّهٰى

چنانچہ جب دنیا کا یہ حال ہے جسے میں نے بیان کیا ہے اور ہمارا حال اور ہمارا مقصد تخلیق وہ ہے، جسے میں نے پیش کیا ہے تو ہر مکلف (بالغ عاقل) کے لیے ضروری ہے کہ وہ

وَالْأَبْصَارِ. وَيَتَأَهَّبَ لِمَا أَشَرْتُ إِلَيْهِ، وَيَهْتَمَّ بِمَا نَبَّهْتُ عَلَيْهِ. وَأَصْوَبُ طَرِيقٍ لَهُ فِي ذٰلِكَ، وَأَرْشَدُ مَا يَسْلُكُهُ مِنَ الْمَسَالِكِ: التَّأَدُّبُ بِمَا صَحَّ عَنْ نَبِيِّنَا سَيِّدِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ، وَأَكْرَمِ السَّابِقِينَ وَاللَّاحِقِينَ. صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى سَائِرِ النَّبِيِّينَ. وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ [المائدة: ٢] وَقَدْ صَحَّ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ». وَأَنَّهُ قَالَ: «مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ». وَأَنَّهُ قَالَ: «مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا». وَأَنَّهُ قَالَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: «فَوَاللهِ! لَأَنْ يَهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ».

نیک لوگوں کا مذہب اختیار کرے اور اہل دانش وبصیرت کے راستے پر چلے، اور جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اس کی تیاری کرے، اور جس سے میں نے خبردار کیا ہے، اس کی فکر کرے۔ اور اس کے لیے سب سے درست راستہ اور منزل مقصود کی طرف سب سے زیادہ رہنمائی کرنے والی شاہراہ، ان احادیث کا اخذ و اختیار کرنا ہے جو ہمارے پیغمبر (ﷺ) سے صحیح سند سے ثابت ہیں، جو اولین و آخرین کے سردار اور تمام اگلے پچھلے لوگوں میں سب سے زیادہ معزز و مکرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام نازل ہو ان پر اور تمام انبیاء ﷺ پر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''نیکی اور تقویٰ (کے کاموں) پر ایک دوسرے سے تعاون کرو۔'' اور رسول اللہ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے، آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔'' (دیکھیے حدیث نمبر ۲۴۵) مزید فرمایا: ''جو کسی ہدایت (نیکی) کی طرف بلائے گا تو اس کے لیے ان لوگوں کی مثل اجر ہوگا جو اس کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا، یہ چیز ان میں سے کسی کے اجر کو کم نہیں کرے گی۔'' (دیکھیے حدیث نمبر ۱۷۶) اور آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: اللہ کی قسم! تیرے ذریعے سے کسی ایک شخص کو اللہ ہدایت یافتہ کر دے تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔'' (دیکھیے: حدیث: ۱۷۷)

فَرَأَيْتُ أَنْ أَجْمَعَ مُخْتَصَرًا مِنَ الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ، مُشْتَمِلًا عَلٰى مَا يَكُونُ طَرِيقًا لِصَاحِبِهِ إِلَى الْآخِرَةِ، وَمُحَصِّلًا لِآدَابِهِ الْبَاطِنَةِ وَالظَّاهِرَةِ، جَامِعًا لِلتَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيبِ وَسَائِرِ أَنْوَاعِ آدَابِ السَّالِكِينَ: مِنْ أَحَادِيثِ الزُّهْدِ، وَرِيَاضَاتِ النُّفُوسِ، وَتَهْذِيبِ الْأَخْلَاقِ، وَطَهَارَاتِ الْقُلُوبِ

چنانچہ ان احادیث کے پیش نظر میں نے دیکھا کہ میں احادیث صحیحہ کا ایک مختصر مجموعہ مرتب کروں جو ایسی باتوں پر مشتمل ہو جو اس کے پڑھنے والے کے لیے آخرت کا توشہ بن جائے اور جس سے اسے ظاہری و باطنی آداب حاصل ہو جائیں اور ترغیب و ترہیب اور آداب سالکین کی تمام قسموں کا جامع ہو۔ ان احادیث میں زہد کا سبق بھی ہو اور نفسوں کی

وَعِلَاجِهَا، وَصِيَانَةِ الْجَوَارِحِ وَإِزَالَةِ اعْوِجَاجِهَا، وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ مَقَاصِدِ الْعَارِفِينَ.

ریاضتوں کا سامان بھی۔ اخلاق و کردار کے گیسو بھی ان سے سنوریں اور وہ دلوں کی طہارت کا ذریعہ اور ان کی بیماریوں کا علاج بھی ہو۔ انسانی اعضاء کی سلامتی اور ان کی کجی کا ازالہ بھی ہو اور ان کے علاوہ بھی، اللہ کی معرفت رکھنے والوں کے مقاصد اس کتاب کی احادیث سے پورے ہوں۔

وَأَلْتَزِمُ فِيهِ أَنْ لَّا أَذْكُرَ إِلَّا حَدِيثًا صَحِيحًا مِّنَ الْوَاضِحَاتِ، مُضَافًا إِلَى الْكُتُبِ الصَّحِيحَةِ الْمَشْهُورَاتِ، وَأُصَدِّرَ الْأَبْوَابَ مِنَ الْقُرْآنِ الْعَزِيزِ بِآيَاتٍ كَرِيمَاتٍ، وَأُوَشِّحَ مَا يَحْتَاجُ إِلٰى ضَبْطٍ أَوْ شَرْحِ مَعْنًى خَفِيٍّ بِنَفَائِسَ مِنَ التَّنْبِيهَاتِ. وَإِذَا قُلْتُ فِي آخِرِ حَدِيثٍ: مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. فَمَعْنَاهُ: رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

میں نے التزام کیا ہے کہ میں اس میں صرف صحیح اور واضح روایات ذکر کروں گا جو مشہور صحیح کتابوں کی طرف منسوب ہوں گی۔ اور ابواب کا آغاز قرآن عزیز کی آیات کریمہ سے کروں گا اور جو لفظ، ضبط (اعراب کی وضاحت) کا یا پوشیدہ معنی کی شرح کا محتاج ہوگا، وہاں میں انھیں نفیس تنبیہات سے مزین کروں گا۔ اور جب میں کسی حدیث کے آخر میں کہوں: ''متفق علیہ'' تو اس کا مطلب ہوگا کہ اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے۔

وَأَرْجُو إِنْ تَمَّ هٰذَا الْكِتَابُ أَنْ يَكُونَ سَائِقًا لِلْمُعْتَنِي بِهِ إِلَى الْخَيْرَاتِ، حَاجِزًا لَهُ عَنْ أَنْوَاعِ الْقَبَائِحِ وَالْمُهْلِكَاتِ وَأَنَا سَائِلٌ أَخًا انْتَفَعَ بِشَيْءٍ مِنْهُ أَنْ يَدْعُوَ لِي، وَلِوَالِدَيَّ، وَمَشَائِخِي، وَسَائِرِ أَحْبَابِنَا، وَالْمُسْلِمِينَ أَجْمَعِينَ. وَعَلَى اللهِ الْكَرِيمِ اعْتِمَادِي، وَإِلَيْهِ تَفْوِيضِي وَاسْتِنَادِي، وَحَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ.

میں امید کرتا ہوں اگر یہ کتاب مکمل ہوگئی تو توجہ سے پڑھنے والے کے لیے یہ نیکیوں کی طرف رہنمائی کرے گی، اور اس کو مختلف برائیوں اور تباہ کن گناہوں سے روکے گی۔ اور میں اپنے اس بھائی سے جو اس سے کچھ بھی فائدہ اٹھائے، یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے لیے، میرے والدین کے لیے اور میرے مشائخ (اساتذہ) کے لیے، ہمارے تمام احباب اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرے۔ اور اللہ کریم پر ہی میرا اعتماد ہے اور اسی کی طرف میرے کاموں کی سپردگی اور استناد (بھروسا) ہے، اور مجھے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ گناہوں سے بچنا بھی اس کی توفیق سے ہے اور نیکی کا اختیار کرنا بھی اس کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔ یہی اللہ غالب اور حکیم ہے۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

[۱] بَابُ الْإِخْلَاصِ وَإِحْضَارِ النِّيَّةِ فِي جَمِيعِ الْأَعْمَالِ وَالْأَقْوَالِ وَالْأَحْوَالِ الْبَارِزَةِ وَالْخَفِيَّةِ

باب:1- تمام ظاہری اور باطنی اعمال، اقوال اور احوال میں اخلاص اور حسن نیت ضروری ہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعۡبُدُوا۟ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤۡتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَۚ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلۡقَيِّمَةِ﴾ [البينة: ٥]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''انھیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں، یکسو ہو کر۔ اور نماز پڑھیں اور زکاۃ دیں اور یہی سچا دین ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿لَن يَنَالَ ٱللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ ٱلتَّقۡوَىٰ مِنكُمۡ﴾ [الحج: ٣٧]

اور فرمایا: ''اللہ کو جانوروں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا، البتہ تمھارا تقویٰ اس تک پہنچتا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿قُلۡ إِن تُخۡفُوا۟ مَا فِي صُدُورِكُمۡ أَوۡ تُبۡدُوهُ يَعۡلَمۡهُ ٱللَّهُ﴾ [آل عمران: ٢٩].

اور فرمایا: ''آپ کہہ دیجیے: اگر تم اپنے سینوں میں کوئی بات چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو، اللہ سب کو جانتا ہے۔''

فائدۂ آیات: اخلاص، دل کا وہ ارادہ وعمل ہے جس کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہو اور کسی اور جذبے کی اس میں آمیزش نہ ہو۔ اخلاص ہر عمل کی قبولیت کے لیے شرط ہے۔ اس کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں جیسا کہ آگے احادیث میں اس

کی وضاحت آ رہی ہے۔

[١] وَعَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ أَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بْنِ نُفَيْلِ بْنِ عَبْدِالْعُزَّى بْنِ رِيَاحِ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ قُرْطِ بْنِ رَزَاحِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ الْقُرَشِيِّ الْعَدَوِيِّ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «**إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِىءٍ مَا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلٰى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ**». مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهِ. رَوَاهُ إِمَامَا الْمُحَدِّثِينَ: أَبُو عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ بَرْدِزْبَهْ الْجُعْفِيُّ الْبُخَارِيُّ، وَأَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ بْنِ مُسْلِمٍ الْقُشَيْرِيُّ النَّيْسَابُورِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي صَحِيحَيْهِمَا اللَّذَيْنِ هُمَا أَصَحُّ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ.

[1] امیرالمومنین ابوحفص عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لؤی بن غالب قرشی عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''عملوں کا دارومدار نیتوں ہی پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی (اچھی یا بری) نیت کے مطابق (اچھا یا برا) بدلہ ملے گا۔ چنانچہ جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہوگی' اس کی ہجرت انھی کی طرف سمجھی جائے گی۔ اور جس نے دنیا حاصل کرنے کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہجرت کی تو اس کی ہجرت انھی مقاصد کے لیے ہوگی۔'' اس روایت کی صحت متفقہ ہے۔ اسے امام المحدثین ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ جعفی بخاری اور امام المحدثین ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیشاپوری نے اپنی ان دو صحیح کتابوں میں روایت کیا ہے جو حدیث کی تمام مصنفہ کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح ہیں۔

فوائد و مسائل: ① بعض روایات میں اس حدیث کا پس منظر یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے ام قیس نامی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ اس نے اس وقت تک نکاح کرنے سے انکار کر دیا جب تک وہ ہجرت نہ کرے۔ چنانچہ اس نے اس کی اس شرط کی وجہ سے ہجرت کر لی اور وہاں جا کر دونوں کا باہم نکاح ہو گیا۔ اس وجہ سے صحابہ میں اس کا نام ہی مہاجر ام قیس مشہور ہو گیا۔ ② اس حدیث کی بنیاد پر علماء کا اتفاق ہے کہ اعمال میں نیت ضروری ہے اور نیت کے مطابق ہی اجر ملے گا' تاہم نیت کا محل دل ہے' یعنی دل میں نیت کرنا ضروری ہے، زبان سے اس کا اظہار ضروری نہیں۔ بلکہ یہ بدعت ہے جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔ (صفة صلاة النبي ﷺ (مفصل) للألباني: 175/1) جیسے نماز پڑھتے وقت پاک و ہند میں زبان سے نیت کے اظہار کا عام رواج ہے' تاہم حج کا تلبیہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ ③ ہر کام کے لیے اخلاص ضروری ہے' یعنی ہر نیک عمل میں صرف اللہ کی رضا پیش نظر ہو۔ اگر کسی نیک عمل میں اخلاص کی بجائے کسی اور جذبے کی آمیزش ہو جائے گی

[1] صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول ﷺ، حديث:1، وصحيح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: إنما الأعمال بالنية، حديث:1907 بألفاظ متقاربة، والحميدي في مسنده، حديث:28 و هذاالسياق له باختلاف "إلى دنيا" بدل "لدنيا".

تو عنداللہ وہ عمل مقبول نہیں ہو گا۔ اسی طرح قبولیت عمل کے لیے اخلاص کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عمل رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوحفص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ] امیر المومنین' ابوحفص عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ القرشی' العدوی۔ یہ مسلمانوں کے خلیفۂ ثانی ہیں۔ دورِ جاہلیت میں قریش کے سفیر تھے۔ نبیٔ اکرم ﷺ کے اعلانِ نبوت کے بعد مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ سخت یہی تھے۔ نبوت کے چھٹے سال جب یہ مسلمان ہوئے تو مسلمانوں اور اسلام کے لیے بہت بڑی قوت ثابت ہوئے۔ انھوں نے علی الاعلان قریش و مشرکین کے سامنے ہجرت کی۔ نبیٔ اکرم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ عہد صدیقی کے بعد 13 ہجری کو ان کی خلافت کے لیے بیعت لی گئی۔ عہد فاروقی میں فتوحات اسلامیہ کا دائرہ ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل تک پھیل چکا تھا۔ یہ نبیٔ اکرم ﷺ کی دعا کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے اسلام کو عزت بخشی۔ انھی کے متعلق نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: [لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ] ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔'' اسلام کا یہ چشم و چراغ نماز فجر پڑھ رہا تھا کہ ابولؤلؤ مجوسی کے قاتلانہ حملے سے یکم محرم 24 ہجری میں جامِ شہادت نوش کر گیا۔ إنا لله و إنا إليه راجعون.

[٢] وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ عَبْدِ اللهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ**». قَالَتْ: قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ!؟ قَالَ: «**يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

[2] ام المومنین ام عبداللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک لشکر خانۂ کعبہ پر چڑھائی کرنے کی نیت سے نکلے گا' جب وہ بیداء (کسی چٹیل میدان) میں پہنچے گا تو اس کے اول و آخر (سب کے سب) زمین میں دھنسا دیے جائیں گے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ان کے اول و آخر یعنی سب کو کیسے دھنسا دیا جائے گا جب کہ ان میں بازاری لوگ ہوں گے (یعنی حکام کے علاوہ عام افراد' یا منڈی کے لوگ۔ اور مطلب ہے کہ وہ جنگجو نہیں ہوں گے) اور وہ بھی ہوں گے جو ان میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ''ان کے اول اور آخر سب دھنسا دیے جائیں گے' پھر وہ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے (یعنی قیامت والے دن ان سے معاملہ ان کی نیتوں کے مطابق کیا جائے گا)۔'' (بخاری و مسلم - الفاظ بخاری کے ہیں۔)

[2] صحيح البخاري، البيوع، باب ما ذكر في الأسواق، حديث: 2118، وصحيح مسلم، الفتن و أشراط الساعة، باب الخسف بالجيش الذي يؤم البيت، حديث: 2884.

فوائد و مسائل: ① انسان کے ساتھ روز قیامت اچھا یا برا معاملہ اس کے قصد و ارادے کے مطابق کیا جائے گا۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظلم و فجور کے مرتکبین کی ہم نشینی نہایت خطرناک ہے۔ ③ یہ کون سا لشکر ہے اور اس کا وقوع کب ہوگا؟ اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ یہ پیش گوئیاں امور غیب سے ہیں جو نبی ﷺ کے معجزات میں سے ہیں، جن کے وقوع اور صداقت پر ایمان رکھنا ضروری ہے اس لیے کہ اس قسم کی پیش گوئیاں وحی الٰہی پر مبنی ہیں۔ ④ اس سے بیت اللہ کی عزت و حرمت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ وہاں فساد برپا کرنا کس قدر شدید جرم ہے۔

راویٔ حدیث: [ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا] ام المومنین، ام عبداللہ عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما۔ ان کی والدہ کا نام ام رومان دختر عامر بن عویمر کنانیہ تھا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے ہجرت سے 2 سال قبل شوال میں ان سے نکاح کیا۔ ایک روایت میں 3 سال قبل کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ نبی ﷺ نے جب ان سے نکاح کیا تو اس وقت ان کی عمر 6 یا 7 سال تھی اور جب رخصتی ہوئی تو اس وقت 9 سال تھی۔ ان کی کنیت نبیٔ اکرم ﷺ نے ان کے بھانجے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے نام پر ام عبداللہ تجویز فرمائی۔ ہر قسم کی تعریف و توصیف سے بے نیاز ہیں۔ قرآن مجید کی سورۂ نور میں اللہ نے ان کی براءت نازل فرمائی جبکہ ان پر تہمت لگائی گئی۔ 57 یا 58 ہجری میں 17 رمضان بروز منگل کو فوت ہوئیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع کے قبرستان میں دفن ہوئیں۔ کثیر الروایۃ ہیں۔ اشعار عرب، فقہ اور طب میں بقول عروہ ان سے بڑھ کر کوئی نہیں تھا۔ مسروق رحمہ اللہ کی یہ عادت تھی کہ جب بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی روایت بیان کرتے تو فرماتے: مجھے صدیقہ دختر صدیق نے، جو ہر عیب سے پاک ہیں، جن کی براءت ثابت ہے، یوں بیان کیا ہے۔

[٣] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''فتح کے بعد ہجرت نہیں، البتہ جہاد اور نیت باقی ہیں۔ جب تمھیں جہاد پر نکلنے کے لیے طلب کیا جائے تو (بلا تامل) نکل پڑو۔'' (بخاری و مسلم)

وَمَعْنَاهُ: لَا هِجْرَةَ مِنْ مَكَّةَ لِأَنَّهَا صَارَتْ دَارَ إِسْلَامٍ.

اس کا مطلب ہے: مکہ فتح ہو جانے کے بعد (جو 8 ہجری میں ہوا) مکے سے ہجرت کی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ وہ دارالاسلام بن گیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد کچھ لوگوں نے مکہ سے ثواب کی غرض سے ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی، اور ہجرت کا ثواب یہ ہے کہ اس سے سابقہ تمام گناہ مٹ جاتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ اب یہاں سے ہجرت کی ضرورت نہیں، البتہ اللہ تعالیٰ نے ثواب کا سلسلہ منقطع نہیں کیا۔ اگر کوئی شخص یہی ثواب لینا چاہتا ہے تو وہ حسن نیت سے، یعنی اگر ضرورت پڑی تو ہجرت کروں گا، اور جہاد کر کے یہ ثواب حاصل کر سکتا ہے۔ ② جب کوئی ملک یا

[3] صحيح البخاري، الجهاد، باب لا هجرة بعد الفتح، حديث:3080 مختصرًا و انظر، حديث:3900 و 4312، و صحيح مسلم، الإمارة، باب المبايعة بعد فتح مكة......، حديث:1864 واللفظ له.

علاقہ دارالسلام قرار پا جائے تو وہاں سے کسی اور علاقے کی طرف ہجرت کرنا ضروری نہیں' البتہ وہ علاقے جو دارالکفر ہیں اور وہاں دین پر عمل کرنا یا اس پر قائم رہنا مشکل ہے تو ایسے علاقوں سے ہجرت کرنا واجب ہے۔ ③ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی اسلامی ملک سے' کسی دوسرے اسلامی ملک میں ہجرت کر کے جانا ضروری نہیں ہے تو پھر ایک اسلامی ملک کو چھوڑ کر بلاد کفر میں جا کر اس لیے مستقل رہائش اختیار کرنا کہ وہاں دولت کی ریل پیل اور تمدنی سہولتوں کی فراوانی ہے' شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے' جس میں بدقسمتی سے اس زمانے کے مسلمان مبتلا ہیں۔ بالخصوص ان کے سرمائے کا انتقال اور مفکرین کی ہجرت بہت ہی تشویش ناک ہے جس سے بلاد کفر کی معیشت کو بھی سہارا مل رہا ہے اور ان کی حیا باختہ تہذیب کو فروغ و عروج بھی۔ علاوہ ازیں ایک مسلمان کے دل میں جہاد کا جذبہ اور ارادہ موجود رہنا چاہیے اور اس کے لیے ہر ممکن تیاری بھی۔ تاکہ جب بھی اسے جہاد کے لیے بلایا جائے تو فوراً اس پر لبیک کہہ سکے۔ یاد رہے جس شخص نے نہ جہاد کیا اور نہ کبھی اس کے دل میں جہاد کی تڑپ اور ارادہ پیدا ہوا اور وہ اسی طرح مر گیا تو وہ نفاق کے شعبے پر مرا۔

[٤] وَعَنْ أَبِي عَبْدِاللهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزَاةٍ، فَقَالَ: «إِنَّ بِالْمَدِينَةِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِيرًا، وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ، حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ». وَفِي رِوَايَةٍ: «إِلَّا شَرَكُوكُمْ فِي الْأَجْرِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[4] حضرت ابو عبداللہ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوے (جہاد) میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ نے فرمایا: ''یقیناً مدینے میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم نے جتنا بھی سفر کیا ہے اور جو بھی وادی طے کی ہے' وہ تمھارے ساتھ رہے ہیں' انھیں (مدینے میں) بیماری نے روکے رکھا۔'' اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''وہ تمھارے ساتھ اجر میں شریک رہے ہیں۔'' (مسلم)

وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: «إِنَّ أَقْوَامًا خَلْفَنَا بِالْمَدِينَةِ مَا سَلَكْنَا شِعْبًا وَلَا وَادِيًا إِلَّا وَهُمْ مَعَنَا، حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ».

اور بخاری کی روایت' جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' اس طرح ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک سے واپس لوٹے تو آپ نے فرمایا: ''ہمارے پیچھے کچھ لوگ مدینے میں رہے' ہم جس گھاٹی یا وادی میں چلے' وہ (اجر و ثواب میں) ہمارے ساتھ تھے (کیونکہ) عذر نے انھیں وہاں روکے رکھا۔''

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کے دل میں جہاد کی نیت اور جذبۂ صادق موجود ہو' لیکن کسی عذر شرعی کی بنا پر شرکت سے معذور رہا تو اللہ تعالیٰ اسے گھر بیٹھے ہی جہاد کا اجر و ثواب عطا فرما دے گا۔ ② اسی طرح نیکی کے تمام امور جنھیں انسان سرانجام دینے کا پختہ عزم رکھتا ہو لیکن انجام نہ دے سکے تو حسن نیت کی وجہ سے ثواب حاصل کر

[4] صحيح مسلم، الإمارة، باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض أو عذر آخر، حديث:1911، وصحيح البخاري، الجهاد والسير، باب من حبسه العذر عن الغزو، حديث:2839.

لے گا۔ اس طرح اگر کوئی شخص برائی کا پختہ عزم رکھتا ہے لیکن اپنے برے ارادے میں کامیاب نہیں ہوتا تو اسے بھی اس کا گناہ ہوگا۔ اس ارادے سے مراد وہ ارادہ نہیں جو صرف زبان سے ہوتا ہے اور دل میں یہ ہوتا ہے کہ میں نے کون سا یہ کام کرنا ہے۔

راوی حدیث: [حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ] ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنم رضی اللہ عنہ۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ مکثرین (بہت زیادہ روایات بیان کرنے والے) صحابہ میں سے ہیں۔ انصار کے قبیلہ بنوسلم سے تعلق کی بنا پر سلمی' انصاری کہلائے۔ جنگ بدر میں شریک تھے۔ بعض سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ بدر و اُحد کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے۔ جنگ صفین میں بھی شامل تھے۔ اپنی آخر عمر میں بصارت سے محروم ہو گئے تھے۔ 74 ہجری میں 94 سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔ شرکائے بیعت عقبہ میں سے مدینہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ بعض نے ان کا سن وفات 77 ہجری لکھا ہے۔ ان کی نماز جنازہ ابان بن عثمان نے پڑھائی جو کہ اس وقت حاکم مدینہ تھے۔ ان سے 1540 احادیث مروی ہیں۔

[حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ] انس بن مالک بن نضر بن ضمضم انصاری' خزرجی' نجاری۔ ان کا تعلق بنوعدی بن نجار سے ہے' اس لیے انھیں نجاری بھی کہتے ہیں۔ خادم رسول ہیں اور اپنے آپ کو اسی لقب سے نامزد کیا کرتے تھے۔ نبیٔ اکرم ﷺ کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی۔ ان کے گیسوؤں کو آپ چھوتے اور بطور مزاح انھیں ''اے دو کان والے!'' کہہ کر پکارتے تھے۔ ان کی کنیت نبیٔ اکرم ﷺ نے ابوحمزہ اس وجہ سے رکھی کہ یہ حمزہ نامی ترکاری نہیں کھاتے تھے۔ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ ان کے لیے نبیٔ اکرم ﷺ نے دعا کی تھی: ''اے اللہ! ان کے مال' اولاد اور عمر میں برکت فرما۔'' اس دعا کی برکت کے باعث ان کا باغ سال میں 2 دفعہ پھل لاتا۔ اولاد میں برکت کا یہ عالم تھا کہ جب یہ فوت ہوئے تو ان کے لڑکے اور لڑکوں کے لڑکے 120 کے لگ بھگ تھے۔ ان کے اپنے 80 بیٹے اور 2 بیٹیاں تھیں۔ انھوں نے 90 یا 91 یا 92 ہجری میں وفات پائی۔ بعض کے بقول ان کی عمر 163 یا 110 یا 107 یا 103 سال تھی۔ کتب احادیث میں ان سے 2286 احادیث مروی ہیں۔

[٥] وَعَنْ أَبِي يَزِيدَ مَعْنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ الْأَخْنَسِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، - وَهُوَ وَأَبُوهُ وَجَدُّهُ صَحَابِيُّونَ- قَالَ: كَانَ أَبِي يَزِيدُ أَخْرَجَ دَنَانِيرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَجِئْتُ فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَقَالَ: وَاللهِ! مَا إِيَّاكَ أَرَدْتُ، فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: «لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيدُ!

[5] حضرت ابو یزید معن بن یزید بن اخنس رضی اللہ عنہم' اور یہ معن خود' ان کے باپ یزید اور دادا' اخنس تینوں صحابی ہیں' نے بیان کیا کہ میرے باپ یزید نے کچھ دینار صدقے کے لیے نکالے اور وہ انھیں مسجد (نبوی) میں ایک آدمی کے پاس رکھ آئے (تاکہ وہ کسی ضرورت مند کو دے دے۔) میں مسجد میں آیا تو میں نے وہ دینار اس سے لے لیے (کیونکہ میں

[5] صحيح البخاري، الزكاة، باب إذا تصدق على ابنه وهو لا يشعر، حديث: 1422.

وَلَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ!». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ضرورت مند تھا) اور وہ (گھر) لے آیا۔ (جب والد کو معلوم ہوا) تو انھوں نے فرمایا: واللہ! تجھ کو دینے کا تو میں نے ارادہ ہی نہیں کیا تھا۔ چنانچہ میں اپنے والد کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور یہ جھگڑا آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے یزید! تیرے لیے تیری نیت کا ثواب ہے۔ اور اے معن! تو نے جو لیا ہے' وہ تیرے لیے (جائز) ہے۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ اگر صدقہ غیر ارادی طور پر محتاج بیٹے کے ہاتھ میں آ گیا تو اسے واپس لینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ باپ نے تو کسی مستحق کو دینے کی نیت کی تھی' اسے اس کی نیت کے مطابق صدقے کا اجر مل گیا' تاہم یہ بات بعض علماء کے نزدیک نفلی صدقے پر محمول ہوگی کیونکہ صدقہ واجبہ (زکاۃ) کی رقم انھیں نہیں دی جا سکتی جن کا خرچ انسان کے ذمے واجب ہے۔ ② صدقے کے لیے کسی کو وکیل بنانا جائز ہے۔ ③ شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے باپ کو حاکم مجاز یا عالم دین کے پاس لے جانا' باپ کی نافرمانی نہیں ہے' جیسے شرعی مسائل میں باہم بحث و تکرار گستاخی نہیں ہے۔ (فتح الباري:292/3 باب مذكور، وباب الزكاة على الزوج والأيتام في الحجر)

راویٔ حدیث: [حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہما] معن بن یزید بن اخنس بن حبیب بن جرہ السلمی رضی اللہ عنہ۔ ان کی کنیت ابو یزید ہے۔ معن' ان کے والد اور دادا تینوں ہی شرف صحابیت سے بہرہ ور ہوئے۔ کوفہ میں رہے' پھر مصر آئے اور بعد ازاں دمشق روانہ ہو گئے۔ فتح دمشق میں شریک تھے۔ مرج' راہط کی جنگ میں ضحاک بن قیس کے ساتھ 64 ہجری میں شامل ہوئے اور جام شہادت نوش کر گئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی لڑائیوں میں بھی شریک رہے۔ کتب احادیث میں ان سے 5 احادیث مروی ہیں۔

[٦] وَعَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ مَالِكِ بْنِ أُهَيْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ الْقُرَشِيِّ الزُّهْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَحَدِ الْعَشَرَةِ الْمَشْهُودِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالَ: جَاءَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعُودُنِي عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِي فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ

[6] ابو اسحاق سعد بن ابی وقاص مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی قرشی زہری رضی اللہ عنہ، جو ان دس صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جنھیں جنت کی خوش خبری دنیا ہی میں دے دی گئی تھی' فرماتے ہیں کہ میری بیمار پرسی کے لیے حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ مجھے اس وقت شدید درد تھا۔

[6] صحيح البخاري، الجنائز، باب رثاء النبي ﷺ سعد بن خولة، حديث:1295، وصحيح مسلم، الوصية، باب الوصية بالثلث، حديث:1628.

اللهِ! إِنِّي قَدْ بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرٰى، وَأَنَا ذُومَالٍ وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ لِي. أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي؟ قَالَ: «لَا»، قُلْتُ: فَالشَّطْرُ يَا رَسُولَ اللهِ!؟ فَقَالَ: «لَا»، قُلْتُ: فَالثُّلُثُ يَا رَسُولَ اللهِ!؟ قَالَ: «اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ - أَوْ كَبِيرٌ - إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ، وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَأَتِكَ». قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِي؟ قَالَ: «إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللهِ إِلَّا ازْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَرِفْعَةً، وَلَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ، وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ. اَللّٰهُمَّ! أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ، وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ، لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ». يَرْثِي لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرا درد کیسی شدت اختیار کر گیا ہے' میں صاحب مال ہوں لیکن میری وارث صرف میری ایک ہی بیٹی ہے۔ کیا میں اپنے مال کا دو تہائی حصہ خیرات کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے کہا: آدھا مال؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے کہا: پھر اے اللہ کے رسول! ایک تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ''تیسرا حصہ (تم خیرات کر سکتے ہو) اور تیسرا حصہ بھی زیادہ یا بڑا ہے' اس لیے کہ تم اپنے وارثوں کو صاحب حیثیت چھوڑ کر جاؤ' یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انھیں کنگال کر کے جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ (یاد رکھو!) تم جو بھی اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرو گے تو اس پر تمھیں اجر ملے گا' حتی کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے (اس پر بھی ثواب ہوگا)۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اپنے ساتھیوں کے بعد پیچھے چھوڑ دیا جاؤں گا؟ (یعنی کیا میرے ساتھی مجھ سے پہلے فوت ہو جائیں گے اور میں دنیا میں اکیلا رہ جاؤں گا؟) آپ نے فرمایا: ''(اگر ایسا ہوا بھی تو کیا' یہ تمھارے حق میں اچھا ہی ہے) بلاشبہ ساتھیوں کی وفات کے بعد' جب تم ان کے پیچھے رہ جاؤ گے' تو جو بھی عمل اللہ کی رضا کے لیے کرو گے اس سے تمھارے درجے میں زیادتی اور بلندی ہی ہوگی' نیز شاید تمھیں مزید زندگی گزارنے کا موقع دیا جائے' حتی کہ کچھ لوگ (اہل ایمان) تم سے فائدہ اٹھائیں اور کچھ دوسرے لوگوں (کافروں) کو تم سے نقصان پہنچے۔ (پھر آپ نے دعا فرمائی:) اے اللہ! میرے صحابہ کی ہجرت کو جاری (پورا) فرما دے اور انھیں ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹا۔ لیکن قابل رحم سعد بن خولہ ہیں۔'' ان کے لیے رسول اللہ ﷺ رحمت کی دعا فرماتے تھے اس لیے کہ وہ مکے میں فوت ہوئے تھے۔ (بخاری ومسلم)

فوائد و مسائل: ① صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس شہر میں اقامت پذیر ہونا پسند نہیں کرتے تھے جس سے انھوں نے اس کی محبت کے باوجود محض اللہ کی رضا کے لیے ہجرت کی تھی اس لیے حضرت سعد ڈرتے تھے کہ کہیں ان کی موت مکے میں نہ آئے۔ چنانچہ ان کے لیے آپ نے ہجرت کے اتمام کی دعا فرمائی اور سعد بن خولہ کی حالت زار پر آپ نے دکھ کا اظہار فرمایا کیونکہ ان کی وفات مکے میں ہوئی جس کی وجہ سے وہ ہجرت کے پورے ثواب سے محروم رہے۔ ② یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مرض الموت میں انسان ایک تہائی مال (1/3) سے زیادہ صدقہ یا وصیت نہیں کر سکتا۔ لیکن اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فوت ہونے سے پہلے صدقہ کرنا مستحسن امر ہے۔ سلف صالحین میں سے اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں اس لیے دور حاضر میں اصحاب ثروت کو اپنی جائیداد کا کچھ نہ کچھ اللہ کے لیے ضرور وقف کرنا چاہیے کیونکہ دینی مدارس اور مساجد کی حکومتی سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے شدید مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ ③ انسان کی اگر نیت صحیح ہو تو بیوی بچوں پر جو کچھ خرچ کرتا ہے اس پر بھی اسے اجر ملتا ہے۔ ④ کسی صحیح غرض کی خاطر انسان اپنی بیماری یا تکلیف کا اظہار کر سکتا ہے تاکہ اس کا علاج یا دعا کی جا سکے یہ اللہ کے خلاف شکوہ نہیں ہے۔ ⑤ انفاق و صدقات میں اپنے قریب ترین رشتے داروں کو اولیت اور فوقیت دی جائے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ان کے تعیشات کے لیے زکاۃ خرچ کی جائے جبکہ عام غرباء زیادہ ضرورت مند ہوں جیسا کہ بعض فی زمانہ اس طرح کرتے ہیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ] سعد بن مالک بن اہیب قرشی زہری۔ ان کی کنیت ابواسحاق ہے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں پانچواں یا ساتواں نمبر ہے۔ جب اسلام قبول کیا تو ان کی والدہ نے کھانا پینا ترک کر دیا اور کہا: جب تک تو دین محمد سے منحرف نہیں ہوتا اس وقت تک میں کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی اور نہ سائے ہی میں ہوں گی۔ یہ اپنی والدہ کے بہت تابع فرمان تھے لیکن ماں سے کہا کہ میں دین محمد سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی ان دس صحابۂ کرام میں سے ہیں جنھیں جنت کی بشارت دی گئی۔ رضی اللہ عنہم۔ یہ وہ خوش نصیب ہیں جن کے بارے میں نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے سعد! تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر قربان۔" اور یہ دعا بھی کی: "اے اللہ! ان کا نشانہ سیدھا رکھنا۔" انھیں ایک بار آتا دیکھ کر نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [هٰذَا خَالِي فَلْيُرِنِي امْرُؤٌ خَالَهُ] "یہ میرا ماموں ہے اس جیسا کوئی دکھائے تو سہی۔" تمام غزوات میں شرکت کی۔ فاتح عراق ہیں اور فتح ایران بھی انھی کا عظیم کارنامہ ہے۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

حضرت سعد بن ابی وقاص نے مدینہ سے دس میل دور مقام عقیق میں 55 ہجری میں وفات پائی۔ وہاں سے ان کی میت کندھوں پر لائی گئی اور انھیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ کتب احادیث میں ان سے 270 احادیث مروی ہیں۔

[۷] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ

[7] حضرت ابو ہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمھارے جسموں

[7] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله، حديث:(34)-2564.

تَعَالٰی لَایَنْظُرُ إِلٰی أَجْسَامِكُمْ، وَلَا إِلٰی صُوَرِكُمْ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰی قُلُوبِكُمْ [وَأَعْمَالِكُمْ]». رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اور تمھاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمھارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس حدیث سے بھی اخلاص اور تصحیح نیت کی اہمیت واضح ہے' اس لیے ہر نیک عمل میں اس کا اہتمام ضروری ہے اور دل کو ہر اس چیز سے صاف رکھنا چاہیے جس سے وہ عمل برباد ہوسکتا ہے' جیسے ریاکاری اور نمود و نمائش کا جذبہ یا دنیا کا لالچ یا اسی قسم کے اور گھٹیا مفادات' تاہم دلوں کا حال چونکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے' اس لیے اعمال کی اصل حقیقت قیامت والے دن ہی واضح ہوگی جب کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اچھا یا برا بدلہ ملے گا' دنیا میں انسان کے ساتھ اس کے ظاہری اعمال کے مطابق ہی معاملہ کیا جائے گا اور اس کی باطنی کیفیت کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا۔

نوٹ: ریاض الصالحین کے بعض نسخوں میں اس حدیث کو وَأَعْمَالِكُمْ کے بغیر نقل کیا گیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں' کیونکہ صحیح مسلم میں قُلُوبِكُمْ کے ساتھ وَأَعْمَالِكُمْ بھی ہے۔ یہ اضافہ اس لیے نہایت اہم ہے کہ اس کے بغیر لوگ حدیث کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتے ہیں' مثلاً: جب کسی سے کہا جائے کہ پوری ڈاڑھی رکھنا اور کفار کی مشابہت سے بچنا ضروری ہے۔ یا پردے کی اہمیت یا دیگر احکام شرعیہ کی وضاحت کی جائے تو کہتے ہیں کہ اصل بات تو دل کی ہے (یعنی احکام پر عمل ضروری نہیں) اور استدلال اس حدیث سے کرتے ہیں کہ ''اللہ تمھارے دلوں کو دیکھتا ہے۔'' حالانکہ اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی ہیں کہ ''اور تمھارے عملوں کو دیکھتا ہے۔'' جن سے عمل کی افادیت' یعنی اسے بھی سنت کے مطابق کرنے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بیک وقت دل اور عمل دونوں کی اصلاح ضروری ہے کیونکہ ایک کی اصلاح دوسرے کی اصلاح پر منحصر ہے۔ دل صحیح ہوگا تو عمل بھی صحیح ہوگا اور عمل صحیح ہوگا تو دل بھی صحیح ہوگا۔ اصلاح اعمال کے بغیر دلوں کی اصلاح اور دلوں کی اصلاح کے بغیر اعمال کی اصلاح ممکن نہیں۔ اسے دوسری حدیث میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے کہ ''جسم انسانی میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے' جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا جسم درست اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے' اور وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے۔'' (دیکھیے' حدیث:588' باب:68) دیگر متعدد احادیث سے بھی عمل کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا﴾ (الأنعام6:133) ''اعمال کے مطابق ہر ایک کے درجے ہوں گے۔'' یعنی عملوں کی وجہ سے اہل جنت کے درجات میں کمی بیشی ہوگی۔ اور فرمایا: ﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (النحل16:32) ''اپنے عملوں کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔'' جب عمل کی یہ اہمیت ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم اور صورت کی طرح عمل نہیں دیکھتا' جب کہ ایمان کے بعد یہ عمل ہی جنت میں جانے کی اساس ہے۔ (أَفَادَهُ الْأَلْبَانِيُّ فِي تَعْلِيقَاتِهِ عَلٰی رِيَاضِ الصَّالِحِينَ)

راویٔ حدیث: [حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ] ان کے نام میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ تقریباً بیس سے زیادہ اقوال ان کے نام کے متعلق ملتے ہیں۔ عمیر بن عامر' عبداللہ بن عامر' عبداللہ بن عبدشمس' عبدشمس' عبدنہم اور عبدغنم وغیرہ آپ کے نام بتائے جاتے ہیں۔ بہرحال نام جو بھی ہو 6 ہجری میں قبول اسلام کے بعد آپ کا نام عبداللہ یا عبدالرحمٰن بن صخر الدوسی ہی معروف ہے۔ انھیں علم حدیث سے بہت لگاؤ تھا۔ ان سے احادیث بیان کرنے والوں کی تعداد تقریباً 800 ہے۔ ہر وقت

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے تاکہ کوئی فرمانِ نبوی رہ نہ جائے۔ عہد فاروقی میں مفتی کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور مروان کی جانب سے مدینہ کے گورنر رہے۔ 59 ہجری میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ کثیر الروایہ ہیں۔ کتب احادیث میں ان کی مرویات کی تعداد 5374 یا 5384 ہے۔ بقول شاعر

کن حدیث بوہریرہ را شمار
پنج ہزار و سہ صد و ہفتاد و چہار

[٨] وَعَنْ أَبِي مُوسٰى عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ يُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً، وَيُقَاتِلُ رِيَاءً، أَيُّ ذٰلِكَ فِي سَبِيلِ اللهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[8] حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی بہادری کے جوہر دکھانے کے لیے' دوسرا (خاندانی' قبائلی) حمیت کے لیے اور ایک تیسرا ریاکاری کے لیے لڑتا ہے' ان میں سے اللہ کی راہ میں لڑنے والا کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص صرف اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ (دین) بلند ہو' وہ اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اللہ کے ہاں اعمال کا اعتبار چونکہ نیات صالحہ کے مطابق ہوگا' اس لیے عنداللہ مجاہد فی سبیل اللہ بھی صرف وہی ہوگا جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے لڑے گا' تاہم اس کا تعلق چونکہ دل سے ہے جس کو انسان دیکھنے پر قادر نہیں ہے' اس لیے میدان جہاد میں ہر مسلمان مقتول کے ساتھ شہید والا معاملہ کیا جائے گا اور اس کی نیت اور ارادے کا مسئلہ اللہ کے سپرد ہوگا کیونکہ دلوں کے بھید صرف وہی جانتا ہے۔ ② انسان کو چاہیے کہ حلال حرام اور اپنے دین کی اصلاح کے لیے گاہے گاہے علماء سے استفسار کرتا رہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ] عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حضار بن حرب۔ ابوموسیٰ ان کی کنیت ہے اور کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ غزوۂ خیبر کے موقع پر رسول ﷺ کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ زبید اور عدن پر انھیں عامل مقرر کیا گیا۔ اور عہد فاروقی میں کوفہ اور بصرہ کے والی مقرر ہوئے۔ بہت زیادہ شہروں سمیت ''قلعۂ تستر'' کے فاتح ہیں۔ نبی ﷺ کی نظر میں انھیں خاص مقام و مرتبہ حاصل تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا تھا: [لَقَدْ أُوتِيتَ مِزْمَارًا مِّنْ مَّزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ] ''بلاشبہ (عبداللہ بن قیس!) تجھے آل داود کا لہجہ دیا گیا ہے۔'' ان کے سن وفات میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک 42 اور بقول بعض 44 ہجری کو کوفہ میں فوت ہوئے۔ ان سے 360 احادیث مروی ہیں۔

[8] صحيح البخاري، التوحيد، باب قوله تعالى: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ﴾، حديث:7458، وصحيح مسلم، الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا......، حديث:1904.

[٩] وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ نُفَيْعِ بْنِ الْحَارِثِ الثَّقَفِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا، فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ»، قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قَالَ: «إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[9] حضرت ابوبکرہ نفیع بن حارث ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی' اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں سونت کر ایک دوسرے کو (مارنے کی نیت سے) ملتے ہیں (ایک دوسرے کے مدمقابل آتے ہیں) تو یہ قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔'' میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! قاتل کا جہنمی ہونا تو سمجھ میں آتا ہے' مقتول جہنمی کیوں ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''اس لیے کہ وہ بھی اپنے (دوسرے مسلمان) ساتھی کے قتل پر حریص تھا۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ اس ارادۂ معصیت پر انسان مستحق عتاب الٰہی ہوگا جس کا اس نے اپنے دل میں پختہ عزم کیا ہوگا اور اس کے ارتکاب کے لیے اسباب و وسائل بھی اختیار کیے گئے ہوں گے' گو وہ اس میں کسی رکاوٹ کی وجہ سے کامیاب نہ ہوا ہو۔ ② عزم' وسوسے سے مختلف ہے۔ وسوسہ معاف ہے' جب کہ عزم (پختہ ارادہ) قابل مؤاخذہ ہے' تاہم حدیث میں جو وعید مذکور ہے اس کا مصداق باہم لڑنے والے مسلمان اس وقت ہوں گے' جب وہ دنیاوی حمیت وعصبیت کی بنا پر لڑ رہے ہوں۔ کوئی شرعی معاملہ ان کے باہمی قتال کی بنیاد نہ ہو کیونکہ اس صورت میں ممکن ہے کہ دونوں ہی کا مبنیٰ اپنا اپنا اجتہاد ہو جس میں وہ عنداللہ معذور سمجھے جائیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوبکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ] ان کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نفیع بن حارث اور بعض نفیع بن مسروح کہتے ہیں۔ لیکن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کا نام نفیع بن حارث ابن کلدہ ہی ذکر کیا ہے۔ ان کی والدہ کا نام سمیہ تھا۔ یہ طائف کے قلعے سے کچھ نوجوانوں کے ہمراہ چرخی کے ذریعے سے باہر آئے تھے اور اسلام قبول کر لیا تھا۔ چرخی کو عربی میں چونکہ ''بکرہ'' کہتے ہیں اس لیے ان کی کنیت ابوبکرہ پڑ گئی۔ یہ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جو جنگ جمل اور صفین میں الگ تھلگ رہے تھے۔ فضلاء صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ کثیر الاولاد تھے۔ 51 یا 52 ہجری کو بصرہ میں وفات پائی۔ کتب احادیث میں ان کی روایات کی تعداد 132 ہے۔

[١٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ وَبَيْتِهِ بِضْعًا

[10] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کی جماعت کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز' اس نماز سے کچھ اوپر بیس (20) درجے زیادہ فضیلت رکھتی

[9] صحيح البخاري، الإيمان، باب: ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ......﴾ ....، حديث:31، وباب إذا التقى المسلمان بسيفيهما، حديث:7083، وصحيح مسلم، الفتن، باب إذا تواجه المسلمان بسيفيهما، حديث:2888.

[10] صحيح البخاري، الصلاة، باب الصلاة في مسجد السوق، حديث:477، وصحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل الصلاة المكتوبة في جماعة......، حديث:649 بعد حديث:661.

وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، وَذٰلِكَ أَنَّ أَحَدَهُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي الصَّلَاةِ مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ هِيَ تَحْبِسُهُ، وَالْمَلَائِكَةُ يُصَلُّونَ عَلٰى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي صَلّٰى فِيهِ، يَقُولُونَ: اَللّٰهُمَّ! ارْحَمْهُ، اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لَهُ، اَللّٰهُمَّ! تُبْ عَلَيْهِ، مَالَمْ يُؤْذِ فِيهِ، مَالَمْ يُحْدِثْ فِيهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

ہے جو وہ اپنے بازار یا گھر میں پڑھتا ہے' اس لیے کہ جب کوئی شخص اچھے طریقے سے وضو کرتا' پھر نماز کے ارادے سے مسجد میں آتا ہے' اسے نماز ہی مسجد کی طرف لے جاتی ہے' تو ایسے شخص کے ہر قدم کے بدلے میں ایک درجہ بلند اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے تا آنکہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر جب وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے تو جب تک نماز اسے وہاں روکے رکھتی ہے' وہ نماز ہی میں شمار ہو گا (یعنی جماعت کے انتظار یا ذکر الٰہی میں مصروف' جب تک مسجد میں رہے گا' وہ اللہ کے ہاں حالت نماز میں سمجھا جائے گا۔) اور فرشتے تمھارے ایک آدمی کے لیے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی اس مجلس میں بیٹھا رہے جس میں اس نے نماز پڑھی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ اے اللہ! اسے بخش دے۔ اے اللہ! اس پر رجوع فرما۔ (یہ دعائیں انھیں حق میں اس وقت تک جاری رہتی ہیں) جب تک وہ کسی کو ایذا نہ پہنچائے' جب تک بے وضو نہ ہو۔'' (بخاری و مسلم- اور مذکورہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔)

وَقَوْلُهُ ﷺ: [يَنْهَزُهُ]: هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَالْهَاءِ وَبِالزَّايِ، أَيْ: يُخْرِجُهُ وَيُنْهِضُهُ.

اور يَنْهَزُهُ: ''یا'' اور ''ھا'' کے فتحہ اور ''زا'' کے ساتھ ہے۔ اس کے معنی ہیں: اسے نکالتی اور اٹھاتی ہے۔

فوائد و مسائل: ① نماز باجماعت ادا کرنا فرض ہے اور بلاوجہ سستی یا کاموں میں مصروفیت کی بنا پر نماز باجماعت ادا نہ کرنا گناہ ہے' تاہم صحت نماز کے لیے جماعت شرط نہیں ہے۔ اس حدیث سے نماز باجماعت کے عدم وجوب کا استدلال درست نہیں ہے۔ ② اگر کوئی شخص کسی شدید ضرورت کے پیش نظر گھر یا بازار میں اکیلے نماز ادا کرتا ہے تو اس کی نماز ادا تو ہو جائے گی' البتہ وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت سے محروم ہونے کے ساتھ ساتھ فرض کا تارک ہونے کی وجہ سے گناہ گار بھی ہوگا۔ ③ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی 25، 26 یا 27 درجے زیادہ فضیلت ہے جیسا کہ دیگر روایات میں ہے۔ ④ نماز' دیگر اعمال خیر سے افضل ہے کیونکہ فرشتے نمازی کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ ⑤ مسلمان کو تکلیف دینے سے بندہ فرشتوں کی ان دعاؤں سے محروم ہوسکتا ہے جن کا ذکر مذکورہ حدیث میں ہے۔ ⑥ گھر سے باوضو ہو کر مسجد میں آنے کی فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے' نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ وضو تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ فرشتے بے وضو ہونے تک انسان کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔

[١١] وَعَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فِيمَا يَرْوِي عَنْ رَبِّهِ، تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ: «إِنَّ اللهَ تَعَالٰى كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ»، ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ: «فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلٰى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ، وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ تَعَالٰى عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[11] ابوالعباس عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ لی ہیں۔'' پھر انھوں نے اس کی وضاحت فرمائی: ''چنانچہ جس شخص نے کسی نیکی کا ارادہ کیا لیکن اسے کر نہیں سکا' اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے۔ اور اگر ارادے کے مطابق اسے کر بھی لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیوں کا ثواب اس کے لیے لکھ دیتا ہے۔ اور اگر کسی نے کسی برائی کا ارادہ کیا لیکن اسے کیا نہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بھی اپنے پاس ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے۔ اور اگر ارادے کے مطابق اس برائی کو کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک ہی برائی لکھتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① جو بات نبی ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حوالے سے بیان فرمائیں اسے حدیث قدسی کہا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو الہام کے ذریعے سے آگاہ فرماتا ہے۔ اس میں اللہ کی اس وسعت فضل وکرم کا بیان ہے جو وہ اپنے بندوں کے ساتھ فرماتا ہے اور قیامت والے دن بھی فرمائے گا۔ ② برائی کا اگر صرف ارادہ کیا اور وسوسہ ہے تو وہ قابل مؤاخذہ نہیں ہے' البتہ پختہ عزم کرنے کے بعد کسی وجہ سے نہ کر سکے تو وہ قابل مواخذہ ہے جس طرح کہ پہلے گزرا ہے۔ لیکن اگر پختہ عزم کرنے کے بعد اللہ سے ڈرتے ہوئے برائی چھوڑ دیتا ہے تو یہ باعث اجر بھی ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما] عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ عبداللہ نام' ابوالعباس کنیت اور حبر الامہ لقب ہے۔ یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد تھے۔ یہ وہ صحابی ہیں جنھیں اس امت کے پیشوا اور حبر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ نبی ﷺ نے ان کے لیے علم وفضل کی دعا کی تھی۔ بہت ذہین وفطین تھے۔ ہر قسم کی توصیف وتعریف کی بنا پر محتاج تعارف نہیں ہیں۔ ہجرت سے 3 سال قبل اس وقت پیدا ہوئے جب نبی مکرم ﷺ و دیگر لوگ شعب ابی طالب میں محصور تھے۔ 67 ہجری میں طائف کے مقام پر فوت ہوئے۔ بعض ان کا سن وفات 68 یا 70 ہجری بھی بیان کرتے ہیں۔

[11] صحيح البخاري، الرقاق، باب من هم بحسنة أو بسيئة، حديث:6491، وصحيح مسلم، الإيمان، باب إذا هم العبد بحسنة كتبت، و إذا هم بسيئة لم تكتب، حديث:131.

[١٢] وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اِنْطَلَقَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتّٰى آوَاهُمُ الْمَبِيتُ إِلٰى غَارٍ فَدَخَلُوهُ، فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ، فَقَالُوا: إِنَّهُ لَا يُنْجِيكُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللهَ تَعَالٰى بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ. قَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: اَللّٰهُمَّ! كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَلَا مَالًا، فَنَأٰى بِي طَلَبُ الشَّجَرِ يَوْمًا، فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتّٰى نَامَا، فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوقَهُمَا، فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ، فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُمَا وَأَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلًا أَوْ مَالًا، فَلَبِثْتُ - وَالْقَدَحُ عَلٰى يَدِي - أَنْتَظِرُ اسْتِيقَاظَهُمَا حَتّٰى بَرَقَ الْفَجْرُ وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ، فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوقَهُمَا، اَللّٰهُمَّ! إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ، فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهُ. قَالَ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ! إِنَّهُ كَانَتْ لِيَ ابْنَةُ عَمٍّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ» - وَفِي رِوَايَةٍ: «كُنْتُ أُحِبُّهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ»، فَأَرَدْتُهَا عَلٰى نَفْسِهَا، فَامْتَنَعَتْ مِنِّي حَتّٰى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِينَ فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِينَ وَمِائَةَ دِينَارٍ عَلٰى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِهَا فَفَعَلَتْ، حَتّٰى إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا» - وَفِي

[12] حضرت ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ''تم سے پہلی امتوں میں سے تین شخص ایک سفر پر نکلے حتی کہ (رات ہوگئی، چنانچہ) رات گزارنے کے لیے وہ ایک غار میں داخل ہو گئے۔ (تھوڑی ہی دیر کے بعد) پہاڑ سے ایک بڑا سا پتھر لڑھک کر نیچے آیا جس نے غار کے دھانے کو بند کر دیا۔ یہ دیکھ کر انھوں نے آپس میں کہا کہ اس ابتلا سے نجات کی یہی صورت ہے کہ تم اپنے اعمال صالحہ کے واسطے سے اللہ سے دعا کرو۔ (چنانچہ انھوں نے اپنے اپنے عمل کے حوالے سے دعائیں کیں۔) ان میں سے ایک آدمی نے کہا: یا اللہ! تو جانتا ہے، میرے بوڑھے ماں باپ تھے اور شام کو میں سب سے پہلے انھی کو دودھ پلاتا تھا، ان سے پہلے میں اہل و عیال کو اور خادم و غلام کو نہیں پلاتا تھا۔ ایک دن درختوں کی تلاش میں میں دور نکل گیا اور جب واپس آیا تو والدین سو چکے تھے۔ میں نے شام کا دودھ دوہا اور ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔ میں نے انھیں جگانا پسند کیا اور نہ ہی ان سے پہلے اپنے اہل اور غلاموں کو دودھ پلانا گوارا کیا۔ میں دودھ کا پیالہ ہاتھ میں پکڑے ان کے سرہانے کھڑا ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا، جب کہ بچے بھوک کے مارے میرے قدموں میں بلبلاتے رہے، حتی کہ صبح ہوگئی۔ وہ بیدار ہوئے اور شام کے حصے کا دودھ پیا۔ یا اللہ! اگر یہ کام میں نے صرف تیری رضا کے لیے کیا تھا تو ہم اس چٹان کی وجہ سے جس مصیبت میں پھنس گئے ہیں، اس سے ہمیں نجات عطا فرما دے۔ چنانچہ (اس دعا کے نتیجے میں) وہ چٹان تھوڑی سی سرک گئی، لیکن ابھی وہ اس سے باہر

[12] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب حديث الغار، حديث:3465، وصحيح مسلم، الرقاق، باب قصة أصحاب الغار الثلاثة، والتوسل بصالح الأعمال، حديث:2743.

رِوَايَةٍ: «فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا» - «قَالَتْ: اِتَّقِ اللهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا، وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِي أَعْطَيْتُهَا؛ اَللّٰهُمَّ! إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا. وَقَالَ الثَّالِثُ: اَللّٰهُمَّ! اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ وَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ، فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتّٰى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ، فَجَاءَنِي بَعْدَ حِينٍ فَقَالَ: يَاعَبْدَاللهِ! أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِي، فَقُلْتُ: كُلُّ مَا تَرٰى مِنْ أَجْرِكَ: مِنَ الْإِبِلِ، وَالْبَقَرِ، وَالْغَنَمِ، وَالرَّقِيقِ، فَقَالَ: يَاعَبْدَ اللهِ! لَا تَسْتَهْزِئْ بِي. فَقُلْتُ: لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ، فَأَخَذَهُ كُلَّهُ، فَاسْتَاقَهُ، فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا، اَللّٰهُمَّ! إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوا يَمْشُونَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نہیں نکل سکتے تھے۔ دوسرے شخص نے دعا کی: یا اللہ! میری چچا زاد بہن تھی جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی۔ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: میں اس سے اتنی شدید محبت کرتا تھا جتنی کہ زیادہ سے زیادہ محبت مردوں کو عورتوں سے ہوسکتی ہے۔ چنانچہ میں نے (ایک مرتبہ) اس سے اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کیا لیکن وہ آمادہ نہیں ہوئی اور اس نے انکار کر دیا حتی کہ ایک وقت آیا کہ قحط سالی نے اسے میرے پاس آنے پر مجبور کر دیا۔ میں نے اسے اس شرط پر ایک سو بیس دینار دیے کہ وہ میرے ساتھ خلوت اختیار کرے چنانچہ وہ آمادہ ہوگئی۔ جب میں اس پر قادر ہو گیا (اور وہ میرے قابو میں آ گئی) دوسری روایت کے الفاظ ہیں: جب میں (اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کے لیے) اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا: اللہ سے ڈر! اور اس مہر (پردے) کو ناحق مت توڑ۔ (اس کے ان الفاظ نے یا اللہ! تیرا خوف مجھ پر طاری کر دیا) اور میں اس سے دور ہو گیا حالانکہ وہ تمام لوگوں میں سے مجھے سب سے زیادہ پیاری تھی۔ اور میں نے سونے کے وہ دینار بھی چھوڑ دیے جو میں نے اسے دیے تھے۔ یا اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لیے کیا تھا تو یہ نازل شدہ مصیبت ہم سے دور فرما دے۔ چنانچہ وہ چٹان کچھ اور سرک گئی' لیکن وہ اب بھی اس غار سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ تیسرے نے دعا کی: یا اللہ! میں نے کچھ مزدوروں کو اجرت پر رکھا تھا۔ سب کو میں نے ان کی اجرت دے دی' صرف ایک مزدور اپنی مزدوری لیے بغیر چلا گیا تھا۔ میں نے اس کی مزدوری کی رقم کو کاروبار میں لگا دیا حتی کہ اس سے بہت سا مال بن گیا۔ کچھ عرصے کے بعد اس نے میرے پاس آ کر کہا: اللہ کے بندے! مجھے میری اجرت ادا کر دے۔ میں نے کہا: یہ اونٹ' گائے' بکریاں اور غلام جو

تجھے نظر آ رہے ہیں' یہ سب تیری اجرت (کا ثمر) ہے۔ اس نے کہا: اللہ کے بندے! مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا: میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا۔ چنانچہ (میری وضاحت پر) وہ سارا مال لے گیا' اس میں سے اس نے کچھ نہ چھوڑا۔ یا اللہ! اگر میں نے یہ کام صرف تیری رضا کی خاطر کیا ہے تو یہ مصیبت' جس میں ہم (مبتلا) ہیں' ہم سے دور کر دے۔ چنانچہ وہ ساری چٹان سرک گئی اور غار کا منہ کھل گیا اور سب باہر نکل آئے۔" (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① معلوم ہوا کہ نیک اعمال کے وسیلے سے دعا کرنی جائز ہے' تاہم توسل بالذات' ایک بدعی عمل ہے جس سے اجتناب کیا جائے کیونکہ ایک تو اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے' دوسرے یہ خیر القرون کے تعامل کے بھی خلاف ہے۔ ② بیوی بچوں سے بھی والدین کی خدمت کو اولیت دی جائے۔ ③ اللہ کے ڈر سے گناہ سے رک جانا' نہایت فضیلت والا عمل ہے۔ ④ مزدوروں کے ساتھ اچھا معاملہ کیا جائے' جس کا حق رہ گیا ہو' اسے بہتر طریقے سے ادا کیا جائے۔ ⑤ اخلاص' خشوع وخضوع اور الحاح وزاری سے کی گئی دعا قبول ہوتی ہے۔ ⑥ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی خرق عادت کے طور پر بھی مدد فرماتا ہے جسے کرامت کہا جاتا ہے۔ گویا انبیاء ﷺ کے معجزوں کی طرح اولیاء اللہ کی کرامات بھی برحق ہیں' تاہم معجزات اور کرامات' دونوں صرف اللہ کی مشیت سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ انبیاء اور اولیاء جب چاہیں معجزات اور کرامات کا اظہار کر سکتے ہیں۔ ⑦ نیک اعمال سے بڑی بڑی مصیبتیں بھی ٹل جاتی ہیں اور وہ کام بھی اچھے اعمال کے باعث سرانجام پا جاتے ہیں جو دنیا کی نظر میں ناممکنات میں سے ہوتے ہیں۔ ⑧ تمام اعمال میں اخلاص کو مدنظر رکھنا چاہیے لیکن ایک آدھ عمل ایسا ضرور ہونا چاہیے جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر کیا گیا ہو اور اس میں کوئی اور جذبہ کارفرما نہ ہو' تاکہ دنیا یا آخرت کے مشکل اوقات میں انسان کے کام آ سکے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما] عبداللہ بن عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ القرشی العدوی۔ ابوعبدالرحمٰن کنیت ہے۔ سنن نبویہ پر سب سے بڑھ کر عمل پیرا تھے' یہی وجہ ہے کہ انھیں متبع سنت کے نام ولقب سے پکارا اور یاد کیا جانے لگا۔ اپنے والد کے ساتھ بچپن میں مسلمان ہو گئے تھے۔ آپ کا شمار زاہد اور پختہ علم والے صحابہ میں ہوتا ہے۔ پہلی پہلی مرتبہ غزوۂ خندق میں شریک ہوئے کیونکہ صغرسنی کی بنا پر انھیں بدر واُحد میں شمولیت کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ غزوۂ خندق کے بعد کسی بھی غزوے یا سریے سے پیچھے نہیں رہے۔ بہت زیادہ روایات بیان کرنے والوں میں سے ہیں۔ کتب احادیث میں ان سے 1630 احادیث مروی ہیں۔

[٢] بَابُ التَّوْبَةِ

باب:2-توبہ کا بیان

قَالَ الْعُلَمَاءُ: اَلتَّوْبَةُ وَاجِبَةٌ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ، فَإِنْ كَانَتِ الْمَعْصِيَةُ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ اللهِ تَعَالٰى لَا تَتَعَلَّقُ بِحَقِّ آدَمِيٍّ، فَلَهَا ثَلَاثَةُ شُرُوطٍ: أَحَدُهَا: أَنْ يُّقْلِعَ عَنِ الْمَعْصِيَةِ. وَالثَّانِي: أَنْ يَّنْدَمَ عَلٰى فِعْلِهَا. وَالثَّالِثُ: أَنْ يَّعْزِمَ أَنْ لَّا يَعُودَ إِلَيْهَا أَبَدًا، فَإِنْ فُقِدَ أَحَدُ الثَّلَاثَةِ لَمْ تَصِحَّ تَوْبَتُهُ.

علماء فرماتے ہیں کہ توبہ ہر گناہ سے واجب ہے۔ اگر گناہ کا تعلق اللہ سے ہے، کسی آدمی کے حق کے ساتھ اس کا تعلق نہیں تو ایسے گناہ سے توبہ (کی قبولیت) کے لیے تین شرطیں ہیں: پہلی یہ کہ اس گناہ کو چھوڑ دے (جس سے وہ توبہ کر رہا ہے)۔ دوسری یہ کہ اپنے اس فعل (گناہ) پر نادم ہو۔ تیسری یہ کہ وہ پختہ ارادہ کرے کہ آئندہ کبھی یہ گناہ نہیں کرے گا۔ اگر تین شرطوں میں سے ایک بھی شرط مفقود ہوگی تو توبہ صحیح نہیں ہوگی۔

وَإِنْ كَانَتِ الْمَعْصِيَةُ تَتَعَلَّقُ بِآدَمِيٍّ، فَشُرُوطُهَا أَرْبَعَةٌ: هٰذِهِ الثَّلَاثَةُ، وَأَنْ يَّبْرَأَ مِنْ حَقِّ صَاحِبِهَا، فَإِنْ كَانَتْ مَالًا أَوْ نَحْوَهُ رَدَّهُ إِلَيْهِ، وَإِنْ كَانَتْ حَدَّ قَذْفٍ وَنَحْوَهُ، مَكَّنَهُ مِنْهُ أَوْ طَلَبَ عَفْوَهُ، وَإِنْ كَانَتْ غِيبَةً اسْتَحَلَّهُ مِنْهَا، وَيَجِبُ أَنْ يَّتُوبَ مِنْ جَمِيعِ الذُّنُوبِ، فَإِنْ تَابَ مِنْ بَعْضِهَا صَحَّتْ تَوْبَتُهُ عِنْدَ أَهْلِ الْحَقِّ مِنْ ذٰلِكَ الذَّنْبِ، وَبَقِيَ عَلَيْهِ الْبَاقِي. وَقَدْ تَظَاهَرَتْ دَلَائِلُ الْكِتَابِ، وَالسُّنَّةِ، وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ عَلٰى وُجُوبِ التَّوْبَةِ:

اور اگر اس گناہ کا تعلق کسی آدمی سے ہے تو اس کے لیے چار شرطیں ہیں: تین یہی (مذکورہ) اور چوتھی یہ کہ وہ صاحب حق کا حق ادا کرے۔ اگر کسی کا مال یا کسی قسم کی کوئی چیز ناجائز طریقے سے لی ہو تو اسے واپس کرے، کسی پر تہمت وغیرہ لگائی ہو تو اس کی حد اپنے نفس پر لگوائے یا اس سے معافی طلب کر کے اسے راضی کرے۔ اگر کسی کی غیبت کی ہے تو اسے اس سے معاف کروائے۔ اور ضروری ہے کہ وہ تمام گناہوں سے توبہ کرے۔ اگر کسی ایک یا چند ایک سے توبہ کرے گا تو اہل سنت کے نزدیک توبہ تو صحیح ہے لیکن یہ توبہ صرف اسی گناہ سے ہوگی، دوسرے گناہ اس کے ذمے باقی رہیں گے (جب تک ان سے بھی بشرائط مذکورہ توبہ نہیں کرے گا)۔ توبہ کے وجوب پر کتاب و سنت کے بکثرت دلائل اور امت کا اجماع ہے۔

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [النور: ٣١].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے مومنو! تم سب کے سب اللہ کی طرف رجوع (توبہ) کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿ٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ﴾ [هود: ٣]

اور فرمایا: ''اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف رجوع کرو۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ تُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾ [التحريم: ٨].

نیز فرمایا: ''اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو۔''

فائدہ آیات: توبہ کے لغوی معنی رجوع کرنے کے ہیں' اور شرعی معنی ہیں: گناہ اور نافرمانی کی وجہ سے انسان جو اللہ سے دور ہو جاتا ہے' تو گناہ سے باز آ کر اللہ کی بارگاہ کی طرف رجوع کرنا' تاکہ وہ اسے معاف فرما کر اپنے دامانِ رحمت میں ڈھانپ لے۔

[١٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «وَاللهِ! إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[13] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں نے سنا' رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ''اللہ کی قسم! میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ سے گناہوں کی بخشش مانگتا اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس میں توبہ و استغفار کی ترغیب ہے کہ جب نبی ﷺ' جو مغفور تھے' اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے تھے' جو دراصل گناہ بھی نہیں تھے بلکہ حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ (یعنی بسا اوقات بعض کام عام صالحین کی نیکیوں میں شمار ہوتے ہیں لیکن اگر وہی کام اللہ کے برگزیدہ اور مقرب لوگ کریں تو ان کے حق میں ناپسندیدہ ہوتے ہیں۔) کے مطابق خلاف اولیٰ کام تھے' جنھیں گناہ سے تعبیر کر دیا گیا' تو پھر ہم عام لوگ کس طرح توبہ و استغفار سے بے نیاز رہ سکتے ہیں جب کہ از فرق تا بہ قدم (سر سے لے کر پاؤں تک) ہم گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ② توبہ کی کثرت اور اس کا استمرار ضروری ہے تاکہ غیر شعوری گناہ بھی معاف ہوتے رہیں۔ اگلی حدیث میں بھی توبہ کی تاکید ہے۔

[١٤] وَعَنِ الْأَغَرِّ بْنِ يَسَارٍ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! تُوبُوا إِلَى اللهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ فَإِنِّي أَتُوبُ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[14] حضرت اغر بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ (رجوع) کرو۔ میں بارگاہ الٰہی میں روزانہ سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔'' (مسلم)

راویٔ حدیث: [حضرت اغر بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ] انھیں اغر بن یسار جہنی بھی کہا جاتا ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک مزنی ہی درست اور راجح ہے۔ یہ صحابی ہیں۔ ان سے ابو بردہ بن ابو موسیٰ وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ان کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے مذکورہ حدیث کے علاوہ کھجوروں کے قرض وغیرہ کی حدیث بھی بیان کی ہے۔

[13] صحيح البخاري، الدعوات، باب استغفار النبي ﷺ في اليوم والليلة، حديث: 6307.

[14] صحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه، حديث: 2702.

[١٥] وَعَنْ أَبِي حَمْزَةَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ خَادِمِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَلّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلٰى بَعِيرِهِ وَقَدْ أَضَلَّهُ فِي أَرْضٍ فَلَاةٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[15] حضرت ابوحمزہ انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے خادم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے جس نے کسی جنگل بیابان میں اپنا اونٹ گم کر کے پھر پالیا ہو۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: «لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضٍ فَلَاةٍ، فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَأَيِسَ مِنْهَا، فَأَتٰى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا، وَقَدْ أَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذَا هُوَ بِهَا، قَائِمَةً عِنْدَهُ، فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا، ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ: اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ، أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ».

اور مسلم کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: ''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے، جب وہ اس کی طرف توبہ کرتا ہے، اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی جنگل بیابان میں اپنی سواری پر سوار ہو، اسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان بھی ہو کہ وہ سواری اس سے چھوٹ جائے۔ (تلاش بسیار کے بعد) وہ اس سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے تلے آکر لیٹ جائے جب کہ وہ سواری سے مایوس ہو چکا ہو۔ اتنے میں اچانک وہ سواری اس کے سامنے آ کھڑی ہو۔ وہ اس کی مہار پکڑ کر خوشی کی شدت میں کہہ ڈالے: اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب۔ فرط خوشی میں وہ غلطی کر جائے۔''

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی توبہ کی ترغیب اور فضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ سے بڑا خوش ہوتا ہے۔ ② جو غلطی بغیر قصد و ارادہ کے ہو جائے اس پر مواخذہ نہیں۔ ③ تاکید کے لیے قسم کھانا جائز ہے۔ ④ تفہیم و توضیح کے لیے مثال بیان کرنا سمجھانے کا خوبصورت انداز ہے۔ ⑤ خوشی اور ناراضی اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور اس ذات عالی کا خوش یا ناراض ہونا اسی طرح ہے جس طرح اس کی شان کے لائق ہے۔

[١٦] وَعَنْ أَبِي مُوسٰى عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ،

[16] حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو برائی کرنے والا (رات کو) توبہ کر

[15] صحيح البخاري، الدعوات، باب التوبة، حديث:6309، وصحيح مسلم، التوبة، باب في الحض على التوبة والفرح بها، حديث:2747.

[16] صحيح مسلم، التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب......، حديث:2759.

وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

لے۔ اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا (دن کو) توبہ کر لے۔ (یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا) جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔ (جو قرب قیامت کی نشانی ہے' اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا)۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں اللہ کی ایک صفت ''ہاتھ'' بیان کی گئی ہے۔ یہ ہاتھ کس طرح ہے اور اسے وہ کس طرح پھیلاتا ہے' اس کی حقیقت و کیفیت کو ہم جان سکتے ہیں نہ بیان کر سکتے ہیں' البتہ اس کی حقیقت و کیفیت کے علم اور تاویل و تشبیہ کے بغیر اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ ② اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ رات یا دن کی جس گھڑی میں بھی کوئی گناہ ہو جائے انسان بلاتاخیر توبہ کے لیے بارگاہ الٰہی میں جھک جائے۔

[١٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللهُ عَلَيْهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[17] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے قبل توبہ کر لے گا' اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔'' (مسلم)

فائدہ: توبہ کے لغوی معنی رجوع کرنا ہیں۔ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اللہ سے دور ہو جاتا ہے' پھر توبہ کرتا ہے تو گویا اس دوری سے اللہ کی طرف رجوع کر کے اس کے قرب اور مغفرت کی خواہش کرتا ہے۔ اسی رجوع الی اللہ کا نام توبہ ہے۔ اور تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ کا مطلب ہے: اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔

[١٨] وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[18] ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک اسے غرغرہ شروع نہ ہو (یعنی عالم نزع اس پر طاری نہ ہو)۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: غرغرہ کا مطلب' روح کا جسم سے نکل کر گلے تک آ جانا ہے' یعنی نزع (جان کنی) کا وقت۔ موت ایک اٹل حقیقت ہے جو کسی بھی وقت آ سکتی ہے' اس لیے انسان کو ہمہ وقت موت کی تیاری رکھنی چاہیے اور موت کی تیاری یہ ہے کہ آدمی گناہوں سے پاک ہو' جس کا طریقہ رجوع الی اللہ اور توبہ ہے۔ جب موت کا یقین نہیں ہے کہ کس وقت آ جائے

[17] صحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه، حديث:2703.

[18] جامع الترمذي، الدعوات عن رسول الله ﷺ، باب إن الله يقبل توبة العبد مالم يغرغر، حديث:3537.

تو انسان کو اپنے گناہوں سے بھی فوراً تائب ہونا چاہیے۔ گناہ در گناہ کرنے اور توبہ نہ کرنے سے دل زنگ آلود ہو جاتا ہے اور پھر انسان لبِ گور تک غافل ہی رہتا ہے۔

[١٩] وَعَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ: أَتَيْتُ صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَسْأَلُهُ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَازِرُّ؟ فَقُلْتُ: اِبْتِغَاءَ الْعِلْمِ، فَقَالَ: إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَضَعُ أَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًى بِمَا يَطْلُبُ، فَقُلْتُ: إِنَّهُ قَدْ حَاكَ فِي صَدْرِي الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ بَعْدَ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ، وَكُنْتَ امْرَأً مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، فَجِئْتُ أَسْأَلُكَ: هَلْ سَمِعْتَهُ يَذْكُرُ فِي ذٰلِكَ شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ، كَانَ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفْرًا- أَوْ مُسَافِرِينَ - أَنْ لَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ، لٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ، فَقُلْتُ: هَلْ سَمِعْتَهُ يَذْكُرُ فِي الْهَوٰى شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ، كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهُ إِذْ نَادَاهُ أَعْرَابِيٌّ بِصَوْتٍ لَهُ جَهْوَرِيٍّ: يَامُحَمَّدُ! فَأَجَابَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ نَحْوًا مِنْ صَوْتِهِ: «هَاؤُمْ»، فَقُلْتُ لَهُ: وَيْحَكَ! أُغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ فَإِنَّكَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، وَقَدْ نُهِيتَ عَنْ هٰذَا! فَقَالَ: وَاللهِ! لَا أَغْضُضُ. قَالَ الْأَعْرَابِيُّ: اَلْمَرْءُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». فَمَا زَالَ يُحَدِّثُنَا حَتّٰى ذَكَرَ بَابًا مِنَ الْمَغْرِبِ مَسِيرَةُ عَرْضِهِ أَوْ يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي عَرْضِهِ أَرْبَعِينَ أَوْ سَبْعِينَ عَامًا.

[19] زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں موزوں پر مسح کرنے کا مسئلہ پوچھنے کے لیے حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ انھوں نے پوچھا: اے زر! کیسے آئے ہو؟ میں نے کہا: حصولِ علم کے لیے۔ آپ نے فرمایا: فرشتے اپنے پر طالب علم کے لیے بچھا دیتے ہیں' اس علم (دین) سے خوش ہو کر جو وہ حاصل کرتا ہے۔ میں نے کہا: پیشاب پاخانے کے بعد موزوں پر مسح کرنے کی بابت میرے سینے میں اشتباہ پیدا ہو گیا ہے۔ آپ نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ہیں' اس لیے میں آپ سے پوچھنے کے لیے آیا ہوں۔ کیا آپ نے اس کے بارے میں نبی ﷺ کو کچھ بیان کرتے سنا ہے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں۔ جب ہم مسافر ہوتے تو نبی ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اپنے موزے تین دن اور تین راتیں نہ اتاریں (یعنی اتنی مدت تک ان پر مسح کرتے رہیں) مگر جنابت سے (یعنی اگر انسان جنبی ہو جائے تو پھر غسل ضروری ہوتا ہے' اس لیے موزے اتارنے ضروری ہوں گے) لیکن پیشاب' پاخانے اور نیند سے (یعنی ان چیزوں سے موزے اتارنے کی ضرورت نہیں ہے' ان کے بعد بدستور مسح جائز ہے۔) میں نے کہا: کیا آپ نے نبی ﷺ کو محبت کے بارے میں بھی کچھ بیان کرتے ہوئے سنا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے' ہم ایک وقت آپ کے پاس تھے کہ ایک اعرابی (بدو) نے آپ کو نہایت اونچی آواز سے پکارا: یا محمد! تو رسول اللہ ﷺ نے بھی اونچی آواز میں اسے جواب دیا کہ ''میں یہاں ہوں۔'' میں

[19] جامع الترمذي، الدعوات عن رسول اللّٰہ ﷺ، باب ماجاء في فضل التوبة والاستغفار، وما ذكر من رحمة اللّٰہ لعباده، حديث:3535، و سنن ابن ماجه، الفتن، باب طلوع الشمس من مغربها، حديث:4070.

نے اس سے کہا: افسوس ہے تجھ پر۔ اپنی آواز پست کر۔ تو نبی ﷺ کے پاس ہے اور اس طرح اونچی آواز سے بولنا تیرے لیے ممنوع ہے۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو آواز پست نہیں کروں گا۔ اعرابی نے (مزید) کہا کہ آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے نہیں ملا؟ (یہ گویا اس کا سوال تھا جو اس نے کیا۔) نبی ﷺ نے (جواب میں ارشاد) فرمایا: ''آدمی قیامت کے روز ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن سے اس کو محبت ہوگی۔'' پھر آپ ہم سے گفتگو فرماتے رہے تھے کہ آپ نے مغرب کی جانب ایک دروازے کا ذکر فرمایا جس کی چوڑائی کی مسافت چالیس یا ستر سال ہے' یا یوں فرمایا کہ اس کی چوڑائی میں ایک سوار چالیس یا ستر سال چلتا رہے۔

قَالَ سُفْيَانُ - أَحَدُ الرُّوَاةِ -: قِبَلَ الشَّامِ، خَلَقَهُ اللهُ تَعَالٰى يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مَفْتُوحًا لِلتَّوْبَةِ، لَا يُغْلَقُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ یہ دروازہ شام کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دروازے کو اس وقت پیدا فرمایا جب اس نے آسمان وزمین کی تخلیق کی اور اسی وقت سے یہ توبہ کے لیے کھلا ہوا ہے۔ یہ اس وقت تک بند نہیں ہوگا جب تک سورج اس (مغرب) کی طرف سے طلوع نہیں ہوگا۔ (اسے امام ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ اس کی مدت مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات ہے۔ عمومی صورتِ حال یہی ہے' البتہ بعض خاص سفری ضروریات کے پیش نظر مسافر ایک ہفتہ بھی جرابوں یا موزوں پر مسح کر سکتا ہے۔ دیکھیے: (سنن ابن ماجہ' الطھارۃ' حدیث:558' و السلسلة الأحاديث الصحيحة:239/3) جوازِ مسح کے لیے یہ شرط ہے کہ موزے پاک ہوں اور کامل طہارت کے بعد پہنے گئے ہوں' علاوہ ازیں ٹخنے ڈھکے ہوئے ہوں۔ ② حدث اصغر (یعنی وضوٹوٹ جانے) کی صورت میں پیروں کو دھونے کی بجائے' موزوں پر مسح کر لینا کافی ہوگا۔ اور وضو سونے سے' پیشاب پاخانہ کرنے سے یا ہوا خارج ہونے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ البتہ حدث اکبر (مثلاً: جنابت' حیض اور نفاس) کی صورت میں موزے اتار کر غسل کرنا ضروری ہے۔ گویا حدث اکبر

سے مسح کا جواز ختم ہو جائے گا' جیسے مدت گزرنے سے ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بے وضو ہونے کی حالت میں موزے اتارنے سے بھی یہ جواز ختم ہو جائے گا' تاہم اگر مدت ختم ہو جائے' یا موزے اتار دیے جائیں' جب کہ ابھی مدت کے دوران یا موزے اتارنے سے پہلے کیا ہوا وضو برقرار ہو تو ان دونوں صورتوں میں کوئی حرج نہیں کیونکہ پاؤں طاہر ہیں کیونکہ انقضائے مدت ناقض وضو ہے نہ جرابیں یا موزے اتارنے سے وضو ہی ٹوٹتا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: المسح علی الجوربین للقاسمي کے آخر میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا رسالہ۔ ③ انسان کو نیک لوگوں سے محبت رکھنی چاہیے تاکہ قیامت والے دن اس کا شمار زمرۂ صالحین میں ہو۔ ④ اس میں علماء کے لیے یہ درس ہے کہ اگر کوئی جاہل آدمی ان کی شان میں گستاخی کرے تو انھیں برداشت کرنا چاہیے۔ ⑤ ضرورت کے پیش نظر بآواز بلند بھی گفتگو کی جا سکتی ہے۔ اس حدیث سے اور بھی متعدد مسائل معلوم ہوتے ہیں جنھیں معمولی تامل سے ہر صاحب شعور سمجھ سکتا ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ] ان کا تعلق بنو ربض بن زاہر بن عامر سے ہے۔ کوفہ میں رہتے تھے۔ نبی ﷺ کے ہمراہ انھوں نے بارہ جنگیں لڑیں۔ ان سے روایات کرنے والے صحابہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ زر بن حبیش' عبداللہ بن سلمہ اور ابوالعریف وغیرہ بھی روایت کرتے ہیں۔ احادیث کی کتابوں میں ان سے 21 احادیث مروی ہیں۔

[۲۰] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ قَالَ: «كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا، فَسَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ، فَدُلَّ عَلٰى رَاهِبٍ، فَأَتَاهُ فَقَالَ: إِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا، فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: لَا، فَقَتَلَهُ فَكَمَّلَ بِهِ مِائَةً، ثُمَّ سَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ، فَدُلَّ عَلٰى رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ: إِنَّهُ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، وَمَنْ يَّحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ؟ اِنْطَلِقْ إِلٰى أَرْضِ كَذَا وَكَذَا، فَإِنَّ بِهَا أُنَاسًا يَعْبُدُونَ اللهَ تَعَالٰى فَاعْبُدِ اللهَ مَعَهُمْ، وَلَا تَرْجِعْ إِلٰى أَرْضِكَ فَإِنَّهَا أَرْضُ سُوءٍ، فَانْطَلَقَ حَتّٰى إِذَا نَصَفَ الطَّرِيقَ أَتَاهُ الْمَوْتُ، فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ

[20] حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا' اس نے ننانوے (99) قتل کیے۔ چنانچہ اس نے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں لوگوں سے پوچھا تو اسے ایک راہب (پادری) کا پتہ بتلایا گیا۔ اس نے اس سے جا کر پوچھا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں' کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ اس نے اس پادری کو بھی قتل کر کے سو کی تعداد پوری کر لی۔ اس نے پھر پوچھا کہ مجھے سب سے بڑا عالم بتلاؤ۔ اسے ایک عالم کی نشاندہی کی گئی۔ اس نے اس سے جا کر پوچھا کہ اس نے سو آدمی قتل کیے ہیں' کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس عالم نے کہا: ہاں' کون ہے جو اس کے اور اس کی توبہ کے درمیان حائل ہو؟ جا' فلاں زمین (علاقے)

[20] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب:54، حديث:3470، وصحيح مسلم، التوبة، باب قبول توبة القاتل وإن كثر قتله، حديث:2766.

وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ، فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ: جَاءَ تَائِبًا مُقْبِلًا بِقَلْبِهِ إِلَى اللهِ تَعَالٰى، وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ: إِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ. فَأَتَاهُمْ مَلَكٌ فِي صُورَةِ آدَمِيٍّ فَجَعَلُوهُ بَيْنَهُمْ - أَيْ: حَكَمًا - فَقَالَ: قِيسُوا مَا بَيْنَ الْأَرْضَيْنِ فَإِلٰى أَيَّتِهِمَا كَانَ أَدْنٰى فَهُوَ لَهُ، فَقَاسُوا فَوَجَدُوهُ أَدْنٰى إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي أَرَادَ، فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

میں چلا جا! بلاشبہ وہاں کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ تو بھی ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کر اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ آنا' یہ برائی کی زمین ہے۔ چنانچہ اس نے نیکوں کی اس بستی کی طرف سفر شروع کر دیا' ابھی اس نے آدھا راستہ ہی طے کیا تھا کہ اسے موت آ گئی۔ (اس کی روح کو لینے کے لیے) رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے (دونوں ہی) آ گئے اور ان کے مابین جھگڑا شروع ہو گیا۔ ملائکۂ رحمت نے کہا: وہ تائب ہو کر اور دل کی پوری توجہ اللہ کی طرف کر کے آ رہا تھا۔ عذاب کے فرشتے بولے: اس نے کبھی بھلائی کا کام نہیں کیا (اس لیے وہ عذاب کا مستحق ہے' ان فرشتوں کے مابین یہ جھگڑا جاری ہی تھا) کہ ایک فرشتہ آدمی کی شکل میں آیا' اسے انھوں نے اپنا حکم بنا لیا۔ اس نے فیصلہ دیا: دونوں زمینوں کے مابین مسافت کو ناپو۔ (یعنی جس علاقے سے وہ آیا تھا وہاں سے یہاں تک کا فاصلہ اور یہاں سے نیکوں کے علاقے کا فاصلہ' دونوں کی پیمائش کرو۔) ان دونوں میں سے وہ جس کے زیادہ قریب ہو' وہی اس کا حکم ہو گا۔ چنانچہ انھوں نے پیمائش کی تو انھوں نے اس زمین کو زیادہ قریب پایا جس کی طرف وہ ارادہ کیے جا رہا تھا' چنانچہ اسے رحمت کے فرشتوں نے اپنے قبضے میں لے لیا۔"

وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحِ: «فَكَانَ إِلَى الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ، فَجُعِلَ مِنْ أَهْلِهَا».

اور صحیح (مسلم) کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے: "پیمائش میں وہ نیکوں کی بستی کی طرف ایک بالشت زیادہ قریب نکلا' چنانچہ اسے اس بستی کے نیک لوگوں میں سے کر دیا گیا۔"

وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحِ: «فَأَوْحَى اللهُ تَعَالٰى إِلٰى هٰذِهِ أَنْ تَبَاعَدِي، وَإِلٰى هٰذِهِ أَنْ تَقَرَّبِي، وَقَالَ: قِيسُوا مَا بَيْنَهُمَا، فَوَجَدُوهُ إِلٰى هٰذِهِ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهُ».

نیز صحیح (بخاری) کی ایک اور روایت کے الفاظ ہیں: "اللہ نے اس زمین کو (جہاں سے وہ آ رہا تھا) حکم دیا کہ تو دور ہو جا۔ اور ارض صالحین کو (جس کی طرف جا رہا تھا) حکم دیا کہ تو قریب ہو جا۔ اور فرمایا: ان دونوں کے مابین فاصلہ ناپو۔ جب انھوں نے ناپا تو ارض صالحین کی طرف اسے ایک

بالشت زیادہ قریب پایا۔ چنانچہ اسے بخش دیا گیا۔‘‘

وَفِي رِوَايَةٍ: «فَنَأَى بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا».

اور ایک روایت میں ہے: ’’وہ اپنے سینے کے سہارے (بطور کرامت) سرک کر پہلی زمین سے دور ہو کر (تھوڑا سا) دوسری طرف ہو گیا۔‘‘

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ گناہ گار ترین شخص کے لیے بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کی توبہ قبول فرماتا ہے بشرطیکہ توبہ خالص ہو۔ ② علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسئلہ بتلاتے وقت سائل کی نفسیات اور اس کی مشکلات کو سامنے رکھیں اور ایسی حکمت عملی اختیار کریں جس سے نہ تو اللہ کے حکم میں تبدیلی آئے اور نہ سائل اللہ کی رحمت سے مایوس ہو کر گناہوں پر مزید دلیر ہو۔ ③ نیک لوگوں کے ساتھ رہنا بہتر اور بدوں کے ساتھ رہنا خطرناک ہے۔ ④ بوقت ضرورت فرشتے اللہ کے حکم سے انسانی صورت میں آتے ہیں۔ ⑤ کسی آدمی کے جنتی یا جہنمی ہونے کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس لیے کسی مسلمان پر جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم نہیں لگانا چاہیے البتہ اپنے خیالات کا اظہار ظاہر کے مطابق کرنا چاہیے۔ ⑥ ماحول کی تبدیلی عادات بدلنے میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ بسا اوقات ماحول اور محفل تبدیل نہ ہو تو انسان توبہ پر قائم نہیں رہ سکتا اور دوبارہ گناہوں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے اس لیے توبہ کرنے کے بعد سوسائٹی بھی تبدیل کرنی چاہیے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان الخدری رضی اللہ عنہ] ان کی کنیت ابوسعید ہے اور یہ اپنی کنیت ہی سے معروف ہیں۔ خزرج کے ایک چھوٹے قبیلے خدرہ کی طرف نسبت کی وجہ سے خدری کہلائے۔ مشہور اور فضلاء صحابۂ کرام میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کی معیت میں 12 غزوات میں حصہ لیا۔ کثیر الروایہ ہیں۔ ان سے اجلہ صحابۂ کرام جن میں جابر، زید بن ثابت، ابن عباس، انس، ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی شامل ہیں، نے روایت کی ہے۔ مدینہ منورہ میں 64 ہجری کو فوت ہوئے جبکہ صاحب اسد الغابہ نے ان کا سن وفات 74 ہجری لکھا ہے۔ جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ کتب احادیث میں ان سے 1170 احادیث مروی ہیں۔

[٢١] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، - وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ - ، قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يُحَدِّثُ بِحَدِيثِهِ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ، قَالَ كَعْبٌ: لَمْ أَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ إِلَّا فِي غَزْوَةِ

[21] عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے، یہ (عبداللہ) حضرت کعب کے بیٹوں میں سے ان کا رہبر تھا، جب وہ نابینا ہو گئے تھے، یہ کہتے ہیں کہ میں نے (اپنے باپ) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو وہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے جب وہ غزوۂ تبوک میں نبی ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب بھی رسول اللہ ﷺ نے کوئی

[21] صحيح البخاري، المغازي، باب حديث كعب بن مالك.....، 4418، وصحيح مسلم، التوبة، باب حديث توبة كعب ابن مالك و صاحبيه، حديث:2769.

تَبُوكَ، غَيْرَ أَنِّي قَدْ تَخَلَّفْتُ فِي غَزْوَةِ بَدْرٍ، وَلَمْ يُعَاتِبْ أَحَدًا تَخَلَّفَ عَنْهُ، إِنَّمَا خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُونَ يُرِيدُونَ عِيرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى جَمَعَ اللهُ تَعَالٰى بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيعَادٍ. وَلَقَدْ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِينَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْإِسْلَامِ، وَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ، وَإِنْ كَانَتْ بَدْرٌ أَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا.

غزوہ (جہاد) کیا، میں آپ سے پیچھے نہیں رہا، سوائے غزوۂ تبوک کے، البتہ غزوۂ بدر میں بھی میں پیچھے رہا تھا لیکن غزوۂ بدر میں پیچھے رہنے والوں پر ناراضی کا اظہار نہیں کیا گیا تھا۔ اس غزوے میں تو دراصل رسول اللہ ﷺ اور مسلمان قافلۂ قریش کے تعاقب میں نکلے تھے (یعنی ابتداءً جہاد کی نیت نہیں تھی) یہاں تک کہ اللہ نے ان کو اور ان کے دشمنوں کو بغیر وعدے (بغیر ارادہ و اعلان قتال) کے ایک دوسرے کے مقابل جمع (صف آرا) کر دیا۔ اور عقبہ کی رات (منیٰ میں) میں حاضر تھا جب ہم نے اسلام پر رسول اللہ ﷺ سے عہد وفا باندھا تھا۔ اگرچہ واقعۂ بدر کا چرچا لوگوں میں عقبہ کی رات سے زیادہ ہے لیکن مجھے بدر کی حاضری سے اس رات کی حاضری زیادہ محبوب ہے (کیونکہ اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔)

وَكَانَ مِنْ خَبَرِي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ أَنِّي لَمْ أَكُنْ قَطُّ أَقْوٰى وَلَا أَيْسَرَ مِنِّي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ، وَاللهِ! مَا جَمَعْتُ قَبْلَهَا رَاحِلَتَيْنِ قَطُّ حَتّٰى جَمَعْتُهُمَا فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُرِيدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ، فَغَزَاهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حَرٍّ شَدِيدٍ، وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيدًا وَمَفَازًا، وَاسْتَقْبَلَ عَدَدًا كَثِيرًا، فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِينَ أَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوا أُهْبَةَ غَزْوِهِمْ، فَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِمُ الَّذِي يُرِيدُ، وَالْمُسْلِمُونَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَثِيرٌ، وَلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ - يُرِيدُ بِذٰلِكَ الدِّيوَانَ - قَالَ كَعْبٌ: فَقَلَّ رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَتَغَيَّبَ إِلَّا ظَنَّ أَنَّ ذٰلِكَ سَيَخْفٰى لَهُ مَا لَمْ يَنْزِلْ فِيهِ وَحْيٌ مِنَ اللهِ تَعَالٰى، وَغَزَا رَسُولُ اللهِ ﷺ تِلْكَ الْغَزْوَةَ

اور میرے غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہنے کا واقعہ اس طرح ہے کہ میں اتنا زیادہ قوی اور اتنا زیادہ خوش حال کبھی نہیں تھا جتنا اس وقت تھا جب میں غزوۂ تبوک میں آپ سے پیچھے رہا۔ اللہ کی قسم! میرے پاس کبھی اکٹھی دو سواریاں نہیں ہوئی تھیں، جب کہ اس موقع پر مجھے بیک وقت دو سواریاں میسر تھیں۔ (مطلب یہ ہے کہ اسباب و وسائل کے اعتبار سے میرے پیچھے رہنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔) اور رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی غزوے کا ارادہ فرماتے تو آپ اس کے غیر کے ساتھ توریہ فرماتے (یعنی سفر کی اصل سمت چھوڑ کر عام طور پر دوسری سمت کا ذکر فرماتے تاکہ دشمن سے اصل حقیقت مخفی رہے) حتی کہ یہ غزوۂ تبوک ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے سخت گرمی کے موسم میں یہ غزوہ فرمایا۔ سفر دور کا اور جنگل بیابانوں کا تھا اور مدمقابل دشمن بھی بہت بڑی تعداد میں تھا، اس لیے آپ نے (توریے کی بجائے) مسلمانوں کے معاملے (یعنی اس محاذ جنگ) کو مسلمانوں کے سامنے

حِينَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ، فَأَنَا إِلَيْهَا أَصْعَرُ، فَتَجَهَّزَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ، وَطَفِقْتُ أَغْدُو لِكَيْ أَتَجَهَّزَ مَعَهُ، فَأَرْجِعُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا، وَأَقُولُ فِي نَفْسِي: أَنَا قَادِرٌ عَلَى ذٰلِكَ إِذَا أَرَدْتُ، فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادَى بِي حَتَّى اسْتَمَرَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ، فَأَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ غَادِيًا وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ، وَلَمْ أَقْضِ مِنْ جِهَازِي شَيْئًا، ثُمَّ غَدَوْتُ فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا، فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ يَتَمَادَى بِي حَتَّى أَسْرَعُوا وَتَفَارَطَ الْغَزْوُ، فَهَمَمْتُ أَنْ أَرْتَحِلَ فَأُدْرِكَهُمْ، فَيَا لَيْتَنِي فَعَلْتُ، ثُمَّ لَمْ يُقَدَّرْ ذٰلِكَ لِي، فَكُنْتُ إِذَا خَرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوجِ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَحْزُنُنِي أَنِّي لَا أَرَى لِي أُسْوَةً، إِلَّا رَجُلًا مَغْمُوصًا عَلَيْهِ فِي النِّفَاقِ، أَوْ رَجُلًا مِمَّنْ عَذَرَ اللهُ تَعَالَى مِنَ الضُّعَفَاءِ، وَلَمْ يَذْكُرْنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى بَلَغَ تَبُوكَ، فَقَالَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوكَ: **«مَا فَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ؟»**، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ: يَا رَسُولَ اللهِ! حَبَسَهُ بُرْدَاهُ، وَالنَّظَرُ فِي عِطْفَيْهِ. فَقَالَ لَهُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: بِئْسَ مَا قُلْتَ! وَاللهِ! يَا رَسُولَ اللهِ! مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا، فَسَكَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَبَيْنَا هُوَ عَلَى ذٰلِكَ رَأَى رَجُلًا مُبَيِّضًا يَزُولُ بِهِ السَّرَابُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: **«كُنْ أَبَا خَيْثَمَةَ!»**، فَإِذَا هُوَ أَبُو خَيْثَمَةَ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، - وَهُوَ الَّذِي تَصَدَّقَ بِصَاعِ التَّمْرِ حِينَ لَمَزَهُ الْمُنَافِقُونَ- قَالَ كَعْبٌ: فَلَمَّا

کھول کر بیان فرما دیا تاکہ وہ اس کے مطابق بھرپور تیاری کر لیں۔ چنانچہ آپ نے انھیں وہ سمت بھی بتلا دی جس کا آپ ارادہ فرما رہے تھے۔ مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بڑی تعداد میں تھے اور کوئی یادداشت کی کتاب ایسی نہیں تھی جس میں ان کے نام درج ہوتے۔ اس سے ان کی مراد رجسٹر تھا۔ حضرت کعب فرماتے ہیں: اس لیے اگر کوئی شخص جنگ سے غیر حاضر رہتا تو وہ یہی گمان کرتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے مخفی رہے گا اور وحی الٰہی کے بغیر اس کی غیر حاضری آپ کے علم میں نہیں آئے گی۔ اور یہ غزوہ بھی رسول اللہ ﷺ نے اس وقت فرمایا جب پھل پک چکے تھے اور ان کا سایہ عمدہ اور خوشگوار تھا اور میں انھی (پھلوں اور سایوں) کی طرف میلان رکھتا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے تیاری کی۔ اور میرا حال یہ تھا کہ صبح کو آتا تاکہ آپ کے ساتھ تیاری کروں لیکن بغیر کوئی فیصلہ کیے لوٹ جاتا اور اپنے دل میں کہتا کہ میں جب چاہوں گا (چلا جاؤں گا کیونکہ) میں پوری طرح اس پر قادر (وسائل سے بہرہ ور) ہوں۔ میری یہی (گومگو کی) حالت رہی اور لوگ جہاد کی تیاری میں لگے رہے' پھر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ مسلمان ایک صبح کو جہاد پر روانہ ہو گئے اور میں اپنی تیاری کے سلسلے میں کوئی فیصلہ ہی نہ کر پایا۔ پھر میں صبح کے وقت آیا اور لوٹ گیا اور کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ چنانچہ میری کیفیت یہی رہی حتیٰ کہ مجاہدین تیزی سے آگے چلے گئے اور جہاد کا معاملہ بھی آگے بڑھ گیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں بھی سفر پر روانہ ہو جاؤں اور انھیں جا ملوں' اے کاش! کہ میں ایسا کر لیتا۔ لیکن یہ میرے مقدر میں نہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کے چلے جانے کے بعد جب میں لوگوں میں نکلتا تو یہ بات میرے لیے حزن وملال کا باعث بنتی کہ میرے سامنے اب کوئی نمونہ

بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ تَوَجَّهَ قَافِلًا مِنْ تَبُوكَ حَضَرَنِي بَثِّي، فَطَفِقْتُ أَتَذَكَّرُ الْكَذِبَ وَأَقُولُ: بِمَ أَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ غَدًا، وَأَسْتَعِينُ عَلٰى ذٰلِكَ بِكُلِّ ذِي رَأْيٍ مِنْ أَهْلِي، فَلَمَّا قِيلَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ أَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّي الْبَاطِلُ، حَتّٰى عَرَفْتُ أَنِّي لَمْ أَنْجُ مِنْهُ بِشَيْءٍ أَبَدًا، فَأَجْمَعْتُ صِدْقَهُ، وَأَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَادِمًا، وَكَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَاءَهُ الْمُخَلَّفُونَ يَعْتَذِرُونَ إِلَيْهِ، وَيَحْلِفُونَ لَهُ، وَكَانُوا بِضْعًا وَّثَمَانِينَ رَجُلًا، فَقَبِلَ مِنْهُمْ عَلَانِيَتَهُمْ، وَبَايَعَهُمْ، وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ، وَوَكَلَ سَرَائِرَهُمْ إِلَى اللهِ تَعَالٰى، حَتّٰى جِئْتُ. فَلَمَّا سَلَّمْتُ، تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ: **«تَعَالَ!»**، فَجِئْتُ أَمْشِي حَتّٰى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ لِي: **«مَا خَلَّفَكَ؟ أَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ؟»** قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنِّي وَاللهِ! لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا، لَرَأَيْتُ أَنِّي سَأَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ بِعُذْرٍ، لَقَدْ أُعْطِيتُ جَدَلًا، وَلٰكِنَّنِي، وَاللهِ! لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيثَ كَذِبٍ تَرْضٰى بِهِ عَنِّي، لَيُوشِكَنَّ اللهُ أَنْ يُسْخِطَكَ عَلَيَّ، وَإِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيهِ، إِنِّي لَأَرْجُو فِيهِ عُقْبَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَاللهِ! مَا كَانَ لِي مِنْ عُذْرٍ، وَاللهِ! مَاكُنْتُ قَطُّ أَقْوٰى وَلَا أَيْسَرَ مِنِّي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ.

ہے تو صرف ایسے شخص کا جو نفاق سے مطعون ہے (یا نفاق کی وجہ سے لوگوں میں حقیر ہے) یا ایسے کمزور لوگوں کا جنھیں اللہ نے معذور قرار دیا۔ (سارے راستے) رسول اللہ ﷺ نے مجھے یاد نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ تبوک پہنچ گئے۔ تبوک میں جب آپ لوگوں میں تشریف فرما تھے تو آپ نے پوچھا: ''کعب بن مالک نے کیا کیا؟'' بنوسلمہ کے ایک آدمی نے کہا: اسے اس کی دو چادروں اور اپنے دونوں پہلوؤں کو دیکھنے نے روک لیا ہے (یعنی دولت اور اس کے عجب اور کبر نے اسے نہیں آنے دیا۔) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تو نے ٹھیک نہیں کہا۔ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! ہم نے اس (کعب) کے اندر خیر کے علاوہ کچھ نہیں جانا۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آپ نے ایک سفید پوش آدمی کو ریگستان سے آتے ہوئے دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوخیثمہ ہو!'' اور واقعی وہ ابوخیثمہ انصاری تھے۔ اور یہ وہ شخص ہیں جنھوں نے (ایک مرتبہ) ایک صاع (تقریباً ڈھائی کلو) کھجور کا صدقہ کیا تو منافقین نے انھیں (اس کے تھوڑا ہونے کا) طعنہ دیا تھا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے تبوک سے واپسی کا سفر شروع فرما دیا ہے تو مجھ پر غم کی کیفیت چھا گئی اور جھوٹے بہانے گھڑنے کا سوچنے لگا اور (دل میں) کہتا کہ کل (جب آپ واپس تشریف لائیں گے تو) آپ کی ناراضی سے میں کیسے بچوں گا۔ اور اس معاملے میں میں اپنے گھر کے ہر سمجھ دار آدمی سے بھی مدد طلب کرتا رہا۔ جب مجھے بتلایا گیا کہ اب رسول اللہ ﷺ آنے ہی والے ہیں تو (جھوٹے بہانے گھڑنے کا) باطل خیال میرے دل سے دور ہو گیا اور میری سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ بلاشبہ میں جھوٹ سے کبھی بھی بچاؤ حاصل نہیں کر سکوں گا' چنانچہ میں نے سچ بولنے کا پختہ

ارادہ کر لیا۔ صبح کو رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ اور آپ کا معمول تھا کہ جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا فرماتے' پھر لوگوں کے سامنے بیٹھ جاتے۔ (اس سفر سے واپسی پر بھی) جب آپ نے ایسا ہی کیا تو منافقین نے آ کر عذر پیش کرنے اور حلف اٹھانے شروع کر دیے۔ اور یہ تقریباً اَسی (80) آدمی تھے۔ آپ نے ان کے ظاہری عذر کو قبول فرما لیا' ان سے بیعت لی' ان کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی اور ان کی باطنی کیفیت کو اللہ کے سپرد کر دیا۔ میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جب میں نے سلام کیا تو آپ نے ناراض آدمی والا تبسم فرمایا' پھر فرمایا: ''آگے آ جاؤ!'' میں آگے آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا: ''تمھیں کس چیز نے (جہاد سے) پیچھے رکھا؟ کیا تم نے اپنی سواری نہیں خرید لی تھی؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میں آپ کے علاوہ کسی اور کے پاس بیٹھا ہوتا تو یقیناً میں کوئی (جھوٹ موٹ) عذر کر کے اس کی ناراضی سے بچ جاتا' مجھے بحث وتکرار کا بڑا ملکہ حاصل ہے۔ لیکن اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ اگر آج میں آپ کے سامنے جھوٹ بول کر سرخ رو ہو جاؤں اور آپ مجھ سے راضی ہو جائیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ (وحی کے ذریعے سے مطلع فرما کر) آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا۔ اور اگر میں آپ سے سچی بات عرض کر دوں تو اس کی وجہ سے آپ مجھ پر ناراض ہوں گے لیکن اس میں مجھے اللہ سے اچھے انجام کی امید ہے۔ (اس لیے سچ سچ عرض کرتا ہوں:) اللہ کی قسم! (آپ کے ساتھ جانے میں) مجھے کوئی عذر نہیں تھا' اللہ کی قسم! میں اتنا طاقت ور اور خوش حال کبھی نہیں رہا جتنا میں اس وقت تھا جب آپ سے پیچھے رہا۔

قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَمَّا هٰذَا فَقَدْ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص نے یقیناً سچ کہا ہے'

صَدَقَ، فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللهُ فِيكَ». وَسَارَ رِجَالٌ مِّنْ بَنِي سَلِمَةَ فَاتَّبَعُونِي، فَقَالُوا لِي: وَاللهِ! مَا عَلِمْنَاكَ أَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا، لَقَدْ عَجَزْتَ فِي أَنْ لَّا تَكُونَ اعْتَذَرْتَ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِمَا اعْتَذَرَ إِلَيْهِ الْمُخَلَّفُونَ، فَقَدْ كَانَ كَافِيَكَ ذَنْبَكَ اسْتِغْفَارُ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَكَ، قَالَ: فَوَاللهِ! مَا زَالُوا يُؤَنِّبُونَنِي حَتّٰى أَرَدْتُ أَنْ أَرْجِعَ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأُكَذِّبَ نَفْسِي، ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ: هَلْ لَقِيَ هٰذَا مَعِيَ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالُوا: نَعَمْ، لَقِيَهُ مَعَكَ رَجُلَانِ، قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ، وَقِيلَ لَهُمَا مِثْلُ مَا قِيلَ لَكَ، قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هُمَا؟ قَالُوا: مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيعِ الْعَمْرِيُّ، وَهِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيُّ. قَالَ: فَذَكَرُوا لِي رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا، فِيهِمَا أُسْوَةٌ، قَالَ: فَمَضَيْتُ حِينَ ذَكَرُوهُمَا لِي، وَنَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ كَلَامِنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ، قَالَ: فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ - أَوْ قَالَ: تَغَيَّرُوا لَنَا - حَتّٰى تَنَكَّرَتْ لِي فِي نَفْسِي الْأَرْضُ، فَمَا هِيَ بِالْأَرْضِ الَّتِي أَعْرِفُ، فَلَبِثْنَا عَلٰى ذٰلِكَ خَمْسِينَ لَيْلَةً. فَأَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِي بُيُوتِهِمَا يَبْكِيَانِ، وَأَمَّا أَنَا فَكُنْتُ أَشَبَّ الْقَوْمِ وَأَجْلَدَهُمْ، فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَشْهَدُ الصَّلَاةَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ، وَأَطُوفُ فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا يُكَلِّمُنِي أَحَدٌ، وَآتِي رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَأُسَلِّمُ عَلَيْهِ، وَهُوَ فِي مَجْلِسِهِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَأَقُولُ فِي نَفْسِي: هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ أَمْ لَا؟

چنانچہ تم (یہاں سے) کھڑے ہو جاؤ' یہاں تک کہ تمھارے متعلق اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے۔'' میرے پیچھے بنوسلمہ کے کچھ لوگ آئے اور مجھ سے کہا: اللہ کی قسم! ہمیں نہیں معلوم کہ اس سے قبل تم نے کوئی گناہ کیا ہے' تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی ایسا عذر پیش کرنے سے کیوں قاصر رہے جیسا دوسرے پیچھے رہنے والوں نے پیش کیا۔ تمھارے گناہ (کی معافی) کے لیے یہی کافی تھا کہ رسول اللہ ﷺ تمھارے لیے مغفرت کی دعا فرماتے۔ حضرت کعب نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے وہ (میری سچائی پر) ملامت کرتے اور ڈانٹتے رہے' یہاں تک کہ میرے جی میں آیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہو کر اپنی پہلی بات کی تکذیب کر دوں (اور کوئی جھوٹا عذر پیش کر دوں) لیکن پھر میں نے ان سے پوچھا کہ میرے ساتھ والا معاملہ کسی اور کو بھی پیش آیا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں' تمھارے جیسا معاملہ دو اور آدمیوں کو بھی پیش آیا ہے اور انھوں نے بھی وہی بات کہی ہے جو تم نے کہی ہے اور انھیں بھی (بارگاہ رسالت سے) وہی کچھ کہا گیا ہے جو تمھیں کہا گیا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا: وہ دو شخص کون ہیں؟ انھوں نے کہا: مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی۔ یہ دونوں آدمی جن کا انھوں نے میرے سامنے ذکر کیا' نیک تھے اور جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے اور ان میں میرے لیے نمونہ تھا۔ جس وقت انھوں نے ان دونوں آدمیوں کا میرے سامنے ذکر کیا تو میں اپنے سابقہ موقف پر جم گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہم تینوں سے' لوگوں کو گفتگو کرنے سے روک دیا۔ حضرت کعب بیان کرتے ہیں کہ لوگ ہم سے کنارہ کش ہو گئے' یا یہ کہا کہ لوگ ہمارے لیے بدل گئے' حتی کہ زمین بھی میرے لیے میرے جی میں اوپری بن گئی۔ یہ زمین میرے لیے وہ نہ رہی جو میری جانی

ثُمَّ أُصَلِّي قَرِيبًا مِّنْهُ وَأُسَارِقُهُ النَّظَرَ، فَإِذَا أَقْبَلْتُ عَلٰى صَلَاتِي نَظَرَ إِلَيَّ، وَإِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهُ أَعْرَضَ عَنِّي، حَتّٰى إِذَا طَالَ ذٰلِكَ عَلَيَّ مِنْ جَفْوَةِ الْمُسْلِمِينَ، مَشَيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ، وَهُوَ ابْنُ عَمِّي وَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَوَاللهِ! مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ، فَقُلْتُ لَهُ: يَاأَبَا قَتَادَةَ! أَنْشُدُكَ بِاللهِ! هَلْ تَعْلَمُنِي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ ﷺ؟ فَسَكَتَ، فَعُدْتُ فَنَاشَدْتُهُ فَسَكَتَ، فَعُدْتُ فَنَاشَدْتُهُ، فَقَالَ: اَللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. فَفَاضَتْ عَيْنَايَ، وَتَوَلَّيْتُ، حَتّٰى تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ، فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي فِي سُوقِ الْمَدِينَةِ، إِذَا نَبَطِيٌّ مِّنْ نَّبَطِ أَهْلِ الشَّامِ، مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيعُهُ بِالْمَدِينَةِ، يَقُولُ: مَنْ يَّدُلُّ عَلٰى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ؟ فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيرُونَ لَهُ إِلَيَّ، حَتّٰى جَاءَنِي فَدَفَعَ إِلَيَّ كِتَابًا مِنْ مَلِكِ غَسَّانَ، وَكُنْتُ كَاتِبًا، فَقَرَأْتُهُ، فَإِذَا فِيهِ: أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنَا أَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ، وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَلَا مَضْيَعَةٍ، فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ، فَقُلْتُ حِينَ قَرَأْتُهَا: وَهٰذِهِ أَيْضًا مِنَ الْبَلَاءِ، فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّورَ فَسَجَرْتُهَا، حَتّٰى إِذَا مَضَتْ أَرْبَعُونَ مِنَ الْخَمْسِينَ، وَاسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ، إِذَا رَسُولُ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَأْتِينِي، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ امْرَأَتَكَ، فَقُلْتُ: أُطَلِّقُهَا، أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ؟ قَالَ: لَا، بَلِ اعْتَزِلْهَا، فَلَا

پچانی تھی۔ اس طرح پچاس راتیں ہم نے گزاریں۔ میرے دوسرے دو ساتھی تو عاجز آ گئے اور گھروں میں بیٹھے روتے رہے۔ لیکن میں بالکل جوان اور نہایت قوی و توانا تھا' چنانچہ میں گھر سے باہر نکلتا' مسلمانوں کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتا اور بازاروں میں گھومتا پھرتا۔ لیکن مجھ سے کلام کوئی نہ کرتا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا اور آپ جب نماز کے بعد تشریف فرما ہوتے تو آپ کو سلام بھی عرض کرتا اور اپنے دل میں کہتا کہ سلام کے جواب میں آپ اپنے مبارک لبوں کو جنبش دیتے بھی ہیں یا نہیں؟ پھر آپ کے قریب ہی نماز پڑھتا اور دزدیدہ نظروں سے آپ کو دیکھتا' (تو میں نے دیکھا کہ) جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ میری طرف نظر فرماتے اور جب میں آپ کی طرف رخ کرتا تو آپ مجھ سے اعراض فرما لیتے۔ یہاں تک کہ جب مسلمانوں کی (میرے ساتھ) سختی اور بے رخی زیادہ دراز ہو گئی تو ایک روز میں ابوقتادہ کے باغ کی دیوار پھاند کر اندر چلا گیا۔ اور وہ میرا چچا زاد بھائی اور لوگوں میں مجھے محبوب ترین تھا۔ میں نے اسے سلام کیا لیکن اللہ کی قسم! اس نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے اس سے کہا: ابوقتادہ! میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا تو میرے متعلق جانتا ہے کہ میں اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ وہ خاموش رہا۔ میں نے دوبارہ قسم دے کر پوچھا تو بھی وہ خاموش رہا' حتیٰ کہ تیسری مرتبہ قسم دے کر سوال دہرایا تو اس نے یہ کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ جس پر میری آنکھوں سے (بے اختیار) آنسو جاری ہو گئے اور میں (جیسے گیا تھا ویسے ہی) دیوار پھاند کر واپس آ گیا۔ اسی اثنا میں (ایک روز) میں مدینے کے بازار میں جا رہا تھا کہ اچانک اہل شام کے نبطیوں میں سے ایک نبطی جو مدینے

تَقْرَبَنَّهَا، وَأَرْسَلَ إِلٰى صَاحِبَيَّ بِمِثْلِ ذٰلِكَ، فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي: اِلْحَقِي بِأَهْلِكِ فَكُونِي عِنْدَهُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللهُ فِي هٰذَا الْأَمْرِ. فَجَاءَتِ امْرَأَةُ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقَالَتْ لَهُ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ، فَهَلْ تَكْرَهُ أَنْ أَخْدُمَهُ؟ قَالَ: «لَا، وَلٰكِنْ لَا يَقْرَبَنَّكِ»، فَقَالَتْ: إِنَّهُ وَاللهِ! مَا بِهِ مِنْ حَرَكَةٍ إِلٰى شَيْءٍ، وَوَاللهِ! مَا زَالَ يَبْكِي مُنْذُ كَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ، إِلٰى يَوْمِهِ هٰذَا. فَقَالَ لِي بَعْضُ أَهْلِي: لَوِ اسْتَأْذَنْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي امْرَأَتِكَ؟ فَقَدْ أَذِنَ لِامْرَأَةِ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ أَنْ تَخْدُمَهُ. فَقُلْتُ: لَاأَسْتَأْذِنُ فِيهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، وَمَا يُدْرِينِي مَاذَا يَقُولُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، إِذَا اسْتَأْذَنْتُهُ فِيهَا، وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ! فَلَبِثْتُ بِذٰلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ. فَكَمُلَ لَنَا خَمْسُونَ لَيْلَةً مِنْ حِينِ نُهِيَ عَنْ كَلَامِنَا.

میں غلہ بیچنے کے لیے آیا تھا' کہہ رہا تھا کہ کون ہے جو کعب بن مالک کی طرف میری رہنمائی کرے؟ لوگ اس کے لیے میری طرف اشارہ کرنے لگے' یہاں تک کہ وہ میرے پاس آ گیا اور اس نے مجھے شاہ غسان کا ایک خط دیا۔ میں پڑھا لکھا تو تھا ہی، میں نے اسے پڑھا۔ اس میں اس نے لکھا تھا:

امابعد! ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ تمھارے ساتھی نے تم پر ظلم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں ذلت کے گھر میں رہنے یا ضائع کرنے کے لیے نہیں بنایا ہے۔ ہم تمھیں دعوت دیتے ہیں کہ ہمارے پاس آ جاؤ' ہم تم سے پوری ہمدردی کریں گے۔ جس وقت میں نے یہ پڑھا تو میں نے کہا: یہ بھی ایک آزمائش ہے۔ میں نے اسے تنور میں ڈال کر جلا ڈالا۔ حتی کہ جب پچاس دنوں میں سے چالیس دن گزر گئے اور (میرے بارے میں) وحی کا سلسلہ بھی (ابھی تک) موقوف ہی تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ایک قاصد کو اپنے پاس آتے ہوئے دیکھا۔ اس نے آ کر کہا: رسول اللہ ﷺ تمھیں حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے (بھی) علیحدگی اختیار کر لو! میں نے پوچھا: کیا میں اسے طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا: (طلاق) نہیں' اس سے علیحدگی اختیار کرو' اس کے قریب مت جاؤ۔ اور میرے دوسرے دو ساتھیوں کو بھی آپ نے یہی پیغام بھجوایا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا: اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ اور انھیں کے پاس رہو! یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے کا فیصلہ فرما دے۔ (میرے ایک ساتھی) ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور آپ سے کہا کہ ہلال بہت بوڑھے ہیں اور ان کے لیے کوئی خادم بھی نہیں ہے' کیا اگر میں ان کی خدمت کروں تو آپ کو ناپسند ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، لیکن وہ تم سے قربت (صحبت) نہ کریں۔'' بیوی نے کہا: اللہ کی قسم! اب ان میں کسی

چیز کی طرف حرکت کی طاقت ہی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اللہ کی قسم! جب سے یہ معاملہ ہوا ہے اس وقت سے اب تک ان کا سارا وقت روتے ہوئے گزرتا ہے۔ (حضرت کعب فرماتے ہیں:) مجھ سے (بھی) میرے بعض گھر والوں نے کہا: اگر تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت طلب کرلو (تو اچھا ہے) آپ نے (اجازت طلب کرنے پر) ہلال بن امیہ کی بیوی کو بھی تو ان کی خدمت کرنے کی اجازت عطا فرما دی ہے۔ میں نے کہا: میں اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہیں مانگوں گا۔ مجھے نہیں معلوم جب میں آپ سے اجازت مانگوں گا تو آپ کیا جواب دیں گے کیونکہ میں تو نوجوان آدمی ہوں (جب کہ ہلال بالکل بوڑھے ہیں۔) چنانچہ اس طرح دس راتیں (مزید) گزر گئیں۔ اور جب سے لوگوں کو ہم سے بات چیت کرنے سے روکا گیا تھا' اب تک ہماری پچاس راتیں مکمل ہوگئی تھیں۔

ثُمَّ صَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ صَبَاحَ خَمْسِينَ لَيْلَةً، عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِنَا، فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ الَّتِي ذَكَرَ اللهُ تَعَالٰى عَنَّا، قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِي، وَضَاقَتْ عَلَيَّ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ، سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ أَوْفٰى عَلٰى سَلْعٍ، يَقُولُ بِأَعْلٰى صَوْتِهِ: يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ! أَبْشِرْ، فَخَرَرْتُ سَاجِدًا، وَعَرَفْتُ أَنَّهُ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ، فَآذَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّاسَ بِتَوْبَةِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْنَا، حِينَ صَلَّى صَلَاةَ الْفَجْرِ، فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُونَنَا، فَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَيَّ مُبَشِّرُونَ، وَرَكَضَ إِلَيَّ رَجُلٌ فَرَسًا، وَسَعٰى سَاعٍ مِنْ أَسْلَمَ قِبَلِي،

میں نے پچاسویں رات کی صبح کو اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر فجر کی نماز پڑھی۔ چنانچہ میں (نماز پڑھ کر) ابھی اسی (افسردگی کی) حالت میں بیٹھا تھا جس کا ذکر اللہ نے ہمارے بارے میں فرمایا ہے کہ میرا دل مجھ پر تنگ ہو گیا اور زمین باوجود فراخی کے مجھ پر تنگ ہوگئی' کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو سلع پہاڑی پر چڑھا ہوا تھا۔ وہ بہ آواز بلند کہہ رہا تھا: اے کعب بن مالک! خوش ہو جاؤ! میں اسی وقت (فرط خوشی میں) سجدے میں گر پڑا اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ (اللہ کی طرف سے) کشادگی (معافی) آ گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جس وقت فجر کی نماز پڑھ لی' لوگوں کو بتلایا کہ اللہ عزوجل نے ہماری (تینوں کی) توبہ قبول فرمالی ہے۔ چنانچہ لوگ ہمیں خوش خبری دینے کے لیے آنے

وَأَوْفٰی عَلَی الْجَبَلِ، فَكَانَ الصَّوْتُ أَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ، فَلَمَّا جَاءَنِي الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِي، نَزَعْتُ لَهُ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُمَا إِيَّاهُ بِبُشْرَاهُ، وَاللهِ! مَا أَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ، وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا، وَانْطَلَقْتُ أَتَأَمَّمُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، يَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا، يُهَنِّئُونَنِي بِالتَّوْبَةِ وَيَقُولُونَ لِي: لِتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللهِ عَلَيْكَ، حَتّٰی دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ، فَقَامَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُهَرْوِلُ حَتّٰی صَافَحَنِي وَهَنَّأَنِي، وَاللهِ! مَا قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ غَيْرُهُ، - فَكَانَ كَعْبٌ لَا يَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ-. قَالَ كَعْبٌ: فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰی رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ، وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُورِ: «**أَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ**»، فَقُلْتُ: أَمِنْ عِنْدِكَ يَارَسُولَ اللهِ! أَمْ مِنْ عِنْدِ اللهِ؟ قَالَ: «**لَا، بَلْ مِنْ عِنْدِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ**»، - وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ، حَتّٰی كَأَنَّ وَجْهَهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ، وَكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ-، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَی اللهِ وَإِلٰی رَسُولِهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ**»، فَقُلْتُ: إِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِي بِخَيْبَرَ، وَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ اللهَ تَعَالٰی إِنَّمَا أَنْجَانِي بِالصِّدْقِ، وَإِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ لَا

شروع ہو گئے۔ میرے دونوں ساتھیوں کی طرف بھی خوش خبری دینے والے گئے۔ ایک شخص نے نہایت تیزی سے میری طرف گھوڑا دوڑایا اور اسلم قبیلے کا ایک آدمی میری طرف دوڑا آیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا' اس کی آواز گھوڑے سے بھی تیز رفتار تھی۔ چنانچہ جب میرے پاس وہ شخص آیا جس کی خوش خبری کی آواز میں نے سنی تھی تو میں نے اس کی خوش خبری کے بدلے میں اپنے جسم کے دونوں کپڑے اتار کر اسے پہنا دیے۔ اللہ کی قسم! اس روز ان کے علاوہ میں کسی اور چیز کا مالک بھی نہیں تھا۔ اور میں نے خود دو کپڑے عاریۃً لے کر پہنے۔ (پھر) میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا قصد کر کے چلا' (راستے میں) لوگ مجھے گروہ کے گروہ ملتے اور قبول توبہ کی مبارک باد دیتے اور مجھ سے کہتے: تمھیں مبارک ہو کہ اللہ نے تمھاری توبہ قبول فرمالی حتی کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہو گیا۔ (میں نے دیکھا کہ) رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور آپ کے گرد لوگ ہیں۔ طلحہ بن عبیداللہ لپکتے ہوئے کھڑے ہوئے حتیٰ کہ مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد پیش کی۔ اللہ کی قسم! مہاجرین میں سے ان کے علاوہ کوئی اور کھڑا نہ ہوا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ' طلحہ رضی اللہ عنہ کی اس بات کو کبھی فراموش نہ کرتے۔ حضرت کعب فرماتے ہیں: جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کیا تو آپ نے فرمایا، جبکہ آپ کا چہرۂ مبارک خوشی سے چمک رہا تھا: ''تمھیں یہ دن مبارک ہو جو تمھاری زندگی کا' جب سے تمھیں تمھاری ماں نے جنا ہے' سب سے بہترین دن ہے۔'' میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ خوش خبری آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ آپ نے فرمایا: ''(میری طرف سے) نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔'' اور رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ اس طرح گلنار ہوتا

أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا مَا بَقِيتُ، فَوَاللهِ! مَا عَلِمْتُ أَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ أَبْلَاهُ اللهُ تَعَالٰى فِي صِدْقِ الْحَدِيثِ، مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلَانِي اللهُ تَعَالٰى، وَاللهِ! مَا تَعَمَّدْتُ كِذْبَةً مُنْذُ قُلْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، إِلٰى يَوْمِي هٰذَا، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَّحْفَظَنِيَ اللهُ تَعَالٰى فِيمَا بَقِيَ، قَالَ: فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿لَقَد تَّابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَٰجِرِينَ وَالْأَنصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ﴾ حَتّٰى بَلَغَ: ﴿إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ وَعَلَى الثَّلَٰثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ حَتّٰى بَلَغَ: ﴿اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّٰدِقِينَ﴾ [التوبة: ١١٧، ١١٩].

گویا کہ وہ چاند کا ایک ٹکڑا ہے اور اس سے ہم آپ (کی خوشی) کو پہچان لیتے۔ جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری توبہ کا یہ جز ہے کہ میں اپنا (سارا) مال اللہ اور اس کے رسول کے راستے میں صدقہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''اپنا کچھ مال اپنے لیے رکھ لو یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔'' میں نے کہا: اچھا، میں اپنا وہ حصہ رکھ لیتا ہوں جو خیبر میں ہے۔ اور میں نے (یہ بھی) کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ نجات سچائی کی بدولت عطا فرمائی ہے اس لیے یہ بھی میری توبہ کا ایک حصہ ہے کہ (میں عہد کرتا ہوں کہ) جب تک میری زندگی ہے میں ہمیشہ سچ ہی بولوں گا۔ اللہ کی قسم! جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے (اس عہد صدق کا) ذکر کیا میں نہیں جانتا کہ مسلمانوں میں سے کسی پر اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کے صلے میں وہ بہتر انعام فرمایا ہو جس سے اللہ نے مجھے نوازا۔ اللہ کی قسم! جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا ہے آج تک میں نے جھوٹ نہیں بولا اور مجھے امید ہے کہ باقی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ مجھے اس سے محفوظ رکھے گا۔ حضرت کعب فرماتے ہیں: ہمارے بارے میں جو آیات نازل ہوئیں وہ حسب ذیل ہیں: ﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ ...... وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے پیغمبر پر اور ان مہاجرین و انصار پر رجوع فرمایا جنھوں نے تنگی کے وقت میں اس پیغمبر کی پیروی کی بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں سے کچھ لوگوں کے دل پھر جائیں پھر رجوع کیا اللہ نے ان پر بے شک وہ بہت شفیق اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اور ان تین شخصوں پر بھی (رجوع فرمایا) جنھیں (حکم الٰہی کے انتظار میں) چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب ان پر زمین باوجود فراخی کے تنگ ہوگئی اور خود ان کے اپنے نفس بھی

ان پر تنگ ہو گئے اور انھیں یقین ہو گیا کہ انھیں اللہ سے بچانے والا' اللہ کے سوا کوئی نہیں' پھر اللہ نے ان پر رجوع فرمایا تا کہ وہ توبہ کریں' یقیناً اللہ تعالیٰ بہت رجوع کرنے والا' نہایت مہربان ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

قَالَ كَعْبٌ: وَاللهِ! مَا أَنْعَمَ اللهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ قَطُّ، بَعْدَ إِذْ هَدَانِي اللهُ لِلْإِسْلَامِ، أَعْظَمَ فِي نَفْسِي، مِنْ صِدْقِي رَسُولَ اللهِ ﷺ، أَنْ لَّا أَكُونَ كَذَبْتُهُ، فَأَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِينَ كَذَبُوا، إِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَالَ لِلَّذِينَ كَذَبُوا، حِينَ أَنْزَلَ الْوَحْيَ شَرَّ مَا قَالَ لِأَحَدٍ، فَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿سَيَحْلِفُونَ بِٱللَّهِ لَكُمْ إِذَا ٱنقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا۟ عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا۟ عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ وَمَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ ۝ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا۟ عَنْهُمْ ۖ فَإِن تَرْضَوْا۟ عَنْهُمْ فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ ٱلْقَوْمِ ٱلْفَٰسِقِينَ﴾ [التوبة: ٩٥، ٩٦].

حضرت کعب فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت سے نوازا' اس کے بعد اللہ نے مجھ پر جو انعامات فرمائے' ان میں سب سے بڑا انعام میرے نزدیک یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ بولا اور جھوٹ بولنے سے گریز کیا۔ اگر میں بھی جھوٹ بول دیتا تو اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح جھوٹ بولنے والے ہلاک ہوئے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے' جب وحی نازل فرمائی تو جھوٹ بولنے والوں کو جس طرح برا بھلا کہا' اس طرح کسی کو بھی نہیں کہا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا: ﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ ...... لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''جب تم ان کی طرف لوٹ کر آؤ گے تو یہ تمھارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے اعراض کر لو' چنانچہ (واقعی) ان سے اعراض ہی کرو' بلاشبہ وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے' یہ سزا ہے ان کاموں کی جو وہ کرتے رہے تھے۔ وہ تمھارے سامنے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ' چنانچہ اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو بیشک اللہ نافرمانوں سے (کبھی) راضی نہیں ہو گا۔''

قَالَ كَعْبٌ: كُنَّا خُلِّفْنَا، أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ، عَنْ أَمْرِ أُولٰئِكَ الَّذِينَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ حَلَفُوا لَهُ، فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ، وَأَرْجَأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَمْرَنَا حَتّٰى قَضَى اللهُ تَعَالٰى فِيهِ بِذٰلِكَ، قَالَ اللهُ

حضرت کعب فرماتے ہیں: ہم تینوں پیچھے رکھے گئے' ان لوگوں کے معاملے سے جن کی (جھوٹی) قسموں کو رسول اللہ ﷺ نے (لاعلمی کی وجہ سے) قبول فرما لیا تھا اور ان سے بیعت لی اور ان کے لیے مغفرت کی دعا بھی فرمائی۔ اور ہمارے

تَعَالٰی: ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا﴾ وَلَيْسَ الَّذِي ذُكِرَ مِمَّا خُلِّفْنَا تَخَلُّفَنَا عَنِ الْغَزْوِ، وَإِنَّمَا هُوَ تَخْلِيفُهُ إِيَّانَا، وَإِرْجَاؤُهُ أَمْرَنَا، عَمَّنْ حَلَفَ لَهُ وَاعْتَذَرَ إِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

معاملے کو رسول اللہ ﷺ نے مؤخر فرما دیا' حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس کا فیصلہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ اس آیت میں جو پیچھے رکھے جانے کا ذکر ہے تو اس سے مراد ہمارا غزوے میں پیچھے رہنا نہیں بلکہ اس کا مطلب ہمیں پیچھے چھوڑ دینا اور ہمارے معاملے کو ان لوگوں کے معاملے سے مؤخر کر دینا ہے جنھوں نے آپ کے سامنے حلف اٹھایا اور عذر پیش کیا جسے آپ نے ان کی طرف سے قبول فرما لیا۔ (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ يَوْمَ الْخَمِيسِ، وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ.

اور ایک دوسری روایت میں ہے: نبی ﷺ غزوۂ تبوک کے لیے جمعرات کے دن نکلے۔ اور آپ جمعرات کے دن سفر کرنا پسند فرماتے تھے۔

وَفِي رِوَايَةٍ: وَكَانَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ إِلَّا نَهَارًا فِي الضُّحٰى، فَإِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيهِ.

ایک اور روایت میں ہے: آپ سفر سے دن کو چاشت کے وقت ہی واپس آتے (یعنی رات کو نہ آتے) اور آ کر سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے، وہاں دو رکعتیں پڑھتے اور پھر وہاں بیٹھ جاتے (اور کچھ دیر کے بعد گھر تشریف لے جاتے۔)

فائدہ: اس حدیث میں عبرت وموعظت کے بہت سے پہلو ہیں' جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں: ○ مسلمان کو ہر حال میں سچ بولنا چاہیے' چاہے اس کی وجہ سے وقتی طور پر تکلیفوں اور آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑے کیونکہ بالآخر اللہ کی رضا سچائی ہی میں ہے۔ اور ایک دوسری حدیث کی رو سے سچائی (مصائب، مشکلات اور جہنم سے) نجات دلانے والی ہے۔ (صحیح البخاري، الأدب، حديث: 6094) ○ منافقین والے رویے سے اجتناب کیا جائے کہ اس کا انجام بہرحال ہلاکت وبربادی ہے۔ ○ سختی اور تنگی کے باوجود بہ رضا ورغبت جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لیا جائے۔ ○ دوسروں کی عبرت و موعظت کے لیے غلطی کا ارتکاب کرنے والے مخلص مسلمانوں کا معاشرتی بائیکاٹ جائز ہے تاکہ معاشرے میں معصیت اور غلطی کی حوصلہ شکنی ہو۔ اسی طرح کسی شخص سے اللہ تعالیٰ کی خاطر تین دن سے زیادہ ناراض رہنے کا جواز بھی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ ○ دین کے معاملے میں جو تکلیفیں آئیں' صبر واستقلال سے انھیں برداشت کیا جائے۔ ○ تمام مال کا صدقہ کرنا پسندیدہ نہیں' اپنی ضروریات کے لیے بھی اپنے پاس مال رکھنا ضروری ہے۔ ○ خوشی کے موقع پر مبارک باد دینا اور مبارک باد دینے والے کو ہدیہ اور انعام دینا جائز ہے' تاہم اس سے یہ مسئلہ اخذ کرنا کہ شادی بیاہ اور پیدائش کی سالگرہ منانا اور کیک کاٹنا، نیز اس موقع پر تحفے تحائف دینا جائز ہے' درست نہیں بلکہ یہ غیر اسلامی رسومات ہیں۔ ○ توبہ کی توفیق

بھی اللہ کا انعام ہے جس پر اس کا شکر واجب ہے۔ ○ عہد کو پورا کیا جائے۔ ○ جن معاملات میں اللہ کی رضا ہو وہاں رشتے داروں سے بائیکاٹ کرنا مستحب ہے۔ ○ کسی کا اچھا اقدام بسا اوقات دوسروں کے لیے مشعل راہ بن جاتا ہے جیسا کہ ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہما کا اقدام کعب رضی اللہ عنہ کی ثابت قدمی کا باعث بنا۔ ○ نیکی کا موقع میسر آتے ہی اسے کر گزرنا چاہیے، تاخیر کی صورت میں شیطان کے ورغلانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ○ اس حدیث سے کسی عظیم آدمی کے استقبال کا جواز بھی ملتا ہے اور کسی کی طرف اٹھ کر جانا تاکہ اس کا استقبال کیا جائے اس کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے' البتہ کسی کے احترام میں اپنی جگہ پر کھڑے ہونا ناجائز ہے۔ ○ حاکم کا رعایا سے، استاد کا شاگردوں سے رویہ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ ماتحت غلطی کر کے یہ سمجھیں کہ اب معافی کی صورت صرف جھوٹ ہی ہے اور وہ جھوٹ کا ارتکاب کریں بلکہ رعایا یا شاگردوں کو علم ہونا چاہیے کہ اگر ہم نے سچ بولا تب بھی معافی مل جائے گی۔

راویٔ حدیث: [حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ] کعب بن مالک بن ابی کعب انصاری' خزرجی اور سُلَمی ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ اور بقول بعض ابوعبدالرحمٰن تھی۔ بیعت عقبہ میں شریک تھے۔ غزوۂ بدر میں ان کی شرکت کے بارے میں اختلاف ہے۔ راجح یہی ہے کہ شریک نہیں تھے۔ تبوک و بدر کے علاوہ تمام جنگوں میں شریک رہے۔ غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے ان تین صحابہ میں سے ہیں جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ......﴾ تینوں کے نام یہ ہیں: ① کعب بن مالک ② مرارہ بن ربیع اور ③ ہلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہم جنگ احد میں انھوں نے کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ ان کے جسم اطہر پر اس دن 11 زخم لگے۔ یہ نبی ﷺ کے تین شعراء میں سے ایک تھے۔ باقی دو حسان بن ثابت' عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ سنان ولسان کے ساتھ جہاد کرنے والوں میں سے تھے۔ بصرہ میں 52 ہجری کو فوت ہوئے۔ کتب احادیث میں ان سے 180 احادیث مروی ہیں۔

[٢٢] وَعَنْ أَبِي نُجَيْدٍ - بِضَمِّ النُّونِ وَفَتْحِ الْجِيمِ - عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ الْخُزَاعِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ أَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ، وَهِيَ حُبْلَى مِنَ الزِّنَى، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، فَدَعَا نَبِيُّ اللهِ ﷺ وَلِيَّهَا، فَقَالَ: «**أَحْسِنْ إِلَيْهَا، فَإِذَا وَضَعَتْ فَأْتِنِي**»، فَفَعَلَ، فَأَمَرَ بِهَا نَبِيُّ اللهِ ﷺ، فَشُدَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: تُصَلِّي عَلَيْهَا يَارَسُولَ اللهِ! وَقَدْ زَنَتْ؟ قَالَ: «**لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ**

[22] حضرت ابونجید (نون پر پیش اور جیم پر زبر) عمران بن حصین خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جہینہ قبیلے کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ ارتکاب زنا سے حاملہ تھی۔ اس نے (آ کر) کہا: اے اللہ کے رسول! مجھ سے حد والے گناہ کا ارتکاب ہو گیا ہے' آپ مجھ پر حد قائم فرما دیجیے! نبی ﷺ نے اس کے ولی (وارث' قریبی رشتے دار) کو بلایا اور فرمایا: ''اس کو اچھے طریقے سے اپنے پاس رکھو اور جب یہ بچہ جن لے تو اس کے بعد اس کو لے آنا۔'' چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اللہ کے پیغمبر نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اس کے کپڑے اس پر مضبوطی سے باندھ

[22] صحيح مسلم، الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى، حديث: 1696.

بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَوَسِعَتْهُمْ، وَهَلْ وَجَدْتَ أَفْضَلَ مِنْ أَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ؟». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

دیے گئے' پھر آپ کے حکم پر اسے رجم کر دیا گیا' پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس بدکاری کرنے والی عورت پر آپ نماز جنازہ پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''(عمر! تمھیں نہیں معلوم) اس عورت نے ایسی (خالص) توبہ کی ہے کہ اگر اسے اہل مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کر دیا جائے تو ان کو کافی ہو جائے۔ کیا اس سے بھی افضل کوئی بات ہے کہ اللہ عزوجل کی رضا کے لیے اس نے اپنی جان تک قربان کر دی؟'' (مسلم)

فائدہ: اس میں ایک تو حد رجم کا اثبات ہے' دوسرے' خالص توبہ کی فضیلت ہے۔ تیسرے' صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم کے جذبۂ خوفِ الٰہی اور محاسبۂ آخرت کا بیان اور ان کا اخروی سزا کے مقابلے میں دنیا کی سزا کو ترجیح دینا ہے۔ چوتھے' مرتکب کبیرہ کی نماز جنازہ جائز ہے' بشرطیکہ وہ اسے حلال سمجھ کر نہ کرے کیونکہ اس صورت میں اندیشۂ کفر ہے۔ پنجم' حاملہ عورت کو اس وقت تک سزائے رجم نہیں دی جائے گی جب تک وضع حمل نہ ہو جائے اور بچہ اس کے دودھ سے بے نیاز نہ ہو جائے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابونجید عمران بن حصین رضی اللہ عنہما] عمران بن حصین بن عبید بن خلف خزاعی' کعبی۔ ان کی کنیت ان کے بیٹے کے نام پر ابونجید تھی۔ فتح خیبر کے سال مشرف بہ اسلام ہوئے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزاوت میں شریک رہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انھیں لوگوں کو تعلیم دین دینے کے لیے بصرہ بھیجا۔ عبداللہ بن عامر نے انھیں بصرہ کا قاضی بنایا لیکن یہ جلد ہی مستعفی ہو گئے۔ کسی فتنے میں شریک نہیں ہوئے۔ بڑے مستجاب الدعوات تھے۔ آخر عمر میں بہت زیادہ بیمار ہو گئے۔ 52 ہجری کو مقام بصرہ میں وفات پائی۔ کتب احادیث میں ان سے 180 احادیث مروی ہیں۔

[٢٣] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِّنْ ذَهَبٍ، أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَادِيَانِ، وَلَنْ يَمْلَأَ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ، وَيَتُوبُ اللهُ عَلَى مَنْ تَابَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[23] حضرت ابن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر انسان کے پاس ایک وادی سونے کی ہو تو وہ (اس پر قناعت نہیں کرے گا بلکہ) چاہے گا کہ اس کے پاس دو وادیاں ہوں' اس کا منہ تو (قبر کی) مٹی ہی بھرے گی۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر رجوع فرماتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے (یعنی توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے)۔'' (بخاری ومسلم)

[23] صحيح البخاري، الرقاق، باب ما يتقى من فتنة المال......، حديث: 6436، وصحيح مسلم، الزكاة، باب لو أن لابن آدم واديين لابتغى ثالثا، حديث: 1048.

فوائد و مسائل: ① اس میں انسان کی حرص اور مال سے اس کی شدید محبت کا ذکر ہے جس سے صرف وہی بچ سکتا ہے جو ایمان میں کامل ہو۔ ② دنیا کی رنگینیاں نہایت پرفریب ہیں اور انسان کی تمنائیں زندگی کی حدود سے تجاوز کر جاتی ہیں۔ انسان کے پاس مال و زر کتنا بھی زیادہ ہو اس کی حرص بڑھتی ہی چلی جاتی ہے اور طلب کثرت کی یہ بیماری انسان کو حیات جاودانی سے غافل کر دیتی ہے۔ اللہ کی توفیق شامل حال نہ ہو تو انسان اس فتنے سے محفوظ نہیں ہو سکتا۔ جب دنیا کی ہوس شدید ہو جائے تو انسان غیر دانستہ طور پر بھی اللہ کی نافرمانی کر بیٹھتا ہے اس لیے اللہ کی طرف رجوع اور توبہ کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ ③ دنیا کے تمام فسادات کی بنیاد پیٹ اور شرمگاہ ہے۔ انسان کا پیٹ دنیا میں بھرنا مشکل ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: [مَامَلأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ وَ ثُلُثٌ لِشَرَابِهِ وَثُلُثٌ لِنَفْسِهِ] ”آدمی پیٹ سے برا کوئی برتن نہیں بھرتا۔ آدمی کو تو چند لقمے کافی ہیں جن سے اس کی کمر سیدھی رہے۔ اور اگر لامحالہ زیادہ کھانا ہی چاہے تو ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے (رکھ لے)۔“ (جامع الترمذي، الزهد، حديث: 2380)

[٢٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «يَضْحَكُ اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى إِلَى رَجُلَيْنِ؛ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ، يُقَاتِلُ هٰذَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَيُقْتَلُ، ثُمَّ يَتُوبُ اللهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيُسْلِمُ فَيُسْتَشْهَدُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[24] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کو دیکھ کر ہنستا ہے جن میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے وہ دونوں جنت میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ قتل ہونے والا اللہ کے راستے میں لڑتا لڑتا قتل (شہید) کیا جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کافر قاتل کو بھی توبہ کی توفیق دے دیتا ہے اور وہ مسلمان ہو کر اللہ کی راہ میں شہید ہو جاتا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① توبہ سے بڑے سے بڑا گناہ اور قبول اسلام سے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ② ہنسنا بھی اللہ کی صفت ہے جس پر ایمان رکھنا ضروری ہے گو اس کی کیفیت سے ہم آگاہ ہیں نہ آگاہ ہو ہی سکتے ہیں۔

[٣] بَابُ الصَّبْرِ

باب:3- صبر کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱصْبِرُوا۟ وَصَابِرُوا۟﴾ [آل عمران: ٢٠٠]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے ایمان والو! صبر کرو! اور دشمن کے مقابلے میں ڈٹے جمے رہو۔“

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَىْءٍ مِّنَ ٱلْخَوْفِ وَٱلْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِ وَبَشِّرِ

اور فرمایا: ”ہم تمھیں کسی قدر خوف سے بھوک سے مالوں جانوں اور پھلوں میں کمی کر کے ضرور آزمائیں گے اور صبر

[24] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الكافر يقتل المسلم ثم يسلم فيسدد بعد ويقتل، حديث: 2826، وصحيح مسلم، الإمارة، باب بيان الرجلين يقتل أحدهما الآخر، يدخلان الجنة، حديث: 1890.

﴿الصَّابِرِينَ﴾ [البقرة: ١٥٥]

کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیجیے۔"

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [الزمر: ١٠]

اور فرمایا: "صبر کرنے والوں کو ان کا پورا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا۔"

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ [الشورى: ٤٣]

اور فرمایا: "اور البتہ جس شخص نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔"

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ [البقرة: ١٥٣]

اور فرمایا: "صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد طلب کرو' بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ﴾ [محمد: ٣١]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور ہم تمھیں ضرور آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم جان لیں کہ تم میں سے جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والے کون ہیں۔"

وَالْآيَاتُ فِي الْأَمْرِ بِالصَّبْرِ وَبَيَانِ فَضْلِهِ كَثِيرَةٌ مَعْرُوفَةٌ.

اور وہ آیات جن میں صبر کرنے کا حکم اور اس کی فضیلت کا بیان ہے' بہت زیادہ اور معروف ہیں۔

فوائد آیات: ان آیات میں صبر کی تاکید بھی ہے اور اس کی فضیلت کا بیان بھی۔ صبر کی کئی قسمیں ہیں۔ صبر کی ایک قسم ہے' دنیوی آفات و مصائب اور نقصانات کو قضائے الٰہی سمجھ کر برداشت کر لینا اور ان پر جزع فزع یا نوحہ و ماتم نہ کرنا اور نہ زبان ہی سے ایسی بات نکالنا جس میں اللہ کی ناراضی کا پہلو ہو۔ اس کو تسلیم و رضا بھی کہتے ہیں۔ دوسری قسم ہے' جہاد کی مشقتوں اور تکلیفوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا اور دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہنا' راہ فرار اختیار نہ کرنا۔ یہ شجاعت و مردانگی اور شیوۂ مسلمانی ہے۔ تیسری قسم ہے' اللہ کے حکموں پر عمل کرنے میں جو آزمائشیں آئیں' جن لذتوں اور دنیوی مفادات کی قربانی دینی پڑے اور جو ملامتیں سننی پڑیں' ان میں سے کسی چیز کی پروا نہ کی جائے' بلکہ سب کو اللہ کی رضا کے لیے برداشت کیا جائے۔ اسے استقامت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

[٢٥] وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْحَارِثِ بْنِ عَاصِمٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ، وَسُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ - أَوْ تَمْلَأُ - مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَالصَّلَاةُ نُورٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ، وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَالْقُرْآنُ

[25] ابو مالک حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پاکیزگی' نصف ایمان ہے (یعنی اجر و ثواب میں آدھے ایمان کے برابر ہے۔) اور الحمد للہ کہنا میزان کو بھر دیتا ہے (یعنی بہت وزنی عمل ہے جس کے اجر و ثواب سے میزان اعمال بھاری ہو جائے گی۔) اور سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا' یہ آسمان و زمین کے درمیانی خلا کو

[25] صحيح مسلم، الطهارة، باب فضل الوضوء، حديث: 223.

حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ. كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو، فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا، أَوْ مُوبِقُهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

بھر دیتا ہے۔ اور نماز روشنی ہے (جس سے اسے دنیا میں حق کی طرف رہنمائی ملتی ہے اور آخرت میں پل صراط سے گزرتے وقت بھی یہ روشنی مومن کے کام آئے گی۔) اور صدقہ دلیل ہے (اس بات پر کہ اس کا ادا کرنے والا مومن ہے۔) صبر روشنی ہے۔ قرآن تیرے لیے حجت (دلیل) ہے (اگر اس پر عمل کیا جائے)، بصورت دیگر تیرے خلاف دلیل ہے۔ ہر ایک صبح صبح اپنے کاموں میں نکلنے والا ہے اور وہ اپنے نفس کا سودا کرتا ہے' چنانچہ اسے (عذاب سے) آزاد کرنے والا ہے یا اس کو (اللہ کی رحمت سے محروم کر کے) ہلاک کرنے والا ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① پاکیزگی کی فضیلت۔ اس سے ہر قسم کی پاکیزگی وطہارت مراد ہے اور ایمان سے مراد ایمان ہی کی حقیقت ہے۔ بعض کے نزدیک یہاں ایمان سے مراد نماز ہے' طہارت' نماز کے لیے ضروری ہے' اس لیے اسے آدھی نماز کہا گیا ہے۔ ② روز قیامت انصاف کا ترازو لگے گا اور اچھے برے اعمال کا وزن ہوگا۔ اعمال خیر میں سے ذکر الٰہی کا وزن سب سے زیادہ ہوگا۔ اس کے لیے زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے نہ کچھ خرچ ہی ہوتا ہے' تھوڑی سی کوشش سے انسان ڈھیروں نیکیاں ایسے وقت کے لیے جمع کر لیتا ہے جب ایک نیکی کی کمی یا زیادتی سے جنت یا جہنم کا فیصلہ ہوگا۔ اس سے ذکر الٰہی کی فضیلت کا بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ③ کثرت نماز کی ترغیب۔ اس لیے کہ یہ ایسی روشنی ہے جس سے مسلمان کو قدم قدم پر رہنمائی ملتی ہے' نیز یہ بے حیائی اور منکر کاموں سے روکتی ہے۔ ④ صدقہ ایک مومن کے صدق اور اخلاص کی دلیل ہے۔ ⑤ صبر کی فضیلت۔ یہ بھی مومن کا ایک بڑا ہتھیار ہے جس سے اسے استقامت نصیب ہوتی ہے۔ ⑥ قرآن کریم' انسان کے لیے نجات کا ذریعہ بھی ہے اور ہلاکت کا سبب بھی۔ اس پر عمل کرنے میں نجات ہے اور اس سے اعراض ہلاکت ہے۔ ⑦ انسان اپنے نفس کو بے کار نہ چھوڑے' بلکہ اسے عمل میں لگائے رکھے' عمل بھی عمل صالح' ورنہ برے عملوں کا ارتکاب اس کی تباہی کا باعث ہے۔ ⑧ انسان اپنی حیات مستعار کو اطاعت پر صرف کرے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو مالک حارث بن عاصم رضی اللہ عنہ] ان کی کنیت ابو مالک ہے۔ یمن کے مشہور و معروف قبیلے اشعر کی طرف نسبت کی وجہ سے اشعری کہلاتے ہیں۔ اشعری لوگوں کے ساتھ نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے' بعد ازاں ان کا شمار شامی لوگوں میں ہوتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں طاعون کی وجہ سے ان کی وفات ہوئی۔ ان سے کتب احادیث میں 27 فرامین نبویہ مروی ہیں۔

[٢٦] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ

[26] حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ

[26] صحيح البخاري، الزكاة، باب الاستعفاف عن المسألة، حديث:1469، وصحيح مسلم، الزكاة، باب فضل التعفف والصبر والقناعة والحث على كل ذلك، حديث:1053.

سِنَانٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ نَاسًا مِّنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ، حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُمْ حِينَ أَنْفَقَ كُلَّ شَيْءٍ بِيَدِهِ: «مَا يَكُنْ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ، وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللهُ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَّأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے (کچھ) طلب کیا تو آپ نے انھیں عطا کیا۔ انھوں نے پھر سوال کیا تو آپ نے انھیں پھر دیا' حتی کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا ختم ہو گیا۔ آپ نے' جس وقت ہر چیز جو آپ کے ہاتھ میں تھی' خرچ کر دی تو ان سے فرمایا: ''میرے پاس جو مال بھی ہوتا ہے' میں وہ تم سے ہرگز بچا کر نہیں رکھتا۔ اور جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے' اللہ اسے بچا لیتا ہے۔ جو بے نیازی اختیار کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے (لوگوں سے) بے نیاز کر دیتا ہے۔ اور جو صبر کا دامن پکڑتا ہے' اللہ اسے صبر کی توفیق دے دیتا ہے۔ اور کوئی شخص ایسا عطیہ نہیں دیا گیا جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر ہو۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں نبی اکرم ﷺ کے جود و کرم' سماحت اور مکارم اخلاق کے بیان کے علاوہ صبر و قناعت اور استغنا اختیار کرنے' دست سوال دراز کرنے سے بچنے اور خودداری کو برقرار رکھنے کی ترغیب و تلقین ہے۔ ② صبر نہایت قابل تعریف وصف ہے۔ بعض نصیبے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے عنایت کر دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص کوشش کر کے حاصل کرنا چاہے تو اللہ اسے بھی نوازتا ہے' اس لیے ایک لحاظ سے یہ کسبی بھی ہے۔ احنف بن قیس کے حلم و صبر پر لوگ حیرت کرتے تو انھوں نے ایک روز فرمایا: مجھے بھی اسی طرح غصہ آتا ہے لیکن میں صبر کرتا ہوں اور میں نے یہ صبر و حلم قیس بن عاصم منقری سے سیکھا ہے، وہ اس طرح کہ ایک دفعہ ان کے بھتیجے نے ان کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ پولیس قاتل کو پکڑ کر لائی اور انھوں نے اس کی مشکیں باندھ رکھی تھیں۔ قیس نے دیکھ کر کہا: تم نے نوجوان کو پریشان کیا ہے! اسے کھول دو۔ پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: نوجوان تو نے نہایت برا قدم اٹھایا ہے۔ اپنی قوت کو کمزور کیا ہے اور دشمن کو ہنسایا ہے۔ پھر کہا: اسے چھوڑ دو اور لڑکے کی ماں کو دیت ادا کر دو۔ کہتے ہیں وہ لڑکا چلا گیا لیکن قیس نے اس پوری گفتگو کے دوران اپنی ہیئت بھی نہ بدلی اور نہ اس کے چہرے کے اثرات بدلے۔ (وفیات الأعیان: 188/2)

[٢٧] وَعَنْ أَبِي يَحْيٰى صُهَيْبِ بْنِ سِنَانٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ: إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ

[27] حضرت ابو یحییٰ صہیب بن سنان ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لیے بھلائی ہے۔ اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب

[27] صحیح مسلم، الزھد والرقائق، باب المؤمن أمره كله خير، حديث: 2999.

خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہوتو (اس پر اللہ کا) شکر کرتا ہے' تو یہ (شکر کرنا بھی) اس کے لیے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے۔) اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے' اور یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لیے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)۔" (مسلم)

فوائد ومسائل: ① مصائب ومشکلات انسانی زندگی کا لازمہ ہیں کیونکہ دنیا انسان کی آرام گاہ نہیں بلکہ یہ مسافر خانے کی حیثیت رکھتی ہے۔ لاکھوں انسان سکون کی تلاش میں دار آخرت کو سدھار گئے۔ دنیا اسی طرح ختم ہو رہی ہے اور ہو جائے گی۔ ② دنیا میں دو طرح کے انسان آباد ہیں: ایک فرمانبردار و مومن اور دوسرے منکر۔ منکروں کے لیے مصائبِ دنیا بطور سزا ہوتے ہیں اور فروانی اور خوشحالی کفر اور سرکشی میں مزید اضافہ کرنے کے لیے جبکہ مومن کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اسے پہنچنے والے مصائب و آلام بھی اس کی تطہیر کے لیے اور اس کی خوشحالی اور فروانی نیکیوں میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ وہ عسر ویسر، خوش حالی و تنگی دونوں حالتوں میں صبر وشکر سے کام لیتا ہے۔ چنانچہ خوش حالی میں اللہ کو بھول جانا' اس کی نعمتوں کا شکر کرنے کی بجائے اس کی نافرمانی کرنا' اسی طرح تکلیف اور مصیبت کے وقت صبر کی بجائے جزع و فزع' اللہ کی قضاء وقدر پر برہمی کا اظہار اور گلے شکوے کرنا' مومنانہ شیوہ اور کردار نہیں ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت صہیب بن سنان ابو یحییٰ رضی اللہ عنہ] صہیب بن سنان بن مالک۔ ابو یحییٰ ان کی کنیت ہے۔ اصل میں عرب ہیں۔ نمر بن قاسط بن وائل قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ چونکہ رومیوں نے انھیں بچپن میں قید کر لیا تھا' انھیں میں نشوونما پانے کی وجہ سے رومی کہلائے۔ جب یہ بڑے ہوئے' سن شعور کو پہنچے تو ان کے ہاں سے بھاگ کر مدینہ آ گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ بنوکلب نے ان کو رومیوں سے خرید لیا اور مکہ میں لا کر عبداللہ بن جدعان کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ مشہور صحابی ہیں اور قدیم الاسلام ہیں۔ اللہ کی راہ میں تکالیف برداشت کیں۔ نبی ﷺ کے ساتھ تمام غزاوات میں شریک ہوئے۔ ہجرت مدینہ کی اور مدینہ ہی میں 38 ہجری کو وفات پائی۔ کتب احادیث میں ان سے 307 احادیث کے مروی ہیں۔

[٢٨] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ الْكَرْبُ، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: وَاكَرْبَ أَبَتَاهُ! فَقَالَ: «لَيْسَ عَلَى أَبِيكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ»، فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ: يَاأَبَتَاهُ! أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ، يَاأَبَتَاهُ! جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ، يَاأَبَتَاهُ! إِلَى جِبْرِيلَ نَنْعَاهُ، فَلَمَّا دُفِنَ، قَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا:

[28] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ زیادہ بیمار ہو گئے اور اضطراب اور بے چینی آپ پر چھا گئی تو (آپ کی صاحبزادی) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے نکلا: ہائے ابا جان کی تکلیف! آپ نے یہ سن کر فرمایا: "تمھارے باپ پر آج کے بعد بے چینی نہیں ہوگی۔" جب آپ وفات پا گئے تو حضرت فاطمہ نے فرمایا: ہائے ابا جان! رب نے انھیں بلایا تو انھوں نے رب کی پکار پر لبیک کہا۔ ہائے ابا جان! جنت الفردوس ان کا ٹھکانا ہے۔ ہائے ابا جان!

[28] صحيح البخاري، المغازي، باب مرض النبي ﷺ ووفاته ......، حديث:4462.

أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ التُّرَابَ؟ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

جبریل کو ہم آپ کی موت کی خبر دیں گے۔ جب آپ کو دفنایا گیا تو فاطمہ ؓ نے (صحابہ ؓ سے) پوچھا: کیا تمھارے نفسوں نے یہ گوارا کر لیا کہ تم رسول اللہ ﷺ (کے جسد اطہر) پر مٹی ڈالو؟ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ موت کے وقت جو تکلیف اور بے چینی ہوتی ہے' اس کا اظہار جائز ہے' اسی طرح موت پر فطری طریقے سے درد وغم کا اظہار' جس میں نالہ وشیون اور نوحہ و ماتم' بال نوچنا اور جیب و داماں کو چاک کرنا وغیرہ نہ ہو' درست ہے اور میت کے اوصاف بیان کرنا بھی جائز ہے۔ ② حضرت فاطمہ ؓ کا آخری قول بھی حزن وغم کے اظہار کا ایک انداز ہی ہے' ورنہ نبی ﷺ کے دفن کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ وہ تو شریعت کا حکم ہے جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ ③ اس سے ان لوگوں کے موقف کی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں' لوگوں کے گھروں میں تشریف لاتے ہیں۔ ④ موت کے وقت تکلیف کسی آدمی کے بُرے ہونے کی علامت نہیں ہے۔ اچھا آدمی بھی موت کے وقت تکلیف میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

[٢٩] وَعَنْ أَبِي زَيْدٍ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَحِبِّهِ وَابْنِ حِبِّهِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَرْسَلَتْ بِنْتُ النَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ ابْنِي قَدِ احْتُضِرَ فَاشْهَدْنَا، فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُولُ: **«إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ»**، فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا، فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَزَيْدُ ابْنُ ثَابِتٍ، وَرِجَالٌ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، فَرُفِعَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ الصَّبِيُّ، فَأَقْعَدَهُ فِي حِجْرِهِ وَنَفْسُهُ تَقَعْقَعُ، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: **«هٰذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللهُ تَعَالَى فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ»**. وَفِي رِوَايَةٍ: **«فِي قُلُوبِ**

[29] حضرت ابوزید' اسامہ بن زید بن حارثہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام' آپ کے محبوب اور محبوب کے بیٹے سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی بیٹی نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرے بیٹے کا آخری وقت ہے' آپ تشریف لائیں۔ آپ نے پیغام بھیجا کہ وہ سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں: ''جو اللہ تعالیٰ لے' وہ بھی اسی کا ہے اور جو دے' وہ بھی اسی کا ہے' اس کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے' اس لیے انھیں چاہیے کہ صبر کریں اور اللہ سے ثواب کی امید رکھیں۔'' صاحبزادی نے پھر پیغام بھیجا اور قسم دیتے ہوئے کہا کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ چنانچہ آپ' سعد بن عبادہ' معاذ بن جبل' ابی بن کعب' زید بن ثابت ؓ اور کچھ دیگر افراد کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے۔ بچہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا جب کہ اس کی جان بے چین اور مضطرب تھی۔ (اس کی یہ حالت دیکھ کر) آپ کی

[29] صحيح البخاري، الجنائز، باب قول النبي ﷺ يعذب الميت ببعض بكاء أهله عليه......، حديث:1284، والمرضى، باب عيادة الصبيان، حديث:5655- و صحيح مسلم، الجنائز، باب البكاء على الميت، حديث:923.

مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادِهِ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ جذبۂ شفقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''جن بندوں کے دلوں میں (اللہ نے) چاہا (یہ جذبہ رکھا)۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے انھی بندوں پر رحم فرماتا ہے جو (دوسروں پر) مہربان ہوتے ہیں۔'' (بخاری و مسلم)

وَمَعْنَى [تَقَعْقَعُ]: تَتَحَرَّكُ وَتَضْطَرِبُ.

تَقَعْقَعُ کے معنی ہیں: حرکت کرنا اور مضطرب ہونا۔

فوائد و مسائل: ① فوتیدگی کے وقت، تمام رشتے داروں کا حاضر ہونا ضروری نہیں، تاہم جنازے میں شرکت بطور کفایہ مستحب ہے۔ ② گھر والوں کی یہ خواہش جائز ہے کہ دم واپسیں نیک لوگ قریب الموت کے قریب ہوں تاکہ اس کی دعا و برکت سے یہ مرحلۂ جان کنی آسانی سے طے ہو جائے۔ ③ جس پر اعتماد ہو، اس کو قسم دلانا اور قسم دلانے والے کا اس قسم کا پورا کرنا جائز ہے، اس سے باہمی اعتماد اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ④ میت پر فطری رونا اور اہل میت کو صبر و احتساب کی تلقین کرنا جائز ہے۔ ⑤ شفقت و محبت کا جذبہ، اللہ کا انعام اور اس کی رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے اور اس سے محرومی، شقاوت ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو زید اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما] اسامہ بن زید بن حارثہ مولی رسول اللہ ﷺ۔ ان کی کنیت ابو زید ہے۔ نبی ﷺ کو بہت زیادہ محبوب تھے اور محبوب شخصیت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند تھے۔ ان کی والدہ کا نام برکہ حبشیہ ہے جن کی کنیت ام ایمن ہے اور یہ نبی ﷺ کو دودھ پلانے والیوں میں شامل ہے۔ ابو زید اسامہ بن زید کی زیر قیادت نبی ﷺ نے ایک لشکر تیار کیا جس میں خلیفۂ ثانی عمر بن خطاب بھی تھے۔ جب یہ لشکر شام کی طرف روانگی کے لیے تیار ہوا تو نبی ﷺ فوت ہو گئے لیکن بعد میں پورے جاہ و جلال اور رعب و دبدبے کے ساتھ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو روانہ کیا اور یہ لشکر فلاح و فوز کے ساتھ واپس آیا۔ 54 ہجری میں فوت ہوئے اور انھیں مدینۃ الرسول میں دفن کیا گیا۔ رسول ﷺ کے 128 فرامین کے راوی یہی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ہیں۔

[۳۰] وَعَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «كَانَ مَلِكٌ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَكَانَ لَهُ سَاحِرٌ، فَلَمَّا كَبِرَ قَالَ لِلْمَلِكِ: إِنِّي قَدْ كَبِرْتُ، فَابْعَثْ إِلَيَّ غُلَامًا أُعَلِّمْهُ السِّحْرَ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ غُلَامًا يُعَلِّمُهُ، وَكَانَ فِي طَرِيقِهِ إِذَا سَلَكَ رَاهِبٌ، فَقَعَدَ إِلَيْهِ وَسَمِعَ كَلَامَهُ فَأَعْجَبَهُ، وَكَانَ إِذَا

[30] حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا (مشیر) ایک جادوگر تھا۔ جب جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا: بے شک میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں، ایک لڑکا میرے سپرد کر تاکہ میں اسے یہ جادو کا علم سکھا دوں، چنانچہ بادشاہ نے ایک لڑکا اس کی طرف بھیجنا شروع کر دیا

[30] صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب قصة أصحاب الأخدود والساحر والراهب والغلام، حديث: 3005.

أَتَى السَّاحِرَ مَرَّ بِالرَّاهِبِ، وَقَعَدَ إِلَيْهِ، فَإِذَا أَتَى السَّاحِرَ ضَرَبَهُ، فَشَكَا ذٰلِكَ إِلَى الرَّاهِبِ، فَقَالَ: إِذَا خَشِيتَ السَّاحِرَ فَقُلْ: حَبَسَنِي أَهْلِي، وَإِذَا خَشِيتَ أَهْلَكَ فَقُلْ: حَبَسَنِيَ السَّاحِرُ. فَبَيْنَمَا هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ إِذْ أَتٰى عَلٰى دَابَّةٍ عَظِيمَةٍ قَدْ حَبَسَتِ النَّاسَ، فَقَالَ: اَلْيَوْمَ أَعْلَمُ، آلسَّاحِرُ أَفْضَلُ أَمِ الرَّاهِبُ أَفْضَلُ؟ فَأَخَذَ حَجَرًا، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! إِنْ كَانَ أَمْرُ الرَّاهِبِ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ أَمْرِ السَّاحِرِ، فَاقْتُلْ هٰذِهِ الدَّابَّةَ، حَتّٰى يَمْضِيَ النَّاسُ، فَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا وَمَضَى النَّاسُ، فَأَتَى الرَّاهِبَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ: أَيْ بُنَيَّ أَنْتَ الْيَوْمَ أَفْضَلُ مِنِّي، قَدْ بَلَغَ مِنْ أَمْرِكَ مَا أَرٰى، وَإِنَّكَ سَتُبْتَلٰى، فَإِنِ ابْتُلِيتَ فَلَا تَدُلَّ عَلَيَّ. وَكَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ، وَيُدَاوِي النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْأَدْوَاءِ. فَسَمِعَ جَلِيسٌ لِلْمَلِكِ كَانَ قَدْ عَمِيَ، فَأَتَاهُ بِهَدَايَا كَثِيرَةٍ، فَقَالَ: مَا هَاهُنَا لَكَ أَجْمَعُ إِنْ أَنْتَ شَفَيْتَنِي، فَقَالَ: إِنِّي لَا أَشْفِي أَحَدًا، إِنَّمَا يَشْفِي اللّٰهُ تَعَالٰى، فَإِنْ آمَنْتَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى دَعَوْتُ اللّٰهَ فَشَفَاكَ، فَآمَنَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى، فَشَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَأَتَى الْمَلِكَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ كَمَا كَانَ يَجْلِسُ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: مَنْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ؟ قَالَ: رَبِّي، قَالَ: أَوَلَكَ رَبٌّ غَيْرِي؟! قَالَ: رَبِّي وَرَبُّكَ اللّٰهُ، فَأَخَذَهُ، فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتّٰى دَلَّ عَلَى الْغُلَامِ، فَجِيءَ بِالْغُلَامِ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: أَيْ بُنَيَّ! قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِكَ مَا تُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَتَفْعَلُ

جس کو وہ جادو سکھاتا۔ اس کے راستے میں ایک پادری کا بھی ٹھکانا تھا' وہ لڑکا جب بھی جادوگر کے پاس گیا' تو (راستے میں) پادری کے پاس بھی (تھوڑی دیر کے لیے) بیٹھا۔ اس لڑکے نے اس کی باتیں سنیں تو اسے اچھی لگیں۔ چنانچہ وہ جب بھی جادوگر کے پاس جاتا تو گزرتے ہوئے راہب (پادری) کے پاس بھی بیٹھ جاتا۔ جب وہ جادوگر کے پاس آتا تو (دیر سے آنے کی وجہ سے) جادوگر اسے مارتا۔ اس نے راہب کو بتلایا۔ راہب نے اسے کہا: جب تمھیں جادوگر سے (مار کا) ڈر ہو تو یہ کہہ دیا کرو کہ مجھے میرے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے ڈر ہو تو کہہ دیا کرو کہ جادوگر نے مجھے روک لیا تھا۔ چنانچہ اسی طرح دن گزرتے رہے کہ ایک دن لڑکے نے اپنے راستے میں ایک بہت بڑا جانور دیکھا جس نے لوگوں کا راستہ روک رکھا تھا۔ لڑکے نے (دل میں) کہا: آج پتہ چل جائے گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب۔ اس نے ایک پتھر پکڑ کر کہا: اے اللہ! اگر راہب کا معاملہ تیرے نزدیک جادوگر کے معاملے سے زیادہ پسندیدہ ہے تو اس جانور کو (اس پتھر کے ذریعے سے) مار دے تاکہ (راستہ کھل جائے اور) لوگ گزر جائیں۔ چنانچہ (یہ دعا کر کے) اس نے پتھر اس جانور کو مارا جس سے وہ ہلاک ہو گیا اور لوگ گزر گئے۔ وہ لڑکا راہب کے پاس آیا اور اسے یہ واقعہ بتلایا۔ راہب نے اسے کہا: بیٹے! آج تم مجھ سے افضل ہو۔ تمھارا معاملہ جہاں تک پہنچ گیا ہے میں وہ دیکھ رہا ہوں، اور عنقریب تم آزمائش میں ڈالے جاؤ گے' لہٰذا جب آزمائش کا یہ مرحلہ آئے تو تم میرے بارے میں لوگوں کو مت بتلانا۔ اور یہ لڑکا مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو (اللہ کے حکم سے) درست کر دیتا تھا اور دیگر تمام بیماریوں کا علاج کرتا۔ بادشاہ کا ایک درباری (ہم نشیں) اندھا ہو گیا۔ اس نے جب سنا تو وہ بہت سے

وَتَفْعَلُ، فَقَالَ: إِنِّي لَا أَشْفِي أَحَدًا، إِنَّمَا يَشْفِي اللهُ تَعَالٰى، فَأَخَذَهُ، فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتّٰى دَلَّ عَلَى الرَّاهِبِ، فَجِيءَ بِالرَّاهِبِ، فَقِيلَ لَهُ: اِرْجِعْ عَنْ دِينِكَ، فَأَبٰى، فَدَعَا بِالْمِنْشَارِ، فَوُضِعَ الْمِنْشَارُ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ، فَشَقَّهُ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ، ثُمَّ جِيءَ بِجَلِيسِ الْمَلِكِ، فَقِيلَ لَهُ: اِرْجِعْ عَنْ دِينِكَ، فَأَبٰى، فَوُضِعَ الْمِنْشَارُ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ، فَشَقَّهُ بِهِ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ، ثُمَّ جِيءَ بِالْغُلَامِ، فَقِيلَ لَهُ: اِرْجِعْ عَنْ دِينِكَ، فَأَبٰى، فَدَفَعَهُ إِلٰى نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: اِذْهَبُوا بِهِ إِلٰى جَبَلِ كَذَا وَكَذَا، فَاصْعَدُوا بِهِ الْجَبَلَ، فَإِذَا بَلَغْتُمْ ذِرْوَتَهُ، فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فَاطْرَحُوهُ، فَذَهَبُوا بِهِ، فَصَعِدُوا بِهِ الْجَبَلَ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ، فَرَجَفَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَسَقَطُوا، وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ؟ فَقَالَ: كَفَانِيهِمُ اللهُ تَعَالٰى، فَدَفَعَهُ إِلٰى نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: اِذْهَبُوا بِهِ، فَاحْمِلُوهُ فِي قُرْقُورٍ، وَتَوَسَّطُوا بِهِ الْبَحْرَ، فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فَاقْذِفُوهُ، فَذَهَبُوا بِهِ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ، فَانْكَفَأَتْ بِهِمُ السَّفِينَةُ، فَغَرِقُوا، وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ؟ فَقَالَ: كَفَانِيهِمُ اللهُ تَعَالٰى، فَقَالَ لِلْمَلِكِ: إِنَّكَ لَسْتَ بِقَاتِلِي حَتّٰى تَفْعَلَ مَا آمُرُكَ بِهِ، قَالَ: مَا هُوَ؟ قَالَ: تَجْمَعُ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَّاحِدٍ، وَتَصْلُبُنِي عَلٰى جِذْعٍ، ثُمَّ خُذْ سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِي، ثُمَّ ضَعِ السَّهْمَ فِي كَبِدِ

ہدیے لے کر لڑکے کے پاس آیا اور اس سے کہا: اگر تم مجھے ٹھیک کر دو تو یہ سارے ہدیے جو یہاں میں ساتھ لایا ہوں' تمھارے ہیں۔ لڑکے نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا' شفا صرف اللہ دیتا ہے۔ اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں اللہ سے دعا کروں گا تو وہ تمھیں شفا عطا فرما دے گا۔ چنانچہ وہ اللہ پر ایمان لے آیا اور اللہ نے اسے شفا عطا فرما دی۔ وہ (ٹھیک ہونے کے بعد) بادشاہ کے پاس آیا اور اس کے پاس اس طرح بیٹھ گیا جیسے وہ بیٹھا کرتا تھا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا: تیری بینائی کس نے بحال کر دی؟ اس نے کہا: میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا: کیا میرے علاوہ تیرا کوئی اور رب ہے؟ اس نے کہا: میرا اور تیرا رب (صرف ایک) اللہ ہے۔ بادشاہ نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کو سزا دیتا رہا حتی کہ اس نے لڑکے کا پتہ بتلا دیا' چنانچہ لڑکے کو (بادشاہ کی خدمت میں) لایا گیا: بادشاہ نے اس سے کہا: بیٹا! تیرے جادو کا کمال اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ تو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو درست کر دیتا ہے، اور بھی فلاں فلاں کام کر لیتا ہے۔ لڑکے نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا' شفا دینے والا صرف اللہ ہے۔ بادشاہ نے اسے بھی گرفتار کر لیا اور اسے سزا دیتا رہا حتی کہ اس نے راہب کا پتہ بتلا دیا۔ چنانچہ راہب کو پیش کیا گیا۔ راہب سے کہا گیا کہ تم اپنے دین سے پھر جاؤ۔ اس نے انکار کر دیا۔ تو (بادشاہ نے آرا منگوایا اور اس) آرے کو اس کے سر کے عین درمیان (مانگ والے مقام پر) رکھ دیا گیا اور اس کے سر کو چیر دیا' یہاں تک کہ اس کے سر کے دو حصے ہو گئے۔ پھر بادشاہ کے ہم نشیں (درباری) کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جا۔ اس نے بھی انکار کر دیا۔ چنانچہ آرا اس کے سر کے مانگ والے مقام پر رکھ دیا گیا اور اس کے سر کو چیر دیا جس سے اس کے سر کے بھی دو ٹکڑے ہو گئے۔ پھر

الْقَوْسِ، ثُمَّ قُلْ: بِسْمِ اللهِ رَبِّ الْغُلَامِ، ثُمَّ ارْمِ، فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ قَتَلْتَنِي. فَجَمَعَ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَّاحِدٍ، وَصَلَبَهُ عَلٰى جِذْعٍ، ثُمَّ أَخَذَ سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِهِ، ثُمَّ وَضَعَ السَّهْمَ فِي كَبِدِ الْقَوْسِ، ثُمَّ قَالَ: بِسْمِ اللهِ رَبِّ الْغُلَامِ، ثُمَّ رَمَاهُ فَوَقَعَ السَّهْمُ فِي صُدْغِهِ، فَوَضَعَ يَدَهُ فِي صُدْغِهِ، فَمَاتَ. فَقَالَ النَّاسُ: آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ، فَأُتِيَ الْمَلِكُ، فَقِيلَ لَهُ: أَرَأَيْتَ مَا كُنْتَ تَحْذَرُ قَدْ وَاللهِ! نَزَلَ بِكَ حَذَرُكَ، قَدْ آمَنَ النَّاسُ. فَأَمَرَ بِالْأُخْدُودِ بِأَفْوَاهِ السِّكَكِ، فَخُدَّتْ وَأُضْرِمَ فِيهَا النِّيرَانُ، وَقَالَ: مَنْ لَّمْ يَرْجِعْ عَنْ دِينِهِ، فَأَقْحِمُوهُ فِيهَا، أَوْ قِيلَ لَهُ: اِقْتَحِمْ، فَفَعَلُوا حَتّٰى جَاءَتِ امْرَأَةٌ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَّهَا، فَتَقَاعَسَتْ أَنْ تَقَعَ فِيهَا، فَقَالَ لَهَا الْغُلَامُ: يَا أُمَّاهُ! اِصْبِرِي فَإِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

لڑکے کو لایا گیا۔ اس سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جا۔ اس نے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے اسے اپنے چند خاص آدمیوں کے سپرد کیا اور کہا کہ اسے فلاں فلاں پہاڑ پر لے جاؤ‘ اس پر اسے چڑھاؤ‘ جب تم اس کی چوٹی پر پہنچ جاؤ تو (اس سے اس کے دین کے متعلق پوچھو) اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے تو ٹھیک‘ ورنہ اسے وہاں سے نیچے پھینک دو۔ چنانچہ وہ اسے لے گئے اور اسے پہاڑ پر لے کر چڑھے تو لڑکے نے دعا کی: اے اللہ! تو ان کے مقابلے میں‘ جیسے تو چاہے‘ مجھے کافی ہو جا۔ چنانچہ پہاڑ لرزا جس سے سب نیچے گر گئے۔ لڑکا بادشاہ کے پاس آ گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا: تیرے ساتھیوں نے کیا کیا؟ (یعنی کیا انھوں نے تجھے پہاڑ کی چوٹی سے نہیں گرایا؟) لڑکے نے کہا: ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ مجھے کافی ہو گیا۔ بادشاہ نے اسے پھر اپنے چند خاص آدمیوں کے سپرد کیا اور ان سے کہا: اسے لے جاؤ اور کشتی میں سوار کرو اور سمندر کے درمیان لے جا کر (اس سے پوچھو) اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے تو ٹھیک‘ ورنہ اسے سمندر میں پھینک دو۔ چنانچہ وہ اسے لے گئے۔ اس نے کشتی میں بیٹھ کر دعا کی: اے اللہ! ان کے مقابلے میں‘ جیسے تو چاہے‘ مجھے کافی ہو جا۔ چنانچہ کشتی الٹ گئی اور وہ سب پانی میں ڈوب گئے۔ یہ لڑکا پھر بادشاہ کے پاس آ گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا: تیرے ساتھیوں نے کیا کیا؟ (یعنی انھوں نے تجھے سمندر میں نہیں پھینکا؟) لڑکے نے کہا: اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے میں مجھے کافی ہو گیا۔ پھر لڑکے نے بادشاہ سے کہا: تو مجھے اس وقت تک قتل نہیں کر سکتا جب تک تو وہ طریقہ اختیار نہ کرے جو میں تجھے بتلاؤں۔ بادشاہ نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: تو ایک کھلے میدان میں لوگوں کو جمع کر اور مجھے سولی دینے کے لیے ایک تنے پر چڑھا‘ پھر میرے ترکش سے ایک تیر

لے کر اسے کمان کے چلے پر رکھ' پھر یہ الفاظ [بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ] ''اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے۔'' پڑھ کر مجھے تیر مار۔ جب تو ایسا کرے گا تو مجھے قتل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ چنانچہ بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا' اسے سولی دینے کے لیے لکڑی کے ایک تنے پر چڑھا دیا' پھر اس کے ترکش سے ایک تیر لے کر اسے کمان کے چلے پر رکھا اور کہا: [بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ] ''اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے۔'' اور تیر پھینکا۔ تیر اس کی کنپٹی پر لگا۔ لڑکے نے اپنا ہاتھ اپنی کنپٹی پر رکھا اور مر گیا۔ لوگ (یہ ماجرا دیکھ کر رب کائنات کی حقیقت اور الٰہ واحد کی توحید سمجھ گئے اور بے اختیار) پکار اٹھے: ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ لوگوں نے بادشاہ سے کہا: آپ جس چیز سے ڈرتے تھے' اللہ کی قسم وہی ہوا اور آپ کا خطرہ سامنے آ گیا' سب لوگ (اللہ پر) ایمان لے آئے ہیں۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ سڑکوں کے ناکوں پر خندقیں کھودی جائیں' تو وہ کھودی گئیں اور ان میں آگ بھڑکا دی گئی۔ بادشاہ نے حکم دیا: جو اپنے دین سے نہ پھرے' اسے اس آگ میں جھونک دو، یا اس سے کہا جائے: آگ میں داخل ہو جا۔ انھوں نے ایسا ہی کیا حتی کہ ایک عورت آئی جس کے ساتھ بچہ تھا' وہ آگ میں گرنے سے جھجکی تو اس کو بچے نے کہا: اماں! صبر کر' یقیناً تو حق پر ہے۔'' (مسلم)

[ذِرْوَةُ الْجَبَلِ]: أَعْلَاهُ، وَهِيَ بِكَسْرِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَضَمِّهَا، وَ[الْقُرْقُورُ] بِضَمِّ الْقَافَيْنِ: نَوْعٌ مِّنَ السُّفُنِ، وَ[الصَّعِيدُ] هُنَا: اَلْأَرْضُ الْبَارِزَةُ، وَ[الْأُخْدُودُ]: اَلشُّقُوقُ فِي الْأَرْضِ كَالنَّهْرِ الصَّغِيرِ، وَ[أُضْرِمَ]: أُوْقِدَ، وَ[انْكَفَأَتْ]، أَيْ: اِنْقَلَبَتْ، وَ[تَقَاعَسَتْ]: تَوَقَّفَتْ وَجَبُنَتْ.

ذِرْوَةُ الْجَبَلِ: پہاڑ کا بالائی حصہ (چوٹی)۔ اور یہ ذال کی زیر اور پیش دونوں کے ساتھ ہے (یعنی دونوں طرح صحیح ہے)۔ قُرْقُور: دونوں قافوں پر پیش۔ یہ کشتیوں کی ایک قسم ہے۔ صَعِید: یہاں کھلی جگہ کے معنی میں ہے۔ أُخْدُود: زمین کی کھائیاں یا خندقیں' جیسے چھوٹی نہر۔ أُضْرِمَ: بھڑکائی گئی۔ اِنْکَفَأَتْ: الٹ گئی۔ تَقَاعَسَتْ: توقف کیا۔ بزدلی کا مظاہرہ کیا۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ دین کی راہ میں جو بھی مشکلات آئیں' انھیں صبر و عزیمت سے برداشت کیا جائے اور دین کی مصلحت کا تقاضا ہو تو جان تک قربان کر دی جائے۔ ② اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں' اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیت جب اس کی مقتضی ہوتی ہے' وہ انھیں اپنے بندوں کے ہاتھوں سے ظاہر کرواتا ہے۔ ③ قرآن کریم کی صداقت کا اظہار کہ اس نے اصحاب الاخدود جیسے نہایت مہتم بالشان تاریخی واقعات کو بیان فرمایا جن پر لیل و نہار کی دبیز تہیں پڑ چکی تھیں اور زمانہ انھیں فراموش کر چکا تھا۔ ④ حدیث کے بغیر قرآن کی تفسیر و توضیح ممکن نہیں۔ اگر حدیث میں کھائی والوں کا یہ واقعہ بیان نہ ہوتا تو اصحاب الاخدود کی صحیح حقیقت سے آگاہی ممکن نہ ہوتی۔ حدیث نے قرآن کے اس اجمال کی تفصیل اور اس ابہام کی توضیح کی۔ ⑤ داعیان حق کے لیے اس قسم کے واقعات استقامت کا باعث ہیں۔

[٣١] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ، فَقَالَ: «اِتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي»، فَقَالَتْ: إِلَيْكَ عَنِّي، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي، وَلَمْ تَعْرِفْهُ، فَقِيلَ لَهَا: إِنَّهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ، فَقَالَتْ: لَمْ أَعْرِفْكَ، فَقَالَ: «إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولٰى». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[31] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے پاس رو رہی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا: ''اللہ سے ڈر اور صبر کر۔'' اس نے کہا: مجھ سے دور ہو جا! تجھے وہ مصیبت نہیں پہنچی جو مجھے پہنچی ہے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں پہچانا (اس لیے فرط غم میں اس نے نازیبا انداز اختیار کیا)۔ بعد میں اس کو بتلایا گیا کہ وہ تو نبی ﷺ تھے۔ چنانچہ (یہ سن کر) وہ آپ کے دروازے پر آئی' وہاں اس نے دربانوں کو نہیں پایا۔ اس نے (آ کر) کہا: میں نے آپ کو نہیں پہچانا تھا۔ آپ نے اسے (وعظ کرتے ہوئے) فرمایا: ''صبر تو یہی ہے کہ صدمے کے آغاز میں کیا جائے۔ (بعد میں تو صبر آ ہی جاتا ہے۔'')
(بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: تَبْكِي عَلٰى صَبِيٍّ لَهَا.

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: وہ عورت اپنے بچے (کی قبر) پر رو رہی تھی۔

فوائد و مسائل: ① اولاد کا ہونا، نہ ہونا، فوت ہو جانا، تمام صورتیں آزمائش کی ہیں۔ اولاد کی موجودگی میں اس کی تربیت اور معیشت کا معاملہ درپیش ہوتا ہے اور لوگ اولاد کے مستقبل کو بہتر کرنے کے لیے اپنی آخرت بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ نہ ہونے کی صورت میں انسان ناشکری کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے اور فوت ہو جائے تو جزع فزع کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر لیتا ہے۔ ان تمام صورتوں میں انسان دین کو اختیار کر کے ہی محفوظ رہ سکتا ہے اور اللہ کی ذات پر پختہ یقین ہی

[31] صحيح البخاري، الجنائز، باب زيارة القبور، حديث: 1283، وصحيح مسلم، الجنائز، باب في الصبر على المصيبة عند الصدمة الأولى، حديث:(15)-926.

کی بدولت صبر کی توفیق ملتی ہے۔ ② وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دکھوں کے زخم مندمل ہو جاتے ہیں لیکن ایمان والے صدمے کے آغاز میں بھی صبر کرتے ہیں۔ ③ نبی ﷺ کے اخلاق عالیہ کا بھی اس میں بیان ہے کہ عورت نے آپ کی شان کے شایان انداز اختیار نہیں کیا' لیکن آپ نے برہمی کا اظہار نہیں فرمایا' نہ اسے سخت سست کہا' بلکہ دوبارہ وہ سامنے آئی تو پھر بھی آپ نے اسے نصیحت ہی فرمائی۔ داعیان حق کے لیے اس میں بہت بڑا سبق ہے۔ کاش علماء اور اصحاب دعوت و تبلیغ بھی کردار کی اس رفعت کو اپنا سکیں۔

[٣٢] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «يَقُولُ اللهُ تَعَالٰى: مَا لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا، ثُمَّ احْتَسَبَهُ إِلَّا الْجَنَّةَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[32] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا وہ مومن بندہ جس کی محبوب ترین چیز میں واپس لے لوں' لیکن وہ اس پر ثواب کی نیت (سے صبر و رضا کا مظاہرہ) کرے' اس کے لیے میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں ہے۔'' (بخاری)

فائدہ: بچے' بیوی اور والدین وغیرہ' یہ سب انسان کے لیے محبوب ترین چیزیں ہیں۔ ان کی وفات پر اللہ کا حکم سمجھ کر صبر کرنا کمال ایمان کی علامت ہے اور بے صبری' جزع فزع اور اول فول بکنا ضعف ایمان کی دلیل۔ پہلی بات کا صلہ جنت ہے اور دوسری بات اللہ کی ناراضی کا باعث۔

[٣٣] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الطَّاعُونِ، فَأَخْبَرَهَا: «أَنَّهُ كَانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مَنْ يَشَاءُ، فَجَعَلَهُ اللهُ تَعَالٰى رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ، فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ فِي الطَّاعُونِ فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ الشَّهِيدِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[33] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے بارے میں پوچھا تو آپ نے انھیں بتلایا: ''یہ عذاب تھا' جس پر اللہ تعالیٰ چاہتا' اسے نازل فرماتا۔ اب اللہ نے اسے مومنوں کے لیے رحمت (کا ذریعہ) بنا دیا ہے۔ چنانچہ جو بندہ طاعون (کی بیماری) میں مبتلا ہو جائے اور وہ اپنے (طاعون زدہ) شہر ہی میں صبر کرتا ہوا' ثواب آخرت کی نیت سے ٹھہرا رہے' اسے یقین ہو کہ اسے وہی کچھ پہنچے گا جو اللہ نے اس کے لیے لکھ دیا ہے' تو ایسے شخص کے لیے شہید کی مثل اجر ہے۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① طاعون یا اسی قسم کی اور وبائی بیماری میں اللہ کی تقدیر و مشیت پر ایمان رکھتے ہوئے اسی شہر میں ٹھہرے رہنا اور اس میں مبتلا ہونے کی صورت میں جزع فزع اور گھبراہٹ کا اظہار نہ کرنا' ایک مومن کو شہادت کے رتبے سے ہمکنار کر سکتا ہے' جیسے اور بھی بعض لوگوں کو یہ اجر ملے گا' مثلاً: غرق ہو کر مرنے والے کو' حالت زچگی میں فوت ہونے والی عورت کو' وغیرہ وغیرہ۔ ② یہ حکم اس لیے ہے تاکہ یہ وبائی مرض دوسرے شہروں میں نہ پھیلے۔ علاوہ ازیں دوسرے

[32] صحيح البخاري، الرقاق، باب العمل الذي يُبتغى به وجه الله تعالٰى، حديث: 6424.

[33] صحيح البخاري، الطب، باب أجر الصابر في الطاعون، حديث: 5734.

شہروں کے رہنے والوں کے لیے حکم ہے کہ وہ طاعون زدہ شہر میں جانے سے اجتناب کریں۔ ③ اس سے معلوم ہوا کہ حفاظت اور علاج کے اسباب اختیار کرنا' تقدیر الٰہی پر ایمان رکھنے کے منافی نہیں ہے' اسی طرح مرض پر صبر' اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر پر رضامندی کی دلیل ہے جو کمال ایمان ہے۔ ④ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ شاید بیماری ازخود متعدی ہوتی ہے' اس لیے طاعون میں مبتلا شخص کو دوسری جگہ جانے سے روکا گیا ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ بیماری متعدی نہیں ہوتی۔ اس کی تطبیق یہ ہے کہ سد ذریعہ کے طور پر روکا گیا ہے کہ کوئی شخص کسی مرض میں مبتلا ہو جائے تو اس کا یہ عقیدہ نہ بن جائے کہ مجھے فلاں کی وجہ سے بیماری لاحق ہوئی ہے۔

[٣٤] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَالَ: إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِي بِحَبِيبَتَيْهِ فَصَبَرَ، عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ». يُرِيدُ عَيْنَيْهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[34] حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں اپنے بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں کے ذریعے سے یعنی آنکھوں سے محروم کر کے آزماؤں' پس وہ اس پر صبر کرے تو میں اس کے بدلے میں اسے جنت دوں گا۔" (بخاری)

فائدہ: آنکھیں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بطور احسان ان کا تذکرہ فرمایا ہے۔ عدم بصارت (آنکھوں کا نہ ہونا) دنیا میں بہت بڑی محرومی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جزا بھی بقدر مشقت عطا فرماتا ہے' اس لیے اس محرومی پر صبر بہت بڑا عمل ہے جس کی جزا جنت ہے' بشرطیکہ نابینا ایمان کی دولت سے مالا مال ہو۔

[٣٥] وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَلَا أُرِيكَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ فَقُلْتُ: بَلٰى، قَالَ: هٰذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ، أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَتْ: إِنِّي أُصْرَعُ، وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللهَ تَعَالٰى لِي، قَالَ: «إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللهَ تَعَالٰى أَنْ يُعَافِيَكِ»، فَقَالَتْ: أَصْبِرُ، فَقَالَتْ: إِنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللهَ أَنْ لَّا أَتَكَشَّفَ، فَدَعَا لَهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[35] عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تجھے جنتی عورت نہ دکھلاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں' (ضرور دکھلائیے!) انھوں نے فرمایا: ایک کالی عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے میں ننگی ہو جاتی ہوں' آپ میرے لیے اللہ سے دعا فرمائیں (کہ اس بیماری سے مجھے نجات مل جائے)۔ آپ نے فرمایا: "اگر تو چاہے تو اس تکلیف پر صبر کر' اس کے بدلے میں تیرے لیے جنت ہے۔ اور اگر تو چاہے تو میں اللہ سے دعا کر دیتا ہوں کہ اللہ تجھے اس بیماری سے عافیت دے دے۔" اس نے کہا: میں صبر ہی اختیار کرتی

[34] صحيح البخاري، المرضٰى، باب فضل من ذهب بصره، حديث: 5653.

[35] صحيح البخاري، المرضٰى، باب فضل من يصرع من الريح، حديث: 5652، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه......، حديث: 2576.

ہوں' تاہم (دورے کے وقت) میں ننگی ہو جاتی ہوں' آپ اللہ سے یہ دعا فرما دیں کہ میں ننگی نہ ہوا کروں۔ چنانچہ آپ نے اس کے لیے یہ دعا فرمائی۔ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① رخصت کے مقابلے میں عزیمت کو اختیار کرنا' بشرطیکہ انسان اسے استقلال کے ساتھ برداشت کر سکے' بہت اجر و ثواب کا کام ہے۔ اسی طرح علاج معالجے کے ساتھ' بارگاہ الٰہی میں دعا سے بھی اجتناب نہ کیا جائے۔ دونوں کی اپنی اپنی اہمیت و افادیت ہے۔ ② بیماری اور آزمائش سے عافیت طلب کرنی چاہیے اور صحت کو غنیمت سمجھنا چاہیے، تاہم بیماری کی حالت میں صبر کیا جائے۔ واویلا اور ناشکری سے اجتناب کیا جائے کیونکہ اس سے بیماری تو کم نہیں ہوتی' البتہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ بیماری اگر طول پکڑ جائے تو اللہ تعالیٰ سے مایوس ہونے اور شکوہ کرنے کی بجائے تقدیر پر راضی رہنا چاہیے۔ ③ کسی سے دعا کروانا صبر کے خلاف نہیں ہے' تاہم دور حاضر میں مشکل کے وقت مزاروں اور قبروں پر جانا کسی صورت بھی جائز نہیں۔ ④ خاتون کے عقیدے کا بھی علم ہوتا ہے کہ اس نے رسول اکرم ﷺ سے یہ نہیں کہا کہ مجھے درست کر دیں بلکہ یہ کہا: اللہ سے دعا کریں مجھے درست کر دے کیونکہ وہ جانتی تھی کہ صحت اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے' ہر قسم کے اختیارات اسی کے پاس ہیں' اس کے علاوہ کوئی مختار کل' مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہے۔

[٣٦] وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ يَحْكِي نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ، صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ، ضَرَبَهُ قَوْمُهُ، فَأَدْمَوْهُ، وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[36] ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ کہتے ہیں: گویا میں رسول اللہ ﷺ کو انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں' جسے اس کی قوم نے مار کر لہولہان کر دیا اور وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتا ہوا کہہ رہا ہے: یا اللہ! میری قوم کو معاف فرما دے' اس لیے کہ وہ بے علم ہے۔ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① بعض کے نزدیک یہ پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام اور بعض کے نزدیک خود حضرت محمد ﷺ ہیں۔ ② اس میں پیغمبرانہ اخلاق و کرم کا بیان ہے جس میں داعیان دین کے لیے بڑا سبق ہے کہ تبلیغ و دعوت کی راہ میں تکلیفیں برداشت کی جائیں' لوگوں کی بداخلاقی اور بدسلوکی کے مقابلے میں عفو و درگزر سے کام لیا جائے اور اللہ سے ان کے لیے معافی اور ہدایت کی دعا مانگی جائے' نیز جاہلوں سے جاہلوں والا معاملہ نہ کیا جائے۔ یہ اخلاقی خوبی اور کردار کی بلندی' ایک داعیٔ دین کے لیے نہایت ضروری ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ] ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ قدیم الاسلام صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اور یہ فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہے۔ پہلے حبشہ پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ نبیٔ اکرم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ نبی ﷺ ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ خلافت عمر اور

[36] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 54، حديث: 3477، وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب غزوة أحد، حديث: 1792.

اوائل خلافت عثمان میں کوفہ کے قاضی اور بیت المال کے والی رہے' پھر مدینہ منورہ میں واپس تشریف لائے اور 32 ہجری میں فوت ہوئے۔

[٣٧] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَّصَبٍ، وَلَا وَصَبٍ، وَلَا هَمٍّ، وَلَا حَزَنٍ، وَلَا أَذًى، وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَ[الْوَصَبُ]: اَلْمَرَضُ.

[37] حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کو جو بھی تکان' بیماری' فکر' غم اور تکلیف پہنچتی ہے' حتی کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

اَلْوَصَبُ کے معنی بیماری کے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① مومن کے ساتھ اللہ کے فضل وکرم کا جو خاص معاملہ ہے' اس میں اس کا بیان ہے کہ دنیا میں پہنچنے والے آلام ومصائب کو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔ لیکن یہ اسی صورت میں ہے جب مومن صبر کرے۔ اگر وہ صبر کی بجائے جزع فزع اور تقدیر الٰہی کا شکوہ کرے گا تو اس دنیوی تکلیف کے ساتھ دوسری مصیبت اس کے لیے یہ ہوگی کہ وہ اجر سے محروم رہے گا' بلکہ مزید گناہوں کا بوجھ بھی اسے اٹھانا پڑے گا۔ ② بسا اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کو کسی بلند مرتبے تک پہنچانا چاہتا ہے لیکن اس کے اعمال اس کا ساتھ نہیں دیتے تو اللہ تعالیٰ آلام ومصائب کے ذریعے سے اس کے درجات بلند فرما دیتا ہے بشرطیکہ وہ انھیں اپنی تقدیر الٰہی سمجھ کر صبر کرے۔

[٣٨] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّكَ تُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا، قَالَ: «أَجَلْ، إِنِّي أُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ»، قُلْتُ: ذٰلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ؟ قَالَ: «أَجَلْ، ذٰلِكَ كَذٰلِكَ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى: شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا سَيِّئَاتِهِ، وَحُطَّتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[38] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ کو بخار تھا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بلاشبہ آپ کو شدید بخار ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں' مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تمھارے دو آدمیوں کو۔'' میں نے کہا: آپ کے لیے اجر بھی دوگنا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں' یہ ایسا ہی ہے۔ جو بھی مسلمان' اسے کوئی تکلیف پہنچے کانٹا لگے یا اس سے بڑی تکلیف آئے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی برائیاں دور فرما دیتا ہے اور اس کے گناہ اس سے اس طرح گرتے ہیں جیسے (پت جھڑ کے موسم

[37] صحيح البخاري، المرضى، باب ماجاء في كفارة المرض، حديث:5642,5641، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض...... حديث:2573.

[38] صحيح البخاري، المرضى، باب أشد الناس بلاء الأنبياء......، حديث:5648، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه...... حديث:2571.

میں) درخت سے اس کے پتے گرتے ہیں۔" (بخاری ومسلم)

وَ[الْوَعْكُ]: مَغْثُ الْحُمّٰى، وَقِيلَ: اَلْحُمّٰى.

وَعْكٌ: بخار سے معدے اور آنتوں میں ہونے والی تکلیف' یا خالی بخار۔

فوائد ومسائل: ① انبیاء علیہم السلام کو زیادہ تکلیفیں آتی ہیں' پھر ان کے بعد جو شخص زیادہ متقی اور پرہیز گار ہو، اسی قدر زیادہ آزمائشوں سے گزرے گا، جن سے ان کے اجر وثواب میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ گویا آلام ومصائب کی زیادتی کمال ایمان کی علامت ہے نہ کہ اللہ کی ناراضی کی دلیل۔ ② بخار مومن کے لیے رحمت ہے اور اللہ کے پسندیدہ بندوں کو آتا ہے۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: [إِنَّمَا مَثَلُ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ حِينَ يُصِيبُهُ الْوَعْكُ أَوِ الْحُمّٰى كَمَثَلِ حَدِيدَةٍ تُدْخَلُ النَّارَ فَيَذْهَبُ خَبَثُهَا وَيَبْقٰى طِيبُهَا] "مومن بندے کی مثال، جب اسے بخار آتا ہے، ایسے ہے جیسے لوہے کو آگ میں ڈالا جائے تو ردی ختم ہو جاتا اور عمدہ رہ جاتا ہے۔" یعنی اس کے گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور وہ پاک صاف ہو جاتا ہے۔ (المستدرك للحاكم: 348/1، و السلسلة الصحيحة للألباني، حديث: 1714)

[٣٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

وَضَبَطُوا: «يُصِبْ»، بِفَتْحِ الصَّادِ وَكَسْرِهَا.

[39] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے' اس کو مصیبت سے دوچار کر دیتا ہے۔" (بخاری)

يُصِبْ: "صاد" پر زبر اور زیر' دونوں طرح صحیح ہے۔ (دونوں صورتوں میں مفہوم بھی وہی رہتا ہے۔)

فوائد ومسائل: ① دنیا کی تکلیفیں' مصائب وآلام' بیماری' غربت' جان ومال کا نقصان وغیرہ' ان میں مومن کے لیے بھلائی کا پہلو اس طرح ہے کہ دنیا میں وہ ان کی وجہ سے اللہ کی طرف رجوع کرتا اور اس سے دعا والتجا کرتا ہے اور ان کی وجہ سے اس کے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں' اس لیے آخرت کے نقطۂ نظر سے بھی اس میں ایک مومن کے لیے خیر ہے۔ ② دنیاوی آزمائشوں یا بیماری میں مبتلا ہونا بندۂ مومن کے لیے خیر اور بھلائی ہے، تاہم اس کا سوال نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کے تدارک کی کوشش کرنی چاہیے۔

[٤٠] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ أَصَابَهُ، فَإِنْ كَانَ لَابُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ!

[40] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف کی وجہ سے جو اسے پہنچی ہو' موت کی آرزو نہ کرے۔ اور اگر (اس کے

[39] صحيح البخاري، المرضى، باب ماجاء في كفارة المرض ......، حديث: 5645.

[40] صحيح البخاري، المرضى، باب تمني المريض الموت، حديث: 5671، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب كراهة تمني المريض الموت لضر نزل به، حديث: 2680.

أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّي». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

بغیر) چارہ نہ ہوتو اس طرح دعا کرے: [اَللّٰهُمَّ! أَحْيِنِي...... خَيْرًا لِّي] اے اللہ! تو مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور اس وقت مجھے فوت کر دے جب وفات میرے لیے بہتر ہو۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① انسان کو چونکہ مستقبل کا علم نہیں کہ آئندہ زندگی اس کے حق میں بہتر ہے یا نہیں' اس لیے مطلقاً' کسی تکلیف اور مصیبت سے گھبرا کر موت کی آرزو کرنا ایک تو بےصبری ہے' دوسرے اندھیرے میں تیر چلانا ہے کیونکہ ممکن ہے زندگی کا باقی ماندہ حصہ اس کے دین ودنیا کے لیے بہتر ہو' اس لیے موت کی آرزو کرنا منع ہے۔ ② شہادت کی یا کسی مقدس جگہ میں مرنے کی آرزو کرنا جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ زیر بحث سے مختلف چیز ہے۔ اگر ویسے ہی موت کی آرزو کرنی ہوتو حدیث میں مذکور الفاظ کے ساتھ دعا کی جائے۔

[٤١] وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَّهُ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ، فَقُلْنَا: أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا؟ أَلَا تَدْعُو لَنَا؟ فَقَالَ: «قَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ، فَيُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ، فَيُجْعَلُ فِيهَا، ثُمَّ يُؤْتَى بِالْمِنْشَارِ فَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُجْعَلُ نِصْفَيْنِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ لَحْمِهِ وَعَظْمِهِ، مَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَاللهِ! لَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْأَمْرَ، حَتّٰى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللهَ، وَالذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ، وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[41] حضرت ابوعبداللہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی جب کہ آپ خانہ کعبہ کے سائے میں ایک چادر کا تکیہ بنائے استراحت فرما تھے۔ ہم نے کہا: آپ ہمارے لیے اللہ سے مدد طلب کیوں نہیں فرماتے؟ ہمارے لیے دعا کیوں نہیں کرتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ) تم سے پہلے لوگوں کا (یہ حال ہوتا تھا کہ) آدمی پکڑ کر لایا جاتا' اس کے لیے زمین میں گڑھا کھود کر اسے اس میں کھڑا کر دیا جاتا' پھر اس کے سر پر آرا چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے۔ اور لوہے کی کنگھیاں اس کے جسم پر پھیری جاتیں جس سے اس کا گوشت اور ہڈیاں تک متاثر ہوتیں۔ لیکن یہ (آزمائشیں) اسے اس کے دین سے نہ پھیرتیں۔ (اس لیے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے) اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس معاملے کو ضرور مکمل فرمائے گا (دین اسلام کو غالب کرے گا) یہاں تک کہ ایک سوار (مسافر) صنعاء سے حضر موت تک (اکیلا) سفر کرے گا لیکن اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر اور اسی طرح اسے اپنی

[41] صحيح البخاري، الإكراه، باب من اختار الضرب والقتل......، حديث: 6943.

بکریوں پر' بھیڑیے کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا۔ لیکن تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔'' (بخاری)

وَفِي رِوَايَةٍ: وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً وَقَدْ لَقِينَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ شِدَّةً.

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ چادر کا تکیہ بنائے آرام فرما تھے اور ہم مشرکین کی طرف سے سختیوں سے دوچار تھے۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① دین کی راہ میں تکلیفوں کا آنا' کسی ایک دور کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ ہر جگہ اور ہر دور میں اہل دین آزمائش کی بھٹیوں سے گزرے اور کندن بن کر نکلے۔ اس لیے آزمائشوں سے گھبرانا کسی مومن کا شیوہ نہیں۔ ② دین اسلام کے غلبے کی نوید اور امن و سلامتی کی خوش خبری' دور خیر القرون میں یہ پیش گوئیاں ظہور پذیر ہوئیں جس کا لوگوں نے مشاہدہ کیا اور اب بھی جہاں اسلام کا نفاذ ہے' امن و سلامتی اس معاشرے کا امتیاز' جیسے سعودی عرب۔ ③ اہل ایمان کے صبر و استقلال کے واقعات بیان کرنا پسندیدہ امر ہے۔ اس سے ایمان کو بالیدگی ملتی ہے اور اپنی کم مائیگی کا احساس بھی ہوتا ہے۔ ④ اللہ کی زمین میں حدود اللہ کا قیام امن و سلامتی کی ضمانت ہے اور اس سے خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: [حَدٌّ يُعْمَلُ بِهِ فِي الْأَرْضِ خَيْرٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ مِنْ أَنْ يُمْطَرُوا أَرْبَعِينَ صَبَاحًا.] ''زمین میں ایک (مجرم کو) حد لگانا زمین والوں کے لیے چالیس دن بارش برسنے سے بہتر ہے۔'' (سنن ابن ماجه، الحدود، حديث: 2538)

راویٔ حدیث: [حضرت ابو عبداللہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ] خباب بن ارت بن جندلہ بن سعد تمیمی رضی اللہ عنہ۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ مکہ میں اظہار اسلام کرنے والوں میں سے پہل کرنے والے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مشرکین مکہ نے انھیں کمزور سمجھتے ہوئے ہر طرح کی اذیتوں اور تکلیفوں سے دوچار کیا تاکہ کسی نہ کسی طرح ان کو دین محمد سے منحرف کرسکیں۔ لیکن اللہ کے اس شیر کے پایۂ ثبات میں بالکل لغزش نہ آئی۔ انھوں نے اسلام کی خاطر ہر طرح کی تکالیف کو خندہ پیشانی سے قبول کیا حتی کہ اذن ہجرت آپہنچا' چنانچہ انھوں نے ہجرت کی۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ بدری صحابی ہیں۔ آخر میں کوفہ رہائش پذیر ہوئے اور وہاں ہی جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ 37 ہجری میں وفات پائی۔ 32 فرامین محمدیہ کو روایت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ رضی اللہ عنہ۔

[٤٢] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ آثَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ نَاسًا فِي الْقِسْمَةِ، فَأَعْطَى الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ، وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ بْنَ حِصْنٍ مِثْلَ ذٰلِكَ.

[42] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حنین کا دن تھا (یعنی جنگ حنین کا واقعہ ہے کہ) رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کی تقسیم میں کچھ لوگوں کو (تالیف قلب کے طور پر) ترجیح دی (یعنی انھیں دوسرے لوگوں کے مقابلے

[42] صحيح البخاري، فرض الخمس، باب ماكان النبي ﷺ يعطي المؤلفة قلوبهم……، حديث: 3150، وصحيح مسلم، الزكاة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم على الإسلام وتصبر من قوي إيمانه، حديث: 1062.

وَأَعْطَى نَاسًا مِّنْ أَشْرَافِ الْعَرَبِ وَآثَرَهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْقِسْمَةِ، فَقَالَ رَجُلٌ: وَاللهِ! إِنَّ هٰذِهِ قِسْمَةٌ مَا عُدِلَ فِيهَا، وَمَا أُرِيدَ فِيهَا وَجْهُ اللهِ، فَقُلْتُ: وَاللهِ! لَأُخْبِرَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَأَتَيْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَانَ كَالصِّرْفِ، ثُمَّ قَالَ: «فَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ يَعْدِلِ اللهُ وَرَسُولُهُ؟»، ثُمَّ قَالَ: «يَرْحَمُ اللهُ مُوسٰى، قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا، فَصَبَرَ». فَقُلْتُ: لَاجَرَمَ لَاأَرْفَعُ إِلَيْهِ بَعْدَهَا حَدِيثًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

میں زیادہ یا اچھا مال عطا کیا)۔ چنانچہ آپ نے اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیے اور عیینہ بن حصن کو بھی اس کے مثل دیے اور بعض اشراف عرب کو آپ نے عطیے دیے اور انھیں بھی اس روز تقسیم میں ترجیح دی۔ ایک شخص نے (یہ دیکھ کر) کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل کے تقاضے پورے نہیں کیے گئے اور اللہ کی رضا مندی اس میں پیش نظر نہیں رکھی گئی۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں: میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ کو ضرور اس سے آگاہ کروں گا' چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس شخص نے جو کچھ کہا تھا' عرض کیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا حتی کہ وہ ایسے ہو گیا جیسے سرخ رنگ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''پھر کون انصاف کرے گا جب اللہ اور اس کا رسول انصاف نہیں کرے گا؟'' پھر مزید فرمایا: ''اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انھیں اس سے بھی زیادہ ایذائیں پہنچائی گئیں لیکن انھوں نے صبر کیا۔'' تو میں نے (اپنے دل میں) کہا: یقیناً میں آئندہ آپ تک کوئی بات نہیں پہنچاؤں گا۔ (بخاری و مسلم)

وَقَوْلُهُ: [كَالصِّرْفِ]: هُوَ بِكَسْرِ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ: وَهُوَ صِبْغٌ أَحْمَرُ.

اَلصِّرْفُ: ''صاد'' کے زیر کے ساتھ۔ معنی ہیں: سرخ رنگ۔

فوائد و مسائل: ① امام اور خلیفۂ وقت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ حالات و ضروریات اور تقاضائے وقت کے مطابق نومسلموں یا دیگر ذی وجاہت اور صاحب اثر و رسوخ کو' تالیف قلب کے طور پر دوسرے مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ دے۔ ② یہ اعتراض کرنے والا ایک منافق تھا۔ مخلص مسلمانوں کے تو حاشیۂ خیال میں بھی نبی ﷺ کے بارے میں بے انصافی کی بات کبھی نہیں آئی۔ ③ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دیگر انسانوں کی طرح نبی ﷺ بھی ایسی باتوں سے متاثر ہوتے تھے جن سے انسان غضب ناک ہوتا یا خوشی محسوس کرتا ہے کیونکہ آپ بھی ایک انسان ہی تھے' ماورائے انسان نہیں تھے۔ ④ رسول اکرم ﷺ چاہتے تو اسے سزا دے سکتے تھے لیکن آپ نے اس سے درگزر فرمایا۔ اور یہی شیوۂ پیغمبری ہے۔ ⑤ حاکم کے پاس رعایا کی اور استاد کے پاس شاگردوں کی کوئی ایسی بات پہنچانا جس سے وہ اذیت محسوس کریں، اس سے گریز کرنا چاہیے۔ ⑥ رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو خود سزا دینے کی بجائے حکومت تک یہ بات پہنچانی چاہیے کیونکہ قانون ہاتھ میں لینے سے بدمزگی پیدا ہو گی۔ ⑦ علماء اور حکام کو چاہیے کہ لوگوں کی باتیں برداشت

کریں اور صبر و حلم کا مظاہرہ کرتے ہوئے احسن انداز میں ان کی اصلاح کی کوشش کریں۔

[٤٣] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدِهِ خَيْرًا عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا، وَإِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتَّى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

[43] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے (اس کے گناہوں کی) سزا جلد ہی دنیا میں دے دیتا ہے (یعنی تکلیفوں اور آزمائشوں کے ذریعے سے اس کے گناہوں کی معافی کا سامان پیدا کر دیتا ہے)۔ اور جب اپنے بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے اس کے گناہ کی سزا (دنیا میں) روک لیتا ہے' یہاں تک کہ قیامت والے دن اس کو پوری سزا دے گا۔''

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَإِنَّ اللهَ تَعَالَى إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَى، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ».

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

نبی ﷺ نے مزید فرمایا: ''بدلے میں بڑائی آزمائش میں بڑائی کے ساتھ ہے (یعنی آزمائش جتنی عظیم ہوگی' بدلہ بھی اسی قدر عظیم ہوگا)۔ اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو پسند فرماتا ہے تو ان کو آزمائش سے دوچار فرما دیتا ہے' چنانچہ جو (اس سے) راضی ہوتا ہے' اس کے لیے (اللہ کی) رضا ہے۔ اور جو (اس کی وجہ سے اللہ سے) ناراض ہوتا ہے' اس کے لیے (اللہ کی) ناراضی ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا ہے: اس کی سند حسن ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ آزمائشیں بھی اس دنیا میں مومن کے لیے ایک نعمت ہے' جن سے بقدر آزمائش' اس کے گناہ معاف ہوتے اور عنداللہ اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے' اس لیے ہر آزمائش اور تکلیف میں صبر و رضا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر یہ شرف و فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی' بلکہ بے صبری سے گناہوں میں مزید اضافہ ہوگا۔ ② خیر اور شر کا خالق حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اہل اللہ کا شیوہ یہ ہے کہ وہ ہر خیر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں اور شر کی نسبت اپنی جانب کرتے ہیں جیسا کہ آدم علیہ السلام سے رسول اکرم ﷺ تک انبیاء کی منقول دعاؤں سے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر شر انسانوں کے لحاظ سے ہوتا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے کیونکہ اس کا کوئی امر حکمت اور خیر سے خالی نہیں ہوتا اور پھر ہم اس بات کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک کام ایک آدمی کے حق میں شر ہوتا ہے اور دوسرے کے حق میں خیر۔ ③ حدیث میں مذکور جملے: ''جب اللہ کسی بندے سے برائی کا ارادہ کرتا ہے۔'' کا مطلب یہ ہے کہ اس کے گناہوں کی وجہ سے بڑی آزمائش میں ڈالنا چاہتا ہے اور اسے خیر سے محروم کرنا چاہتا ہے۔

[43] جامع الترمذي، الزهد عن رسول الله ﷺ، باب ماجاء في الصبر على البلاء، حديث: 2396.

[٤٤] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَشْتَكِي، فَخَرَجَ أَبُوطَلْحَةَ، فَقُبِضَ الصَّبِيُّ، فَلَمَّا رَجَعَ أَبُوطَلْحَةَ قَالَ: مَا فَعَلَ ابْنِي؟ قَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ- وَهِيَ أُمُّ الصَّبِيِّ-: هُوَ أَسْكَنُ مَا كَانَ. فَقَرَّبَتْ إِلَيْهِ الْعَشَاءَ فَتَعَشّٰى، ثُمَّ أَصَابَ مِنْهَا، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ: وَارُوا الصَّبِيَّ، فَلَمَّا أَصْبَحَ أَبُوطَلْحَةَ أَتٰى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: «أَعَرَّسْتُمُ اللَّيْلَةَ؟» قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَهُمَا». فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ: اِحْمِلْهُ حَتّٰى تَأْتِيَ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ، وَبَعَثَ مَعَهُ تَمَرَاتٍ، فَقَالَ: «أَمَعَهُ شَيْءٌ؟» قَالَ: نَعَمْ، تَمَرَاتٌ، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ، فَمَضَغَهَا، ثُمَّ أَخَذَهَا مِنْ فِيهِ فَجَعَلَهَا فِي فِي الصَّبِيِّ، ثُمَّ حَنَّكَهُ، وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[44] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا بیمار تھا۔ ابوطلحہ (جب کام کاج کے لیے) باہر چلے گئے تو لڑکا فوت ہو گیا۔ جب واپس آئے تو پوچھا: میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ تو ام سلیم نے کہا' اور وہ بچے کی ماں تھیں: وہ پہلے سے کہیں زیادہ سکون میں ہے۔ چنانچہ بیوی نے ان کے سامنے رات کا کھانا رکھا جو انھوں نے تناول کیا' پھر بیوی سے ہم بستری کی۔ جب ابوطلحہ فارغ ہو گئے تو بیوی نے بتلایا کہ (بچہ تو فوت ہو گیا ہے) اب اسے دفنا دو! چنانچہ جب انھوں نے صبح کی تو ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ نے پوچھا: ''کیا تم نے رات کو ہم بستری کی تھی؟'' انھوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! ان دونوں کے لیے برکت عطا فرما۔'' چنانچہ (اس دعا کے نتیجے میں' مدت مقررہ کے بعد) ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ (حضرت انس فرماتے ہیں کہ) مجھ سے ابوطلحہ نے کہا: (ابوطلحہ حضرت انس کی والدہ ام سلیم کے دوسرے خاوند، یعنی حضرت انس کے سوتیلے باپ تھے۔ ان کے پہلے خاوند مالک بن نضر تھے جو اسلام لانے کی بجائے شام چلے گئے تھے اور وہیں فوت ہو گئے۔ ان کی والدہ نے اس کے بعد ابوطلحہ سے نکاح کر لیا۔) اس بچے کو نبی ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ اور کچھ کھجوریں بھی ساتھ دے دیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا اس کے ساتھ کوئی چیز ہے؟'' انھوں نے کہا: ہاں' کچھ کھجوریں ہیں۔ نبی ﷺ نے وہ کھجوریں لے لیں اور ان کو منہ میں چبایا' پھر وہ اپنے منہ سے نکال کر بچے کے منہ میں ڈال دیں اور (یوں)

[44] صحيح البخاري، العقيقة، باب تسمية المولود......، حديث: 5470، و باب من لم يظهر حزنه عندالمصيبة، حديث: 1301، وصحيح مسلم، الآداب، باب استحباب تحنيك المولود عند ولادته......، حديث: [5612](22)-2144، و فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي طلحة الأنصاري ﷺ، حديث: 2144 بعد حديث: 2457.

اسے گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ: قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ: فَرَأَيْتُ تِسْعَةَ أَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَؤُوا الْقُرْآنَ، يَعْنِي: مِنْ أَوْلَادِ عَبْدِ اللهِ الْمَوْلُودِ.

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ابن عیینہ نے کہا: انصار کے ایک آدمی نے انھیں بتایا کہ میں نے (اس) پیدا ہونے والے (لڑکے) عبداللہ کی اولاد سے نو لڑکے دیکھے سب کے سب قرآن کے قاری تھے۔

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: مَاتَ ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ مِنْ أُمِّ سُلَيْمٍ، فَقَالَتْ لِأَهْلِهَا: لَا تُحَدِّثُوا أَبَا طَلْحَةَ بِابْنِهِ حَتَّى أَكُونَ أَنَا أُحَدِّثُهُ، فَجَاءَ، فَقَرَّبَتْ إِلَيْهِ عَشَاءً، فَأَكَلَ وَشَرِبَ، ثُمَّ تَصَنَّعَتْ لَهُ أَحْسَنَ مَا كَانَتْ تَصَنَّعُ قَبْلَ ذٰلِكَ، فَوَقَعَ بِهَا، فَلَمَّا أَنْ رَأَتْ أَنَّهُ قَدْ شَبِعَ وَأَصَابَ مِنْهَا، قَالَتْ: يَا أَبَا طَلْحَةَ! أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ قَوْمًا أَعَارُوا عَارِيَتَهُمْ أَهْلَ بَيْتٍ، فَطَلَبُوا عَارِيَتَهُمْ، أَلَهُمْ أَنْ يَمْنَعُوهُمْ؟ قَالَ: لَا، فَقَالَتْ: فَاحْتَسِبِ ابْنَكَ. قَالَ: فَغَضِبَ، ثُمَّ قَالَ: تَرَكْتِنِي حَتَّى إِذَا تَلَطَّخْتُ ثُمَّ أَخْبَرْتِنِي بِابْنِي؟ فَانْطَلَقَ حَتَّى أَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «بَارَكَ اللهُ فِي لَيْلَتِكُمَا». قَالَ: فَحَمَلَتْ، قَالَ: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ وَهِيَ مَعَهُ - وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَتَى الْمَدِينَةَ مِنْ سَفَرٍ لَا يَطْرُقُهَا طُرُوقًا - فَدَنَوْا مِنَ الْمَدِينَةِ، فَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ، فَاحْتَبَسَ عَلَيْهَا أَبُو طَلْحَةَ، وَانْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. قَالَ: يَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ: إِنَّكَ لَتَعْلَمُ يَا رَبِّ! أَنَّهُ يُعْجِبُنِي أَنْ أَخْرُجَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذَا خَرَجَ، وَأَدْخُلَ مَعَهُ إِذَا دَخَلَ، وَقَدِ احْتَبَسْتُ بِمَا تَرَى. تَقُولُ

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ابوطلحہ کا ایک بیٹا جو ام سلیم کے بطن سے تھا' فوت ہو گیا۔ تو ام سلیم نے اپنے گھر والوں سے کہا: تم ابوطلحہ کو ان کے بیٹے کے بارے میں مت بتلانا، میں خود ہی ان کو یہ بات بتلاؤں گی۔ چنانچہ ابوطلحہ آئے تو ام سلیم نے رات کا کھانا ان کے سامنے رکھا۔ انھوں نے کھایا پیا۔ پھر پہلے سے کہیں زیادہ بن سنور کے ان کے پاس آئیں۔ انھوں نے ان سے ہم بستری کی۔ جب انھوں نے دیکھا کہ وہ خوب سیر ہو گئے اور ہم بستری کر لی ہے تو کہا: اے ابوطلحہ! ذرا بتلاؤ کہ اگر کچھ لوگ کسی گھر والوں کو کوئی چیز عاریۃً (عارضی طور پر) دیں' پھر وہ اپنی عاریت کے طور پر دی ہوئی چیز واپس مانگیں تو کیا ان کے لیے جائز ہے کہ وہ دینے سے انکار کر دیں؟ ابوطلحہ نے جواب دیا: نہیں۔ چنانچہ ام سلیم نے کہا: تم اپنے بیٹے کے بارے میں اللہ سے ثواب کی امید رکھو (یعنی تمھارا بیٹا بھی' جو اللہ ہی کی دی ہوئی امانت تھی' اس نے اسے واپس لے لیا ہے۔) یہ سن کر وہ غضب ناک ہوئے اور فرمایا: (جب میں گھر آیا تو کچھ بتلائے بغیر) تو نے مجھے یوں ہی چھوڑے رکھا حتی کہ میں ہم بستری تک سے آلودہ ہو گیا اور اس کے بعد تو نے مجھے میرے بیٹے کی (وفات کی) خبر دی؟ (اس کے بعد) وہ گئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو کچھ ہوا وہ بیان کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے سن کر دعا فرمائی: ''اللہ تعالیٰ تم دونوں کے لیے تمھاری اس رات میں برکت عطا فرمائے۔'' چنانچہ ام سلیم کو حمل قرار پا

أُمُّ سُلَيْمٍ: يَا أَبَاطَلْحَةَ! مَا أَجِدُ الَّذِي كُنْتُ أَجِدُ، اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، وَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ حِينَ قَدِمَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقَالَتْ لِي أُمِّي: يَاأَنَسُ! لَا يُرْضِعُهُ أَحَدٌ حَتَّى تَغْدُوَ بِهِ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا أَصْبَحَ، اِحْتَمَلْتُهُ فَانْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ. وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

گیا۔ (راویٔ حدیث) حضرت انس نے بیان کیا کہ) رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے۔ حضرت ام سلیم بھی (اپنے خاوند ابوطلحہ کے ہمراہ) آپ کے ساتھ تھیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب (سفر سے) مدینہ واپس تشریف لاتے تو رات کو تشریف نہ لاتے۔ جب یہ قافلہ مدینے کے قریب پہنچا تو ام سلیم کو دردِ زہ (زچگی کے عین وقت جو درد ہوتا ہے) شروع ہو گیا۔ چنانچہ ابوطلحہ ان کی خدمت کے لیے رک گئے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنا سفر جاری رکھا۔ حضرت انس نے کہا: ابوطلحہ کہتے تھے: اے رب! تو جانتا ہے کہ مجھے یہی پسند ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے سے باہر جائیں تو میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں اور جب آپ مدینے میں داخل ہوں تو میں بھی آپ کے ساتھ ہی داخل ہوں۔ اور تو دیکھ رہا ہے کہ میں رک گیا ہوں (جب کہ رسول اللہ ﷺ آگے تشریف لے گئے ہیں۔) ام سلیم نے (یہ سن کر) کہا: ابوطلحہ! اب مجھے وہ درد محسوس نہیں ہو رہا جو پہلے مجھے ہو رہا تھا' اس لیے چلو۔ چنانچہ ہم وہاں سے چل پڑے۔ جب وہ دونوں مدینے پہنچ گئے تو انھیں پھر دردِ زہ شروع ہو گیا (جو پہلے ابوطلحہ کی دعا سے وقتی طور پر ختم ہو گیا تھا۔) چنانچہ ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا' تو میری والدہ (ام سلیم) نے مجھے کہا: اس کو اس وقت تک کوئی دودھ نہ پلائے جب تک تم صبح صبح اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش نہیں کر دیتے۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی میں اسے اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ آگے باقی حدیث بیان کی (جو پہلے گزر چکی ہے)۔ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ہمیں معاشرتی زندگی کے لیے بہت سی ہدایات ملتی ہیں' مثلاً: ایک صابر و شاکر عورت کا کردار۔ کہ بچہ فوت ہو گیا لیکن کوئی جزع فزع' واویلا' بین اور نوحہ و ماتم نہیں کیا حتی کہ خاوند جب گھر آتا ہے تو پہلے ایک خدمت گزار بیوی کی طرح خاوند کی تمام ضروریات کا اہتمام کرتی ہیں اور اس کے بعد خاوند کو نہایت اچھوتے انداز سے بچے کی وفات کی اطلاع دیتی ہیں۔ جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ خاوند کی خدمت اور اسے آرام و سکون پہنچانا ایک مسلمان عورت

کا اولین فرض ہے۔ ② گھر میں خاوند کے لیے بناؤ سنگھار اور زیب و زینت کا اہتمام کرنا مستحسن ہے۔ ③ ولادت کے بعد بچے کو کسی نیک آدمی کے پاس لے جا کر اس سے تحسنیک کروانا (گھٹی دلوانا) جائز ہے۔ ④ مصیبت میں جو اللہ کے فیصلے پر راضی رہتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے۔ ⑤ مجاہدین کے ساتھ' خواتین بھی جہاد میں شریک ہو سکتی ہیں اور اپنی حدود میں رہ کر مجاہدین کی جو خدمت وہ بجا لا سکتی ہیں' بجا لائیں' مثلاً: زخمیوں کی مرہم پٹی' بیماروں کی تیمارداری' پانی روٹی وغیرہ کا انتظام۔ ⑥ ایسا تعریض و کنایہ (توریہ) جائز ہے جس سے دوسرا شخص مغالطے میں پڑ جائے' تاہم وہ جھوٹ نہ ہو۔ ⑦ میت گھر میں موجود ہو تو کھانا وغیرہ پکایا اور کھایا جا سکتا ہے، البتہ مستحسن یہ ہے کہ ہمسائے یا کوئی اور عزیز میت والوں کے لیے کھانے کا بندوبست کریں۔ ⑧ اہل علم کو چاہیے کہ اگر کوئی شخص ان کے سامنے اپنا مسئلہ بیان کرے یا وہ کسی آدمی کو کسی مسئلے میں پریشان دیکھیں یا کسی کی کوئی اچھی بات ان کے سامنے آئے تو ان کے لیے دعا کریں۔ ⑨ کسی کام کے جائز یا ناجائز ہونے میں شک ہو تو اہل علم سے دریافت کر لینا چاہیے۔

[٤٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[45] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''طاقت ور وہ نہیں ہے جو پچھاڑ دے' اصل طاقت ور (پہلوان) وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔'' (بخاری و مسلم)

وَ «الصُّرَعَةُ»: بِضَمِّ الصَّادِ وَفَتْحِ الرَّاءِ، وَأَصْلُهُ عِنْدَ الْعَرَبِ: مَنْ يَصْرَعُ النَّاسَ كَثِيرًا.

اَلصُّرَعَةُ: ''صاد'' پر پیش اور ''را'' پر زبر۔ اس کی اصل عربوں میں یہ ہے کہ جو اکثر لوگوں کو پچھاڑ دے۔

فائدہ: اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ غصے میں انسان کو بے قابو نہیں ہونا چاہیے بلکہ غصے کو ضبط کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

[٤٦] وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، وَرَجُلَانِ يَسْتَبَّانِ، وَأَحَدُهُمَا قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهُ، وَانْتَفَخَتْ أَوْدَاجُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ، لَوْ قَالَ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ». فَقَالُوا

[46] حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور دو آدمی ایک دوسرے سے گالی گلوچ کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کا چہرہ (مارے غصے کے) سرخ ہو گیا اور اس کی رگیں پھول گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے (اسے دیکھ کر) فرمایا: ''میں ایک کلمہ جانتا ہوں' اگر یہ اسے پڑھ لے تو اس کا غصہ دور ہو جائے۔ اگر یہ شخص کہے:

[45] صحيح البخاري، الأدب، باب الحذر من الغضب......، حديث: 6114، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب فضل من يملك نفسه عند الغضب......، حديث: 2609.

[46] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده......، حديث: 3282، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب فضل من يملك نفسه عند الغضب......، حديث: 2610.

لَهُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «تَعَوَّذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ] ''میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔'' تو اس کا جوش وغضب ختم ہو جائے گا۔ لوگوں نے اسے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کر۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: غصے کے وقت یہ شعوری احساس کہ یہ غصہ شیطانی وسوسہ ہے، مجھے شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے، یقیناً غصے کے ازالے کے لیے بہترین نسخہ ہے۔ کاش کہ! مغلوب الغضب قسم کے لوگ اس نسخے پر عمل کر کے دیکھیں۔

راوئ حدیث: [حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ] سلیمان بن صرد بن الجون سلولی، خزاعی رضی اللہ عنہ۔ ان کی کنیت ابومطرف ہے۔ بڑے دین دار اور عابد بزرگ تھے۔ کوفہ میں جب لوگ پہلی دفعہ مقیم ہوئے تو یہ بھی وہاں رہائش پذیر ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک رہے اور ان کا نام امیر التوابین پڑ گیا۔ عین وردہ مقام پر 65 ہجری کو شہید ہوئے۔ انھیں نبی ﷺ کے 15 فرامین روایت کرنے کا شرف حاصل ہے۔

[٤٧] وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَظَمَ غَيْظًا، وَهُوَ قَادِرٌ عَلٰى أَنْ يُنْفِذَهُ، دَعَاهُ اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَلٰى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتّٰى يُخَيِّرَهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ مَا شَاءَ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[47] حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص غصے کو پی جائے جب کہ وہ اسے نافذ کرنے پر قادر بھی ہو، اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اسے تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا اور اسے کہے گا کہ وہ جس حورعین کو چاہے اپنے لیے پسند کر لے۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد ومسائل: ① حور، حَوْرَاء کی جمع ہے، نہایت سفید رنگ کی خوبصورت عورت۔ عین، عَیْنَاء کی جمع ہے، موٹی آنکھوں والی۔ مراد دونوں سے، خوب صورت ترین عورت ہے جو مومنوں کو جنت میں ملیں گی۔ ② اس میں اس شخص کی فضیلت اور ضبط نفس کا اجر وثواب بیان کیا گیا ہے جو قدرت وطاقت اور وسائل سے بہرہ ور ہونے کے باوجود، محض اللہ کا حکم سمجھ کر غصے کو پی جاتا ہے اور غصے سے بے قابو ہو کر اپنی طاقت کا مظاہرہ نہیں کرتا۔

راوئ حدیث: [حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ] معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ۔ ان کے بیٹے کا نام سہل تھا۔ مصر میں رہائش پذیر تھے۔ ان کے بیٹے نے ان سے روایت کیا ہے۔ ان کے پاس احادیث کا بہت بڑا نسخہ تھا جس سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر ائمۂ حدیث نے استفادہ کیا ہے۔ لمبی عمر پائی ہے۔ خلیفہ عبدالملک کی خلافت تک زندہ رہے۔ کتب احادیث میں ان سے 30 احادیث مروی ہیں۔

[47] سنن أبي داود، الأدب، باب من كظم غيظا، حديث: 4777، وجامع الترمذي، البر والصلة عن رسول الله ﷺ، باب في كظم الغيظ، حديث: 2021.

[٤٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَوْصِنِي، قَالَ: «لَا تَغْضَبْ». فَرَدَّدَ مِرَارًا، قَالَ: «لَا تَغْضَبْ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[48] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے درخواست کی: مجھے وصیت فرمائیے! آپ نے فرمایا: ''غصہ نہ کیا کرو۔'' اس نے کئی مرتبہ اپنی درخواست دہرائی۔ آپ نے (ہر مرتبہ) اسے یہی وصیت کی: ''غصہ مت کیا کرو!'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① غصہ جو مذموم ہے اور جس سے روکا گیا ہے' یہ وہ غصہ ہے جو دنیاوی معاملات میں ہو۔ لیکن جو غصہ اللہ اور اس کے دین کے لیے ہو' یعنی اللہ کی حرمتیں پامال کرنے پر انسان کو غصہ آئے' تو یہ غصہ محمود و مطلوب ہے۔ ② جس کے مزاج میں تیزی اور غصہ ہو' اسے بار بار غصہ نہ کرنے کی تلقین کی جائے تا کہ اسے اپنی اس کمزوری کا احساس ہو اور وہ اس سے بچنے کی کوشش کرے۔ ③ غصے سے شیطانی مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے' اس لیے یہ بہت ہی بری چیز ہے' اسی لیے اس موقع پر شیطان سے پناہ مانگنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ④ عالم دین اور مربی کو مزاج شناس ہونا چاہیے تا کہ وہ لوگوں کو ان کی طبیعت اور مزاج کے مطابق وعظ و نصیحت کر سکے۔ رسول اکرم ﷺ کی یہ خوبی تھی کہ آپ ہر سائل کو اس کے حالات اور طبیعت کے مطابق نصیحت فرماتے۔ ⑤ بزرگوں سے ملنے اور ان سے نصیحت کی درخواست کرنے سے انسان کی اصلاح ہوتی ہے اور انسان کو اپنی کمزوریوں کا بھی علم ہوتا ہے۔ دور حاضر کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ جس کو دین کی چند باتیں معلوم ہو جائیں وہ اپنے آپ کو علماء سے بے نیاز سمجھ بیٹھتا ہے حالانکہ اصلاحِ نفس اور حصول تقویٰ کی سرپرستی ضروری ہے۔

[٤٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ، وَوَلَدِهِ، وَمَالِهِ، حَتَّى يَلْقَى اللهَ تَعَالَى وَمَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[49] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن مرد اور مومن عورت پر اس کی جان' اولاد اور مال میں آزمائشیں آتی رہتی ہیں (جن سے ان کے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں) یہاں تک کہ جب وہ اللہ کو ملتے ہیں (ان کو موت آتی ہے) تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: اس کی سند حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مومن' بطور خاص' آزمائشوں کا ہدف رہتا ہے اور اس میں اس کے لیے بھلائی کا پہلو یہ ہے کہ ان سے اس کے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں' بشرطیکہ وہ صبر کا دامن پکڑے رکھے اور ایمان پر مضبوطی سے قائم رہے۔

[٥٠] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

[50] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عیینہ بن

[48] صحيح البخاري، الأدب، باب الحذر من الغضب، حديث:6116.

[49] جامع الترمذي، الزهد عن رسول الله ﷺ، باب ماجاء في الصبر على البلاء، حديث:2399.

[50] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾، حديث:4642.

قَالَ: قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ، فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ أَخِيهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ، - وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِينَ يُدْنِيهِمْ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَمُشَاوَرَتِهِ كُهُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّانًا-، فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ أَخِيهِ: يَا ابْنَ أَخِي! لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الْأَمِيرِ فَاسْتَأْذِنْ لِي عَلَيْهِ، فَاسْتَأْذَنَ، فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ، فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ: هِيَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! فَوَاللهِ! مَا تُعْطِينَا الْجَزْلَ، وَلَا تَحْكُمُ فِينَا بِالْعَدْلِ. فَغَضِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، حَتّٰى هَمَّ أَنْ يُوقِعَ بِهِ، فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهِ ﷺ: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ [الأعراف: ١٩٩] وَإِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِينَ. وَاللهِ! مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِينَ تَلَاهَا، - وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللهِ تَعَالٰى - . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حصن آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس ٹھہرے...... یہ حر، ان لوگوں میں سے تھے جن کو عمر رضی اللہ عنہ کا (جب کہ وہ خلیفہ تھے) قرب خاص حاصل تھا۔ اور حضرت عمر کے ہم نشین اور مشیر قراء (اہل علم) ہوتے تھے چاہے وہ ادھیڑ عمر کے ہوں یا جوان...... چنانچہ عیینہ نے اپنے برادر زاد (بھتیجے) سے کہا: اے بھتیجے! تجھے اس خلیفہ کے ہاں خاص مرتبہ حاصل ہے، تم میرے لیے بھی اس سے ملاقات کی اجازت طلب کرو۔ چنانچہ انھوں نے اجازت طلب کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں اجازت مرحمت فرما دی۔ جب عیینہ اندر آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: اے ابن خطاب! اللہ کی قسم! تو ہمیں زیادہ عطیے دیتا ہے اور نہ ہمارے بارے میں عدل کے ساتھ فیصلے کرتا ہے۔ (یہ سن کر) عمر غضب ناک ہو گئے حتی کہ انھوں نے اسے مارنے کا ارادہ کیا۔ حر بن قیس نے ان سے کہا: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے کہا ہے: ﴿خُذِ الْعَفْوَ ...... عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ ''عفو و درگزر اختیار کریں، نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے اعراض کریں۔'' اور یہ (میرا چچا بھی) جاہلوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم! جس وقت حر نے اس آیت کی تلاوت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اسے سن کر) ذرا آگے نہ بڑھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کی کتاب کے پاس فوراً ٹھہر جانے (یعنی اس کے حکم پر عمل پیرا ہونے) والے تھے۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① حدیث میں قُرّاء سے مراد آج کل کے قُرّاء نہیں ہیں جو صرف فن تجوید کے ماہر اور خوش الحانی سے قرآن پڑھنے والے ہیں، بلکہ اس سے مراد قرآن کے عالم، اس کے معانی و مفاہیم سے آگاہ اور حلال و حرام اور جائز و ناجائز کو سمجھنے والے فقہاء ہیں۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دربار میں ہم نشیں اور ان کے مشیران خاص یہی لوگ ہوا کرتے تھے۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حکمرانوں کو اپنا مشیر دین کا علم اور اس کا شعور رکھنے والوں کو بنانا چاہیے نہ کہ دنیا داروں کو، جن کا مقصد صرف دنیا کمانا اور اس کو جمع کرنا ہوتا ہے، کیونکہ اہل دنیا کے مشورے اخلاص اور خیر خواہی کی بجائے مخصوص مفادات اور خود غرضی پر مبنی ہوتے ہیں۔ ② اصحاب مجلس اور اہل مشاورت ہونے کے لیے علم و تقویٰ ضروری ہے،

اس میں سن وسال کی کوئی قید نہیں۔ ③ حاکم کو نہایت متحمل اور بردبار ہونا چاہیے۔ ④ اسی طرح قبول حق میں بھی اسے کسی تامل کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ ⑤ آدمی میں اگر حق گوئی کی ہمت ہو اور وہ ہاں میں ہاں ملانے والا نہ ہو تو اصحاب اقتدار کی قربت میں کوئی مذائقہ نہیں۔ ⑥ تعزیر (وہ سزا جو خلیفہ اپنی صوابدید پر کسی مجرم کو ایسے جرم میں دے جس میں حد نہ ہو) میں سفارش کی گنجائش موجود ہے البتہ حدود میں ایسا کرنا ناجائز ہے۔ ⑦ کمینے اور رذیل آدمی کی سفارش سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ اس کے کردار کی وجہ سے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ ⑧ کسی بھی آدمی سے بات کرتے وقت اس کی قدر و منزلت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

[٥١] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّهَا سَتَكُونُ بَعْدِي أَثَرَةٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا»، قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: «تُؤَدُّونَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ، وَتَسْأَلُونَ اللهَ الَّذِي لَكُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[51] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد (ناروا) ترجیح دینے کا عمل ہوگا اور ایسے کام ہوں گے جنھیں تم برا سمجھو گے۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! (ان حالات میں) آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ (یعنی ہم کیا کریں؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم وہ حق ادا کرو جو تمھارے ذمے ہوں۔ اور جو تمھارے حق (دوسروں کے ذمے) ہوں ان کا سوال اللہ سے کرو۔'' (بخاری و مسلم)

وَ[الْأَثَرَةُ]: اَلْاِنْفِرَادُ بِالشَّيْءِ عَمَّنْ لَهُ فِيهِ حَقٌّ.

اَلْأَثَرَةُ: (ترجیح دینا) کا مطلب ہے: جس میں دوسروں کا بھی حق ہو اس کا اکیلے حق دار بن جانا۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث کا مطلب ہے کہ جب حکمران ایسے ہوں جو تمھارے حقوق ادا نہ کریں اور تم پر اپنے آپ کو اور اپنے اقرباء وغیرہ کو ترجیح دیں تو تم صبر سے کام لو اور ان سے بغاوت کرنے کی بجائے بارگاہ الٰہی میں توبہ و استغفار اور ان کے شر اور مظالم سے بچنے کی دعا کرو' بشرطیکہ ان سے کفر صریح کا اظہار نہ ہو۔ ② حکمرانوں کے علاوہ عام معاشرتی زندگی میں بھی اگر کوئی شخص حق پر ہونے کے باوجود اپنا حق اللہ کی خاطر چھوڑ دیتا ہے تو اس کے لیے جنت کی بشارت ہے۔ ③ برائی کو روکنے سے اگر شر پھیلتا ہو اور کسی بڑے فتنے کا خطرہ ہو تو صبر سے کام لیتے ہوئے برداشت کرنا چاہیے۔ ④ معمولی اختلاف اور پروٹوکول نہ ملنے پر جماعت سے علیحدگی اختیار کرنا ناجائز ہے۔ انسان اگر سمجھتا ہے کہ اس کی خدمات کا صلہ نہیں دیا جا رہا تو اسے صبر کرنا چاہیے۔

[٥٢] وَعَنْ أَبِي يَحْيَى أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ رَضِيَ

[52] حضرت ابو یحییٰ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

[51] صحيح البخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حديث:3603، وصحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الخلفاء الأول فالأول، حديث:1843.

[52] صحيح البخاري، الفتن، باب قول النبي ﷺ: سترون بعدي أمورا تنكرونها، حديث:7057، وصحيح مسلم، الإمارة، باب الأمر بالصبر عندظلم الولاة واستئثارهم، حديث:1845.

اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ قَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا؟ فَقَالَ: «إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً، فَاصْبِرُوا حَتّٰى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کہ ایک انصاری آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے عامل نہیں بناتے (کسی سرکاری کام پر مقرر نہیں فرماتے) جس طرح فلاں شخص کو آپ نے عامل بنایا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''بلاشبہ تم میرے بعد اس صورت حال سے دو چار ہو گے کہ دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ چنانچہ تم صبر کرنا یہاں تک کہ مجھے (قیامت والے دن) حوض پر ملو۔'' (بخاری ومسلم)

وَ[أُسَيْدٌ]: بِضَمِّ الْهَمْزَةِ. وَ [حُضَيْرٌ]: بِحَاءٍ مُهْمَلَةٍ مَضْمُومَةٍ، وَضَادٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوحَةٍ، وَاللهُ أَعْلَمُ.

أُسَيْدٌ: ''ہمزہ'' پر پیش کے ساتھ اور حُضَيْرٌ: ''حا'' پر پیش اور ''ضاد'' پر زبر کے ساتھ۔ واللہ أعلم.

فوائد و مسائل: ① نبی ﷺ نے جو پیش گوئی فرمائی تھی' وہ پوری ہوگئی' جو کہ نبی ﷺ کا معجزہ اور آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔ ② حوض' وہ حوض کوثر ہے جو آپ کو جنت میں یا میدان محشر میں عطا کیا جائے گا' جہاں آپ اپنے دست مبارک سے اپنے متبع اور موحد مسلمانوں کو شراب طہور کے جام پلائیں گے' جس سے پینے والا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ ③ عہدوں کی طلب اچھی بات نہیں ہے۔ ایسے طلب گاران عہدہ و منصب کو عہدے دینے سے روکا گیا ہے' البتہ صرف اس صورت میں عہدہ طلب کرنا جائز ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کو اس کا اہل تر سمجھے اور کوئی دوسرا اس جیسا سمجھ دار' معاملہ فہم اور صاحب زہد وتقویٰ نہ ہو جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے کیا تھا۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو یحییٰ اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ] اسید بن حضیر بن سماک بن عتیک اوسی۔ ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں حالتوں میں ان کا شمار شرفاء میں ہوتا تھا۔ یہ عرب کے صاحب رائے اور پنچایتی لوگوں میں سے ایک تھے۔ 70 انصاریوں کے ساتھ بیعت عقبہ ثانیہ میں بھی شامل تھے۔ جنگ احد میں شریک ہوئے اور ان کے جسم پر 7 گہرے زخم آئے۔ جب سارے لوگ نبی ﷺ سے ہٹ گئے یہ اس وقت بھی سائے کی طرح آپ کے ساتھ ساتھ تھے۔ یہی وہ جلیل القدر صحابی ہیں جو قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے تو آسمانوں سے فرشتے ان کی تلاوت سننے کے لیے آئے تھے۔ مدینہ منورہ میں 20 ہجری کو وفات پائی۔ 18 احادیث نبویہ کے راوی ہیں۔

[٥٣] وَعَنْ أَبِي إِبْرَاهِيمَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا الْعَدُوَّ، اِنْتَظَرَ حَتّٰى إِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ قَامَ فِيهِمْ، فَقَالَ: «يَاأَيُّهَا النَّاسُ! لَا

[53] ابو ابراہیم حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض ان ایام میں جن میں آپ کا مقابلہ دشمن سے ہوا' انتظار فرمایا' (یعنی لڑائی کو مؤخر فرمایا) یہاں تک کہ جب سورج ڈھل گیا تو آپ

[53] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الجنة تحت بارقة السيوف، حديث:2818، وصحيح مسلم، الجهاد، باب كراهة تمني لقاء العدو، والأمر بالصبر عند اللقاء، حديث:1742.

تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْأَلُوا اللهَ الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ». ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اَللّٰهُمَّ! مُنْزِلَ الْكِتَابِ، وَمُجْرِيَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ، اهْزِمْهُمْ، وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ».
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''لوگو! دشمن سے ملاقات (لڑائی) کی آرزو مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت (سلامتی) مانگو۔ لیکن جب ایسا موقع آ جائے کہ تمھاری دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ثابت قدمی سے لڑو! اور یہ بات جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔'' پھر نبی ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے کتاب (قرآن مجید) کے اتارنے والے' بادلوں کو چلانے والے' (دشمن کے) لشکروں کو شکست دینے والے! ان کو شکست فاش سے دوچار فرما اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① جہاد کے لیے بھرپور تیاری اور ہمہ وقت مستعد رہنے کی اگرچہ بڑی تاکید کی گئی ہے' تاہم اس کے باوجود دشمن سے مقابلے کی آرزو کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ② صبر مومن کا بہت بڑا ہتھیار ہے' میدان جہاد میں صبر کا مطلب استقلال' پامردی اور موت سے بے خوف ہو کر لڑنا ہے۔ ③ سارا اعتماد ہتھیاروں' مادی ساز وسامان اور اپنی قوت و کثرت پر نہ ہو بلکہ ان کے ساتھ ساتھ اللہ سے فتح ونصرت کی دعا بھی کی جائے۔ ④ آپ ﷺ صبح صبح لڑائی کا آغاز فرماتے ورنہ سورج ڈھلنے کا انتظار فرماتے کہ مسلمانوں کی دعائیں ان کے شامل حال ہو سکیں جو وہ نماز ظہر کے وقت مجاہدین کے لیے کرتے ہیں۔ ⑤ جہاد ہی میں مسلمانوں کی عزت اور معیشت کا استحکام پنہاں ہے۔ آج مسلمانوں کی ذلت و خواری کی بنیادی وجہ فریضۂ جہاد سے روگردانی کے علاوہ کوئی نہیں ہے کیونکہ نبیٔ کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''جب تم جہاد کو چھوڑ دو گے تب اللہ تم پر ذلت وخواری مسلط کر دے گا۔''

راویٔ حدیث: [حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما] عبداللہ بن ابی اوفی بن خالد اسلمی۔ ابواوفی کا نام علقمہ ہے۔ ان کی کنیت ابومحمد' ابوابراہیم یا ابومعاویہ ہے۔ حدیبیہ' بیعت رضوان' غزوۂ خیبر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ یہ خود بھی اور ان کے والد ابواوفی بھی شرف صحابیت سے بہرہ ور ہوئے۔ نبی ﷺ کی وفات کے بعد کوفہ میں چلے گئے۔ اپنی زندگی کے آخری ایام وہیں گزارے۔ آخر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ کوفہ میں وفات پانے والے صحابہ میں سے آخری ہیں۔ 87 ہجری میں وفات پائی جبکہ بعض کا 86 ہجری کا قول بھی ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ کے 95 فرامین عالیہ کے راوی ہیں۔

[٤] بَابُ الصِّدْقِ

باب:4- سچائی کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَكُونُوا۟ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ﴾ [التوبة: ١١٩]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو! اور سچوں کے ساتھی بنو۔''

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ﴾ [الأحزاب: ٣٥]

اور فرمایا: ''سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں (......اللہ نے ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے)۔''

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ [محمد: ٢١].

مزید فرمایا: ''اگر وہ اللہ سے سچ بولتے تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا۔''

فائدہ آیات: سچ کے معنی ہیں: خبر کا واقعے کے مطابق ہونا اور جھوٹ کا مطلب اس کے برعکس، یعنی خبر کا واقعے کے مطابق نہ ہونا ہے۔ بعض کہتے ہیں سچ کا مطلب ہے: ظاہر و باطن اور جلوت و خلوت میں یکساں ہونا اور بعض کے نزدیک عمل کا احکام شرع کے تقاضوں کے مطابق ہونا، سچ ہے۔ سچ کے یہ سارے مفہوم ہی اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں اور ان سب پر سچ کا اطلاق صحیح ہے۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ:

احادیث درج ذیل ہیں:

[٥٤] فَالْأَوَّلُ: عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيقًا، وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[54] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً سچائی، نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے اللہ کے ہاں بہت سچا لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ نافرمانی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نافرمانی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ اور آدمی یقیناً جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں اسے بہت جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① صِدِّیق اور کَذَّاب دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ مطلب ہے کہ سچائی جس کی طبیعت ثانیہ بن جائے اور جھوٹ جس کی پختہ عادت بن جائے۔ جس طرح انسان دنیا میں اپنے اچھے یا برے اعمال کے ساتھ مشہور ہوتا ہے، اسی طرح اللہ کے ہاں بھی ہے۔ ② اللہ کے ہاں صدیق لکھے جانے کا مطلب سچائی کے اجر و ثواب کا، اور کذاب لکھے جانے کا مطلب جھوٹ کی سزا کا مستحق قرار پانا ہے۔ ③ حدیث میں سچائی کی ترغیب ہے کیونکہ یہ خیر کا سبب ہے اور جھوٹ سے اجتناب کی تاکید ہے کیونکہ یہ منبع شر ہے اور منافقت کی علامت ہے۔ ④ جھوٹ سے بسا اوقات وقتی طور پر فائدہ ہوتا ہے اور انسان کسی نقصان سے بھی بچ سکتا ہے لیکن اس کا انجام نہایت بھیانک ہے۔ سچائی سے وقتی طور پر مشکلات آ سکتی ہیں لیکن انجام کار سرخروئی ہوتی ہے۔ ⑤ سچائی کی برکت سے انسان کسی ناگہانی مصیبت سے بھی محفوظ رہتا ہے جیسا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ کو پہلی وحی کے موقع پر تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ......اللہ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا کیونکہ......آپ سچ بولتے ہیں...... (صحیح مسلم، الإیمان، حدیث:160)

[54] صحيح البخاري، الأدب، باب قول الله تعالى: ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾......، حديث: 6094، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم النميمة، وباب قبح الكذب......، حديث: 2606، 2607.

[٥٥] اَلثَّانِي : عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: «دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلٰى مَا لَا يُرِيبُكَ، فَإِنَّ الصِّدْقَ طُمَأْنِينَةٌ، وَالْكَذِبَ رِيبَةٌ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

[55] حضرت ابومحمد حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنے ہوئے یہ الفاظ یاد ہیں: ''وہ چیز چھوڑ دے جو تجھے شک میں ڈالے اور اس کو اختیار کر جس کے متعلق تجھے شک وشبہ نہ ہو' اس لیے کہ سچ' اطمینان (کا باعث) ہے اور جھوٹ شک اور بے چینی ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث صحیح ہے۔)

قَوْلُهُ: «يُرِيبُكَ» هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّهَا، وَمَعْنَاهُ: أُتْرُكْ مَا تَشُكُّ فِي حِلِّهِ، وَاعْدِلْ إِلٰى مَا لَا تَشُكُّ فِيهِ.

يُرِيبُكَ: "یا" پر زبر اور پیش' دونوں طرح صحیح ہے (یعنی رَابَ يَرِيبُ یا أَرَابَ يُرِيبُ) اس کے معنی ہیں: جس چیز کے حلال ہونے میں شک ہو' اسے چھوڑ دو اور ایسی چیز کو اختیار کرو جس میں تمھیں شک نہ ہو۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ شبہات سے بچنا ضروری ہے تا کہ حرام کا ارتکاب نہ ہو جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص شبہات سے بچ گیا' اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچا لیا۔ ② شبہات کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انسان خواہ مخواہ ہی تشکیک کا شکار رہے اور اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرتا رہے جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کے حلال اور حرام دونوں طرف دلائل ہوں اسے ترک کر دے مبادا کہ حرام میں واقع ہو جائے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابومحمد حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما] ابومحمد حسن بن علی نبیٔ اکرم ﷺ کے نواسے' دل کا سرور اور دنیا میں آپ کے لیے خوشبو تھے۔ جنتی نوجوانوں کے سرداروں میں سے ایک یہ بھی ہیں۔ ان کے والد گرامی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کو خلیفہ بنایا گیا لیکن انھوں نے اپنی خلافت کے سات ماہ بعد ہی جمادی الاولیٰ 41 ہجری کو امیر معاویہ کے حق میں دستبردار ہونے کا اعلان کر دیا تا کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان خون نہ بہنے پائے۔ 49 یا 50 ہجری کو مدینہ میں فوت ہوئے اور آپ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ آپ دانا' بردبار اور بھلائی کو پسند کرنے والے تھے۔ لوگوں میں فصاحت وبلاغت اور بالبداہت کلام کرنے میں سب سے اچھے تھے۔ کتب احادیث میں 13 احادیث ان سے مروی ہیں۔

[٥٦] اَلثَّالِثُ : عَنْ أَبِي سُفْيَانَ صَخْرِ بْنِ

[56] حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ وہ لمبی حدیث

[55] جامع الترمذي، صفة القيامة والرقائق والورع عن رسول الله ﷺ، باب حديث اعقلها و توكل......، حديث: 2518، ومسند أحمد: 200/1.

[56] صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ ......، حديث: 7، وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب كتاب النبي ﷺ إلى هرقل يدعوه إلى الإسلام، حديث: 1773.

حَرْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فِي حَدِيثِهِ الطَّوِيلِ فِي قِصَّةِ هِرَقْلَ، قَالَ هِرَقْلُ: فَمَاذَا يَأْمُرُكُمْ - يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ - قَالَ أَبُو سُفْيَانَ: قُلْتُ: يَقُولُ: «اُعْبُدُوا اللهَ وَحْدَهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَاتْرُكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، وَالصِّلَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

روایت کرتے ہیں جس میں (بادشاہ روم) ہرقل کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ ہرقل نے ابوسفیان سے (جب کہ وہ ابھی کافر تھے) پوچھا: وہ پیغمبر' یعنی نبی ﷺ' تمھیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں: میں نے کہا: وہ کہتا ہے: "صرف ایک اللہ کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور ان باتوں کو چھوڑ دو جو تمھارے باپ دادا کہتے (اور کرتے) رہے۔ اور وہ پیغمبر ہمیں نماز پڑھنے' سچ بولنے' پاک دامنی اور صلہ رحمی کرنے کا حکم دیتا ہے۔" (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں ایک دشمن کی زبان سے نبی ﷺ اور آپ کی تعلیمات کی سچائی کا اعتراف ہے' اس لیے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے یہ اعتراف اس وقت کیا تھا جب وہ مسلمان نہیں تھے۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں پوری تفصیل سے بیان ہوئی ہے۔ ② اس سے سچ بولنے اور جھوٹ سے اجتناب کرنے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کی بنیادی اور ابتدائی تعلیمات میں بھی اس کی ترغیب دی گئی ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ] صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس۔ کنیت ان کی ابوسفیان ہے اور یہ کنیت ہی سے مشہور تھے۔ نبی ﷺ کے ساتھ معرکہ آرائی میں کفار کے علمبردار' قائد اور سپہ سالار ہوتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر اسلام اس وقت قبول کیا جب عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ان کو اپنی پناہ اور حفاظت میں نبی ﷺ کے پاس لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ دخولِ مکہ سے پہلے کا واقعہ ہے۔ یہ نبی ﷺ کے سسر بھی ہیں۔ ان کا اسلام بہت عمدہ اور خوب رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں 32 ہجری میں فوت ہوئے۔

[٥٧] اَلرَّابِعُ: عَنْ أَبِي ثَابِتٍ، وَقِيلَ: أَبِي سَعِيدٍ، وَقِيلَ: أَبِي الْوَلِيدِ، سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، - وَهُوَ بَدْرِيٌّ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ سَأَلَ اللهَ تَعَالَى الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ، وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[57] حضرت ابوثابت' بعض کہتے ہیں: ابوسعید اور بعض کے نزدیک ابو ولید' سہل بن حنیف' جو بدری صحابی ہیں' سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص سچے دل سے اللہ سے شہادت مانگے (لیکن اسے کافروں سے لڑنے کا موقع نصیب نہ ہو) تو اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے مرتبوں تک پہنچا دے گا اگرچہ اسے اپنے بستر پر موت آئے۔" (مسلم)

فوائد و مسائل: ① سچائی دو طرح کی ہوتی ہے: زبان سے سچ بولنا، دل کی سچائی۔ زبان سے سچ بولنے والے کا ذکر تو پہلے گزر چکا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے اور اللہ کے ہاں اس کا شمار صدیقین میں ہونے لگتا ہے۔ اس حدیث میں جذبۂ صادق کا ذکر ہے کہ اگر کوئی شخص سچے دل کے ساتھ کوئی کام اور نیکی کرنے کا عزم رکھتا ہے اور

[57] صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب طلب الشهادة في سبيل الله تعالى، حديث: 1909.

کسی وجہ سے حاصل نہیں کر پاتا تو سچائی کی اس برکت سے اللہ تعالیٰ اسے وہ مقام عطا کر دیتا ہے۔ ② اس میں خالص نیت کی فضیلت کا بیان ہے کہ دل میں نیت کر لینے ہی سے اللہ لوگوں کو شہداء کے مرتبوں پر فائز کر دیتا ہے اور اسی نیت کی خرابی سے میدان جہاد میں مرنے والوں کو جہنم میں ڈالے گا۔

راویٔ حدیث: [حضرت سہل بن حُنَیف رضی اللہ عنہ] سہل بن حنیف بن وہب انصاری۔ ان کی کنیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابوسعد، ابوثابت اور ابوالولید وغیرہ ذکر کی گئی ہے۔ انصاری، اوسی اور مدنی ہیں۔ غزوۂ بدر اور باقی تمام غزوات میں بھی شریک رہے۔ غزوۂ احد میں نبی ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد حضرت علی اور ان کے درمیان مؤاخات قائم ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بصرہ پر عامل مقرر کیا تھا۔ یہ جنگِ جمل کے بعد کا واقعہ ہے۔ جنگ صفین میں بھی یہ حضرت علی کے ساتھ تھے۔ 38 ہجری کو کوفہ میں فوت ہوئے۔ ان سے 40 احادیث مروی ہیں۔

[٥٨] اَلْخَامِسُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «غَزَا نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ لِقَوْمِهِ: لَايَتْبَعَنِّي رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ، وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَبْنِيَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ بِهَا، وَلَا أَحَدٌ بَنٰى بُيُوتًا لَمْ يَرْفَعْ سُقُوفَهَا، وَلَا أَحَدٌ اشْتَرٰى غَنَمًا أَوْ خَلِفَاتٍ وَهُوَ يَنْتَظِرُ أَوْلَادَهَا. فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلَاةَ الْعَصْرِ أَوْ قَرِيبًا مِّنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ لِلشَّمْسِ: إِنَّكِ مَأْمُورَةٌ وَأَنَا مَأْمُورٌ، اَللّٰهُمَّ! احْبِسْهَا عَلَيْنَا، فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ، فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ، فَجَاءَتْ - يَعْنِي النَّارَ - لِتَأْكُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا، فَقَالَ: إِنَّ فِيكُمْ غُلُولًا، فَلْيُبَايِعْنِي مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ رَجُلٌ، فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهِ، فَقَالَ: فِيكُمُ الْغُلُولُ فَلْتُبَايِعْنِي قَبِيلَتُكَ، فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ بِيَدِهِ، فَقَالَ: فِيكُمُ الْغُلُولُ، فَجَاؤُوا بِرَأْسٍ مِّثْلِ رَأْسِ بَقَرَةٍ مِّنَ الذَّهَبِ، فَوَضَعَهَا، فَجَاءَتِ النَّارُ فَأَكَلَتْهَا، فَلَمْ

[58] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انبیاء میں سے ایک نبی نے جہاد (کے لیے نکلنے کا ارادہ) کیا تو اس نے اپنی قوم سے کہا: میرے ساتھ وہ شخص نہ نکلے جس نے کسی عورت سے (نیا نیا) نکاح کیا ہے اور وہ اس سے ہم بستری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن ابھی اس نے یہ کام نہیں کیا، نہ وہ شخص نکلے جس نے گھر بنایا ہو لیکن اس نے ابھی اس کی چھت نہیں ڈالی اور نہ وہ شخص جس نے (حاملہ) بکریاں یا اونٹنیاں خریدی ہیں اور وہ ان کے بچے جننے کے انتظار میں ہو۔ چنانچہ اس پیغمبر نے (اس کے بعد) جہاد کے لیے اپنا سفر شروع کر دیا، وہ اس (جہاد والی) بستی میں عصر کی نماز کے وقت یا عصر کے قریب پہنچا۔ اس نے سورج سے (خطاب کرتے ہوئے) کہا: تو بھی اللہ کی طرف سے مامور (مقرر کردہ) ہے اور میں بھی اللہ کی طرف سے مامور ہوں۔ اے اللہ! اس سورج کو ہم پر روک لے (یعنی لڑائی اور اس کا نتیجہ برآمد ہونے تک اسے غروب نہ فرما)۔ چنانچہ سورج کو روک لیا گیا، یہاں تک کہ اللہ نے اس بستی کو ان کے ہاتھوں فتح کر دیا۔ تو اس نے غنیمتیں جمع کیں اور (آسمان سے)

[58] صحيح البخاري، فرض الخمس، باب قول النبي ﷺ: أحلت لكم الغنائم ، ......، حديث: 3124، وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب تحليل الغنائم لهذه الأمة خاصة، حديث: 1747.

تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لأَحَدٍ قَبْلَنَا ، ثُمَّ أَحَلَّ اللهُ لَنَا الْغَنَائِمَ لَمَّا رَأَى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَأَحَلَّهَا لَنَا» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

اسے کھانے کے لیے آگ آئی لیکن اس نے اسے نہ کھایا۔ (یہ دیکھ کر) اس پیغمبر نے کہا: بے شک تمھارے اندر خیانت کا عمل ہے' تم میں سے ہر قبیلے کا ایک آدمی مجھ سے آ کر بیعت کرے۔ چنانچہ اس طرح بیعت کرتے ہوئے ایک آدمی کا ہاتھ پیغمبر کے ہاتھ کے ساتھ چمٹ گیا۔ اس نے کہا: بس تمھارے قبیلے کے اندر ہی خیانت کا عمل ہے' لہٰذا تیرا (پورا) قبیلہ میرے ہاتھ پر بیعت کرے۔تو ان میں سے دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ پیغمبر کے ہاتھ کے ساتھ چمٹ گئے۔ پیغمبر نے کہا: تمھارے اندر خیانت ہے۔ چنانچہ وہ ایک سونے کا سر' گائے کے سر کی مثل' لے کر آئے' اور اسے (کھلے میدان میں) رکھ دیا اور آگ نے آ کر اسے کھا لیا۔ (یہ علامت تھی کہ جہاد کا یہ عمل مقبول ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:) ہم سے پہلے یہ غنیمتیں کسی کے لیے حلال نہیں تھیں۔ جب اللہ نے ہماری عاجزی اور کمزوری کو دیکھا تو اسے ہمارے لیے حلال فرما دیا۔'' (بخاری و مسلم)

[اَلْخَلِفَاتُ]: بِفَتْحِ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَكَسْرِ اللَّامِ ، جَمْعُ خَلِفَةٍ ، وَهِيَ النَّاقَةُ الْحَامِلُ .

اَلْخَلِفَاتُ: ''خا'' پر زبر اور ''لام'' کے نیچے زیر۔ خَلِفَةٌ کی جمع ہے: گابھن اونٹنی۔

فوائد و مسائل: ① امام سیوطی کے نزدیک یہ پیغمبر حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔ ان کے طرز عمل سے معلوم ہوا کہ مجاہدین کے دنیاوی معاملات کا معقول انتظام ضروری ہے تاکہ وہ پوری دل جمعی اور یکسوئی کے ساتھ مصروف جہاد رہیں۔ ② مال غنیمت کی حلت' امت محمدیہ کی خصوصیت ہے' ورنہ اس سے قبل اسے آگ کھا جاتی تھی۔ ③ اس میں پیغمبر کے معجزے کا اثبات ہے کہ اس کے لیے سورج کی رفتار کو روک دیا گیا تاآنکہ اس نے فتح حاصل کر لی۔ ④ خیانت اور بددیانتی بھی جھوٹ کی قسم ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے جہاد جیسا عظیم عمل بھی قبول نہیں ہوتا۔ ⑤ جب متعین افراد ہوں اور وہاں کوئی چیز چوری ہو جائے تو چور تلاش کرنے کی خاطر سب کی تلاشی لینی جائز ہے۔ ⑥ صحیح احادیث سے سورج کا رکنا صرف یوشع بن نون علیہ السلام کے لیے ثابت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو معروف ہے کہ ان کی عصر کی نماز رہ گئی تو سورج واپس آ گیا تو یہ رافضیوں کی خود ساختہ کہانی ہے۔

[٥٩] اَلسَّادِسُ : عَنْ أَبِي خَالِدٍ حَكِيمِ بْنِ

[59] حضرت ابو خالد حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

[59] صحيح البخاري، البيوع، باب إذا بيّن البيّعان ولم يكتما ونصحا، حديث:2079، وصحيح مسلم، البيوع، باب الصدق في البيع والبيان، حديث:1532.

حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دونوں سودا کرنے والوں کو اس وقت تک اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں۔ چنانچہ اگر وہ دونوں سچ بولیں اور چیز کی حقیقت صحیح صحیح بیان کر دیں (یعنی کوئی عیب وغیرہ ہو تو بتلا دیں) تو ان کے اس سودے میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔ اور اگر وہ چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کے سودے سے برکت مٹا دی جاتی ہے۔''

(بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① دو سودا کرنے والوں سے مراد بائع اور مشتری (بیچنے اور خریدنے والا) ہیں۔ اختیار کا مطلب ہے کہ جب تک دونوں مجلس میں موجود رہیں انھیں سودا فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ لوگ بالعموم بات چیت کے اختتام کے بعد سودا فسخ کرنے کو جائز نہیں سمجھتے گو فریقین مجلس میں موجود رہیں (جیسا کہ احناف کا بھی مسلک ہے) لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ حدیث سے ایسا سمجھنے والوں کی تردید ہوتی ہے۔ ② سودے میں سچائی برکت کا اور جھوٹ اور اخفا (عیب کا چھپانا) بے برکتی کا باعث ہے۔ ③ مال کے حصول میں انسان نہایت حریص اور کثرت کی طلب میں ہلکان رہتا ہے۔ اس کے لیے وہ جھوٹ بھی بولتا ہے اور دوسروں کو دھوکا دینے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ اس کے لینے اور دینے کے پیمانے جدا جدا ہوتے ہیں۔ مسلمان کو یہ سبق سکھایا گیا ہے کہ اس طرح مال مقدار میں تو زیادہ ہو سکتا ہے لیکن اس کی خیر و برکت اٹھ جاتی ہے۔ اور برکت اضافے سے بہت بہتر ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو خالد حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ] حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ قرشی۔ ان کی کنیت ابو خالد ہے۔ حزام کی ''حا'' کے نیچے زیر ہے۔ قریش کے قبیلے بنو اسد سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ کے ساتھ بعثت سے پہلے اور بعد میں بہت زیادہ دوستی تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں۔ اشراف قریش میں شمار ہوتے ہیں۔ واقعۂ فیل سے 13 سال پہلے خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کیا۔ مدینہ منورہ میں 54 ہجری کو 120 برس کی طویل عمر پا کر فوت ہوئے۔ ان سے 40 احادیث مروی ہیں۔

[٥] بَابُ الْمُرَاقَبَةِ

باب: 5- مراقبے (اللہ کی طرف دھیان دینے) کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿الَّذِي يَرَىٰكَ حِينَ تَقُومُ ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّٰجِدِينَ﴾ [الشعراء: ٢١٨، ٢١٩]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وہ جو تجھے دیکھتا ہے جب تو (اکیلا نماز میں) کھڑا ہوتا ہے۔ اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ تیری نقل و حرکت بھی (دیکھتا ہے)۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾ [الحديد: ٤]

اور فرمایا: ''وہ تمھارے ساتھ ہے (اپنے علم کے لحاظ سے) جہاں بھی تم ہو۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ﴾ [آل عمران: ٥]

نیز فرمایا: ''بے شک اللہ پر آسمان اور زمین کی کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ [الفجر: ١٤]

اور فرمایا: ''بے شک تیرا رب البتہ گھات میں ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾ [غافر: ١٩]

اور فرمایا: ''وہ خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور سینوں میں مخفی باتوں کو جانتا ہے۔''

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ.

اس موضوع پر اور بھی بہت سی آیات ہیں جو کہ معلوم ہیں۔

فائدہ آیات: ان تمام آیات سے واضح ہے کہ انسان جو کچھ کرتا ہے وہ اللہ کے علم میں ہے' اس سے کوئی چیز مخفی ہے نہ مخفی رہ ہی سکتی ہے' اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ کی اس صفت علم و بصر اور صفت سمع کو ہر وقت سامنے رکھے تا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچ سکے۔ اللہ کی یہ صفات جس حد تک اس کے سامنے رہیں گی' اسی قدر وہ اللہ کی نافرمانیوں سے کنارہ کش رہے گا۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ:

اور جو احادیث ہیں' وہ ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

[٦٠] فَالْأَوَّلُ: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ، إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، لَا يُرٰى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَايَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتّٰى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ، وَقَالَ: يَامُحَمَّدُ! أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**اَلْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا**». قَالَ: صَدَقْتَ. فَعَجِبْنَا لَهُ

[60] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک روز رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اس دوران میں اچانک ایک آدمی ہمارے پاس آ دھمکا' انتہائی سفید کپڑوں میں ملبوس اور سخت سیاہ بالوں والا۔ اس پر سفر کا نام و نشان نظر آتا تھا نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں کے ساتھ ملا دیے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنی رانوں پر رکھ لیا (یعنی نہایت مؤدب ہو کر بیٹھ گیا) اور کہا: اے محمد! (ﷺ) مجھے اسلام کے بارے میں بتلایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں' نماز قائم کرو' زکاۃ ادا کرو' رمضان کے

[60] صحيح البخاري، الإيمان، باب سؤال جبريل النبيﷺ ......، حديث:50، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام......، حديث:8 واللفظ له.

يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ! قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ. قَالَ: «أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ». قَالَ: صَدَقْتَ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ. قَالَ: «أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ». قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ. قَالَ: «مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ». قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا. قَالَ: «أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ، رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ». ثُمَّ انْطَلَقَ، فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ: «يَاعُمَرُ! أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟» قُلْتُ: اَللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: «فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ، أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ أَمْرَ دِينِكُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

روزے رکھو اور اگر تمھیں راستے (سفر حج) کی طاقت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔'' اس نے کہا: آپ نے سچ کہا۔ ہم نے اس کی بات پر تعجب کیا کہ یہ آپ سے سوال بھی کرتا ہے اور آپ کی تصدیق بھی کرتا ہے! اس نے (پھر) کہا: مجھے ایمان کے متعلق بتلایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' اس کی (نازل کردہ) کتابوں پر' اس کے رسولوں پر' یوم آخرت پر اور اچھی بری تقدیر پر ایمان رکھو۔'' اس نے (پھر) کہا: آپ نے سچ کہا۔ اس نے کہا: مجھے احسان کی بابت بتلایئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی ایسے عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو' اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔'' اس نے کہا: مجھے قیامت کے بارے میں خبر دیجیے (کہ وہ کب آئے گی؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے بارے میں' جس سے سوال کیا گیا ہے' وہ سائل سے زیادہ علم رکھنے والا نہیں (یعنی مجھے تم سے زیادہ علم نہیں)۔'' اس نے کہا: (اچھا) اس کی (بڑی بڑی) نشانیاں بیان فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی۔ اور یہ کہ تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے کہ جن کے جسم پر کپڑے' پیروں میں جوتیاں اور کھانے کو خوراک نہیں ہوگی (لیکن پھر ان فقیروں کے پاس اتنی دولت آجائے گی کہ) وہ عمارتوں میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ پھر وہ (نووارد سائل) چلا گیا۔ (راویٔ حدیث) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں کافی دیر تک (نبی ﷺ کی خدمت میں) ٹھہرا رہا' پھر آپ ﷺ نے مجھ سے کہا: ''عمر! جانتے ہو' یہ سائل کون تھا؟'' میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ جبرئیل تھے جو تمھیں تمھارا دین سکھانے کے لیے آئے تھے۔'' (مسلم)

وَمَعْنَى [تَلِدُ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا]، أَيْ: سَيِّدَتَهَا،

''لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی۔'' اس کا مطلب ہے کہ

وَمَعْنَاهُ: أَنْ تَكْثُرَ السَّرَارِيُّ حَتّٰى تَلِدَ الْأَمَةُ السُّرِّيَّةُ بِنْتًا لِسَيِّدِهَا، وَبِنْتُ السَّيِّدِ فِي مَعْنَى السَّيِّدِ، وَقِيلَ غَيْرُ ذٰلِكَ.

لونڈیوں کی کثرت ہو جائے گی' یہاں تک کہ ہم خوابی کے لیے مخصوص لونڈی اپنے آقا کے لیے بیٹی جنے گی۔ اور یہ آقا کی بیٹی' آقا ہی کے معنی میں ہے۔ اس کے اس کے علاوہ اور بھی کئی مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔

وَ[الْعَالَةُ]: اَلْفُقَرَاءُ. وَقَوْلُهُ [مَلِيًّا] أَيْ: زَمَنًا طَوِيلًا، وَكَانَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا.

عَالَةً: کے معنی فقراء ہیں۔ مَلِيًّا کا مطلب ہے: طویل زمانہ۔ اور حدیث میں اس سے مراد یہ تین دن تھے۔

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث' حدیث جبریل کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں اساسیات اسلام کا بیان ہے جن کی تفصیلات ہر مسلمان جانتا ہے۔ ② تقدیر کا مطلب ہے: ہر چیز جو ابد تک ہوگی' اس کا علم پہلے ہی سے اللہ کو ہے اور اس نے اس کو لکھ دیا ہے۔ اب جو کچھ ہوتا ہے' اس کے اسی علم کے مطابق ہوتا ہے جو اس نے لکھ رکھا ہے۔ اس کے اچھے برے ہونے کا مطلب ہے کہ مثلاً: فراغت' خوش حالی' پیداوار کی کثرت اور فراوانی' یہ خیر ہے اور قحط سالی' آلام و مصائب وغیرہ' یہ شر ہے اور یہ خیر اور شر ہمارے اعتبار سے ہے' ورنہ اللہ کے تو ہر کام میں ہی کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت ہوتی ہے جس کو صرف وہی جانتا ہے۔ ③ اس میں استاد اور شاگرد کے آداب کا بھی تذکرہ ہے۔ ④ عبادات میں خشوع وخضوع مطلوب ہے۔ کوئی بھی عبادت اس وقت تک ثمر آور نہیں ہوسکتی جب تک اس میں خشوع وخضوع نہ ہو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان کا یہ یقین پختہ ہو کہ اس کا خالق ہر وقت اور ہر جگہ اسے دیکھ رہا ہے اور وہ ایسے عبادت کرے جیسے خالق حقیقی سے ہم کلام ہو۔ ⑤ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ انبیاء نے مستقبل کے بارے میں جو خبریں دی ہیں وہ وحیٔ الٰہی کی بنیاد پر دی ہیں اور اسے علم غیب نہیں کہا جاتا۔

[٦١] اَلثَّانِي: عَنْ أَبِي ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ، وَأَبِي عَبْدِالرَّحْمٰنِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[61] حضرت ابوذر جندب بن جنادہ اور حضرت ابوعبدالرحمٰن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تو جہاں کہیں بھی ہو' اللہ سے ڈر! اور برائی کے پیچھے نیکی کر' نیکی برائی کو مٹا دے گی۔ اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آ۔“ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد و مسائل: ① ”نیکی برائی کو مٹا دے گی“ کا مطلب ہے کہ نیکی' برائی کا کفارہ بن جاتی ہے' یعنی انسان کو چاہیے کہ گناہ سرزد ہو جانے کے بعد فوراً ہی کوئی نیکی کرے تاکہ گناہ کے جسمانی اور روحانی مضر اثرات زائل ہو جائیں کیونکہ بندۂ مومن کو گناہ بے کل کیے رکھتے ہیں تاوقتیکہ توبہ کر لے یا کوئی نیکی کر لے۔ مومن کے شایان شان یہی ہے کہ گناہ کے فوراً بعد توبہ کر لے' اس طرح اس کا گناہ لکھا بھی نہیں جائے گا۔ ② جلوت وخلوت میں اللہ کا تقویٰ ضروری ہے اور یہی حقیقی تقویٰ

[61] جامع الترمذي، البر والصلة عن رسول اللهﷺ، باب ما جاء في معاشرة الناس، حديث: 1987، و مسند أحمد: 153/5.

ہے کہ انسان تنہا ہو یا لوگوں میں، کوئی اسے دیکھ رہا ہو یا نہ دیکھ رہا ہو ہر حال میں وہ اللہ سے ڈرے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب اللہ کی عظمت اور اس ذات عالی کا وقار انسان کے دل میں جاگزیں ہو۔ جلوت میں تقوے کا اظہار اور خلوت میں اللہ کی حرمتوں کو پامال کرنا اتنا گھناؤنا جرم ہے کہ اس سے انسان کے سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ دیکھیے: (سنن ابن ماجہ، الزھد، حدیث: 4245) ③ حسن اخلاق بھی ان اعمال میں سے ہے جن سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ] جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید۔ ان کی کنیت ابوذر غفاری ہے اور یہ کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ کنانہ بن خزیمہ کے قبیلے بنو غفار سے ان کا تعلق ہے۔ صحابی ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں۔ سچائی میں انھیں بطور مثال پیش کیا جاتا تھا۔ اپنے ہی قول کے مطابق یہ پانچویں نمبر پر اسلام لائے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے سب سے پہلے نبی ﷺ کو اسلامی سلام کیا۔ مقام ربذہ میں 32 ہجری میں وفات پائی۔ 281 احادیث کے راوی ہیں۔

[حضرت ابوعبدالرحمٰن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ] معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس انصاری خزرجی۔ کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ علم حلال و حرام میں سب سے مقدم ہیں۔ نبی ﷺ کی حدیث ہے: [أَعْلَمُ أُمَّتِي بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ] ''میری امت میں حلال و حرام کو معاذ بن جبل سے بڑھ کر جاننے والا کوئی نہیں۔'' یہ بہت خوبصورت اور کڑیل جوان تھے۔ بیعت عقبہ اور غزوۂ بدر وغیرہ میں شریک ہوئے۔ نبی ﷺ نے ان کو یمن کا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ بن جراح کے بعد شام کا والی اور گورنر مقرر کیا۔ بڑے معزز اور بزرگ فقہائے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ 17 ہجری کو طاعون عمواس میں یا ایک قول کے مطابق 18 ہجری کو وفات پائی۔ ابھی عنفوان شباب ہی میں تھے کہ 38 سال کی عمر میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ کتب احادیث میں ان کی مرویات کی تعداد 157 ہے۔

[٦٢] اَلثَّالِثُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمًا، فَقَالَ: «يَاغُلَامُ! إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: اِحْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ، وَاعْلَمْ: أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ، لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ، وَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ، لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ، وَجَفَّتِ الصُّحُفُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ

[62] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک دن (سواری پر) رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (بیٹھا ہوا) تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لڑکے! میں تجھے چند (اہم) باتیں بتلاتا ہوں (انھیں یاد رکھ:) تو اللہ (کے احکام) کی حفاظت کر! اللہ تیری حفاظت فرمائے گا۔ تو اللہ (کے حقوق) کا خیال رکھ تو اسے اپنے سامنے پائے گا (یعنی اس کی حفاظت اور مدد تیرے ہم رکاب رہے گی۔) جب تو سوال کرے تو صرف اللہ سے کر۔ جب تو مدد چاہے (ماورائے اسباب طریقے سے) تو صرف اللہ سے مدد طلب کر۔ اور یہ بات جان لے کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تجھے کچھ نفع

[62] جامع الترمذي، صفة القيامة والرقائق ...... باب حديث حنظلة ......، حديث: 2516، و مسند أحمد: 308،307/1.

صَحِيحٌ.

پہنچانا چاہے تو وہ تجھے اس سے زیادہ کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے۔ اور اگر وہ تجھے کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لیے گئے (یعنی لکھ کر فارغ ہو گئے) اور صحیفے (نوشتہ ہائے تقدیر) خشک ہو گئے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

وَفِي رِوَايَةِ غَيْرِ التِّرْمِذِيِّ: «اِحْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ أَمَامَكَ، تَعَرَّفْ إِلَى اللهِ فِي الرَّخَاءِ، يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ، وَاعْلَمْ: أَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَاعْلَمْ: أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا».

اور ترمذی کے علاوہ ایک اور روایت میں ہے: ''تو اللہ (کے حقوق) کا خیال رکھ تو اس کو اپنے سامنے پائے گا۔ تو خوش حالی میں اللہ کو پہچان اور اس کی طرف توجہ رکھ وہ تجھے تنگی اور مصیبت میں پہچانے گا (یعنی تیری دست گیری فرمائے گا۔) اور جان لے کہ جو تجھ سے چوک جائے وہ تجھے ملنے والا نہیں ہے اور جو تجھے پہنچنے والا ہے وہ تجھ سے چوک نہیں سکتا۔ اور یہ (بھی) جان لے کہ (اللہ کی) مدد صبر کے ساتھ ہے اور کشادگی تکلیف کے ساتھ ہے اور تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو کوئی بدلنے پر قادر نہیں ہے۔ ② دنیا میں جو بھی تکلیف آتی ہے وہ ہمیشہ نہیں رہتی' اس کے بعد کشادگی اور فرحت و انبساط کا موقع آ جاتا ہے۔ ③ مافوق الاسباب طریقے سے' اللہ کے سوا کسی سے مدد نہ مانگی جائے کیونکہ یہ شرک ہے۔ ④ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا انسان خیال رکھے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے اس بندے کا خیال رکھتا اور مدد فرماتا ہے۔ ⑤ نوجوان بچوں کو گاہے بگاہے دینی احکام اور اللہ تعالیٰ کی عظمت سے آگاہ کرتے رہنا چاہیے تاکہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور عظمت جاگزیں رہے۔ ⑥ اجتماعی وعظ و نصیحت کے ساتھ ساتھ انفرادی اصلاح و تربیت کا بھی اہتمام کرنا چاہیے کہ یہ زیادہ مؤثر ہے۔

[٦٣] اَلرَّابِعُ: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّكُمْ لَتَعْمَلُونَ أَعْمَالًا هِيَ أَدَقُّ فِي أَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ، كُنَّا نَعُدُّهَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنَ الْمُوبِقَاتِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَقَالَ: [اَلْمُوبِقَاتُ]

[63] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے (اپنے دور کے لوگوں سے) فرمایا: تم بہت سے ایسے کام کرتے ہو جو تمھاری آنکھوں میں بال سے زیادہ باریک (حقیر اور معمولی) ہوتے ہیں (لیکن) ہم انھیں رسول اللہ ﷺ کے

[63] صحيح البخاري، الرقاق، باب ما يتقى من محقرات الذنوب، حديث:6492.

اَلْمُهْلِكَاتُ.

زمانے میں سخت تباہ کن چیزوں میں شمار کرتے تھے۔'' (اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: مُوبِقَات کے معنی ہیں: ہلاک کرنے والے۔)

فوائد ومسائل: ① اللہ کا خوف دلوں میں جتنا زیادہ ہوتا ہے' اتنا ہی انسان اللہ کی نافرمانی سے ڈرتا ہے۔ یہ خوف جتنا کم ہوتا جاتا ہے' انسان کی گناہوں پر دلیری بڑھتی جاتی ہے۔ صحابۂ کرام ﷺ کے دلوں میں اللہ کا شدید خوف تھا' اس لیے وہ معمولی سے معمولی گناہ کرتے ہوئے بھی ڈر محسوس کرتے تھے۔ عہد رسالت کے بُعد کے ساتھ ساتھ یہ خوف بتدریج کم ہوتا گیا حتی کہ سخت تباہ کن گناہ بھی لوگوں کی نظروں میں حقیر معلوم ہونے لگے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اللہ کی عظمت وجلالت کا تصور کرتے ہوئے اس کا خوف دلوں میں پیدا کیا جائے۔ ② انسان کے مومن ہونے کی نشانی ایک حدیث میں یہ بتائی گئی ہے کہ اس کو نیکی کر کے اطمینان ہو اور وہ خوشی محسوس کرے اور گناہ ہو جائے تو اسے برا لگے اور وہ ندامت محسوس کرے۔ ایمان کی کمزوری کے ساتھ ساتھ گناہوں کی ہولناکی اور ہیبت دل سے نکل جاتی ہے یہاں تک کہ انسان نیکی اور برائی کی پہچان سے محروم ہو جاتا ہے اور اپنی خواہشات کا بندہ بن جاتا ہے' اس لیے گناہ معمولی ہی کیوں نہ ہو' فوراً اس سے توبہ کر لینی چاہیے۔ ③ عبادہ بن قرط کی روایت کے آخر میں ابن سیرین ﷫ کا یہ فرمان بھی ہے کہ شلوار یا چادر وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا بھی میرے خیال میں انھی گناہوں میں سے ہے۔ دیکھیے: (مسند أحمد:470/3)

[٦٤] اَلْخَامِسُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللهِ تَعَالٰى: أَنْ يَّأْتِيَ الْمَرْءُ مَا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَ[الْغَيْرَةُ]: بِفَتْحِ الْغَيْنِ، وَأَصْلُهَا الْأَنَفَةُ.

[64] حضرت ابوہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو (بھی) غیرت آتی ہے اور یہ غیرت اس کو اس وقت آتی ہے جب آدمی ایسے کام کا ارتکاب کرتا ہے جس کو اللہ نے اس پر حرام کیا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

اَلْغَيْرَةُ: غین کے زبر کے ساتھ ہے۔ معنی ہیں: خودداری اور حمیت۔

فوائد ومسائل: ① محرمات کا ارتکاب' اللہ کے غضب اور اس کی ناراضی کا باعث ہے۔ ② اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کی صفت غضب کا بھی اثبات ہوتا ہے۔ اللہ کا غضب ایسے ہے جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔ اسے تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔ ③ ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو چراگاہ سے تعبیر کیا گیا ہے کہ جس طرح بادشاہ اپنی چراگاہ میں کسی دوسرے کے مویشی برداشت نہیں کرتا ہے تو اللہ جل شانہ تو شہنشاہ ہے' وہ ان سے کہیں زیادہ غیرت والا ہے' وہ اپنی حرمتوں کو پامال ہوتے ہوئے کیسے برداشت کر سکتا ہے۔ ④ اللہ تعالیٰ کے اوامر میں یہ گنجائش ہے کہ انھیں اپنی استطاعت کے مطابق کرو، مثلاً: نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھ لو وغیرہ' لیکن نواہی (منع کردہ امور) میں شریعت نے یہ گنجائش نہیں رکھی بلکہ حرام کردہ امور سے اجتناب ہر صورت ضروری ہے اور اس میں یہ عذر قبول نہیں کہ برائی سے بچنا

[64] صحيح البخاري، النكاح، باب الغيرة ، حديث:5223، وصحيح مسلم، التوبة ، باب غيرة الله تعالىٰ وتحريم الفواحش، حديث: 2761.

میرے بس میں نہیں تھا۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: [فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَااسْتَطَعْتُمْ.] ''جب میں تمھیں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے (ہرصورت) باز رہو۔ اور جب تمھیں کسی معاملے کا حکم دوں تو حسب استطاعت بجالاؤ۔'' (صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، حديث: 7288)

[٦٥] اَلسَّادِسُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ ثَلَاثَةً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ: أَبْرَصَ، وَأَقْرَعَ، وَأَعْمٰى، أَرَادَ اللهُ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مَلَكًا، فَأَتَى الْأَبْرَصَ، فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: لَوْنٌ حَسَنٌ، وَجِلْدٌ حَسَنٌ، وَيَذْهَبُ عَنِّي الَّذِي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ فَمَسَحَهُ، فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهُ وَأُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا. قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: اَلْإِبِلُ - أَوْ قَالَ: اَلْبَقَرُ - شَكَّ الرَّاوِي - فَأُعْطِيَ نَاقَةً عُشَرَاءَ، فَقَالَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيهَا.

[65] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے: ایک برص (سفید داغوں) کے مرض میں مبتلا، دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا تھا۔ اللہ نے ان کو آزمانے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ (پہلے) برص والے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا: تجھے کون سی چیز سب سے زیادہ محبوب ہے؟ اس نے جواب دیا: اچھا رنگ، خوبصورت جسم، نیز یہ کہ مجھ سے یہ (برص کی بیماری) دور ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کھاتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو (اللہ کے حکم سے) اس کی گھن کھانے والی بیماری دور ہو گئی اور اسے خوبصورت رنگ دے دیا گیا۔ فرشتے نے اس سے پھر پوچھا: تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اونٹ، یا کہا: گائے (اس کے بارے میں) راوی کو شک ہے، چنانچہ اسے (آٹھ دس مہینے کی) گابھن اونٹنی دے دی گئی اور فرشتے نے اسے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس میں برکت عطا فرمائے۔

فَأَتَى الْأَقْرَعَ، فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: شَعْرٌ حَسَنٌ، وَيَذْهَبُ عَنِّي هٰذَا الَّذِي قَذِرَنِي النَّاسُ، فَمَسَحَهُ، فَذَهَبَ عَنْهُ، وَأُعْطِيَ شَعْرًا حَسَنًا، قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: اَلْبَقَرُ، فَأُعْطِيَ بَقَرَةً حَامِلًا، وَقَالَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيهَا.

پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا۔ اس نے اس سے پوچھا: تجھے کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اچھے بال، نیز یہ کہ میرا یہ (گنجا پن) ختم ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو اس سے اس کا گنجا پن دور ہو گیا اور اسے (اللہ کی طرف سے) خوبصورت بال عطا کر دیے گئے۔ فرشتے

[65] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب حديث أبرص و أعمى و أقرع في بني إسرآئيل، حديث: 3464، و صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب: الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر، حديث: 2964.

نے اس سے پوچھا: تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے۔اس نے کہا: گائے۔ چنانچہ اسے ایک حاملہ گائے دے دی گئی اور (فرشتے نے اسے) دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس میں برکت عطا فرمائے۔

فَأَتَى الْأَعْمٰى، فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: أَنْ يَّرُدَّ اللهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَأُبْصِرَ النَّاسَ، فَمَسَحَهُ، فَرَدَّ اللهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ. قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: اَلْغَنَمُ، فَأُعْطِيَ شَاةً وَالِدًا. فَأَنْتَجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا، فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْإِبِلِ، وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْبَقَرِ، وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْغَنَمِ.

اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا۔اس سے پوچھا: تجھے کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے۔اس نے کہا: یہ کہ اللہ مجھے میری بینائی لوٹا دے' پس میں لوگوں کو دیکھوں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ نے اس کی بینائی بحال کر دی۔فرشتے نے اس سے پوچھا: تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: بکریاں۔تو اسے ایک بچہ جننے والی بکری دے دی گئی۔ چنانچہ سابقہ دونوں (برص والے اور گنجے) کے ہاں بھی دونوں جانوروں (اونٹنی اور گائے) کی نسل خوب بڑھی اور اس نابینا کے ہاں بھی بکری نے بچے دیے۔ برص والے کے ہاں ایک وادی اونٹوں کی' گنجے کے ہاں ایک وادی گایوں کی اور اس اندھے کے ہاں ایک وادی بکریوں کی ہوگئی۔

ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ، فَقَالَ: رَجُلٌ مِّسْكِينٌ، قَدِ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي، فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللهِ ثُمَّ بِكَ، أَسْأَلُكَ بِالَّذِي أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ، وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ، وَالْمَالَ، بَعِيرًا أَتَبَلَّغُ بِهِ فِي سَفَرِي، فَقَالَ: اَلْحُقُوقُ كَثِيرَةٌ. فَقَالَ: كَأَنِّي أَعْرِفُكَ، أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ، فَقِيرًا فَأَعْطَاكَ اللهُ؟ فَقَالَ: إِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا الْمَالَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ، فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللهُ إِلٰى مَا كُنْتَ.

پھر وہی فرشتہ برص والے کے پاس اس کی صورت وہیئت میں آیا اور کہا: میں مسکین آدمی ہوں' سفر میں میرے وسائل ختم ہو گئے ہیں' آج میرے وطن پہنچنے کا وسیلہ' اللہ کے اور پھر تیرے علاوہ کوئی نہیں' اس لیے میں تجھ سے اس ذات کے نام سے جس نے تجھے اچھا رنگ' خوب صورت جسم اور مال عطا کیا ہے' ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس کے ذریعے سے میں اپنے سفر میں منزل مقصود تک پہنچ جاؤں۔اس نے جواب دیا: (میرے ذمے پہلے ہی) بہت سے حقوق ہیں۔ یہ سن کر فرشتے نے اسے کہا: گویا کہ میں تجھے پہچانتا ہوں۔کیا تو وہی نہیں ہے جس کے جسم پر سفید داغ تھے' لوگ تجھ سے گھن (نفرت) کھاتے تھے' تو فقیر تھا' اللہ نے تجھے مال سے نواز دیا؟ اس نے کہا: یہ مال تو مجھے باپ دادا سے ورثے میں ملا ہے۔فرشتے نے

کہا: اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا کہ تو تھا۔

وَأَتَى الْأَقْرَعَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا، وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ هٰذَا، فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلٰى مَا كُنْتَ.

اب فرشتہ گنجے کے پاس اس کی پہلی شکل وصورت میں آیا اور اس سے بھی وہی کچھ کہا جو برص والے کو کہا تھا اور اس گنجے نے بھی وہی جواب دیا جو اس نے دیا تھا' جس پر فرشتے نے اسے بھی بددعا دی کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا کہ تو پہلے تھا۔

وَأَتَى الْأَعْمٰى فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ، فَقَالَ: رَجُلٌ مِّسْكِينٌ، وَابْنُ سَبِيلٍ، اِنْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي، فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ، أَسْأَلُكَ بِالَّذِي رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ، شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِي سَفَرِي، فَقَالَ: قَدْ كُنْتُ أَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِي، فَخُذْ مَا شِئْتَ، وَدَعْ مَا شِئْتَ، فَوَاللّٰهِ! مَا أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهُ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. فَقَالَ: أَمْسِكْ مَالَكَ، فَإِنَّمَا ابْتُلِيتُمْ، فَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْكَ، وَسَخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

فرشتہ (پھر) اندھے کے پاس آیا کہ میں مسکین اور مسافر آدمی ہوں' میرے وسائل سفر میں ختم ہو گئے ہیں' اب آج میرے لیے وطن پہنچنا' اللہ کی مدد' پھر تیری مالی اعانت کے بغیر ممکن نہیں' اس لیے میں تجھ سے اس ذات کے نام سے جس نے تیری بینائی تجھ پر لوٹا دی' ایک بکری کا سوال کرتا ہوں تاکہ اس کے ذریعے سے میں اپنے سفر میں منزل مقصود تک پہنچ جاؤں۔ اندھے نے کہا: بلاشبہ میں اندھا تھا' اللہ نے میری بینائی بحال کر دی (تیرے سامنے بکریوں کا ریوڑ ہے' ان میں سے) جو چاہے لے لے اور جو چاہے چھوڑ دے' اللہ کی قسم! آج میں' جو تو اللہ کے لیے لے گا' اس میں تجھ سے جھگڑا نہیں کروں گا۔ یہ سن کر فرشتے نے اسے کہا: اپنا مال اپنے پاس ہی رکھ! بے شک تمھیں آزمایا گیا تھا (جس میں تو کامیاب رہا۔) اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو گیا اور تیرے دونوں ساتھیوں پر تیرا رب ناراض ہو گیا (کیونکہ وہ ناکام رہے)۔'' (بخاری ومسلم)

وَ[النَّاقَةُ الْعُشَرَاءُ]: بِضَمِّ الْعَيْنِ وَفَتْحِ الشِّينِ وَبِالْمَدِّ: هِيَ الْحَامِلُ. قَوْلُهُ: [أَنْتَجَ] وَفِي رِوَايَةٍ: [فَنَتَجَ] مَعْنَاهُ: تَوَلّٰى نِتَاجَهَا، وَالنَّاتِجُ لِلنَّاقَةِ كَالْقَابِلَةِ لِلْمَرْأَةِ. وَقَوْلُهُ: [وَلَّدَ هٰذَا]: هُوَ بِتَشْدِيدِ اللَّامِ، أَيْ: تَوَلّٰى وِلَادَتَهَا، وَهُوَ بِمَعْنٰى أَنْتَجَ فِي النَّاقَةِ. فَالْمُوَلِّدُ، وَالنَّاتِجُ،

اَلنَّاقَةُ الْعُشَرَاءُ: ''عین'' پر پیش' ''شین'' پر زبر اور ''الف ممدودہ'' کے ساتھ۔ حاملہ اونٹنی۔ أَنْتَجَ اور دوسری روایت میں فَنَتَجَ' معنی ہیں: اس کی پیداوار کا وہ مالک ہوا۔ نَاتِجٌ ہے: وہ آدمی جو اونٹنی سے بچہ جنوائے' جیسے عورت کے لیے دایہ (قابلہ) ہوتی ہے۔ وَلَّدَ هٰذَا: لام پر شد' یعنی بکری سے پیدا ہونے والے بچوں کا مالک ہوا۔ اور یہ أَنْتَجَ فِي النَّاقَةِ کے

وَالْقَابِلَةُ بِمَعْنًى، لٰكِنْ هٰذَا لِلْحَيَوَانِ وَذَاكَ لِغَيْرِهِ. وَقَوْلُهُ: [انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ]: هُوَ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ، أَيْ: الْأَسْبَابُ: وَقَوْلُهُ: [لَا أَجْهَدُكَ]، مَعْنَاهُ: لَا أَشُقُّ عَلَيْكَ فِي رَدِّ شَيْءٍ تَأْخُذُهُ أَوْ تَطْلُبُهُ مِنْ مَالِي. وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ: [لَا أَحْمَدُكَ]: بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْمِيمِ، وَمَعْنَاهُ: لَاأَحْمَدُكَ بِتَرْكِ شَيْءٍ تَحْتَاجُ إِلَيْهِ، كَمَا قَالُوا: لَيْسَ عَلٰى طُولِ الْحَيَاةِ نَدَمٌ، أَيْ: عَلٰى فَوَاتِ طُولِهَا.

ہم معنی ہے۔ بنا بریں مُوَلَّدٌ ، نَاتِجٌ اور قَابِلَةٌ کے ایک ہی معنی ہیں۔لیکن اول الذکر الفاظ حیوان کے لیے ہیں اور قابلہ انسان کے لیے ہے۔ حِبَالٌ: "حا" اور "با" کے ساتھ' اسباب کے معنی میں ہے۔ لَا أَجْهَدُكَ' اس کے معنی ہیں: تو جو لے گا یا میرے مال میں سے طلب کرے گا' میں وہ تجھ سے واپس لے کر تجھے گرانی میں نہیں ڈالوں گا۔ اور بخاری کی روایت میں الفاظ ہیں: لَا أَحْمَدُكَ ...... "حا" اور "میم" کے ساتھ ...... اس کے معنی ہیں: اس چیز کے چھوڑ دینے پر جس کا تو حاجت مند ہے' میں تیری تعریف نہیں کروں گا (بلکہ تجھے برا سمجھوں گا' یہ گویا اس بات کی ترغیب ہے کہ تو اپنی حاجت پوری کر لے' میری خوشی اسی میں ہے) جیسے عربوں میں محاورہ ہے: عمر دراز پر کوئی ندامت نہیں۔ مطلب ہے کہ لمبی عمر کے نہ ہونے پر ندامت نہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال و دولت کی فراوانی بھی ایک آزمائش ہے۔ اس آزمائش میں کامیاب وہی ہوتا ہے جو مال کے گھمنڈ میں مبتلا ہو کر' اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہیں بھولتا۔ بلکہ وہ اس دولت کو اللہ کی ضرورت مند مخلوق پر خرچ کر کے خوش ہوتا اور اللہ کی نعمت کا عملی شکر ادا کرتا ہے اور اس کے برعکس رویہ اختیار کرنے والے ناکام قرار پاتے ہیں کیونکہ اس رویے کی وجہ سے وہ جھوٹ' بخل اور تکبر کا ارتکاب کرتے ہیں جو اللہ کی ناراضی کا باعث ہیں۔ ② اس حدیث سے یہ دلیل پکڑنا کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور فرشتے وغیرہ صحت اور رزق دینے پر قادر ہیں، سراسر جہالت ہے کیونکہ یہ تو ایک آزمائش تھی جو اللہ نے فرشتے کے ذریعے سے ان لوگوں پر ڈالی اور اللہ کے حکم سے وہ صحت یاب ہو گئے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادر زاد اندھے کو درست کر دیتے تھے تو اس کی یہ صراحت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ ایسا میں اپنے اختیار سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے کرتا ہوں۔ اور اسے شرعی اصطلاح میں معجزہ کہتے ہیں اور نبی کے علاوہ کسی کے ہاتھ پر ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں، لہٰذا معجزہ یا کرامت اور اختیار کا باہمی فرق ملحوظ رکھنا چاہیے۔ لوگ اس میں فرق نہ کر کے راہ مستقیم سے برگشتہ ہو جاتے ہیں۔ ③ اللہ کے نام پر سوال کرنے والے کو ضرور کچھ نہ کچھ دینا چاہیے۔ ④ حدیث میں ہے کہ فرشتے نے اسے دعا دی کہ اللہ تیرے مال میں برکت کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معاشی تنگی کی صورت میں کسی نیک صالح سے دعا کروانی چاہیے۔ اس طرح یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ فرشتوں کی دعائیں بھی لینی چاہئیں۔ احادیث میں کئی ایسے اعمال کا ذکر ہے جن کے کرنے والوں کے لیے اللہ کے فرشتے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں' مثلاً: نبی ﷺ پر درود پڑھنا' نماز کا انتظار کرنا' کسی مسلمان کے لیے اس کی عدم موجودگی میں دعا کرنا وغیرہ۔ ⑤ اللہ تعالیٰ مال و دولت عطا کرے تو اسے اپنی ذہانت اور محنت کا شاخسانہ نہیں سمجھنا چاہیے، کہ انسان مخلوق کی مدد کرنے سے انکار کر دے کہ میں نے محنت سے کمایا ہے'

اس طرح نعمتیں چھن جاتی ہیں کیونکہ مال و دولت کی بنیاد اگر ذہانت اور محنت ہوتی تو جانور وغیرہ بھوکے مرجاتے۔

[٦٦] اَلسَّابِعُ: عَنْ أَبِي يَعْلَى شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ، وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا، وَتَمَنَّى عَلَى اللهِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[66] حضرت ابو یعلیٰ شداد بن اوس ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے (دوسرے معنی ہیں: جو اپنے نفس کو اللہ کے لیے عاجز اور پست کرلے) اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لیے عمل (تیاری) کرے۔ اور بے وقوف وہ ہے جو اپنے آپ کو نفسانی خواہشات کے پیچھے لگائے رکھے اور اللہ سے (بڑی بڑی) آرزوئیں وابستہ کرے۔“ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

قَالَ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ مِنَ الْعُلَمَاءِ: مَعْنَى [دَانَ نَفْسَهُ]: حَاسَبَهَا.

امام ترمذی اور دیگر علماء نے کہا ہے: دَانَ نَفْسَهُ کے معنی ہیں: اپنا محاسبہ کرے۔

فوائد و مسائل: ① مذکورہ روایت ضعیف ہے تاہم صحیح روایات میں اس مفہوم کی تائید موجود ہے جیسا کہ سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا: کون سا مومن زیادہ عقل مند ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو موت کو زیادہ یاد کرتے ہیں اور اس کے بعد (کے مراحل کے) کے لیے زیادہ اچھی تیاری کرتے ہیں یہی عقل مند ہیں۔“ (سنن ابن ماجہ، الزھد، حدیث: 4259) ② اس سے محاسبۂ نفس اور عمل کی اہمیت واضح ہے۔ عمل کے بغیر محض آرزوؤں سے کچھ نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ عمل صالح پر جزا دے گا نہ کہ اعمال صالحہ کے بغیر محض آرزوؤں اور تمناؤں پر۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو یعلیٰ شداد بن اوس ﷜] ان کی کنیت ابو یعلیٰ ہے۔ انصار میں سے ہونے کی وجہ سے انصاری مدنی کہلائے۔ حضرت حسان بن ثابت ﷜ کے بھتیجے تھے۔ علم و حلم کے مالک تھے۔ 58 ہجری میں 75 برس کی عمر پا کر شام میں وفات پائی۔

[٦٧] اَلثَّامِنُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ». حَدِيثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ.

[67] حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انسان کا بے فائدہ باتوں کو چھوڑ دینا اس کے حسن اسلام کی علامت (یعنی اچھے مسلمان ہونے کی دلیل) میں سے ہے۔“ (یہ حدیث حسن ہے۔ اسے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔)

[66] ضعیف۔ جامع الترمذي، صفة القيامة والرقائق والورع ......، باب حديث: الكيّس من دان نفسه ......، حديث: 2459۔ اس میں ابوبکر بن ابو مریم ضعیف راوی ہے دیکھیے تهذيب التهذيب: 12/ 33۔ تاہم صحیح روایات اس کی تائید میں موجود ہیں۔

[67] جامع الترمذي، الزهد......، باب حديث: من حسن إسلام المرء تركه مالا يعنيه، حديث: 2317۔

فائدہ: اس میں انسان کے لیے ایک نہایت اہم اصول بیان کیا گیا ہے کہ بے فائدہ اور لایعنی باتوں اور کاموں سے اجتناب کیا جائے۔ انسان اگر اس اصول کو اپنا لے تو بہت سے گناہوں اور قباحتوں سے بچ جائے' اسی لیے بعض علماء نے اسے اسلام کا چوتھا' بعض نے نصف حصہ اور بعض نے کل اسلام قرار دیا ہے۔

[٦٨] اَلتَّاسِعُ: عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يُسْأَلُ الرَّجُلُ فِيمَ ضَرَبَ امْرَأَتَهُ» . رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ.

[68] حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''آدمی سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ اس نے کس وجہ سے اپنی بیوی کو مارا۔'' (اسے ابوداود وغیرہ نے روایت کیا ہے۔)

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث سنن ابن ماجہ' رقم: 1986 اور مسند احمد: 20/1 میں بھی ہے۔ اس کی سند میں عبدالرحمٰن مسلی مجہول راوی ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی ارواء الغلیل' رقم: 2034 میں اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد: 275/1) ② خاوندوں کو اسلام نے قطعاً یہ حق نہیں دیا کہ وہ اپنی بیویوں کو بلاوجہ ماریں پیٹیں اور ان کے ساتھ جیسا چاہیں سلوک کریں' ان سے باز پرس نہیں ہوگی یا دنیا میں ان سے باز پرس نہ کی جائے' بلکہ اسلام نے تو بڑی تاکید کے ساتھ عورتوں سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے' جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ مرد اگر عورت پر ظلم کرے گا' ناجائز مارے پیٹے گا اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا تو وہ عنداللہ مجرم ہوگا اور اس سے باز پرس ہوگی اور دنیا میں بھی ہو سکتی ہے' البتہ تادیباً تھوڑا بہت مارنا نص قرآنی سے ثابت ہے۔

[٦] بَابُ التَّقْوٰی

باب:6- تقویٰ کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ﴾ [آل عِمْرَان: ١٠٢]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔''

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ مَا ٱسْتَطَعْتُمْ﴾ [التغابن: ١٦]

اور فرمایا: ''اللہ سے ڈرو جتنی تم طاقت رکھو۔''

وَهٰذِهِ الْآيَةُ مُبَيِّنَةٌ لِلْمُرَادِ مِنَ الْأُولٰى.

یہ دوسری آیت پہلی آیت کے مفہوم ومراد کو واضح کر رہی ہے۔ (یعنی کما حقہ ڈرنے کا مطلب مقدور بھر ہے۔)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَقُولُوا۟ قَوْلًا سَدِيدًا﴾ [الأحزاب: ٧٠]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی اور درست بات کہو۔''

وَالْآيَاتُ فِي الْأَمْرِ بِالتَّقْوٰى كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ.

اور تقویٰ کے حکم کے بارے میں کثرت کے ساتھ آیات

[68] ضعيف- سنن أبي داود، النكاح، باب في ضرب النساء، حديث: 2147.

ہیں اور معلوم ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ [الطلاق: ٢، ٣]

نیز فرمایا: ''جو اللہ سے ڈرتا ہے' اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔''

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿إِن تَتَّقُوا۟ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ﴾ [الأنفال: ٢٩]

اور فرمایا: ''اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمھیں (حق و باطل کے درمیان) فرق کرنے والی (بصیرت) عطا فرما دے گا اور تم سے تمھاری برائیاں دور کر دے گا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔''

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَّعْلُومَةٌ.

اور اس باب میں بکثرت آیات ہیں اور معلوم ہیں۔

فائدۂ آیات: تقوی وَقَايَةٌ سے ماخوذ ہے۔ وقایہ' ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جس سے سر کو ڈھانپا جاتا ہے۔ چنانچہ ہر وہ احتیاط اور رویہ وقایہ ہے جس کے ذریعے سے ان چیزوں سے بچنا مقصود ہو جو نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ تُقَاةٌ بھی اسی کے ہم معنی ہے۔ اس اعتبار سے اللہ کا تقویٰ یہ ہے کہ انسان اس کے ذریعے سے اللہ کے عذاب سے بچنے کی سعی کرے اور وہ اس طرح ممکن ہے کہ وہ اللہ کے حکموں کو بجا لائے اور اس کی منع کردہ چیزوں سے باز رہے۔ مذکورہ آیات میں قول اور فعل میں اللہ کے تقویٰ کے التزام کی تاکید ہے' نیز اسے شدائد میں نجات کا اور رزق حلال کے حصول کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں تقویٰ سے دل اور دماغ میں ایسی نورانیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے حق اور باطل کا پہچاننا اور ان کے درمیان تمیز کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ:

اور اس موضوع سے متعلق احادیث درج ذیل ہیں:

[٦٩] فَالْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: «أَتْقَاهُمْ»، فَقَالُوا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ: «فَيُوسُفُ نَبِيُّ اللهِ ابْنُ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ خَلِيلِ اللهِ»، قَالُوا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ: «فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي؟ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[69] حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو ان میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔'' انھوں نے کہا: اس کے بارے ہم آپ سے نہیں پوچھ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر یوسف علیہ السلام ہیں جو خود بھی اللہ کے پیغمبر ہیں' نیز باپ بھی پیغمبر' دادا بھی پیغمبر اور پردادا بھی پیغمبر اور اللہ کے خلیل ہیں۔'' انھوں نے کہا: ہم اس کے متعلق (بھی) نہیں پوچھ رہے ہیں۔

[69] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾ حديث: 3353، وصحيح مسلم، الفضائل، باب من فضائل يوسف ﷺ، حديث: 2378.

آپ ﷺ نے پوچھا: ”تو کیا پھر تم مجھ سے عرب کے خاندانوں کے متعلق پوچھ رہے ہو؟ (تو سنو!) ان کے جو افراد جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں (یعنی اسلام نے کسی کی دنیوی جاہ و مرتبت میں کمی نہیں کی ہے) بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔“ (بخاری و مسلم)

وَ[فَقِهُوا] بِضَمِّ الْقَافِ عَلَى الْمَشْهُورِ، وَحُكِيَ كَسْرُهَا، أَيْ: عَلِمُوا أَحْكَامَ الشَّرْعِ.

فَقُهُوا مشہور استعمال کے مطابق ”قاف“ کی پیش کے ساتھ ہے جبکہ ”قاف“ کی زیر بھی منقول ہے یعنی احکام شریعت کا علم رکھیں۔

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ جو خاندان اسلام سے قبل دنیوی شرف و فضل اور اپنی امتیازی خصوصیات مثلاً: سخاوت شجاعت صداقت وغیرہ میں ممتاز تھے قبول اسلام کے بعد ان کے اعزاز و اکرام کو نظر انداز نہیں کیا گیا بلکہ اسے دین کے علم اور عمل کے ساتھ مشروط کر دیا گیا اور ان کی صلاحیتوں اور خودداری وغیرہ اوصاف حمیدہ کا رخ بدل دیا گیا پہلے یہ صلاحیتیں کفر کے لیے استعمال ہوتی تھیں اب اسلام کے لیے وقف کر دی گئیں۔ ② اسلام نے اگرچہ حسب و نسب اور خاندانی شرف کا لحاظ رکھا ہے لیکن اسے معیار عزت قرار نہیں دیا۔ عزت کا معیار اللہ کے تقویٰ کو قرار دیا کہ جو شخص جس قدر زیادہ متقی ہے وہ زیادہ باعزت ہے۔ ہاں اگر اس کے ساتھ ساتھ اس کا خاندانی شرف بھی ہے تو یہ ایک زائد چیز ہے جس کی قدر کی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سیدنا اسامہ بن زید ؓ کو کبار اور معزز صحابہ کی موجودگی میں کمانڈر مقرر کیا۔

[٧٠] اَلثَّانِي: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَإِنَّ اللهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا، فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ، فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ، فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[70] حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بے شک دنیا شیریں اور شاداب (سرسبز) ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس میں تمھیں جانشین بنانے والا ہے چنانچہ وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔ تم (اگر کامیاب ہونا چاہتے ہو تو) دنیا (کے دھوکے) سے بچو اور عورتوں (کے فتنے میں مبتلا ہونے) سے بچو کیونکہ بنی اسرائیل کی پہلی آزمائش عورتوں ہی کے بارے میں تھی۔“ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① جس طرح تر و تازہ پھل ذائقے میں میٹھا اور دیکھنے میں خوش رنگ اور دلوں کو لبھانے والا ہوتا ہے یہی حال دنیا کے مال و اسباب کا ہے انسان کو یہ بہت مرغوب ہیں اور دل ان کی طرف کھنچتے ہیں اور دنیا کا لذیذ ترین اور خطرناک ترین پھل عورت ہے۔ جو شخص احکام شریعت سے بے پروا ہو کر دنیا کا طالب اور عورت کی طرف مائل ہوگا سمجھ لو

[70] صحيح مسلم، الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء وأكثر أهل النار ......، حديث:2742.

کہ اس کا دین و ایمان خطرے میں ہے اور جو شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے ان سے استفادہ و استمتاع کرے گا' وہ ان کی حشر سامانیوں اور غارت گری سے محفوظ رہے گا۔ ② اس آزمائش میں کامیابی کا راز تقویٰ ہے کیونکہ حلال وحرام کی تمیز کا دارو مدار تقویٰ پر ہے۔ اگر دل تقویٰ اور اللہ کی عظمت و وقار سے خالی ہے تو لامحالہ وہاں پر مال و دولت گھر کر جائے گی۔ ③ عورت ہر صورت میں انسان کے لیے آزمائش ہے۔ ماں ہے تو اس کے حقوق اور فرمانبرداری میں کوتاہی ہو جائے تو انسان کی نجات مشکوک ہو جاتی ہے۔ بیٹی اور بہن ہے تو اس کی پرورش بہت بڑی آزمائش ہے اور اگر بیوی ہے نیک ہے تو خیر المتاع ہے اور اگر بداخلاق ہے تو انسان کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔ اور غیر محرم عورتوں کا فتنہ کسی سے مخفی نہیں۔ ان تمام صورتوں میں تقویٰ ہی انسان کا ممد ومعاون ہوسکتا ہے۔

[٧١] اَلثَّالِثُ: عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى، وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[71] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى] ''اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت' پرہیز گاری (تقویٰ)' پاک دامنی اور (لوگوں سے) بے نیازی کا سوال کرتا ہوں۔'' (مسلم)

فائدہ: ہدایت کا مطلب ہے: زندگی کے ہر موڑ پر صحیح رہنمائی اور دین ہدیٰ پر استقامت' تقویٰ اور اللہ کا ڈر جو نیکی کا سب سے اہم سبب اور گناہوں سے بچنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ عفاف (پاک دامنی) کا مطلب ہے جو چیزیں حلال نہیں ہیں' ان سے دامن بچا کر رکھنا۔ غنیٰ' فقر کی ضد ہے۔ مراد غنائے نفس ہے' یعنی لوگوں سے اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے' ان سے بے نیاز رہنا۔ اس لحاظ سے یہ بڑی جامع اور نہایت مفید دعا ہے۔

[٧٢] اَلرَّابِعُ: عَنْ أَبِي طَرِيفٍ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ الطَّائِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ، ثُمَّ رَأَى أَتْقٰى لِلّٰهِ مِنْهَا، فَلْيَأْتِ التَّقْوٰى». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[72] حضرت ابو طریف عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جو شخص کسی بات پر قسم کھالے پھر اس سے زیادہ پرہیز گاری والی بات دیکھے تو اس کو چاہیے کہ وہ پرہیز گاری والا عمل اختیار کرے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں تقویٰ کے التزام کی تاکید ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے کسی معصیت پر قسم بھی کھالی ہے تو قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرے اور معصیت کا یا خلاف تقویٰ کام کا ارتکاب نہ کرے۔ ② حرام کام کے ارتکاب کرنے کی قسم توڑنا واجب اور ضروری ہے۔ اس قسم کے مطابق عمل ناجائز اور حرام ہے۔ اور اگر قسم کسی ایسے کام کے نہ کرنے کے بارے میں اُٹھائی ہے کہ اس کا کرنا اور نہ کرنا دونوں امور جائز ہوں اور پھر بعد میں اس کے کرنے میں بہتری محسوس ہو اور وہ تقویٰ کے

[71] صحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب في الأدعية، حديث:2721.

[72] صحيح مسلم، الأيمان، باب ندب من حلف يمينا فرأى غيرها خيراً منها...... حديث:1651.

زیادہ قریب ہو تو قسم کا کفارہ ادا کر کے وہ کام کرنا افضل ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوطریف عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ] عدی بن حاتم بن عبداللہ بن سعد طائی۔ کنیت ابو طریف ہے۔ باپ کی طرح سخاوت میں ضرب المثل تھے۔ 7 ہجری کو شعبان کے مہینے میں وفد کی صورت میں نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے اور اسلام قبول کر لیا۔ جب قبائل کوہستان اور دیگر نے ارتداد کا اعلان کیا اور ادائے زکاۃ سے منکر ہو گئے اس وقت بھی یہ ثابت قدم رہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس سب سے پہلی پہلی زکاۃ عدی بن حاتم اور ان کی قوم کی پہنچی تھی۔ فتح مدائن میں حاضر تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معیت میں جنگیں لڑیں۔ جنگِ جمل کے موقع پر ان کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ 120 برس کی زندگی پا کر 67 یا 68 ہجری میں فوت ہوئے۔ حدیث کی کتابوں میں ان سے 66 احادیث مروی ہیں۔

[٧٣] اَلْخَامِسُ: عَنْ أَبِي أُمَامَةَ صُدَيِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَخْطُبُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: «اِتَّقُوا اللهَ، وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ، وَصُومُوا شَهْرَكُمْ، وَأَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ، وَأَطِيعُوا أُمَرَاءَكُمْ، تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فِي آخِرِ كِتَابِ الصَّلَاةِ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[73] حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: آپ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو، اپنی پانچوں (فرض) نمازیں ادا کرو، اپنے (رمضان کے) مہینے کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکاۃ ادا کرو اور اپنے حاکموں کی اطاعت کرو، تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔'' (امام ترمذی نے اسے کتاب الصلاۃ کے آخر میں روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① وداع، تودیع (الوداع کہنا) سے ہے۔ یہ نبی ﷺ کا آخری حج تھا۔ اس میں آپ نے لوگوں کو الوداع کیا تھا، اس لیے اسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ حکام وقت کی اطاعت کی یقیناً تاکید ہے لیکن وہ مشروط ہے، یعنی جب تک وہ اللہ کی معصیت کا حکم نہ دیں، اسی طرح ان سے کفر صریح کا اظہار نہ ہو۔ ان میں سے کوئی ایک بات بھی ہو گی تو ان کی اطاعت ضروری نہیں ہو گی۔ ② اللہ تعالیٰ کا ڈر ہی انسان کو راہ راست پر رکھتا ہے۔ اس کی اسی اہمیت کے پیش نظر رسول اکرم ﷺ نے اپنے حجۃ الوداع کے خطبے میں بھی اس کی ترغیب دلائی، نیز نماز اور روزے جیسے ارکان اسلام سے بھی اسے مقدم رکھا۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ] صدی بن عجلان بن وہب باہلی۔ ابوامامہ کنیت ہے۔ امامہ میں ''ہمزہ'' پر ضمہ ہے۔ قبیلۂ باہلہ کی طرف نسبت کی وجہ سے باہلی کہلاتے ہیں۔ ان کا نام صُدَيّ (تصغیر کے ساتھ) ہے۔ یہ کثیر الروایہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ مصر میں سکونت اختیار کی، پھر حمص کو اپنی جائے رہائش بنایا۔

[73] جامع الترمذي، الجمعة ......، باب ما ذكر في فضل الصلاة، حديث:616.

جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ارض حمص میں 81 یا 86 ہجری کو وفات پائی۔ شام میں وفات پانے والوں میں سب سے آخری صحابی یہی ہیں۔ کتب احادیث میں ان سے 250 احادیث مروی ہیں۔

[۷] بَابُ الْيَقِينِ وَالتَّوَكُّلِ

باب: 7- یقین اور توکل کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَمَّا رَءَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلْأَحْزَابَ قَالُوا۟ هَٰذَا مَا وَعَدَنَا ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَصَدَقَ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّآ إِيمَٰنًا وَتَسْلِيمًا﴾ [الأحزاب: ۲۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور مومنوں نے جب (کافروں کے) لشکر دیکھے تو کہا: یہ تو وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا' اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا' اور اس چیز نے ان کو ایمان و تسلیم ہی میں زیادہ کیا۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿ٱلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ ٱلنَّاسُ إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدْ جَمَعُوا۟ لَكُمْ فَٱخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَٰنًا وَقَالُوا۟ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ۝ فَٱنقَلَبُوا۟ بِنِعْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوٓءٌ وَٱتَّبَعُوا۟ رِضْوَٰنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ﴾ [آل عمران: ۱۷۳، ۱۷٤]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وہ لوگ' جب ان سے لوگوں نے کہا کہ تمھارے خلاف ایک فوج جمع ہوئی ہے' چنانچہ تم ان سے ڈرو! تو اس بات نے ان کے ایمان کو اور بڑھا دیا اور انھوں نے کہا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ پھر وہ اللہ کی نعمت اور اس کے فضل کے ساتھ اس حال میں لوٹے کہ انھیں کوئی نقصان نہ پہنچا اور انھوں نے اللہ کی رضامندی کی پیروی کی اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱلْحَىِّ ٱلَّذِى لَا يَمُوتُ﴾ [الفرقان: ٥٨].

اور اللہ بلند و برتر نے فرمایا: ''اور بھروسا کر اس زندہ ذات پر جسے موت نہیں آئے گی۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ﴾ [إبراهيم: ١١].

اور فرمایا: ''اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسا کرنا چاہیے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ﴾ [آل عمران: ١٥٩].

اور فرمایا: ''(اے پیغمبر!) جب تو کسی کام کا پختہ ارادہ کر لے تو پھر اللہ پر بھروسا کر۔''

وَالْآيَاتُ فِي الْأَمْرِ بِالتَّوَكُّلِ كَثِيرَةٌ مَّعْلُومَةٌ.

اور توکل کے حکم کے بارے میں بکثرت آیات ہیں اور معلوم ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ﴾ [الطلاق: ٣] أَيْ: كَافِيهِ.

اور فرمایا: ''اور جو اللہ پر بھروسا رکھتا ہے تو وہ اسے کافی ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَعَلَىٰ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مومن تو وہی ہیں جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل (اس کی

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ [الأنفال: ٢]

عظمت و جلالت اور خشیت سے) کانپ اٹھتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان میں اور اضافہ کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔"

وَالْآيَاتُ فِي فَضْلِ التَّوَكُّلِ كَثِيرَةٌ مَّعْرُوفَةٌ.

اور توکل کی فضیلت میں کثرت سے آیات ہیں اور معلوم ہیں۔

فائدۂ آیات: توکّل کا مطلب ہے اسباب کی حد تک مکمل تیاری اور وسائل کے استعمال کے بعد اللہ کی ذات پر بھروسا کرنا کیونکہ اسی کے پاس سارے اختیارات ہیں' علاوہ ازیں اس کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ایک مومن اسباب و وسائل کا استعمال تو ضرور کرتا ہے' اور ایسا کرنے کا حکم بھی ہے' لیکن اس کا سارا اعتماد ان اسباب و وسائل ہی پر نہیں ہوتا بلکہ اصل اعتماد اللہ کی ذات پر ہوتا ہے۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ:

ذیل میں اس سے متعلقہ احادیث پیش کی جاتی ہیں:

[٧٤] فَالْأَوَّلُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ، وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيَّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ. إِذْ رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ، فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِي، فَقِيلَ لِي: هٰذَا مُوسٰى وَقَوْمُهُ، وَلٰكِنِ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ، فَنَظَرْتُ؛ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ، فَقِيلَ لِي: اُنْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ الْآخَرِ، فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ، فَقِيلَ لِي: هٰذِهِ أُمَّتُكَ، وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ». ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ، فَخَاضَ النَّاسُ فِي أُولٰئِكَ الَّذِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ. فَقَالَ بَعْضُهُمْ: فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ صَحِبُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ وُلِدُوا فِي

[74] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھ پر امتیں پیش کی گئیں (یعنی دکھلائی گئیں) تو میں نے دیکھا کہ ایک نبی ہے' اس کے ساتھ چند آدمی ہیں۔ ایک اور نبی ہے' اس کے ساتھ صرف ایک دو آدمی ہی ہیں۔ ایک اور نبی ہے' اس کے ساتھ کوئی بھی نہیں۔ اتنے میں اچانک ایک بڑا گروہ میرے سامنے ظاہر ہو گیا۔ میں نے گمان کیا کہ یہ میری امت ہے۔ لیکن مجھے بتلایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم (بنی اسرائیل) ہے۔ لیکن تو دوسرے کنارے کی طرف دیکھ! (میں نے اس طرف دیکھا) تو ایک بہت بڑا گروہ تھا۔ مجھ سے کہا گیا: یہ تیری امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے آدمی ہیں جو جنت میں بغیر حساب اور عذاب کے داخل ہوں گے۔" آپ (یہ بیان کرنے کے بعد اپنی مجلس سے) اٹھے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ تو لوگوں نے ان لوگوں کے بارے میں بحث کرنی شروع کر دی جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں

[74] صحيح البخاري، الطب، باب من اكتوى أو كوى غيره ......، حديث: 5705، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب ولا عذاب، حديث: 220.

الْإِسْلَامِ، فَلَمْ يُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا - وَذَكَرُوا أَشْيَاءَ -. فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: «مَا الَّذِي تَخُوضُونَ فِيهِ؟» فَأَخْبَرُوهُ، فَقَالَ: «هُمُ الَّذِينَ لَا يَرْقُونَ، وَلَا يَسْتَرْقُونَ، وَلَا يَتَطَيَّرُونَ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ». فَقَامَ عُكَّاشَةُ ابْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ: أُدْعُ اللهَ أَنْ يَّجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَقَالَ: «أَنْتَ مِنْهُمْ». ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ آخَرُ، فَقَالَ: أُدْعُ اللهَ أَنْ يَّجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَقَالَ: «سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

گے (کہ یہ کون ہوں گے۔) بعض نے کہا: شاید یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہوگا۔ بعض نے کہا: شاید یہ وہ لوگ ہوں گے جو اسلام میں پیدا ہوئے اور اللہ کے ساتھ انھوں نے کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔ اس طرح انھوں نے (اپنے اپنے گمان کے مطابق) کئی چیزوں کا ذکر کیا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔ آپ نے پوچھا: ”تم کس چیز میں بحث کر رہے تھے؟“ انھوں نے آپ کو ساری بات بتلائی (جو آپ کی عدم موجودگی میں ہوئی تھی۔) آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ خود جھاڑ پھونک کرتے ہیں نہ کسی اور سے کرواتے ہیں اور نہ بدشگونی لیتے ہیں اور صرف اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں۔“ (یہ سن کر) عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: اللہ کے رسول! میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تو ان میں سے ہے۔“ پھر ایک اور آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: میرے لیے بھی دعا فرمائیں' اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”عکاشہ اس میں تجھ سے سبقت لے گیا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

[الرُّهَيْطُ]: بِضَمِّ الرَّاءِ، تَصْغِيرُ رَهْطٍ، وَهُمْ دُونَ عَشَرَةِ أَنْفُسٍ. وَ[الْأُفُقُ]: اَلنَّاحِيَةُ وَالْجَانِبُ. وَ[عُكَّاشَةُ]: بِضَمِّ الْعَيْنِ وَتَشْدِيدِ الْكَافِ وَبِتَخْفِيفِهَا، وَالتَّشْدِيدُ أَفْصَحُ.

اَلرُّهَيطُ: ”را“ پر پیش کے ساتھ۔ رَھْطٌ کی تصغیر ہے۔ دس سے کم افراد پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ أُفُقٌ: کنارا' رخ۔ اور عُکَّاشَہ: ”عین“ پر پیش اور ”کاف“ کی تشدید کے ساتھ یا بغیر تشدید کے۔ (یعنی کاف مشدد اور غیر مشدد دونوں طرح جائز ہے) لیکن تشدید کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے اللہ پر اعتماد اور توکل کی ترغیب اور اللہ پر بھروسا کرنے والوں کی فضیلت واضح ہوئی۔ ② مسنون دعاؤں کے ساتھ دم (جھاڑ پھونک) اور علاج معالجہ اگرچہ جائز ہے' تاہم جو اللہ کے بھروسے پر ان سے بھی اجتناب کرتے ہیں' نیز بدشگونی وغیرہ سے بھی بچتے ہیں' حدیث میں ان کی فضیلت کا بیان ہے۔ ③ امتوں کے یہ حالات آپ کو خواب میں یا کشف کے ذریعے سے دکھائے گئے یا معراج کے موقع پر مشاہدہ کرایا گیا۔ ④ آپ کی امت

سب سے زیادہ ہے۔ ⑤ انسان اگر خلوص نیت سے تبلیغ کرتا ہے اور کوئی شخص راہ ہدایت پر نہیں آتا تو اس میں اس کا کوئی قصور نہیں اور نہ اس کی تبلیغ کو مشکوک قرار دیا جا سکتا ہے۔ ⑥ حق اور باطل کا معیار تعداد کی کثرت وقلت ہرگز نہیں ہے' بسا اوقات اکیلا آدمی ہی حق پر ہوتا ہے۔ ⑦ دم کرنا یا بغیر مطالبے کے اگر کوئی دم کر دے تو کروانا توکل کے منافی نہیں ہے اور ایسا شخص بھی اس فضیلت سے خارج نہیں ہوگا کیونکہ یہ دونوں کام رسول اکرم ﷺ نے کیے ہیں اور آپ ﷺ توکل کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے۔

[٧٥] اَلثَّانِي: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَيْضًا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! لَكَ أَسْلَمْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْ تُضِلَّنِي، أَنْتَ الْحَيُّ الَّذِي لَا يَمُوتُ، وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ يَمُوتُونَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَاخْتَصَرَهُ الْبُخَارِيُّ.

[75] حضرت عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا۔ میں تجھ پر ایمان لایا۔ میں نے تجھ پر ہی بھروسا کیا۔ تیری ہی طرف میں نے رجوع کیا اور تیری وجہ ہی سے (دین کے دشمنوں سے) میں نے جھگڑا کیا۔ اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تیرے غلبے کے ذریعے سے میں پناہ مانگتا ہوں' اس بات سے کہ تو مجھے سیدھے راستے سے بھٹکا دے۔ تو زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی اور تمام جن وانس مر جائیں گے۔'' (بخاری ومسلم۔ یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔ بخاری نے اسے مختصر بیان کیا ہے۔)

فوائد ومسائل: ① دعا مومن کا ہتھیار ہے' اس لیے اعمال خیر کے انجام دینے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے استعانت بھی مانگنی چاہیے اور جس قدر یقین پختہ ہو، دعا اسی قدر جلد درجۂ قبولیت حاصل کر لیتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتا ہے جیسے وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمان رکھتا ہے۔ ② ایمان لانا، اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا وغیرہ نیک اعمال ہیں جن کا واسطہ دے کر رسول اکرم ﷺ نے دعا کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ کا واسطہ دے کر دعا کرنا جائز بلکہ زیادہ باعث قبول ہے۔ ③ دل اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے وہ جیسے چاہے پھیرتا ہے' کیونکہ شیطان ہر وقت انسان کو راہ مستقیم سے ہٹانے پر لگا ہوا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ کی ہر وقت ضرورت ہے کہ کہیں دل طاعت الٰہی سے پھر کر راہ ضلال پر نہ لگ جائے اور انسان کی ساری محنت رایگاں جائے۔

[٧٦] اَلثَّالِثُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَيْضًا قَالَ: ﴿حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾

[76] حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ؑ نے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ

[75] صحيح البخاري، التوحيد، باب قول تعالى: ﴿وهو العزيز الحكيم﴾..... حديث:7383 مختصرًا، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء ...... ، باب التعوذ من شرما عمل ومن شرما لم يعمل، حديث:2717.

[76] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿الَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا......﴾، حديث: 4563-4564.

قَالَهَا إِبْرَاهِيمُ ﷺ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ ﷺ حِينَ قَالُوا: ﴿إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدْ جَمَعُوا۟ لَكُمْ فَٱخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَٰنًا وَقَالُوا۟ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ﴾ [آل عمران: ١٧٣] رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

الْوَكِيلُ ''ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔'' اس وقت کہا جب انھیں آگ میں ڈالا گیا۔ اور حضرت محمد ﷺ نے بھی یہ کلمہ اس وقت کہا جب (کافر) لوگوں نے کہا: بے شک لوگ تمھارے مقابلے کے لیے جمع ہو گئے ہیں' ان سے ڈرو! چنانچہ اس بات نے ان کے ایمان میں اور اضافہ کر دیا اور انھوں نے کہا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ. (بخاری)

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ آخِرَ قَوْلِ إِبْرَاهِيمَ ﷺ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ: حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ.

اور بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے' جو ابن عباس ؓ ہی سے مروی ہے' اس میں انھوں نے کہا: جب ابراہیم ؑ کو آگ میں ڈالا گیا تو ان کی آخری بات یہ تھی: [حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ.]

فائدہ: سخت سے سخت ترین حالات میں بھی اللہ ہی پر اعتماد اور توکل کرنا چاہیے۔ انبیاء ؑ کا اسوہ بھی یہی ہے۔

[٧٧] اَلرَّابِعُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَقْوَامٌ أَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ أَفْئِدَةِ الطَّيْرِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[77] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایسے لوگ جنت میں جائیں گے جن کے دل پرندوں کے دلوں کی طرح ہوں گے۔'' (مسلم)

قِيلَ: مَعْنَاهُ: مُتَوَكِّلُونَ. وَقِيلَ: قُلُوبُهُمْ رَقِيقَةٌ.

بعض کے نزدیک اس کے معنی ہیں کہ (پرندوں کی طرح اللہ پر) بھروسا کرنے والے ہوں گے۔ اور بعض کے نزدیک مطلب ہے کہ ان کے دل نرم ہوں گے۔

فوائد و مسائل: ① توکل علی اللہ اور رقت قلب کی فضیلت' کہ یہ دونوں باتیں جنت میں لے جانے کا سبب ہیں۔ ② مومن کے دل میں رزق و معیشت کی زیادہ فکر نہیں ہونی چاہیے بلکہ ان کے دل پرندوں کی طرح ہونے چاہئیں جو اپنے لیے کچھ جمع کر کے نہیں رکھتے بلکہ ہر روز صبح تلاش رزق میں نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں' جیسے دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم اللہ پر صحیح معنوں میں توکل کرو تو اللہ تعالیٰ تمھیں پرندوں کی طرح روزی عطا فرمائے گا جو [تَغْدُو خِمَاصًا وَّتَرُوحُ بِطَانًا] صبح جب گھونسلوں سے نکلتے ہیں تو بھوکے ہوتے ہیں اور شام کو ان کے پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔ (مسند أحمد: 30/1' والسلسلة الصحيحة، حديث: 310)

[٧٨] اَلْخَامِسُ: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ،

[78] حضرت جابر ؓ سے روایت ہے' وہ نبی ﷺ کے

[77] صحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب يدخل الجنة أقوام...... حديث: 2840.

[78] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب من علق سيفه بالشجر في السفر...... حديث: 2910، وصحيح مسلم، الفضائل، باب توكله على الله تعالىٰ وعصمة الله تعالىٰ له من الناس، حديث: 843، قبل حديث: 2282

أَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ، فَلَمَّا قَفَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَفَلَ مَعَهُمْ، فَأَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ، فَنَزَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ، وَنَزَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ تَحْتَ سَمُرَةٍ، فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ، وَنِمْنَا نَوْمَةً، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْعُونَا، وَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: «إِنَّ **هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ، فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِي يَدِهِ صُلْتًا، قَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ»**، ثَلَاثًا، وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ساتھ نجد کی طرف جہاد کے لیے گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس ہوئے تو یہ بھی ان کے ساتھ واپس آ گئے۔ (راستے میں) صحابۂ کرام ؓ کو گھنے خاردار درختوں کی ایک وادی میں دوپہر کو نیند نے آ لیا (نیند کا غلبہ ہو گیا) چنانچہ رسول اللہ ﷺ (آرام کرنے کے لیے) یہاں اتر پڑے۔ (صحابہ بھی اتر گئے) اور درختوں کے سائے کی تلاش میں بکھر گئے۔ رسول اللہ ﷺ کیکر کے ایک درخت کے نیچے اتر گئے اور اس کے ساتھ اپنی تلوار لٹکا دی۔ اور ہم سب تھوڑی دیر کے لیے سو گئے۔ پھر اچانک (ہم نے سنا کہ) رسول اللہ ﷺ ہمیں بلا رہے ہیں۔ جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا ایک اعرابی (بدو) آپ ﷺ کے پاس ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے میری تلوار (درخت سے پکڑ کر) مجھ پر سونت لی جب کہ میں سویا ہوا تھا، میں بیدار ہوا تو یہ اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی، اس نے مجھ سے کہا: آج تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: ''اللہ!'' تین مرتبہ کہا کہ اللہ بچائے گا اور آپ نے اس دیہاتی کو کوئی سرزنش نہیں کی اور بیٹھ گئے۔ (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ جَابِرٌ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِذَاتِ الرِّقَاعِ، فَإِذَا أَتَيْنَا عَلَى شَجَرَةٍ ظَلِيلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ، وَسَيْفُ رَسُولِ اللهِ ﷺ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ، فَاخْتَرَطَهُ، فَقَالَ: تَخَافُنِي؟ قَالَ: «**لَا**»، قَالَ: فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قَالَ: «**اَللّٰهُ**».

ایک اور روایت میں ہے، حضرت جابر ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم غزوۂ ذات الرقاع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم ایک گھنے سائے والے درخت کے پاس آئے تو اسے ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے چھوڑ دیا (چنانچہ آپ وہاں استراحت فرما ہو گئے۔) تو مشرکین میں سے ایک شخص آیا جبکہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار درخت کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی، اس نے وہ تلوار (لے لی اور) آپ پر سونت لی اور کہا: تو مجھ سے ڈرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' اس نے پھر کہا: تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ۔''

وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ الْإِسْمَاعِيلِيِّ فِي صَحِيحِهِ: قَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قَالَ: «**اَللّٰهُ**»، قَالَ: فَسَقَطَ

اور ''صحیح ابوبکر اسماعیلی'' کی روایت میں اس طرح ہے: اس نے کہا: تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے

السَّيْفُ مِنْ يَدِهِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ السَّيْفَ، فَقَالَ: «مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟»، فَقَالَ: كُنْ خَيْرَ آخِذٍ، فَقَالَ: «تَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ؟»، قَالَ: لَا، وَلٰكِنِّي أُعَاهِدُكَ أَنْ لَا أُقَاتِلَكَ، وَلَا أَكُونَ مَعَ قَوْمٍ يُقَاتِلُونَكَ. فَخَلّٰى سَبِيلَهُ، فَأَتٰى أَصْحَابَهُ، فَقَالَ: جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ.

فرمایا: ''اللہ۔'' چنانچہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اسے رسول اللہ ﷺ نے پکڑ لیا اور فرمایا: ''(تو بتلا) تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟'' اس نے کہا: آپ بہتر (تلوار) پکڑنے والے ہیں! آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟'' اس نے جواب میں کہا: نہیں' البتہ میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ میں آپ سے لڑوں گا نہ آپ سے لڑنے والوں کا ساتھ دوں گا۔ چنانچہ آپ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہا: میں ایسے شخص کے پاس سے (ہوکر) آیا ہوں جو تمام لوگوں میں بہتر ہے۔

قَوْلُهُ: «قَفَلَ»، أَيْ: رَجَعَ. وَ[الْعِضَاهُ]: اَلشَّجَرُ الَّذِي لَهُ شَوْكٌ. وَ[السَّمُرَةُ]: بِفَتْحِ السِّينِ وَضَمِّ الْمِيمِ: اَلشَّجَرَةُ مِنَ الطَّلْحِ، وَهِيَ الْعِظَامُ مِنْ شَجَرِ الْعِضَاهِ. وَ[اخْتَرَطَ السَّيْفَ]، أَيْ: سَلَّهُ وَهُوَ فِي يَدِهِ. [صَلْتًا]، أَيْ: مَسْلُولًا، وَهُوَ بِفَتْحِ الصَّادِ وَضَمِّهَا.

قَفَلَ کے معنی ہیں: واپس ہوا۔ عِضَاہُ: کانٹوں والا درخت۔ اَلسَّمُرَۃُ: ''سین'' پر زبر اور ''میم'' پر پیش۔ کیکر کا درخت' یہ کانٹے دار درخت کی بڑی قسم ہے۔ اِخْتَرَطَ السَّیْفَ: تلوار کو اپنے ہاتھ میں لے کر سونتا (لہرایا۔) صَلْتًا: ''صاد'' کے زبر اور پیش کے ساتھ (دونوں طرح صحیح ہے۔) معنی ہیں: مَسْلُولًا (بمعنی مفعول) سونتی ہوئی۔

فوائد و مسائل: ① اس میں نبی کریم ﷺ کے عفو و درگزر اور اخلاق کریمانہ کے علاوہ آپ کے توکل علی اللہ کا بھی بیان ہے' نیز اس چیز کا کہ جو اللہ پر بھروسا کرتا ہے' اللہ بھی اس کی چارہ سازی فرماتا ہے۔ ② یہ اعرابی بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ ③ غزوۂ ذات الرقاع چھ ہجری میں ہوا۔ گرمی کی شدت اور جوتوں کے فقدان کی وجہ سے اس غزوے میں صحابہ نے اپنے پیروں میں کپڑوں کی لیریں لپیٹ لی تھیں' اس لیے اس کا نام ہی لیروں (ٹاکیوں) والا غزوہ پڑ گیا۔ بعض نے اس کی وجہ تسمیہ کچھ اور بھی بیان کی ہے۔

[٧٩] اَلسَّادِسُ: عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَوْ أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُونَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ، تَغْدُو خِمَاصًا وَّتَرُوحُ بِطَانًا». رَوَاهُ

[79] حضرت عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمھیں اس طرح روزی دے جیسے وہ پرندوں کو روزی دیتا ہے' وہ صبح بھوکے نکلتے ہیں

[79] جامع الترمذي، الزهد....، باب في التوكل على الله، حديث: 2344.

التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

اور شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

مَعْنَاهُ: تَذْهَبُ أَوَّلَ النَّهَارِ خِمَاصًا، أَيْ: ضَامِرَةَ الْبُطُونِ مِنَ الْجُوعِ، وَتَرْجِعُ آخِرَ النَّهَارِ بِطَانًا، أَيْ: مُمْتَلِئَةَ الْبُطُونِ.

اس کے معنی ہیں کہ دن کے آغاز میں (پرندے) بھوکے نکلتے ہیں' یعنی بھوک سے ان کے پیٹ پچکے ہوتے ہیں اور دن کے آخر میں لوٹتے ہیں تو پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① توکل کا مطلب ہے کہ تمام اعتماد اسباب ظاہری ہی پر نہ ہو بلکہ ان کے ساتھ اصل اعتماد اللہ پر ہو کیونکہ اللہ کی مشیت کے بغیر اسباب بھی کچھ نہیں کرتے' تاہم اسباب ظاہری کا اختیار کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ اس کا حکم بھی اللہ ہی نے دیا ہے' جیسے پرندے گھونسلوں کے اندر ہی نہیں بیٹھے رہتے بلکہ تلاش رزق میں باہر نکلتے اور گھومتے پھرتے ہیں۔ ② ظاہری اسباب اختیار کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انسان ساری توانائیاں حصول دولت پر خرچ کر دے اور زندگی کا مقصد ہی یہی بنا لے۔ ایسے شخص کے لیے سخت وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے حوس کی بیماری میں مبتلا کر دیتا ہے اور لاکھوں ہونے کے بعد بھی اسے فقر کا خوف طاری رہتا ہے۔ ③ حصول رزق کے جو ذرائع اللہ کی عبادت اور فرائض ادا کرنے میں رکاوٹ ہوں انھیں ترک کر کے اللہ پر توکل کرتے ہوئے کوئی متبادل صورت اختیار کرنی چاہیے۔

[٨٠] اَلسَّابِعُ: عَنْ أَبِي عُمَارَةَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا فُلَانُ! إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ، فَقُلْ: اَللّٰهُمَّ! أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَامَلْجَأَ وَلَامَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ؛ فَإِنَّكَ إِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ مِتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَإِنْ أَصْبَحْتَ أَصَبْتَ خَيْرًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[80] حضرت ابوعمارہ براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے فلاں! جب تو اپنے بستر کی طرف جگہ پکڑے (یعنی لیٹ جائے) تو یہ پڑھ لیا کر: [اَللّٰهُمَّ! أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ ...... وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ]'' اے اللہ! میں نے اپنا نفس تیرے سپرد کر دیا ہے اور اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کر لیا ہے اور اپنا معاملہ تجھے سونپ دیا ہے اور اپنی پیٹھ تیری طرف لگا لی ہے' تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے۔ تیری گرفت کے مقابلے میں' تیرے سوا' کوئی جائے پناہ اور مقام نجات نہیں۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور اس پیغمبر کو مانا جسے تو نے بھیجا۔'' (پھر آپ نے فرمایا:) چنانچہ اگر تجھے تیری اس رات میں موت آ گئی تو تجھے فطرت (اسلام)

[80] صحيح البخاري، الدعوات، باب إذا بات طاهرًا، حديث:6311' وصحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب مايقول عندالنوم وأخذ المضجع؟' حديث:2710۔

پر موت آئے گی اور اگر تو نے صبح کی (یعنی موت نہ آئی) تو تو بھلائی کو پہنچ گیا۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ وَقُلْ: وَذَكَرَ نَحْوَهُ، ثُمَّ قَالَ: «وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُولُ».

اور حضرت براء رضی اللہ عنہ ہی سے صحیحین (بخاری ومسلم) کی ایک اور روایت میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تو اپنی خواب گاہ پر آنے لگے تو نماز کے وضو کی طرح وضو کر' پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جا اور یہ پڑھ۔'' اور اس دعا کا ذکر کیا جو ابھی گزری۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کلمات کو اپنی آخری گفتگو بنا (یعنی عین سوتے وقت مذکورہ کلمات ادا کر۔ اس کے بعد کوئی گفتگو نہ کرنا)۔''

فوائد ومسائل: ① رات کو سوتے وقت وضو کر کے سونا بہتر ہے' اسی طرح اس دعا کا پڑھ لینا بھی بہت اچھا ہے کیونکہ اس میں اسلام وایمان کی تجدید اور اللہ کی بارگاہ میں امن وعافیت اور سلامتی کی التجا ہے۔ ② نیند کو موت کی بہن کہا گیا ہے اور اس میں روح کا تعلق کسی حد تک جسم سے ختم ہو جاتا ہے' اس لیے سونے سے پہلے تجدید عہد کی تاکید کی گئی ہے' پھر بار بار کے اقرار سے باری تعالیٰ بھی بندے سے خوش ہوتا ہے۔ ③ اس سے معلوم ہوا کہ وضو نہ صرف ذریعۂ عبادت ہے بلکہ بذات خود بھی ایک عبادت ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو عمارہ براء بن عازب رضی اللہ عنہما] براء بن عازب بن حارث بن عدی۔ کنیت ابو عمارہ ہے۔ انصار کے قبیلۂ اوس سے ان کا تعلق تھا' اسی لیے انصاری اور اوسی کہلاتے ہیں۔ باپ اور بیٹا دونوں ہی صحابی ہیں۔ غزوۂ بدر میں صغر سنی کی وجہ سے شمولیت کی اجازت نہ دی گئی' البتہ پہلا معرکہ جس میں انھوں نے شرکت کی احد یا خندق ہے۔ شہر الري کے فاتح ہیں۔ جنگ نہروان' صفین اور جمل وغیرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ کوفے میں 71 یا 72 ہجری کو مصعب بن زبیر کے دور میں فوت ہوئے۔ صحیحین کی 305 حدیثوں کے راوی یہی ہیں۔

[٨١] اَلثَّامِنُ: عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَامِرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ كَعْبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ تَيْمِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ الْقُرَشِيِّ التَّيْمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - وَهُوَ وَأَبُوهُ وَأُمُّهُ صَحَابَةٌ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُم - قَالَ: نَظَرْتُ إِلَى أَقْدَامِ الْمُشْرِكِينَ وَنَحْنُ فِي الْغَارِ، وَهُمْ عَلَى

[81] حضرت ابوبکر صدیق عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب قرشی تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے...... اور یہ ابوبکر' ان کے والد عثمان اور ان کی والدہ تینوں صحابی ہیں رضی اللہ عنہم...... انھوں نے فرمایا: میں نے مشرکوں کے قدموں کی طرف دیکھا' جب ہم غار (ثور) میں تھے' اور وہ ہمارے سروں پر تھے۔ تو میں

[81] صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب المهاجرين وفضلهم، حديث:3653، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي بكر الصديق ؓ، حديث:2381.

رُؤُوسِنا ، فَقُلْتُ : يَارَسُولَ اللهِ! لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَأَبْصَرَنَا ، فَقَالَ : «مَا ظَنُّكَ يَاأَبَا بَكْرٍ! بِاثْنَيْنِ اللهُ ثَالِثُهُمَا؟» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر ان میں سے کوئی اپنے قدموں کی طرف دیکھ لے تو یقیناً وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! ان دو کے متعلق تمھارا کیا گمان ہے کہ جن کا تیسرا اللہ ہو (یعنی ہم دو ہی نہیں بلکہ تیسرا ہمارے ساتھ اللہ ہے اور جن کے ساتھ اللہ ہو ان کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے)۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نبیٔ کریم ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں مکے سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے جا رہے تھے اور مشرکین مکہ نے آپ کی گرفتاری پر گراں قدر انعام مقرر کر دیا تھا جس کے لالچ میں لوگ آپ کی تلاش میں سرگرداں تھے حتی کہ یہ مشرکین اس غارِ ثور کے دہانے تک پہنچ گئے جہاں آپ دونوں نے آرام کرنے کے لیے پناہ لی ہوئی تھی۔ ② اس میں بھی رسول اللہ ﷺ کی شجاعت و بے خوفی اور آپ کا اللہ پر بے پناہ اعتماد و توکل کا اور اللہ کی اپنے خاص بندوں کی مدد اور دست گیری کا بیان ہے' جیسے فرمایا: ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْأَشْهَادُ﴾ ''یقیناً ہم ضرور مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں اور ایمان داروں کی' دنیا کی زندگی میں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔'' ③ اس سے رافضیوں اور شیعوں کا بھی رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ غار میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ابوبکر نہیں بلکہ بکر بن عبداللہ تھے۔ ④ ایمان جس قدر مضبوط ہو اللہ تعالیٰ پر توکل بھی اسی قدر زیادہ ہوگا۔ اللہ کے سب سے زیادہ متوکل بندے اللہ کے رسول ہوتے ہیں۔ ⑤ دین بچانے کی خاطر نکلنے والوں کی اللہ تعالیٰ غیبی مدد فرماتا ہے اور انھیں دشمن کے چنگلوں سے نکال کر بحفاظت ان کی منزل مقصود تک پہنچاتا ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ] عبداللہ بن عثمان بن عامر بن کعب تیمی' قریشی۔ ابوبکر کنیت' لقب صدیق اور عتیق ہے۔ ان کے والد بھی ابوقحافہ کنیت سے مشہور ہیں۔ تیم قبیلے سے آپ کا تعلق تھا۔ نبیٔ کریم ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں کے پہلے خلیفۂ راشد تھے۔ ساری کائنات میں سے انبیاء کے بعد افضل ترین انسان ہیں۔ سفرِ ہجرت میں یہ نبی ﷺ کے رفیق تھے' اسی بنا پر ان کو یارِ غار بھی کہا جاتا ہے۔ سرخ و سپید چہرہ' نرم مزاج' اور دبلے پتلے تھے۔ بڑے عزم و استقلال اور صمیم الارادہ تھے۔ ﴿أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ کی عملی تفسیر تھے۔ ہمہ قسم کی تعریف و توصیف سے مستغنی ہیں۔ جمادی الثانیہ 13 ہجری کو وفات پائی۔ کتب احادیث میں آپ سے 142 احادیث مروی ہیں۔

[٨٢] اَلتَّاسِعُ : عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ سَلَمَةَ، وَاسْمُهَا هِنْدُ بِنْتُ أَبِي أُمَيَّةَ حُذَيْفَةَ الْمَخْزُومِيَّةُ،

[82] ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے...... ان کا نام ہند بنت ابو امیہ حذیفہ مخزومیہ ہے...... کہ نبیٔ کریم ﷺ

[82] ضعيف- سنن أبي داود، الأدب، باب مايقول إذا خرج من بيته؟، حديث:5094، وجامع الترمذي، الدعوات، باب منه [دعاء: (بسم الله توكلت على الله ......)]، حديث:3427.

رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ قَالَ: «بِسْمِ اللهِ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ، اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَضِلَّ أَوْ أُضَلَّ، أَوْ أَزِلَّ أَوْ أُزَلَّ، أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ، أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ». حَدِيثٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُمَا بِأَسَانِيدَ صَحِيحَةٍ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهٰذَا لَفْظُ أَبِي دَاوُدَ.

جب اپنے گھر سے باہر نکلتے تو پڑھتے: [بِسْمِ اللهِ ...... يُجْهَلَ عَلَيَّ] ''اللہ کے نام سے' اللہ ہی پر میں نے بھروسا کیا۔ اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا گمراہ کر دیا جاؤں' یا میں پھسل جاؤں یا پھسلا دیا جاؤں' یا میں کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے' یا میں جہالت کا ارتکاب کروں یا میرے ساتھ جاہلانہ معاملہ کیا جائے۔'' (یہ صحیح حدیث ہے' اسے ابوداود اور ترمذی وغیرہما نے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور یہ (روایت کے مذکورہ) الفاظ ابوداود کے ہیں۔

فائدہ: مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہے جبکہ بعض محققین نے اسے صحیح بھی قرار دیا ہے لیکن حق اور راجح بات یہی ہے کہ یہ روایت سنداً ضعیف ہے کیونکہ امام شعبی کا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں۔ واللہ أعلم۔

راویٔ حدیث: [ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا] ہند بنت ابوامیہ نام اور ام سلمہ کنیت ہے۔ حضرت ابوسلمہ مخزومی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ پہلی ہجرت حبشہ میں ان کے ساتھ تھیں' پھر دونوں مدینہ منورہ آ گئے۔ غزوۂ احد میں ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو کاری زخم لگا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے اور وفات پا گئے۔ ابوسلمہ کی جدائی سے پریشان تھیں۔ شوال 4 ہجری میں نبی ﷺ نے ان کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ 59 یا 60 ہجری کو 84 برس کی عمر پا کر فوت ہوئیں۔ بقیع قبرستان میں ان کو دفن کیا گیا۔ اخلاق اور عقل کے اعتبار سے عورتوں میں سے کامل ترین تھیں۔ نبی علیہ السلام کے 378 فرامین کو روایت کیا ہے۔

[٨٣] اَلْعَاشِرُ: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَالَ - يَعْنِي: إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ - بِسْمِ اللهِ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ. يُقَالُ لَهُ: هُدِيتَ، وَكُفِيتَ، وَوُقِيتَ، وَتَنَحّٰى عَنْهُ الشَّيْطَانُ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَالنَّسَائِيُّ وَغَيْرُهُمْ. وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[83] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص گھر سے نکلتے وقت یہ پڑھ لے [بِسْمِ اللهِ ...... إِلَّا بِاللهِ] ''(میں اس گھر سے) اللہ کے نام کے ساتھ (نکل رہا ہوں)' میں نے اللہ ہی پر بھروسا کیا' گناہ سے پھرنا اور نیکی کی قوت کا میسر آ جانا اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔'' تو اسے کہا جاتا ہے: تو ہدایت دیا گیا' تیری کفایت کی گئی اور تو بچا لیا گیا۔ اور شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے۔'' (اسے ابوداود' ترمذی' نسائی وغیرہم نے روایت کیا ہے۔

[83] ضعيف- سنن أبي داود، الأدب، باب مايقول إذا خرج من بيته، حديث: 5095' و جامع الترمذي، الدعوات، باب ماجاء مايقول إذا خرج من بيته؟، حديث: 3426.

ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے)۔

زَادَ أَبُو دَاوُدَ: «فَيَقُولُ: - يَعْنِي الشَّيْطَانَ - لِشَيْطَانٍ آخَرَ كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هُدِيَ وَكُفِيَ وَوُقِيَ؟»

ابو داود نے یہ الفاظ مزید روایت کیے ہیں: ''شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے: تیرا اس آدمی پر کیسے بس چلے گا جسے ہدایت سے نواز دیا گیا' وہ کفایت کیا گیا اور اسے بچا لیا گیا۔ (یا مکروہات سے اس کی حفاظت کی گئی؟)''

[٨٤] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ أَخَوَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، وَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْتِي النَّبِيَّ ﷺ، وَالْآخَرُ يَحْتَرِفُ، فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ أَخَاهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: «لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

[84] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے' ایک ان میں سے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتا (اور آپ سے دین کا علم سیکھتا) اور دوسرا کاروبار کرتا اور کماتا۔ کاروباری بھائی نے اپنے بھائی کی شکایت نبی ﷺ سے کی (کہ وہ کاروبار نہیں کرتا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(تمھیں کیا معلوم) شاید تمھیں روزی اس کی وجہ ہی سے ملتی ہو۔'' (اسے ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے جو امام مسلم کی شرط پر ہے۔)

[يَحْتَرِفُ]: يَكْتَسِبُ وَيَتَسَبَّبُ.

يَحْتَرِفُ کے معنی کمانا اور اسباب و وسائل اختیار کرنا ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ دین کا علم حاصل کرنے کے لیے اس طرح کسی کو وقف کر دینا یا کسی کا وقف ہو جانا جائز اور مستحب ہے۔ علوم دینیہ کے ایسے طلباء کو بوجھ نہیں تصور کرنا چاہیے' اسی طرح ان کی اور علماء کی امداد سے گریز نہیں کرنا چاہیے' ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ رزق میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ ② انسان کو بے وسیلہ لوگوں کی امداد سے رزق مہیا ہوتا ہے۔ ③ اس میں ان لوگوں کے لیے خوشخبری ہے جو دینی مدارس، طلباء اور علماء کے ساتھ تعاون کرتے ہیں تاکہ وہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کام کریں۔ دورِ حاضر میں جبکہ دولت بہت بڑے فتنے کی صورت اختیار کر چکی ہے' صاحب ثروت لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ کے دین کی بقا کی خاطر اہل علم کی ضرورتوں کا خیال رکھیں۔ المیہ یہ ہے کہ عموماً دین کی تعلیم وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو مالی طور پر کمزور ہوتے ہیں اور عملی میدان میں ایک طرف ان کے سامنے ان کی محنت ہوتی ہے جو انھوں نے دینی تعلیم حاصل کرنے میں کی ہوتی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ دین کی خدمت کریں اور دوسری طرف معاشی پریشانیاں بدستور ان کے دامن گیر رہتی ہیں اور مساجد و مدارس کے جن ذمہ داران کے رحم و کرم پر وہ ہوتے ہیں انھیں ان کی ضرورتوں کا ذرہ بھر احساس نہیں ہوتا۔ عالی شان عمارتیں بنانے اور دیگر کام کرنے کے لیے لاکھوں روپے صرف کر دیے جاتے ہیں لیکن افراد پر پیسہ خرچ کرنا شجر ممنوعہ سمجھا جاتا ہے' اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ مٹی پر

[84] جامع الترمذي، الزهد، باب في التوكل على الله، حديث: 2345.

پیسہ لگانے کی بجائے افراد پر خرچ کیا جائے تاکہ خاطر خواہ فوائد حاصل ہوں۔

[٨] بَابُ الْاسْتِقَامَةِ

باب:8- استقامت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ﴾ [هود: ١١٢]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تو ثابت قدم رہ جیسا کہ تجھے حکم ہوا۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُوا۟ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسْتَقَـٰمُوا۟ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا۟ وَلَا تَحْزَنُوا۟ وَأَبْشِرُوا۟ بِٱلْجَنَّةِ ٱلَّتِى كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَآؤُكُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْـَٔاخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِىٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ﴾ [فصلت: ٣٠-٣٢]

اور فرمایا: ''تحقیق جنھوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے' پھر اس پر قائم رہے' ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) نازل ہوتے ہیں: تم مت ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوش خبری سنو اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ اور تمھارے لیے وہاں وہ ہے جو تمھارا جی چاہے۔ اور تمھارے لیے وہاں وہ ہے جو تم مانگو۔ مہمانی ہے اس بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُوا۟ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسْتَقَـٰمُوا۟ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ أُو۟لَـٰٓئِكَ أَصْحَـٰبُ ٱلْجَنَّةِ خَـٰلِدِينَ فِيهَا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾ [الأحقاف: ١٣، ١٤].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک جنھوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے' پھر ثابت قدم رہے' ان پر نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے' وہ لوگ ہیں بہشت والے' اس میں ہمیشہ رہیں گے' بدلہ ہے ان کاموں کا جو وہ کرتے تھے۔''

فائدۂ آیات: ان آیات میں استقامت کا دینی و اُخروی نتیجہ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین پر استقامت عطا فرمائے تاکہ ہم ان خوش خبریوں کا مصداق بن سکیں جو ان آیات میں بیان کی گئی ہیں۔

[٨٥] وَعَنْ أَبِي عَمْرٍو، وَقِيلَ: أَبِي عَمْرَةَ، سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! قُلْ لِّي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا غَيْرَكَ. قَالَ: «قُلْ: آمَنْتُ بِاللهِ، ثُمَّ اسْتَقِمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[85] حضرت ابو عمرو' بعض کے نزدیک ابو عمرہ' سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتا دیں کہ اس کے بارے میں آپ کے علاوہ میں کسی سے سوال نہ کروں۔ آپ نے فرمایا: ''تم کہو: میں اللہ پر ایمان لایا' پھر اس پر ثابت قدم رہو۔'' (مسلم)

[85] صحيح مسلم، الإيمان، باب جامع أوصاف الإسلام، حديث:38.

فوائد و مسائل: ① استقامت کا مطلب ہے: اسلام کے اوامر و نواہی پر نہایت ثابت قدمی سے عمل کرنا' نیز احکام فرائض و سنن اور مستحبات کو بجالانا اور محرمات سے اجتناب کرنا۔ ② ایمان محض زبان سے ظاہر کر دینے کا نام نہیں بلکہ اصل ایمان وہی ہے جس کے ساتھ عمل ہو' اس لیے کہ عمل ایمان کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ جس طرح بے ثمر درخت کی کوئی اہمیت نہیں اسی طرح عمل کے بغیر ایمان کی حیثیت نہیں۔ اور استقامت کمال ایمان کی علامت ہے۔ ③ ایمان لا کر اس پر استقامت اختیار کرنا واقعی بڑا مشکل امر ہے' اس لیے اس پر انعام بھی بہت بڑا رکھا گیا ہے۔ سورۂ حم السجدہ میں ملائکہ کی دوستی، ان کی موڈت اور حزن ملال سے آزادی جیسے انعامات کا تذکرہ موجود ہے۔ ④ مسند احمد میں ہے کہ اس نے مزید یہ سوال کیا کہ اللہ کے رسول آپ میرے بارے میں کس چیز کے متعلق خطرہ محسوس کرتے ہیں تو آپ نے اپنی زبان کو پکڑ کر اشارہ فرمایا کہ "اس کی حفاظت کرنا۔" (مسند أحمد: 413/3)

راویٔ حدیث: [حضرت ابوعمرو سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ] سفیان بن عبداللہ بن ابی ربیعہ بن حارث ثقفی' طائفی۔ کنیت کے بارے میں دو قول ہیں۔ بعض ابوعمرو اور بقول بعض ابوعمرہ ہے۔ صحابیٔ رسول ہیں اور ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنا بھی ثابت ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو طائف کا گورنر بنایا تھا۔

[٨٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «قَارِبُوا وَسَدِّدُوا، وَاعْلَمُوا: أَنَّهُ لَنْ يَنْجُوَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ بِعَمَلِهِ». قَالُوا: وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[86] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اعتدال کی راہ اختیار کرو اور سیدھے سیدھے رہو اور یہ بات جان لو کہ تم میں سے کوئی شخص صرف اپنے عمل سے نجات نہیں پائے گا۔" صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ بھی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں! میں بھی نہیں' مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنے فضل اور رحمت میں ڈھانپ لے۔" (مسلم)

وَ[الْمُقَارَبَةُ]: اَلْقَصْدُ الَّذِي لَا غُلُوَّ فِيهِ وَلَا تَقْصِيرَ. وَ[السَّدَادُ]: اَلْاِسْتِقَامَةُ وَالْإِصَابَةُ. وَ[يَتَغَمَّدَنِي] يُلْبِسُنِي وَيَسْتُرُنِي.

مُقَارَبَة کے معنی ہیں: راہ اعتدال (میانہ روی) جس میں افراط ہو نہ تفریط۔ اور سَدَاد کے معنی ہیں: استقامت اور درستی۔ يَتَغَمَّدَنِي: مجھے پہنائے اور ڈھانپ لے۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنَى الْاِسْتِقَامَةِ: لُزُومُ طَاعَةِ اللهِ تَعَالَى؛ قَالُوا: وَهِيَ مِنْ جَوَامِعِ الْكَلِمِ، وَهِيَ نِظَامُ الْأُمُورِ. وَبِاللهِ التَّوْفِيقُ.

علماء نے کہا ہے: استقامت کے معنی ہیں: اللہ کی اطاعت کا اہتمام کرنا۔ انھوں نے کہا: یہ جوامع الکلم میں سے ہے۔ (یعنی ان کلمات میں سے جن میں الفاظ کم اور معانی بہت زیادہ ہیں۔) اور معاملات کا نظم اس سے وابستہ

[86] صحيح البخاري، المرضى، باب تمني المريض الموت، حديث:5673، وصحيح مسلم، صفات المنافقين و أحكامهم، باب: لن يدخل أحد الجنة بعمله ...... حديث:2816.

ہے۔ وباللہ التوفیق۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے ساتھ اگرچہ عمل کی اہمیت اپنی جگہ مسلم (تسلیم شدہ) ہے کیونکہ اللہ کی رحمت اور اس کا فضل حاصل کرنے کا یہی واحد طریقہ ہے' تاہم تمام اعتماد صرف عمل ہی پر نہیں ہونا چاہیے کیونکہ عمل کسی کوتاہی کی وجہ سے (جس کا ہمیں علم بھی نہ ہو) برباد بھی ہوسکتا ہے' اس لیے عمل کے ساتھ یہ دعا بھی کی جائے کہ ہمارا عمل بارگاہ الٰہی میں قبول ہو جائے اور وہ ہمیں اپنے دامان رحمت میں ڈھانپ لے اور ہر عمل میں اخلاص نصیب ہو' کہ اخلاص کے بغیر بڑے سے بڑا عمل بھی مردود ہے۔ ② میانہ روی اور اعتدال امور خیر میں بھی مطلوب ہے۔ بے جا تشدد اور طاقت سے بڑھ کر نیکی کرنا بالآخر انسان کو تھکا دیتا ہے۔ اور یوں بھی ہوتا ہے کہ تہجد و اشراق تک ادا کرنے والا اکتا کر فرائض بھی ترک کر بیٹھتا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر استقامت اور مداومت اختیار کی جائے' خواہ وہ تھوڑا ہی ہو۔ ③ بعض لوگ میانہ روی کی آڑ میں فرائض کو بھی ترک کر دیتے ہیں اور حرام تک کے مرتکب ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام میں تشدد نہیں ہے۔ لیکن اعتدال کا یہ مفہوم سراسر غلط ہے۔ اس کے معنی فرائض کو ترک کرنے اور حرام کا ارتکاب کرنے کے ہرگز نہیں ہیں۔ خواہشات پرستی میں حدود اللہ کو پامال کرنا اور فرائض کو ترک کر کے کہنا کہ اسلام میں تنگ نظری نہیں ہے یقیناً مغرب زدگی کی علامت ہے۔

[٩] بَابٌ: فِي التَّفَكُّرِ فِي عَظِيمِ مَخْلُوقَاتِ اللهِ تَعَالَى، وَفَنَاءِ الدُّنْيَا وَأَهْوَالِ الْآخِرَةِ وَسَائِرِ أُمُورِهِمَا، وَتَقْصِيرِ النَّفْسِ وَتَهْذِيبِهَا وَحَمْلِهَا عَلَى الْاِسْتِقَامَةِ

باب:9- اللہ تعالیٰ کی عظیم مخلوقات میں غور وفکر کرنے' دنیا کے فنا ہونے' آخرت کی ہولناکیوں اور دنیا و آخرت کے تمام امور کا' نفس کی کوتاہی اور اس کی اصلاح وتہذیب اور اس کو استقامت پر آمادہ کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿قُلْ إِنَّمَآ أَعِظُكُم بِوَٰحِدَةٍ ۖ أَن تَقُومُوا۟ لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَٰدَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا۟﴾ [سبأ: ٤٦].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اے نبی!) کہہ دیجیے: بس میں تو تمھیں ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے دو دو اور ایک ایک کھڑے ہو جاؤ' پھر غور وفکر کرو۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿إِنَّ فِى خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَٰفِ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ لَءَايَٰتٍ لِّأُو۟لِى ٱلْأَلْبَٰبِ ۝ ٱلَّذِينَ يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ قِيَٰمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِى خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَٰطِلًا سُبْحَٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ﴾ الْآيَاتِ [آل عمران:

اور فرمایا: ''بے شک آسمان و زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے آنے جانے میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے' بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔ اور وہ غور وفکر کرتے ہیں آسمان و زمین کی پیدائش میں' کہتے ہیں: اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ

۱۹۰، ۱۹۱].

بے فائدہ پیدا نہیں کیا' تو پاک ہے۔ چنانچہ تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔"

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى ٱلْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وَإِلَى ٱلسَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ وَإِلَى ٱلْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝ وَإِلَى ٱلْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝ فَذَكِّرْ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ﴾ [الغاشية: ١٧-٢١].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کیا وہ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے۔ اور آسمان کی طرف کہ کیسے وہ بلند کیا گیا۔ اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے وہ گاڑے گئے۔ اور زمین کی طرف کہ کیسے وہ بچھائی گئی۔ چنانچہ تو نصیحت کر' تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔"

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي ٱلْأَرْضِ فَيَنظُرُوا﴾ ٱلْآيَةَ [محمد: ١٠].

اور فرمایا: "کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھیں ......"

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ.

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

وَمِنَ الْأَحَادِيثِ الْحَدِيثُ السَّابِقُ [رقم ٦٦]: «اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ».

اور احادیث میں سے سابقہ حدیث [اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ] ہے۔ دیکھیے: (باب المراقبة، حدیث:66)

[١٠] بَابٌ فِي الْمُبَادَرَةِ إِلَى الْخَيْرَاتِ وَحَثِّ مَنْ تَوَجَّهَ لِخَيْرٍ عَلَى الْإِقْبَالِ عَلَيْهِ بِالْجِدِّ مِنْ غَيْرِ تَرَدُّدٍ

باب: 10- نیکیوں کی طرف جلدی کرنے اور طالب خیر کو اس بات پر آمادہ کرنے کا بیان کہ وہ نیکی کو بغیر کسی تردد کے توجہ اور محنت کے ساتھ اختیار کرے

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿فَٱسْتَبِقُوا ٱلْخَيْرَٰتِ﴾ [البقرة: ١٤٨].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "نیکیوں کی طرف جلدی کرو!"

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَسَارِعُوٓا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾ [آل عمران: ١٣٣].

اور فرمایا: "اور جلدی کرو اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف' جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے' جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔"

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ:

اس موضوع سے متعلقہ احادیث درج ذیل ہیں:

[٨٧] فَالْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

[87] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

[87] صحیح مسلم، الإیمان، باب الحث علی المبادرۃ بالأعمال قبل تظاهر الفتن، حدیث: 118.

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّيُمْسِي كَافِرًا، وَيُمْسِي مُؤْمِنًا وَّيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ﷺ نے فرمایا: ''(نیک) اعمال کرنے میں جلدی کر لو ایسے فتنوں کے آنے سے پہلے جو شب تاریک کے مختلف ٹکڑوں کی طرح (یکے بعد دیگرے) رونما ہوں گے۔ صبح کو آدمی مومن ہوگا اور شام کو کافر۔ شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر۔ وہ (اس طرح کہ) اپنے دین کو دنیا کے معمولی سامان کے عوض بیچ دے گا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں خبر دی گئی ہے کہ قیامت کے قریب پے در پے فتنوں کا ظہور ہوگا۔ فتنوں کی کثرت کی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں دین و ایمان کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہے گی' دنیا حاصل کرنے کی دوڑ لگی ہوگی حتی کہ دنیوی مفادات کے لیے اپنے دین و ایمان کا سودا کرنے میں بھی کوئی تامل نہیں ہوگا' بلکہ صبح و شام ان کے روپ بدلیں گے۔ چنانچہ ان بہروپیوں کی آج کثرت ہے جو صبح کچھ ہوتے ہیں' شام کو کچھ۔ کسی کو دین و ایمان پر استقامت نصیب نہیں الا ماشاء اللہ۔ ایسے حالات میں اہل ایمان کو استقامت کی اور بلا تاخیر اعمال صالحہ بجالانے کی تلقین کی گئی ہے۔ ② نیکی کا موقع میسر آتے ہی اسے کر گزرنا چاہیے، تامل کی صورت میں شیطان طرح طرح کے خیالات پیدا کر کے اس سے دور کرنے کی کوشش میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ ③ اللہ کی معصیت اور گناہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اس سے پناہ مانگی ہے کیونکہ معصیتوں کا دلدادہ انسان دار آخرت سے غافل ہو جاتا ہے' امور خیر میں لیت و لعل سے کام لیتا رہتا ہے تا آنکہ موت اسے دبوچ لیتی ہے اور اسے ندامت اور توبہ کی بھی توفیق نہیں ملتی۔

[٨٨] اَلثَّانِي: عَنْ أَبِي سِرْوَعَةَ - بِكَسْرِ السِّينِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِهَا - عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ، فَرَأَى أَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ، قَالَ: «ذَكَرْتُ شَيْئًا مِّنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا، فَكَرِهْتُ أَنْ يَّحْبِسَنِي، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[88] حضرت ابو سروعہ (سین کی زیر اور زبر کے ساتھ) عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے مدینے میں عصر کی نماز پڑھی۔ آپ نے سلام پھیرا اور نہایت تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی بیویوں میں سے کسی کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے۔ لوگ آپ کی اس تیز رفتاری سے گھبرا گئے۔ (تھوڑی دیر کے بعد) آپ واپس تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ لوگ آپ کی اس تیز رفتاری پر تعجب کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے یاد آیا کہ ہمارے پاس (گھر میں سونے یا چاندی کی) ڈلی کا کچھ حصہ ہے' مجھے

[88] صحيح البخاري، الأذان، باب من صلى بالناس فذكر حاجة فتخطاهم، حديث:851° والزكاة، باب من أحب تعجيل الصدقة من يومها، حديث:1430

یہ بات اچھی نہیں لگی کہ یہ (ڈلی) مجھے (اللہ کی یاد سے) روک دے' اس لیے میں نے (جلدی جلدی جا کر) اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔'' (بخاری)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: «كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِّنَ الصَّدَقَةِ، فَكَرِهْتُ أَنْ أُبَيِّتَهُ».

اور بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے: ''میں پیچھے گھر میں صدقے کی ایک ڈلی چھوڑ آیا تھا' تو میں نے اسے رات کو اپنے گھر رکھنا پسند نہیں کیا۔''

[اَلتِّبْرُ]: قِطَعُ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ.

اَلتِّبْر: سونے یا چاندی کا ٹکڑا۔

فوائد و مسائل: ① انسان کو اپنے پاس ایسی چیز نہیں رکھنی چاہیے جس کی وجہ سے اس کی توجہ اللہ سے ہٹ کر اس کی طرف ہو جائے۔ ② عام حالات میں لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آنا جانا اگرچہ ناپسندیدہ ہے لیکن خاص حالات میں' جب کہ کوئی ضرورت اس کی داعی ہو' ایسا کرنا جائز ہے۔ ③ اس سے نبی ﷺ کی دنیا سے بے رغبتی اور جلد از جلد نیکی کرنے کے جذبے کا بھی اندازہ ہوتا ہے، نیز یہ معلوم ہوا کہ زکاۃ اور صدقات کی رقم فوراً مستحقین تک پہنچانا ضروری ہے۔ ④ کسی ضروری کام کے لیے فرض نماز کے بعد کے اذکار کو مؤخر کیا جا سکتا ہے۔ ⑤ امام یا خطیب کے خلاف معمول کام سے لوگ متعجب ہوں تو اس کا سبب بیان کر دینا چاہیے تاکہ شبہات پیدا نہ ہوں۔ ⑥ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ فرض نماز کے سلام کے فوراً بعد سنتیں وغیرہ نہیں پڑھتے تھے بلکہ اپنی جگہ پر تشریف رکھتے ہوئے اذکار کرتے تھے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عقبہ بن حارث ابو سروعہ ؓ] عقبہ بن حارث بن عامر بن نوفل مکی۔ کنیت ان کی ابو سروعہ ''سین'' کے کسرہ یا فتحہ اور ''واو'' کے فتحہ کے ساتھ۔ مشہور و معروف صحابی ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ 50 ہجری کے بعد تک زندہ رہے۔

[٨٩] اَلثَّالِثُ: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ: أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا؟ قَالَ: «فِي الْجَنَّةِ». فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ كُنَّ فِي يَدِهِ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[89] حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ اُحد والے دن ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یہ بتلایئے! اگر میں مارا جاؤں (شہید ہو جاؤں) تو میں کہاں جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں۔'' تو اس نے اپنے ہاتھ میں موجود کھجوریں پھینک دیں' پھر (نہایت بے جگری سے) لڑا' حتی کہ شہید ہو گیا۔ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں صحابۂ کرام ؓ کے شوق شہادت اور شہادت کا بدلہ جنت ہونے کا بیان ہے' نیز یہ کہ جو کوئی

[89] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة أحد، حديث:4046، وصحيح مسلم، الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد، حديث: 1899.

صدق دل سے شہادت کا طالب ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے ضرور اس شرف وفضل سے سرفراز فرماتا ہے۔ ② رسول اکرم ﷺ وحی الٰہی کے بغیر نہیں بولتے تھے۔ آپ ﷺ کا اپنے صحابی کو جنت کی بشارت دینا وحی الٰہی کی بنیاد پر تھا اور آپ ﷺ کا معجزہ تھا۔ اس سے آپ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کا استدلال سراسر جہالت ہے' پھر اس لیے بھی کہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے لڑنے والا شہید ہو جائے تو وہ جنتی ہے۔ لیکن ہمارے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی متعین شخص پر جنتی ہونے کا حتمی حکم لگائیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ فلاں ان شاء اللہ جنتی ہے۔ ③ ایمان و یقین جس قدر پختہ ہو، نیکی کرنا اتنا ہی زیادہ آسان ہوتا ہے اور بڑی سے بڑی چیز بھی آڑے نہیں آ سکتی۔

[٩٠] اَلرَّابِـعُ : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا؟ قَالَ : «أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ، تَخْشَى الْفَقْرَ، وَتَأْمُلُ الْغِنٰى، وَلَا تُمْهِلْ حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ، قُلْتَ : لِفُلَانٍ كَذَا، وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ كَذَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[90] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور سوال کیا: اے اللہ کے رسول! کون سا صدقہ اجر کے اعتبار سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا اس وقت صدقہ کرنا جب کہ تو صحیح (تندرست و توانا) ہو' مال کی حرص دل میں ہو' (خرچ کرنے سے) تجھے فقر کا اندیشہ اور (اپنے پاس جمع رکھنے سے) تونگری کی امید ہو۔ اور تو صدقہ کرنے میں تاخیر نہ کر' یہاں تک کہ جب روح گلے تک پہنچ جائے تو تُو کہے: فلاں کے لیے اتنا' فلاں کے لیے اتنا' جب کہ وہ فلاں (وارث) کا ہو چکا۔'' (بخاری و مسلم)

[اَلْحُلْقُومُ]: مَجْرَى النَّفْسِ . وَ[الْمَرِيءُ]: مَجْرَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ .

حُلْقُوم: سانس کی گزرگاہ۔ اَلْمَرِيءُ: کھانے پینے کی گزرگاہ۔

فوائد و مسائل: ① صحیح صدقہ وہی ہے جو انسان صحت کی حالت میں کرے۔ موت کے آثار شروع ہونے کے بعد کے صدقے کی اللہ کے ہاں خاص اہمیت نہیں' علاوہ ازیں اس وقت انسان ایک تہائی مال سے زیادہ صدقہ کر ہی نہیں سکتا کیونکہ اس وقت مال وارثوں کا حق بن جاتا ہے جسے اللہ کی راہ میں بھی خرچ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے اللہ نے حد مقرر فرما دی ہے کہ مرض الموت میں کوئی اپنا مال وقف یا صدقہ کرنا چاہے تو وہ ایک تہائی ($\frac{1}{3}$) مال سے زیادہ نہیں کر سکتا۔ ② اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ انسان کو نیکی کے کاموں بالخصوص صدقہ و خیرات میں تاخیر نہیں بلکہ عجلت سے کام لینا چاہیے۔ ③ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مذکورہ بالا صورت کے علاوہ کوئی صورت باعث فضیلت نہیں۔ فقر، حرص اور صحت کی قید لگانے کا مقصد یہ ہے کہ ایسے حالات میں عموماً صدقہ کرنا نہایت مشکل ہوتا ہے اور صرف نیکی کا جذبہ رکھنے والے ہی صدقہ کر سکتے ہیں ورنہ خوشحال کا صدقہ جسے فقر کا ڈر نہ ہو، بھی بسا اوقات بہت بڑے اجر کا باعث ہوتا ہے۔ بسا اوقات سائل کی

[90] صحيح البخاري، الزكاة، باب فضل صدقة الشحيح الصحيح، حديث:1419، وصحيح مسلم، الزكاة، باب بيان أن أفضل الصدقة صدقة الصحيح الشحيح، حديث:1032.

محتاجی کی نوعیت بھی صدقے کی فضیلت کو بڑھا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایمان والوں کی ایک خوبی یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ وہ تنگی اور آسائش ہر دو صورتوں میں خرچ کرتے ہیں۔

[٩١] اَلْخَامِسُ: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَخَذَ سَيْفًا يَوْمَ أُحُدٍ، فَقَالَ: «مَنْ يَأْخُذُ مِنِّي هٰذَا؟»، فَبَسَطُوا أَيْدِيَهُمْ، كُلُّ إِنْسَانٍ مِّنْهُمْ يَقُولُ: أَنَا، أَنَا. قَالَ: «فَمَنْ يَأْخُذُهُ بِحَقِّهِ؟»، فَأَحْجَمَ الْقَوْمُ، فَقَالَ أَبُو دُجَانَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَا آخُذُهُ بِحَقِّهِ. فَأَخَذَهُ فَفَلَقَ بِهِ هَامَ الْمُشْرِكِينَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[91] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد والے دن رسول اللہ ﷺ نے ایک تلوار پکڑی اور فرمایا: ''یہ تلوار مجھ سے کون لے گا؟'' صحابہ نے اپنے ہاتھ دراز کیے' ان میں سے ہر ایک کی زبان پر تھا: میں' میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کون ہے جو اسے اس کے حق کے ساتھ لے گا؟'' (یہ سن کر) سب لوگ پیچھے ہٹ گئے اور توقف کیا۔ ابودجانہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور کہا: میں اسے اس کے حق کے ساتھ لوں گا' چنانچہ انھوں نے تلوار آپ سے لے لی اور اس سے مشرکوں کی کھوپڑیاں پھاڑیں۔ (مسلم)

اِسْمُ أَبِي دُجَانَةَ: سِمَاكُ بْنُ خَرْشَةَ. قَوْلُهُ: [أَحْجَمَ الْقَوْمُ]، أَيْ: تَوَقَّفُوا. وَ[فَلَقَ بِهِ]، أَيْ: شَقَّ. [هَامَ الْمُشْرِكِينَ]، أَيْ: رُؤُوسَهُمْ.

ابودجانہ کا نام سماک بن خرشہ ہے۔ أَحْجَمَ الْقَوْمُ کا مطلب ہے: انھوں نے توقف کیا۔ فَلَقَ: پھاڑا' چیرا۔ هَامَ الْمُشْرِكِينَ: مشرکوں کے سر' یعنی کھوپڑیاں۔

فوائد و مسائل: ① اس میں حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی بہادری اور فضیلت کا بیان ہے' تاہم اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس وقت بزدلی دکھائی بلکہ ان کا توقف اس اندیشے کی وجہ سے تھا کہ کہیں اس کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو جائے ورنہ اس سے قبل جب نبی ﷺ نے غیر مشروط طور پر تلوار لینے کا اعلان فرمایا تو ہر صحابی اسے لینے کے لیے لپکا۔ ظاہر بات ہے تلوار لینے کا مقصد اس سے جہاد کرنا ہی تھا نہ کہ کچھ اور۔ اس جذبے میں کوئی صحابی بھی پیچھے نہیں رہا۔ ② مسابقت الی الخیرات اچھا جذبہ ہے، تاہم انسان کو وہی ذمہ داری اٹھانی چاہیے جسے نبھانے کا وہ اہل ہو۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ] سماک بن اوس بن خرشہ بن لوذان انصاری' ساعدی۔ ان کی کنیت ابودجانہ ہے اور یہ اپنی کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ بدر و احد اور تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ احد کے دن رسول اللہ ﷺ نے اپنی تلوار اٹھائی اور فرمایا کہ کون اس کا حق ادا کرے گا۔ ساری قوم خاموش رہی۔ ابودجانہ نے وہ تلوار لی اور اس کے ساتھ مشرکین و کفار کی کھوپڑیاں پھاڑ دیں۔ یہ سر پر سرخ پٹی باندھ کر میدان قتال میں اترتے تھے۔ یہ بزرگ اور اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ جنگ یمامہ والے دن سخت معرکے کے بعد شہید ہوئے۔

[٩٢] اَلسَّادِسُ: عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ:

[92] حضرت زبیر بن عدی بیان کرتے ہیں کہ ہم

[91] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي دجانة سماك بن خرشة ﷺ، حديث:2470.

[92] صحيح البخاري، الفتن، باب لايأتي زمان إلا الذي بعده شرمنه، حديث:7068.

أَتَيْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَلْقَى مِنَ الْحَجَّاجِ. فَقَالَ: «اِصْبِرُوا فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ إِلَّا وَالَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّ مِنْهُ حَتَّى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ». سَمِعْتُهُ مِنْ نَبِيِّكُمْ ﷺ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے حجاج کے اس ظلم وستم کی شکایت کی جس سے ہم دوچار تھے۔ تو انھوں نے (رسول اللہ ﷺ کا فرمان سناتے ہوئے) کہا: ''اس پر صبر کرو! اس لیے کہ اب جو بھی وقت آئے گا' وہ پہلے سے بدتر ہی ہوگا' یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جا ملو۔'' (پھر فرمایا:) میں نے یہ بات تمھارے نبی ﷺ سے سنی ہے۔ (بخاری)

فوائد مسائل: ① اس میں پیش گوئی ہے کہ حالات دن بدن خراب سے خراب تر اور اسی حساب سے حکمران بھی ظالم اور بد سے بدتر ہوں گے۔ ایسے حالات میں حکمرانوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر ہر شخص اپنی اصلاح کرے اور اپنی آخرت سنوارنے کی فکر کرے اور حکمرانوں کی طرف سے ظلم وستم کا ارتکاب ہو تو اسے برداشت کرے اور صبر سے کام لے۔ ② حکمران جب تک واضح کفر کا ارتکاب نہ کریں اس وقت تک ان کے خلاف بغاوت درست نہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی عقیدہ ہے۔ اگر وہ ظلم وستم کریں تو اس پر صبر کرتے ہوئے اپنے فرائض ادا کرتے رہنا چاہیے۔ ③ حجاج بن یوسف نہایت سفاک اور ظالم تھا لیکن بہرحال مسلمان تھا' اس لیے سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے صبر اور برداشت کرنے کی نصیحت کی۔

راویٔ حدیث: [حضرت زبیر بن عدی رحمہ اللہ] زبیر بن عدی کوفی۔ ان کی کنیت ابوعدی ہے۔ تابعی ہیں۔ شہر الری کے قاضی تھے۔ انس بن مالک' معرور بن سوید اور ابووائل وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ احمد بن حنبل' ابن معین اور عجلی نے ان کی توثیق کی ہے' یعنی ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زبیر بن عدی 131 ہجری کو ''ری'' میں فوت ہوئے۔

[٩٣] اَلسَّابِعُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سَبْعًا: هَلْ تَنْتَظِرُونَ إِلَّا فَقْرًا مُنْسِيًا، أَوْ غِنًى مُطْغِيًا، أَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا، أَوْ هَرَمًا مُفْنِدًا، أَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا، أَوِ الدَّجَّالَ فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ، أَوِ السَّاعَةَ، فَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[93] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات چیزوں سے پہلے (نیک) اعمال میں جلدی کرو۔ کیا تمھیں ایسے فقر کا انتظار ہے جو بھلا دینے والا ہے۔ یا ایسی تونگری کا جو تمھیں حد سے تجاوز کر دینے والا بنانے والی ہے۔ یا ایسی بیماری کا جو بگاڑ دینے والی ہے۔ یا ایسے بڑھاپے کا جو عقل و ہوش کو زائل کر دینے والا ہے۔ یا ایسی موت کا جو نہایت تیزی سے اپنا کام تمام کر دینے والی ہے۔ (یعنی اچانک آ جائے) یا دجال کا' جو ہر اس غائب برائی سے بدتر ہے جس کا انتظار کیا جائے۔ یا قیامت کا' چنانچہ قیامت تو بہت ہی ہولناک اور نہایت تلخ تر ہے۔'' (اسے ترمذی نے

[93] ضعیف۔ جامع الترمذي، الزهد......، باب ماجاء في المبادرة بالعمل، حديث: 2306.

روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد مسائل: ① یہ روایت ضعیف ہے' تاہم اس موضوع سے متعلق ایک روایت امام حاکم نے ذکر کی ہے جو صحیح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: [اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَ صِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَ غِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَ فَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ] ''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں (کے آنے) سے پہلے غنیمت سمجھو: جوانی کو بڑھاپے سے پہلے پہلے صحت کو بیماری سے پہلے پہلے' تونگری کو فقیری سے پہلے پہلے' فراغت کو مصروفیت سے پہلے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے پہلے غنیمت سمجھو۔'' (الترغيب والترهيب:251/4) ② موانع (رکاوٹ بننے والی چیزوں) سے پہلے انسان کو نیک اعمال کے ذریعے سے اپنی آخرت سنوار لینی چاہیے' کہیں ایسا نہ ہو کہ مذکورہ موانع میں سے کوئی مانع انسان کو لاحق ہو جائے اور اعمال صالحہ سے وہ محروم ہی رہ جائے۔ ③ انسان کی یہ کمزوری ہے کہ وہ نعمتوں کے ہوتے ہوئے ان کی قدر نہیں کرتا اور نہ ان سے کما حقہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ ان کی اہمیت کا اندازہ ان کے چھن جانے کے بعد ہوتا ہے اور پھر انسان سنبھلنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس وقت پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے۔

[٩٤] اَلثَّامِنُ: عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: «لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، يَفْتَحُ اللهُ عَلٰى يَدَيْهِ». قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَا أَحْبَبْتُ الْإِمَارَةَ إِلَّا يَوْمَئِذٍ، فَتَسَاوَرْتُ لَهَا رَجَاءَ أَنْ أُدْعٰى لَهَا، فَدَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا، وَقَالَ: «اِمْشِ وَلَا تَلْتَفِتْ حَتّٰى يَفْتَحَ اللهُ عَلَيْكَ». فَسَارَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ شَيْئًا، ثُمَّ وَقَفَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ، فَصَرَخَ: يَا رَسُولَ اللهِ! عَلٰى مَاذَا أُقَاتِلُ النَّاسَ؟ قَالَ: «قَاتِلْهُمْ حَتّٰى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، فَإِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ فَقَدْ مَنَعُوا مِنْكَ دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ».

رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[94] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے خیبر والے دن فرمایا: ''میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر فتح عطا فرمائے گا۔'' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کبھی امارت کی خواہش نہیں کی' لیکن اس روز یہ خواہش کی (تاکہ یہ اعزاز جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے' مجھے حاصل ہو جائے۔ چنانچہ میں اس کے لیے اٹھ اٹھ کر بلند ہوتا' اس امید پر کہ (شاید) مجھے (اس جنگ کی) امارت (قیادت) دی جائے۔ (راویٔ حدیث بیان کرتے ہیں:) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور وہ جھنڈا ان کو عطا فرما دیا اور فرمایا: ''(جھنڈا لے کر) چل اور کسی کی طرف توجہ نہ کرنا' یہاں تک کہ اللہ تجھے فتح سے ہمکنار فرما دے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ چلے' پھر ٹھہر گئے اور کسی طرف توجہ نہیں کی اور بہ آواز بلند کہا: اے اللہ کے رسول میں کس چیز پر لوگوں سے جہاد کروں؟ نبی ﷺ نے فرمایا:

[94] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه، حديث: 2405.

''ان سے جہاد کر! یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ ایسا کر لیں تو بلاشبہ انھوں نے تجھ سے اپنی جانیں اور اپنے مال محفوظ کر لیے' البتہ جان و مال کے حق کے ساتھ (ان کا مواخذہ ہو سکتا ہے' یعنی وہ کسی مسلمان کو ناجائز قتل کر دیں تو قصاص میں ان کو قتل کرنا اور کسی کا مال غصب کیا ہو یا زکاۃ ادا نہ کی ہو تو وہ مال ان سے وصول کرنا ضروری ہے۔ زبان سے اسلام کی شہادت دینے پر ان کے خون اور اموال محفوظ ہو جائیں گے' تاہم اگر وہ دل سے مسلمان نہیں ہوئے تو) ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے (یعنی قیامت والے دن اللہ تعالیٰ خود ہی ان سے حساب لے لے گا)۔'' (مسلم)

[فَتَسَاوَرْتُ]: هُوَ بِالسِّينِ الْمُهْمَلَةِ، أَيْ: وَثَبْتُ مُتَطَلِّعًا.

فَتَسَاوَرْتُ: ''سین'' کے ساتھ۔ میں نبی ﷺ کی طرف جھانکتے ہوئے اٹھ اٹھ کر دیکھتا۔

فوائد و مسائل: ① اس میں حضرت علی ؓ کے خاص شرف و فضل کا بیان ہے۔ ② نبی ﷺ کے معجزے کا ذکر ہے کہ آپ نے پہلے ہی فتح خیبر کی اطلاع دی اور آپ کی خبر کے مطابق وہ فتح ہو گیا۔ ③ ظاہری حالات کے مطابق احکام اسلام کا اجرا ہو گا' چنانچہ جو زبان سے اسلام کا اظہار کرے گا' اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا' اس کے باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہو گا' البتہ قتل ناحق کے ارتکاب پر قصاصا اور ارتداد پر حدًا قتل کیا جائے گا۔ ④ جہاد اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہوتا ہے کہ لوگ توحید ربانی کا اقرار کر لیں' جہاد کا مفہوم قتل و غارت ہرگز نہیں ہے جیسا کہ اسلام دشمن باور کراتے ہیں۔ جہاد قیام امن کے لیے کیا جاتا ہے نہ کہ امن کو سبوتاژ کرنے کے لیے۔ رسول اکرم ﷺ کا سیدنا علی ؓ کو مقصد جہاد بیان کرنا اسلام کے امن پسند ہونے کی واضح دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام پوری دنیا میں پھیلا لیکن مقتولین کی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہ تھی۔

[١١] بَابُ الْمُجَاهَدَةِ

باب: 11 - مجاہدے (یعنی نفس و شیطان کے وسوسوں اور اعدائے دین کی کوششوں کے خلاف جدوجہد کرنے) کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَالَّذِينَ جَٰهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾ [العَنْكَبُوت: ٦٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انھیں اپنے راستوں کی طرف ہدایت

کرتے ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔"

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ [الحجر: ٩٩].

اور فرمایا: "اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے موت آ جائے۔"

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا﴾ [المزمّل: ٨]،

اور فرمایا: "اپنے رب کا نام یاد کر اور اس کی طرف یکسو ہو جا۔"

أَيْ: اِنْقَطِعْ إِلَيْهِ.

یعنی ہر طرف سے تعلق توڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جا۔

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾ [الزلزال: ٧].

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: "جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا' وہ اسے (روزِ قیامت اپنے نامۂ اعمال میں) دیکھ لے گا۔"

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا﴾ [المزمّل: ٢٠].

اور فرمایا: "تم جو کچھ بھی بھلائی اپنے نفسوں کے لیے آگے بھیجو گے' اسے تم اللہ کے پاس پا لو گے' وہ بہتر اور صلے میں بہت زیادہ ہوگی۔"

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: ٢٧٣]

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور تم جو مال بھی خرچ کرو گے' بلاشبہ اللہ تعالیٰ اسے جاننے والا ہے۔"

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ.

اس باب میں بہت سی آیات ہیں جو معلوم ہیں۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ:

اور احادیث درج ذیل ہیں:

[٩٥] فَالْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَالَ: مَنْ عَادٰى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[95] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی' میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔ میں نے بندے پر جو چیزیں فرض کی ہیں' ان سے زیادہ مجھے کوئی چیز محبوب نہیں جس سے وہ میرا قرب حاصل کرے (یعنی فرائض کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرنا مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔) اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے (بھی) میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ اور جب میں اس سے

[95] صحیح البخاري، الرقاق، باب التواضع، حديث:6502.

(اس کے ذوق عبادت‘ فرائض کی ادائیگی اور نوافل کے اہتمام کی وجہ سے) محبت کرتا ہوں تو (اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ) میں اس کے وہ کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے‘ اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے‘ اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر وہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے تو میں اسے وہ ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر کسی چیز سے پناہ طلب کرے تو میں اسے ضرور اس سے پناہ دیتا ہوں۔‘‘ (بخاری)

[آذَنْتُهُ]: أَعْلَمْتُهُ بِأَنِّي مُحَارِبٌ لَهُ [إِسْتَعَاذَنِي] رُوِيَ بِالنُّونِ وَبِالْبَاءِ.

آذَنْتُهُ کے معنی ہیں: میں اس کو بتلا دیتا ہوں کہ میری اس سے جنگ ہے۔ إِسْتَعَاذَنِي: ’’نون‘‘ اور ’’با‘‘ کے ساتھ (یعنی إِسْتَعَاذَنِي اور إِسْتَعَاذَبِي) دونوں طرح مروی ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے اہل بدعت و اہل شرک (حلولی‘ وجودی اور غیر اللہ کے پجاری) اپنے مزعومات و اباطیل پر استدلال کرتے ہیں‘ حالانکہ حدیث کا وہ مفہوم ہی نہیں ہے جو وہ بیان کرتے ہیں اور پھر اس سے بنائے فاسد علی الفاسد کا ارتکاب کرتے ہیں۔ حدیث کا سیدھا اور واضح مفہوم یہ ہے کہ جب انسان فرائض کی ادائیگی کے ساتھ نوافل کا بھی اہتمام کرتا ہے تو وہ اللہ کا خاص محبوب بندہ بن جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے اللہ کی خاص مدد حاصل ہو جاتی ہے‘ اللہ اسے اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے‘ اس کے اعضاء کی نگرانی فرماتا ہے‘ چنانچہ وہ ان سے اللہ کی نافرمانی کرنے سے بچ جاتا ہے اور کانوں سے وہی کچھ سنتا‘ آنکھوں سے وہی کچھ دیکھتا‘ ہاتھوں سے وہی کچھ پکڑتا ہے جو اللہ کو پسند ہے‘ اس کے قدم اسی چیز کی طرف اٹھتے ہیں جس میں اللہ کی رضا مضمر ہوتی ہے اور جب وہ محبوبیت اور اطاعت کے اس مقام رفیع پر فائز ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو بھی بالعموم قبول فرماتا ہے۔ ② ولی‘ کسی مخصوص وضع وہیئت کے حامل کو یا کسی گدی نشین کو‘ مجذوب یا نیم پاگل کو یا ذکر و عبادت کے مخصوص خود ساختہ اطوار اختیار کرنے والے کو نہیں کہا جاتا بلکہ اللہ کا ولی وہ ہے جو فرائض اسلام کا پابند‘ نوافل کا شوقین اور زندگی کے ہر شعبے میں اطاعت الٰہی اور سنت مصطفائی کا خوگر ہے۔ ③ ایسے اولیاء اللہ کی محبت‘ اللہ کی رضا کا اور ان سے دشمنی (ان سے نفرت و کراہت) اللہ کی شدید ناراضی اور غضب کا باعث ہے۔ ④ نوافل کا اہتمام یقیناً اللہ کے قرب کا باعث ہے لیکن فرائض وسنن کی پابندی کے ساتھ۔ اگر پہلے فرائض و سنن کی پابندی نہیں ہے تو اس کے بغیر نوافل کی کوئی حیثیت نہیں۔ فرائض وسنن کی ادائیگی کے بغیر اللہ کے قرب کی خواہش ایک خام خیالی اور باطل محض ہے۔

[٩٦] اَلثَّانِي : عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ، قَالَ: «إِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ إِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِذَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَإِذَا أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[96] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے رب سے روایت فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جب بندہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ذراع (ایک ہاتھ) قریب ہو جاتا ہوں۔ اور جب وہ میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس کی طرف دو ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔'' (بخاری)

فوائد مسائل: ① اس میں اللہ تعالیٰ کی جود و عطا' بخشش و مہربانی اور اس کی قدر دانی کا ذکر ہے کہ تھوڑے پر وہ بہت زیادہ اجر دیتا ہے۔ ② اللہ تبارک و تعالیٰ نہایت قدر دان ہے۔ جب کوئی شخص اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے مجاہدہ اور کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی کوشش سے دوگنا صلہ اسے عطا فرماتا ہے۔ اللہ کا قرب اطاعت الٰہی اور تقویٰ کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور غیروں کے ڈر کے مابین یہی فرق ہے کہ غیر اللہ سے انسان ڈرتا ہے تو اس سے دور بھاگتا ہے لیکن اللہ سے جس قدر زیادہ ڈرتا ہے اتنا ہی اس کے قریب ہوتا ہے۔

[٩٧] اَلثَّالِثُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ: اَلصِّحَّةُ، وَالْفَرَاغُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[97] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو نعمتیں ہیں جن میں اکثر لوگ (ان کے غلط استعمال کی وجہ سے) خسارے اور گھاٹے میں رہیں گے: صحت اور فراغت۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① غبن کے معنی ہیں: گھاٹا' یعنی اپنی چیز کو کم قیمت پر فروخت کر دینا یا کسی چیز کو اس کی اصل قیمت سے دگنی تگنی قیمت پر خریدنا۔ دونوں صورتوں میں انسان کا گھاٹا ہے اور معلوم ہونے پر اسے حسرت و ندامت ہوتی ہے۔ اسی گھاٹے اور حسرت کو غبن کہتے ہیں۔ حدیث میں انسان کو تاجر کے ساتھ اور صحت و فراغت کو رأس المال کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ جو انسان اپنے رأس المال (صحت و فراغت) کو احتیاط کے ساتھ استعمال کرتا ہے' وہ فائدے میں رہتا ہے اور جو اسے ضائع کر دیتا ہے' یعنی ان کا غلط استعمال کرتا ہے' وہ قیامت والے دن خسارے میں رہے گا اور نادم ہوگا۔ ② انسانوں کی اکثریت ان دونوں نعمتوں کی صحیح قدر نہیں کرتی۔ چنانچہ وہ اپنے اوقات بھی بے فائدہ اور فضول کاموں میں صرف کرتی ہے اور اپنی جسمانی قوت و توانائی بھی اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرتی ہے' اس کا سخت خمیازہ اس کو قیامت والے دن بھگتنا پڑے گا' جب ہر چیز کا حساب اور وزن ہوگا۔

[96] صحيح البخاري، التوحيد، باب ذكر النبي ﷺ و روايته عن ربّه، حديث: 7536.

[97] صحيح البخاري، الرقاق، باب الصحة والفراغ، و لاعيش إلا عيش الآخرة، حديث: 6412.

[٩٨] اَلرَّابِعُ: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقُلْتُ لَهُ: لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَا رَسُولَ اللهِ! وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: «أَفَلَا أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا؟» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَنَحْوُهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ مِنْ رِوَايَةِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ.

[98] حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ رات کو (اتنا لمبا) قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پھٹ جاتے۔ میں نے آپ سے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں اس بات کو پسند نہ کروں کہ میں اس کا شکر گزار بندہ بنوں؟'' (بخاری و مسلم۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔ اور بخاری و مسلم میں اسی طرح کی روایت حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بھی مروی ہے۔)

فوائد و مسائل: ① انبیاء ؑ بالاتفاق' کبائر سے اور ان صغیرہ گناہوں سے جو رذائل (بدعادات) کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں' پاک ہوتے ہیں' تاہم ایسے صغیرہ گناہوں کا صدور' جن میں رذائل کا پہلو نہیں ہوتا' ان کے متعلق بعض علماء جواز کے قائل ہیں' تاہم اکثریت اس سے بھی پاک ہونے کی قائل ہے۔ پھر جب یہ بات ہے تو آپ کے گناہوں کی معافی کا کیا مطلب ہے؟ دراصل آپ کے خلافِ اولیٰ کاموں کو حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ (عام نیک لوگوں کی نیکیاں' مقربین کے حق میں برائیاں شمار ہوتی ہیں) کے مصداق' گناہ شمار کر لیا گیا اور اس کی معافی کا اعلان کر دیا گیا۔ واللّٰہ أعلم. ② جتنا کسی پر اللہ کا انعام زیادہ ہو'اس کا شکر بھی اسی حساب سے زیادہ کیا جائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ فرائض و طاعات کے ساتھ نوافل کا اہتمام بھی زیادہ سے زیادہ کیا جائے۔ ③ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیام اللیل سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس بات کا اشارہ بھی ہے کہ گناہ ہونے کے بعد نوافل کا اہتمام اور نیکی کرنی چاہیے۔ ④ اس میں اعمال صالح کی دو وجوہات بتائی گئیں ہیں: ☆ گناہوں کی معافی کے لیے نیک اعمال کرنا۔ ☆ تقرب الٰہی اور نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے نیک کام کرنا۔ گویا بندۂ مومن کسی صورت بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے بے اعتنائی نہیں کر سکتا۔ ⑤ نبی ﷺ کے اس فعل میں امت کو امور خیر بجالانے کی ترغیب ہے اور زیادہ سے زیادہ محنت اور شوق سے عبادت کرنے کی تاکید ہے۔

[٩٩] اَلْخَامِسُ: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَحْيَا اللَّيْلَ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَجَدَّ، وَشَدَّ الْمِئْزَرَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[99] حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب (رمضان المبارک کا آخری) عشرہ شروع ہوتا تو شب بیداری فرماتے' اپنے گھر والوں کو بھی (رات کے آخری حصے میں) جگاتے' خوب محنت کرتے اور کمر کس

[98] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله:﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ......﴾ حديث:4837، وصحيح مسلم، صفات المنافقين و أحكامهم، باب إكثار الأعمال والاجتهاد في العبادة، حديث:2819، 2820.

[99] صحيح البخاري، فضل ليلة القدر، باب العمل في العشر الأواخر من رمضان، حديث:2024، وصحيح مسلم، الاعتكاف، باب الاجتهاد في العشر الأواخر من شهر رمضان، حديث:1174.

لیتے۔ (بخاری ومسلم)

وَالْمُرَادُ: اَلْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ. وَ[الْمِئْزَرُ]: اَلْإِزَارُ، وَهُوَ كِنَايَةٌ عَنِ اعْتِزَالِ النِّسَاءِ. وَقِيلَ: اَلْمُرَادُ تَشْمِيرُهُ لِلْعِبَادَةِ. يُقَالُ: شَدَدْتُ لِهٰذَا الْأَمْرِ مِئْزَرِي، أَيْ: تَشَمَّرْتُ، وَتَفَرَّغْتُ لَهُ.

اَلْعَشْرُ: سے مراد رمضان کے آخری دس دن ہیں۔ مِئْزَرٌ ازار کے معنی میں ہے یعنی تہ بند یا چادر۔ یہاں کنایہ ہے اس بات سے کہ آپ بیویوں سے کنارہ کشی اختیار فرما لیتے۔ اور بعض کے نزدیک اس سے مراد عبادت کے لیے مستعد اور تیار ہونا ہے۔ کہا جاتا ہے: میں نے اس کام کے لیے اپنا مِئْزَر کس لیا ہے یعنی اس کے لیے میں نے اپنے آپ کو تیار اور فارغ کر لیا ہے۔

فائدہ: فضیلت والے اوقات میں نیکیاں زیادہ سے زیادہ کمانی چاہییں جیسا کہ نبی ﷺ کا آخری عشرۂ رمضان میں معمول ہوتا تھا۔ خود بھی نیکیاں کرنی چاہییں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دینی چاہیے تا کہ آپ کی نیکیوں میں مزید اضافہ ہو جائے۔ اور دوسروں کو آپ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نیکیوں کی توفیق مرحمت فرما دے۔

[۱۰۰] اَلسَّادِسُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَّأَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ. اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَلَا تَعْجِزْ. وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْأَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلٰكِنْ قُلْ: قَدَّرَ اللهُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[100] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو کمزور مومن سے طاقتور مومن زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے۔ اور ہر ایک (قوی وضعیف) میں بہتری ہے۔ اس چیز کی حرص کرو جو تمھیں نفع دے۔ اور اللہ سے مدد طلب کرو اور ہمت نہ ہارو۔ اور اگر تمھیں کچھ (نقصان) پہنچ جائے تو یہ مت کہو: اگر میں ایسا کر لیتا تو ایسا ہو جاتا' البتہ یہ کہو: اللہ کی تقدیر یہی تھی اور جو اس نے چاہا کیا۔ کیونکہ ''اگر'' کا لفظ شیطان کے کام کا دروازہ کھول دیتا ہے۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① حدیث میں کمزور اور طاقت ور دونوں ایمانداروں میں خیر کو تسلیم کیا گیا ہے کیونکہ اصل ایمان میں دونوں مشترک ہیں' تاہم قوی مومن کو زیادہ بہتر اور عنداللہ زیادہ محبوب قرار دیا گیا ہے کیونکہ وہ ادائے عبادات اور قیام فرائض وسنن اور جہاد وغیرہ میں کمزور مومن سے زیادہ مستعد اور توانا ہوگا۔ ② نقصان سے دوچار ہونے کی صورت میں صبر اور تسلیم ورضا کا مظاہرہ کیا جائے اور انسان اگر مگر کے چکر میں نہ پڑے' اس سے شیطان کو گمراہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ ③ نقصان سے بچنے کی حتی الوسع کوشش کرنی چاہیے اور اسباب بھی بروئے کار لانے چاہییں لیکن نقصان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو برضا ورغبت تسلیم کرنا چاہیے۔

[100] صحيح مسلم، القدر، باب في الأمر بالقوة و ترك العجز ......، حديث:2664.

[١٠١] اَلسَّابِعُ: عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ، وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[101] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم کو شہوات نفسانی کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا ہے اور جنت کو گراں گزرنے والے ناگوار کاموں سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: «حُفَّتْ» بَدَلَ [حُجِبَتْ] وَهُوَ بِمَعْنَاهُ، أَيْ: بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا هٰذَا الْحِجَابُ، فَإِذَا فَعَلَهُ دَخَلَهَا.

اور مسلم کی ایک روایت میں حُجِبَتْ کی جگہ حُفَّتْ ہے دونوں ہم معنی ہیں۔ مطلب ہے کہ انسان کے درمیان اور جنت و دوزخ کے درمیان یہ پردہ ہے جب وہ اس کو اختیار کر لیتا ہے تو اس میں داخل ہو جاتا ہے۔

فوائد و مسائل: ① جہنم کو شہوات اور لذات سے ڈھانپنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان جہنم کے راستے کو نہایت مزین اور خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے۔ انسان انھی لذتوں کی زندگی گزارتے گزارتے جو بڑی دلربا اور پرفریب ہوتی ہے قبر میں جا پہنچتا ہے اور یوں وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ گویا اہل جہنم کی زندگی نہایت دل لبھانے والی ہوتی ہے جس کی دلدل میں پھنس کر انسان کے لیے نکلنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ ② اس کے برعکس جنت تک پہنچنے کے لیے نہایت دشوار گزار گھاٹیاں عبور کرنی پڑتی ہیں۔ کہیں آلام و مصائب اور کہیں حقوق و فرائض کے دشوار گزار راستے سر کرنے پڑتے ہیں تب جا کر منزل مقصود نصیب ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ﴾ ''کیا لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ان کے صرف یہ کہنے سے ''ہم ایمان لائے'' انھیں چھوڑ دیا جائے گا اور ان کی آزمائش نہیں ہوگی؟'' (العنکبوت 2:29)

[١٠٢] اَلثَّامِنُ: عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ الْأَنْصَارِيِّ - اَلْمَعْرُوفِ بِصَاحِبِ سِرِّ رَسُولِ اللهِ ﷺ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ، ثُمَّ مَضَى، فَقُلْتُ: يُصَلِّي بِهَا فِي رَكْعَةٍ، فَمَضَى، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ بِهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا، يَقْرَأُ

[102] حضرت ابو عبداللہ حذیفہ بن یمان انصاری رضی اللہ عنہما جو رازدانِ رسول اللہ ﷺ معروف ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع فرما دی۔ میں نے (دل میں) کہا: آپ سو آیتوں پر رکوع کریں گے (لیکن) پھر بھی آپ نے تلاوت جاری رکھی۔ میں نے (دل میں) کہا کہ آپ ایک رکعت اس کے ساتھ پڑھیں گے لیکن آپ بدستور پڑھتے

[101] صحيح البخاري، الرقاق، باب حجبت النار بالشهوات، حديث:6487، وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب صفة الجنة، حديث:2823,2822.

[102] صحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل، حديث: 772.

مُتَرَسِّلًا، إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَسْبِيحٌ سَبَّحَ، وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ، وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ، فَجَعَلَ يَقُولُ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ»، فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهِ، ثُمَّ قَالَ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ»، ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا قَرِيبًا مِّمَّا رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى»، فَكَانَ سُجُودُهُ قَرِيبًا مِّنْ قِيَامِهِ.

رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

رہے۔ میں نے کہا: اسے ختم کر کے آپ رکوع فرمائیں گے' لیکن آپ نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع فرما دی اور وہ مکمل پڑھ لی' پھر آپ نے آل عمران شروع کر دی اور اسے پورا پڑھا۔ آپ آہستہ آہستہ پڑھتے رہے۔ جب کسی ایسی آیت سے گزرتے جس میں اللہ کی تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپ تسبیح بیان فرماتے۔ اور جب کسی سوال والی آیت سے گزرتے تو سوال کرتے۔ اور جب کسی پناہ والی آیت سے گزرتے تو اللہ سے پناہ طلب فرماتے۔ پھر (آل عمران کے خاتمے پر) آپ نے رکوع فرمایا۔ آپ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمُ پڑھتے رہے۔ اور آپ کا رکوع (بھی) آپ کے قیام کے قریب تھا' پھر آپ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہا اور اتنا لمبا قومہ فرمایا جتنا تقریبًا آپ نے رکوع فرمایا تھا' پھر آپ نے سجدہ فرمایا اور (سجدے میں) پڑھا: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى۔ پس آپ کا سجدہ بھی آپ کے قیام کے برابر تھا۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ نفلی نماز کی بھی جماعت ہو سکتی ہے۔ ② نماز میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے وقت سورتوں کی ترتیب کے مطابق پڑھنا ضروری نہیں ہے (جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں) بلکہ تلاوت میں تقدیم و تاخیر جائز ہے' البتہ افضل یہی ہے کہ ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے۔ ③ نفلی نماز میں طوالت مستحسن ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوعبداللہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ] حذیفہ بن حسل (یمان) بن جابر عبسی۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ صحابی اور بہادر فاتح سرداروں میں سے ہیں۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ کے راز دان تھے۔ منافقوں کے بارے میں ان کے علاوہ کسی کو علم نہ تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھیں مدائن کا والی اور حاکم مقرر کیا۔ شہادت عثمان کے 40 دن بعد 35 یا 36 ہجری کو وفات پائی۔ کتب احادیث میں 225 فرامین رسول ہاشمی ان سے منقول ہیں۔

[١٠٣] اَلتَّاسِعُ: عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً، فَأَطَالَ الْقِيَامَ حَتّٰى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سُوءٍ! قِيلَ: وَمَا هَمَمْتَ بِهِ؟

[103] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے لمبا قیام فرمایا حتی کہ میں نے برے کام کا ارادہ کیا۔ ان سے

[103] صحيح البخاري، التهجد، باب طول القيام في صلاة الليل، حديث:1135، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل، حديث:773.

قَالَ : هَمَمْتُ أَنْ أَجْلِسَ وَأَدَعَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

پوچھا گیا: آپ نے کس چیز کا ارادہ کیا تھا؟ انھوں نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور (آپ کی اقتدا) چھوڑ دوں۔ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ امام کی مخالفت برا کام ہے کیونکہ نماز میں اس کی اقتدا کا حکم ہے۔ ② ابہام کی وضاحت کے لیے سوال کرنا جائز ہے۔ ③ امام کھڑے ہو کر نماز پڑھا رہا ہو تو مقتدی بوقت ضرورت بیٹھ کر نماز ادا کر سکتا ہے تاہم افضل یہی ہے کہ امام کی اقتدا کرے۔

[١٠٤] اَلْعَاشِرُ : عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ : «يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ : أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ، فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقَى وَاحِدٌ : يَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ، وَيَبْقَى عَمَلُهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[104] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین چیزیں میت کے پیچھے جاتی ہیں: اس کے گھر والے، اس کا مال (غلام وغیرہ) اور اس کا عمل۔ چنانچہ دو چیزیں واپس آ جاتی ہیں اور ایک (اس کے ساتھ) باقی رہ جاتی ہے۔ اس کے گھر والے اور اس کا مال واپس آ جاتے ہیں اور اس کا عمل (اس کے ساتھ) باقی رہ جاتا ہے۔''

(بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ انسان کو زیادہ سے زیادہ ایسے کام کرنے چاہییں جو اس کے ساتھ رہیں اور قبر میں بھی انسان کا ساتھ نہ چھوڑیں، جہاں سب اس کا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور قبر کی تنہائیوں میں وہ اکیلا رہ جاتا ہے اور وہ ہیں اعمال صالحہ جو قبر میں انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور اس کی مشکلات اور تنہائیوں میں اس کا سہارا اور نجات کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ② اعمال صالح میں سے بھی ان اعمال کا انتخاب کرنا چاہیے جو صدقہ جاریہ کے طور پر انسان کے مرنے کے بعد بھی فائدہ دیں اور ان کا ثواب جاری رہے۔

[١٠٥] اَلْحَادِي عَشَرَ : عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : «اَلْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ، وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[105] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت تمھارے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور اسی طرح جہنم بھی اتنی ہی قریب ہے۔'' (بخاری)

فائدہ: جنت یا دوزخ، چونکہ انسان کے اپنے عملوں کا نتیجہ ہے، اس لیے یہ دونوں انسان کے قریب اور اس کی دسترس میں ہیں۔ نیکی کرے گا تو جنت میں اور بدی کرے گا تو جہنم میں جائے گا۔ درمیان میں صرف موت کا پردہ حائل ہے۔ اس

[104] صحیح البخاري، الرقاق، باب سکرات الموت، حدیث: 6514، صحیح مسلم، الزهد والرقائق، باب : الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر، حدیث: 2960.

[105] صحیح البخاري، الرقاق، باب الجنة أقرب إلی أحدکم......، حدیث: 6488.

کے مٹتے ہی انسان جنت یا دوزخ میں جانے کا مستحق قرار دے دیا جائے گا۔

[١٠٦] اَلثَّانِي عَشَرَ: عَنْ أَبِي فِرَاسٍ رَبِيعَةَ ابْنِ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيِّ - خَادِمِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَمِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَآتِيهِ بِوَضُوئِهِ، وَحَاجَتِهِ، فَقَالَ: «سَلْنِي»، فَقُلْتُ: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ، فَقَالَ: «أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ؟» قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ، قَالَ: «فَأَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[106] حضرت ابوفراس ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' جو رسول اللہ ﷺ کے خادم اور اہل صفہ میں سے ہیں' یہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس رات گزارتا تھا' تو میں آپ کو وضو کے لیے پانی اور ضرورت کی کوئی اور چیز لا دیتا۔ (ایک دن خوش ہو کر) آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ سے کچھ مانگ لے۔'' میں نے کہا: میں آپ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ جنت میں آپ کی رفاقت نصیب ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے علاوہ کچھ اور؟'' میں نے کہا: بس وہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم سجدوں کی کثرت کے ساتھ' اپنے لیے میری مدد کرو۔ (یعنی کثرت سے نوافل پڑھو اور اس طرح اپنی اس خواہش کی تکمیل میں میری مدد کرو کیونکہ میری دعا کے ساتھ تمھارا عمل مل جائے گا تو اسے بڑی تقویت پہنچے گی)۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① مسجد نبوی کے آخر میں ایک چبوترہ تھا' اسے عربی میں صفہ کہتے ہیں۔ یہ اسلام کی ابتدائی اور اولین درس گاہ تھی جس کے استاذ' معلم انسانیت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ وہ فقراء و مساکین جو آپ سے علم دین حاصل کرتے تھے' اسی چبوترے میں اپنا وقت گزارتے تھے۔ ② اس حدیث نے عمل اور اتباع سنت کی اہمیت واضح کر دی ہے کہ اس کے بغیر تو ان لوگوں کو بھی جنت میں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت نصیب نہیں ہوگی جو شب و روز آپ کے ساتھ رہتے تھے' چہ جائیکہ وہ لوگ اس کے مستحق قرار پا جائیں جن کی زندگی عمل صالح اور اتباع سنت سے یکسر خالی ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوفراس ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ] ربیعہ بن کعب بن مالک بن یعمر۔ کنیت ابوفراس ہے۔ ان کا شمار اہل حجاز میں ہوتا ہے۔ یہی وہ صحابی ہیں جنھوں نے نبی ﷺ سے کہا تھا کہ میں جنت میں آپ کا ساتھ چاہتا ہوں۔ تو اس پر جواباً نبی ﷺ نے فرمایا تھا: [أَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ] اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ سفر و حضر میں نبی ﷺ کے ہمراہ رہے۔ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ نبی ﷺ کے بعد بھی انھوں نے طویل عمر پائی۔ مدینہ منورہ میں 63 ہجری کو فوت ہوئے۔

[106] صحيح مسلم، الصلاة، باب فضل السجود والحث عليه، حديث:489.

[١٠٧] اَلثَّالِثَ عَشَرَ: عَنْ أَبِي عَبْدِاللهِ - وَيُقَالُ: أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ - ثَوْبَانَ - مَوْلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ، فَإِنَّكَ لَنْ تَسْجُدَ لِلّٰهِ سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَكَ اللهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيئَةً». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[107] حضرت ابوعبداللہ...... اور کہا جاتا ہے کہ ابو عبدالرحمٰن......ثوبان' رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: ''ثوبان! تم کثرت سجود کو لازم پکڑ لو اس لیے کہ تم جو بھی سجدہ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے تمھارا ایک درجہ بلند کرے گا اور تمھارا ایک گناہ اس کی وجہ سے معاف کر دے گا۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① سجدوں کی کثرت سے مراد نمازوں کا اہتمام ہے اور فرائض کے علاوہ نوافل کی ادائیگی کہ یہ بلندیٔ درجات اور کفارۂ سیئات کا ذریعہ ہیں۔ ② ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے رسول اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ میں جنت میں آپ کا ساتھ چاہتا ہوں تو آپ نے اسے بھی کثرت نوافل کی نصیحت کی۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوعبداللہ ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ] ثوبان بن بُجدُد بن جحدر۔ مولی رسول اللہ۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ یا ابوعبدالرحمٰن ہے۔ یہ سراۃ علاقے کے باشندے تھے۔ جو مکہ و مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ بعض کے نزدیک ان کا تعلق حمیر قبیلے سے تھا۔ تادم زیست نبی ﷺ کے ہم رکاب رہے اور ہر طرح کی خدمت بجا لاتے رہے۔ ان کو نبی ﷺ نے خرید کر آزاد کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد شام میں رہائش پذیر رہے۔ شام سے حمص کی طرف نقل مکانی کر گئے۔ زندگی کے باقی ایام وہاں گزارنے کے بعد 54 ہجری کو وفات پائی۔ نبی ﷺ کے 128 فرامین کے راوی ہیں۔

[١٠٨] اَلرَّابِعَ عَشَرَ: عَنْ أَبِي صَفْوَانَ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ الْأَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خَيْرُ النَّاسِ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[108] حضرت ابوصفوان عبداللہ بن بسر اسلمی ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کی عمر لمبی ہو اور اس کا عمل اچھا ہو۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[بُسْرٌ]: بِضَمِّ الْبَاءِ وَبِالسِّينِ الْمُهْمَلَةِ.

بُسْر: ''با'' پر پیش اور ''سین'' کے ساتھ۔

فوائد ومسائل: ① عمر دراز ایک نعمت ہے بشرطیکہ ایمان وعمل صالح کی توفیق کے ساتھ ہو۔ بصورت دیگر جتنی زیادہ عمر ہوگی اتنا ہی گناہوں میں اضافہ ہوگا۔ عمر کی ایسی طوالت انسان کے لیے سخت تباہ کن ہے۔ ② اس نعمت کا احساس نہ کرنے والے خسارے میں رہیں گے۔

[107] صحيح مسلم، الصلاة، باب فضل السجود والحث عليه، حديث:488.

[108] جامع الترمذي، الزهد......، باب ماجاء في طول العمر للمؤمن، حديث:2329.

راویٔ حدیث: [حضرت ابوصفوان عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ] عبداللہ بن بسر مازنی۔ خاندان مازن بن منصور بن عکرمہ سے ہیں۔ ان کی کنیت ابوصفوان اور بقولِ بعض ابوبسر ہے۔ نبی ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے سر پر رکھ کر ان کو دعا دی تھی۔ یہی وہ صحابی ہیں جنھیں دونوں قبلوں (بیت المقدس اور بیت اللہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔ 94 یا 100 سال کی عمر پا کر 88 ہجری کو حمص میں فوت ہوئے۔ شام میں فوت ہونے والے صحابہ میں سے آخری ہیں۔ ان سے تقریباً 50 احادیث کتب احادیث میں بیان کی گئی ہیں۔

[١٠٩] اَلْخَامِسَ عَشَرَ: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: غَابَ عَمِّي أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِينَ، لَئِنِ اللهُ أَشْهَدَنِي قِتَالَ الْمُشْرِكِينَ لَيُرِيَنَّ اللهُ مَا أَصْنَعُ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ انْكَشَفَ الْمُسْلِمُونَ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ - يَعْنِي أَصْحَابَهُ - وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ - يَعْنِي الْمُشْرِكِينَ - ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، فَقَالَ: يَا سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ! اَلْجَنَّةُ وَرَبِّ النَّضْرِ! إِنِّي أَجِدُ رِيحَهَا مِنْ دُونِ أُحُدٍ. قَالَ سَعْدٌ: فَمَا اسْتَطَعْتُ يَارَسُولَ اللهِ! مَا صَنَعَ. قَالَ أَنَسٌ: فَوَجَدْنَا بِهِ بِضْعًا وَّثَمَانِينَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ، أَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ، أَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ، وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَمَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُونَ، فَمَا عَرَفَهُ أَحَدٌ إِلَّا أُخْتُهُ بِبَنَانِهِ. قَالَ أَنَسٌ: كُنَّا نَرٰى أَوْ نَظُنُّ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِيهِ وَفِي أَشْبَاهِهِ: ﴿مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾ [الأحزاب: ٢٣] إِلَى آخِرِهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[109] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے چچا انس بن نضر جنگ بدر میں غیر حاضر رہے تھے (جس کا انھیں شدید قلق تھا۔) انھوں نے (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول! پہلی جنگ جو آپ نے مشرکوں سے لڑی میں اس میں غیر حاضر رہا' البتہ آئندہ اگر اللہ نے مشرکین سے لڑائی کا موقع مجھے عطا فرمایا تو میں جو کچھ کروں گا اللہ اسے دکھائے گا۔ چنانچہ جب احد والا دن ہوا تو مسلمانوں نے (ابتدا میں) اپنے مورچے چھوڑ دیے اور شکست کھا گئے۔ تو انھوں نے کہا: اے اللہ! ان (پیچھے ہٹنے والے مسلمان) ساتھیوں نے جو کیا ہے' اس سے میں تیری بارگاہ میں معذرت اور ان مشرکین نے جو کچھ کیا ہے' اس سے اظہار براءت کرتا ہوں۔ (یہ کہہ کر) پھر آگے بڑھے' تو ان کا سامنا سعد بن معاذ سے ہوا۔ ان سے کہنے لگا: اے سعد بن معاذ! جنت' نضر کے رب کی قسم! میں اس کی خوشبو احد پہاڑ سے بھی زیادہ قریب محسوس کر رہا ہوں۔ (یہ کہا اور دشمنوں کی صف میں گھس گئے' حتی کہ عروس شہادت سے ہم کنار ہو گئے۔) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! انھوں نے جو کیا مجھ سے وہ نہیں ہو سکا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے ان کے جسم پر اسی (80) سے زیادہ تلوار کی چوٹیں' نیزے کے نشان یا تیروں کے زخم پائے۔ اور ہم نے

[109] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب قول الله تعالى: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا...﴾، حديث: 2805، وصحيح مسلم، الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد، حديث1903.

انھیں دیکھا کہ وہ قتل (شہید) کر دیے گئے تھے اور مشرکوں نے ان کا مثلہ کر دیا تھا۔ (یعنی آتش غیظ وغضب میں ان کے اعضاء الگ الگ کاٹ دیے اور ان کا چہرہ بگاڑ دیا تھا۔) چنانچہ (ان کی اس حالت کی وجہ سے) انھیں کسی نے نہیں پہچانا' صرف ان کی بہن نے انھیں ان کی (انگلیوں) کے پوروں سے پہچانا۔ حضرت انس نے کہا: ہم دیکھتے یا گمان کرتے تھے کہ یہ آیت ان کے اور ان جیسے دیگر حضرات ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے: ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ ...... ﴾ ''مومنوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جنھوں نے وہ عہد سچ کر دکھایا جو انھوں نے اللہ سے کیا تھا۔'' آخر آیت تک۔ (بخاری ومسلم)

قَوْلُهُ: [لَيُرِيَنَّ اللهُ] رُوِيَ بِضَمِّ الْيَاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ، أَيْ: لَيُظْهِرَنَّ اللهُ ذٰلِكَ لِلنَّاسِ. وَرُوِيَ بِفَتْحِهِمَا، وَمَعْنَاهُ ظَاهِرٌ، وَاللهُ أَعْلَمُ.

لَيُرِيَنَّ اللّٰهُ: ''یا'' پر پیش اور ''را'' کے زیر کے ساتھ بھی مروی ہے جس کے معنی ہیں: اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر فرمادے گا۔ اور دونوں پر زبر کے ساتھ بھی مروی ہے جس کے معنی واضح ہیں (یعنی اللہ دیکھ لے گا)۔ واللّٰہ أعلم.

فوائد ومسائل: ① اس میں صحابۂ کرام ؓ کے بے مثال شوق شہادت اور ان کے اشتیاق جنت کا بیان ہے۔ ② علاوہ ازیں اس میں اپنے طور پر خیر کے کاموں کا اپنے آپ کو پابند کرنے اور پھر انھیں پورا کرنے کا استحباب ہے۔ ③ نیکی کی تمنا اور اظہار درست ہے بشرطیکہ ریاکاری اور دکھلاوا مقصود نہ ہو۔

[١١٠] اَلسَّادِسَ عَشَرَ: عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيِّ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ عَلٰى ظُهُورِنَا، فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيرٍ، فَقَالُوا: مُرَاءٍ، وَجَاءَ رَجُلٌ آخَرُ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ، فَقَالُوا: إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعِ هٰذَا! فَنَزَلَتْ: ﴿ اَلَّذِيْنَ

[110] حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری ؓ سے روایت ہے کہ جب صدقے کی آیت نازل ہوئی (تو ہماری غربت کا یہ حال تھا کہ) ہم اپنی پیٹھوں پر بوجھ اٹھاتے تھے (یعنی محنت مزدوری کرتے تھے۔) چنانچہ ایک آدمی آیا اور بہت ساری چیز کا صدقہ کیا۔ تو منافقین نے کہا: یہ ریاکار ہے۔ ایک اور شخص آیا' اس نے ایک صاع (یعنی اڑھائی کلو

[110] صحيح البخاري، الزكاة، باب: اتقوا النار ولو بشق تمرة ...، حديث:1415، وصحيح مسلم، الزكاة، باب الحمل بأجرة يتصدق بها، والنهي الشديد عن تنقيص المتصدق بقليل، حديث:1018.

يَلْمِزُونَ ٱلْمُطَّوِّعِينَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ فِى ٱلصَّدَقَٰتِ وَٱلَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ اَلْآيَةُ [التَّوْبَة: ٧٩]. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تقریباً) صدقہ کیا۔ تو انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اس کے صاع سے بے نیاز ہے (یعنی اتنے سے صدقے کی اللہ کے ہاں کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔) چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: ﴿اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ ...... اِلَّا جُھْدَھُمْ﴾ ''وہ لوگ جو خوشی سے صدقہ کرنے والے مومنوں پر عیب لگاتے اور ان لوگوں پر بھی طعنہ زنی کرتے ہیں جو اپنی طاقت کے مطابق پاتے ہیں (یعنی محنت مزدوری کر کے تھوڑا بہت صدقہ کرتے ہیں)۔''

(بخاری ومسلم)

وَ[نُحَامِلُ]: بِضَمِّ النُّونِ، وَبِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ، أَيْ: يَحْمِلُ أَحَدُنَا عَلٰى ظَهْرِهِ بِالْأُجْرَةِ، وَيَتَصَدَّقُ بِهَا.

نُحَامِلُ: ''نون'' پر پیش اور ''حا'' کے ساتھ، یعنی ہمارا ایک آدمی اپنی پشت پر بوجھ اٹھاتا اور اس سے جو اجرت حاصل ہوتی اسے صدقہ کرتا۔

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ ہر انسان اپنی طاقت کے مطابق صدقہ کر سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ بھی اور تھوڑا سے تھوڑا بھی۔ زیادہ صدقہ کرنے والوں کو ریا کار بتلا کر اور تھوڑا صدقہ کرنے والوں کی تنقیص کر کے انھیں صدقے سے روکنے کی کوشش کرنا منافقین کا شیوہ ہے۔ ② اہل ایمان کو منافقین کی ان باتوں کو نظر انداز اور آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں ایسی باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ] عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ بن اسیرہ (عسیرہ)۔ خزرجی اور بدری ہیں۔ ابو مسعود کنیت ہے اور کنیت ہی سے یہ مشہور تھے۔ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے جبکہ بعض کہتے ہیں کہ یہ بدر میں شریک نہیں ہوئے بلکہ جس جگہ یہ غزوہ ہوا یہ اس جگہ کے رہائشی تھے۔ احد اور اس کے بعد پیش آمدہ تمام غزوات میں شریک رہے۔ ان 70 لوگوں میں سے ہیں جو بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے اور سب سے کم سن تھے۔ بدر کے مقام سے کوچ کیا اور کوفہ میں گھر تعمیر کر کے رہائش پذیر ہوئے۔ 41 ہجری کو وفات پائی۔ نبی ﷺ کی 102 حدیثوں کے راوی ہیں۔

[١١١] اَلسَّابِعَ عَشَرَ: عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا يَرْوِي عَنِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَنَّهُ قَالَ: «يَاعِبَادِي! إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ

[111] سعید بن عبدالعزیز، ربیعہ بن یزید سے، وہ ابو ادریس خولانی سے، وہ حضرت ابو ذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے میرے بندو! میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور میں نے اسے تمھارے

[111] صحيح مسلم، البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم، حديث: 2577.

عَلٰى نَفْسِي، وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَالَمُوا، يَاعِبَادِي! كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ، فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ، يَاعِبَادِي! كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ، فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ، يَاعِبَادِي! كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ، فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ، يَاعِبَادِي! إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا، فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ، يَاعِبَادِي! إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضُرِّي فَتَضُرُّونِي، وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي، يَاعِبَادِي! لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ، وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ، كَانُوا عَلٰى أَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ، مَا زَادَ ذٰلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا، يَاعِبَادِي! لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلٰى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ، مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا، يَاعِبَادِي! لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَّاحِدٍ، فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَّسْأَلَتَهُ، مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ، يَاعِبَادِي! إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ، ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا، فَمَنْ وَّجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللهَ، وَمَنْ وَّجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ». قَالَ سَعِيدٌ: كَانَ أَبُوإِدْرِيسَ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ جَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ.

رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

درمیان بھی حرام کیا ہے' لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو' سوائے ان کے جنھیں میں ہدایت سے نواز دوں۔ چنانچہ تم مجھ ہی سے ہدایت طلب کرو' میں تمھیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو' سوائے ان کے جن کو میں کھانا عطا کر دوں' لہٰذا تم مجھ ہی سے کھانا مانگو' میں تمھیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب برہنہ ہو' سوائے ان کے جن کو میں پوشاک پہنا دوں' تو تم مجھ ہی سے پوشاک (لباس) مانگو' میں تمھیں لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں' لہٰذا تم مجھ ہی سے مغفرت (بخشش) طلب کرو' میں تمھیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ تم مجھے نقصان پہنچا سکو۔ اور تم میرے نفع کو نہیں پہنچ سکتے کہ تم مجھے نفع پہنچا سکو (یعنی تم مجھے نقصان یا نفع پہنچانے پر قادر نہیں)۔ اے میرے بندو! اگر تمھارے اول اور آخر' تمھارے انسان اور جنات سب اس شخص کی طرح ہو جائیں جس کے دل میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ کا ڈر ہے' تو یہ بات میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمھارے اول اور آخر' تمھارے انسان اور جنات' اس شخص کی طرح ہو جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ فاجر و فاسق ہے تو یہ چیز میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں کر سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے اور پچھلے' انس و جن' سب ایک کھلے میدان میں جمع ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر ایک کو اس کے سوال کے مطابق عطا کر دوں تو اس سے میرے خزانوں میں اتنی ہی کمی ہو گی جتنی کمی سوئی کو سمندر میں ڈال کر نکالنے سے سمندر کے پانی میں ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یقیناً تمھارے اعمال ہیں جنھیں میں تمھارے لیے گن کر رکھتا ہوں'

پھر تمھیں ان کا پورا بدلہ دیتا ہوں‘ پس جو بھلائی پائے‘ وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے علاوہ پائے‘ وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے۔‘‘ سعید بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابو ادریس خولانی جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑتے۔ (مسلم)

وَرَوَيْنَا عَنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: لَيْسَ لِأَهْلِ الشَّامِ حَدِيثٌ أَشْرَفُ مِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ.

نیز ہمیں امام احمد رحمہ اللہ سے روایت کی گئی ہے‘ انھوں نے کہا: اہل شام کے پاس اس سے زیادہ فضیلت والی حدیث نہیں ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و طاقت کا بیان ہے‘ اس لیے ہر چیز صرف اسی سے مانگی جائے۔ ہدایت سے لے کر رزق تک ہر چیز کے خزانے اسی کے پاس ہیں اور خزانے بھی ایسے بے پایاں کہ جن میں کبھی کمی نہیں ہوتی۔ ② اللہ تعالیٰ کی بادشاہی اور حکمرانی اتنی مضبوط ہے کہ تمام کائنات کی مخالفت یا حمایت اس پر اثر انداز نہیں ہوتی‘ اس لیے انسان کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اللہ کا ہو کر رہے اور اسی سے دعا و استغفار اور حاجات طلب کرے۔ ③ انسان کے اچھے برے اعمال کا ریکارڈ اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہے اور روزِ قیامت وہ نوشتہ کھل کر انسان کے سامنے آ جائے گا‘ اس لیے کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا چاہیے کہ کل کو اس کا حساب دینا ہے۔ ④ اچھے اعمال کی توفیق اللہ تعالیٰ کا انعام ہے‘ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے جبکہ انسان کے بُرے اعمال اس کے نفس امارہ کے باعث سرزد ہوتے ہیں‘ اس لیے بُرے اعمال کے ارتکاب میں تقدیر کا سہارا لینا ناجائز ہے۔

[١٢] بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْازْدِيَادِ مِنَ الْخَيْرِ فِي أَوَاخِرِ الْعُمُرِ

باب: 12 - آخری عمر میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی ترغیب دینے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ ٱلنَّذِيرُ﴾ [فاطر: ٣٧]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت حاصل کر لیتا؟ اور تمھارے پاس (یاددہانی کے لیے) ڈرانے والا (الگ) آیا۔‘‘

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَالْمُحَقِّقُونَ: مَعْنَاهُ: أَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ سِتِّينَ سَنَةً؟ وَيُؤَيِّدُهُ الْحَدِيثُ الَّذِي سَنَذْكُرُهُ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى، وَقِيلَ: مَعْنَاهُ: ثَمَانِيَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور محققین کے نزدیک اس کے معنی ہیں: کیا ہم نے تمھیں ساٹھ سال کی عمر نہیں دی تھی۔ اور اس معنی کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے ہم آگے

عَشْرَةَ سَنَةً. وَقِيلَ: أَرْبَعِينَ سَنَةً. قَالَهُ الْحَسَنُ وَالْكَلْبِيُّ وَمَسْرُوقٌ وَنُقِلَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَيْضًا. وَنَقَلُوا: أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ كَانُوا إِذَا بَلَغَ أَحَدُهُمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً تَفَرَّغَ لِلْعِبَادَةِ. وَقِيلَ: هُوَ الْبُلُوغُ.

ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بعض نے اس کے معنی اٹھارہ سال اور بعض نے چالیس سال کیے ہیں۔ یہ قول حضرت حسن بصری (متوفی 110ھ) کلبی (محمد بن سائب متوفی 146ھ) اور امام مسروق (متوفی 63ھ) کا ہے' نیز یہ قول ابن عباس سے بھی منقول ہے۔ اور انھوں نے نقل کیا ہے کہ اہل مدینہ میں سے جب کوئی چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا تو وہ اپنے آپ کو عبادت کے لیے فارغ کر لیتا۔ اور بعض کے نزدیک اس سے مراد بلوغت کی عمر ہے۔ (عمر بلوغت اکثر ائمہ کے نزدیک 15 سال ہے۔ اور بعض کے نزدیک جب احتلام آنا شروع ہو جائے)۔

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّالْجُمْهُورُ: هُوَ النَّبِيُّ ﷺ. وَقِيلَ: اَلشَّيْبُ. قَالَهُ عِكْرِمَةُ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، وَغَيْرُهُمَا. وَاللهُ أَعْلَمُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور' اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ''اور تمھارے پاس ڈرانے والا آیا۔'' کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ اس نبی سے مراد نبی ﷺ ہیں۔ اور عکرمہ (متوفی 105ھ) اور ابن عیینہ (متوفی 198ھ) وغیرہ کے نزدیک اس کے معنی بڑھاپے کے ہیں۔ واللہ أعلم.

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ:

احادیث درج ذیل ہیں:

[١١٢] فَالْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَعْذَرَ اللهُ إِلَى امْرِىءٍ أَخَّرَ أَجَلَهُ حَتَّى بَلَغَ سِتِّينَ سَنَةً». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[112] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے لیے کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا جس کی موت کو اس نے اتنا مؤخر کر دیا کہ وہ ساٹھ سال کو پہنچ گیا۔'' (بخاری)

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنَاهُ: لَمْ يَتْرُكْ لَهُ عُذْرًا إِذْ أَمْهَلَهُ هٰذِهِ الْمُدَّةَ. يُقَالُ: أَعْذَرَ الرَّجُلُ: إِذَا بَلَغَ الْغَايَةَ فِي الْعُذْرِ.

علماء نے کہا ہے' اس کے معنی ہیں: جب اسے اتنی مدت تک مہلت دے دی تو اس کے لیے کوئی عذر نہیں چھوڑا۔ أَعْذَرَ الرَّجُلُ: اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ عذر میں انتہا کو پہنچ جائے۔

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اتمام حجت کے بغیر کسی فرد یا قوم کو سزا نہیں دیتا۔ دوسرا' یہ معلوم ہوا

[112] صحيح البخاري، الرقاق، باب من بلغ ستين سنة فقد أعذر الله إليه في العمر ......، حديث: 6419.

کہ جس کو ساٹھ سال کی عمر ملی لیکن ایمان کے تقاضے پورے کرنے سے وہ غافل رہا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھٹکارے کے لیے اس کے پاس کوئی عذر نہیں ہوگا جسے وہ پیش کر سکے۔ ② ساٹھ سال کی عمر کے بعد انسان کو غفلت شعاری سے باز آ جانا چاہیے کیونکہ اس کے بعد موت کا وقت قریب آ جاتا ہے۔موت تو اگرچہ جوانی میں بھی آ سکتی ہے' تاہم جوانی میں انسان کو پھر بھی زندگی کی امید ہوتی ہے لیکن ساٹھ سال کے بعد امید زندگی اور پھر بدستور فسق و فجور اور اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب تو نہایت ہی خطرناک ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

[١١٣] اَلثَّانِي : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، قَالَ : كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ ، فَكَأَنَّ بَعْضَهُمْ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ ، فَقَالَ : لِمَ يَدْخُلُ هٰذَا مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءٌ مِّثْلُهُ؟ فَقَالَ عُمَرُ : إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ عَلِمْتُمْ ، فَدَعَانِي ذَاتَ يَوْمٍ فَأَدْخَلَنِي مَعَهُمْ ، فَمَا رَأَيْتُ أَنَّهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ ، قَالَ : مَا تَقُولُونَ فِي قَوْلِ اللهِ تَعَالَى : ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ﴾ [النصر : ١] فَقَالَ بَعْضُهُمْ : أُمِرْنَا ، نَحْمَدُ اللهَ وَنَسْتَغْفِرُهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا ، وَسَكَتَ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا . فَقَالَ لِي : أَكَذٰلِكَ تَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ؟ فَقُلْتُ : لَا ، قَالَ : فَمَا تَقُولُ؟ قُلْتُ : هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، أَعْلَمَهُ لَهُ ، قَالَ : ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ﴾ وَذٰلِكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابًۢا﴾ [النصر : ٣] فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَقُولُ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

[113] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے بدر میں شریک ہونے والے بزرگ صحابہ کے ساتھ اپنی مجلس میں شریک فرماتے۔ ان میں سے بعض نے گویا اس بات پر ناگواری محسوس کی اور کہا: یہ ہمارے ساتھ کیوں شریک مجلس ہوتا ہے جب کہ اس جیسے (یعنی اس کے ہم عمر) ہمارے بیٹے بھی ہیں (جن کو بارگاہ خلافت میں باریابی کا موقع نہیں دیا جاتا؟) حضرت عمر نے فرمایا: ابن عباس کی حیثیت و مرتبے کو تم جانتے ہی ہو۔ چنانچہ حضرت عمر نے ایک دن مجھے بلایا اور ان شیوخ بدر کے ساتھ اپنی مجلس میں شریک کیا۔ اور میرا خیال ہے کہ اس دن مجھے بلانے کا مقصد ہی ان کو (میری حیثیت) دکھلانا تھا۔ حضرت عمر نے (بطور امتحان) شرکائے مجلس سے کہا: تم اللہ کے اس قول: ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ ''جب اللہ کی مدد اور اس کی فتح آ جائے ......'' کے مفہوم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ بعض نے کہا: اس میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب اللہ ہماری مدد فرمائے اور ہمیں فتح سے سرفراز کر دے تو ہم اللہ کی حمد کریں اور اس سے بخشش مانگیں۔ اور بعض ان میں سے خاموش رہے' کچھ جواب نہیں دیا۔ چنانچہ حضرت عمر نے مجھ سے کہا: ابن عباس! تو بھی اسی طرح کہتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: تو کیا کہتا ہے؟ میں نے کہا: اس سے مراد

[113] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ......﴾، حديث: 4970.

رسول اللہ ﷺ کی موت ہے جس کی اطلاع اللہ نے آپ کو دی ہے۔ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ یہ آپ کی موت کی علامت ہے۔ اللہ نے فرمایا: ''جب یہ فتح و نصرت آ جائے تو اے پیغمبر! اپنے رب کی تسبیح اس کی خوبیوں کے ساتھ بیان کر اور اس سے (اپنی لغزشوں کی) معافی مانگ' یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا ہے۔'' حضرت عمر نے فرمایا: اس کے بارے میں میرا علم بھی وہی ہے جو تو بیان کر رہا ہے۔

(بخاری)

فوائد و مسائل: ① انسان کی قدر و قیمت' محض عمر کی زیادتی سے نہیں بلکہ عقل و فہم اور علم و شعور سے ہوتی ہے' اس لیے ایک خورد سال بچہ بھی اپنے حسن فہم اور وسعت علم کی وجہ سے اپنے زمانے کے بزرگوں کے مقابلے میں سبقت و فضیلت حاصل کر سکتا ہے۔ ② انسان کی موت کا وقت جب قریب آ جائے تو انسان کو چاہیے کہ اللہ کی تسبیح و تحمید اور استغفار کثرت سے کرے۔ ③ ذہین بچوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے تاکہ ان کی صلاحیتوں کو جلا ملے لیکن اگر زیادہ پروٹوکول دینے سے کسی کے بگڑنے کے خدشات ہوں تو پھر اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

[١١٤] اَلثَّالِثُ : عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَا صَلّٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلَاةً بَعْدَ أَنْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ﴾ إِلَّا يَقُولُ فِيهَا : «سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِي» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحَيْنِ، عَنْهَا : كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ : «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ ، اَللّٰهُمَّ ! اغْفِرْ لِي»، يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ .

مَعْنٰى [يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ]، أَيْ : يَعْمَلُ مَا أُمِرَ بِهِ فِي الْقُرْآنِ فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى : ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

[114] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنی ہر نماز میں یہ ضرور پڑھتے تھے: [سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي] ''پاک ہے تو اے ہمارے رب! اپنی خوبیوں کے ساتھ' اے اللہ! مجھے بخش دے۔'' (بخاری و مسلم)

اور صحیحین (بخاری و مسلم) کی حضرت عائشہ ؓ سے مروی ایک اور روایت میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ قرآن کی تاویل کرتے ہوئے اپنے رکوع اور سجدوں میں اکثر [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي] پڑھتے تھے۔

قرآن کی تاویل کرتے ہوئے کا مطلب ہے: قرآن کے حکم پر عمل کرتے ہوئے' جو: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

[114] صحيح البخاري، التفسير، باب سورة النصر: ﴿إذا جاء نصر الله......﴾، حديث: 4967، 4968، وصحيح مسلم، الصلاة، باب مايقال في الركوع والسجود؟ حديث: 484.

﴿وَٱسْتَغْفِرْهُ﴾ [النصر: ٣].

وَاسْتَغْفِرْهُ﴾ میں ہے۔

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ: «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ». قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا هٰذِهِ الْكَلِمَاتُ الَّتِي أَرَاكَ أَحْدَثْتَهَا تَقُولُهَا؟ قَالَ: «جُعِلَتْ لِي عَلَامَةٌ فِي أُمَّتِي إِذَا رَأَيْتُهَا قُلْتُهَا ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ﴾» إِلَى آخِرِ السُّورَةِ.

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ اپنی موت سے قبل اکثر یہ پڑھا کرتے تھے: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ.] حضرت عائشہ فرماتی ہیں' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ کیا کلمات ہیں جنھیں پڑھتے ہوئے میں آپ کو دیکھتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''میرے لیے میری امت میں ایک علامت مقرر کی گئی ہے کہ جب میں اسے دیکھوں تو وہ کلمات پڑھوں ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾'' آخر سورت تک۔

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ: «سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ»، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَرَاكَ تُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ؟ فَقَالَ: «أَخْبَرَنِي رَبِّي أَنِّي سَأَرٰى عَلَامَةً فِي أُمَّتِي فَإِذَا رَأَيْتُهَا أَكْثَرْتُ مِنْ قَوْلِ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ، فَقَدْ رَأَيْتُهَا ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ﴾ فَتْحُ مَكَّةَ، ﴿وَرَأَيْتَ ٱلنَّاسَ يَدْخُلُونَ فِى دِينِ ٱللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابًا﴾».

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ اکثر یہ پڑھا کرتے تھے: [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ.] حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کو اکثر میں یہ دعا پڑھتے ہوئے دیکھتی ہوں: [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ؟] آپ نے فرمایا: ''مجھے میرے رب نے خبر دی ہے کہ میں اپنی امت میں ایک علامت دیکھوں گا' جب میں وہ دیکھوں تو کثرت سے یہ پڑھوں: [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ.] تحقیق وہ علامت میں نے دیکھ لی ہے: ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ یعنی فتح مکہ اور ﴿وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا﴾ یعنی لوگوں کا فوج در فوج اسلام میں داخل ہونا (اس لیے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ...... کے مطابق میں کثرت سے تسبیح وتحمید اور استغفار کرتا ہوں)۔''

فوائد و مسائل: ① رکوع اور سجدے میں [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ] اور [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى] کی بجائے [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي] پڑھنے کا استحباب و استحسان۔ ② اللہ کی طرف سے نعمت حاصل ہونے پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

[١١٥] اَلرَّابِعُ: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ تَابَعَ الْوَحْيَ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَبْلَ وَفَاتِهِ، حَتّٰى تُوُفِّيَ أَكْثَرَ مَا كَانَ الْوَحْيُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[115] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات سے (کچھ عرصہ) قبل پے در پے وحی نازل فرمائی' یہاں تک کہ آپ کی وفات کے وقت آپ پر پہلے سے کہیں زیادہ وحی نازل ہوئی۔ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① نبی ﷺ کی زندگی کے آخری ایام میں نزول وحی کی کثرت اس بات کی علامت تھی کہ اب آپ دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں۔ ② قرآن مجید کی تلاوت نیکی ہے۔ آخری عمر میں اس کا کثرت سے نزول اور تلاوت اس بات کی دلیل ہے کہ بڑھاپا شروع ہونے کے بعد زیادہ نیکیاں کرنی چاہییں۔

[١١٦] اَلْخَامِسُ: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[116] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر بندے کو (قیامت والے دن) اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس میں اسے موت آئی ہوگی۔'' (مسلم)

فائدہ: اس کا وہی مفہوم ہے جو [إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ] کا ہے' یعنی اگر انسان کی موت نیکیاں کرتے ہوئے آئے گی تو اس کا انجام بھی نیک ہوگا اور اگر اس کے برعکس موت برائیاں کرتے ہوئے آئے گی تو انجام بھی برا ہوگا' اس لیے انسان کو ہر وقت' بالخصوص بڑھاپے اور بیماری میں اللہ کی نافرمانیوں سے بچ کر رہنا چاہیے کیونکہ موت کا کوئی پتہ نہیں کہ کس وقت وہ انسان کو اپنے شکنجے میں کس لے۔

[١٣] بَابٌ فِي بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ

باب: 13 - اس بات کا بیان کہ نیکی اور بھلائی کے راستے بہت ہیں

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: ٢١٥].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور تم جو بھلائی بھی کرو گے' بلاشبہ اللہ اسے جاننے والا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ﴾ [البقرة: ١٩٧]

اور فرمایا: ''اور تم جو بھلائی بھی کرتے ہو' اللہ اسے جانتا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا

اور فرمایا: ''جو شخص ایک ذرے کے برابر بھی کوئی بھلائی

[115] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب كيف نزل الوحي و أول مانزل، حديث: 4982، وصحيح مسلم، التفسير، باب في تفسير آيات متفرقة، حديث: 3016.

[116] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها ...... باب الأمر بحسن الظن بالله تعالى عندالموت، حديث: 2878.

يَّرَهٗ﴾ [الزلزال: ٧]

کرے گا‘ وہ اسے (قیامت والے دن) دیکھ لے گا۔“

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ﴾ [الجاثية: ١٥]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”جس نے نیک عمل کیا تو اس کا فائدہ اسی کو ہے۔“

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ.

اور اس باب میں بہت سی آیات ہیں۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ فَكَثِيرَةٌ جِدًّا، وَهِيَ غَيْرُ مُنْحَصِرَةٍ. فَنَذْكُرُ طَرَفًا مِّنْهَا:

جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو وہ بھی بہت ہیں‘ جن کا شمار ہی نہیں‘ ہم ان میں سے چند ایک ذکر کرتے ہیں:

[١١٧] اَلْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «اَلْإِيمَانُ بِاللهِ، وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ». قُلْتُ: أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «أَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا، وَأَكْثَرُهَا ثَمَنًا». قُلْتُ: فَإِنْ لَّمْ أَفْعَلْ؟ قَالَ: «تُعِينُ صَانِعًا أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ». قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ؟ قَالَ: «تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ مِّنْكَ عَلٰى نَفْسِكَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[117] حضرت ابو ذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ پر ایمان رکھنا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا۔“ میں نے کہا: کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ”جو اپنے مالک کی نظروں میں سب سے زیادہ عمدہ اور زیادہ قیمتی ہو۔“ میں نے کہا: اگر میں یہ نہ کر سکوں؟ آپ نے فرمایا: ”کسی کاریگر کی مدد کر دو یا بے ہنر کا کام کر دو۔“ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ بتلائیں‘ اگر میں یہ بعض عمل کرنے سے بھی عاجز رہوں؟ آپ نے فرمایا: ”تم لوگوں کو اپنے شر سے بچائے رکھو‘ یہ بھی تمھارا اپنے نفس پر صدقہ ہے۔“ (بخاری ومسلم)

[اَلصَّانِعُ]: بِالصَّادِ الْمُهْمَلَةِ، هٰذَا هُوَ الْمَشْهُورُ، وَرُوِيَ [ضَائِعًا] بِالْمُعْجَمَةِ، أَيْ: ذَا ضَيَاعٍ مِّنْ فَقْرٍ أَوْ عِيَالٍ، وَنَحْوَ ذٰلِكَ. وَ[الْأَخْرَقُ]: اَلَّذِي لَا يُتْقِنُ مَا يُحَاوِلُ فِعْلَهُ.

اَلصَّانِعُ: یہ ”صاد“ کے ساتھ ہی مشہور ہے۔ اور یہ ”ضاد“ کے ساتھ بھی مروی ہے‘ یعنی ضَائِعًا: جو غربت یا عیال داری اور اسی قسم کی دیگر کسی وجہ سے پریشان حال ہو۔ اور أَخْرَقُ وہ شخص ہے جو اپنے مطلوبہ کام کو اچھے طریقے سے نہ کر سکے۔

فوائد ومسائل: ① حدیث سے جہاد اور غلاموں کو آزاد کرنے کی فضیلت‘ اسی طرح دوسروں کے ساتھ ہمدردی وتعاون کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ② علاوہ ازیں دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے اجتناب بھی صدقہ واجر میں احسان سے کم نہیں ہے۔ ③ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان باللہ‘ قبولیت اور صحت اعمال کے لیے بنیاد ہے اور عمل ایمان کا پھل ہے۔ ایمان کے بغیر عنداللہ کوئی عمل مقبول نہیں۔

[117] صحيح البخاري، العتق، باب أيّ الرقاب أفضل؟، حديث:2518، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال، حديث:84 واللفظ له.

[١١٨] اَلثَّانِي: عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَيْضًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِىءُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[اَلسُّلَامٰى]: بِضَمِّ السِّينِ الْمُهْمَلَةِ وَتَخْفِيفِ اللَّامِ وَفَتْحِ الْمِيمِ: اَلْمَفْصِلُ.

[118] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کے ہر جوڑ پر صبح کو ایک صدقہ (ضروری) ہے۔ پس ہر تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنا) صدقہ ہے ہر تحمید (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا) صدقہ ہے ہر تہلیل (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا) صدقہ ہے۔ اور ہر تکبیر (اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا) صدقہ ہے نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے۔ اور ان سب کاموں سے وہ دو رکعتیں کافی ہو جاتی ہیں جو انسان چاشت کے وقت پڑھے۔'' (مسلم)

اَلسُّلَامٰی: ''سین'' کے پیش ''لام'' کی تخفیف اور ''میم'' کے فتحہ کے ساتھ۔ معنی ہیں: جوڑ۔

فوائد و مسائل: ① انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں۔ ان جوڑوں کی وجہ ہی سے انسان ہر طرح کی حرکت اور ہر قسم کا کام کرنے پر قادر ہے۔ اگر یہ جسم بے جوڑ ہوتا تو انسان کے لیے اٹھنا' بیٹھنا' لیٹنا' حرکت کرنا اور مختلف کاموں کے لیے اعضاء کا استعمال ناممکن ہوتا۔ اس لحاظ سے ہر جوڑ' اللہ کی ایک نعمت ہے جس کا شکر ادا کرنا انسان پر واجب ہے۔ ② یہ اللہ تعالیٰ کا دوسرا فضل ہے کہ اس نے ان نعمتوں پر شکر کی ادائیگی کا نہایت آسان طریقہ بھی بتلا دیا' جو غریب سے غریب انسان بھی اختیار کر سکتا ہے اور وہ تسبیح و تحمید اور تکبیر و تہلیل کا کہنا اور نیکی کا حکم اور برائی سے روکنا وغیرہ ہے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو طلوع شمس کے بعد سے زوال شمس تک کے درمیانی وقفے میں کسی وقت دو رکعت پڑھ لے۔ زیادہ پڑھنا چاہے تو آٹھ رکعت تک (دو دو کر کے) پڑھ سکتا ہے۔ ③ ایک حدیث میں دن کے شروع حصے میں چار رکعتیں پڑھنے کی ترغیب ہے جن کا فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ بندہ شام تک اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر پریشانی سے اسے کفایت کر جاتا ہے۔ (مسند أحمد:6/440)

[١١٩] اَلثَّالِثُ: عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «عُرِضَتْ عَلَيَّ أَعْمَالُ أُمَّتِي حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا، فَوَجَدْتُ فِي مَحَاسِنِ أَعْمَالِهَا الْأَذٰى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيقِ، وَوَجَدْتُ فِي مَسَاوِىءِ أَعْمَالِهَا النُّخَاعَةَ تَكُونُ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[119] ابوذر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے عمل پیش کیے گئے۔ چنانچہ میں نے اس کے اچھے اعمال میں' راستے سے تکلیف دہ چیز (پتھر' کانٹا وغیرہ) کا ہٹانا بھی پایا اور اس کے برے اعمال میں وہ تھوک پایا جو مسجد میں (تھوکا گیا) ہو اور اس پر مٹی نہ ڈالی گئی ہو۔'' (مسلم)

[118] صحیح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب صلاة الضحى......، حديث:720.

[119] صحیح مسلم، المساجد، باب النهي عن البصاق في المسجد في الصلاة وغيرها ......، حديث:553.

فوائد و مسائل: ① اللہ تعالیٰ نے چھوٹے سے چھوٹے عمل کو بھی' جس میں لوگوں کا فائدہ یا نقصان سے بچاؤ ہو' اعمال خیر میں شمار کیا ہے اور جو اس کے برعکس ہو' چاہے کتنا بھی معمولی ہو' اسے شر میں شمار کیا ہے جس سے یہ ترغیب ملتی ہے کہ انسان کو ہمیشہ بھلے کام کرنے چاہییں تاکہ اسے اللہ کی رضا مندی حاصل ہو اور برے کاموں سے اجتناب ضروری ہے تاکہ وہ اللہ کے غضب و عتاب سے محفوظ رہے۔ ② مسجد کی صفائی کا اہتمام اور اس کے ادب کے منافی کاموں سے گریز کیا جائے' جیسے تھوکنا وغیرہ اور یہ پڑا ہو تو اس کو صاف کر دینے کا حکم ہے۔ حدیث میں جو مٹی ڈالنے کا حکم ہے یہ اس وقت ہے جب مسجد کچی ہو۔ اور اس وقت مسجدیں کچی ہوتی تھیں۔ آج کل مسجد کے فرش پکے ہوتے ہیں' اس لیے کپڑے یا پانی سے صاف کرنا چاہیے۔

[١٢٠] اَلرَّابِعُ: عَنْهُ أَنَّ نَاسًا قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالْأُجُورِ، يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ، قَالَ: «أَوَ لَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللهُ لَكُمْ مَا تَصَدَّقُونَ بِهِ؟: إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةً، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ، وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ». قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ، وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ؟! قَالَ: «أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[120] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مال دار لوگ کہیں (زیادہ) اجر لے گئے۔ وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں' وہ روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں' (ہم سے زائد کام یہ کرتے ہیں کہ) وہ اپنے فاضل مالوں سے صدقہ خیرات کرتے ہیں (یوں ہم سے زیادہ اجر حاصل کر لیتے ہیں)۔ آپ نے فرمایا: ''کیا اللہ نے تمھارے لیے ایسی چیزیں نہیں بنائیں کہ تم ان کا صدقہ کرو؟ بے شک ہر سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنا صدقہ ہے' ہر اَللّٰہُ أَکْبَرُ کہنا صدقہ ہے' ہر اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کہنا صدقہ ہے۔ ہر لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ کہنا صدقہ ہے' نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے' برائی سے روکنا صدقہ ہے اور تم میں سے کسی کا اپنی بیوی سے جنسی تعلق قائم کرنا صدقہ ہے۔'' انھوں نے سوال کیا: ہم میں سے ایک شخص (شرم گاہ کے ذریعے سے) اپنی جنسی شہوت پوری کرے' کیا اس میں بھی اس کے لیے اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: ''بھلا بتلاؤ! اگر وہ اپنی شہوت حرام جگہ (بدکاری) سے پوری کرے تو اسے گناہ ہوگا۔ (یقیناً ہوگا) پس اسی طرح وہ حلال طریقے سے اپنی شہوت پوری کرے گا تو اسے اجر ملے گا۔'' (مسلم)

[اَلدُّثُورُ]، بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ: اَلْأَمْوَالُ.

اَلدُّثُورُ: ''ثاء'' کے ساتھ۔ اس کے معنی اموال کے ہیں۔

[120] صحيح مسلم، الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، حديث:1006.

وَاحِدُهَا : دَثْرٌ .

اس کا واحد دَثْرٌ ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اس جذبے کا بیان ہے جو نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھ کر کرنے کا ان کے اندر موجود تھا اور اسی حساب سے نیکی میں تقصیر سے رنج و ملال محسوس ہوتا تھا۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام میں نیکی کا مفہوم بڑا وسیع ہے اور اس میں ہر وہ عمل آ جاتا ہے (بشرطیکہ اس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو) جو اچھی نیت اور اچھے ارادے سے کیا جائے' حتی کہ فطری عادات کی تکمیل پر بھی (جو مباح کے دائرے میں ہوں) اجر ملتا ہے' بلکہ اگر مقصود اللہ کی اطاعت اور امتثال امر (احکام کی تعمیل) ہو تو ترک معصیت بھی' فعل طاعت کی طرح' باعث اجر ہے۔

[١٢١] اَلْخَامِسُ : عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ : «لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيقٍ» . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

[121] حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''نیکی کے کسی بھی کام کو حقیر مت سمجھنا' اگرچہ تو اپنے (مسلمان) بھائی کو خندہ روئی کے ساتھ ملے (یعنی مسکراتے ہوئے ملنا بھی نیکی ہے)۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ خندہ روئی سے ملنا بھی نیکی ہے کیونکہ ایک تو یہ انسان کے حسن اخلاق کی دلیل ہے۔ دوسرے' اس سے مسلمانوں کے درمیان الفت پیدا ہوتی ہے جو مطلوب و محبوب عمل ہے۔ ② مسلمان کی زندگی اگر اسلامی اصولوں پر کاربند ہو تو اس کا ہر عمل نیکی ہے۔ اور اس حدیث میں اس امر کی بھی ترغیب ہے کہ نیکی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔

[١٢٢] اَلسَّادِسُ : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : «كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ : تَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ ، وَتُعِينُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ فَتَحْمِلُهُ عَلَيْهَا ، أَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ ، وَبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ ، وَتُمِيطُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

[122] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے' لوگوں کے ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ (کرنا واجب) ہے۔ (اور صدقہ صرف مال کا خرچ کرنا ہی نہیں بلکہ) تیرا دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا بھی صدقہ ہے۔ کسی آدمی کو اس کی سواری پر بٹھانے یا اس کا سامان اٹھا کر اس پر رکھوانے میں اس کی مدد کرنا بھی صدقہ ہے۔ اچھی بات کرنا صدقہ ہے۔ ہر اس قدم میں' جس سے چل کر تو نماز کی طرف جائے صدقہ ہے۔ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا بھی صدقہ ہے۔'' (بخاری و مسلم)

[121] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء، حديث:2626.

[122] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب من أخذ بالركاب ونحوه، حديث:2989، وصحيح مسلم، الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، حديث:1007- 1009، واللفظ له

وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ أَيْضًا مِّنْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّهُ خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِّنْ بَنِي آدَمَ عَلٰى سِتِّينَ وَثَلَاثِمِائَةِ مَفْصِلٍ، فَمَنْ كَبَّرَ اللهَ، وَحَمِدَ اللهَ، وَهَلَّلَ اللهَ، وَسَبَّحَ اللهَ، وَاسْتَغْفَرَ اللهَ، وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ، أَوْ شَوْكَةً أَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ، أَوْ أَمَرَ بِمَعْرُوفٍ، أَوْ نَهٰى عَنْ مُّنْكَرٍ، عَدَدَ السِّتِّينَ وَالثَّلَاثِمِائَةِ، فَإِنَّهُ يُمْسِي يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهُ عَنِ النَّارِ».

اور اسے امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا ہے' انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بنی آدم میں سے ہر انسان کی تخلیق تین سو ساٹھ جوڑوں پر ہوئی ہے' چنانچہ جس نے اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہا' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا' لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہا' سُبْحَانَ اللّٰهِ کہا' أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کہا' راستے سے کوئی پتھر ہٹایا' یا کوئی کانٹا یا ہڈی راستے سے دور کر دی' یا کسی نیکی کا حکم دیا' یا کسی برائی سے روکا' تین سو ساٹھ کی تعداد میں وہ مذکورہ کام کرے' تو وہ اس دن اس حالت میں شام کرتا ہے کہ اس نے اپنے نفس کو جہنم کی آگ سے دور کر لیا ہوتا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جس کے پاس صدقہ و خیرات کی استطاعت نہ ہو تو وہ مذکورہ افعال کے ذریعے سے صدقہ خیرات کا ثواب حاصل کر سکتا ہے' نیز اپنے جوڑوں کا صدقہ دے سکتا ہے۔ ② اللہ تعالیٰ جذبات کی قدر کرتا ہے۔ حسن نیت سے کیا ہوا معمولی عمل بھی بسا اوقات انسان کی نجات کا باعث بن سکتا ہے۔

[١٢٣] اَلسَّابِعُ: عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ، أَعَدَّ اللهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[123] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص صبح کو یا شام کو مسجد کی طرف جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں' جب بھی وہ صبح یا شام کو مسجد کی طرف جاتا ہے' مہمانی تیار کرتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

[اَلنُّزُلُ]: اَلْقُوتُ وَالرِّزْقُ، وَمَا يُهَيَّأُ لِلضَّيْفِ.

اَلنُّزُلُ کے معنی ہیں: خوراک' روزی اور وہ چیز جو مہمان کے لیے تیار کی جاتی ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس میں مسجد میں جانے اور نماز باجماعت پڑھنے کی ترغیب ہے۔ ② بادشاہ اگر کسی کی دعوت کرے تو اسے قبول کرنے کی وہ ہر ممکن کوشش کرے گا کہ کہیں وہ ناراض نہ ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے اس کی مہمانی کو اگر ہم ٹھکرائیں گے تو اس سے بڑی بدبختی کیا ہے اور نماز باجماعت ادا نہ کرنا اس دعوت کو ٹھکرانے کے مترادف ہے۔

[١٢٤] اَلثَّامِنُ: عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ

[124] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول

[123] صحيح البخاري، الأذان، باب فضل من غدا إلى المسجد ومن راح، حديث:662، وصحيح مسلم، المساجد، باب المشي إلى الصلاة تمحى به الخطايا......، حديث:669.

[124] صحيح البخاري، الهبة و فضلها والتحريض عليها، باب فضل الهبة، حديث:2566، وصحيح مسلم، الزكاة، باب الحث على الصدقة ولو بالقليل' ولا تمتنع من القليل لاحتقاره، حديث:1030.

ﷺ: «يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ! لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا، وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے مسلمانوں کی عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن (کے ہدیے) کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ وہ بکری کا کھر ہی ہو۔'' (بخاری ومسلم)

قَالَ الْجَوْهَرِيُّ: اَلْفِرْسِنُ مِنَ الْبَعِيرِ كَالْحَافِرِ مِنَ الدَّابَّةِ، قَالَ: وَرُبَّمَا اسْتُعِيرَ فِي الشَّاةِ.

جوہری نے کہا ہے کہ فِرْسِن، اصل میں اونٹ کے کھر کو کہا جاتا ہے جیسے جانور کے کھر کو حَافِر کہتے ہیں۔ لیکن بعض دفعہ یہ (فرسن) بکری کے کھر کے لیے بھی استعمال کرلیا جاتا ہے۔

فائدہ: کسی کے ہدیے کو حقیر نہ سمجھا جائے کیونکہ اگر وہ اخلاص سے بھیجا گیا ہوگا تو تھوڑا ہونے کے باوجود وہ عنداللہ بڑا ہوگا۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لیے ہدیہ بھیجنے کو حقیر نہ سمجھے خواہ بکری کی کھری ہی ہو یعنی اس کے ہدیہ بھیجنے کو بھی معمولی خیال نہ کرے۔ کسی شاعر نے کہا ہے: لَا تَنْظُرَنَّ إِلٰی زُهَيْدِ هَدِيَّةٍ فَانْظُرْ إِلٰی قَلْبِ مَنْ أَهْدَاهَا. ''ہدیے کی حقارت کو نہ دیکھیے بلکہ دینے والے کے جذبات اور دل پر نگاہ رکھیے۔''

[١٢٥] اَلتَّاسِعُ: عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلْإِيمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُونَ - أَوْ بِضْعٌ وَّسِتُّونَ - شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيمَانِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[125] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان کی ستر یا ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ ان میں سب سے افضل لا إله إلا الله کہنا ہے اور سب سے ادنیٰ راستے سے تکلیف دہ چیز (پتھر، کانٹے وغیرہ) کا ہٹانا ہے۔ اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔'' (بخاری ومسلم)

[اَلْبِضْعُ]: مِنْ ثَلَاثَةٍ إِلٰی تِسْعَةٍ، بِكَسْرِ الْبَاءِ وَقَدْ تُفْتَحُ. وَ [الشُّعْبَةُ]: اَلْقِطْعَةُ.

بِضْعٌ کا لفظ تین سے نو تک کے عدد کے لیے بولا جاتا ہے۔ اور یہ ''با'' کے زیر سے اور کبھی زبر سے پڑھا جاتا ہے۔ شُعْبَةٌ، بمعنی حصہ اور ٹکڑا ہے۔

فوائد ومسائل: ① ایمان کے عمل کے حساب سے مختلف مراتب ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان اور عمل لازم ملزوم ہیں۔ ② حیا کی فضیلت واہمیت بھی اس سے واضح ہے کیونکہ حیا انسان کو گناہوں سے روکتی اور نیکیوں پر آمادہ کرتی ہے۔

[١٢٦] اَلْعَاشِرُ: عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ:

[126] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے رسول

---

[125] صحيح البخاري، الإيمان، باب أمور الإيمان……، حديث:9، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان……، حديث:(58)-35 واللفظ له.

[126] صحيح البخاري، المساقاة، باب فضل سقي الماء، حديث:2363، وصحيح مسلم، السلام، باب فضل سقي البهائم المحترمة وإطعامها، حديث:2244.

«بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ، فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ قَدْ بَلَغَ مِنِّي، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ مَاءً، ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ، حَتّٰى رَقِيَ، فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! وَ إِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا؟ فَقَالَ: «فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دفعہ آدمی راستے پر چلا جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی۔ اس نے ایک کنواں پایا تو اس میں اتر کر اس نے پانی پیا' پھر باہر نکل آیا۔ وہیں ایک کتا تھا جو پیاس کے مارے زبان باہر نکالے (ہانپتے ہوئے) کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس آدمی نے (دل میں) کہا: اس کتے کو بھی اسی طرح پیاس نے ستایا ہے جس طرح میں اس کی شدت سے بے حال ہو گیا تھا' چنانچہ وہ (دوبارہ) کنویں میں اترا اور اپنا موزہ پانی سے بھرا اور اسے اپنے منہ سے پکڑے اوپر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس (کے اس عمل اور جذبے) کی قدر کی اور اسے معاف فرما دیا۔'' (یہ سن کر) صحابہ ؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہمارے لیے چوپایوں (پر ترس کھانے) میں بھی اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(ہاں) ہر تر جگر والے (جاندار کی دیکھ بھال) میں اجر ہے۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ: «فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ، فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ».

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے: ''اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے عمل کی قدر کی۔ چنانچہ اسے بخش دیا اور جنت میں داخل کر دیا۔''

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُمَا: «بَيْنَمَا كَلْبٌ يُطِيفُ بِرَكِيَّةٍ قَدْ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ إِذْ رَأَتْهُ بَغِيٌّ مِّنْ بَغَايَا بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَنَزَعَتْ مُوقَهَا فَاسْتَقَتْ لَهُ بِهِ، فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهِ».

اور بخاری مسلم کی ایک روایت میں ہے: ''ایک دفعہ ایک کتا کنویں کے گرد چکر لگا رہا تھا' اسے پیاس مارے دے رہی تھی کہ اچانک اسے بنی اسرائیل کی فاحشہ عورتوں میں سے ایک بدکار عورت نے دیکھا' پس اس نے اپنا موزہ اتارا اور اس کے ذریعے سے اس نے اس کے لیے (کنویں سے) پانی کھینچا اور اسے پلا دیا' تو اس کے اس عمل کی وجہ سے اسے بخش دیا گیا۔

[اَلْمُوقُ]: اَلْخُفُّ. وَ[يُطِيفُ]: يَدُورُ حَوْلَ [رَكِيَّةٍ] وَهِيَ: الْبِئْرُ.

اَلْمُوقُ: موزہ۔ يُطِيفُ: کنویں کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ رَكِيَّةٌ: کنواں۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی ہر مخلوق کے ساتھ' حتی کہ جانوروں کے ساتھ بھی احسان کرنا چاہیے۔ اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے۔ ② اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت بڑی وسیع ہے' وہ اگر چاہے تو تھوڑے سے عمل کو بھی قبول فرما کر بندے کی مغفرت فرما دے۔ ③ قاعدہ یہی ہے کہ کبیرہ گناہوں سے توبہ کی جائے' تاہم بسا اوقات خلوص نیت سے کیا ہوا نیک عمل بھی گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ اور انسان کے کبیرہ گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔

[١٢٧] اَلْحَادِي عَشَرَ: عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ، فِي شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيقِ، كَانَتْ تُؤْذِي الْمُسْلِمِينَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[127] حضرت ابوہریرہ ؓ ہی سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے ایک آدمی کو جنت میں چلتے پھرتے دیکھا' اس نے اس درخت کو کاٹ دیا تھا جو راستے کے درمیان میں تھا اور مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا۔'' (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: «مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلٰى ظَهْرِ طَرِيقٍ، فَقَالَ: وَاللهِ! لَأُنَحِّيَنَّ هٰذَا عَنِ الْمُسْلِمِينَ لَا يُؤْذِيهِمْ، فَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ».

ایک اور روایت میں ہے: ''ایک آدمی ایک درخت کی ٹہنی کے پاس سے گزرا جو راستے کے درمیان میں تھی۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں اسے مسلمانوں سے دور کر دوں گا (تاکہ) انھیں تکلیف نہ پہنچائے۔ چنانچہ اسے (اس عمل کی وجہ سے) جنت میں داخل کر دیا گیا۔''

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا: «بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ، وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ، فَأَخَّرَهُ، فَشَكَرَ اللهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ».

اور بخاری ومسلم کی ایک روایت میں ہے: ''ایک دفعہ ایک آدمی راستے پر چل رہا تھا' اس نے راستے پر ایک کانٹے دار شاخ دیکھی' اس نے اسے پیچھے کر دیا۔ اللہ نے اس کے اس عمل کی قدر فرمائی اور اس کو بخش دیا۔''

فوائد ومسائل: ① لوگوں کو تکلیف اور نقصان سے بچانا اللہ کو بہت پسند ہے' حتی کہ راستوں سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دینا بھی اللہ کو بڑا محبوب ہے۔ اسی طرح اس کے برعکس راستوں کو تنگ یا بند کر دینا' جس سے لوگوں کو تکلیف ہو' جیسے شادی بیاہ کے موقعوں پر لوگ نہایت دیدہ دلیری سے ایسی مذموم حرکتیں کرتے ہیں یا بعض دکاندار اور اہل مکان تجاوزات کھڑی کر کے لوگوں کو ایذا پہنچاتے ہیں' یہ کام اللہ کی ناراضی اور اس کے غضب کا باعث ہیں۔ لیکن قوم کی اخلاقی پستی کا یہ حال ہے کہ وہ یہ کام بڑے فخر سے اور اتراتے ہوئے کرتی ہے۔ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. یعنی اپنے دین کی تعلیمات کے برعکس اور اللہ کی ناراضی کا باعث بننے والے کاموں پر اتراتی اور تکبر کا اظہار کرتی ہے' اس سے بڑھ کر اللہ سے بغاوت اور اخلاقی پستی اور کیا ہوگی۔ ② نیکی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے' خواہ ظاہری طور پر وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو۔

[127] صحيح البخاري، الأذان، باب فضل التهجير إلى الظهر، حديث:652، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب فضل إزالة الأذى عن الطريق، حديث:1914، بعد حديث: 2617.

[١٢٨] اَلثَّانِي عَشَرَ: عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ، فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصَا فَقَدْ لَغَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[128] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اچھے طریقے سے وضو کیا' پھر جمعہ پڑھنے آیا اور نہایت توجہ اور خاموشی سے خطبہ سنا تو اس کے گزشتہ اور اس جمعہ کے دوران کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں' بلکہ مزید تین دن کے بھی۔ جس شخص نے کنکریوں کو چھوا (یعنی دوران خطبہ ان سے کھیلتا رہا) تو اس نے بے کار حرکت کی (یعنی اپنا ثواب جمعہ ضائع کیا)۔'' (مسلم)

فائدہ: ① اس میں ایک تو اچھے طریقے' یعنی سنت کے مطابق وضو کرنے کی ترغیب ہے۔ دوسرے' جمعے کی فضیلت کا بیان ہے جو ہر عاقل' بالغ' صحت مند اور مقیم مسلمان پر فرض ہے' چاہے وہ شہری ہو یا دیہاتی۔ اور یہ جمعہ مسجد میں باجماعت ہی ادا ہوتا ہے' گھر میں انفرادی طور پر نہیں۔ تیسرے' ہر نیکی کا کم از کم اجر دس گنا ہے' اس اصول سے ایک جمعہ پڑھ لینے سے دس دنوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ چوتھے' خطبے کے دوران میں خاموشی ضروری ہے' ورنہ جمعے کا ثواب ضائع ہو سکتا ہے۔ پانچویں' جمعے کا خطبہ بھی ضرور سننا چاہیے کیونکہ یہ دو رکعت کے قائم مقام ہے۔ خطیب کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ مختصر خطبہ دے۔

[١٢٩] اَلثَّالِثَ عَشَرَ: عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ، - أَوِ الْمُؤْمِنُ -، فَغَسَلَ وَجْهَهُ، خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِّنَ الذُّنُوبِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[129] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مسلمان یا مومن بندہ وضو کرتا ہے' اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے پانی (کے استعمال) کے ساتھ ہی یا آخری قطرۂ آب کے ساتھ وہ تمام گناہ نکل جاتے (معاف ہو جاتے) ہیں جو اس نے اپنی آنکھوں سے کیے تھے' پھر جب اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے پانی (کے استعمال) کے ساتھ ہی یا آخری قطرۂ آب کے ساتھ' وہ سب گناہ نکل جاتے ہیں جو اس نے ہاتھوں کو استعمال کر کے کیے تھے' پھر جب وہ اپنے پیر دھوتا ہے تو پانی (کے استعمال) کے ساتھ ہی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ' اس کے وہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں

[128] صحيح مسلم، الجمعة، باب فضل من استمع وأنصت في الخطبة، حديث:857.

[129] صحيح مسلم، الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء، حديث:244.

جو اس نے پیروں سے چل کر کیے تھے' یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں وضو کی فضیلت کا بیان ہے۔ ظاہر ہے جو شخص پابندی سے روزانہ پانچ مرتبہ وضو کرے گا' کس طرح گناہوں سے پاک نہ ہوگا؟ گویا وضو سے ظاہری جسمانی پاکیزگی بھی حاصل ہوتی ہے اور باطنی پاکیزگی بھی کہ اللہ تعالیٰ اس سے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

[١٣٠] اَلرَّابِعَ عَشَرَ: عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ، مُكَفِّرَاتٌ لَّمَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[130] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچوں نمازیں' جمعہ دوسرے جمعہ تک اور رمضان دوسرے رمضان تک' درمیان کے تمام گناہوں کو دور کر دینے والا ہے' (لیکن) جب کبیرہ گناہوں سے بچ کر رہا جائے۔'' (مسلم)

فائدہ: ایک مومن اگر کبیرہ گناہوں سے اپنا دامن بچا کر رکھے' اسی طرح حقوق العباد میں بھی کوتاہی نہ کرے' تو پھر مذکورہ عبادات کے ذریعے سے وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف رہتا ہے۔

[١٣١] اَلْخَامِسَ عَشَرَ: عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟» قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[131] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں ایسے اعمال نہ بتلاؤں جن کے کرنے سے اللہ گناہ مٹا دے اور درجے بلند فرما دے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! (ضرور بتلایئے) آپ نے فرمایا: ''گرانی اور ناگواری کے باوجود کامل طریقے سے وضو کرنا' مسجدوں کی طرف زیادہ قدم چلنا' (یعنی دور سے آنا) اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ یہ (اجر و ثواب میں) سرحد پر مورچہ زن رہنے ہی کی طرح ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① رباط' سرحد پر مورچہ زن رہ کر سرحدوں کی حفاظت کرنے کو کہتے ہیں' یعنی یہ جہاد کا عمل مسلسل ہے جس کی دوسری احادیث میں بہت زیادہ فضیلت وارد ہے۔ ② اعمال صالحہ اور عبادت پر مواظبت (ہمیشگی) کو رباط کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ مکارہ پر (ناگواری اور مشقت کے باوجود) مکمل وضو کرنے کا مطلب ہے' مثلاً: سخت سردی میں تمام اعضاء کا صحیح طریقے سے دھونا نہایت گراں ہوتا ہے لیکن ایک مسلمان اللہ کی رضا کے لیے ایسا کرتا ہے' اس لیے اس کا

[130] صحيح مسلم، الطهارة، باب الصلوات الخمس' والجمعة إلى الجمعة' و رمضان إلى رمضان مكفرات ......، حديث:233.

[131] صحيح مسلم، الطهارة، باب فضل إسباغ الوضوء على المكاره، حديث:251.

اجر بھی بقدر مشقت زیادہ ہوگا۔ ③ مسجد کا قرب بھی اگرچہ بعض اعتبار سے نہایت مفید ہے لیکن گھر کا مسجد سے دور ہونا اس لحاظ سے بہتر ہے کہ جتنے قدم مسجد کی طرف اٹھیں گے' اتنا ہی اجر و ثواب اس کو زیادہ ملے گا۔ اس فضیلت سے قریب رہنے والے محروم رہیں گے۔

[١٣٢] اَلسَّادِسَ عَشَرَ: عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[اَلْبَرْدَانِ]: اَلصُّبْحُ وَالْعَصْرُ.

[132] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی دو ٹھنڈی نمازیں پڑھتا ہے وہ جنت میں جائے گا۔'' (بخاری و مسلم)

اَلْبَرْدَانِ (دو ٹھنڈی نمازوں) سے مراد صبح اور عصر کی نماز ہے۔

فوائد و مسائل: ① ان دونوں نمازوں کی خصوصی حفاظت کے لیے یہ فضیلت اور ترغیب اس لیے بیان کی گئی ہے کہ ان دونوں نمازوں میں تساہل اور تغافل کا زیادہ امکان ہے۔ فجر کی نماز میں اٹھ کر آنا نہایت مشکل ہے۔ اسی طرح عصر کا وقت' دن بھر کے کاموں کو نمٹانے کے لیے نہایت مشغولیت کا وقت ہے' جس میں نماز کے فوت ہونے کا بڑا امکان ہے۔ جو شخص ان دو نمازوں کی حفاظت کر لیتا ہے' وہ دوسری نمازوں کی حفاظت بطریق اولیٰ کر لیتا ہے۔ اور یہ نمازوں کی حفاظت اسے جنت میں لے جانے کا بہترین ذریعہ ثابت ہوگی۔ ② ان نمازوں کو چھوڑنے پر بڑی سخت وعید ہے۔ فجر کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یہ منافقوں پر بھاری ہے اور عصر کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کے اعمال برباد ہو گئے۔'' (صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، حديث:553)

[١٣٣] اَلسَّابِعَ عَشَرَ: عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[133] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ بیمار ہوتا یا سفر اختیار کرتا ہے تو اس کے لیے اس کے مثل عمل لکھ دیے جاتے ہیں جو وہ اقامت اور صحت کی حالت میں کرتا تھا۔'' (بخاری)

فائدہ: اس سے مراد ایسے اعمال ہیں جو استحباب اور نفل کے طور پر ایک مومن کرتا ہے' ورنہ فرائض کی ادائیگی تو ہر حالت میں ضروری ہے۔

[١٣٤] اَلثَّامِنَ عَشَرَ: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

[134] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ

[132] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب فضل صلاة الفجر، حديث:574، وصحيح مسلم، المساجد، باب فضل صلاتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما، حديث:635.

[133] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب: يكتب للمسافر مثل ما كان يعمل في الإقامة، حديث:2996.

[134] صحيح البخاري، الأدب، باب: كل معروف صدقة، حديث:6021، وصحيح مسلم، الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، حديث:1005.

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ رِوَايَةِ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

نے فرمایا: ''ہر نیکی صدقہ ہے۔'' (اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم نے اسے حضرت حذیفہ ؓ سے روایت کیا ہے۔)

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ مومن جو بھی نیکی کا کام کرتا ہے اسے اس پر صدقے کی طرح اجر ملتا ہے۔ معروف سے مراد ہر قسم کی نیکی اور بھلائی ہے۔ ② علاوہ ازیں معصیتوں کا ترک بھی ایک معروف (نیکی) ہے۔

[١٣٥] اَلتَّاسِعَ عَشَرَ: عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا، إِلَّا كَانَ مَا أُكِلَ مِنْهُ، لَهُ صَدَقَةٌ، وَمَا سُرِقَ مِنْهُ، لَهُ صَدَقَةٌ، وَلَا يَرْزَؤُهُ أَحَدٌ إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[135] حضرت جابر ؓ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے' تو اس سے جتنا حصہ کھا لیا جاتا ہے' وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔ جو اس سے چرا لیا جائے' وہ صدقہ ہے اور جو کوئی اسے نقصان پہنچائے' وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔'' (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: «فَلَا يَغْرِسُ الْمُسْلِمُ غَرْسًا، فَيَأْكُلَ مِنْهُ إِنْسَانٌ وَّلَا دَابَّةٌ وَّلَا طَيْرٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ».

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے: ''مسلمان جو درخت لگاتا ہے' تو اس سے کوئی انسان' کوئی جانور اور کوئی پرندہ (جو کچھ) کھاتا ہے' وہ قیامت والے دن تک اس کے لیے صدقہ ہوگا۔''

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: «لَا يَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا، وَلَا يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلَ مِنْهُ إِنْسَانٌ وَّلَا دَابَّةٌ وَّلَا شَيْءٌ، إِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ».

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: ''مسلمان جو درخت لگاتا اور کوئی کھیتی بوتا ہے' تو اس سے کوئی انسان' کوئی جانور یا کوئی اور چیز کھائے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔''

وَرَوَيَاهُ جَمِيعًا مِّنْ رِوَايَةِ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

بخاری ومسلم نے اسے حضرت انس ؓ سے بھی روایت کیا ہے۔

قَوْلُهُ: [يَرْزَؤُهُ]، أَيْ: يَنْقُصُهُ.

يَرْزَؤُهُ کے معنی ہیں: اسے نقصان پہنچائے' اس کو کم کر دے۔

فوائد ومسائل: ① اس میں زراعت و باغبانی کی فضیلت کا بیان ہے۔ علاوہ ازیں اس کی فضیلت ہی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ کاشت کی ہوئی چیزوں میں سے جو چوری یا غصب یا تلف ہو جائے اور مسلمان اس پر صبر کرے تو اسے اس پر اجر دیا جائے گا۔ ② زمین دار لوگوں کے کیس سب سے زیادہ عدالتوں میں ہوتے ہیں اور اس کی منجملہ وجوہات میں سے ایک وجہ

[135] صحيح البخاري، الحرث والمزارعة، باب فضل الزرع والغرس إذا أكل منه.....، حديث:2320، وصحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب فضل الغرس والزرع، حديث:1552.

یہ بھی ہے کہ کسی کے جانوروں نے دوسرے کی کھیتی کا نقصان کر دیا تو وہ ان سے لڑ پڑے۔ انسان اگر قرآن وسنت کے علم سے واقف ہو اور اس ثواب کا اسے علم ہو تو ایسے مسائل ہرگز پیدا نہ ہوں۔

[١٣٦] اَلْعِشْرُونَ: عَنْهُ قَالَ: أَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُمْ: «إِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟» فَقَالُوا: نَعَمْ يَارَسُولَ اللهِ! قَدْ أَرَدْنَا ذٰلِكَ، فَقَالَ: «بَنِي سَلِمَةَ! دِيَارَكُمْ، تُكْتَبُ آثَارُكُمْ، دِيَارَكُمْ، تُكْتَبُ آثَارُكُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[136] حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ بنوسلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع ملی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو؟'' انھوں نے کہا: ہاں، اے اللہ کے رسول! ہم نے یقیناً یہ ارادہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بنوسلمہ! تم اپنے ہی گھروں میں رہو، تمھارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔ تم اپنے گھروں ہی میں رہو، تمھارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔'' (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: «إِنَّ بِكُلِّ خَطْوَةٍ دَرَجَةً». رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ أَيْضًا بِمَعْنَاهُ مِنْ رِوَايَةِ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

ایک اور روایت میں ہے: ''بے شک تمھارے ہر قدم پر ایک درجہ ہے۔'' (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور بخاری نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی کے (ہم معنی روایت کیا ہے۔)

وَ[بَنُو سَلِمَةَ] بِكَسْرِ اللَّامِ: قَبِيلَةٌ مَعْرُوفَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، وَ[آثَارُهُمْ]: خُطَاهُمْ.

اور بنوسلمہ ''لام'' کے زیر کے ساتھ، انصار کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ آثارُهُمْ: ان کے قدم اور قدموں کے نشانات۔

فوائد ومسائل: ① عمل میں جتنی محنت ومشقت ہوگی، جزا بھی اسی حساب سے زیادہ ہوگی۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بلاوجہ اپنے آپ کو مشقت میں مبتلا کیا جائے جیسا کہ بعض صوفی اور بدعتی کرتے ہیں۔ ② گھر کتنا ہی دور ہو، نماز مسجد میں آ کر باجماعت پڑھنی چاہیے۔

[١٣٧] اَلْحَادِي وَالْعِشْرُونَ: عَنْ أَبِي الْمُنْذِرِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ لَا أَعْلَمُ رَجُلًا أَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ، وَكَانَ لَا

[137] حضرت ابومنذر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی تھا، میں نہیں جانتا کہ کسی اور شخص کا گھر اس سے زیادہ دور ہو، اس سے کوئی نماز نہیں چھوٹتی تھی۔ اسے کہا

[136] صحيح البخاري، الأذان، باب احتساب الآثار، حديث:655، وصحيح مسلم، المساجد، باب فضل كثرة الخطا إلى المساجد، حديث:664، 665.

[137] صحيح مسلم، المساجد، باب فضل كثرة الخطا إلى المساجد، حديث:663.

تُخْطِئُهُ صَلَاةٌ، فَقِيلَ لَهُ - أَوْ فَقُلْتُ لَهُ : لَوِ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا، تَرْكَبُهُ فِي الظَّلْمَاءِ، وَفِي الرَّمْضَاءِ؟ فَقَالَ: مَا يَسُرُّنِي أَنَّ مَنْزِلِي إِلَى جَنْبِ الْمَسْجِدِ، إِنِّي أُرِيدُ أَنْ يُكْتَبَ لِي مَمْشَايَ إِلَى الْمَسْجِدِ، وَرُجُوعِي إِذَا رَجَعْتُ إِلَى أَهْلِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «قَدْ جَمَعَ اللهُ لَكَ ذٰلِكَ كُلَّهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

گیا‘ یا میں نے اسے کہا: اگر تو ایک گدھا خرید لے جس پر تو اندھیرے میں اور گرمی کی شدت میں سوار ہو کر آیا کرے؟ اس نے جواب دیا: مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو‘ (اس لیے کہ) میں تو یہ چاہتا ہوں کہ (دور سے) میرا مسجد کی طرف چل کر جانا اور پھر وہاں سے میرا لوٹنا‘ جب میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹوں‘ یہ سب کچھ میرے حساب میں لکھا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے (اس کی یہ بات سن کر) فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے یہ سب تیرے لیے جمع فرما دیا ہے۔“ (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: «إِنَّ لَكَ مَا احْتَسَبْتَ».

ایک اور روایت میں ہے: ”بلاشبہ تیرے لیے وہ ثواب ہے جس کا تو نے ارادہ کیا۔“

[اَلرَّمْضَاءُ]: اَلْأَرْضُ الَّتِي أَصَابَهَا الْحَرُّ الشَّدِيدُ.

اَلرَّمْضَاءُ: تپتی ہوئی زمین۔

فوائد ومسائل: ① صحابۂ کرام ؓ کے اندر ثواب اخروی حاصل کرنے کا جو جذبہ بے پایاں تھا‘ اس میں اس کا بیان ہے۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجر وثواب انسان کی نیت کے مطابق ملتا ہے اور اس لحاظ سے گھر کا مسجد سے دور ہونا بھی انسان کے لیے فضیلت کا باعث ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابومنذر اُبَی بن کعب ؓ] ابی بن کعب بن قیس بن عبید۔ کنیت ان کی ابومنذر ہے۔ یہ خزرج کے بنونجار قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد نبی ﷺ نے ان کو کاتبین وحی میں شامل کر دیا۔ بدری صحابی ہیں اور احد میں حاضر ہوئے۔ اس کے علاوہ نبی ﷺ کے ساتھ بہت زیادہ غزوات میں شریک رہے۔ مدینہ منورہ میں 30 ہجری کو فوت ہوئے۔ ان سے کتب احادیث میں 164 روایات مروی ہیں۔

[١٣٨] اَلثَّانِي وَالْعِشْرُونَ: عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَرْبَعُونَ خَصْلَةً أَعْلَاهَا مَنِيحَةُ الْعَنْزِ، مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا

[138] حضرت ابومحمد عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چالیس خصلتیں ہیں‘ ان میں سب سے اعلیٰ (کسی کو) دودھ پینے کے لیے بکری دے دینا ہے۔ جو عامل بھی ان میں سے کسی ایک خصلت پر‘

[138] صحيح البخاري، الهبة و فضلها والتحريض عليها، باب فضل المنيحة، حديث:2631.

رَجَاءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِيقَ مَوْعُودِهَا إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ بِهَا الْجَنَّةَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ثواب کی امید سے اور اللہ کی طرف سے کیے گئے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل فرماتا ہے۔" (بخاری)

[اَلْمَنِيحَةُ]: أَنْ يُعْطِيَهُ إِيَّاهَا لِيَأْكُلَ لَبَنَهَا، ثُمَّ يَرُدَّهَا إِلَيْهِ.

مَنِيحَة اس جانور کو کہا جاتا ہے جو ایک شخص کسی کو بطور عطیہ اس لیے دے کہ وہ اس کا دودھ پیے اور پھر جانور اسے واپس کر دے۔

فائدہ: اس طرح کسی چیز کو اپنی ملکیت میں رکھتے ہوئے' وقتی اور عارضی فائدے کے لیے کسی کو دے دینا بھی باعث اجر ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابومحمد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما] عبداللہ بن عمرو بن العاص سہمی ہیں۔ ان کی کنیت ابومحمد ہے۔ باپ سے پہلے مسلمان ہوئے اور ان سے صرف 13 برس چھوٹے تھے۔ فاضل اور عابد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ جاہلیت میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ قبول اسلام کے بعد نبی ﷺ سے آپ کے احکامات لکھنے کی اجازت طلب کی' چنانچہ آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ دور اسلام کی تمام جنگوں میں شریک ہوئے اور دونوں ہاتھوں سے شمشیر زنی کرتے تھے۔ جنگ یرموک میں اپنے باپ کے جھنڈے کو تھاما۔ جنگ صفین میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ حضرت معاویہ نے انھیں تھوڑی مدت کے لیے کوفہ کا والی مقرر کیا۔ 65 ہجری کو وفات پائی۔ ذخیرۂ احادیث میں سے 70 احادیث کے راوی ہیں۔

[١٣٩] اَلثَّالِثُ وَالْعِشْرُونَ: عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[139] حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "تم آگ سے بچو! اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقے) کے ساتھ ہی۔" (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَاتَّقُوا النَّارَ

اور بخاری و مسلم کی ایک اور روایت عدی رضی اللہ عنہ سے ہے' اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے ہر شخص سے (براہ راست) اس کا رب ہم کلام ہوگا' اس کے اور اس کے رب کے درمیان کوئی اور ترجمان نہیں ہوگا۔ چنانچہ انسان اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اسے اپنے آگے

[139] صحيح البخاري، الأدب، باب طيب الكلام، حديث:6023، والتوحيد، باب كلام الرب تعالى يوم القيْمة مع الأنبياء وغيرهم، حديث:7512، وصحيح مسلم، الزكاة، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة أو بكلمة طيبة، وأنها حجاب من النار، حديث:1016.

وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ».

بھیجے ہوئے عمل ہی نظر آئیں گے۔ بائیں جانب دیکھے گا تو ادھر بھی اپنے کرتوت ہی دیکھے گا۔ اور اپنے سامنے دیکھے گا تو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ اس کے چہرے کے سامنے ہوگی۔ چنانچہ تم آگ سے بچو! اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہی ہو (یعنی اس کا صدقہ کر کے) اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اچھی بات کے ذریعے سے (دوزخ سے بچو)۔"

فوائد و مسائل: ① اس میں سخت ترہیب کا پہلو یہ ہے کہ ہر شخص کو براہ راست اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر جب کہ اس کے دائیں بائیں اس کے اعمال ہوں گے اپنے عملوں کا جواب دینا ہوگا۔ ② دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ہر شخص کو اپنی طاقت کے مطابق اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اسی طرح خصال حمیدہ (خوش گفتاری وغیرہ) کا اختیار کرنا بھی نجات کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ ③ قیامت والے دن صرف انسان کا عمل صالح ہی اس کے کام آئے گا۔

[١٤٠] اَلرَّابِعُ وَالْعِشْرُونَ: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا، أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[140] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یقیناً اللہ تعالیٰ اس بندے سے بڑا خوش ہوتا ہے جو کھانا کھائے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور پانی پیے تو اس پر اللہ کی حمد کرے۔" (مسلم)

وَ[الْأَكْلَةُ]، بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ: وَهِيَ الْغَدْوَةُ أَوِ الْعَشْوَةُ.

اَلْأَكْلَةُ: "ہمزہ" کے زبر کے ساتھ۔ صبح یا شام کا کھانا۔

فائدہ: کھانا پینا، جس میں انسان کے کام و دہن کی لذت کا سامان ہے اس پر انسان اللہ کا شکر ادا کرے تو اس پر بھی اجر و ثواب ملتا ہے اور کھانا پینا بھی نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ.

[١٤١] اَلْخَامِسُ وَالْعِشْرُونَ: عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ». قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَّمْ يَجِدْ؟ قَالَ: «يَعْمَلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ». قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ؟ قَالَ: «يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ

[141] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہر مسلمان کے لیے صدقہ کرنا (ضروری) ہے۔" ابوموسیٰ نے پوچھا: اگر وہ صدقہ کرنے کے لیے کچھ نہ پائے؟ آپ نے فرمایا: "اپنے ہاتھوں سے کام (محنت مزدوری) کرے اور (اجرت حاصل کر کے) اپنے نفس کو بھی نفع پہنچائے

[140] صحيح مسلم، الذكر والدعاء...... باب استحباب حمد الله تعالٰى بعد الأكل والشرب، حديث: 2734.

[141] صحيح البخاري، الزكاة، باب على كل مسلم صدقة فمن لم يجد فليعمل بالمعروف، حديث: 1445، وصحيح مسلم، الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، حديث: 1008 واللفظ له.

الْمَلْهُوفَ». قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ؟ قَالَ: «يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ أَوِ الْخَيْرِ». قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَّمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: «يُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور صدقہ بھی کرے۔'' انھوں نے پوچھا: اگر اسے اس کی بھی طاقت نہ ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ کسی مصیبت زدہ حاجت مند کی مدد کر دے۔'' انھوں نے کہا: اگر وہ اس کی بھی طاقت نہ رکھے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ نیکی یا بھلائی کا حکم کرے۔'' انھوں نے پوچھا: اگر وہ یہ بھی نہ کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ دوسروں کو نقصان پہنچانے سے باز رہے' یقیناً یہ بھی صدقہ ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① محنت مزدوری کی ترغیب' تاکہ انسان کما کر اپنی ضروریات بھی پوری کرے اور اللہ کی راہ میں بھی صدقہ کرے۔ ② صدقے کا مفہوم بڑا وسیع ہے' اس میں نیکی اور بھلائی کی بہت سی انواع آ جاتی ہیں' حتی کہ برائی سے رک جانا بھی صدقہ ہے۔

[١٤] بَابٌ فِي الْاِقْتِصَادِ فِي الطَّاعَةِ

باب:14-طاعت (نیکی اور بھلائی کے کاموں) میں میانہ روی اختیار کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى﴾ [طٰهٰ: ١، ٢]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لیے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑ جائے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ [البقرة: ١٨٥].

اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے' وہ تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔''

[١٤٢] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَأَةٌ قَالَ: «مَنْ هٰذِهِ؟» قَالَتْ: هٰذِهِ فُلَانَةٌ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا، قَالَ: «مَهْ، عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُونَ، فَوَاللهِ! لَا يَمَلُّ اللهُ حَتّٰى تَمَلُّوا». وَكَانَ أَحَبُّ الدِّينِ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهُ عَلَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[142] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے جبکہ ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' حضرت عائشہ نے جواب دیا: یہ فلاں عورت ہے جو (نفلی) نمازیں کثرت سے پڑھتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹھہرو! تم اسی چیز کو لازم پکڑو جس کی تم طاقت رکھو۔ اللہ کی قسم! اللہ نہیں

[142] صحيح البخاري، الإيمان، باب أحب الدين إلى الله أدومه، حديث:43، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب فضيلة العمل الدائم من قيام الليل ......، حديث:785.

اکتا تا' یہاں تک کہ تم خود اکتا جاؤ (یعنی تم زیادہ عبادت کرنے کی صورت میں اکتا سکتے ہو' اللہ تعالیٰ اجر دینے میں نہیں اکتا تا)۔" اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عبادت و اطاعت وہ ہے جس پر اسے اختیار کرنے والا ہمیشگی کرے۔

(بخاری و مسلم)

[وَمَهْ]: كَلِمَةُ نَهْيٍ وَزَجْرٍ. وَمَعْنَى [لَا يَمَلُّ اللهُ]: أَيْ: لَا يَقْطَعُ ثَوَابَهُ عَنْكُمْ وَجَزَاءَ أَعْمَالِكُمْ، وَيُعَامِلُكُمْ مُعَامَلَةَ الْمَالِّ حَتَّى تَمَلُّوا فَتَتْرُكُوا، فَيَنْبَغِي لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مَا تُطِيقُونَ الدَّوَامَ عَلَيْهِ لِيَدُومَ ثَوَابُهُ لَكُمْ وَفَضْلُهُ عَلَيْكُمْ.

مَهْ: یہ نہی اور زجر (روکنے اور ڈانٹنے) کا کلمہ ہے۔ لَا يَمَلُّ اللهُ: اس کا ثواب اور اجر ختم نہیں ہوگا اور وہ تم سے اکتا جانے والے کا سا معاملہ نہیں فرمائے گا' تم خود ہی اکتا جاؤ اور عمل چھوڑ دو گے' اس لیے تمھارے شایان شان یہی بات ہے کہ تم وہ عمل اختیار کرو جس پر تم ہمیشگی کر سکو تا کہ اس کا ثواب تمھارے لیے اور اس کا فضل تم پر ہمیشہ رہے۔

فوائد و مسائل: ① اس میں طاقت سے زیادہ عبادت کرنے سے روکا گیا ہے کیونکہ اس میں اندیشہ ہے کہ چند روز کے بعد انسان اکتا جائے اور عبادت بالکل ہی چھوڑ بیٹھے' اس لیے عبادت و طاعت میں بھی میانہ روی ضروری ہے۔ ② اللہ کو وہ عمل بہت پسند ہے جو ہمیشہ پابندی کے ساتھ کیا جائے' چاہے تھوڑا ہی ہو کیونکہ ہمیشگی والے عمل کا اجر بھی ہمیشہ ملے گا' بخلاف چند روزہ عمل کے کہ اس کا اجر بھی چند روزہ ہی ہوگا۔

[١٤٣] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ، يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا وَقَالُوا: أَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ. قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَأُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا. وَقَالَ الْآخَرُ: وَأَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ. وَقَالَ الْآخَرُ: وَأَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا. فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: «**أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ أَمَا وَاللهِ! إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ**

[143] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین آدمی نبی ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے گھر آئے' ان سے نبی ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھتے تھے۔ جب انھیں (اس کی تفصیل) بتلائی گئی تو گویا انھوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا اور نبی ﷺ کا کیا مقابلہ۔ آپ کے تو اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے گئے ہیں (اس لیے ہمیں تو آپ سے زیادہ عبادت کرنے کی ضرورت ہے)۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا' کبھی روزے کا ناغہ نہیں

[143] صحيح البخاري، النكاح، باب الترغيب في النكاح، حديث 5063، وصحيح مسلم، النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه......، حديث 1401.

وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لٰكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کروں گا۔ تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے کنارہ کش رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ (رسول اللہ ﷺ کو جب یہ باتیں پہنچیں) تو آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور ان سے پوچھا: ''تم نے اس اس طرح کہا ہے؟ (جب اس کا جواب انھوں نے اثبات میں دیا تو آپ نے فرمایا:) خبردار! اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کا سب سے زیادہ خوف دل میں رکھنے والا ہوں۔ لیکن میں روزے رکھتا بھی ہوں اور رکھنا چھوڑ بھی دیتا ہوں' (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں (پس یہ سارے کام ہی میری سنت ہیں)۔ اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا' وہ مجھ میں سے نہیں (یعنی مجھ سے اس کا تعلق نہیں)۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں عبادات میں میانہ روی کی' نکاح کی اور نبی ﷺ کے اقتدا کی ترغیب اور ہمیشہ روزہ رکھنے یا ساری ساری رات (بغیر سوئے) عبادت کرنے کی ممانعت وکراہت ہے۔ ② بدعات میں خیر اور اجر نہیں ہے۔ تمام تر خیر و برکت اور ثواب صرف اور صرف نبی ﷺ کی اطاعت اور اتباع میں ہے۔ ③ جذبہ کتنا ہی صادق ہو اور عمل ظاہراً کتنا ہی خوشنما ہو' اگر رسول اکرم ﷺ کے طریقے سے ہٹ کر ہے تو اللہ کے ہاں اس کی کوئی قیمت نہیں بلکہ وہ وبال جان بن جائے گا۔ اس سے بدعات کی تمام اقسام حسنہ اور سیئہ کی بھی تردید ہوتی ہے۔

[١٤٤] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ» قَالَهَا ثَلَاثًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[144] حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اپنی طرف سے دین میں سختی کرنے والے ہلاک ہو گئے۔'' آپ نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا۔ (مسلم)

[اَلْمُتَنَطِّعُونَ]: اَلْمُتَعَمِّقُونَ، اَلْمُشَدِّدُونَ فِي غَيْرِ مَوْضِعِ التَّشْدِيدِ.

اَلْمُتَنَطِّعُونَ کا مطلب ہے: جہاں (شریعت میں) سختی نہیں ہے' وہاں سختی کرنے والے اور کھود کرید کرنے والے۔

فوائد ومسائل: ① اس سے ان ریاضتوں اور مشقتوں کی کراہت واضح ہے جو بہت سے اہل تصوف نے اپنے طور پر گھڑ رکھی ہیں جن میں بے جا تشدد اور سنت نبوی سے انحراف پایا جاتا ہے' اسی طرح مسائل میں کھود کرید کرنے اور بال کی کھال نکالنے والے بھی اس میں آ جاتے ہیں کہ اس قسم کی موشگافیاں بھی بالعموم وہی لوگ کرتے ہیں جو سنت اور اتباع رسول سے

[144] صحيح مسلم، العلم، باب هلك المتنطعون، حديث:2670.

تہی دامن ہوتے ہیں۔ ② فرائض کی پابندی اور احکام الٰہی کی پیروی کو شدت پسندی اور دقیانوسی کا نام دینا اسلام کے ساتھ مذاق ہے اور دل کے کوڑھ پر دلالت کرتا ہے۔ ہر مسئلے میں روشن خیالی آہستہ آہستہ انسان کو دین سے بے بیگانہ کر دیتی ہے۔

[١٤٥] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينُ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ».

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[145] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً دین آسان ہے' اور جو دین میں بے جا سختی کرتا ہے تو دین اس پر غالب آجاتا ہے (یعنی ایسا انسان مغلوب ہو جاتا اور دین پر عمل ترک کر دیتا ہے)۔ چنانچہ تم سیدھے راستے پر رہو اور میانہ روی اختیار کرو۔ اور اپنے رب کی طرف سے ملنے والے اجر پر خوش ہو جاؤ اور صبح و شام اور رات کے کچھ حصے (کی عبادت) سے مدد حاصل کرو۔'' (بخاری)

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ: «سَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَاغْدُوا وَرُوحُوا، وَشَيْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ، اَلْقَصْدَ الْقَصْدَ، تَبْلُغُوا».

اور بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے: ''سیدھے راستے پر رہو' میانہ روی اختیار کرو اور صبح اور شام اور کچھ حصہ رات کو (عبادت کے لیے) چلو' میانہ روی اختیار کرو' تم منزل مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔''

قَوْلُهُ: [اَلدِّينُ]: هُوَ مَرْفُوعٌ عَلٰى مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ. وَرُوِيَ مَنْصُوبًا، وَرُوِيَ: «لَنْ يُّشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ». وَقَوْلُهُ ﷺ: [إِلَّا غَلَبَهُ] أَيْ: غَلَبَهُ الدِّينُ وَعَجَزَ ذٰلِكَ الْمُشَادُّ عَنْ مُقَاوَمَةِ الدِّينِ لِكَثْرَةِ طُرُقِهِ. وَ [الْغَدْوَةُ]: سَيْرُ أَوَّلِ النَّهَارِ. وَ[الرَّوْحَةُ]: آخِرُ النَّهَارِ. وَ [الدُّلْجَةُ]: آخِرُ اللَّيْلِ. وَهٰذَا اسْتِعَارَةٌ وَتَمْثِيلٌ، وَمَعْنَاهُ: إِسْتَعِينُوا عَلٰى طَاعَةِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ بِالْأَعْمَالِ فِي وَقْتِ نَشَاطِكُمْ، وَفَرَاغِ قُلُوبِكُمْ بِحَيْثُ تَسْتَلِذُّونَ الْعِبَادَةَ وَلَا تَسْأَمُونَ، وَتَبْلُغُونَ مَقْصُودَكُمْ، كَمَا أَنَّ الْمُسَافِرَ الْحَاذِقَ يَسِيرُ فِي

اَلدِّينُ یہاں مرفوع ہے' مفعول مالم یسم فاعلہ کی بنا پر۔ اور یہ منصوب (اَلدِّينَ) بھی مروی ہے۔ إِلَّا غَلَبَهُ کا مطلب ہے: دین اس پر غالب آجائے گا اور دین میں بے جا سختی کرنے والا' دین میں زیادہ شاخیں اور راستے ہونے کی وجہ سے' دین کے تقاضوں پر عمل کرنے سے عاجز رہے گا۔ غَدْوَةٌ کے معنی ہیں: صبح صبح (دن کے آغاز میں) چلنا۔ اور رَوْحَةٌ کے معنی ہیں: دن کے آخری پہر میں چلنا۔ اور دُلْجَةٌ کے معنی رات کے آخری حصے میں چلنا ہیں۔ یہ استعارہ اور تمثیل ہے اور اس کا مطلب ہے: تم اللہ کی طاعت میں عملوں کے ذریعے سے اس وقت مدد حاصل کرو جب تم تازہ دم ہو اور تمھارے دل (دوسرے ہم و غم سے) فارغ ہوں' اس طرح تم عبادت میں لذت حاصل کرو گے اور اکتاؤ گے نہیں اور اپنے مقصود کو

[145] صحيح البخاري، الإيمان، باب الدين يسر، حديث:39 والرقاق، باب القصد والمداومة على العمل، حديث:6463.

هٰذِهِ الْأَوْقَاتِ وَيَسْتَرِيحُ هُوَ وَدَابَّتُهُ فِي غَيْرِهَا ، فَيَصِلُ الْمَقْصُودَ بِغَيْرِ تَعَبٍ ، وَاللهُ أَعْلَمُ .

حاصل کرلو گے' جیسے تجربہ کار مسافر انھی اوقات میں اپنا سفر طے کرتا ہے اور خود بھی ان اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات میں آرام کرتا ہے اور اپنے جانور کو بھی آرام کرواتا ہے' تو وہ بغیر تکان کے منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ واللہ أعلم.

فائدہ: اس میں میانہ روی کے علاوہ اس امر کی ترغیب ہے کہ عبادت کے لیے ایسے اوقات مقرر کیے جائیں جن میں انسان تازہ دم ہوتا کہ اسے اللہ کی عبادت میں لذت وحلاوت محسوس ہو' تاہم یہ نفلی عبادات کے لیے ہے۔ فرضی عبادات کی ادائیگی تو اپنے مقررہ اوقات ہی میں ضروری ہے۔

[١٤٦] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَسْجِدَ فَإِذَا حَبْلٌ مَّمْدُودٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ، فَقَالَ: «مَا هٰذَا الْحَبْلُ؟» قَالُوا: هٰذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ، فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «حُلُّوهُ، لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ، فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَرْقُدْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[146] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو (دیکھا) کہ ایک رسی دو ستونوں کے درمیان بندھی ہوئی ہے۔ آپ نے پوچھا: ''یہ رسی کیا ہے؟ (یعنی کس مقصد کے لیے بندھی ہے؟)'' لوگوں نے بتلایا کہ یہ (حضرت ام المومنین) زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے۔ جب وہ (عبادت کرتے کرتے) تھک جاتی ہیں تو اس کے ساتھ لٹک جاتی ہیں (تاکہ سستی دور ہو جائے)۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے کھول دو! تم میں سے ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اس وقت نماز پڑھے جب وہ فرحت ونشاط محسوس کرے' جب سست ہو جائے (تھک جائے) تو سو جائے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں بھی بے جا سختی اور اثنائے نماز کسی چیز کا سہارا لینے سے روکا گیا ہے۔ ② کسی منکر کا ازالہ ہاتھ سے ممکن ہو تو فوراً ہی اس کو بند کر دیا جائے۔ ③ عبادات میں میانہ روی اور اوقات نشاط کا اہتمام کیا جائے۔ ④ اس سے صحابۂ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہن کے ذوق عبادت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

[١٤٧] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّي، فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا

[147] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی شخص کو نماز پڑھتے ہوئے اونگھ آئے تو اسے چاہیے کہ وہ سو جائے' یہاں تک

[146] صحيح البخاري، التهجد، باب مايكره من التشديد في العبادة، حديث:1150، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب فضيلة العمل الدائم من قيام الليل ......، حديث:784.

[147] صحيح البخاري، الوضوء، باب الوضوء من النوم ومن لم ير من النعسة ......، حديث:212، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب أمر من نعس في صلاته أو استعجم عليه القرآن أو الذكر بأن يرقد او يقعد حتى يذهب عنه ذلك، حديث:786.

صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِي لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبَّ نَفْسَهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کہ اس کی نیند دور ہو جائے' اس لیے کہ جب وہ اونگھتے ہوئے نماز پڑھے گا تو اسے یہ علم نہیں ہو گا کہ شاید وہ اپنے طور پر تو مغفرت کی دعا مانگنے لگے لیکن (درحقیقت) وہ اپنے نفس کے لیے بددعا کر رہا ہو۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اونگھتے ہوئے نماز پڑھنے کی حالت میں انسان کہنا یہ چاہتا ہو: اے اللہ مجھے بخش دے۔ لیکن نیند کے غلبے میں اس کے برعکس کہہ دے: مجھے نہ بخش۔ ② یہ حکم عام طور پر نفلی نمازوں کے لیے ہے کیونکہ فرض نمازوں کی تو تعداد مختصر ہے اور اس میں بھی امام کو تخفیف کی تاکید کی گئی ہے۔ گویا اس کا مطلب بھی وہی ہے جو گزشتہ احادیث کا ہے کہ نشاط و راحت کے اوقات میں عبادت کی جائے۔ ③ ہمارے معاشرے میں جو وبا چل نکلی ہے کہ لوگ رات گئے تک سوتے نہیں اور صبح ان کی آنکھ ہی نہیں کھلتی کہ اٹھ کر نماز پڑھیں' ایسے لوگوں کے لیے قطعاً یہ عذر نہیں ہے کہ وہ نیند کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتے۔

[١٤٨] وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ السُّوَائِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الصَّلَوَاتِ، فَكَانَتْ صَلَاتُهُ قَصْدًا وَخُطْبَتُهُ قَصْدًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[148] حضرت ابوعبداللہ جابر بن سمرہ سوائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ (آپ کی اقتدا میں) نمازیں پڑھتا تھا' آپ کی نماز بھی درمیانی ہوتی تھی اور آپ کا خطبہ بھی درمیانہ۔'' (مسلم)

قَوْلُهُ: [قَصْدًا] أَيْ: بَيْنَ الطُّولِ وَالْقِصَرِ.

قَصْداً کا مطلب ہے: نہ لمبا نہ مختصر' بلکہ دونوں کے درمیان۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ امام کا جماعت کی حالت میں لمبی نماز پڑھانا' اسی طرح جمعہ وعیدین وغیرہ میں لمبا خطبہ دینا سنت کے خلاف ہے۔ ② تخفیف کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رکوع اور سجدہ بھی درست نہ ہو اور چند منٹ میں نماز سے فارغ ہو جائیں جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوعبداللہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما] جابر بن سمرہ جنادہ سوائی۔ ابوعبداللہ کنیت ہے۔ یہ بنوزہرہ کے حلیف تھے۔ باپ اور بیٹا دونوں صحابی ہیں۔ کوفہ میں سکونت اختیار کی اور وہاں ہی گھر بھی بنایا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھانجے ہیں۔ 66 یا 74 ہجری کو وفات پائی۔ ان سے 146 احادیث مروی ہیں۔

[١٤٩] وَعَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَأَى أُمَّ

[149] حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے (ہجرت کے بعد) حضرت سلمان اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارہ قائم فرما دیا تھا۔

[148] صحیح مسلم، الجمعة، باب تخفیف الصلاة والخطبة، حدیث:866.

[149] صحیح البخاري، الصوم، باب من أقسم علی أخیه لیفطر في التطوع ......، حدیث:1968.

الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، فَقَالَ: مَاشَأْنُكِ؟ قَالَتْ: أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا. فَجَاءَ أَبُوالدَّرْدَاءِ، فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا، فَقَالَ لَهُ: كُلْ فَإِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ، فَأَكَلَ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ، ذَهَبَ أَبُوالدَّرْدَاءِ يَقُومُ، فَقَالَ لَهُ: نَمْ، فَنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ، فَقَالَ لَهُ: نَمْ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ: قُمِ الْآنَ، فَصَلَّيَا جَمِيعًا، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «**صَدَقَ سَلْمَانُ**».

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

سلمان (ایک روز اپنے اسلامی بھائی) ابو درداء کی ملاقات کے لیے (ان کے گھر) گئے تو انھوں نے دیکھا کہ (ان کی اہلیہ) ام درداء رضی اللہ عنہا میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئی ہیں۔ انھوں نے پوچھا: (یہ) تمھارا کیا حال ہے؟ انھوں نے جواب دیا: تمھارے بھائی ابو درداء کو دنیا کی کوئی حاجت ہی نہیں ہے۔ (اتنے میں) ابو درداء بھی تشریف لے آئے اور انھوں نے اپنے بھائی سلمان کے لیے کھانا تیار کیا اور ان سے کہا: تم کھاؤ' میرا تو روزہ ہے۔ انھوں نے فرمایا: میں تو اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک تم بھی (میرے ساتھ) نہیں کھاؤ گے' چنانچہ انھوں نے بھی (نفلی روزہ توڑ کر ان کے ساتھ) کھایا' پھر جب رات ہوئی تو وہ نوافل پڑھنے لگے۔ سلمان نے ان سے کہا: (ابھی) سو جاؤ' چنانچہ وہ سو گئے' پھر تھوڑی دیر بعد وہ اٹھ کر نوافل پڑھنے لگے۔ سلمان نے انھیں (پھر روک دیا اور) کہا: سو جاؤ! جب رات کا آخری پہر ہوا تو سلمان نے ان سے کہا: اب اٹھ کر قیام کرو۔ چنانچہ دونوں نے اکٹھے نوافل پڑھے' پھر سلمان نے (ابو درداء سے) کہا: یقیناً تمھارے رب کا تم پر حق ہے اور تمھارے اپنے نفس کا (بھی) تم پر حق ہے۔ اور تمھارے گھر والوں (بیوی بچوں) کا (بھی) تم پر حق ہے' اس لیے ہر صاحب حق کو اس کا حق دو! پھر وہ (ابو درداء) نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سارا واقعہ آپ کو سنایا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''سلمان نے سچ کہا۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① رات کو اٹھ کر قیام کرنا اگرچہ نہایت پسندیدہ عمل ہے لیکن اگر مطلوبہ حقوق کو نظر انداز کر کے ایسا کیا جائے گا تو یہ ناپسندیدہ قرار پائے گا۔ ② قیام اللیل (تہجد) کا صحیح وقت رات کا آخری (تیسرا) حصہ ہے تاکہ انسان رات کے پہلے دو حصوں میں آرام اور حقوق زوجیت وغیرہ ادا کر لے۔ ③ نفلی روزہ توڑنا جائز ہے' اس کی قضا ضروری نہیں۔ ④ دین کی بنیاد پر بھائی چارہ قائم کرنا اور پھر ایک دوسرے سے میل ملاقات کے لیے گھر پر آنا جانا جائز ہے۔ ⑤ ایک دوسرے کی صحیح رہنمائی کرنا ضروری ہے۔ ⑥ بوقت ضرورت اجنبی عورت سے بات کرنا جائز ہے۔ اور یہ ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ عورت کی آواز بھی پردہ ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ] وہب بن عبداللہ بن جنادہ بن جندب العامری السوائی۔ کنیت ابوجحیفہ ہے جو نام سے زیادہ مشہور ہے۔ کوفی ہیں۔ نبی ﷺ کی وفات کے وقت بلوغت کو نہیں پہنچے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قابل اعتماد لوگوں میں شامل اور منبر کے پاس کھڑے ہوتے تھے۔ اور وہ انھیں وہب الخیر کے نام سے پکارتے تھے' نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں خمس میں اپنے حصے پر نگران مقرر کیا تھا۔ 74 ہجری میں وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ سے 45 احادیث روایت کی ہیں۔

[١٥٠] وَعَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أُخْبِرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنِّي أَقُولُ: وَاللهِ! لَأَصُومَنَّ النَّهَارَ، وَلَأَقُومَنَّ اللَّيْلَ مَا عِشْتُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَنْتَ الَّذِي تَقُولُ ذٰلِكَ؟» فَقُلْتُ لَهُ: قَدْ قُلْتُهُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «فَإِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذٰلِكَ، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَنَمْ وَقُمْ، وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَذٰلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ». قُلْتُ: فَإِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: «فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ». قُلْتُ: فَإِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: «فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا، فَذٰلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ ﷺ، وَهُوَ أَعْدَلُ الصِّيَامِ» - وَفِي رِوَايَةٍ: «هُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ» - فَقُلْتُ: فَإِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ». وَلَأَنْ أَكُونَ قَبِلْتُ الثَّلَاثَةَ الْأَيَّامَ الَّتِي قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَهْلِي وَمَالِي.

[150] حضرت ابومحمد عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کو (میرے بارے میں) بتلایا گیا کہ میں کہتا ہوں: اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ رہوں گا دن کو روزہ رکھوں گا اور رات کو قیام کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''تم نے یہ باتیں کی ہیں؟'' میں نے آپ سے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' یقیناً یہ باتیں میں نے کی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم ان کی طاقت نہیں رکھو گے' اس لیے تم روزہ رکھو (بھی) اور (کبھی) چھوڑ بھی دو۔ اسی طرح (رات کا کچھ حصہ) سو جاؤ اور (کچھ حصہ) قیام کرو۔ اور مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو' اس لیے کہ ہر نیکی کا اجر دس گنا ہے' تمھارا یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے کی مثل ہو جائے گا۔'' میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم ایک دن روزہ رکھا کرو اور دو دن روزے کا ناغہ کیا کرو۔'' میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دن روزہ رکھو' ایک دن چھوڑ دو۔ یہ حضرت داود علیہ السلام کا روزہ ہے اور یہ روزوں میں سب سے معتدل اور مناسب طریقہ ہے۔'' ایک اور روایت میں ہے: ''یہ سب سے افضل روزہ ہے۔'' میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس سے زیادہ فضیلت والا کوئی طریقہ نہیں

[150] صحيح البخاري، الصوم، باب حق الجسم في الصوم، حديث: 1975، وصحيح مسلم، الصيام، باب النهي عن صوم الدهر...... حديث: 1159.

ہے۔'' (حضرت عبداللہ بن عمرو راوی حدیث بیان فرماتے ہیں کہ بڑھاپے میں مجھے احساس ہوا کہ) اگر میں (ہر مہینے) وہ تین روزے رکھنا قبول کر لیتا جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تو یہ مجھے اپنے اہل وعیال اور مال سے زیادہ محبوب ہوتا۔

وَفِي رِوَايَةٍ: «أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ؟» قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «فَلَا تَفْعَلْ: صُمْ وَأَفْطِرْ، وَنَمْ وَقُمْ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنَيْكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ فِي كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، فَإِنَّ ذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ». فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: «صُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللهِ دَاوُدَ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ». قُلْتُ: وَمَا كَانَ صِيَامُ دَاوُدَ؟ قَالَ: «نِصْفُ الدَّهْرِ». فَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَقُولُ بَعْدَ مَا كَبِرَ: يَا لَيْتَنِي قَبِلْتُ رُخْصَةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

ایک اور روایت میں ہے (نبی ﷺ نے فرمایا:) ''کیا مجھے یہ نہیں بتلایا گیا کہ تم دن کو روزہ رکھتے اور رات کو نوافل پڑھتے ہو؟'' میں نے کہا: بالکل صحیح ہے اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''(ایسا) نہ کرو! تم روزہ رکھو (بھی) اور (کبھی) چھوڑ بھی دو۔ (اسی طرح رات کا کچھ حصہ) سو جاؤ اور (کچھ حصہ) قیام کرو، اس لیے کہ تمھارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمھاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، تمھاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمھارے مہمان اور ملاقاتی کا بھی تم پر حق ہے۔ تمھارے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہر مہینے میں تین دن روزے رکھ لیا کرو۔ بے شک تمھارے لیے ہر نیکی کا اجر دس گنا ہے (اس طرح تین دن کے روزے تیس روزوں کے برابر ہیں)۔ بلاشبہ تمھارا یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے کی طرح ہو جائے گا۔'' (لیکن آپ کے اس مشورے کے مقابلے میں) میں نے سختی کو پسند کیا تو مجھ پر سختی کر دی گئی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے اندر کافی قوت پاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اللہ کے پیغمبر حضرت داود علیہ السلام کی مثل روزے رکھو، اور اس پر اضافہ نہ کرو۔'' میں نے پوچھا: داود علیہ السلام کا روزہ کس طرح کا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نصف زمانہ (یعنی ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن ناغہ کرنا)۔'' چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بوڑھے ہونے کے بعد فرمایا کرتے تھے: ہائے کاش! میں نے رسول اللہ ﷺ کی رخصت قبول کر لی ہوتی۔

وَفِي رِوَايَةٍ: «أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ الدَّهْرَ، وَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ كُلَّ لَيْلَةٍ؟»، فَقُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ

ایک اور روایت میں ہے (نبی ﷺ نے فرمایا:) ''کیا مجھے یہ نہیں بتلایا گیا کہ تم ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور (رات کو)

اللهِ! وَلَمْ أُرِدْ بِذٰلِكَ إِلَّا الْخَيْرَ، قَالَ: «فَصُمْ صَوْمَ نَبِيِّ اللهِ دَاوُدَ، فَإِنَّهُ كَانَ أَعْبَدَ النَّاسِ، وَاقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ»، قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ! إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: «فَاقْرَأْهُ فِي كُلِّ عِشْرِينَ»، قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ! إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: «فَاقْرَأْهُ فِي كُلِّ عَشْرٍ»، قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ! إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: «فَاقْرَأْهُ فِي كُلِّ سَبْعٍ وَلَا تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ»، فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ، وَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّكَ لَا تَدْرِي لَعَلَّكَ يَطُولُ بِكَ عُمُرٌ»، قَالَ: فَصِرْتُ إِلَى الَّذِي قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا كَبِرْتُ وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ قَبِلْتُ رُخْصَةَ نَبِيِّ اللهِ ﷺ.

ساری رات قرآن پڑھتے ہو؟'' میں نے کہا: بالکل صحیح ہے اے اللہ کے رسول! لیکن اس سے میرا مقصد سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''تم اللہ کے پیغمبر حضرت داود علیہ السلام والا روزہ رکھو' وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔ اور ہر مہینے میں (ایک) قرآن پڑھو۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بیس دن میں اسے پڑھو۔'' میں نے کہا: اللہ کے رسول! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اسے دس دن میں پڑھو۔'' میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس تم اسے سات دن میں پڑھو (یعنی ختم کرو) اس سے زیادہ مت کرنا۔'' چنانچہ میں نے سختی کی تو مجھ پر بھی سختی کر دی گئی۔ اور مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تمھیں نہیں معلوم شاید تمھاری عمر دراز ہو۔'' حضرت عبداللہ (راویٔ حدیث) نے کہا: چنانچہ میں اس حال کو پہنچ گیا جو میرے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔ جب میں بوڑھا ہو گیا تو میں نے چاہا کہ کاش میں وہ رخصت قبول کر لیتا جو اللہ کے پیغمبر مجھے دے رہے تھے۔

وَفِي رِوَايَةٍ: «وَإِنَّ لِوَلَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا».

اور ایک اور روایت میں ہے (آپ نے فرمایا:) ''اور بلاشبہ تمھاری اولاد کا بھی تم پر حق ہے۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: «لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ». ثَلَاثًا.

ایک اور روایت میں ہے (آپ نے فرمایا:) ''اس کا روزہ نہیں جس نے ہمیشہ روزہ رکھا۔'' تین مرتبہ آپ نے یہ فرمایا۔

وَفِي رِوَايَةٍ: «أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللهِ تَعَالٰى صِيَامُ دَاوُدَ، وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللهِ تَعَالٰى صَلَاةُ دَاوُدَ: كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَيَقُومُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَكَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقٰى».

ایک اور روایت میں ہے: ''اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب روزہ حضرت داود علیہ السلام کا روزہ ہے اور سب سے زیادہ محبوب نماز اللہ کے نزدیک داود علیہ السلام کی نماز ہے۔ وہ آدھی رات سوتے اور اس کا تیسرا حصہ نماز پڑھتے اور پھر اس کے چھٹے حصے میں آرام فرماتے۔ اور وہ ایک دن روزہ رکھتے اور

ایک دن روزہ نہ رکھتے۔ اور جب دشمن سے ان کی مڈھ بھیڑ ہوتی تو بھاگتے نہیں تھے۔"

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: أَنْكَحَنِي أَبِي امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ، وَكَانَ يَتَعَاهَدُ كَنَّتَهُ - أَيْ: امْرَأَةَ وَلَدِهِ - فَيَسْأَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا، فَتَقُولُ لَهُ: نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَجُلٍ لَمْ يَطَأْ لَنَا فِرَاشًا، وَلَمْ يُفَتِّشْ لَنَا كَنَفًا مُنْذُ أَتَيْنَاهُ، فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ، ذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: «الْقَنِي بِهِ». فَلَقِيتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ: «كَيْفَ تَصُومُ؟» قُلْتُ: كُلَّ يَوْمٍ قَالَ: «وَكَيْفَ تَخْتِمُ؟» قُلْتُ: كُلَّ لَيْلَةٍ. - وَذَكَرَ نَحْوَ مَاسَبَقَ - وَكَانَ يَقْرَأُ عَلَى بَعْضِ أَهْلِهِ السُّبُعَ الَّذِي يَقْرَؤُهُ، يَعْرِضُهُ مِنَ النَّهَارِ لِيَكُونَ أَخَفَّ عَلَيْهِ بِاللَّيْلِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَقَوّٰى أَفْطَرَ أَيَّامًا وَأَحْصٰى وَصَامَ مِثْلَهُنَّ كَرَاهِيَةَ أَنْ يَتْرُكَ شَيْئًا فَارَقَ عَلَيْهِ النَّبِيَّ ﷺ.

ایک اور روایت میں ہے (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:) میرے باپ نے میرا نکاح ایک خاندانی عورت سے کرادیا۔ وہ اپنی بہو کا بہت خیال رکھتے تھے یعنی اپنے بیٹے کی بیوی کا۔ چنانچہ وہ اس سے اس کے خاوند کے متعلق پوچھتے تو وہ ان سے کہتی: آدمیوں میں سے اچھے آدمی ہیں جب سے ہم ان کے پاس آئے ہیں انھوں نے کبھی ہمارا بستر نہیں روندا (یعنی میرے ساتھ نہیں لیٹے) اور ہماری پردے والی چیز کو نہیں ٹٹولا (یعنی ہم بستری نہیں کی۔) جب اس طرح کی حالت کو لمبا عرصہ ہوگیا تو انھوں نے اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا۔ تو آپ نے (میرے والد سے میرے بارے میں) کہا: "اس کو مجھ سے ملواؤ۔" چنانچہ اس کے بعد میں آپ سے ملا تو آپ ﷺ نے پوچھا: "تم روزہ کیسے رکھتے ہو؟" میں نے کہا: روزانہ۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "تم قرآن کیسے ختم کرتے ہو۔" میں نے کہا: ہر رات کو۔ اس کے بعد ان باتوں کا ذکر کیا جو پہلے گزریں۔ اور (عبداللہ بن عمرو) اپنے بعض گھر والوں کو (قرآن مجید کا) وہ ساتواں حصہ سناتے جو وہ (رات کو نوافل میں) پڑھتے۔ دن کو اس کا دور فرما لیتے تاکہ رات کو (اس کا پڑھنا) ان کے لیے آسان ہو جائے۔ اور جب وہ قوت حاصل کرنا چاہتے تو کچھ دن روزے چھوڑ دیتے اور انھیں گن لیتے اور اتنے روزے بعد میں رکھ لیتے (کیونکہ) وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ وہ کوئی ایسی چیز چھوڑ دیں جس پر انھوں نے نبی ﷺ سے جدائی اختیار کی۔

كُلُّ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ صَحِيحَةٌ، مُعْظَمُهَا فِي الصَّحِيحَيْنِ وَقَلِيلٌ مِّنْهَا فِي أَحَدِهِمَا.

یہ تمام روایات (جو ذکر کی گئی ہیں) صحیح ہیں۔ ان کا بیشتر حصہ بخاری و مسلم دونوں میں ہے اور تھوڑا حصہ ایسا ہے جو ان دونوں میں سے کسی ایک ہی میں ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس میں جہاں صحابۂ کرام ؓ کے زہد و ورع اور شوق عبادت کا بیان ہے' وہاں نبی ﷺ کی ان تعلیمات و ہدایات کا تذکرہ بھی ہے جن میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنے اور دین و دنیا دونوں کے تقاضے پورے کرنے کی تلقین ہے۔ ② صحابیات ؓ کی عفت اور ان کی شرم و حیا کا بھی ایک نمونہ اس میں ہے کہ عبداللہ ؓ کی بیوی اپنے خاوند کی بے رغبتی نہایت خاموشی سے برداشت کرتی رہیں اور جب ان کے سسر نے ان سے پوچھا تو نہایت مہذب اور کنائے کے انداز میں اس کا اظہار فرمایا۔ ③ گھر کے سربراہ (والد وغیرہ) کو تمام چیزوں پر نظر رکھنی چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ اس کے زیر سایہ اولاد ایک دوسرے کے حقوق پورے کرتی ہے یا نہیں۔

[١٥١] وَعَنْ أَبِي رِبْعِيٍّ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِيعِ الْأُسَيِّدِيِّ الْكَاتِبِ - أَحَدِ كُتَّابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ - قَالَ: لَقِيَنِي أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: كَيْفَ أَنْتَ يَاحَنْظَلَةُ!؟ قُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ! قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ مَا تَقُولُ؟ قُلْتُ: نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ يُذَكِّرُنَا بِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ، فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ، نَسِينَا كَثِيرًا. قَالَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فَوَاللهِ! إِنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هٰذَا. فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُوبَكْرٍ، حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللهِ! فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَمَا ذَاكَ؟» قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! نَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ، كَأَنَّا رَأْيَ الْعَيْنِ، فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ، عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِينَا كَثِيرًا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: **«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ تَدُومُونَ عَلٰى مَا تَكُونُونَ عِنْدِي، وَفِي الذِّكْرِ، لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ، وَفِي طُرُقِكُمْ، وَلٰكِنْ، يَا حَنْظَلَةُ ! سَاعَةً وَّسَاعَةً»** ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

[151] حضرت ابوربعی حنظلہ بن ربیع اسیدی ؓ سے روایت ہے' یہ نبی کریم ﷺ کے کاتبوں میں سے ایک کاتب تھے' یہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے ابوبکر ؓ ملے' انھوں نے پوچھا: حنظلہ کیسے ہو؟ میں نے کہا: حنظلہ تو منافق ہوگیا ہے۔ ابوبکر نے فرمایا: سبحان اللہ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا: (جب) ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں' آپ ہمارے سامنے جنت اور دوزخ کا اس طرح تذکرہ فرماتے ہیں گویا کہ ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں' لیکن جب ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے نکل آتے ہیں تو بیوی بچوں میں اور دنیا کے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں اور بہت سی چیزیں بھول جاتے ہیں۔ ابوبکر ؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ان جیسی باتوں سے تو ہم بھی دوچار ہوتے ہیں (یعنی اگر یہ نفاق ہے تو ہم بھی اس میں مبتلا ہیں اور اس اعتبار سے یہ نہایت تشویش ناک معاملہ ہے)۔ چنانچہ میں اور ابوبکر (دونوں) چلے حتی کہ نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! حنظلہ تو منافق ہوگیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کیسے؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! (جب) ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں' آپ ہمارے سامنے جنت اور دوزخ کا تذکرہ فرماتے ہیں تو (ایسے معلوم ہوتا ہے کہ) گویا ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں' پھر جب ہم آپ کی مجلس سے

[151] صحيح مسلم، التوبة، باب فضل دوام الذكر والفكر في أمور الآخرة، حديث:2750.

رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

نکل آتے ہیں تو بیوی بچوں اور کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں اور بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم ہمیشہ اسی حالت و کیفیت میں رہو جس میں تم میرے پاس ہوتے ہو اور (ہر وقت) اللہ کی یاد میں رہو تو فرشتے تمھارے بستروں اور تمھارے راستوں میں تم سے مصافحے کریں۔ لیکن اے حنظلہ! وقت وقت کی بات ہے۔'' تین مرتبہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔ (یعنی ہر لمحے انسان کی ایک ہی کیفیت نہیں رہتی بلکہ حالات کے اعتبار سے کیفیت بدلتی رہتی ہے۔) (مسلم)

قَوْلُهُ: [رِبْعِيٌّ]: بِكَسْرِ الرَّاءِ. وَ[الْأُسَيِّدِيُّ]: بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّينِ وَبَعْدَهَا يَاءٌ مَكْسُورَةٌ مُشَدَّدَةٌ. وَقَوْلُهُ: [عَافَسْنَا]: هُوَ بِالْعَيْنِ وَالسِّينِ الْمُهْمَلَتَيْنِ، أَيْ: عَالَجْنَا وَلَاعَبْنَا. وَ[الضَّيْعَاتُ]: اَلْمَعَايِشُ.

رِبْعِيٌّ: ''را'' کی زیر کے ساتھ۔ أُسَيِّدِيٌّ: ''ہمزہ'' کے پیش اور ''سین'' کے زبر کے ساتھ اور اس کے بعد ''یا'' پر تشدید اور زیر۔ عَافَسْنَا: ''عین'' اور ''سین'' (بغیر نقطوں) کے ساتھ۔ معنی ہیں: ہم کاموں اور کھیل کود میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ضَيْعَاتٌ: گزر اوقات کے ذرائع (مثلاً: دست کاری، کھیتی باڑی، تجارت وصنعت اور مال و دولت وغیرہ۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی صحابۂ کرام ؓ کے زہد و ورع اور تقوی کے ذکر کے علاوہ انسانی سرشت کے حوالے سے انسان کی تغیر پذیر حالت و کیفیت کا بیان ہے۔ اس کا تعلق نفاق سے نہیں، دل کی غفلت سے ہے جس کو انسان بدلنے پر تو قادر نہیں ہے، تاہم ذکر الٰہی کی کثرت سے اس کا ازالہ کر سکتا ہے۔ ② نیک لوگوں کی زیارت اور وعظ و نصیحت کی مجالس میں شرکت کرنی چاہیے، اس سے انسان کے ایمان کو جلا ملتی ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو ربعی حنظلہ بن ربیع ؓ] حنظلہ بن ربیع بن صیفی بن ریاح بن الحارث۔ ابو ربعی کنیت ہے۔ تمیمی ہیں۔ ان کو لوگ حنظلہ اسیدی اور کاتب کہتے ہیں کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے خط کتابت کیا کرتے تھے۔ اکثم بن صیفی کے بھتیجے ہیں۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو حضرت علی ؓ سے جنگ جمل میں پیچھے رہ گئے تھے۔ جنگ قادسیہ میں شریک تھے۔ کوفہ کو اپنا مسکن بنایا۔ امیر معاویہ ؓ کے دور خلافت میں 45 ہجری کو فوت ہوئے۔

[١٥٢] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ،

[152] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، ایک دفعہ نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک آپ کی نظر

[152] صحيح البخاري، الأيمان و النذور، باب النذر فيما لا يملك و في معصية، حديث:6704.

فَسَأَلَ عَنْهُ فَقَالُوا: أَبُوإِسْرَائِيلَ نَذَرَ أَنْ يَقُومَ فِي الشَّمْسِ وَلَا يَقْعُدَ، وَلَا يَسْتَظِلَّ وَلَا يَتَكَلَّمَ، وَيَصُومَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مُرُوهُ فَلْيَتَكَلَّمْ، وَلْيَسْتَظِلَّ، وَلْيَقْعُدْ، وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ایک (دھوپ میں) کھڑے آدمی پر پڑی۔ آپ نے اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتلایا کہ اس کا نام ابواسرائیل ہے۔ اس نے نذر مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا' بیٹھے گا نہیں' نہ سایہ حاصل کرے گا اور نہ گفتگو کرے گا' اور روزہ رکھے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے کہو کہ وہ گفتگو کرے' سایہ حاصل کرے اور بیٹھ جائے' البتہ اپنا روزہ پورا کرلے۔'' (بخاری)

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا قرب خود ساختہ طریقوں سے نہیں بلکہ قرآن وحدیث کے مطابق عمل اور عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ ② ایسی نذر پوری نہیں کرنی چاہیے جس میں معصیت ہو یا جس کا حکم شریعت میں نہ ہو۔ جس کی بعض مثالیں اس حدیث میں ہیں۔ ③ یہ حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے جو نذر معصیت کے پورا نہ کرنے پر کفارہ ضروری قرار نہیں دیتے کیونکہ نبی ﷺ نے اسے کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا۔

[١٥] بَابُ الْمُحَافَظَةِ عَلَى الْأَعْمَالِ

باب:15-اعمال کی حفاظت کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ﴾ [الحديد: ١٦]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لیے اور جو حق کی باتیں اتری ہیں' ان کے لیے جھک جائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں ان سے پہلے کتابیں دی گئیں' پھر ان پر مدت لمبی ہوگئی تو ان کے دل سخت ہو گئے۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾ [الحديد: ٢٧]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو (ان سب رسولوں کے) پیچھے بھیجا اور ہم نے انھیں انجیل دی۔ اور ہم نے ان کے پیروکاروں کے دلوں میں شفقت ورحمت رکھ دی۔ اور دنیا کا ترک کرنا' جو انھوں نے گھڑ لیا تھا' ہم نے اسے ان پر نہیں لکھا تھا' مگر یہ کہ رضائے الٰہی تلاش کریں' پھر انھوں نے اس کا اس طرح خیال نہیں رکھا جس طرح اس کا خیال رکھنے کا حق تھا۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا﴾ [النحل: ٩٢].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم اس عورت کی طرح مت ہو جاؤ جس نے نہایت محنت سے کاتے ہوئے سوت کو توڑ کر

ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔“

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَٱعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ ٱلْيَقِينُ﴾ [الحجر: ٩٩].

اور فرمایا: ”اور اپنے رب کی عبادت کر! یہاں تک کہ تجھے موت آ جائے۔“

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ، فَمِنْهَا حَدِيثُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: وَكَانَ أَحَبُّ الدِّينِ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهُ عَلَيْهِ. وَقَدْ سَبَقَ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ.

اس موضوع سے متعلقہ احادیث ملاحظہ ہوں: ان میں سے حدیث عائشہ ؓ ہے جو اس سے ماقبل باب (14) میں گزر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو (حدیث:142) اس میں ایک ٹکڑا یہ ہے کہ اللہ کو وہ عمل سب سے زیادہ محبوب ہے جسے اس کا کرنے والا ہمیشہ کرے۔

[١٥٣] وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ مِنَ اللَّيْلِ، أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ، فَقَرَأَهُ مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ، كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[153] حضرت عمر بن خطاب ؓ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اپنے رات کے وظیفے سے یا اس کے کچھ حصے سے سو جائے‘ اور وہ اسے فجر کی نماز سے لے کر ظہر کی نماز کے درمیان پڑھ لے تو اس کے لیے لکھ دیا جاتا ہے‘ گویا اس نے اسے رات ہی کو پڑھا ہے۔“ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① حزب‘ اصل میں گھاٹ پر پانی لینے کی باری کو کہا جاتا ہے‘ پھر یہ اس وظیفے کے لیے استعمال کیا جانے لگا جو انسان اپنے طور پر (بطور نفلی عبادت کے) مقرر کر لیتا ہے‘ مثلاً: میں اتنے نوافل‘ یا قرآن کا اتنا حصہ یا فلاں عمل روزانہ کروں گا۔ ② اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ اپنے اوراد کی حفاظت کی جائے‘ نیز کسی سے اس کا ورد رہ جائے اور وہ اسے قریب ترین وقت میں ادا کر لے تو اسے اس کے ورد کا پورا اجر ملے گا‘ اس کے بے وقت ہونے سے اجر میں کمی نہیں ہوگی۔ ③ اپنے طور پر نوافل کا تعین درست ہے، مثلاً: کوئی شخص یہ طے کر لے کہ میں روزانہ پانچ پارے تلاوت قرآن اور اتنے نوافل ادا کروں گا‘ البتہ اس مخصوص عدد کی لوگوں کو دعوت دینا یا اس کی فضیلت بیان کرنا ناجائز ہے جو بدعت کے زمرے میں آتا ہے۔

[١٥٤] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا عَبْدَ اللهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ، كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[154] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”اے عبداللہ! تم فلاں شخص کی طرح نہ ہونا‘ وہ رات کو قیام کرتا (نوافل وغیرہ پڑھتا) تھا‘ پھر اس نے (اکتا کر) رات کا قیام چھوڑ دیا۔“

[153] صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه أو مرض، حديث:747.

[153] صحيح البخاري، التهجد، باب مايكره من ترك قيام الليل لمن كان يقومه، حديث:1152، و صحيح مسلم، الصيام، باب النهي عن صوم الدهر لمن تضرر به أو فوت به حقا.....، حديث:(185)-1159.

(بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① حسن اخلاق کا تقاضا ہے کہ جس شخص کے اندر کوئی قابل مذمت چیز ہے تو اس شخص کا نام تو نہ لیا جائے' البتہ اس فعل کا تذکرہ کر دیا جائے تا کہ لوگ اس فعل سے اجتناب کریں۔ ② اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ انسان جس عمل خیر کو شروع کرے تو اس پر ہمیشگی کرنا پسندیدہ ہے۔ ③ نفلی عبادات اور اعمال خیر میں طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے۔ اس کا نتیجہ بالعموم یہ ہوتا ہے کہ انسان اکتا کر اسے چھوڑ بیٹھتا ہے۔

[١٥٥] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَجَعٍ أَوْ غَيْرِهِ، صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[155] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز' کسی تکلیف یا اور کسی وجہ سے رہ جاتی تو آپ دن کو بارہ رکعات پڑھتے تھے۔ (مسلم)

فائدہ: نوافل کی قضا اگرچہ ضروری نہیں' تاہم اگر اس کا اہتمام کر لیا جائے تو مستحب ہے' جیسے نبی ﷺ نے کیا۔

[١٦] بَابُ الْأَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ وَآدَابِهَا

باب:16- سنت اور اس کے آداب کی حفاظت کرنے کے حکم کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَمَا ءَاتَىٰكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾ [الحشر: ٧]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''رسول تمھیں جو دے' اسے لے لو اور جس سے تمھیں روک دے' اس سے رک جاؤ!''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ [النجم: ٣، ٤]

اور فرمایا: ''(وہ پیغمبر) اپنی خواہش سے نہیں بولتا' وہ تو وحی ہی ہے جو اس کی طرف نازل کی جاتی ہے۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ [آل عمران: ٣١]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اے پیغمبر! ان سے) کہہ دیں' اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو پھر تم میری پیروی کرو' اللہ تمھیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ﴾ [الأحزاب: ٢١]

اور فرمایا: ''یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے' ہر اس شخص کے لیے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ

اور فرمایا: ''تیرے رب کی قسم! لوگ مومن نہیں ہو سکتے

[155] صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه...... حديث:(140)-746.

يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُواْ فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيمًا﴾ [النساء: ٦٥]

جب تک کہ وہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تجھے اپنا حکم (ثالث) نہ مان لیں، پھر تیرے فیصلے پر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں اور (نہایت خوش دلی سے) اسے تسلیم کر لیں۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ﴾ [النساء: ٥٩]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اگر کسی چیز کے متعلق تمھارا آپس میں جھگڑا ہو جائے (کہ جائز ہے یا ناجائز)، تو تم اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔''

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنَاهُ إِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ.

علماء نے کہا ہے: اس کے معنی ہیں: کتاب و سنت کی طرف لوٹاؤ (یعنی اس کی روشنی میں جائز و ناجائز کا فیصلہ کرو)۔

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ﴾ [النساء: ٨٠]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جس نے رسول کی اطاعت کی، یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِيٓ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [الشورى: ٥٢]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یقیناً تو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور: ٦٣]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''رسول کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کو اس امر سے ڈر جانا چاہیے کہ وہ کسی آزمائش سے دوچار نہ ہو جائیں یا انھیں کوئی دردناک عذاب نہ آ پہنچے۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَٱذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ وَٱلْحِكْمَةِ﴾ [الأحزاب: ٣٤]

اور فرمایا: ''اور یاد رکھو اللہ کی آیتوں اور حکمت (سنت) کو جو تمھارے گھروں میں پڑھی (تلاوت کی) جاتی ہیں۔''

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ.

اس باب میں اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ:

ذیل میں اس باب سے متعلقہ احادیث ملاحظہ فرمائیں:

[١٥٦] فَالْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «دَعُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، إِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَثْرَةُ سُؤَالِهِمْ،

[156] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو باتیں میں تمھیں بیان کرنے سے چھوڑ دوں (بیان نہ کروں) تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو (یعنی

[156] صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، حديث:7288، وصحيح مسلم، الحج، باب فرض الحج مرة في العمر، حديث:1337.

وَاخْتِلَافُهُمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ان کی بابت کرید کرید کر مت پوچھو) اس لیے کہ تم سے پہلے لوگوں کو اسی چیز نے ہلاک کیا کہ وہ کثرت سے سوال کرتے اور اپنے پیغمبروں سے اختلاف کرتے تھے۔ چنانچہ جب میں تمھیں کسی چیز سے روکوں تو تم اس سے اجتناب کرو اور جب میں تمھیں کسی چیز کا حکم دوں تو اسے اپنی طاقت کے مطابق بجالاؤ۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① کسی واقعی ضرورت اور وجہ کے بغیر سوال کرنا اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام میں اختلاف و نزاع پیدا کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ سلامتی کا راستہ صرف یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں پر بلا چون و چرا عمل کیا جائے۔ مذاہب کی فقہی موشگافیاں بھی اسی ذیل میں آتی ہیں جن سے جدل و اختلاف کا دروازہ کھلتا اور افتراق و تشتت کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔ کاش امت محمدیہ اس تباہ کن راستے سے ہٹ کر اس صراط مستقیم پر آجائے جو امن و سلامتی کا ضامن ہے اور وہ صراط مستقیم ایک اور صرف ایک ہے' چار یا پانچ نہیں۔ حق صرف ایک ہے' متعدد نہیں۔ ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ﴾ ''حق کے بعد گمراہی ہی گمراہی ہے۔'' ② ارتکاب معصیت میں یہ عذر نا قابل قبول ہے کہ اس سے بچنا میری طاقت میں نہیں ہے کیونکہ ممنوعات میں رکنے کا حکم قطعی ہے۔ وہاں یہ نہیں کہا گیا کہ حسب طاقت گناہ سے بچو۔

[١٥٧] اَلثَّانِي: عَنْ أَبِي نَجِيحٍ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: وَعَظَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ! كَأَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا، قَالَ: «أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ [حَبَشِيٌّ]، وَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[157] حضرت ابو نجیح عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نہایت مؤثر وعظ ارشاد فرمایا' جس سے دل ڈر گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ تو گویا (آخری) الوداع کہنے والے کا وعظ ہے' چنانچہ آپ ہمیں وصیت فرما دیجیے! آپ نے فرمایا: ''میں تمھیں اللہ سے ڈرنے کی اور سمع و طاعت (یعنی امیر کی بات سننے اور اس پر عمل کرنے) کی وصیت کرتا ہوں' اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام امیر مقرر ہو جائے۔ (یاد رکھو!) تم میں سے جو (میرے بعد) زندہ رہے گا' وہ بہت اختلاف دیکھے گا' چنانچہ تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا' ان کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا اور دین میں نئے نئے کام (بدعات) ایجاد

[157] سنن أبي داود، السنة، باب في لزوم السنة، حديث:4607، وجامع الترمذي، العلم، باب ما جاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدعة، حديث:2676.

کرنے سے بچنا' اس لیے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[اَلنَّوَاجِذُ]: بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ: اَلْأَنْيَابُ، وَقِيلَ: اَلْأَضْرَاسُ.

اَلنَّوَاجِذُ: ''ذال'' کے ساتھ۔ مخصوص دانت' یا بعض کے نزدیک ڈاڑھیں مراد ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس میں تقویٰ اور اطاعت امیر اختیار کرنے کے علاوہ سنت نبوی اور سنت خلفائے راشدین کے اتباع کی تاکید اور بدعات سے اجتناب کی تلقین ہے۔ ② اس میں نبی ﷺ نے اس امر کی خبر دی کہ یہ امت اختلافات کا شکار ہو جائے گی اور ساتھ ہی صحیح راستے کی نشاندہی بھی فرما دی اور وہ یہ کہ نبی ﷺ کی سنت اور خلفائے راشدین کے تعامل سے تجاوز نہ کیا جائے۔ یہ کثرت اختلافات میں حق کو پہچاننے کی ایک کسوٹی اور معیار ہے۔ کاش مسلمان اس معیار نبوی ہی کو واحد معیار حق تسلیم کر لیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابونجیح عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ] ابونجیح عرباض بن ساریہ سلمی رضی اللہ عنہ۔ صحابی ہیں۔ شام میں رہائش پذیر رہے۔ عبدالرحمن بن عمر' جبیر بن نفیر اور خالد بن معدان وغیرہ نے ان سے روایات لی ہیں۔ عرباض بن ساریہ 75 ہجری میں فوت ہوئے۔ ان سے چند احادیث مروی ہیں۔

[١٥٨] اَلثَّالِثُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى». قِيلَ: وَمَنْ يَّأْبٰى يَا رَسُولَ اللهِ!؟ قَالَ: «مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبٰى». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[158] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان افراد کے جو انکار کر دیں۔'' پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! (جنت میں جانے سے) کون انکار کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے (جنت میں جانے سے) انکار کر دیا۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① امت سے مراد یہاں امت اجابت ہے' یعنی وہ لوگ جو نبی ﷺ کی دعوت قبول کر کے آپ پر ایمان لائے اور اس امت اجابت میں سے بھی جنت میں وہی جائیں گے جو آپ کے سچے پیروکار ہوں گے۔ نافرمان جنت میں جانے سے محروم رہیں گے۔ ② اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنت دعوائے ایمان اور تمناؤں سے نہیں ملے گی بلکہ اس کا راستہ اطاعت رسول ہے۔ آپ کی اطاعت ہی حقیقی محبت کی نشانی ہے۔

[158] صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، حديث: 7280.

[١٥٩] اَلرَّابِعُ: عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ، وَقِيلَ: أَبِي إِيَاسٍ سَلَمَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِشِمَالِهِ. فَقَالَ: «كُلْ بِيَمِينِكَ»، قَالَ: لَا أَسْتَطِيعُ. قَالَ: «لَا اسْتَطَعْتَ!». مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ، فَمَا رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[159] حضرت ابومسلم ...... اور بعض کے نزدیک ابوایاس ...... سلمہ بن عمرو بن اکوع ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا' آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔'' اس نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو اس کی طاقت نہ ہی رکھے۔'' اس کو دائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے سے صرف کبر نے روکا تھا۔ چنانچہ (اس کے بعد) اس نے اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے منہ تک نہیں اٹھایا (یعنی اٹھانے کے قابل ہی نہیں رہا)۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① بغیر عذر کے بائیں ہاتھ سے کھانا پینا سخت ناپسندیدہ ہے۔ بلکہ کھانے پینے کے علاوہ ہر اچھے کام کا آغاز نبی ﷺ دائیں ہاتھ ہی سے فرماتے تھے۔ ② نبی ﷺ کی سنت اور حکم کو محض تکبر اور سرکشی سے نظر انداز کرنا نہایت خطرناک ہے' اس سے انسان ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ ③ رسول اکرم ﷺ کی بات ٹھکرانے کی سزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے۔ ④ اس میں انبیاء کے ورثاء علماء کے لیے درس ہے کہ وہ لوگوں کو حسن اخلاق کی تعلیم دینے میں کسی ملامت کرنے والے کی پروا کیے بغیر اپنی ذمہ داری ادا کریں۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابومسلم سلمہ بن عمرو بن اکوع ﷺ] سلمہ بن عمرو بن اکوع بن سنان اسلمی۔ کنیت ابومسلم یا ابوایاس ہے۔ اپنے دادا کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے سلمہ بن اکوع سے مشہور ہیں۔ مقام حدیبیہ پر بیعت رضوان میں شامل تھے۔ بہت بہادر' تیرانداز' بھلائی اور نیکی کے خوگر اور فاضل آدمی تھے۔ نبی ﷺ کے ساتھ 7 غزووں میں شریک رہے۔ دوڑنے میں گھوڑے سے بھی تیز تھے۔ مدینہ میں 74 ہجرت کو فوت ہوئے۔ حدیث کی کتابوں میں 77 احادیث ان سے مروی ہیں۔

[١٦٠] اَلْخَامِسُ: عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[160] حضرت ابوعبداللہ نعمان بن بشیر ﷺ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''تم اپنی صفیں ضرور سیدھی اور درست کرلو ورنہ اللہ تعالیٰ تمھارے درمیان مخالفت پیدا فرما دے گا۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُسَوِّي

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ ہماری

[159] صحيح مسلم، الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، حديث:2021.

[160] صحيح البخاري، الأذان، باب تسوية الصفوف عند الإقامة وبعدها، حديث:717، وصحيح مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها......، حديث:(128)-436.

صُفُوفَنَا حَتّٰى كَأَنَّمَا يُسَوِّي بِهَا الْقِدَاحَ، - حَتّٰى إِذَا رَأٰى أَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ -، ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا، فَقَامَ حَتّٰى كَادَ أَنْ يُكَبِّرَ، فَرَأٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهُ فَقَالَ: «عِبَادَ اللهِ! لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ».

صفیں اس طرح سیدھی فرماتے تھے' گویا ان کے ساتھ آپ تیروں کو سیدھا فرما رہے ہیں' یہاں تک کہ جب آپ محسوس فرماتے کہ ہم آپ کی طرف سے اس مسئلے کی اہمیت کو سمجھ گئے ہیں (تب آپ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز کا آغاز فرماتے۔) پھر ایک دن آپ (نماز پڑھانے کے لیے) تشریف لائے اور (مصلے پر) کھڑے ہو گئے' حتی کہ آپ اللہ اکبر کہنے ہی والے تھے کہ آپ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا سینہ (صف سے) باہر نکلا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے بندو! تم اپنی صفیں ضرور سیدھی کر لو ورنہ اللہ تعالیٰ تمھارے درمیان اختلاف پیدا کر دے گا (یا تمھارے چہروں کو بدل دے گا)۔''

فوائد و مسائل: ① [أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ] اگر اس کے حقیقی معنی مراد ہوں تو مطلب ہوگا کہ اللہ تمھارے چہروں کو گدی کی طرف پھیر کر انھیں بدل اور بگاڑ دے گا اور مجازی معنی کی صورت میں مطلب ہوگا باہم اختلاف و عناد پیدا کر دے گا۔ بہر حال اس سے صفوں کی درستی کی اہمیت واضح ہے جس سے آج کل مسلمان بالکل غافل ہیں اور فقہی جمود کی وجہ سے عام مسجدوں میں سنت کے مطابق صف بندی کا قطعاً کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا۔ فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى. ② اقامت کے بعد بوقت ضرورت گفتگو کی جا سکتی ہے۔ ③ صفوں کو درست کروانا امام کی ذمہ داری ہے۔

[١٦١] اَلسَّادِسُ: عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اِحْتَرَقَ بَيْتٌ بِالْمَدِينَةِ عَلٰى أَهْلِهِ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا حُدِّثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِشَأْنِهِمْ قَالَ: «إِنَّ هٰذِهِ النَّارَ عَدُوٌّ لَكُمْ، فَإِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوهَا عَنْكُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[161] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رات کو مدینے میں ایک گھر' گھر والوں سمیت' جل گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو ان کے بارے میں بتلایا گیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ آگ تمھاری دشمن ہے' جب تم سونے لگو تو اسے بجھا دیا کرو۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: یہ حکم تیل بتی سے جلنے والے چراغوں اور موم بتی وغیرہ کے لیے ہے جن سے آگ لگنے کا اندیشہ ہے' نبی ﷺ کے زمانے میں یہی چراغ ہوتے تھے۔ آج کل بجلی کے بلبوں میں یہ خطرہ نہیں ہے' تاہم ان کو بھی بند کر کے سونا بہتر ہے۔

[161] صحيح البخاري، الاستئذان، باب: لاتترك النار في البيت عند النوم، حديث:6294، وصحيح مسلم، الأشربة، باب استحباب تخمير الإناء ....، حديث:2016.

[١٦٢] اَلسَّابِعُ: عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِي اللهُ بِهِ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ، قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَ طَائِفَةً مِّنْهَا أُخْرٰى، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً. فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللهِ تَعَالٰى، وَنَفَعَهُ بِمَا بَعَثَنِي اللهُ بِهِ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[162] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس ہدایت اور علم کی مثال جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے‘ اس بارش کی مانند ہے جو زمین کو پہنچے۔ اس زمین کا کچھ حصہ تو اچھا تھا جس نے پانی کو اپنے اندر جذب کر لیا‘ اور گھاس نیز بہت سا سبزہ اگایا۔ اور ایک حصہ اس کا غیر آباد (بنجر) تھا جس نے پانی (جذب تو نہیں کیا‘ البتہ) روک لیا‘ تو اس پانی سے اللہ نے لوگوں کو فائدہ پہنچایا‘ لوگوں نے اس سے پانی پیا اور پلایا اور کھیتیوں کو سیراب کیا۔ اور وہ بارش زمین کے ایک اور حصے کو بھی پہنچی جو چٹیل میدان تھا‘ جو پانی روکتا اور نہ گھاس اگاتا۔ چنانچہ یہ مثال ہے اس شخص کی جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی اور اس علم و ہدایت سے اللہ نے اسے نفع پہنچایا جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا‘ تو اس نے (خود بھی) دین سیکھا اور (دوسروں کو بھی) سکھلایا۔ اور (یہ دوسری) مثال اس شخص کی ہے جس نے اس (علم و ہدایت الٰہی) کی طرف اپنا سر بھی نہیں اٹھایا اور نہ وہ ہدایت ہی قبول کی جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا۔“ (بخاری ومسلم)

[فَقُهَ]: بِضَمِّ الْقَافِ عَلَى الْمَشْهُورِ، وَقِيلَ: بِكَسْرِهَا، أَيْ: صَارَ فَقِيهًا.

فَقُهَ: ”قاف“ کے پیش کے ساتھ مشہور ہے‘ بعض کے نزدیک ”قاف“ کے زیر کے ساتھ ہے۔ معنی ہیں: وہ فقیہ (شریعت کا عالم) ہو گیا۔

فائدہ: اس میں اس ہدایت وعلم الٰہی کو‘ جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو بھیجا گیا تھا‘ نفع پہنچانے والی بارش کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے‘ اس لیے کہ یہ علم اسی طرح مُردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے جس طرح بارش مردہ زمین کو شاداب کر دیتی ہے۔ اس علم نبوی والٰہی سے فائدہ اٹھانے والے کو اچھی زمین سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور اس شخص کو جو علم حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو بھی سکھلاتا ہے لیکن خود اس پر عمل کر کے فائدہ نہیں اٹھاتا‘ سخت زمین کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو پانی روک لیتی ہے جس سے دوسرے لوگ نفع یاب ہوتے ہیں۔ اور اس شخص کو جو نہ علم دین سیکھتا ہے نہ اس پر عمل کرتا ہے‘ ایسی چٹیل زمین کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو نہ پانی روکتی ہے نہ گھاس سبزہ اگاتی ہے۔ یہ سب سے بدتر آدمی ہے جو نہ خود نفع اٹھاتا ہے اور

[162] صحيح البخاري، العلم، باب فضل من علم و علّم، حديث:79، وصحيح مسلم، الفضائل، باب بيان مثل ما بعث به النبي ﷺ من الهدى والعلم، حديث:2282.

نہ دوسروں کو نفع پہنچاتا ہے۔ اس میں علم دین کے سیکھنے سکھانے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب اور اس سے اعراض وغفلت سے اجتناب کرنے کی تلقین ہے۔

[١٦٣] اَلثَّامِنُ: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَوْقَدَ نَارًا، فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيهَا، وَهُوَ يَذُبُّهُنَّ عَنْهَا، وَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ، وَأَنْتُمْ تَفَلَّتُونَ مِنْ يَدَيَّ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[163] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اور تمھاری مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے آگ جلائی تو پتنگے اور پروانے اس میں گرنے لگے اور وہ انھیں اس آگ سے دور ہٹاتا رہے۔ میں بھی تمھاری کمروں سے پکڑ پکڑ کر تمھیں جہنم کی آگ سے بچا رہا ہوں لیکن تم میرے ہاتھوں سے چھوٹے جاتے (اور نار جہنم میں گرتے جاتے) ہو۔'' (مسلم)

[وَالْجَنَادِبُ]: نَحْوُ الْجَرَادِ وَالْفَرَاشِ، هٰذَا هُوَ الْمَعْرُوفُ الَّذِي يَقَعُ فِي النَّارِ. [وَالْحُجَزُ]: جَمْعُ حُجْزَةٍ، وَهِيَ مَعْقِدُ الْإِزَارِ وَالسَّرَاوِيلِ.

جَنَادِب: ٹڈی اور پروانے کی مثل اڑنے والا کیڑا (مچھر وغیرہ۔) یہ وہی مشہور کیڑا (یا مچھر) ہے جو آگ میں گرتا ہے۔ حُجَزٌ، حُجْزَةٌ کی جمع ہے۔ تہ بند اور شلوار باندھنے کی جگہ یعنی کمر۔

فائدہ: اس میں نبی ﷺ کی اس غایت درجے کی شفقت اور حرص کا بیان ہے جو اپنی امت کے ایمان لانے کے بارے میں آپ کے دل میں تھی اور اس کے ساتھ ہی لوگوں کی بدبختی کا ذکر بھی ہے کہ آپ کی مخلصانہ کوشش، شفقت اور شدید حرص کے باوجود لوگ ایمان سے محروم رہنے کی وجہ سے کثرت سے جہنم کا ایندھن بنیں گے جس طرح پروانے کود کود کر آگ میں گرتے ہیں۔

[١٦٤] اَلتَّاسِعُ: عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَ بِلَعْقِ الْأَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ وَقَالَ: «إِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ فِي أَيِّهَا الْبَرَكَةُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[164] حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (کھانے کے بعد) انگلیاں اور پیالہ چاٹ لینے کا حکم دیا اور فرمایا: ''تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کس (ذرے) میں برکت ہے۔'' (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: «إِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ، فَلْيَأْخُذْهَا، فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَذًى وَلْيَأْكُلْهَا، وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، وَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ بِالْمِنْدِيلِ حَتّٰى يَلْعَقَ أَصَابِعَهُ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي فِي أَيِّ طَعَامِهِ

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کا لقمہ (زمین پر) گر جائے تو اسے چاہیے کہ اسے پکڑ لے (زمین سے اٹھا لے) اور اس پر لگی ہوئی گندگی (مٹی وغیرہ) صاف کر کے کھا لے اور اسے

[163] صحیح مسلم، الفضائل، باب شفقته ﷺ علی أمته......، حدیث: 2285.

[164] صحیح مسلم، الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة......، حدیث: 2033.

الْبَرَكَةُ».

شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔ اور اپنے ہاتھ رومال (تولیے کپڑے) کے ساتھ نہ پونچھے یہاں تک کہ (پہلے) اپنی انگلیاں چاٹ لے اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کون سے کھانے میں برکت ہے۔"

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ أَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ شَأْنِهِ، حَتَّى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ، فَإِذَا سَقَطَتْ مِنْ أَحَدِكُمُ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَذًى، فَلْيَأْكُلْهَا، وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ».

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے: "شیطان تمھارے پاس تمھاری ہر چیز میں حاضر ہوتا ہے یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی۔ چنانچہ جب تم میں سے کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اسے چاہیے کہ اسے (اٹھا کر) اس میں لگی ہوئی گندگی یعنی مٹی وغیرہ (اگر ممکن ہو) صاف کرلے اور کھا لے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔"

فوائد و مسائل: ① اس میں انگلیاں چاٹنے اور برتن صاف کرنے اسی طرح گرے ہوئے لقمے کو اٹھا کر کھا لینے کا جو حکم ہے اس کے متعدد فوائد ہیں: ایک تو یہی کہ ممکن ہے کہ برکت اسی حصے میں ہو جسے انسان انگلیوں یا برتن کے ساتھ لگا چھوڑ دیتا ہے۔ دوسرے اس میں تواضع کا اظہار اور متکبرین و مترفین کے طرز عمل سے اجتناب ہے۔ تیسرے اللہ کی نعمت کی ناقدری اور اس کی اہانت سے گریز ہے۔ چوتھے شیطان کی تذلیل اور اس کے ہتھکنڈوں کو ناکام بنانا ہے۔ ② اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آج کل دعوتوں میں جس طرح کھانا ضائع کیا جاتا اور سڑکوں اور کوڑے کے ڈھیروں پر پھینک دیا جاتا ہے وہ کس طرح اللہ کی نعمت کی ناقدری اور اسلامی تعلیمات کی بے توقیری ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

[١٦٥] اَلْعَاشِرُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمَوْعِظَةٍ فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ إِلَى اللهِ تَعَالَى حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا، ﴿كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُۥ وَعْدًا عَلَيْنَآ إِنَّا كُنَّا فَٰعِلِينَ﴾ [الأنبياء: ١٠٤] أَلَا! وَإِنَّ أَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ ﷺ، أَلَا! وَإِنَّهُ سَيُجَاءُ بِرِجَالٍ مِّنْ أُمَّتِي، فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ! أُصَيْحَابِي،

[165] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں وعظ و نصیحت فرمانے کھڑے ہوئے تو ارشاد فرمایا: "اے لوگو! تم (سب) اللہ کی طرف ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون (جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے) اکٹھے کیے جاؤ گے۔ (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:) ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ ...... إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ﴾ "جس طرح ہم نے پہلی مرتبہ پیدا کیا، ہم اسے دوبارہ لوٹائیں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے، ہم یقیناً پورا کرنے والے ہیں۔" سنو! قیامت والے دن سب سے

[165] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ ......، حديث:3349، وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيامة، حديث:(58)-2860 واللفظ له.

فَيُقَالُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ، فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [المائدة: ١١٧، ١١٨] فَيُقَالُ لِي: إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

پہلے جسے لباس پہنایا جائے گا' ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔ اور سنو! (اس روز) میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے' انھیں بائیں طرف پکڑ لیا جائے گا' میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ آپ کو کہا جائے گا: (اے پیغمبر!) بلاشبہ تجھے نہیں معلوم' انھوں نے تیرے بعد (دین میں) کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کی تھیں۔ (یہ سن کر) میں کہوں گا جس طرح عبد صالح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا: ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ ......﴾ "میں ان پر گواہ رہا جب تک ان کے اندر موجود رہا......" چنانچہ مجھ سے کہا جائے گا: یہ لوگ' جب سے تو ان سے جدا ہوا، اپنی ایڑیوں پر (دین اسلام سے) پھر گئے تھے۔" (بخاری و مسلم)

[غُرْلًا]، أَيْ: غَيْرَ مَخْتُونِينَ.

غُرْلًا کے معنی ہیں: غیر مختون۔ جس کے ختنے نہ ہوئے ہوں۔

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ ارتداد کی سزا جہنم ہے کیونکہ یہ کفر کی بدترین قسم ہے' اسی لیے شریعت اسلامیہ میں اس کی دنیوی سزا قتل ہے۔ ② دوسرا' اس سے یہ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ عالم الغیب اور حاضر و ناظر نہیں جیسا کہ ایک گروہ کے یہ باطل عقائد ہیں۔ اگر آپ کو غیب کا علم ہوتا یا آپ حاضر و ناظر ہوتے تو آپ ان مرتدین کو اپنا ساتھی اور امتی قرار نہ دیتے۔ چنانچہ جب آپ کو بتلایا گیا تو آپ نے ان سے اسی طرح براءت کا اظہار فرما دیا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اور اپنی ماں کو معبود ماننے والوں سے فرمایا۔

[١٦٦] اَلْحَادِي عَشَرَ: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَبْدِ اللهِ ابْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ، عَنِ الْخَذْفِ، وَقَالَ: «إِنَّهُ لَا يَقْتُلُ الصَّيْدَ، وَلَا يَنْكَأُ الْعَدُوَّ، وَإِنَّهُ يَفْقَأُ الْعَيْنَ، وَيَكْسِرُ السِّنَّ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[166] حضرت ابو سعید عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہادت کی انگلی یا انگوٹھے پر کنکری رکھ کر مارنے سے منع فرمایا اور فرمایا: "یہ (کنکری) نہ شکار کو قتل کرتی ہے اور نہ دشمن کو زخمی' البتہ یہ آنکھ کو پھوڑ دیتی اور دانت کو توڑ دیتی ہے (اگر کسی کی آنکھ یا دانت میں لگ جائے)۔" (بخاری و مسلم)

[166] صحيح البخاري، الأدب، باب النهي عن الخذف، حديث:6220، وصحيح مسلم، الصيد والذبائح، باب إباحة ما يستعان به على الاصطياد والعدو وكراهة الخذف، حديث:1954.

وَفِي رِوَايَةٍ: أَنَّ قَرِيبًا لِابْنِ مُغَفَّلٍ خَذَفَ، فَنَهَاهُ وَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ، وَقَالَ: «إِنَّهَا لَا تَصِيدُ صَيْدًا». ثُمَّ عَادَ فَقَالَ: أُحَدِّثُكَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْهُ، ثُمَّ عُدْتَ تَخْذِفُ؟ لَا أُكَلِّمُكَ أَبَدًا.

ایک اور روایت میں ہے کہ عبداللہ بن مغفل کے ایک رشتے دار نے انگلی پر کنکری رکھ کر ماری تو انھوں نے اسے اس سے روکا اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کنکری مارنے سے منع فرمایا ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''یہ کسی شکار کا شکار نہیں کرتی۔'' لیکن اس کے باوجود قرابت دار نے دوبارہ یہی کام کیا تو عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تجھ سے بیان کر رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور تو دوبارہ انگلی پر رکھ کر کنکری مار رہا ہے! میں تجھ سے کبھی کلام نہیں کروں گا۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس سے دوسروں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ ② اسی طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی نافرمانی اور ضد کرنے والوں سے بات چیت بند کر دینا اور ان سے تعلق منقطع کر لینا جائز ہے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل اوپر بیان ہوا۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوسعید عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ] عبداللہ بن مغفل بن عبد غنم بن عفیف بن اسحم مزنی۔ ان کی کنیت ابوسعید یا بقول بعض ابوعبدالرحمٰن اور ابوزیاد بھی ہے۔ مدینہ میں رہائش پذیر رہے۔ بعد میں بصرہ چلے گئے اور وہیں جامع مسجد کے قریب اپنا مکان تعمیر کیا اور وہیں زندگی کے بقیہ ایام گزارے۔ یہ انھیں لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ﴾ (التوبۃ9:92) عبداللہ بن مغفل ان اشخاص میں سے ہیں جن کو عمر رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں تعلیم دین کے لیے بھیجا تھا۔ شہر تستر کی فتح کے بعد اس کے دروازے میں داخل ہونے والے یہ پہلے شخص ہیں۔ بیعت رضوان میں یہ اس درخت کی شاخیں نیچے کر کے نبی ﷺ پر سایہ کیے ہوئے تھے جس کے نیچے بیعت کی گئی تھی۔ عبداللہ بن مغفل بصرہ میں فوت ہوئے اور ان کی وصیت کے مطابق ابوبرزہ اسلمی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ 57 یا 59 ہجری میں فوت ہوئے۔ کتب احادیث میں ان سے 143 احادیث مروی ہیں۔

[١٦٧] وَعَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ - يَعْنِي الْأَسْوَدَ - وَيَقُولُ: إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ مَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[167] عابس بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا' وہ فرما رہے تھے: میں جانتا ہوں' تو ایک پتھر ہے' نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے (کبھی) بوسہ نہ دیتا۔ (بخاری ومسلم)

[167] صحيح البخاري، الحج، باب ما ذكر في الحجر الأسود، حديث:1597، وصحيح مسلم، الحج، باب استحباب تقبيل الحجر الأسود في الطواف، حديث: 1270.

فوائد و مسائل: ① حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اس لیے فرمایا تا کہ جاہل لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ حجر اسود کو اس لیے چوما جاتا ہے کہ اسلام میں بھی پتھر تعظیم کے قابل ہیں جیسے لوگ زمانۂ جاہلیت میں یہ عقیدہ رکھتے تھے۔ بلکہ اس چومنے سے مقصد صرف اتباع رسول ﷺ ہے۔ ② ہر معاملے اور حکم میں اتباع نبوی ضروری ہے چاہے اس کی حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ بعض لوگ اس کی بنیاد پر بزرگوں کی قبروں کو چومنا اور ان کی تعظیم بجالانا جائز قرار دیتے ہیں، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں، اس لیے کہ حجر اسود کو چومنا تو ایک عبادت اور عبادت کا ایک حصہ ہے۔ اور عبادات توقیفی ہیں (یعنی اللہ یا اس کے رسول کی طرف سے مقرر ہیں۔) ان میں کمی بیشی نہیں کی جاسکتی نہ ان پر کسی اور چیز کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔

[١٧] بَابُ وُجُوبِ الانْقِيَادِ لِحُكْمِ اللهِ تَعَالَى وَمَا يَقُولُهُ مَنْ دُعِيَ إِلَى ذٰلِكَ وَأُمِرَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نُهِيَ عَنْ مُنْكَرٍ

باب: 17- اس بات کا بیان کہ اللہ کے حکم کی اطاعت ضروری ہے اور اس بات کا بیان کہ جسے اس کی طرف بلایا جائے اور اسے نیکی کا حکم دیا جائے یا برائی سے روکا جائے تو وہ کیا کہے؟

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [النساء: ٦٥]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اے پیغمبر!) تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے، یہاں تک کہ وہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تجھے اپنا ثالث نہ مان لیں اور پھر تیرے فیصلے پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اسے دل سے تسلیم کر لیں۔''

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [النور: ٥١].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مومنوں کا قول تو، جب انھیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں، یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

وَفِيهِ مِنَ الْأَحَادِيثِ: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِي الله عنه الْمَذْكُورُ فِي أَوَّلِ الْبَابِ قَبْلَهُ [١٥٦] وَغَيْرُهُ مِنَ الْأَحَادِيثِ فِيهِ.

باب سے متعلقہ احادیث میں سے ایک حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو ماقبل باب کے شروع میں گزری ہے اور اس کے علاوہ متعدد احادیث ہیں۔ ان میں سے ایک درج ذیل ہے:

[١٦٨] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ:

[168] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب

[168] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان تجاوز الله تعالى عن حديث النفس ......، حديث: 125.

لَمَّا نَزَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، ﴿لِّلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِ وَإِن تُبْدُوا۟ مَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ ٱللَّهُ﴾ اَلْآيَةَ [البقرة: ٢٨٤] اِشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَتَوْا رَسُولَ اللهِ ﷺ، ثُمَّ بَرَكُوا عَلَى الرُّكَبِ فَقَالُوا: أَيْ رَسُولَ اللهِ! كُلِّفْنَا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا نُطِيقُ: اَلصَّلَاةُ، وَالْجِهَادُ، وَالصِّيَامُ، وَالصَّدَقَةُ، وَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيْكَ هٰذِهِ الْآيَةُ وَلَا نُطِيقُهَا، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: **«أَتُرِيدُونَ أَنْ تَقُولُوا كَمَا قَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ: سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا؟ بَلْ قُولُوا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ»**، قَالُوا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ. فَلَمَّا اقْتَرَأَهَا الْقَوْمُ، وَذَلَّتْ بِهَا أَلْسِنَتُهُمْ، أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى فِي إِثْرِهَا: ﴿ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦ ۚ وَقَالُوا۟ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ ٱلْمَصِيرُ﴾. فَلَمَّا فَعَلُوا ذٰلِكَ نَسَخَهَا اللهُ تَعَالَى؛ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا ٱكْتَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ قَالَ: نَعَمْ، ﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِنَا﴾ قَالَ: نَعَمْ، ﴿رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦ﴾ قَالَ: نَعَمْ، ﴿وَٱعْفُ عَنَّا وَٱغْفِرْ لَنَا وَٱرْحَمْنَآ ۚ أَنتَ مَوْلَىٰنَا فَٱنصُرْنَا عَلَى ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ﴾ قَالَ: نَعَمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وما فی الْاَرْض و اِنْ ......﴾ ''اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور اگر تم ظاہر کرو وہ جو تمھارے دلوں میں ہے یا اسے چھپاؤ' اللہ تعالیٰ اس پر تمھارا محاسبہ کرے گا......'' تو یہ آیت صحابۂ کرام ﷺ پر بڑی گراں گزری۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! ہمیں (بہت سے) اعمال کا مکلّف (پابند) کیا گیا جن کی (ادائیگی کی) ہم طاقت رکھتے ہیں' (جیسے) نماز' جہاد' روزہ اور صدقہ۔ اور (اب) آپ پر یہ (مذکورہ) آیت نازل ہوئی ہے' یہ ہماری طاقت سے باہر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اس طرح کہنا چاہتے ہو جس طرح تم سے پہلے دو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی؟ بلکہ تم کہو: ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اے ہمارے رب! ہم تجھ سے بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ جب لوگوں نے (آپ کے بتلائے ہوئے) کلمات پڑھے اور ان کے ساتھ ان کی زبانیں رواں ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ نازل فرما دیا: ﴿آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ...... الآیۃ﴾ ''رسول (ﷺ) اور مومنین اس پر ایمان لائے جو ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل کی گئی ہے' سب ایمان لائے اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔ (وہ کہتے ہیں:) ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے۔ اور وہ کہتے ہیں: ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طالب ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔'' جب انھوں نے ایسا کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت (کے اس حصے) کو (جو ان پر گراں گزر رہا تھا) منسوخ فرما دیا

اور (اس کی جگہ) یہ نازل فرما دیا: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا......﴾ ”اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جو اچھے کام کرے گا اس کا فائدہ اسی کو ہو گا اور جو برے کام کرے گا اس کا وبال اسی پر ہو گا۔ اے ہمارے رب! ہماری بھول اور خطاؤں پر ہماری گرفت نہ فرما۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اچھا۔“ (پھر کہا:) ﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا ...... مِنْ قَبْلِنَا﴾ ”اے ہمارے رب! ہم پر اس طرح بوجھ نہ ڈالنا جس طرح تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”ہاں ٹھیک ہے۔“ (پھر کہا:) ﴿رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ﴾ ”اے ہمارے رب! جس بوجھ کو اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں وہ ہم سے نہ اٹھوا۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”ٹھیک ہے۔“ (پھر کہا:) ﴿وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا ...... عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ”اور ہم سے درگزر فرما، ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا کارساز ہے، چنانچہ تو کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”ٹھیک ہے۔“ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ پہلے انسان کے دل میں گزرنے والے خیالات اور وسوسوں پر بھی مؤاخذے کا حکم نازل ہوا تھا جن کے روکنے پر کوئی انسان قادر نہیں، اس لیے صحابہ بجا طور پر سخت پریشان ہوئے۔ تاہم رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر جب انھوں نے سمع و طاعت کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ فرما دیا اور وضاحت فرما دی کہ اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف مالا یطاق میں مبتلا نہیں کرتا، اس لیے اب ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے تمام حکموں کو بجا لائے کیونکہ اب اس کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جو انسان کی طاقت سے بالا ہو۔ ② خیالات اگر عزم کی صورت اختیار کر لیں لیکن انسان کسی طرح انھیں پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکے تو اس کا بھی مؤاخذہ ہو گا۔

[۱۸] بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْبِدَعِ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ

باب:18- بدعات اور (دین میں) نئے نئے کاموں کے پیدا کرنے کی ممانعت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”پس نہیں ہے حق کے بعد مگر گمراہی۔“

[يونس: ٣٢]

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿مَّا فَرَّطْنَا فِي ٱلْكِتَٰبِ مِن شَيْءٍ﴾ [الأَنْعَام: ٣٨]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم نے کتاب میں کسی چیز (کے بیان کرنے) میں کوتاہی سے کام نہیں لیا۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ﴾ [النِّسَاء: ٥٩]،

أَيْ: الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ.

اور فرمایا: ''اگر تم کسی چیز کی بابت آپس میں اختلاف و نزاع کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِي مُسْتَقِيمًا فَٱتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا۟ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِۦ﴾ [الأَنْعَام: ١٥٣]

اور فرمایا: ''اور بے شک یہ ہے میرا راستہ سیدھا' پس تم اسی کی پیروی کرو' اور دوسرے راستوں کی پیروی مت کرو ورنہ وہ تمھیں اس سیدھے راستے سے جدا کر دیں گے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ [آل عمران: ٣١].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو' اللہ تعالیٰ تمھیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمھارے گناہ معاف فرما دے گا۔''

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَّعْلُومَةٌ.

اور اس باب میں اور بہت سی آیات ہیں جو کہ معلوم ہیں۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ فَكَثِيرَةٌ جِدًّا، وَهِيَ مَشْهُورَةٌ. فَنَقْتَصِرُ عَلَى طَرَفٍ مِّنْهَا:

اور احادیث بھی بہت زیادہ ہیں اور وہ بھی مشہور ہیں۔ ہم ان میں سے چند ایک کے بیان پر ہی کفایت کریں گے:

[١٦٩] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[169] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہمارے اس دین (اسلام) میں (اپنی طرف سے) کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: «مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ».

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: ''جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کے متعلق ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اس میں ایک نہایت اہم ضابطہ اور قاعدہ بیان کیا گیا ہے۔ بدقسمتی سے مسلمانوں نے اس حدیث کو اور اس میں بیان کردہ اصول اور ضابطے کو کوئی اہمیت نہیں دی' جس کا نتیجہ ہے کہ بدعات عام ہیں' بلکہ اصل دین ہی بدعات و رسومات کو سمجھ لیا گیا ہے اور نہایت شد و مد سے ان پر عمل کیا اور کرایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ ایک تو جہالت اور دین

[169] صحيح البخاري، الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود، حديث:2697، وصحيح مسلم، الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور، حديث:1718 واللّفظ له.

سے بے خبری ہے۔ دوسری وجہ اس ضابطے کا عدم فہم ہے حالانکہ یہ ضابطہ نہایت واضح ہے جو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ ہر وہ کام جسے نیکی اور ذریعۂ تقرب سمجھ کر کیا جائے درآں حالیکہ اس پر کتاب وسنت کی کوئی دلیل نہ ہو یا وہ نصوص شریعت کی اس تعبیر سے مختلف ہو جو صحابہ وتابعین ﷺ نے کی جو اسلام کا بہترین دور ہے اور خیر القرون کے تعامل کی تائید سے بھی وہ محروم ہو' ایسے تمام کام بدعت ہوں گے۔ ② کسی کام کو نیکی یا گناہ قرار دینے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ہے۔ نیکی اور بدی کے خود ساختہ پیمانے مقرر کر لینا مسلمانوں کی نہیں بلکہ یہودیوں کی روش ہے۔

[١٧٠] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ، وَعَلَا صَوْتُهُ، وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ، حَتّٰى كَأَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُولُ: «صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ»، وَيَقُولُ: «بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ»، وَيَقْرِنُ بَيْنَ أُصْبُعَيْهِ: السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَيَقُولُ: «أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ»، ثُمَّ يَقُولُ: «أَنَا أَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَّفْسِهِ. مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِأَهْلِهِ، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَإِلَيَّ وَعَلَيَّ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[170] حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تھے تو آپ کی آنکھیں سرخ اور آواز بلند ہو جاتی اور آپ کا غضب شدید ہو جاتا' حتیٰ کہ ایسے ہو جاتے گویا آپ (دشمن کے) کسی لشکر سے ڈرانے والے ہیں کہ وہ لشکر تم پر صبح یا شام کو حملہ کرنے والا ہے۔ اور فرماتے: ''میں اور قیامت ایسے مبعوث کیے گئے ہیں جیسے یہ دو انگلیاں ہیں۔'' اور آپ اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی دونوں کو ملا لیتے (یعنی جس طرح ان دونوں انگلیوں کے درمیان میں کوئی فاصلہ نہیں' اسی طرح میرے اور قیامت کے درمیان کسی نبی کا فاصلہ نہیں۔) اور فرماتے: ''امابعد! یقیناً بہترین بات اللہ کی کتاب ہے۔ اور بہترین راستہ محمد (ﷺ) کا راستہ ہے۔ اور بدترین کام (دین میں) نئے پیدا کردہ کام ہیں۔ اور (ایسا) ہر نیا کام (بدعت) گمراہی ہے۔'' پھر فرماتے: ''میں ہر مومن پر اس کی جان سے بھی زیادہ حق رکھتا ہوں (یعنی اس کے معاملات میں اس سے بھی زیادہ خیر خواہ ہوں)' جو شخص مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے اور جو قرض یا محتاج اہل وعیال چھوڑ کر مر جائے تو (قرض کی ادائیگی) میری ذمہ داری اور (بچوں کی نگرانی کا فریضہ) مجھ پر ہے۔'' (مسلم)

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، حَدِيثُهُ السَّابِقُ فِي بَابِ الْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ.

حضرت عرباض بن ساریہ ﷺ کی حدیث جو اس حدیث سے ملتی جلتی ہے وہ اس سے پہلے باب ''سنت کی حفاظت'' میں گزر چکی ہے۔ (دیکھیے' حدیث:158)

[170] صحيح مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، حديث:867.

فوائد و مسائل: ① اس میں نبی ﷺ کے انداز خطابت کا ذکر ہے اور آپ کے وجود گرامی کو قرب قیامت کی علامت بتلایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں کتاب و سنت کی اہمیت اور بدعات کی ہلاکت خیزی کے ساتھ یتیموں اور ضرورت مندوں کی کفالت کو حکومت وقت (بیت المال) کی ذمہ داری بتلایا گیا ہے کیونکہ خلفاء ہی رسول اللہ ﷺ کے جانشین ہیں اور جو کام آپ اپنی زندگی میں کرتے تھے اب وہی کام ان کے ذمے ہیں۔ ② نیز لوگوں کے چھوڑے ہوئے مال کے حق دار میت کے ورثاء ہی ہیں نہ کہ کوئی اور۔

[١٩] بَابٌ فِيمَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً

باب: 19- اس شخص کا بیان جو کوئی اچھا یا برا طریقہ جاری کرے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾ [الفرقان: ٧٤]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور وہ (اللہ کے بندے ہیں) جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں ایسی بیویاں اور اولاد عطا کر جو آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں اور ہمیں متقیوں کے لیے پیشوا بنا۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا﴾ [الأنبياء: ٧٣].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور بنایا ہم نے انھیں پیشوا' وہ ہمارے حکم کے ساتھ لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔''

[١٧١] عَنْ أَبِي عَمْرٍو جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا فِي صَدْرِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَجَاءَهُ قَوْمٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ، أَوِ الْعَبَاءِ، مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ، عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ، بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ؛ فَتَمَعَّرَ [وَجْهُ] رَسُولِ اللهِ ﷺ، لِمَا رَأَى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ، فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ، فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ، فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ: ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ [النساء: ١] وَالْآيَةُ الْأُخْرَى الَّتِي فِي آخِرِ الْحَشْرِ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾

[171] حضرت ابو عمرو جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم دن کے شروع میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ آپ کے پاس کچھ ایسے لوگ آئے جو ننگے بدن تھے' اون کی دھاری دار چادریں یا کمبل ڈالے ہوئے تھے اور گردنوں میں تلواریں لٹکائے ہوئے تھے۔ ان کی اکثریت مضر قبیلے سے' بلکہ سارے ہی مضر سے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی فاقہ زدگی کا مشاہدہ فرمایا تو آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا' آپ (گھر کے) اندر تشریف لے گئے اور پھر باہر آ گئے۔ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انھوں نے اذان دی' پھر (جب لوگ نماز کے لیے جمع ہو گئے تو) تکبیر کہی اور آپ نے نماز پڑھائی' پھر لوگوں سے خطاب فرمایا۔ اس میں آپ ﷺ نے

[171] صحيح مسلم، الزكاة، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة أو بكلمة طيبة......، حديث: 1017.

[الحشر : ١٨] «تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِّنْ دِينَارِهِ مِنْ دِرْهَمِهِ مِنْ ثَوْبِهِ، مِنْ صَاعِ بُرِّهِ، مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ» حَتّٰى قَالَ : «وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ». فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجِزُ عَنْهَا، بَلْ قَدْ عَجَزَتْ، ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتّٰى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَثِيَابٍ، حَتّٰى رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَتَهَلَّلُ، كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : «مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا، وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا، وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

فرمایا: ''لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا...... آخر آیت' یعنی ﴿رَقِيبًا﴾ تک۔ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد سورۂ حشر کی آیت پڑھی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا......﴾ ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو! اور (ہر) نفس کو چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے جو آگے بھیجا ہے' اسے دیکھے۔'' (اس کے بعد آپ نے صدقہ وخیرات کی ترغیب دی' فرمایا:) ''ہر آدمی کو چاہیے کہ صدقہ کرے اپنے دینار و درہم کا' اپنے کپڑے کا' گندم کے صاع کا' کھجور کے صاع کا۔'' (صاع ایک پیمانہ تھا' ڈھائی کلو کا) حتی کہ فرمایا: ''گو کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو (یعنی تھوڑا یا زیادہ' جس کو جتنی توفیق ہو' صدقہ کرے)۔'' چنانچہ انصار میں سے ایک آدمی ایک تھیلی لے کر آیا (جو اتنی بھاری تھی کہ) اس کی ہتھیلی اسے اٹھانے سے عاجز آ رہی تھی بلکہ عاجز ہو چکی تھی۔ پھر لوگ (لے لے کر) پے در پے آتے رہے' یہاں تک کہ میں نے دو ڈھیر دیکھے: ایک سامان خوراک کا اور دوسرا کپڑوں کا۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو آپ کا چہرۂ انور اس طرح چمک رہا تھا گویا کہ وہ سونے کا ٹکڑا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کے لیے اس کا اپنا اجر اور ان تمام لوگوں کا اجر ہوگا جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے' بغیر اس کے کہ ان کے اجروں میں کوئی کمی کی جائے۔ اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کیا تو اس پر اس کے اپنے گناہ کا بوجھ اور ان تمام لوگوں کے گناہوں کا بوجھ ہوگا جو اس پر اس کے بعد عمل کریں گے' بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں کے بوجھ میں کوئی کمی کی جائے۔'' (مسلم)

قَوْلُهُ : [مُجْتَابِي النِّمَارِ]: هُوَ بِالْجِيمِ وَبَعْدَ الْأَلِفِ بَاءٌ مُّوَحَّدَةٌ. [وَالنِّمَارُ]: جَمْعُ نَمِرَةٍ،

مُجْتَابِي النِّمَارِ: ''جیم'' کے ساتھ اور ''الف'' کے بعد ''با''۔ اور نِمَارٌ، نَمِرٌ کی جمع ہے' اون کی دھاری دار چادریں۔

وَهِيَ: كِسَاءٌ مِّنْ صُوفٍ مُّخَطَّطٌ. وَمَعْنَى [مُجْتَابِيهَا] أَيْ: لَابِسِيهَا، قَدْ خَرَقُوهَا فِي رُؤُسِهِمْ. وَ[الْجَوْبُ]: الْقَطْعُ، وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَثَمُودَ ٱلَّذِينَ جَابُوا۟ ٱلصَّخْرَ بِٱلْوَادِ﴾ أَيْ: نَحَتُوهُ وَقَطَعُوهُ. وَقَوْلُهُ: [تَمَعَّرَ]: هُوَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ، أَيْ: تَغَيَّرَ. وَقَوْلُهُ: [رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ]: بِفَتْحِ الْكَافِ وَضَمِّهَا، أَيْ: صُبْرَتَيْنِ. وَقَوْلُهُ: [كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ]: هُوَ بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ، وَفَتْحِ الْهَاءِ وَالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ. قَالَهُ الْقَاضِي عِيَاضٌ وَغَيْرُهُ. وَصَحَّفَهُ بَعْضُهُمْ فَقَالَ: [مُدْهُنَةٌ]: بِدَالٍ مُهْمَلَةٍ وَضَمِّ الْهَاءِ وَبِالنُّونِ، وَكَذَا ضَبَطَهُ الْحُمَيْدِيُّ، وَالصَّحِيحُ الْمَشْهُورُ هُوَ الْأَوَّلُ. وَالْمُرَادُ بِهِ عَلَى الْوَجْهَيْنِ: الصَّفَاءُ وَالِاسْتِنَارَةُ.

مُجْتَابِيهَا کے معنی ہیں: انھیں پہننے والے۔ انھوں نے وہ چادریں یا کھالیں درمیان سے پھاڑ کر سر سے گزار کر پہن رکھی تھیں (یعنی اتنی چھوٹی تھیں کہ نہ قمیص بن سکتی تھی نہ لپیٹی جا سکتی تھیں)۔ جَوْبٌ کے معنی ہیں: کاٹنا' ٹکڑے کرنا۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: ﴿وَثَمُودَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ﴾ ''اور ثمود کے ساتھ' جنھوں نے وادی میں چٹانوں کو تراشا اور کاٹا۔'' تَمَعَّرَ: ''عین'' کے ساتھ۔ متغیر ہو گیا۔ كَوْمَيْنِ: ''کاف'' پر زبر اور ''پیش'' (دونوں طرح صحیح ہے:) دو ڈھیر۔ مُذْهَبَةٌ: ''ذال'' اور ''ہا'' اور ''بائے موحدہ'' پر زبر کے ساتھ۔ قاضی عیاض وغیرہ نے اسے اس طرح ضبط کیا ہے۔ بعض نے اس میں تبدیلی کی ہے۔ انھوں نے اسے مُدْهُنَةٌ بنایا ہے۔ ''دال مہملہ'' ''ہا'' پر پیش اور ''نون'' کے ساتھ۔ اسی طرح امام حمیدی رحمہ اللہ نے بھی ضبط کیا ہے۔ اور صحیح اور مشہور پہلا ہے۔ دونوں صورتوں میں مراد چہرۂ مبارک کی صفائی اور چمک دمک ہے۔

فوائد ومسائل: ① بعض لوگ [مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً] کے الفاظ سے بدعت حسنہ کا جواز کشید کرتے ہیں اور یوں بدعت کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں: حسنہ اور سَیِّئہ۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ بدعت کوئی بھی ہو' وہ حسنہ نہیں ہو سکتی۔ بدعت ہمیشہ بری ہی ہوگی' اس لیے کہ بدعت سازی دراصل شریعت سازی ہے جس کا حق کسی انسان کو نہیں ہے۔ شریعت سازی کا تمام تر اختیار صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔ وہی اصل شارع ہے اور اسی کے حکم اور اجازت سے پیغمبر لوگوں کو احکام شریعت بتلاتا ہے۔ یہ حق اللہ نے پیغمبروں کو بھی نہیں دیا' چہ جائیکہ کسی صاحب قُبّہ وجُبّہ کو یہ حق حاصل ہو۔ ② اس حدیث کا مطلب صرف یہ ہے کہ جو چیز اسلام میں مشروع اور جائز ہے' اس پر عمل کرنے اور اسے فروغ دینے کے لیے جو شخص کوئی نیا طریقہ اختیار کرے گا' جسے بعد میں دوسرے لوگ بھی اختیار کر لیں تو اسے اپنے عمل حسن کا ثواب تو ملے گا ہی' ان لوگوں کا ثواب بھی ملے گا جو اس طریقے کو اختیار کر کے وہ عمل صالح کریں گے۔ لیکن جس چیز کا سرے سے کوئی ثبوت ہی شریعت میں نہ ہو' اس کا کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جائے' وہ ہر صورت میں سیئہ ہے' وہ حسنہ نہیں ہو سکتا۔ حدیث کے جو دیگر فوائد ہیں' وہ واضح ہیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوعمرو جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ] جریر بن عبداللہ بن جابر۔ ان کی کنیت ابوعمرو ہے۔ قبیلہ بجیلہ کی طرف منسوب ہونے کی بنا پر البَجَلي کہلاتے ہیں۔ نبی ﷺ کی وفات سے 40 دن پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

بہت حسین وجمیل تھے۔ ان کو اس امت کے یوسف کا لقب دیا گیا۔ نبی ﷺ نے ان کی آمد پر کپڑا بچھایا۔ ان کو ذوالخلصہ بت کے انہدام کے لیے بھیجا تو یہ کامیاب و کامران پلٹے۔ دور نبوی ہی میں انھیں یمن پر عامل مقرر کیا گیا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے اس وقت سے مجھے نبی ﷺ نے اپنے دیدار سے کبھی محروم نہیں رکھا اور ہمیشہ مسکرا کر دیکھا۔ جنگ قادسیہ میں ان کو فوج کے میمنہ پر متعین کیا گیا۔ مدائن کی فتح کے موقع پر حاضر تھے۔ ان کے جوتے کا سائز ایک ہاتھ کے برابر تھا۔ 51، 52 یا 54 ہجری میں وفات پائی۔

[١٧٢] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَيْسَ مِنْ نَفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا، لِأَنَّهُ كَانَ أَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[172] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو جان بھی ظلم سے قتل کی جاتی ہے تو آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے (قابیل) پر اس کے خون ناحق کا ایک حصہ ہوگا' اس لیے کہ وہی وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل ناحق کا طریقہ جاری کیا۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خلاف شریعت اور برے کاموں کو پہلے پہل کرنا' جس کی بعد میں لوگ تقلید کریں' کتنا بڑا جرم ہے کہ قیامت تک اس کام کے کرنے کا گناہ اسے بھی ملتا رہے گا' اس لیے امن وسلامتی اسی میں ہے کہ انسان صرف اتباع کرے اور ابتداع سے اجتناب کرے' یعنی رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرے بدعات ایجاد نہ کرے۔

[٢٠] بَابُ الدَّلَالَةِ عَلَى خَيْرٍ وَّالدُّعَاءِ إِلَى هُدًى أَوْ ضَلَالَةٍ

باب:20- خیر کی طرف رہنمائی کرنے اور ہدایت یا گمراہی کی طرف بلانے کا بیان

قَالَ تَعَالَى: ﴿وَٱدْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ﴾ [القصص: ٨٧]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اپنے رب کی طرف بلاؤ۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلْحِكْمَةِ وَٱلْمَوْعِظَةِ ٱلْحَسَنَةِ﴾ [النحل: ١٢٥]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھے وعظ کے ساتھ دعوت دیجیے۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ﴾ [الْمَائِدَة: ٢]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور نیکی اور تقویٰ (کے کاموں) میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى ٱلْخَيْرِ﴾. [آل عمران: ١٠٤].

اور فرمایا: ''تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے۔''

[172] صحیح البخاري، أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم و ذریته، حدیث:3335، وصحیح مسلم، القسامة والمحاربین والقصاص والدیات، باب بیان إثم مَنْ سَنَّ القتل، حدیث:1677.

[١٧٣] وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيِّ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[173] حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی بھلائی پر رہنمائی کی تو اس کے لیے اس کے کرنے والے کے برابر اجر ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: نبی ﷺ نے اس وقت یہ ارشاد فرمایا جب ایک شخص نے آپ سے سفر کے لیے سواری مانگی۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس تو سواری نہیں ہے۔ ایک شخص نے کہا: میں اسے ایسا آدمی بتلاتا ہوں جو اسے سواری مہیا کر دے گا۔ چنانچہ آپ نے بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے کا مذکورہ اجر بیان فرمایا جس سے دلالت علی الخیر کی ترغیب ملتی ہے، یعنی خیر کی طرف رہنمائی کرنا بھی باعث اجر ہے۔

[١٧٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلٰى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[174] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی کو ہدایت کی طرف بلایا تو اسے ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جو اس کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا۔ یہ ان کے اجروں سے کچھ کمی نہیں کرے گا۔ اور جو کسی کو کسی گمراہی کی طرف بلائے گا تو اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کا اتنا وبال بھی ہوگا جو اس کی پیروی کرنے والوں کو گناہ کرنے کا ہوگا۔ یہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہیں کرے گا۔'' (مسلم)

فائدہ: دعوت دے، بلائے، کا مطلب ہے اپنے عمل یا قول سے دوسروں کو نیکی یا برائی کی ترغیب دے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکی یا برائی کا سبب اور ذریعہ بننے والا عنداللہ ماجور یا ماخوذ ہوگا، یعنی اللہ کے ہاں اسے اجر ملے گا یا وہ سزا پائے گا۔ بلکہ نیکی کی ترغیب پر أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً (کئی گنا زیادہ) اجر و ثواب کا مستحق اور برائی کی ترغیب پر متعدد لوگوں کے گناہوں کا بھی ذمے دار ہوگا۔

[١٧٥] وَعَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: «لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا، يَفْتَحُ اللّٰهُ

[175] حضرت ابوعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے خیبر والے دن ارشاد فرمایا: ''میں یہ جھنڈا کل ایسے آدمی کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ

[173] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضل إعانة الغازي في سبيل الله بمركوب وغيره.....، حديث:1893.

[174] صحيح مسلم، العلم، باب من سنّ سُنّة حسنة أو سيئة ومن دعا.....، حديث:2674.

[175] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب فضل من أسلم على يديه رجل، حديث:3009، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة ﷺ، باب من فضائل علي بن أبي طالب ﷺ، حديث:2406 واللفظ له.

عَلٰى يَدَيْهِ، يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ». فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا، فَقَالَ: «أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟» فَقِيلَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! هُوَ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ، قَالَ: «فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ»، فَأُتِيَ بِهِ، فَبَصَقَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي عَيْنَيْهِ، وَدَعَا لَهُ، فَبَرَأَ حَتّٰى كَأَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ. فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! أُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُونُوا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ: «انْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ، حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِّنْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيهِ، فَوَاللّٰهِ! لَأَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتا ہے۔'' چنانچہ لوگوں نے رات یہ بحث کرتے ہوئے گزاری کہ کون وہ (خوش نصیب) ہوگا جسے ان میں سے جھنڈا دیا جائے گا۔ جب لوگوں نے صبح کی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے' سب کے سب امید رکھتے تھے کہ انھیں جھنڈا دیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟'' اللہ کے رسول کو بتلایا گیا کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کی طرف پیغام بھیجو۔'' چنانچہ وہ لائے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب مبارک لگایا اور ان کے حق میں دعا فرمائی۔ تو وہ اس طرح ٹھیک ہوئے جیسے انھیں کوئی درد تھا ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے انھیں جھنڈا عطا فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں ان سے لڑوں یہاں تک کہ وہ ہم جیسے (مسلمان) ہو جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(نہیں بلکہ) آرام وسکون کے ساتھ چلو' یہاں تک کہ تم ان کے میدان میں پڑاؤ ڈالو! پھر ان کو اسلام کی دعوت دو اور انھیں بتلاؤ کہ تم پر اللہ کے یہ یہ حق واجب ہیں۔ اللہ کی قسم! تمھارے ذریعے سے کسی ایک آدمی کا ہدایت یافتہ ہو جانا' تمھارے لیے (بیش قیمت) سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔''

(بخاری ومسلم)

قَوْلُهُ: [يَدُوكُونَ] أَيْ: يَخُوضُونَ وَيَتَحَدَّثُونَ. قَوْلُهُ: [رِسْلِكَ]: بِكَسْرِ الرَّاءِ وَبِفَتْحِهَا لُغَتَانِ، وَالْكَسْرُ أَفْصَحُ.

يَدُوكُونَ کے معنی ہیں: غور و خوض اور بحث کرتے رہے۔ رِسْلِكَ: ''را'' کے زیر اور زبر کے ساتھ' دونوں لغتیں ہیں' تاہم زیر کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور نبی ﷺ کے معجزے کے علاوہ' جہاد کے طریقے کا بیان ہے کہ پہلے کافروں کو اسلام کی دعوت دی جائے' اگر وہ اسے رد کر دیں تو پھر جہاد کیا جائے۔ ② جہاد بھی ایسا عمل ہے کہ اگر اس کے ذریعے سے یا اس کے آغاز میں دعوت دینے سے کچھ لوگوں کو ہدایت نصیب ہو جائے تو جہاد میں شریک لوگوں کو

نومسلموں کے اعمال خیر کا اجر بھی ملے گا۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوالعباس سہل بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ] سہل بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ' خزرجی' ساعدی اور انصاری ہیں۔ ان کی کنیت ابوالعباس ہے۔ ان کا نام قبل از قبول اسلام حزن تھا لیکن اسلام قبول کیا تو نبی ﷺ نے ان کا نام تبدیل کر کے سہل رکھ دیا۔ نبی ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر 15 سال تھی۔ تقریباً 100 سال عمر پا کر 91 ہجری کو فوت ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ مدینہ میں وفات پانے والوں میں سے یہ سب سے آخری صحابی ہیں۔ ان کی مرویات کی تعداد کتب احادیث میں تقریباً 100 ہے۔

[١٧٦] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ فَتًى مِّنْ أَسْلَمَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي أُرِيدُ الْغَزْوَ وَلَيْسَ مَعِي مَا أَتَجَهَّزُ بِهِ، قَالَ: «اِئْتِ فُلَانًا فَإِنَّهُ قَدْ كَانَ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ»، فَأَتَاهُ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ: أَعْطِنِي الَّذِي تَجَهَّزْتَ بِهِ، فَقَالَ: يَافُلَانَةُ أَعْطِيهِ الَّذِي تَجَهَّزْتُ بِهِ، وَلَا تَحْبِسِي مِنْهُ شَيْئًا، فَوَاللهِ! لَا تَحْبِسِينَ مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارَكَ لَكِ فِيهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[176] حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسلم قبیلے کے ایک نوجوان نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس وہ سامان نہیں جس کے ساتھ میں جہاد کی تیاری کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''فلاں شخص کے پاس جاؤ' اس نے جہاد کی تیاری کی تھی لیکن وہ بیمار ہو گیا (یعنی اس سے سامان جہاد لے لو)۔ چنانچہ وہ (نوجوان) اس کے پاس گیا اور جا کر کہا: رسول اللہ ﷺ تجھے سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم مجھے وہ سامان دے دو جس کے ساتھ تم نے جہاد کی تیاری کی ہے۔ اس شخص نے (اپنی بیوی سے) کہا: اے فلانی! اس کو وہ سامان دے دے جس کے ساتھ میں نے جہاد کی تیاری کی تھی اور اس میں سے کوئی چیز مت روکنا' اللہ کی قسم! تو اس میں سے کوئی چیز روک کر نہیں رکھے گی کہ پھر تمھارے لیے اس میں برکت ہو (یعنی سامان کا روکنا بے برکتی کا باعث ہوگا)۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ کسی نیکی کے کام کے لیے انسان نے تیاری کی ہو لیکن بیماری اور عذر کی وجہ سے اس پر عمل کرنے سے وہ قاصر رہے تو وہی ساز و سامان اگر وہ کسی اور کو دے دے گا تو وہ بھی اس کے ساتھ عمل خیر یا اجر جہاد میں برابر کا شریک رہے گا۔ ② اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے بجائے مال کو اپنے پاس روکے رکھنا بے برکتی اور اللہ کی ناراضی کا باعث ہے۔ ③ جس مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی نیت ہوا' سے اپنے پاس روکنا بے برکتی کا باعث ہے۔

[176] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضل إعانة الغزي في سبيل الله بمركوب وغيره وخلافته في أهله بخير، حديث: 1894.

[۲۱] بَابُ التَّعَاوُنِ عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

باب:21- نیکی اور تقوی پر تعاون کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ﴾ [المائدة: ۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور نیکی اور تقوی (کے کاموں) میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَٱلْعَصْرِ ۝ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَفِى خُسْرٍ ۝ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلْحَقِّ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلصَّبْرِ﴾ [العصر: ۱-۳].

اور فرمایا: ''قسم ہے زمانے کی! یقیناً انسان خسارے میں ہے' سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے عمل صالح کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔''

قَالَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ كَلَامًا مَعْنَاهُ: إِنَّ النَّاسَ أَوْ أَكْثَرَهُمْ فِي غَفْلَةٍ عَنْ تَدَبُّرِ هٰذِهِ السُّورَةِ.

امام شافعی ؒ فرماتے ہیں: بلاشبہ (سب) لوگ یا ان میں سے اکثر اس سورت میں غور و فکر اور تدبر کرنے میں غفلت کرتے ہیں۔

[۱۷۷] عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ: «مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[177] ابوعبدالرحمٰن زید بن خالد جہنی ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ کے راستے میں کسی جہاد کرنے والے کو جہاد کا سامان تیار کر کے دیا' بلاشبہ اس نے خود جہاد کیا۔ اور جو کبھی جہاد کرنے والے کا' اس کے گھر میں بھلائی کے ساتھ جانشین (نگرانی اور خبر گیری کرنے والا) بنا' یقیناً اس نے (بھی) جہاد کیا۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں ایسا طریق کار بتلایا گیا ہے جس پر عمل کر کے جہاد کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنایا جا سکتا ہے اور جہاد کے اجر و ثواب میں سب لوگ برابر کے شریک ہو سکتے ہیں۔ معاشرے میں بہت سے تنومند' قوی اور جوان ہوتے ہیں لیکن ان کے پاس وسائل نہیں ہوتے' اس لیے وہ جہاد میں حصہ لینے سے محروم رہ سکتے ہیں اور یوں ایک نہایت کارآمد عنصر عضو معطل بنا رہ سکتا ہے۔ دوسری طرف ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس وسائل کی فراوانی ہے لیکن ان کے پاس صحت' قوت اور جوانی نہیں ہے جو جہاد کے لیے ضروری ہے۔ اس حدیث میں بیان کردہ طریق کار پر عمل کرنے سے رجال کار اور وسائل دونوں باہم جمع بھی ہو جاتے ہیں اور جہاد کے اجر میں بھی سب برابر کے شریک۔ ② خیال رہے'

[177] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب فضل من جَهَّزَ غازيًا أو خَلَفَه بخير، حديث:2843، وصحيح مسلم، الإمارة، باب فضل إعانة الغازي......، حديث:1895.

کہ قرونِ اولیٰ میں جہاد میں حصہ لینے والے مجاہدین، مستقل باقاعدہ تنخواہ دار نہیں ہوتے تھے، جیسے آج کل فوج کا ایک نہایت وسیع ادارہ ہے۔ بلکہ لوگ رضا کارانہ طور پر حصہ لیتے تھے، جیسے آج کل بھی بعض تنظیموں کے تحت لوگ جہاد میں رضا کارانہ حصہ لے رہے ہیں، یہ حدیث ایسے ہی رضا کار مجاہدین کے بارے میں ہے، تاہم باقاعدہ فوجی بھی اس میں شامل ہوسکتے ہیں اور ان کی امداد اور ان کے گھر والوں کی خبر گیری بھی اس اجر کا مستحق بنا سکتی ہے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ.

راویٔ حدیث: [حضرت ابوعبدالرحمٰن زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ] زید بن خالد جہنی۔ ان کی کنیت ابوطلحہ یا عبدالرحمٰن ہے۔ قبیلہ جہینہ کی طرف نسبت کی وجہ سے جہنی کہلائے۔ مدنی ہیں۔ مشہور صحابی ہیں۔ صلح حدیبیہ میں شریک تھے۔ فتح مکہ کے دن قبیلہ جہینہ کے علمبردار یہی تھے۔ اکابر صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ بقول بعض مدینہ میں اور بعض کے نزدیک کوفہ میں 68 یا 78 ہجری کو 85 سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔ کتب احادیث میں ان کی مرویات کی تعداد 81 کے قریب ہے۔

[۱۷۸] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، بَعَثَ بَعْثًا إِلٰى بَنِي لَحْيَانَ مِنْ هُذَيْلٍ فَقَالَ: «**لِيَنْبَعِثْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا وَالْأَجْرُ بَيْنَهُمَا**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[178] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہذیل قبیلے کی شاخ بنولحیان کی طرف (جب کہ وہ مشرک تھے) ایک لشکر (ان سے جہاد کرنے کے لیے) بھیجا اور فرمایا: ''ہر دو آدمیوں میں سے ایک ضرور جائے اور ثواب دونوں کے درمیان ہوگا (یعنی دونوں اجر کے مستحق ہوں گے، جہاد میں جانے والا اور اس کے گھر والوں کی خبر گیری کرنے والا)۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں بھی وہی مذکورہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ سب لوگ تو جہاد میں نہیں جا سکتے، تاہم نہ جانے والے اگر مجاہدین کے بال بچوں کی حفاظت اور ان کی ضروریات کی فراہمی کا کام سرانجام دیں گے تو ان کو بھی جہاد کا اجر مل جائے گا۔

[۱۷۹] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ، فَقَالَ: «**مَنِ الْقَوْمُ؟**»، قَالُوا: اَلْمُسْلِمُونَ، فَقَالُوا: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: «**رَسُولُ اللهِ**»، فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا، فَقَالَتْ: أَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ: «**نَعَمْ، وَلَكِ أَجْرٌ**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[179] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ روحاء جگہ پر ایک قافلے کو ملے۔ آپ نے پوچھا: ''کون لوگ ہیں؟'' انھوں نے کہا: مسلمان۔ انھوں نے پوچھا: آپ کون ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''رسول اللہ۔'' تو ایک عورت نے آپ کی طرف ایک بچہ اٹھا کر پوچھا: کیا اس کا بھی حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، اور اس کا اجر تجھے ملے گا۔'' (مسلم)

[178] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضل إعانة الغازي في سبيل الله بمركوب وغيره.....، حديث:1896.

[179] صحيح مسلم، الحج، باب صحة حج الصبي وأجر من حجّ به، حديث:1336.

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کا لباس اور وضع وہیئت اتنی سادہ تھی کہ عام صحابہ کے درمیان لوگوں کا آپ کو پہچاننا آسان نہیں ہوتا تھا۔ ② والدین کے ساتھ اگر بچہ حج کرے گا تو اس کا اجر والدین کو ملے گا کیونکہ ابھی وہ خود حج کا مکلّف نہیں ہے۔ اسی لیے بلوغت کے بعد اگر یہ بچہ صاحب استطاعت ہوا تو اس پر حج کرنا فرض ہوگا۔ صغرسنی میں کیا ہوا حج کافی نہیں ہوگا۔

[١٨٠] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «**الْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْأَمِينُ الَّذِي يُنْفِذُ مَا أُمِرَ بِهِ، فَيُعْطِيهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا، طَيِّبَةً بِهِ نَفْسُهُ، فَيَدْفَعُهُ إِلَى الَّذِي أُمِرَ لَهُ بِهِ، أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[180] حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے، نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان امانت دار خزانچی، جو اس پر عمل کرے جس کا اسے حکم دیا جائے اور پوری خوش دلی سے اسے کامل اور پورا پورا (مال) دے جس کی بابت اسے حکم دیا گیا ہے، تو وہ بھی دو صدقہ کرنے والوں میں سے ایک (شمار) ہوگا۔“ (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: «**الَّذِي يُعْطِي مَا أُمِرَ بِهِ**».

ایک اور روایت میں ہے: ”وہ جو دے، وہ چیز جس کا اس کو حکم دیا گیا ہو۔“

وَضَبَطُوا «**الْمُتَصَدِّقَيْنِ**»: بِفَتْحِ الْقَافِ مَعَ كَسْرِ النُّونِ عَلَى التَّثْنِيَةِ، وَعَكْسِهِ عَلَى الْجَمْعِ، وَكِلَاهُمَا صَحِيحٌ.

اور مُتَصَدِّقِین کو محدثین نے ”قاف“ کے زبر اور ”نون“ کے زیر کے ساتھ، تثنیہ بھی ضبط کیا ہے اور اس کے برعکس جمع بھی (قاف کے زیر اور نون کے زبر کے ساتھ۔) اور دونوں طرح صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی ایک نہایت ہی اہم اصول کا بیان ہے کہ جس شخص کو جس کام کا ذمے دار یا بیت المال کا امین بنایا جائے، اور وہ اپنی ذمہ داری خوش دلی سے نبھائے، کسی پر حسد نہ کرے، ایذا نہ دے اور تنگ دلی کا مظاہرہ نہ کرے تو اسے بھی اس شخص کی طرح برابر کا اجر ملے گا جس نے اس کے ذمے کوئی کام لگایا، یا اسے خزانچی بنایا۔ ② اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ ہر شخص کو اپنی مفوضہ (سپرد کی گئی) ذمہ داری پوری خوش دلی اور رغبت سے ادا کرنی چاہیے۔

[٢٢] بَابٌ فِي النَّصِيحَةِ

باب: 22- خیر خواہی کرنے کا بیان

قَالَ تَعَالَى: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ [الحجرات: ١٠]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”مومن تو سب بھائی بھائی ہیں۔“

وَقَالَ تَعَالَى إِخْبَارًا عَنْ نُوحٍ ﷺ: ﴿وَأَنصَحُ لَكُمْ﴾ [الأعراف: ٦٢]

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح ؑ کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا: ”اور میں تمھاری خیر خواہی کرتا ہوں۔“

[180] صحيح البخاري، الزكاة، باب أجر الخادم......، حديث:1438، وصحيح مسلم، الزكاة، باب أجر الخازن الأمين، والمرأة إذا تصدقت......، حديث:1023.

وَعَنْ هُودٍ ﷺ: ﴿وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ﴾ [الأعراف: ٦٨].

اور حضرت ہود علیہ السلام کا قول نقل فرمایا: ''اور میں تمھارے لیے خیر خواہ اور امانت دار ہوں۔''

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ:

احادیث درج ذیل ہیں:

[١٨١] فَالْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي رُقَيَّةَ تَمِيمِ بْنِ أَوْسٍ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «اَلدِّينُ النَّصِيحَةُ»، قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: «لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[181] حضرت ابو رقیہ تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دین خیر خواہی (کرنے کا نام) ہے۔'' ہم نے پوچھا: کس کی خیر خواہی؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی' اس کی کتاب کی' اس کے رسول کی' مسلمانوں کے حکمرانوں کی اور عام مسلمانوں کی۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں خیر خواہی کی اہمیت و فضیلت اور اس کی عمومیت کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی کا مطلب ہے' اس پر صحیح طور پر ایمان رکھا جائے اور اس کی عبادت اخلاص سے کی جائے۔ کتاب اللہ کی خیر خواہی' اس کی تصدیق' تلاوت کا التزام' اس کی تحریف سے اجتناب اور اس کے احکام پر عمل کرنا ہے۔ رسول ﷺ کی خیر خواہی یہ ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق' آپ ﷺ کے حکم کی اطاعت اور آپ ﷺ کی سنتوں کی پابندی کی جائے۔ مسلمان حکمرانوں کی خیر خواہی کا مطلب ہے' حق میں ان کی اعانت' غیر معصیت میں ان کی اطاعت کی جائے' وہ سیدھے راستے سے انحراف کریں تو انھیں معروف کا حکم دیا جائے اور ان کے خلاف خروج و بغاوت سے گریز کیا جائے الا یہ کہ ان سے کفر صریح کا اظہار ہو اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی دنیا و آخرت کی اصلاح کے لیے ان کی صحیح رہنمائی کی جائے' انھیں نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے۔ ② دور حاضر میں امت مسلمہ کی بدحالی کی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص دوسرے کو داؤ لگانے پر لگا ہوا ہے۔ نہ ہم مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ کے خیر خواہ ہیں نہ رسول اللہ ﷺ کے اور نہ ایک دوسرے کے بارے میں ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات ہی رکھتے ہیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو رقیہ تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ] تمیم بن اوس بن خارجہ داری۔ ان کی کنیت ابو رقیہ ہے۔ 9 ہجری میں اسلام قبول کیا۔ نبی ﷺ تک جساسہ کی اطلاع پہنچانے والے بھی یہی چشم و چراغ ہیں۔ بیت المقدس میں سکونت اختیار کی۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ یہ وہ صحابی ہیں جنھوں نے قرآن کریم مکمل حفظ کیا اور پورا ایک رات میں تلاوت کر لیا کرتے تھے۔ ابونعیم کہتے ہیں کہ مساجد میں چراغ روشن کرنے والے سب سے پہلے یہی صحابی ہیں۔ مدینہ کے رہائشی تھے' شام چلے گئے' پھر شہادت عثمان کے بعد بیت المقدس چلے گئے اور 40 ہجری کو فلسطین میں وفات پائی۔ بخاری و مسلم میں ان کی 18 روایات ہیں۔

[١٨٢] اَلثَّانِي: عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ

[182] حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

---

[181] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أن الدين النصيحة، حديث:55.

[182] صحيح البخاري، الإيمان، باب قول النبي ﷺ: الدين النصيحة ...... لله ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم ......، حديث:57، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أن الدين النصيحة، حديث:56.

اللهُ عَنْه قَالَ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے قائم کرنے' زکاۃ کے ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس سے بھی باہم خیر خواہی کی اہمیت واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز اور زکاۃ جیسے اہم ترین فرائض کی طرح صحابہ ؓ سے ایک دوسرے کی خیر خواہی کرنے کی بیعت لیتے تھے۔

[١٨٣] اَلثَّالِثُ: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[183] حضرت انس ؓ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے بھی وہ چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث بھی مسلمانوں کی باہمی خیر خواہی کی فضیلت اور اس کی ترغیب کے بیان میں ہے۔ اگر مسلمان اس حدیث کے مقتضیٰ پر عمل کریں تو مسلمان معاشروں میں جو لوٹ کھسوٹ' رشوت' بد دیانتی' جھوٹ' فریب اور جعل سازی وغیرہ جیسی اخلاقی بیماریاں عام ہیں' یک لخت ختم ہو جائیں۔ ② مسلمانوں کو تو ان کے دین نے بڑے سنہری اصول بتلائے ہیں لیکن بدقسمتی سے مسلمان ان سب سے غافل ہیں اور یوں ذلت اور بداخلاقی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرے ہوئے ہیں۔ هَدَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

[٢٣] بَابُ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

باب:23- نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى ٱلْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ﴾ [آل عمران: ١٠٤]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور تم میں سے ایک گروہ ہونا چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے' نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ﴾ [آل

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم بہترین امت ہو جنھیں لوگوں (کی ہدایت) کے لیے نکالا گیا ہے' تم نیکی کا حکم دیتے اور

[183] صحيح البخاري، الإيمان، باب: من الإيمان أن يحب لأخيه......، حديث: 13، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من خصال الإيمان أن يحب لأخيه المسلم مايحب لنفسه من الخير، حديث: 45.

عمران: ١١٠]

برائی سے روکتے ہو۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَٰهِلِينَ﴾ [الأعراف: ١٩٩]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اے پیغمبر!) عفو و درگزر اختیار کر، نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے اعراض کر۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ﴾ [التوبة: ٧١]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿لُعِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنۢ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُۥدَ وَعِيسَى ٱبْنِ مَرْيَمَ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا۟ وَّكَانُوا۟ يَعْتَدُونَ ○ كَانُوا۟ لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا۟ يَفْعَلُونَ﴾ [المائدة: ٧٨، ٧٩]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل کے کافروں پر حضرت داود اور عیسیٰ ابن مریم ﷺ کی زبانی لعنت کی گئی، یہ اس سبب سے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزر جانے والے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو ان برائیوں سے نہیں روکتے تھے جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے، البتہ بہت برا تھا جو وہ کرتے تھے۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَقُلِ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَآءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ [الكهف: ٢٩]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اے نبی!) کہہ دے! حق تمھارے رب کی طرف سے ہے، چنانچہ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿فَٱصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ﴾ [الحجر: ٩٤].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اے پیغمبر!) جس چیز کا تجھے حکم دیا جاتا ہے اسے کھول کر بیان کر دے۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿أَنجَيْنَا ٱلَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ ٱلسُّوٓءِ وَأَخَذْنَا ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ بِعَذَابٍۭ بَـِٔيسٍۭ بِمَا كَانُوا۟ يَفْسُقُونَ﴾ [الأعراف: ١٦٥]

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ''ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو برائی سے روکتے تھے اور ظالموں کی سخت عذاب کے ساتھ گرفت کی، بہ سبب اس کے جو وہ نافرمانی کرتے تھے۔''

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ.

اس باب میں اور بھی بہت سی آیات ہیں اور معلوم ہیں۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ:

اب متعلقہ احادیث ملاحظہ ہوں:

[١٨٤] فَالْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ

[184] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص تم

[184] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان.....، حديث:49.

يَقُولُ: «مَنْ رَّأَى مِنكُمْ مُّنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

میں سے کسی برائی کو (ہوتے) دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل (روک) دے۔ اگر (ہاتھ سے روکنے کی) طاقت نہیں ہے تو زبان سے (اس کی برائی کو واضح کرے)۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (اسے برا جانے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① دیکھنے سے مطلب ہے' علم میں آنا' چاہے آنکھوں سے دیکھے یا نہ دیکھے۔ اس میں اسلامی معاشرے کو منکرات سے روکنے کے لیے ایک نہایت اہم حکم دیا گیا ہے۔ مسلمان جب تک اس پر عمل کرتے رہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بلاخوف و خطر' کسی ملامت گر کی ملامت سے قطع نظر اور بغیر کسی مفاد کے ادا کرتے رہے' مسلمان معاشرہ بہت سی قباحتوں' برائیوں اور گناہوں سے محفوظ رہا۔ اور جب مسلمانوں نے اس فریضے کو فراموش کر دیا تو ان کا معاشرہ منکرات کے سیلاب بے پناہ کی زد میں آ گیا۔ کاش مسلمان پھر اس فریضے کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہوں تا کہ اس سیلاب کے آگے بند باندھا جا سکے۔ ② انسان کے ایمان کا آخری درجہ یہ ہے کہ اس کے دل میں کم از کم برائی کی قباحت ضرور ہو۔ اگر برائی کی قباحت اور شناعت ہی دل سے نکل جائے تو پھر ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ ③ دورِ حاضر میں نوجوانانِ امت جس بے راہ روی کا شکار ہیں اور فتنوں کی جس قدر بھرمار ہے اس میں اپنے ایمان کو بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے، بالخصوص کالجز اور یونیورسٹیوں میں' کہ انسان دعوت و تبلیغ' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرے۔ اس سے کم از کم وہ خود تو بہکنے سے بچ جائے گا۔

[١٨٥] اَلثَّانِي: عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ نَّبِيٍّ بَعَثَهُ اللهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي، إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ وَأَصْحَابٌ يَّأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ، ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ، يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ، وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ، فَمَنْ جَاهَدَهُم بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[185] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ سے پہلے اللہ نے جو نبی بھی بھیجا' اس کے اس کی امت میں سے حواری اور (مخلص) ساتھی ہوتے جو اس کی سنت پر عمل اور اس کے حکم کی اقتدا کرتے' پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جو ایسی باتیں کہتے جو وہ کرتے نہیں تھے اور کرتے وہ کام تھے جن کا انھیں حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ چنانچہ جو شخص ان سے ہاتھ کے ساتھ جہاد کرے گا' وہ مومن ہے اور جو شخص ان سے دل کے ساتھ جہاد کرے گا' وہ مومن ہے۔ جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے گا' وہ مومن ہے۔ اور اس کے علاوہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان (کا درجہ) نہیں۔'' (مسلم)

[185] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان……، حديث:50.

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ منکرات کے ازالے کا' حسب طاقت' ہر مسلمان ذمہ دار ہے' بلکہ یہ اس کے ایمان کی کسوٹی ہے۔ اگر ایک مسلمان منکر کے ازالے اور خاتمے کے لیے سعی کرتا یا کم از کم اسے برا سمجھتا ہے تو یہ اس کے ایمان کی دلیل ہے اور اگر برائی کو دل میں بھی برائی نہیں سمجھتا تو سمجھ لو کہ اس کا دل ایمان کے کمزور ترین درجے سے بھی محروم ہو گیا ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

[١٨٦] اَلثَّالِثُ: عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَايَعْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ، وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ، وَعَلٰى أَثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَعَلٰى أَنْ لَّا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِّنَ اللهِ تَعَالٰى فِيهِ بُرْهَانٌ، وَعَلٰى أَنْ نَّقُولَ بِالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا، لَا نَخَافُ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[186] ابو ولید عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی اس بات پر بیعت کی کہ ہم تنگی اور آسانی میں' خوشی اور ناگواری (ہر حالت) میں سمع و طاعت کریں گے' اور خواہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے۔ اور اس بات پر کہ ہم اقتدار کے معاملے میں مسلمان حکمرانوں سے نہ لڑیں۔ مگر یہ کہ تم ان میں کفر صریح دیکھو جس پر تمھارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل ہو' اور اس بات پر کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں حق بات کہیں' اللہ کے (دین کے) بارے میں ہم کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈریں۔ (بخاری و مسلم)

[اَلْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ]: بِفَتْحِ مِيمَيْهِمَا: أَيْ: فِي السَّهْلِ وَالصَّعْبِ. وَ[الْأَثَرَةُ]: اَلْاِخْتِصَاصُ بِالْمُشْتَرَكِ، وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُهَا. [بَوَاحًا]: بِفَتْحِ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ بَعْدَهَا وَاوٌ، ثُمَّ أَلِفٌ، ثُمَّ حَاءٌ مُّهْمَلَةٌ: أَيْ ظَاهِرًا لَا يَحْتَمِلُ تَأْوِيلًا.

مَنْشَط اور مَكْرَه دونوں کی ''میم'' پر زبر۔ یعنی آسانی (سہولت) اور سختی (صعوبت) میں۔ اَلْأَثَرَةُ کا مطلب ہے: مشترک چیزوں میں خود ہی مالک بن جانا یا چند مخصوص افراد کو ترجیح دینا اور دوسروں کو ان سے محروم رکھنا۔ اس کا بیان پہلے (بھی) گزر چکا ہے۔ بَوَاحًا: ''بائے موحدہ'' کی زبر کے ساتھ' اس کے بعد ''واؤ'' پھر ''الف'' پھر ''حائے مہملہ''۔ معنی ہیں: ظاہر اور واضح' جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو۔

فوائد و مسائل: ① اس میں اس امر کی تاکید کی گئی ہے کہ مسلم حکمران' فاسق اور ظالم بھی ہوں' تب بھی ان کی اطاعت سے انحراف نہ کیا جائے' اِلّا یہ کہ وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم دیں۔ اس میں اطاعت نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح جب تک ان سے کفر صریح کا اظہار نہ ہو' ان کے خلاف بغاوت نہ کی جائے کیونکہ خروج و بغاوت میں نقصان کا زیادہ امکان ہے۔ ② ہر موقع پر حق کا اظہار ضروری اور دین کے تقاضوں پر عمل کرنا امر لازم ہے' چاہے دنیا کچھ بھی کہے اور سمجھے' تاہم اس میں حکیمانہ طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے۔

[186] صحيح البخاري، الأحكام، باب كيف يبايع الإمام الناس، حديث:7199، وصحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية، حديث:1709 بعد حديث:1840 واللفظ له.

راویٔ حدیث: [حضرت ابوولید عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ] عبادہ بن صامت بن قیس بن اصرم بن فہر۔ کنیت ان کی ابوالولید ہے۔ قبیلۂ خزرج کے ساتھ تعلق تھا جس کی بنا پر سرداران انصار میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ دونوں میں شریک رہے۔ بدری ہیں۔ دوسرے معارک میں بھی شریک رہے۔ خلیفۂ ثانی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو شام میں قاضی اور معلم بنا کر روانہ فرمایا۔ حمص کو اپنا مستقر بنایا' بعد ازیں فلسطین منتقل ہو گئے اور وہیں رملہ کے مقام پر فوت ہوئے۔ بعض کے نزدیک 72 برس کی عمر میں بیت المقدس میں فوت ہوئے۔

[١٨٧] اَلرَّابِعُ: عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَثَلُ الْقَائِمِ فِي حُدُودِ اللهِ، وَالْوَاقِعِ فِيهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا عَلٰى سَفِينَةٍ، فَصَارَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا، فَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِي نَصِيبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَإِنْ تَرَكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِيعًا، وَإِنْ أَخَذُوا عَلٰى أَيْدِيهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيعًا». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[187] حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدود کو قائم کرنے والا ہے اور اس کی جو ان حدوں میں مبتلا ہونے (انھیں پامال کرنے) والا ہے' ان لوگوں کی طرح ہے (جو ایک کشتی پر سوار ہوئے)' انھوں نے کشتی کے اوپر (اور نیچے والے حصوں کے لیے) قرعہ اندازی کی۔ چنانچہ ان میں سے بعض اس کی بالائی منزل پر اور بعض نچلی منزل پر بیٹھ گئے۔ نچلی منزل والوں کو جب پانی لینے کی طلب ہوتی تو وہ اوپر آتے اور بالا نشینوں پر سے گزرتے (جو انھیں ناگوار گزرتا)۔ چنانچہ نچلی منزل والوں نے سوچا کہ اگر ہم اپنے (نچلے) حصے میں سوراخ کر لیں (تاکہ اوپر جانے کی بجائے' سوراخ ہی سے پانی لے لیں) اور اپنے اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں (تو کیا اچھا ہو)۔ اور اوپر والے نیچے والوں کو ان کے اس ارادے سمیت چھوڑ دیں (انھیں سوراخ کرنے سے نہ روکیں اور وہ سوراخ کر لیں) تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے (کیونکہ سوراخ کے ہوتے ہی ساری کشتی میں پانی جمع ہو جائے گا جس سے کشتی تمام مسافروں سمیت غرق آب ہو جائے گی)۔ اور اگر وہ ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیں گے (سوراخ نہیں کرنے دیں گے) تو وہ خود بھی اور دوسرے تمام مسافر بھی بچ جائیں گے۔''

(بخاری)

[اَلْقَائِمُ فِي حُدُودِ اللهِ تَعَالٰى]، مَعْنَاهُ: اَلْمُنْكِرُ

اللہ کی حدوں کو قائم کرنے والے کا مطلب ہے: اللہ کی

[187] صحيح البخاري، الشركة، باب هل يقرع في القسمة ....، حديث: 2493.

لَهَا، اَلْقَائِمُ فِي دَفْعِهَا وَإِزَالَتِهَا، وَالْمُرَادُ [بِالْحُدُودِ]: مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ. [اِسْتَهَمُوا]: اِقْتَرَعُوا.

منع کی ہوئی چیزوں کا انکار کرنے والا اور ان کے ازالہ ورفع کی کوشش کرنے والا۔ حُدُود سے مراد ہے: اللہ کی منع کردہ چیزیں۔ اِسْتَہَمُوا کے معنی ہیں: انھوں نے قرعہ اندازی کی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی معاشرے میں منکرات کے ارتکاب کے نتائج، مرتکبین کی ذات تک محدود نہیں رہتے بلکہ ان کے اثرات بد پورے معاشرے کو بھگتنے پڑتے ہیں' اس لیے معاشرے کو تباہی سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ فسق و فجور کا ارتکاب کرنے والوں کو اللہ کی نافرمانی کرنے سے روکا جائے۔ اگر ایسا نہیں کیا جائے گا تو سارا معاشرہ عذاب الٰہی کی گرفت میں آ سکتا ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما] نعمان بن بشیر بن ثعلبہ بن سعد بن خلاس انصاری' خزرجی۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ ان کے والد اور والدہ دونوں شرف صحابیت سے بہرہ ور ہیں۔ ہجرت کے 14 ویں ماہ پیدا ہوئے اور انصارِ مدینہ میں سے ہونے کی وجہ سے انصاری اور مدنی کہلائے۔ شام میں رہائش پذیر رہے۔ معاویہ کی طرف سے انھیں پہلے کوفے کا' پھر بعد میں حمص کا والی اور گورنر مقرر کیا گیا۔ 64 ہجری میں راہط کے دن خالد بن خلی کلاعی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ کتب احادیث میں ان کی مرویات کی تعداد 114 بتائی جاتی ہے۔

[١٨٨] اَلْخَامِسُ: عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ سَلَمَةَ هِنْدٍ بِنْتِ أَبِي أُمَيَّةَ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «إِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ، فَتَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ، فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ، وَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ، وَلٰكِنْ مَّنْ رَضِيَ وَتَابَعَ»، قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! أَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: «لَا، مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[188] ام المومنین حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ حذیفہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً تم پر عنقریب ایسے لوگ حکمران بنائے جائیں گے جن (کے کچھ کاموں) کو تم پسند کرو گے اور کچھ کو ناپسند۔ چنانچہ جس نے (ان کے برے کاموں کو) برا سمجھا' وہ بری ہو گیا' جس نے انکار کیا (نقد کیا) وہ بچ گیا' لیکن جو راضی ہوا اور ان کی پیروی کی (وہ ہلاک ہو گیا)۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ایسے حکمرانوں سے قتال نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں' جب تک وہ تمھارے اندر نماز کو قائم رکھیں۔'' (مسلم)

مَعْنَاهُ: مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهِ وَلَمْ يَسْتَطِعْ إِنْكَارًا بِيَدٍ وَلَا لِسَانٍ، فَقَدْ بَرِئَ مِنَ الْإِثْمِ، وَأَدّٰى وَظِيفَتَهُ، وَمَنْ أَنْكَرَ بِحَسَبِ طَاقَتِهِ فَقَدْ سَلِمَ مِنْ هٰذِهِ الْمَعْصِيَةِ، وَمَنْ رَضِيَ بِفِعْلِهِمْ وَتَابَعَهُمْ، فَهُوَ الْعَاصِي.

اس کے معنی ہیں: جس نے دل سے برا سمجھا اور اس کے پاس ہاتھ یا زبان سے انکار کی طاقت نہیں تھی' تو وہ گناہ سے بری ہو گیا اور اپنا فرض ادا کر دیا۔ اور جس نے اپنی طاقت کے مطابق انکار کیا' وہ اس معصیت سے بچ گیا اور جو ان

[188] صحیح مسلم، الإمارة، باب وجوب الإنكار على الأمراء فيما يخالف الشرع..... حديث: 1854.

کے فعل پر راضی ہوا اور ان کی متابعت کی تو وہ گناہ گار ہے۔

فوائد و مسائل: ① مسلم حکمرانوں کی اطاعت کو نماز کے ساتھ مشروط کر کے اس امر کی وضاحت فرما دی کہ نماز ہی کفر اور اسلام کے درمیان فرق کرنے والی چیز ہے۔ ② اگر طاقت ہو تو حکمرانوں کو برائی سے ضرور روکے، بصورت دیگر دل سے برا جانے۔ برائی میں ان کے ساتھ شرکت و رضا مندی نہایت خطرناک ہے۔ اس لحاظ سے آج کل سیاسی پارٹیوں میں شرکت بہت خطرناک معاملہ ہے کیونکہ یہ پارٹیاں جب اقتدار میں آتی ہیں تو پارٹی ممبران کو ان کے ہر اچھے برے کام میں ان کی ہمنوائی اور متابعت کرنی پڑتی ہے۔

[١٨٩] اَلسَّادِسُ: عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ الْحَكَمِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَقُولُ: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهِ». - وَحَلَّقَ بِأُصْبُعَيْهِ الْإِبْهَامِ وَالَّتِي تَلِيهَا -، فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ!؟ قَالَ: «نَعَمْ، إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[189] ام المومنین ام حکم زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ (ایک روز) ان کے پاس بڑے گھبرائے ہوئے تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی زبان پر یہ کلمات تھے: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عربوں کے لیے اس شر کی وجہ سے ہلاکت ہے جو قریب آ گیا ہے۔ آج یاجوج و ماجوج کی دیوار سے اتنا حصہ کھول دیا گیا ہے۔'' اور آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں (انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی) سے حلقہ بنا کر دکھایا۔ میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے جب کہ ہمارے اندر نیک لوگ بھی ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں جب برائی عام ہو جائے (تو پھر نیک بھی بدوں کی صف میں شمار کر لیے جاتے ہیں)۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں بھی فسق و فجور اور معصیت کی نحوست کا بیان ہے کہ جب برائی اور معصیت عام ہو جائے تو پھر بعض نیک لوگوں کے باوجود اس قوم کو ہلاک کر دیا جاتا ہے، تاہم نیک لوگوں نے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ سرانجام دیا ہوگا تو قیامت والے دن، یہ برائی کا ارتکاب کرنے والوں سے الگ ہوں گے۔ اس میں انکار علی المعاصی کی ترغیب ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ام الحکم زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا] ام المومنین، ام الحکم زینب بنت جحش بن رئاب الأسدیہ۔ اسد خزیمہ میں سے ہیں۔ ہر قسم کی توصیف و تعریف سے مستغنی ہیں۔ زید بن حارثہ کی زوجیت میں تھیں ان کا نام ''برہ'' تھا۔ انھیں زید نے طلاق دے دی تو نبی ﷺ نے ان کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اور ان کا نام زینب تجویز کیا۔ 20 ہجری کو فوت ہوئیں۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے 11 حدیثیں روایت کی ہیں۔

[189] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قصة يأجوج ومأجوج......، حديث:3346، وصحيح مسلم، الفتن و أشراط الساعة، باب اقتراب الفتن وفتح ردم يأجوج ومأجوج، حديث:2880.

[١٩٠] اَلسَّابِعُ: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ فِي الطُّرُقَاتِ»، فَقَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ! مَا لَنَا مِنْ مَّجَالِسِنَا بُدٌّ، نَتَحَدَّثُ فِيهَا! فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجْلِسَ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ»، قَالُوا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ يَارَسُولَ اللّٰهِ!؟ قَالَ: «غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذٰى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[190] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔'' صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے ان مجلسوں کے بغیر چارہ نہیں' ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم نے وہاں ضرور بیٹھنا ہی ہے تو تم راستے کو اس کا حق دو۔'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! راستے کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نگاہیں نیچی رکھنا' تکلیف دہ چیزیں راستے سے ہٹا دینا (یا خود تکلیف پہنچانے سے باز رہنا) سلام کا جواب دینا' نیکی کی تلقین کرنا اور برائی سے روکنا۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ عام راستے اور سڑکیں جو لوگوں کی گزرگاہیں ہوں' ان پر ایسے انداز سے بیٹھنا کہ جن سے آنے جانے والے مردوں اور عورتوں کو تکلیف ہو' جائز نہیں ہے اور جب صرف بیٹھنا ہی جائز نہیں ہے تو پھر ان پر تجاوزات قائم کر کے یا شادی بیاہ کے موقعوں پر ان کو بند کر کے ہزاروں لوگوں کو پریشان کرنا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے جو بدقسمتی سے ہمارے ملک میں عام ہے۔ ② تاہم اگر ایسا کرنا ناگزیر ہو تو پھر مذکورہ آداب و شرائط کے ساتھ اس کا جواز ہوگا۔ اس کے مزید کچھ اور آداب دیگر احادیث میں بیان کیے گئے ہیں' مثلاً: اچھی گفتگو کرنا' کوئی زیادہ بوجھ لادے ہوئے جا رہا ہو تو اس کی مدد کرنا' مظلوم اور مصیبت زدہ کے ساتھ تعاون کرنا' بھٹکے ہوئے کی رہنمائی کرنا' چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا وغیرہ۔

[١٩١] اَلثَّامِنُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ رَأٰى خَاتَمًا مِّنْ ذَهَبٍ فِي يَدِ رَجُلٍ، فَنَزَعَهُ فَطَرَحَهُ وَقَالَ: «يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلٰى جَمْرَةٍ مِّنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِي يَدِهِ!». فَقِيلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: خُذْ خَاتَمَكَ، اِنْتَفِعْ بِهِ، قَالَ: لَا، وَاللّٰهِ! لَا آخُذُهُ أَبَدًا، وَقَدْ طَرَحَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[191] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ نے اسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا: ''تم میں سے ایک شخص آگ کے انگارے کا ارادہ کرتا ہے اور اسے اپنے ہاتھ میں رکھ لیتا ہے!'' (آپ ﷺ نے اس انگوٹھی کو انگارہ قرار دیا جو ہاتھ میں رکھا گیا۔) رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد اس آدمی سے کہا گیا: اپنی انگوٹھی پکڑ لو اور اس

[190] صحيح البخاري- الاستئذان، باب قول الله تعالى: ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا......﴾، حديث:6229، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب النهي عن الجلوس في الطرقات......، حديث:2121.

[191] صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم خاتم الذهب على الرّجال......، حديث:2090.

(کو بیچ کر اس) سے فائدہ اٹھا لو! اس نے جواب دیا: نہیں' اللہ کی قسم! میں اس چیز کو کبھی نہیں لوں گا جسے رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ مَردوں کے لیے جس طرح سونے کا زیور حرام ہے' اسی طرح ایک انگوٹھی پہننا بھی حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ لیکن بدقسمتی سے آج کل منگنی کی خود ساختہ رسم میں مردوں کو سونے کی انگوٹھی دینے کا عام رواج ہے اور مرد اسے بڑے فخر سے پہنتے ہیں۔ یہ رواج نہایت خطرناک ہے' اسے بالکل ختم کر دینا چاہیے۔ اول تو منگنی کے موقع پر لینے دینے اور بڑی بڑی دعوتوں کا اہتمام خواہ مخواہ کا بوجھ اور تکلف ہے جو شرعاً محل نظر ہے' پھر حرام چیزوں کا لینا دینا تو اس پر مزید ظلم اور بنائے فاسد علی الفاسد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مسلمان قوم کو ہدایت نصیب فرمائے۔ ② اس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبۂ اطاعت رسول کا جو نمونہ ہے' وہ بھی بے مثال ہے۔

[۱۹۲] اَلتَّاسِعُ: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ، أَنَّ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، دَخَلَ عَلٰى عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زِيَادٍ، فَقَالَ: أَيْ بُنَيَّ! إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، يَقُولُ: «إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ»، فَإِيَّاكَ أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ! فَقَالَ لَهُ: اِجْلِسْ، فَإِنَّمَا أَنْتَ مِنْ نُخَالَةِ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ، فَقَالَ: وَهَلْ كَانَتْ لَهُمْ نُخَالَةٌ!؟ إِنَّمَا كَانَتِ النُّخَالَةُ بَعْدَهُمْ وَفِي غَيْرِهِمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[192] حضرت ابوسعید حسن بصری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ' عبیداللہ بن زیاد کے پاس گئے اور فرمایا: اے بیٹے! بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "وہ حکمران سب سے بدتر ہیں جو اپنی رعایا پر سختی کرتے ہیں۔" تو ان میں سے ہونے سے بچ! اس نے ان سے کہا: آپ بیٹھیے' آپ تو اصحاب رسول کا بھوسا (چھان بورا) ہیں۔ انھوں نے فرمایا: کیا اصحاب رسول میں بھی ایسے لوگ ہیں جنھیں بھوسا کہا جا سکے؟ (نہیں' بلکہ) بھوسا تو وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد ہوں گے اور ان کے علاوہ ہیں۔ (مسلم)

فائدہ: اس میں صحابیٔ رسول حضرت عائذ رضی اللہ عنہ کی جرأت اور حق گوئی کا ایک نمونہ ہے جس کا اظہار انھوں نے بصرہ کے گورنر عبیداللہ بن زیاد کے سامنے کیا جو ظالم قسم کا حاکم تھا۔ اس نے ان کی صاف گوئی سے ناراض ہو کر ان کا استخفاف کیا' جس پر انھوں نے پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شان اور ان کی عظمت و فضیلت بیان فرمائی کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا کم تر نہیں جسے بھوسا کہا جا سکے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوسعید حسن بصری رحمہ اللہ] ابوسعید حسن بن یسار بصری۔ یہ کبار تابعین میں سے ہیں۔ اپنے دور میں اہل بصرہ کے امام اور اپنے زمانے کے حبر الأمہ تھے۔ یہ فصحاء' فقہاء اور بہادر ترین علماء میں سے تھے۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی پرورش میں رہے اور کڑیل جوان بنے۔ بصرہ میں رہائش پذیر رہے اور بصرہ ہی میں 110 ہجری کو فوت ہو گئے۔

[192] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل.....، حديث:1830.

[حضرت ابوہبیرہ عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ عنہ] عائذ بن عمرو بن ہلال بن عبید بن یزید۔ ابوہبیرہ کنیت ہے۔ قبیلۂ مزینہ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے مزنی کہلاتے ہیں۔ نہایت صالح، نیک ترین اور پاکباز صحابہ میں سے ہیں۔ یہ اصحاب شجرہ میں سے ہیں، یعنی جنھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ یزید بن معاویہ کے دور میں عبیداللہ بن زیاد کی حکومت کے وقت وفات پائی۔ مرتے وقت وصیت کی کہ میری نمازِ جنازہ ابوبرزہ اسلمی پڑھائیں۔

[١٩٣] اَلْعَاشِرُ: عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِّنْهُ، ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[193] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم کرو اور ضرور برائی سے روکو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے کوئی عذاب بھیج دے، پھر تم اس سے دعائیں کرو گے لیکن وہ قبول نہیں کی جائیں گی۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کرنے سے ایک تو اللہ کے عذاب کا اندیشہ ہے اور دوسرا دعاؤں کی عدم قبولیت کا۔

[١٩٤] اَلْحَادِي عَشَرَ: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[194] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''سب سے زیادہ فضیلت والا جہاد، ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: جہاد کے مراتب ہیں، نیکی کا حکم دینا بھی جہاد ہے اور افضل الجہاد ظالم حکمرانوں کو اللہ کا پیغام سنانا ہے اور اسی طرح اگر کوئی سماج یا معاشرہ کسی برائی میں اس طرح ڈوب جائے کہ اس کے خلاف لب کشائی کی کسی کو ہمت نہ ہو تو اس برائی کے خلاف آواز بلند کرنا بھی افضل الجہاد ہو سکتا ہے۔

[١٩٥] اَلثَّانِي عَشَرَ: عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ طَارِقِ ابْنِ شِهَابٍ الْبَجَلِيِّ الْأَحْمَسِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ، - وَقَدْ وَضَعَ رِجْلَهُ فِي

[195] ابوعبداللہ طارق بن شہاب بجلی احمسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے اس وقت سوال کیا جب آپ اپنا قدم مبارک (اپنی سواری کے) رکاب پر رکھ

[193] جامع الترمذي، الفتن،...... باب ماجاء في الأمر بالمعروف...... حديث:2169.

[194] سنن أبي داود، الملاحم، باب الأمر والنهي، حديث:4344، وجامع الترمذي، الفتن......، باب ماجاء في أفضل الجهاد......، حديث:2174.

[195] سنن النسائي، البيعة، فضل من تكلّم بالحق عند إمام جائر، حديث:4214.

الْغَرْزِ - : أَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ؟ قَالَ : «كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ» . رَوَاهُ النَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ .

چکے تھے (اس نے کہا:) کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا۔'' (اسے نسائی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

[اَلْغَرْزُ] بِغَيْنٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوحَةٍ ثُمَّ رَاءٍ سَاكِنَةٍ ثُمَّ زَايٍ، وَهُوَ رِكَابُ كَوْرِ الْجَمَلِ إِذَا كَانَ مِنْ جِلْدٍ أَوْ خَشَبٍ. وَقِيلَ: لَا يَخْتَصُّ بِجِلْدٍ وَّخَشَبٍ.

اَلْغَرْزُ: ''غین'' پر زبر' پھر ''را'' ساکن' پھر ''زا''۔ معنی ہیں: اونٹ کے پیچ کی رکاب' جب وہ چمڑے یا لکڑی کی ہو۔ اور بعض کے نزدیک (یہ عام ہے) چمڑے اور لکڑی کے ساتھ خاص نہیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوعبداللہ طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ] طارق بن شہاب بن عبدشمس بن سلمہ۔ کنیت ان کی ابوعبداللہ ہے۔ غازی صحابۂ کرام میں شمار ہوتے ہیں۔ نبی ﷺ کی زیارت تو کی لیکن آپ ﷺ سے کچھ سن نہیں سکے۔ کوفہ میں رہنے کی وجہ سے کوفی' قبیلہ بجیلہ سے تعلق کی بنا پر بجلی کہلاتے ہیں۔ ان کی ایک نسبت احمسی بھی ہے۔ شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کے دور میں 33 یا 34 غزوات میں شرکت کی۔ خلفائے اربعہ کے علاوہ دیگر صحابہ سے بھی روایات بیان کرتے ہیں۔ 83 ہجری کو فوت ہوئے۔

[١٩٦] اَلثَّالِثَ عَشَرَ: عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ كَانَ الرَّجُلُ يَلْقَى الرَّجُلَ فَيَقُولُ: يَاهٰذَا! اِتَّقِ اللهَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ، فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَكَ، ثُمَّ يَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ وَهُوَ عَلٰى حَالِهِ، فَلَا يَمْنَعُهُ ذٰلِكَ أَنْ يَكُونَ أَكِيلَهُ وَشَرِيبَهُ وَقَعِيدَهُ، فَلَمَّا فَعَلُوا ذٰلِكَ ضَرَبَ اللهُ قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ»، ثُمَّ قَالَ: ﴿لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ○ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ○ تَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ

[196] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(دین میں) سب سے پہلی کوتاہی جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوئی' وہ یہ تھی کہ آدمی دوسرے آدمی سے ملتا اور اس سے کہتا: اے شخص! اللہ سے ڈر اور جو کام تو کرتا ہے اسے چھوڑ دے' اس لیے کہ وہ تیرے لیے حلال نہیں ہے' پھر جب کل (دوبارہ) اس سے ملتا جب کہ وہ اسی حال پر ہوتا تو اس کا یہ (گناہ پر اصرار) اسے اس کا ہم نوالہ' ہم پیالہ اور ہم مجلس بننے سے نہ روکتا (جب کہ گناہ پر اصرار کا تقاضا تھا کہ وہ اس کے ساتھ کھانے پینے اور ہم نشینی سے گریز کرتا۔) چنانچہ جب انھوں نے ایسا کیا (یعنی یہ کوتاہی عام ہوگئی) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو یکساں کر دیا۔'' پھر نبی ﷺ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ ...... وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ''بنی اسرائیل کے

[196] ضعيف- سنن أبي داود، الملاحم، باب الأمر والنهي، حديث:4336، 4337، وجامع الترمذي، تفسير القرآن...... ومن سورة المائدة، حديث:3047، 3048.

كَفَرُواْ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿فَٰسِقُونَ﴾ [المائدة: ٧٨-٨١] ثُمَّ قَالَ: «كَلَّا، وَاللهِ! لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلَتَأْخُذُنَّ عَلَى يَدِ الظَّالِمِ، وَلَتَأْطِرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا، وَلَتَقْصُرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ قَصْرًا، أَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللهُ بِقُلُوبِ بَعْضِكُمْ عَلَى بَعْضٍ، ثُمَّ لَيَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ. هٰذَا لَفْظُ أَبِي دَاوُدَ.

کافروں پر حضرت داود اور عیسیٰ ﷤ کی زبانی لعنت کی گئی۔ یہ اس سبب سے جو انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزر جانے والے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو برائی سے نہیں روکتے تھے کہ انھوں نے وہ خود کی ہوتی تھی' یقیناً بہت برا ہے جو وہ کرتے تھے۔ تو ان میں سے اکثر لوگوں کو دیکھے گا کہ یہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں' بہت برا ہے جو ان کے نفسوں نے ان کے لیے آگے بھیجا کہ اللہ ان سے ناراض ہو گیا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں۔ اور اگر ایسا ہوتا کہ وہ اللہ پر اور اس کے نبی پر ایمان لے آتے اور اس پر ایمان لاتے جو اس کی طرف نازل کیا گیا' تو ان (کافروں) کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں سے زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں۔'' پھر فرمایا: ''خبردار اللہ کی قسم! تم ضرور نیکی کا حکم کرو اور ضرور برائی سے روکو' اور ضرور ظالم کا ہاتھ پکڑو اور انھیں زبردستی (خوب کوشش کر کے) حق کی طرف موڑو اور انھیں حق پر مجبور کرو' ورنہ اللہ تعالیٰ تم سب کے دلوں کو یکساں کر دے گا' پھر تم پر لعنت کرے گا جیسے ان پر لعنت کی۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ یہ الفاظ ابوداود کے ہیں)

وَلَفْظُ التِّرْمِذِيِّ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَمَّا وَقَعَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ فِي الْمَعَاصِي نَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوا، فَجَالَسُوهُمْ فِي مَجَالِسِهِمْ وَ وَاكَلُوهُمْ وَشَارَبُوهُمْ، فَضَرَبَ اللهُ قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ، وَلَعَنَهُمْ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ». فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، - وَكَانَ مُتَّكِئًا -، فَقَالَ: «لَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! حَتَّى تَأْطِرُوهُمْ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا».

ترمذی کے الفاظ ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہو گئے تو انھیں ان کے علماء نے روکا' لیکن وہ باز نہیں آئے۔ تو وہ علماء بھی ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگ گئے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے۔ چنانچہ اللہ نے ان کے دلوں کو یکساں کر دیا اور ان پر حضرت داود اور عیسیٰ ﷤ کی زبانی لعنت فرمائی' یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزر جانے والے تھے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے جب کہ (اس سے پہلے) آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے' اور فرمایا: ''نہیں' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (تمھاری نجات نہیں) یہاں تک کہ تم

انھیں (کوشش کر کے) حق کی طرف موڑو۔"

قَوْلُهُ: [تَأْطِرُوهُمْ] أَيْ: تَعْطِفُوهُمْ. وَ[لَتَقْصُرُنَّهُ] أَيْ: لَتَحْبِسُنَّهُ.

تَأْطِرُوهُمْ کے معنی ہیں: انھیں موڑو اور وَلَتَقْصُرُنَّهُ کا مطلب ہے: انھیں روکو، مجبور کرو۔

فائدہ: مذکورہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ علماء کا منصب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو برائیوں سے روکتے رہیں اور اگر وہ باز نہ آئیں تو ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے سے گریز کریں کہ یہ دینی اور ایمانی غیرت کا تقاضا ہے۔ اگر وہ اس غیرت کا مظاہرہ نہیں کریں گے تو وہ بھی نافرمانوں کی طرح ملعون قرار پائیں گے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

[١٩٧] اَلرَّابِعَ عَشَرَ: عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ تَقْرَأُونَ هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا ٱهْتَدَيْتُمْ﴾ [اَلْمَائدة: ١٠٥] وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، يَقُولُ: «إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلٰى يَدَيْهِ، أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ بِعِقَابٍ مِّنْهُ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَالنَّسَائِيُّ بِأَسَانِيدَ صَحِيحَةٍ.

[197] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو: ﴿يَٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ ...... مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ "اے ایمان والو! تم پر اپنی جانوں کی فکر لازم ہے، جب تم خود ہدایت پر ہو گے تو گمراہ لوگ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔" اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "لوگ جب ظالم کو (ظلم کرتے ہوئے) دیکھیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں (یعنی ظلم سے نہ روکیں) تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔" (اسے ابوداود، ترمذی اور نسائی نے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ تم آیت کا مفہوم یہ سمجھتے ہو کہ جب انسان خود راہ راست پر ہو تو اس کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ دوسروں کی گمراہی اور معصیت کاری سے اسے کوئی اندیشہ ہے نہ اس سے اس کی بابت باز پرس ہوگی۔ یوں گویا امت مسلمہ زمین میں شریعت الٰہیہ کے نفاذ کی ذمے دار نہیں ہے، صرف اپنی ذات کی اصلاح کی مکلف ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث مذکور بیان فرما کر اس مفہوم کی تردید فرمائی جس سے یہ واضح ہوا کہ حتی الامکان برائی کو روکنا امت کی ذمے داری اور ہر ہر فرد کا منصب ہے، حتی کہ قدرت رکھتے ہوئے ہاتھ سے یا زبان سے نہ روکنا اللہ کے عتاب و غضب کا باعث ہے۔ ② آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے: اے ایمان والو! اپنے آپ کو سنبھال کر رکھو کہیں گمراہ لوگوں کی گمراہی کا تم پر بھی اثر نہ ہو جائے اور تم

---

[197] سنن أبي داود، الملاحم، باب الأمر والنهي، حديث:4338، وجامع الترمذي، الفتن، باب ماجاء في نزول العذاب إذا لم يغير المنكر، حديث:2168، و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب: قوله تعالى: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ......﴾: 399,338/6، حديث:11157.

ہدایت کے بعد دوبارہ گمراہ نہ ہو جاؤ اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ گمراہ لوگوں کو مسلسل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ تم خود ان سے متاثر ہو جاؤ گے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کر کے اس آیت کا اصل مفہوم واضح فرما دیا۔

[٢٤] بَابُ تَغْلِيظِ عُقُوبَةِ مَنْ أَمَرَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهَى عَنْ مُنْكَرٍ وَخَالَفَ قَوْلُهُ فِعْلَهُ

باب: 24- اس بات کا بیان کہ جو شخص نیکی کا حکم دے یا برائی سے روکے لیکن اس کا اپنا قول اس کے فعل کے مخالف ہو تو اس کی بڑی سخت سزا ہے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ [البقرة: ٤٤]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو؟ کیا پس تم سمجھتے نہیں؟''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ [الصف: ٢، ٣]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو؟ اللہ کے ہاں یہ بات بڑی ناراضی والی ہے کہ تم وہ باتیں کہو جو تم نہ کرو۔''

وَقَالَ تَعَالَى إِخْبَارًا عَنْ شُعَيْبٍ ﷺ: ﴿وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ﴾ [هود: ٨٨].

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کا یہ قول نقل فرمایا: ''میں نہیں چاہتا کہ میں تمھیں جس چیز سے روکتا ہوں، میں خود وہ کر کے تمھاری مخالفت کروں۔''

[١٩٨] وَعَنْ أَبِي زَيْدٍ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: **«يُؤْتَى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُ بَطْنِهِ، فَيَدُورُ بِهَا كَمَا يَدُورُ الْحِمَارُ فِي الرَّحَا، فَيَجْتَمِعُ إِلَيْهِ أَهْلُ النَّارِ فَيَقُولُونَ: يَا فُلَانُ! مَالَكَ؟ أَلَمْ تَكُ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ فَيَقُولُ: بَلَى كُنْتُ آمُرُ**

[198] حضرت ابوزید اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت والے دن آدمی لایا جائے گا اور آگ میں ڈال دیا جائے گا، تو اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی، وہ انھیں لے کر ایسے گھومے گا جیسے گدھا چکی میں گھومتا ہے۔ چنانچہ اس کے گرد جہنمی جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے: اے فلاں! تجھے کیا ہوا ہے؟ کیا تو نیکی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائی سے نہیں روکتا

[198] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة النار وأنها مخلوقة، حديث:3267، وصحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب عقوبة من يأمر بالمعروف ولا يفعله.....، حديث:2989 واللفظ له.

بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ، وَأَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تھا؟ وہ کہے گا: ہاں' یقیناً (میں وہی ہوں) لیکن (میرا حال یہ رہا کہ) میں لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود (وہ نیکی) نہیں کرتا تھا اور دوسروں کو تو برائی سے روکتا تھا لیکن خود اس کا ارتکاب کرتا تھا۔'' (بخاری و مسلم)

قَوْلُهُ: [تَنْدَلِقُ]: هُوَ بِالدَّالِ الْمُهْمَلَةِ، وَمَعْنَاهُ: تَخْرُجُ. وَ[الْأَقْتَابُ]: اَلْأَمْعَاءُ، وَاحِدُهَا قِتْبٌ.

تَنْدَلِقُ: ''دال'' کے ساتھ۔ معنی ہیں: نکل آئیں گی۔ أَقْتَابٌ: قِتْبٌ کی جمع ہے۔ معنی ہیں: انتڑیاں۔

فوائد ومسائل: ① اس میں علماء و داعیان حق اور مصلحین امت کے لیے سخت تنبیہ ہے جن کا اپنا عمل اس وعظ و نصیحت کے خلاف ہوتا ہے جو اسٹیج پر اور منبر و محراب پر وہ لوگوں کو کرتے ہیں۔ ② اس حدیث میں والدین' اساتذہ' پیروں فقیروں اور مذہبی و سیاسی لیڈروں کے لیے بھی انتباہ ہے جو دوسروں کو اچھی باتیں کہتے ہیں مگر خود ان پر عمل نہیں کرتے۔

[۲۵] بَابُ الْأَمْرِ بِأَدَاءِ الْأَمَانَةِ

باب:25- ادائے امانت کے حکم کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ [النساء: ٥٨]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں' امانت والوں کو ادا کرو۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا﴾ [الأحزاب: ٧٢].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم نے امانت کو آسمانوں' زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا' چنانچہ انھوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا' بے شک وہ بڑا ظالم اور سخت نادان ہے۔''

فائدۂ آیات: اس آیت میں امانت سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکامات امر و نہی ہیں' اس لحاظ سے شریعت تمام کی تمام امانت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں میں خاص شعور و ادراک پیدا کیا ہے جس کی بنا پر وہ پیش کردہ امر کو اٹھانے سے ڈر گئے۔ جس طرح حدیث میں اس تنے کے رونے کا واقعہ آتا ہے جس پر ٹیک لگا کر رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اب اس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

[۱۹۹] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، قَالَ: «آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا

[199] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے' بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب

[199] صحيح البخاري، الإيمان، باب علامة المنافق، حديث:33، وصحيح مسلم، الإيمان، باب خصال المنافق، حديث:59.

حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وہ بات کرے تو جھوٹ بولے' جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: «وَإِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ».

اور ایک روایت میں ہے: ''اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے (پھر بھی وہ منافق ہے)۔''

فوائد ومسائل: ① منافق وہ ہے جو زبان سے اہل اسلام کے سامنے اسلام کا اظہار کرے لیکن دل میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بغض وعناد رکھے۔ یہ نفاق' کفر بلکہ کفر سے بھی بڑھ کر ہے' اسی لیے قرآن میں کہا گیا ہے: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء4:145) ''منافقین جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔'' یہ منافقین نبی ﷺ کے زمانے میں تھے جن کا علم آپ کو بذریعۂ وحی دیا گیا تھا۔ اب ایسے منافقین کا پہچاننا نہایت مشکل ہے' اس لیے اب کسی کو منافق قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس اعتقادی نفاق کا علم اب تقریباً ناممکن ہے۔ البتہ نفاق عملی' مسلمانوں میں عام ہے' یعنی منافقین کے طور طریقے' جو حدیث میں بیان کیے گئے' مسلمانوں نے اپنا لیے ہیں۔ ② ان اطوار کو منافقین کی صفات اس لیے بتلایا گیا ہے کہ عام طور پر یہ صفات انھی میں پائی جاتی تھیں' تاہم یہ عملی نفاق' کفر نہیں ہے جیسا کہ اعتقادی نفاق کفر ہے۔ لیکن یہ بھی بہت خطرناک ہے جس سے بچنا چاہیے۔

[٢٠٠] وَعَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، حَدِيثَيْنِ قَدْ رَأَيْتُ أَحَدَهُمَا، وَأَنَا أَنْتَظِرُ الْآخَرَ: حَدَّثَنَا أَنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي جَذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ، ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْآنُ فَعَلِمُوا مِنَ الْقُرْآنِ، وَعَلِمُوا مِنَ السُّنَّةِ، ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِ الْأَمَانَةِ فَقَالَ: «يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ، فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ، ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ، فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ أَثَرِ الْمَجْلِ، كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلٰى رِجْلِكَ، فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ» - ثُمَّ أَخَذَ حَصَاةً فَدَحْرَجَهَا عَلٰى رِجْلِهِ - «فَيُصْبِحُ النَّاسُ

[200] حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دو حدیثیں (باتیں) بیان فرمائیں۔ ان میں سے ایک کو میں نے دیکھ لیا ہے اور دوسری کا میں انتظار کر رہا ہوں۔ آپ نے ہم سے بیان فرمایا تھا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ (گہرائی) میں اتری (یعنی اسے فطرت کا حصہ بنایا) پھر قرآن نازل ہوا اور انھوں نے قرآن اور سنت کو جانا۔ پھر آپ نے ہم سے بیان کیا کہ امانت اٹھ جائے گی' آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اس طرح کہ) آدمی سوئے گا اور امانت اس کے دل سے قبض کر لی (اٹھا لی) جائے گی' اس کا اثر ایک معمولی نشان کی طرح باقی رہ جائے گا' پھر وہ سوئے گا اور امانت اس کے دل سے اٹھا لی جائے گی' اس کا اثر آبلے کی مانند باقی رہ جائے گا' جیسے ایک انگارہ ہو جسے تو

[200] صحيح البخاري، الرقاق، باب رفع الأمانة، حديث:6497، وصحيح مسلم، الإيمان، باب رفع الأمانة ...... حديث:143، واللفظ له.

يَتَبَايَعُونَ، فَلَا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ حَتّٰى يُقَالَ: إِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَجُلًا أَمِينًا، حَتّٰى يُقَالَ لِلرَّجُلِ: مَا أَجْلَدَهُ! مَا أَظْرَفَهُ! مَا أَعْقَلَهُ! وَمَا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ إِيمَانٍ». وَلَقَدْ أَتٰى عَلَيَّ زَمَانٌ وَمَا أُبَالِي أَيُّكُمْ بَايَعْتُ، لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ دِينُهُ، وَلَئِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا أَوْ يَهُودِيًّا لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ سَاعِيهِ، وَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ أُبَايِعُ مِنْكُمْ إِلَّا فُلَانًا وَّفُلَانًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اپنے پیر پر لڑھکائے تو اس سے چھالہ نمودار ہو جائے' چنانچہ تو اسے ابھرا ہوا تو دیکھتا ہے لیکن اس میں کوئی چیز نہیں ہوتی۔'' پھر آپ ﷺ نے ایک کنکری لی (اور مثال سمجھانے کے لیے) اسے پیر پر لڑھکایا۔ ''لوگ صبح کے وقت باہم خرید و فروخت کرتے ہوں گے' ان میں سے کوئی امانت ادا کرنے کے قریب بھی نہ پھٹکتا ہو گا' حتی کہ کہا جائے گا کہ فلاں شخص کی اولاد میں ایک امانت دار آدمی تھا (یعنی امانت دار بالکل کمیاب ہو جائیں گے اور ایمان بھی اس طرح عنقا ہو جائے گا۔) حتی کہ کہا جائے گا: (فلاں شخص) کس قدر مضبوط' کس قدر ہشیار اور کس قدر عقل مند ہے' حالانکہ اس کے دل میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان نہیں ہو گا۔'' (راویٔ حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) بلاشبہ مجھ پر ایک وقت ایسا گزر چکا ہے کہ مجھے یہ پروا نہیں ہوتی تھی کہ میں کس سے خرید و فروخت کروں' اس لیے کہ (مجھے یقین ہوتا تھا کہ) اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا دین مجھ پر میری چیز لوٹا دے گا۔ اور اگر عیسائی یا یہودی ہے تو اس کا ذمے دار (نگران) مجھے میری چیز واپس کر دے گا (یعنی امانت و دیانت عام ہونے کی وجہ سے کسی سے بھی نقصان کا اندیشہ نہیں تھا) لیکن آج (اس کے برعکس معاملہ ہو جانے کی وجہ سے) میں تم میں سے صرف فلاں فلاں آدمی سے خرید و فروخت کرتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

قَوْلُهُ: [جَذْرٌ]: بِفَتْحِ الْجِيمِ وَإِسْكَانِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ، وَهُوَ أَصْلُ الشَّيْءِ. وَ[الْوَكْتُ]: بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقُ: اَلْأَثَرُ الْيَسِيرُ. وَ[الْمَجْلُ]: بِفَتْحِ الْمِيمِ وَإِسْكَانِ الْجِيمِ، وَهُوَ تَنَفُّطٌ فِي الْيَدِ وَنَحْوِهَا مِنْ أَثَرِ عَمَلٍ وَغَيْرِهِ. قَوْلُهُ: [مُنْتَبِرًا]: مُرْتَفِعًا. قَوْلُهُ: [سَاعِيهِ]: اَلْوَالِي عَلَيْهِ.

جَذْرٌ: ''جیم'' پر زبر اور ''ذال'' ساکن۔ کسی چیز کی اصل اور جڑ۔ وَكْتٌ: ''تا'' کے ساتھ۔ معمولی سا اثر۔ مَجْلٌ: ''میم'' پر زبر اور ''جیم'' ساکن۔ کام وغیرہ کرنے سے ہاتھوں پیروں میں چھالے پڑ جانا۔ مُنْتَبِرًا کے معنی ہیں: بلند' ابھرا ہوا۔ سَاعِيهِ: اس کا ذمے دار اور نگران۔

فوائد و مسائل: ① امانت کا لفظ بڑا جامع ہے۔ اس میں' احکام شرعیہ کی حفاظت' معاملات میں راست بازی اور

اصحاب حقوق کو ان کے حقوق کی ادائیگی وغیرہ سب شامل ہیں۔ حدیث کے مطابق اخلاق و کردار کے روز افزوں زوال کی وجہ سے یہ امانت آہستہ آہستہ ختم ہوتی جائے گی، حتی کہ اس کا اس حد تک فقدان ہو جائے گا جس کی صراحت حدیث میں کی گئی ہے۔ ② ہمارے اس زمانے میں بھی امانت نہایت ہی کمیاب ہے اور دن بدن اس میں مزید کمی ہی واقع ہو رہی ہے جس سے نبی ﷺ کی پیش گوئی کی صداقت واضح تر ہو رہی ہے۔

[٢٠١] وَعَنْ حُذَيْفَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَجْمَعُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى النَّاسَ، فَيَقُومُ الْمُؤْمِنُونَ حَتَّى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ، فَيَأْتُونَ آدَمَ - صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ - فَيَقُولُونَ: يَا أَبَانَا! اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ، فَيَقُولُ: وَهَلْ أَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا خَطِيئَةُ أَبِيكُمْ! لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ، اذْهَبُوا إِلَى ابْنِي إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللهِ. قَالَ: فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ، فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ، إِنَّمَا كُنْتُ خَلِيلًا مِنْ وَرَاءَ وَرَاءَ، اعْمِدُوا إِلَى مُوسَى الَّذِي كَلَّمَهُ اللهُ تَكْلِيمًا. فَيَأْتُونَ مُوسَى، فَيَقُولُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ، اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى كَلِمَةِ اللهِ وَرُوحِهِ. فَيَقُولُ عِيسَى: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ. فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا ﷺ، فَيَقُومُ فَيُؤْذَنُ لَهُ، وَتُرْسَلُ الْأَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَيَقُومَانِ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِينًا وَشِمَالًا، فَيَمُرُّ أَوَّلُكُمْ كَالْبَرْقِ». قُلْتُ: بِأَبِي وَأُمِّي! أَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ؟ قَالَ: «أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِي طَرْفَةِ عَيْنٍ؟ ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيحِ، ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ، وَأَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِي بِهِمْ أَعْمَالُهُمْ، وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُولُ: رَبِّ! سَلِّمْ سَلِّمْ، حَتَّى تَعْجِزَ أَعْمَالُ الْعِبَادِ، حَتَّى يَجِيءَ الرَّجُلُ لَا يَسْتَطِيعُ

[201] حضرت حذیفہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ (قیامت والے دن) لوگوں کو جمع فرمائے گا، مومن کھڑے ہوں گے حتی کہ جنت ان کے قریب کر دی جائے گی (جس سے ان کی خواہش جنت تیز تر ہو جائے گی)۔ چنانچہ وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے: ابا جان! ہمارے لیے جنت کھلوا دیجیے! وہ فرمائیں گے: تمھیں تمھارے باپ کی غلطی ہی نے تو جنت سے نکلوایا تھا، اس لیے میں اس (سفارش کرنے کا) اہل نہیں ہوں، تم میرے بیٹے ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ (اور ان سے درخواست کرو)۔ وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ بھی کہیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ میں یقیناً اللہ کا خلیل تھا، لیکن یہ منصب اس سے ماوراء ہے۔ تم موسیٰ کے پاس جاؤ جن سے اللہ نے کلام فرمایا۔ چنانچہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ آپ (بھی معذرت کرتے ہوئے) کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں، تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام بھی فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ پھر لوگ حضرت محمد ﷺ کے پاس آئیں گے، چنانچہ آپ کھڑے ہوں گے اور آپ کو اجازت دی جائے گی۔ اور امانت اور صلہ رحمی کو چھوڑا جائے گا تو وہ دونوں پل صراط کے دونوں طرف دائیں بائیں کھڑی ہو جائیں گی، (پھر لوگ پل صراط پر سے گزرنے شروع ہوں گے۔) چنانچہ پہلا گروہ بجلی کی طرح (نہایت تیز رفتاری سے) گزر جائے گا۔'' (راوی

[201] صحيح مسلم، الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، حديث:195.

السَّيْرَ إِلَّا زَحْفًا، وَفِي حَافَتَيِ الصِّرَاطِ كَلَالِيبُ مُعَلَّقَةٌ مَأْمُورَةٌ بِأَخْذِ مَنْ أُمِرَتْ بِهِ، فَمَخْدُوشٌ نَاجٍ، وَمُكَرْدَسٌ فِي النَّارِ». وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ! إِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعُونَ خَرِيفًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حدیث کہتے ہیں:) میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! بجلی کی طرح گزرنے کے کیا معنی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بجلی کس طرح پلک جھپکنے میں گزر جاتی اور واپس آ جاتی ہے۔ پھر (دوسرا گروہ) ہوا کے گزرنے کی طرح' پھر پرندے کے گزرنے کی طرح' پھر پیادہ تیز دوڑنے والے مضبوط ترین آدمیوں کی طرح۔ سب کو ان کے اعمال لے جائیں گے (یعنی ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے بقدر زیادہ یا کم تیز رفتار ہو گا۔) اور تمھارے پیغمبر (ﷺ) پل صراط پر کھڑے ہوں گے اور فرماتے ہوں گے: اے میرے رب! بچا' بچا! یہاں تک کہ بندوں کے (نیک) اعمال (انھیں تیز رفتاری کے ساتھ لے جانے سے) عاجز آ جائیں گے' یہاں تک کہ آدمی آئے گا جو چلنے کی طاقت ہی نہیں رکھے گا' وہ صرف گھسٹ کر چلے گا۔ اور پل صراط کے دونوں کناروں پر کانٹے (آگے سے مڑے ہوئے سریے جن پر گوشت لٹکایا جاتا ہے) لٹکے ہوئے ہوں گے جنھیں اس بات کا حکم دیا ہوا ہے کہ جن کی بابت حکم دیا جائے انھیں وہ پکڑ لیں۔ چنانچہ بعض (گزرنے والے) زخمی ہوں گے لیکن نجات پا جائیں گے۔ اور بعض کو اندھا کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جان ہے! یقیناً جہنم کی گہرائی ستر سال (کی مسافت کے برابر) ہے۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: [وَرَاءَ وَرَاءَ] هُوَ بِالْفَتْحِ فِيهِمَا. وَقِيلَ: بِالضَّمِّ بِلَا تَنْوِينٍ، وَمَعْنَاهُ: لَسْتُ بِتِلْكَ الدَّرَجَةِ الرَّفِيعَةِ، وَهِيَ كَلِمَةٌ تُذْكَرُ عَلَى سَبِيلِ التَّوَاضُعِ. وَقَدْ بَسَطْتُ مَعْنَاهَا فِي [شَرْحِ صَحِيحِ مُسْلِمٍ]، وَاللهُ أَعْلَمُ.

وَرَآءَ وَرَآءَ: دونوں میں زبر۔ اور بعض کے نزدیک یہ پیش کے ساتھ ہے بغیر تنوین کے۔ اور معنی ہیں کہ میں اس بلند درجے کا اہل نہیں ہوں۔ یہ کلمہ بطور تواضع ذکر کیا جاتا ہے۔ میں نے اس کے معنی شرح صحیح مسلم میں تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ واللہ اعلم.

فائدہ: اس میں ایک تو میدان محشر کی ہولناکیوں کا بیان ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی بارگاہ الٰہی میں پیش ہونے اور کچھ عرض کرنے سے خوف زدہ ہوں گے' حتی کہ انبیاء کے سردار حضرت محمد ﷺ بھی رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ فرما رہے ہوں گے۔ دوسرے' نبی ﷺ

کی شان کا تذکرہ ہے کہ آپ شفاعت عامہ فرمائیں گے' نیز پل صراط سے گزرنے کا اور امانت و رحم کی فضیلت کا بیان ہے۔

[٢٠٢] وَعَنْ أَبِي خُبَيْبٍ - بِضَمِّ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ - عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمَّا وَقَفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِي فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ، فَقَالَ: يَا بُنَيَّ! إِنَّهُ لَا يُقْتَلُ الْيَوْمَ إِلَّا ظَالِمٌ أَوْ مَظْلُومٌ، وَإِنِّي لَا أُرَانِي إِلَّا سَأُقْتَلُ الْيَوْمَ مَظْلُومًا، وَإِنَّ مِنْ أَكْبَرِ هَمِّي لَدَيْنِي، أَفَتَرَى دَيْنَنَا يُبْقِي مِنْ مَّالِنَا شَيْئًا؟ ثُمَّ قَالَ: يَابُنَيَّ! بِعْ مَالَنَا وَاقْضِ دَيْنِي، وَأَوْصَى بِالثُّلُثِ وَثُلُثِهِ لِبَنِيهِ، يَعْنِي: لِبَنِي عَبْدِاللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ثُلُثُ الثُّلُثِ- ، قَالَ: فَإِنْ فَضَلَ مِنْ مَّالِنَا بَعْدَ قَضَاءِ الدَّيْنِ شَيْءٌ فَثُلُثُهُ لِبَنِيكَ. قَالَ هِشَامٌ: وَكَانَ بَعْضُ وَلَدِ عَبْدِ اللهِ قَدْ رَأَى بَعْضَ بَنِي الزُّبَيْرِ- خُبَيْبٍ وَعَبَّادٍ-، وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِينَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ. قَالَ عَبْدُاللهِ: فَجَعَلَ يُوصِينِي بِدَيْنِهِ وَيَقُولُ: يَابُنَيَّ! إِنْ عَجَزْتَ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ بِمَوْلَايَ. قَالَ: فَوَاللهِ! مَا دَرَيْتُ مَا أَرَادَ حَتَّى قُلْتُ: يَاأَبَتِ! مَنْ مَّوْلَاكَ؟ قَالَ: اَللهُ. قَالَ: فَوَاللهِ! مَا وَقَعْتُ فِي كُرْبَةٍ مِّنْ دَيْنِهِ إِلَّا قُلْتُ: يَامَوْلَى الزُّبَيْرِ! اِقْضِ عَنْهُ دَيْنَهُ، فَيَقْضِيهُ. قَالَ: فَقُتِلَ الزُّبَيْرُ وَلَمْ يَدَعْ دِينَارًا وَّلَا دِرْهَمًا إِلَّا أَرَضِينَ، مِنْهَا: اَلْغَابَةُ وَإِحْدَى عَشْرَةَ دَارًا بِالْمَدِينَةِ، وَدَارَيْنِ بِالْبَصْرَةِ، وَدَارًا بِالْكُوفَةِ، وَدَارًا بِمِصْرَ. قَالَ: وَإِنَّمَا كَانَ دَيْنُهُ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَأْتِيهِ بِالْمَالِ، فَيَسْتَوْدِعُهُ إِيَّاهُ،

[202] حضرت ابوخبیب (''خا'' کے پیش کے ساتھ) عبداللہ بن زبیر بن عوام قرشی اسدی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب (میرے والد) زبیر رضی اللہ عنہ جنگ جمل والے دن کھڑے ہوئے تو مجھے بلایا' چنانچہ میں آ کر آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: بیٹے! آج جو لوگ قتل ہوں گے' وہ ظالم ہوں گے یا مظلوم۔ میرا اپنے متعلق بھی یہی گمان ہے کہ آج میں مظلومانہ قتل ہو جاؤں گا۔ میرے لیے سب سے زیادہ فکر والی بات میرا قرض ہے (جو میرے ذمے ہے۔) تیرا کیا خیال ہے کہ ہمارا قرض ہمارے مال کو کچھ باقی چھوڑے گا؟ (یعنی ادائیگیٔ قرض کے بعد کچھ مال بچے گا؟) پھر فرمایا: اے بیٹے! ہمارے مال کو بیچ کر میرا قرض ادا کر دینا۔ اور تہائی مال ($\frac{1}{3}$) کی وصیت فرمائی اور تہائی میں سے تہائی مال کی وصیت (اپنے بیٹے) عبداللہ کے بیٹوں کے لیے فرمائی۔ کہا: اگر قرض کی ادائیگی کے بعد ہمارے مال میں سے کچھ بچ جائے تو اس میں سے ثلث (تہائی حصہ) تیرے بیٹوں کے لیے ہے۔ ہشام نے کہا کہ عبداللہ کے لڑکے خبیب اور عباد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بعض بیٹوں کے ہم عمر تھے۔ (یا جھوٹے میں مساوی ہوئے۔) اور اس وقت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے نو لڑکے اور نو لڑکیاں تھیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ نے مجھے اپنے قرض کی بابت وصیت کرنی شروع کی اور فرماتے تھے: بیٹے! اگر تو اس ادائیگیٔ قرض سے کچھ عاجز آ جائے تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا۔ (حضرت عبداللہ نے) کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھا کہ مولیٰ سے آپ کی مراد کیا ہے حتی کہ میں نے پوچھا: ابا جان! آپ کا مولیٰ کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: اللہ۔

[202] صحيح البخاري، فرض الخمس، باب بركة الغازي في ماله...... حديث:3129.

فَيَقُولُ الزُّبَيْرُ : لَا ، وَلٰكِنْ هُوَ سَلَفٌ إِنِّي أَخْشٰى عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ . وَمَا وَلِيَ إِمَارَةً قَطُّ ، وَلَا جِبَايَةً ، وَلَا خَرَاجًا ، وَلَا شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي غَزْوٍ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَوْ مَعَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ . قَالَ عَبْدُ اللهِ : فَحَسَبْتُ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجَدْتُهُ أَلْفَيْ أَلْفٍ وَمِائَتَيْ أَلْفٍ ! فَلَقِيَ حَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ : يَا ابْنَ أَخِي ! كَمْ عَلٰى أَخِي مِنَ الدَّيْنِ ؟ فَكَتَمْتُهُ وَقُلْتُ : مِائَةُ أَلْفٍ . فَقَالَ حَكِيمٌ : وَاللهِ ! مَا أَرٰى أَمْوَالَكُمْ تَسَعُ هٰذِهِ ! فَقَالَ عَبْدُ اللهِ : أَرَأَيْتَكَ إِنْ كَانَتْ أَلْفَيْ أَلْفٍ وَمِائَتَيْ أَلْفٍ ؟ قَالَ : مَا أُرَاكُمْ تُطِيقُونَ هٰذَا . فَإِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَاسْتَعِينُوا بِي . قَالَ : وَكَانَ الزُّبَيْرُ قَدِ اشْتَرَى الْغَابَةَ بِسَبْعِينَ وَمِائَةِ أَلْفٍ ، فَبَاعَهَا عَبْدُ اللهِ بِأَلْفِ أَلْفٍ وَسِتِّمِائَةِ أَلْفٍ ، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ : مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ شَيْءٌ فَلْيُوَافِنَا بِالْغَابَةِ . فَأَتَاهُ عَبْدُاللهِ بْنُ جَعْفَرٍ - وَكَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ أَرْبَعُمِائَةِ أَلْفٍ ، فَقَالَ لِعَبْدِ اللهِ : إِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُهَا لَكُمْ ؟ قَالَ عَبْدُ اللهِ : لَا ، قَالَ : فَإِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُمُوهَا فِيمَا تُؤَخِّرُونَ إِنْ أَخَّرْتُمْ ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ : لَا . قَالَ : فَاقْطَعُوا لِي قِطْعَةً ، قَالَ عَبْدُاللهِ : لَكَ مِنْ هٰهُنَا إِلٰى هٰهُنَا . فَبَاعَ عَبْدُ اللهِ مِنْهَا ، فَقَضٰى عَنْهُ دَيْنَهُ وَأَوْفَاهُ ، وَبَقِيَ مِنْهَا أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ ، فَقَدِمَ عَلٰى مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهُ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ ، وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ ، وَابْنُ زَمْعَةَ ، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ : كَمْ قُوِّمَتِ الْغَابَةُ ؟ قَالَ : كُلُّ سَهْمٍ بِمِائَةِ

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! آپ کے قرض کے بارے میں میں جب بھی کسی پریشانی سے دوچار ہوتا تو میں کہتا: اے زبیر کے مولیٰ! اس کا قرض اس کے ذمے سے ادا فرما دے تو وہ ادا فرما دیتا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: (میرے والد) زبیر قتل ہو گئے اور (نقدی کی صورت میں) کوئی دینار و درہم نہیں چھوڑا، سوائے زمینوں کے۔ انھی زمینوں میں سے غابہ کی زمین تھی اور گیارہ گھر مدینے میں، دو گھر بصرہ میں، ایک گھر کوفے میں اور ایک گھر مصر میں چھوڑا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اور آپ پر جو قرض تھا، اس کی شکل (دراصل) یہ تھی کہ آدمی اپنا مال آپ کے پاس لاتا اور اسے امانت کے طور پر آپ کے سپرد کر دیتا۔ آپ فرماتے: نہیں، یہ امانت کے طور پر نہیں بلکہ یہ (میرے ذمے) قرض ہے، اس لیے کہ مجھے اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ (اور امانت کے ضائع ہونے کی صورت میں اس کی ادائیگی ضروری نہیں، جب کہ قرض کی ادائیگی ہر صورت میں ضروری ہے۔) اور آپ کبھی کسی امارت (گورنری وغیرہ) پر فائز نہیں ہوئے، نہ کوئی ٹیکس یا کچھ اور وصول کرنے کی ذمہ داری قبول فرمائی (جس سے یہ شبہ ہو سکتا ہو کہ شاید یہ مال ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا ہو۔) البتہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے رہے۔ (گویا یہ مال غنیمت سے حاصل شدہ تھا۔) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ان پر جو قرض تھا، اسے میں نے شمار کیا تو وہ بائیس لاکھ تھا۔ چنانچہ حکیم بن حزام، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو ملے اور ان سے کہا: اے بھتیجے! میرے بھائی (زبیر رضی اللہ عنہ) کے ذمے کتنا قرضہ ہے؟ میں نے اسے چھپایا اور کہا: ایک لاکھ۔ حضرت حکیم نے کہا: اللہ کی قسم! میری رائے میں تو تمھارا مال (متروکہ) اس قرض (کی ادائیگی) کی گنجائش نہیں رکھتا۔ عبداللہ نے کہا: ذرا بتلاؤ، اگر یہ بائیس لاکھ

أَلْفٍ. قَالَ: كَمْ بَقِيَ مِنْهَا؟ قَالَ: أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ. فَقَالَ الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ: قَدْ أَخَذْتُ مِنْهَا سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ. قَالَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: قَدْ أَخَذْتُ مِنْهَا سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ. وَقَالَ ابْنُ زَمْعَةَ: قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: كَمْ بَقِيَ؟ قَالَ: سَهْمٌ وَّنِصْفُ سَهْمٍ. قَالَ: قَدْ أَخَذْتُهُ بِخَمْسِينَ وَمِائَةِ أَلْفٍ. قَالَ: وَبَاعَ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ نَصِيبَهُ مِنْ مُّعَاوِيَةَ بِسِتِّمِائَةِ أَلْفٍ. فَلَمَّا فَرَغَ ابْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَاءِ دَيْنِهِ، قَالَ بَنُو الزُّبَيْرِ: اِقْسِمْ بَيْنَنَا مِيرَاثَنَا. قَالَ: وَاللهِ! لَا أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتّٰى أُنَادِيَ بِالْمَوْسِمِ أَرْبَعَ سِنِينَ: أَلَا! مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا فَلْنَقْضِهِ. فَجَعَلَ كُلَّ سَنَةٍ يُّنَادِي فِي الْمَوْسِمِ، فَلَمَّا مَضٰى أَرْبَعُ سِنِينَ قَسَمَ بَيْنَهُمْ وَدَفَعَ الثُّلُثَ. وَكَانَ لِلزُّبَيْرِ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ، فَأَصَابَ كُلَّ امْرَأَةٍ أَلْفُ أَلْفٍ وَمِائَتَا أَلْفٍ، فَجَمِيعُ مَالِهِ خَمْسُونَ أَلْفَ أَلْفٍ وَمِائَتَا أَلْفٍ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ہوتو؟ انھوں نے کہا: میری رائے میں تو (اتنے بڑے قرضے کی ادائیگی کی) تم طاقت نہیں رکھتے۔ اگر تم اس سے عاجز ہوتو مجھ سے مدد طلب کرنا۔ حضرت عبداللہ نے کہا: (میرے والد) زبیر نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی۔ حضرت عبداللہ نے اسے سولہ لاکھ میں بیچا' پھر وہ کھڑے ہوئے اور اعلان کیا کہ جس کا (میرے والد) زبیر پر کچھ قرض ہوتو ہمیں غابہ کی زمین پر ملے اور اپنا قرض وصول کر لے۔ چنانچہ ان کے پاس عبداللہ بن جعفر آئے۔ ان کا حضرت زبیر پر چار لاکھ قرضہ تھا۔ انھوں نے عبداللہ بن زبیر سے کہا: اگر تم چاہوتو یہ قرضہ تمھارے لیے معاف کر دوں؟ عبداللہ نے کہا: نہیں۔ انھوں نے کہا: اگر تم چاہوتو اس قرضے کو (فوری ادائیگی کی بجائے) بعد میں ادا کرنے والوں میں شمار کرلو اگر تم مہلت کے خواستگار ہوتو؟ عبداللہ نے کہا: نہیں۔ انھوں نے کہا: (اچھا تو پھر) مجھے اس زمین میں سے ایک حصہ دے دو۔ عبداللہ بن زبیر نے ان سے کہا: یہاں سے یہاں تک زمین کا حصہ تمھارے لیے ہے۔ عبداللہ نے اس زمین کا کچھ حصہ بیچ دیا اور اس سے حضرت زبیر کا قرض ادا کر دیا اور اسے دے دیا۔ اور اس میں سے ساڑھے چار حصے باقی رہ گئے تو عبداللہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' ان کے پاس عمرو بن عثمان' منذر بن زبیر اور ابن زمعہ بیٹھے ہوئے تھے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہ نے کہا: غابہ (زمین) کی کتنی قیمت لگی؟ انھوں نے جواب دیا: ہر حصہ ایک لاکھ کا۔ انھوں نے پوچھا: اس کے کتنے حصے باقی رہ گئے ہیں؟ انھوں نے کہا: ساڑھے چار حصے' تو منذر بن زبیر نے کہا: اس کا ایک حصہ ایک لاکھ کے عوض میں لیتا ہوں۔ عمرو بن عثمان نے کہا: ایک حصہ ایک لاکھ کا میں نے لے لیا۔ اسی طرح ایک حصہ ایک لاکھ میں ابن زمعہ نے لینے کا اعلان کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اب کتنے

حصے باقی رہ گئے؟ انھوں نے کہا: ڈیڑھ حصہ۔ حضرت معاویہ نے فرمایا: یہ ڈیڑھ لاکھ میں مَیں نے لے لیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عبداللہ بن جعفر نے اپنا حصۂ زمین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو چھ لاکھ میں فروخت کر دیا۔ جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما قرض کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے تو حضرت زبیر کے بیٹوں نے کہا کہ ہماری میراث ہمارے درمیان تقسیم کرو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے (اپنے بھائیوں کو) جواب دیا: اللہ کی قسم! میں (ابھی) تمھارے درمیان تقسیم نہیں کروں گا' یہاں تک کہ میں موسم حج میں (مسلسل) چار سال اعلان کروں گا کہ جس شخص کا بھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر قرض ہو تو وہ ہمارے پاس آئے' ہم اس کا قرضہ ادا کریں گے۔ چنانچہ وہ ہر سال حج کے موسم میں اعلان فرماتے۔ جب چار سال گزر گئے تو (بقیہ مال) ان کے درمیان تقسیم کر دیا اور تہائی ($\frac{1}{3}$) مال بھی (حسب وصیت) متعلقہ لوگوں کے سپرد کر دیا۔ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں' چنانچہ ہر بیوی کو بارہ بارہ لاکھ ملے۔ حضرت زبیر کا تمام مال متروکہ پانچ کروڑ دو لاکھ تھا۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① جہاد کے موقع پر یا اس قسم کے دیگر حالات میں جب کہ زندگی یکسر غیر یقینی ہو وصیت کرنا مستحب ہے۔ ② انفاذ وصیت اور تقسیم میراث سے قبل' میت کے ذمے قرض کی ادائیگی ضروری ہے۔ ③ حسب ضرورت و اقتضا پوتوں کے لیے وصیت کرنا جائز ہے' جب کہ آباء کی صورت میں حاجب موجود ہوں۔ ④ جو قرض کی ادائیگی کی طاقت رکھتا ہو' اس کے لیے قرض لینا جائز ہے۔ ⑤ زمینیں' مکانات اور مال و دولت کا جمع کر کے رکھنا جائز ہے' چاہے یہ جائیداد کتنی بھی ہو' بشرطیکہ حلال ذرائع سے حاصل کردہ ہو اور اس کی زکاۃ بھی ادا کی جاتی ہو۔ ⑥ مومن کو اللہ کی ذات پر اعتماد اور وثوق رکھنا چاہیے' زبیر رضی اللہ عنہ نے اللہ پر اعتماد کیا۔ ⑦ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مکارم اخلاق کا بیان کہ بعض نے معاونت کی' بعض نے قرض معاف یا مؤخر کر دینے کی خواہش کا اظہار کیا' لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے بھی زیادہ بلندئ اخلاق کا ثبوت پیش کیا کہ کسی کی بھی پیش کش قبول نہیں فرمائی۔ ⑧ غازی اور متوکل علی اللہ شخص کے مال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ڈال دی جاتی ہے' جیسے حضرت زبیر کی زمین کئی گنا زیادہ قیمت پر فروخت ہوئی اور سارا قرض اتر کر بھی کافی دولت بچ رہی۔ ⑨ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا کمال اخلاق و اخلاص اور خیر خواہی کا جذبۂ بے مثال کہ لوگوں کی امانتوں کو بطور قرض اپنے پاس رکھتے تاکہ نقصان ہو تو ان کا اپنا ہو' امانت رکھوانے والا نقصان سے محفوظ رہے۔ ⑩ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

کا کردار کس قدر قابل رشک ہے کہ پہلے والد کا قرض اتارا پھر ترکہ ورثاء میں تقسیم فرمایا اور امانت و دیانت کا شاندار مظاہرہ فرمایا۔ ورثاء نے چار سال تک انتظار کیا تاکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بوجھ ہلکا ہو جائے اور بار بار وراثت کا مطالبہ نہ کیا۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوخبیب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما] عبداللہ بن زبیر بن العوام نام' ان کی کنیت ابوخبیب' ابوبکر اور نسبت قرشی اسدی ہے۔ ہجرت کے وقت ان کی والدہ ماجدہ اسماء بنت ابی بکر حاملہ تھیں۔ قباء پہنچتے ہی ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی۔ ہجرت کے بعد پیدا ہونے والا یہ اہل اسلام کا پہلا بچہ تھا۔ کثرت صوم اور نوافل ان کی فطرت ثانیہ تھی۔ نہایت فصیح و بلیغ' مضبوط اور طاقتور جسم کے مالک تھے۔ حق و صداقت کو قبول کرتے۔ رشتہ داروں کے دکھ درد میں شریک ہوتے اور انھیں دور کرنے کی حتی المقدور کوشش کرتے۔ 64 ہجری میں وفات یزید کے بعد ان کی بیعت کی گئی۔ شام کے اکثر علاقے' حجاز' عراق' یمن اور مصر پر غالب آئے۔ جمادی الثانیہ 73 ہجری میں حجاج نے ان کا محاصرہ کیا اور انھیں سولی دے کر شہید کر دیا۔ کتب احادیث میں ان سے 133 احادیث مروی ہیں۔

[٢٦] بَابُ تَحْرِيمِ الظُّلْمِ وَالْأَمْرِ بِرَدِّ الْمَظَالِمِ

باب:26- ظلم کے حرام ہونے اور مظالم کے دفع کرنے کے حکم کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿مَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ﴾ [غافر:١٨]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارشی جس کی بات مانی جائے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِن نَّصِيرٍ﴾ [الحج:٧١].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔''

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ فَمِنْهَا: حَدِيثُ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الْمُتَقَدِّمُ فِي آخِرِ بَابِ الْمُجَاهَدَةِ.

اور اب احادیث: ان میں سے ایک حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ ہے جو باب المجاھدۃ کے آخر میں گزر چکی ہے' ملاحظہ ہو: (حدیث:111) کچھ اور احادیث درج ذیل ہیں:

[٢٠٣] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اِتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَمَلَهُمْ عَلٰى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[203] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ظلم کرنے سے بچو! اس لیے کہ ظلم قیامت والے دن اندھیروں کا باعث ہوگا۔ اور بخل سے بچو! اس لیے کہ بخل ہی نے ان لوگوں کو ہلاک کیا جو تم سے پہلے تھے۔ اس بخل نے انھیں اپنوں کا خون بہانے پر اور حرام چیزوں کو حلال سمجھنے پر آمادہ کیا۔'' (مسلم)

فائدہ: شُحّ، مال کی شدید محبت کو کہتے ہیں' جب انسان کے دل میں دنیا اور دنیا کے مال و اسباب کی محبت حد سے تجاوز

[203] صحيح مسلم، البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم، حديث:2578.

کر کے شدید ہو جائے تو پھر انسان حرام حلال کے درمیان تمیز بھی نہیں کرتا اور دوسرے انسانوں کا خون بہانے سے گریز بھی نہیں کرتا' جیسے آج ہمارے معاشرے کا حال ہے اور یہ حالت اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اس معاشرے کی بقا کی کوئی ضمانت نہیں ہے' یہ دیر یا سویر ہلاکت سے دوچار ہو کر ہی رہے گا۔

[٢٠٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، قَالَ: «لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[204] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھیں قیامت والے دن حق والوں کے حق ضرور ادا کرنے ہوں گے حتی کی سینگ والی بکری سے' بغیر سینگوں والی بکری کو بدلہ دلوایا جائے گا۔'' (مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قیامت والے دن بے لاگ عدل ہو گا حتی کہ جانوروں نے بھی ایک دوسرے پر ظلم کیا ہو گا تو اللہ تعالیٰ مظلوم جانور کی دادرسی فرمائے گا۔ اس میں انسانوں کے لیے سخت تنبیہ ہے کہ جب بے شعور جانوروں کو معاف نہیں کیا جائے گا تو عقل وشعور سے بہرہ ور ظالم انسانوں کی کس طرح معافی ہو سکتی ہے اگر انھوں نے دنیا میں ظلم سے توبہ کر کے اس کی تلافی نہ کی ہو گی۔

[٢٠٥] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا نَتَحَدَّثُ عَنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَالنَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا، وَلَا نَدْرِي مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ، حَتَّى حَمِدَ اللّٰهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَأَطْنَبَ فِي ذِكْرِهِ، وَقَالَ: «مَا بَعَثَ اللهُ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَنْذَرَهُ أُمَّتَهُ: أَنْذَرَهُ نُوحٌ وَّالنَّبِيُّونَ مِنْ بَعْدِهِ، وَإِنَّهُ إِنْ يَّخْرُجْ فِيكُمْ فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُم مِنْ شَأْنِهِ فَلَيْسَ يَخْفَى عَلَيْكُم، إِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَإِنَّهُ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنَى، كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ. أَلَا! إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟» قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! اشْهَدْ - ثَلَاثًا - وَيْلَكُمْ - أَوْ

[205] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے بارے میں گفتگو کرتے تھے جب کہ نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے اور ہم نہیں جانتے تھے کہ حجۃ الوداع کیا ہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی' پھر مسیح دجال کا ذکر فرمایا اور اس میں تفصیل سے کام لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نبی کو بھی اللہ نے بھیجا' اس نے اپنی امت کو اس (دجال) سے ضرور ڈرایا۔ نوح علیہ السلام نے اس سے ڈرایا اور ان کے بعد آنے والے نبیوں نے ڈرایا۔ اور اگر وہ تم میں نکلے تو تم پر اس کا حال پوشیدہ نہ رہے (تاکہ اسے آسانی سے پہچان لو)۔ تم پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ تمھارا رب کانا نہیں ہے (جب کہ) اس (دجال) کی دائیں آنکھ کانی ہو گی' گویا کہ اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہے۔ خبردار! یقیناً اللہ نے تمھارے خون اور تمھارے مال حرام کر

[204] صحيح مسلم، البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم، حديث:2582.

[205] صحيح البخاري، المغازي، باب حجة الوداع، حديث:4402، وصحيح مسلم، الإيمان، باب ذكر المسيح ابن مريم والمسيح الدجال، حديث:169.

وَيْحَكُمْ -، أَنْظُرُوا : لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَرَوَى مُسْلِمٌ بَعْضَهُ.

دیے ہیں' تمھارے اس شہر میں تمھارے اس مہینے (ذوالحجہ) میں تمھارے اس دن (دس ذوالحجہ) کی حرمت کی طرح۔ سن لو! کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟'' لوگوں نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔'' تین مرتبہ فرمایا۔ (پھر فرمایا:) ''تمھارے لیے ہلاکت ہے یا تم پر افسوس ہے' دیکھو' تم میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔'' (اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم نے بھی اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں قرب قیامت کی ایک بڑی علامت' مسیح دجال کی بعض علامات کا بیان ہے تاکہ اہل ایمان اس کے مکر و فریب سے بچ کر رہیں۔ یہ مسیح بمعنی ممسوح العین (کانی آنکھ والا) ہے اور دجال' دجل (فریب) سے مبالغے کا صیغہ ہے کیونکہ یہ بہت سے لوگوں کو اپنے دجل و فریب سے گمراہ کر لے گا۔ ② مسلمانوں کی جان و مال' آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہیں' جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان' دوسرے مسلمان کی جان' مال اور عزت و آبرو کا محافظ ہے نہ کہ ان کا دشمن۔ ③ مسلمانوں کے مابین خون ریزی نہایت قبیح جرم ہے اور اس سے کفر تک کا اندیشہ ہے۔ فَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْهُ.

[٢٠٦] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِنَ الْأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[206] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایک بالشت کے برابر زمین ہتھیا کر کسی پر ظلم کیا تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت والے دن) اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں تھوڑا سا ظلم بھی اور کسی کا معمولی سا حق بھی مار لینا قیامت والے دن عذابِ شدید کا باعث ہوگا۔

[٢٠٧] وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ فَإِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ»، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَآ أَخَذَ ٱلْقُرَىٰ وَهِيَ ظَٰلِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُۥٓ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾

[207] حضرت ابوموسیٰ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے' لیکن پھر جب اس کی گرفت فرماتا ہے تو اسے نہیں چھوڑتا۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ

[206] صحيح البخاري، المظالم، باب إثم من ظلم شيئا من الأرض، حديث:2453، وصحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرها، حديث:1612.

[207] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿وكذلك أخذ ربك......﴾، حديث:4686، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم، حديث:2583.

[هود: ١٠٢]. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

رَبِّكَ ...... إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾ ''اور اسی طرح تیرے رب کی پکڑ ہے جب وہ بستیوں (والوں) کو پکڑتا ہے جب کہ وہ ظالم ہوتی ہیں۔ یقیناً اس کی پکڑ نہایت دردناک (اور) شدید ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اللہ تعالیٰ اپنی حسب مشیت و مصلحت' ظالم اور گناہ گار کو مہلت دیتا ہے لیکن جب مؤاخذہ فرماتا ہے تو پھر اس کی گرفت سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی' اس لیے ہر شخص کو ظلم و معصیت سے اپنا دامن بچا کر رکھنا چاہیے۔ ② مہلت سے دھوکے کا شکار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ پتہ نہیں کب اس کی مدت مہلت ختم اور گرفت کا آغاز ہو جائے۔

[٢٠٨] وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: «إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَادْعُهُمْ إِلٰى شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ، فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[208] حضرت معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے (یمن کے علاقے میں) بھیجا تو فرمایا: ''تم ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب سے ہیں۔ چنانچہ تم (سب سے پہلے) انھیں اس بات کی دعوت دینا کہ وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کا اقرار کر لیں۔ اگر وہ یہ بات مان لیں تو پھر انھیں بتلانا کہ اللہ نے ان پر رات اور دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اسے بھی مان لیں تو پھر انھیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکاۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر تقسیم کر دی جائے گی۔ اگر وہ اسے مان لیں تو (زکاۃ وصول کرتے وقت) ان کے عمدہ مال لینے سے اجتناب کرنا' اور مظلوم کی بددعا سے بچنا' اس لیے کہ اس کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① کفار و مشرکین اور اہل کتاب سے اگر جہاد کی نوبت آئے تو قتال سے پہلے انھیں قبول اسلام کی دعوت دی جائے اور پھر انھیں نماز' زکاۃ اور دیگر احکام و فرائض کی تعلیم دی جائے۔ ② زکاۃ' جس علاقے کے اغنیاء سے وصول کی جائے' اسی علاقے کے فقراء پر تقسیم کی جائے۔ اگر بچ جائے تو پھر دوسرے علاقوں میں تقسیم کی جا سکتی ہے۔ ③ عاملین زکاۃ کے لیے ضروری ہے کہ وہ زکاۃ کی وصولی میں ظلم کرنے سے گریز کریں اور لوگوں کی بددعا کے مستحق بن کر اللہ کے غضب و عتاب کے اہل نہ بنیں۔

[208] صحيح البخاري، الزكاة، باب وجوب الزكاة، حديث:1395، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدعاء إلى الشهادتين وشرائع الإسلام، حديث:19.

[٢٠٩] وَعَنْ أَبِي حُمَيْدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اِسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا مِّنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ: اِبْنُ اللُّتْبِيَّةِ - عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ: هٰذَا لَكُمْ، وَهٰذَا أُهْدِيَ إِلَيَّ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: «أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي أَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْكُمْ عَلَى الْعَمَلِ مِمَّا وَلَّانِي اللهُ، فَيَأْتِي فَيَقُولُ: هٰذَا لَكُمْ، وَهٰذَا هَدِيَّةٌ أُهْدِيَتْ إِلَيَّ، أَفَلَا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ أَوْ أُمِّهِ حَتّٰى تَأْتِيَهُ هَدِيَّتُهُ إِنْ كَانَ صَادِقًا!؟ وَاللهِ! لَا يَأْخُذُ أَحَدٌ مِّنْكُمْ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ إِلَّا لَقِيَ اللهَ تَعَالٰى، يَحْمِلُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَلَا أَعْرِفَنَّ أَحَدًا مِّنْكُمْ لَقِيَ اللهَ يَحْمِلُ بَعِيرًا لَّهُ رُغَاءٌ، أَوْ بَقَرَةً لَّهَا خُوَارٌ، أَوْ شَاةً تَيْعَرُ»، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رُئِيَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ، فَقَالَ: «اَللّٰهُمَّ! هَلْ بَلَّغْتُ؟»، ثَلَاثًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[209] حضرت ابوحمید عبدالرحمٰن بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اَزْد قبیلے کے ایک آدمی کو' جسے ابن لُتْبِیَّہ کہا جاتا تھا' زکاۃ کی وصولی کے لیے عامل مقرر فرمایا۔ چنانچہ جب وہ (زکاۃ وصول کر کے واپس) آیا تو کہنے لگا: یہ تمھارے لیے ہے (یعنی بیت المال کا حق ہے) اور یہ مجھے ہدیے میں ملی ہوئی چیزیں ہیں' تو (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا بیان کی' پھر فرمایا: ''امابعد! میں تم میں سے کسی آدمی کو کسی کام کے لیے عامل مقرر کرتا ہوں جن کا والی و سرپرست اللہ نے مجھے بنایا ہے' تو وہ (واپس) آتا ہے اور کہتا ہے: یہ تمھارے لیے ہے اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے لوگوں کی طرف سے دیا گیا ہے۔ یہ اپنے باپ یا ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا' حتی کہ اس کا ہدیہ اس کے پاس آئے اگر وہ سچا ہے۔ (مطلب یہ تھا کہ جس کو یہ ہدیہ کہہ رہا ہے' وہ ہدیہ نہیں' یہ اس سرکاری منصب کا نتیجہ ہے جس پر اسے مقرر کیا گیا تھا' اگر یہ ہدیہ ہوتا تو اسے گھر بیٹھے بھی ملتا۔) اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی شخص کوئی چیز اس کے حق کے بغیر لے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے گا کہ قیامت والے دن وہ اسے اٹھائے ہوئے ہوگا۔ چنانچہ میں تم میں سے کسی شخص کو نہ دیکھوں کہ وہ اللہ سے ملاقات کے وقت (ناجائز طریقے سے حاصل کردہ) اونٹ کو اٹھائے ہوئے ہو' جو بلبلا رہا ہو' یا گائے کو' جس کی آواز ہو' یا بکری کو جو ممیا رہی ہو۔'' پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے' یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا؟'' تین مرتبہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا۔

(بخاری ومسلم)

[209] صحيح البخاري، الهبة، باب من لم يقبل الهدية لعلّة، حديث:2597، وصحيح مسلم، الإمارة، باب تحريم هدايا العمّال، حديث:1832.

فائدہ: اس حدیث میں سرکاری اہل کاروں اور منصب داروں کے لیے بڑی تنبیہ ہے۔ آج کل سرکاری عہدوں سے بڑا فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور لوگ ان عہدوں کی وجہ سے ان اہل کاروں اور عہدے داروں کو کثرت سے ہدیے اور تحفے پیش کرتے ہیں۔ اس حدیث کی رو سے یہ تمام مال جو سرکاری عہدوں کی وجہ سے حاصل ہو یا حاصل کیا جائے' حرام ہے اور رشوت کے زمرے میں آتا ہے جس کا لینا اور دینا دونوں ناجائز امور ہیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوحمید عبدالرحمٰن بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ] عبدالرحمٰن بن سعد ساعدی۔ یہ اپنی کنیت ابوحمید کے ساتھ ہی مشہور ہیں۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض منذر بن سعد بن منذر کہتے ہیں اور بقول بعض مالک ہے۔ مدنی' انصاری' خزرجی اور خزرج کے باپ ساعدہ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ساعدی بھی کہلاتے ہیں۔ غزوۂ احد اور اس کے بعد والے اکثر غزوات میں شریک رہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت کے آخر یا دور یزید کے اوائل میں 61 ہجری میں فوت ہوئے۔

[٢١٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ لِأَخِيهِ، مِنْ عِرْضِهِ أَوْ مِنْ شَيْءٍ، فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ، إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهِ، وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[210] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی پر بھی اپنے (مسلمان) بھائی کا' اس کی عزت و آبرو سے متعلق یا کسی اور چیز سے متعلق کوئی حق ہو (یعنی اس کی بے عزتی کر کے یا کوئی اور زیادتی کر کے اس پر ظلم کیا ہو) تو اسے چاہیے کہ آج ہی (دنیا میں) اس کا ازالہ کر کے اس حق سے عہدہ برآ ہو جائے' قبل اس کے کہ وہ دن آ جائے جس میں (ازالے کے لیے) کسی کے پاس دینار و درہم نہیں ہوں گے۔ (اور وہاں ازالے کی صورت یہ ہو گی کہ) اگر اس کے پاس عمل صالح ہوں گے تو وہ اس کے ظلم کے بہ قدر لے لیے جائیں گے (اور مظلومین میں تقسیم کر دیے جائیں گے۔) اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس کے ساتھی (صاحب حق) کی برائیاں لے کر اس پر لاد دی جائیں گی۔'' (بخاری)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کی گئی دست درازیاں' اگر انھیں دنیا میں معاف نہیں کروا لیا گیا یا ان کی تلافی نہ کی گئی تو آخرت میں اس کا معاملہ نہایت خطرناک ہوگا جیسا کہ اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے۔ اس لیے حقوق العباد میں کوتاہی' جس کی انسان پروا نہیں کرتا' سخت ہلاکت کا باعث ہے۔

[210] صحيح البخاري، المظالم، باب من كانت له مظلمة عند الرجل فحللها له.....، حديث:2449.

[٢١١] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[211] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کردہ چیزیں چھوڑ دے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ کامل مسلمان وہ ہے جو دوسروں کو (ظاہری یا باطنی) کسی بھی قسم کی اذیت نہ پہنچائے اور حقیقی مہاجر وہ ہے جو اللہ کی نافرمانیوں سے باز رہے۔ ② اگر کسی نے ہجرت (ترک وطن) کے باوجود اللہ کی معصیت سے اجتناب نہ کیا تو ایسی ہجرت کا کیا فائدہ؟ ہجرت تو نام ہی اس چیز کا ہے کہ اللہ کی رضا کی خاطر ہر چیز کو چھوڑ دیا جائے۔ اب انسان اپنا وطن مالوف، خویش واقارب اور جائیداد و کاروبار تو چھوڑ دے لیکن ممنوعات شرعیہ کے ارتکاب سے وہ باز نہ آئے تو عنداللہ اس کی ہجرت ایک مذاق ہی سمجھی جائے گی۔

[٢١٢] وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ - يُقَالُ لَهُ: كِرْكِرَةُ -، فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هُوَ فِي النَّارِ». فَذَهَبُوا يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ فَوَجَدُوا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[212] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامان پر ایک آدمی مقرر تھا جسے کرکرہ کہا جاتا تھا، وہ مر گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ جہنم میں ہے۔'' (یہ سن کر) لوگ اسے دیکھنے لگے (کہ آخر کیا بات ہے۔) تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے پاس ایک عبا (سیاہ دھاریوں والی چادر) پائی جسے اس نے (مال غنیمت سے) چرا لیا تھا۔ (بخاری)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ خیانت اور چوری کبیرہ گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان مستحق جہنم قرار پا سکتا ہے۔

[٢١٣] وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ نُفَيْعِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ: اَلسَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ: ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُوالْقَعْدَةِ، وَذُوالْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ، أَيُّ شَهْرٍ

[213] حضرت ابو بکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''بے شک زمانہ گھوم گیا ہے اپنی اسی حالت پر جس میں اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ (یعنی روز آفرینش سے جس طرح سال اور مہینے تھے اب پھر وہی ہیئت قدیمہ لوٹ آئی ہے اور مشرکین عرب اپنی طرف سے جو مہینوں میں تقدیم و تاخیر کر لیا کرتے تھے، جسے وہ نسیئ کہا کرتے تھے،

[211] صحيح البخاري، الإيمان، باب: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، حديث:10، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام وأي أموره أفضل، حديث:40.

[212] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب القليل من الغلول، حديث:3074.

[213] صحيح البخاري، المغازي، باب حجة الوداع، حديث:4406، وصحيح مسلم، القسامة والمحاربين، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والأموال، حديث:1679.

هٰذَا؟» قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ. قَالَ: «أَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ؟» قُلْنَا: بَلٰى. قَالَ: «فَأَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟» قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ. قَالَ: «أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ الْحَرَامَ؟» قُلْنَا: بَلٰى. قَالَ: «فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟» قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ. قَالَ: «أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟» قُلْنَا: بَلٰى. قَالَ: «فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا، وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ، أَلَا فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبَلَّغُهُ أَنْ يَكُونَ أَوْعٰى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ»، ثُمَّ قَالَ: «أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ!؟، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ!؟» قُلْنَا: نَعَمْ. قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! اشْهَدْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اب اسے ختم کر دیا گیا ہے۔) سال کے بارہ مہینے ہیں' ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین پے در پے: ذوالقعدہ' ذوالحجہ' محرم۔ اور (چوتھا) مضر قبیلے کا رجب جو جماذی (الثانیہ) اور شعبان کے درمیان ہے۔ (پھر آپ نے پوچھا:) ''یہ کون سا مہینہ ہے؟'' ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ خاموش رہے' یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ ﷺ اس کے نام کے علاوہ اور نام سے اسے پکاریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟'' ہم نے کہا: کیوں نہیں۔ آپ نے پوچھا: ''یہ شہر کون سا ہے؟'' ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ خاموش رہے حتی کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کے نام کے علاوہ کسی اور نام سے اسے پکاریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا یہ شہر (مکہ) نہیں ہے؟'' ہم نے کہا: کیوں نہیں۔ آپ نے (پھر) پوچھا: ''یہ دن کون سا ہے؟'' ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کے نام کے علاوہ کسی اور نام سے اسے پکاریں گے۔ آپ نے پوچھا؟'' کیا یہ قربانی کا دن (10 ذوالحجہ) نہیں ہے؟'' ہم نے کہا: کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک تمھارے خون' تمھارے مال اور تمھاری عزتیں (تمھارے درمیان آپس میں) اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمھارے اس دن کی حرمت' تمھارے اس شہر میں اور تمھارے اس مہینے میں ہے۔ اور عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے' وہ تم سے تمھارے اعمال کے متعلق باز پرس کرے گا۔ خبردار! تم میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارو! سن لو! جو یہاں حاضر ہے' وہ غائب کو (یہ باتیں) پہنچا دے' اس لیے کہ شاید وہ شخص جسے یہ باتیں پہنچائی جائیں' ان سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو جنھوں نے (براہ

راست مجھ سے) سنا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار (میری بات سنو اور بتاؤ)! کیا میں نے پہنچا دیا ہے؟ کیا میں نے پہنچا دیا ہے؟'' ہم نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! گواہ ہو جا۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① سالوں اور مہینوں کی یہ تعیین (کہ مہینہ 30 یا 29 دن کا اور سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے وغیرہ) اس دن سے ہے جب آسمان وزمین کی تخلیق کی گئی اور اس کی وضاحت سے مقصد اہل جاہلیت کے طریقہ ''نسیئ'' کا بطلان ہے۔ ② آپس میں ایک دوسرے کی جان، مال، عزت وآبرو کی حفاظت کی تاکید اور ان کی حرمت کا بیان۔ ③ قیامت والے دن بارگاہِ الٰہی میں باز پرس کی یاددہانی۔ ④ اس امر کی تاکید کہ اللہ اور اس کے رسول کی جو بات سنی جائے، اسے سننے والا اپنی ذات تک محدود نہ رکھے بلکہ اسے دوسرے لوگوں تک پہنچائے، ممکن ہے وہ اسے زیادہ یاد رکھنے والا اور اس پر زیادہ عمل کرنے والا ہو۔ ⑤ مشرکین مکہ بھی حرمت والے مہینوں کا پاس کرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی ان کی حرمت کے خیال رکھنے کا حکم ہے۔ لیکن افسوس! آج مسلمانوں کو یہ بھی علم نہیں کہ حرمت والے مہینے کون سے ہیں اور نہ علماء ہی اس طرف توجہ دلاتے ہیں حالانکہ ان مہینوں میں کیے گئے گناہوں کی شناعت اور بڑھ جاتی ہے۔ ⑥ محرم الحرام کا مہینہ بھی حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے لیکن اس کی یہ حرمت شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ روزِ اول ہی سے ہے۔ اس ماہ کو مقدس قرار دینا اور باقی حرمت والے مہینوں کی پرواہ نہ کرنا یہ ایک جماعت اور فرقے کا پروپیگنڈہ ہے جس سے اکثر اہل سنت بھی متاثر ہیں۔

[٢١٤] وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ إِيَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْحَارِثِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ فَقَدْ أَوْجَبَ اللهُ لَهُ النَّارَ، وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ». فَقَالَ رَجُلٌ: وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ: «وَإِنْ كَانَ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[214] حضرت ابو امامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی مسلمان آدمی کا حق (جھوٹی) قسم کے ذریعے سے قطع کر لیا (ناحق لے لیا)، یقیناً اللہ نے اس پر جہنم کی آگ واجب اور جنت حرام فرما دی۔'' ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! چاہے وہ تھوڑی سی چیز ہو؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''اگرچہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی ہو۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① حقوق العباد غصب کرنے پر اتنی سخت وعید سے، اس مسئلے کی اہمیت واضح ہے اور جو شخص غصب حقوق کو جائز اور حلال سمجھ کر اس کا ارتکاب کرے گا، وہ تو یقیناً دائمی جہنمی ہے۔ البتہ جو محض اخلاقی کمزوری اور نفس کی کوتاہی کی وجہ سے ایسا کرے گا، وہ اگرچہ دائمی جہنمی نہیں، تاہم اس کا معاملہ اللہ کی مشیت پر ہوگا، چاہے تو ابتدا ہی میں یا پھر سزا دینے کے بعد معاف فرما دے گا۔ ② اس میں ان لوگوں کے لیے سامان عبرت ہے جو دنیا کے عارضی فائدے کے لیے

[214] صحيح مسلم، الإيمان، باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار، حديث:137.

اپنی عاقبت برباد کر لیتے ہیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہ] ایاس بن ثعلبہ بلوی، حارثی۔ کنیت ابوامامہ ہے۔ انصاری قبیلے بنو حارثہ کے حلیف تھے۔ صحابیٔ رسول ہیں۔ ان کی والدہ بیمار تھیں۔ ان کی تیمارداری میں مشغول رہنے کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شرکت سے محروم رہے۔ ان سے کئی احادیث اور بقول بعض صرف تین (3) احادیث مروی ہیں۔

[٢١٥] وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عُمَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلٰى عَمَلٍ، فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهُ، كَانَ غُلُولًا يَأْتِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ أَسْوَدُ مِنَ الْأَنْصَارِ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! اِقْبَلْ عَنِّي عَمَلَكَ، قَالَ: «وَمَا لَكَ؟» قَالَ: سَمِعْتُكَ تَقُولُ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: «وَأَنَا أَقُولُهُ الْآنَ: مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَلْيَجِئْ بِقَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ، فَمَا أُوتِيَ مِنْهُ أَخَذَ، وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهٰى». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[215] حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جسے ہم تم میں سے کسی کام پر عامل مقرر کریں، پس وہ ہم سے ایک سوئی یا اس سے زائد (یا کم) کوئی چیز چھپائے، تو یہ غلول (خیانت اور چوری) ہوگی، جس کے ساتھ وہ قیامت والے دن (بارگاہ الٰہی میں) حاضر ہوگا۔'' چنانچہ انصار میں سے ایک سیاہ فام آدمی کھڑا ہوا، گویا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں، اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے مجھے اپنی جو ذمے داری سونپی ہے، وہ مجھ سے واپس لے لیجیے! آپ نے پوچھا: ''تمھیں کیا ہے؟'' اس نے کہا: میں نے آپ کو اس اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے (جس سے میں ڈر گیا ہوں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ ہم جسے کسی کام پر مقرر کریں تو اسے چاہیے کہ جو بھی کم یا زیادہ اسے ملے وہ (ہمارے پاس) لائے۔ چنانچہ اس میں سے جو اسے دیا جائے، وہ لے لے اور جس سے اسے روک دیا جائے، اس سے وہ باز رہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی سرکاری اہل کاروں کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنے فرائض منصبی امانت و دیانت کے ساتھ ادا کریں، اگر اس میں انھوں نے ذرا سی بھی خیانت کی یا منصب سے ناجائز فائدہ اٹھایا تو وہ عنداللہ مجرم ہوں گے جیسے حدیث نمبر: 209 میں گزرا۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑے افسروں کی بھی یہ ذمے داری ہے کہ وہ اپنے ماتحت عملے پر کڑی نظر رکھیں اور انھیں خیانت کا ارتکاب نہ کرنے دیں، ورنہ ان کا تغافل و تساہل یا اغماض و اعراض بھی جرم ہوگا چہ جائیکہ وہ اس سرکاری لوٹ کھسوٹ میں برابر کے حصے دار ہوں، جیسے بدقسمتی سے آج کل ہو رہا ہے، جس کی وجہ سے رشوت، لوٹ کھسوٹ اور چور بازاری عام ہے۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ.

[215] صحيح مسلم، الإمارة، باب تحريم هدايا العمّال، حديث: 1833.

[٢١٦] وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ أَقْبَلَ نَفَرٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا: فُلَانٌ شَهِيدٌ، وَفُلَانٌ شَهِيدٌ، حَتَّى مَرُّوا عَلَى رَجُلٍ فَقَالُوا: فُلَانٌ شَهِيدٌ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «**كَلَّا، إِنِّي رَأَيْتُهُ فِي النَّارِ فِي بُرْدَةٍ غَلَّهَا - أَوْ عَبَاءَةٍ -**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[216] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب خیبر والا دن ہوا (یعنی جنگ خیبر ہوئی) تو اصحاب رسول میں سے کچھ آدمی آئے اور انھوں نے کہا کہ فلاں شخص شہید ہے اور فلاں شہید ہے، حتی کہ ایک آدمی کے پاس سے وہ گزرے تو کہا: فلاں (بھی) شہید ہے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں، میں نے ایک چادر کی وجہ سے، جو اس نے چرائی تھی، اسے جہنم میں دیکھا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: معلوم ہوا کہ حقوق العباد شہادت سے بھی معاف نہیں ہوں گے، نیز مسلمانوں کے مشترکہ مال (قومی خزانے) میں خیانت بہت بڑا جرم ہے۔

[٢١٧] وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْحَارِثِ بْنِ رِبْعِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَامَ فِيهِمْ، فَذَكَرَ لَهُمْ أَنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَالْإِيمَانَ بِاللهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ! إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ، تُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**نَعَمْ! إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ**»، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**كَيْفَ قُلْتَ؟**» قَالَ: أَرَأَيْتَ! إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَتُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**نَعَمْ! وَأَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ، إِلَّا الدَّيْنَ فَإِنَّ جِبْرِيلَ [عَلَيْهِ السَّلَامَ] قَالَ لِي ذٰلِكَ**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[217] حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور ان کے لیے ذکر فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا سب عملوں سے افضل ہے۔'' ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ فرمایئے! اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا مجھ سے میرے گناہ معاف کر دیے جائیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''ہاں، اگر تو اس حال میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جائے کہ تو صبر کرنے والا، ثواب کی نیت رکھنے والا اور دشمن کی طرف رخ کر کے لڑنے والا ہو، نہ کہ پیٹھ دکھا کر بھاگنے والا۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے کیسے کہا تھا؟'' اس نے کہا: یہ بتلایئے! اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا مجھ سے میرے گناہ معاف کر دیے جائیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، اگر تو قتل کر دیا جائے، جب کہ تو صبر کرنے والا، اللہ سے ثواب کی امید رکھنے والا اور دشمن کی طرف رخ کر کے لڑنے والا ہو، پیٹھ دکھا کر بھاگنے والا نہ ہو۔ سوائے قرض کے (کہ وہ معاف نہیں

[216] صحيح مسلم، الإيمان، باب غلظ تحريم الغلول، وأنه لايدخل الجنة إلا المؤمنون، حديث:114.

[217] صحيح مسلم، الإمارة، باب من قتل في سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدّين، حديث:1885.

ہوگا) اس لیے کہ جبریل نے مجھ سے یہ کہا ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے بھی حقوق العباد اور قرض کی اہمیت واضح ہے کہ یہ کسی صورت معاف نہیں ہوں گے' اس لیے ضروری ہے کہ ہر مسلمان حقوق العباد میں کوتاہی سے اور قرضوں کی ادائیگی میں تساہل سے گریز کرے۔ ② رسول اکرم ﷺ کا کلام وحی کا درجہ رکھتا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کی منشا کے بغیر گفتگو نہیں کرتے تھے۔ اگر کسی معاملے میں اصلاح کی ضرورت ہوتی تو جبریل امین تشریف لا کر اصلاح فرما دیتے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ] حارث بن ربعی بن بلدمہ انصاری' خزرجی سلمی۔ ان کی کنیت ابوقتادہ ہے اور یہ کنیت ہی سے معروف ہیں۔ شہسواران رسول ہیں۔ احد اور اس کے بعد والے غزوات میں شریک رہے۔ بعض کے نزدیک خلافت علی میں کوفہ میں فوت ہوئے۔ اور بعض مؤرخین 64 ہجری کو ان کا سن وفات اور مدینہ طیبہ کو ان کی جائے وفات قرار دیتے ہیں۔

[٢١٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟»، قَالُوا: اَلْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ، فَقَالَ: «إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي، مَنْ يَّأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَّصِيَامٍ وَّزَكَاةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هٰذَا، وَقَذَفَ هٰذَا، وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا، فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُّقْضٰي مَا عَلَيْهِ، أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[218] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس (نقد) درہم ہوں اور نہ کوئی سامان۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(نہیں' بلکہ) میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت والے دن نماز' روزے اور زکاۃ کے ساتھ آئے گا (لیکن اس کے ساتھ ساتھ) وہ اس حال میں آئے گا کہ کسی کو اس نے گالی دی ہوگی' کسی پر بہتان تراشی کی ہوگی' کسی کا مال کھایا ہوگا' کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ چنانچہ ان تمام (مظلومین) کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی (تاکہ ان پر کیے گئے ظلم کی تلافی ہو جائے۔) اگر اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں قبل اس کے کہ اس کے ذمے دوسروں کے حقوق واجب الادا ہوں' تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے' پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا (کیونکہ نیکیوں سے اس کا دامن بالکل خالی ہو جائے گا)۔'' (مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز' روزوں کی پابندی اور زکاۃ کی ادائیگی وغیرہ جیسے فرائض کا التزام یقیناً ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے' تاہم اس کے ساتھ ساتھ اخلاقیات کا اہتمام اور معاملات کی درستی بھی نہایت ضروری ہے۔ نجات اسی

[218] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم، حديث:2581.

شخص کی ہوگی جو بیک وقت ان تمام چیزوں کا خیال رکھے گا اور ان کے تقاضوں کو صحیح طریقے سے ادا کرے گا ورنہ اخلاقیات و معاملات سے بے نیازی برت کر صرف عبادات کی ادائیگی یا عبادات سے غفلت و اعراض کر کے صرف اخلاقیات اور حسن معاملہ کا اہتمام نجات کے لیے کافی نہ ہوگا۔

[٢١٩] وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِيَ لَهُ بِنَحْوِ مَا أَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ أَخِيهِ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[219] حضرت ام سلمہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک میں ایک انسان ہی ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے لے کر آتے ہو (تاکہ میں فیصلہ کروں) اور شاید تم میں سے بعض آدمی' اپنی دلیل پیش کرنے میں دوسرے (فریق) سے زیادہ تیز اور چرب زبان ہو' چنانچہ میں جو کچھ سنوں (اور اس سے جس نتیجے پر پہنچوں) اس کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کر دوں (درآں حالیکہ وہ حق پر نہ ہو) تو جس شخص کے لیے میں اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں تو (دراصل یہ) میں اس کے لیے جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔'' (بخاری و مسلم)

[أَلْحَنَ]، أَيْ: أَعْلَمَ.

أَلْحَنَ کے معنی ہیں: زیادہ عالم' ہشیار اور چرب زبان۔

فوائد و مسائل: ① اس میں آپ نے وضاحت فرمادی کہ میں بھی ایک انسان ہی ہوں اور جس طرح دوسرے انسان کسی کی چرب زبانی' تیزی اور طراری سے متاثر ہو کر خلاف واقعہ بات کو حقیقت سمجھ لیتے ہیں' مجھ سے بھی ایسا ہوسکتا ہے' تاہم یہ عصمت کے منافی نہیں کیونکہ اس کا تعلق تبلیغ اور فریضۂ رسالت کی ادائیگی سے نہیں ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہے۔ ② قاضی پیش کیے گئے دلائل کی بنیاد ہی پر فیصلہ دے گا' جن کو وہ راجح اور صحیح سمجھے گا' اپنے علم اور گمان کے مطابق نہیں۔ ③ قاضی کا فیصلہ اگرچہ ظاہر میں نافذ ہوگا لیکن اس سے حرام' حلال اور حلال' حرام نہیں ہوگا (یعنی وہ باطنا نافذ نہیں ہوگا جیسا کہ احناف کا مسلک ہے) اور کسی نے غلط فیصلہ حاصل کیا ہے تو وہ عنداللہ مجرم ہوگا اور اس کا خمیازہ اسے جہنم کی آگ کی صورت میں بھگتنا ہوگا الا یہ کہ اللہ اسے معاف فرمادے۔

[٢٢٠] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِّنْ دِينِهِ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا». رَوَاهُ

[220] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن ہمیشہ اپنے دین کے بارے میں کشادگی میں رہتا ہے جب تک وہ حرام خون (بہانے کا ارتکاب) نہ

[219] صحيح البخاري، الأحكام، باب موعظة الإمام للخصوم، حديث:7169، وصحيح مسلم، الأقضية، باب الحكم بالظاهر واللحن بالحجة، حديث:1713.

[220] صحيح البخاري، الديات، باب قول الله تعالى: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا......﴾، حديث:6862.

الْبُخَارِيُّ.

کرے۔‘‘ (بخاری)

فائدہ: اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ مومن جب تک کسی کا ناحق خون نہیں بہاتا‘ اسے دین پر عمل کرنے کی توفیق ملتی رہتی ہے اور دوسرا مفہوم ہے کہ اللہ کی رحمت اس کے لیے کشادہ رہتی ہے‘ مآل (انجام) دونوں کا ایک ہی ہے کہ وہ اللہ کی رحمت کا زیادہ مستحق اور امیدوار ہوتا ہے اور جوں ہی وہ قتل ناحق کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ کی رحمت کی امید کا دروازہ اس پر بند ہو جاتا ہے اور وہ ناامیدوں میں سے ہو جاتا ہے۔

[٢٢١] وَعَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيَّةِ، وَهِيَ امْرَأَةُ حَمْزَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ،وَعَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُونَ فِي مَالِ اللهِ بِغَيْرِ حَقٍّ، فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[221] حضرت خولہ بنت ثامر انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے‘ اور یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں‘ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ’’بلاشبہ کچھ لوگ اللہ کے مال (بیت المال) میں ناجائز تصرف کرتے ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے لیے قیامت والے دن جہنم کی آگ ہے۔‘‘ (بخاری)

فائدہ: قومی خزانے میں ناجائز تصرف اور اسے مصالح عامہ کی بجائے مصالح خاصہ کے لیے استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جس پر اسے جہنم کی سزا ہو سکتی ہے‘ اگر اس نے مرنے سے قبل خالص توبہ نہ کی۔

راویٔ حدیث: [حضرت خولہ بنت ثامر رضی اللہ عنہا] خولہ بنت قیس بن فہد انصاریہ۔ ان کی کنیت ام محمد ہے۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ قیس بن فہد کا لقب ثامر تھا اسی لیے ان کو خولہ بنت ثامر کہا جاتا ہے۔ (ریاض الصالحین کے بعض نسخوں میں ثامر کی بجائے عامر ہے جو کہ درست نہیں۔ واللہ أعلم.) ان کی نسبت نجاریہ بھی ہو سکتی ہے کیونکہ ان کا تعلق بنو مالک بن نجار سے بھی ہے۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ جب غزوۂ احد میں انھیں شہید کر دیا گیا تو نعمان بن عجلان زرقی انصاری نے ان سے شادی کر لی۔ یہ رسول اللہ ﷺ سے 18 احادیث روایت کرتی ہیں۔

[٢٧] بَابُ تَعْظِيمِ حُرُمَاتِ الْمُسْلِمِينَ وَبَيَانِ حُقُوقِهِمْ وَالشَّفَقَةِ عَلَيْهِمْ وَرَحْمَتِهِمْ

باب: 27- مسلمانوں کی حرمات کی تعظیم‘ ان کے حقوق اور ان پر شفقت و رحمت کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَٰتِ ٱللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُۥ عِندَ رَبِّهِۦ﴾ [الحج: ٣٠]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’جو اللہ تعالیٰ کی (ٹھہرائی ہوئی) حرمتوں کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے لیے اس کے رب کے ہاں بہت بہتر ہے۔‘‘

[221] صحيح البخاري، فرض الخمس، باب: ﴿فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُۥ وَلِلرَّسُولِ﴾......، حديث: 3118.

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَمَن يُعَظِّمْ شَعَـٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى ٱلْقُلُوبِ﴾ [الحج: ٣٢]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے گا تو بلاشبہ یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَٱخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ [الحجر: ٨٨]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور مومنوں کے لیے اپنے بازو جھکائے رکھیں۔''

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿مَن قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِى ٱلْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ ٱلنَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحْيَا ٱلنَّاسَ جَمِيعًا﴾ [المائدة: ٣٢].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جس نے ایک جان کو کسی جان کے بدلے کے بغیر یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا۔ اور جس نے کسی ایک جان کو زندہ کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندہ کیا۔''

[٢٢٢] وَعَنْ أَبِي مُوسٰی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا» وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[222] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک مومن دوسرے مومن کے حق میں عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔'' اور آپ ﷺ نے (مزید سمجھانے کے لیے) اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھائیں۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں مسلمانوں کو اجتماعیت کا درس دیا گیا ہے کہ ایک مسلمان اسلامی معاشرے کی ایک اینٹ ہے۔ جس طرح اینٹیں باہم مل کر ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہوتی ہیں اسی طرح مسلمان ایک دوسرے کے معاون اور دست و بازو ہوتے اور باہم دگر پیوست رہتے ہیں۔

[٢٢٣] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ مَرَّ فِي شَيْءٍ مِّنْ مَّسَاجِدِنَا، أَوْ أَسْوَاقِنَا، وَمَعَهُ نَبْلٌ، فَلْيُمْسِكْ، أَوْ لِيَقْبِضْ عَلٰی نِصَالِهَا بِكَفِّهِ، أَنْ يُّصِيبَ أَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْهَا شَيْءٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[223] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو ہماری مسجدوں میں سے کسی مسجد سے یا بازاروں میں سے کسی بازار سے گزرے اور اس کے پاس تیر ہو تو اسے اچھی طرح روک کر رکھے یا اس کا اگلا (دھار والا) حصہ مضبوط پکڑ لے' کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان کو اس سے کوئی تکلیف پہنچ جائے۔'' (بخاری ومسلم)

[222] صحيح البخاري، الأدب، باب تعاون المؤمنين بعضهم بعضا، حديث:6026، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم، حديث:2585.

[223] صحيح البخاري، الصلاة، باب المرور في المسجد، حديث:452، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب أمر من مرّ بسلاح في مسجد أو سوق أو غيرهما......، حديث:2615.

فائدہ: اسلام نے مسلمانوں کی جانوں کی حفاظت کا کتنا اہتمام فرمایا ہے۔ لیکن آج اسلحے کی فراوانی کے اس دور میں معاملہ اس کے برعکس ہو گیا ہے اور مسلمان بے محابا اسلحے کا استعمال کر کے ایک دوسرے کی جانیں لے رہے ہیں۔ کچھ اور نہیں تو خوشی کے موقعوں پر ہوائی فائرنگ کر کے دہشت پھیلاتے اور لوگوں کو ناگہانی موت کی نیند سلا دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں خوف ناک آتش بازی کے دھماکوں سے بھی لوگوں کا آرام و سکون برباد کرتے ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آج کا مسلمان اپنے مذہب کی تعلیمات سے کس طرح بے بہرہ یا بے پروا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

[٢٢٤] وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ، تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[224] حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومنوں کی مثال آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے میں، ایک دوسرے کے ساتھ رحم کرنے میں اور ایک دوسرے کے ساتھ شفقت و نرمی کرنے میں، جسم کی طرح ہے کہ جب اس کا کوئی ایک عضو درد کرتا ہے تو اس کا سارا جسم اس کی وجہ سے بیداری اور بخار میں مبتلا رہتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اسی کے ہم معنی یہ حدیث بھی ہے جو صحیح مسلم میں ہے: مومن ایک آدمی کی طرح ہیں، جب اس کی آنکھ دکھتی ہے تو سارا جسم دکھتا ہے اور جب اس کے سر کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کا سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔ ② باہمی ہمدردی اور خیر خواہی ہی سے معاشروں کی بقا ہے۔ اسلامی معاشرے کے اولین دور میں مسلمان اس خوبی سے خوب بہرہ ور تھے کہ ان میں خود اپنی ذات سے بڑھ کر دوسروں کا درد تھا۔ رفتہ رفتہ اسلامی تعلیمات سے دوری اور تقلید مغرب نے انسان کو خود غرض بنا دیا کہ اسے غیروں کا احساس تو کیا؟ وہ خونی رشتہ داروں تک سے غافل ہو گیا۔

[٢٢٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَبَّلَ النَّبِيُّ ﷺ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، وَعِنْدَهُ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ، فَقَالَ الْأَقْرَعُ: إِنَّ لِي عَشَرَةً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: «مَنْ لَّا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[225] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا۔ آپ کے پاس اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اقرع نے کہا: میرے دس بچے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''جو کسی پر رحم نہیں کرتا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔'' (بخاری و مسلم)

[224] صحيح البخاري، الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، حديث:6011، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم و تعاضدهم، حديث:2586.

[225] صحيح البخاري، الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله و معانقته، حديث:5997، وصحيح مسلم، الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال......، حديث:2318.

فائدہ: چھوٹے بچوں کو پیار و شفقت سے چومنا اور انھیں بوسہ دینا نہ صرف جائز بلکہ اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

[٢٢٦] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِمَ نَاسٌ مِّنَ الْأَعْرَابِ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالُوا: أَتُقَبِّلُونَ صِبْيَانَكُمْ؟ فَقَالَ: «نَعَمْ»، قَالُوا: لٰكِنَّا، وَاللهِ! مَا نُقَبِّلُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَوَ أَمْلِكُ إِنْ كَانَ اللهُ نَزَعَ مِنْ قُلُوبِكُمُ الرَّحْمَةَ؟». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[226] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ اعرابی (دیہاتی) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا: کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' انھوں نے کہا: لیکن اللہ کی قسم! ہم تو بوسہ نہیں دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اللہ تم لوگوں کے دلوں سے رحمت و شفقت کا جذبہ نکال دے تو اس میں میرا کیا اختیار؟'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① بچوں سے پیار و شفقت کا اظہار اس رحمت و رافت کا نتیجہ ہے جو اللہ کی طرف سے دلوں میں ودیعت کی گئی ہے۔ ② چھوٹے بچوں اور بچیوں سے پیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں وہ اپنے ہوں یا بیگانے۔

[٢٢٧] وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ لَّا يَرْحَمُ النَّاسَ لَا يَرْحَمْهُ اللهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[227] حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ بھی اس پر رحم نہیں فرماتا۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اللہ کی مخلوق کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ کرنا اللہ کو بہت پسند ہے حتی کہ جانوروں اور پرندوں کے ساتھ بھی۔ اس سے انسان اللہ کی رحمت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اس حدیث میں انسانوں کا ذکر اس کی خصوصیت کے اعتبار سے ہے ورنہ جانوروں پر رحم کرنا بھی مطلوب ہے۔

[٢٢٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالْكَبِيرَ، وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

[228] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو اسے چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھائے اس لیے کہ ان (نمازیوں) میں کمزور، بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں۔ اور جب خود تنہا نماز پڑھے تو جتنی چاہے نماز طویل کر لے۔''

[226] صحيح البخاري، الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله و معانقته، حديث:5998، وصحيح مسلم، الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان......، حديث:2317.

[227] صحيح البخاري، الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، حديث:6013، و صحيح مسلم، الفضائل باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال......، حديث:2319.

[228] صحيح البخاري، الأذان، باب إذا صلى لنفسه فَلْيُطَوِّلْ ما شاء، حديث:703، وصحيح مسلم، الصلاة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في تمام، حديث:467.

(بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: «وَذَا الْحَاجَةِ».

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اور حاجت مند (بھی ہوتے ہیں)۔''

فوائد ومسائل: ① اس میں امام کو مقتدیوں کا خیال رکھتے ہوئے تخفیف صلاۃ کی تاکید کی گئی ہے تا کہ مذکورہ افراد کو تکلیف نہ ہو۔ ② تخفیف کا مطلب یہ ہے کہ قراءت زیادہ لمبی نہ کی جائے' یہ مطلب نہیں ہے کہ رکوع' سجود' قومہ اور جلسۂ استراحت وغیرہ کا صحیح طریقے سے اہتمام ہی نہ کیا جائے جیسا کہ عام طور پر لوگ اس کا یہی مطلب لیتے ہیں اور تعدیل ارکان کا بالکل خیال نہیں رکھتے' جو فرض ہے اور جس کی بابت نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔'' (صحيح البخاري، الأذان، حديث: 631) اس لیے تعدیل ارکان کا اہتمام بھی نہایت ضروری ہے۔

[٢٢٩] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيَدَعُ الْعَمَلَ، وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ، خَشْيَةَ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ النَّاسُ، فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[229] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ (بعض دفعہ) ایسا (نفلی) عمل چھوڑ دیتے تھے جس کا کرنا آپ پسند فرماتے' صرف اس اندیشے سے کہ کہیں (آپ کو دیکھ کر) لوگ بھی اسے (پابندی سے) کرنے لگیں اور وہ ان پر فرض کر دیا جائے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں نبی ﷺ کی اس شفقت کا بیان ہے جو امت کے لیے آپ کے دل میں تھی' اس لیے چاہنے کے باوجود بعض دفعہ آپ نفلی عبادت وطاعت سے گریز فرماتے کہ کہیں وہ امت پر فرض نہ ہو جائے اور پھر امت کے لیے اس کی ادائیگی مشکل ہو۔

[٢٣٠] وَعَنْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: نَهَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَّهُمْ، فَقَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ: «إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[230] حضرت عائشہ ؓ ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے صحابۂ کرام پر شفقت ومہربانی فرماتے ہوئے انھیں وصال (بغیر افطار کیے مسلسل روزے رکھنے) سے منع فرمایا' تو انھوں نے عرض کیا کہ آپ خود تو وصال کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم جیسا نہیں ہوں (اس لیے تم مجھے اپنے پر قیاس مت کرو) میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

[229] صحيح البخاري، التهجد، باب تحريض النبي ﷺ على قيام الليل والنوافل......، حديث: 1128، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب صلاة الضحى وأن أقلها ركعتان......، حديث: 718.

[230] صحيح البخاري، الصوم، باب الوصال......، حديث: 1964، و صحيح مسلم، الصيام، باب النهي عن الوصال في الصوم، حديث: 1105.

مَعْنَاهُ: يَجْعَلُ فِيَّ قُوَّةَ مَنْ أَكَلَ وَشَرِبَ.

اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اندر کھانے پینے والے شخص جیسی قوت پیدا فرما دیتا ہے۔

فائدہ: ''میں تم جیسا نہیں ہوں۔'' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں تمھاری طرح انسان نہیں ہوں' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ میرا جو خصوصی ربط و تعلق ہے' وہ تم میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ اس تعلق خصوصی کی وجہ سے میرا رب میرے اندر کھائے پیے بغیر ہی وہ قوت پیدا فرما دیتا ہے جو تمھیں کھانے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لحاظ سے بلا ناغہ مسلسل روزے رکھنا' آپ کی ان خصوصیات میں سے ہے جن کی اقتدا امت کے لیے نہ صرف یہ کہ ضروری نہیں بلکہ ممنوع اور حرام ہے۔ ایسے خصوصی معاملات میں' چاہے ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاشرت وغیرہ سے' آپ کے فرمان پر عمل ضروری ہوگا' آپ کے عمل پر نہیں' البتہ جہاں خصوصیت کی صراحت یا اس کی واضح دلیل نہیں ہوگی وہاں آپ کا عمل بھی واجب الاتباع ہوگا۔

[٢٣١] وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْحَارِثِ بْنِ رِبْعِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنِّي لَأَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأُرِيدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي، كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[231] حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور میرا ارادہ اسے لمبا کرنے کا ہوتا ہے کہ میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں' تو میں اپنی نماز میں اختصار سے کام لیتا ہوں' اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ میں اس کی ماں کو مشقت میں ڈالوں۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① یہاں بھی نماز میں اختصار سے مراد' قراءت کا مختصر کرنا ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں اس کی صراحت بھی ہے: فَيَقْرَأُ بِالسُّورَةِ الْقَصِيرَةِ. ''بچے کی آواز سننے پر چھوٹی سورت پڑھتے۔'' (صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث:470) بہر حال اس میں بھی آپ کی اس شفقت کا بیان ہے جو امت کے بارے میں آپ کے اندر تھی' حتی کہ نماز کی حالت میں بھی آپ نے اس کا اظہار فرمایا۔ ﷺ۔ ② امام کے لیے قاریٔ قرآن ہونے کے ساتھ دینِ اسلام کے مقاصد اور احکامات سے آگاہ ہونا اور جماعت و نماز کے آداب سے واقف ہونا بھی ضروری ہے۔

[٢٣٢] وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ، فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ، ثُمَّ يَكُبُّهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[232] حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے صبح کی نماز پڑھی' وہ اللہ کی حفاظت اور عہد میں ہے۔ چنانچہ (تم اس بات کا خیال رکھو کہ) اللہ تعالیٰ تم سے اپنے عہد میں سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے' اس لیے کہ جس سے بھی وہ اس کا مطالبہ (باز پرس)

[231] صحيح البخاري، الأذان، باب من أخف الصلاة عند بكاء الصبي، حديث:707.

[232] صحيح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة، حديث:657.

کرے گا' اسے پکڑ لے گا اور پھر اسے اوندھے منہ جہنم کی
آگ میں ڈال دے گا۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① جو شخص صبح کی نماز پڑھے وہ اللہ کے عہد میں آ گیا کہ اب وہ مسلم ہے۔ اب کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اس کے مال یا جان کا نقصان کرے۔ اگر کوئی شخص یہ کام کرتا ہے تو وہ اللہ کی طرف سے اس مسلمان کے ساتھ کیے گئے عہد کو توڑنے کا ارتکاب کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے اس عہد شکنی کے متعلق باز پرس فرمائے گا۔ ② صبح کی نماز سے مراد پانچ وقت کا نمازی ہونا ہے کیونکہ صبح کی نماز مشکل ترین نماز ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ] جندب بن عبداللہ بن عبداللہ بن سفیان البجلی العلقی۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ بجیلہ کے چھوٹے قبیلے علقہ کی طرف نسبت کی وجہ سے بجلی اور علقی کہلاتے ہیں۔ صحابی ہیں۔ کوفہ کو اپنا مسکن بنایا۔ بعدازاں مصعب بن زبیر کے ساتھ بصرہ منتقل ہو گئے۔ ان سے 43 احادیث مروی ہیں۔

[٢٣٣] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ: لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يُسْلِمُهُ، مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[233] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے' نہ اس پر زیادتی کرتا ہے اور نہ اسے (بے یار و مددگار چھوڑ کر دشمن کے) سپرد کرتا ہے۔ جو اپنے (مسلمان) بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہو' اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرماتا ہے۔ جو کسی مسلمان سے کوئی پریشانی دور کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے کوئی (بڑی) پریشانی دور فرما دے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی' اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔''
(بخاری و مسلم)

فائدہ: یہ حدیث اس لحاظ سے بڑی اہم ہے کہ اس میں مسلمانوں کو ایک خاندان کے افراد کی طرح رہنے کی ہدایات دی گئی ہیں کہ جس طرح ایک شخص اپنے بیٹے' بھائی وغیرہ پر کوئی ظلم کرنا اور مدد کے وقت اسے بے یار و مددگار چھوڑنا پسند نہیں کرتا' اسے کوئی حاجت ہو تو اسے پوری کرنے کی' کسی تکلیف اور پریشانی میں مبتلا ہو تو اسے دور کرنے کی اور اس سے کوئی کوتاہی غلطی ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کی سعی کرتا ہے' یہی معاملہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور اس کا بہترین صلہ اسے دنیا و آخرت میں عطا فرماتا ہے۔ گویا یہ اجتماعی کفالت کا ایک بہترین نظام ہے جس پر اگر مسلمان عمل کریں تو آخرت کی بھلائی کے ساتھ ان کی دنیا بھی جنت نظیر بن سکتی ہے۔ کاش

[233] صحيح البخاري، المظالم، باب: لايظلم المسلم المسلم ولا يسلمه، حديث:2442، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم، حديث:2580.

مسلمان اپنے مذہب کی ان روشن تعلیمات کو اپنا سکیں۔

[۲۳۴] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ: لَا يَخُونُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ، اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَّحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[234] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے' وہ اس کی خیانت کرتا ہے نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے (یا نہ اسے جھوٹا قرار دیتا ہے) اور نہ اسے بے سہارا چھوڑتا ہے۔ ایک مسلمان کی عزت' اس کا مال اور اس کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ تقویٰ یہاں (دل میں) ہے۔ کسی آدمی کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر خیال کرے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث بھی اسی مفہوم کی ہے جو گزشتہ حدیث تھی' بلکہ اس میں اس مفہوم کی مزید تشریح اور وسعت ہے۔ اس میں مسلمانوں کی عزت اور جان و مال کی باہم حفاظت کرنے کی تاکید کے ساتھ ساتھ ایک اور نہایت اہم بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ تقویٰ کا معاملہ' یہ مسلمان کا اندرونی معاملہ ہے جس کا تعلق دل سے ہے جس میں کوئی جھانک کر نہیں دیکھ سکتا' اسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جان سکتا ہے' اس لیے کوئی شخص اپنے بارے میں یہ گمان نہ کرے کہ میں تو بہت نیک اور زہد و تقویٰ کے اونچے مقام پر فائز ہوں اور فلاں مسلمان ایسا ویسا ہے اور اپنے اس زعم پارسائی میں اسے اپنے سے کمتر اور حقیر سمجھے۔ ② ظاہری اعمال اور نیکیوں سے قطع نظر' کوئی شخص فی الواقع ایمان' اخلاص اور تقویٰ کے کس مقام پر فائز ہے؟ اس کا صحیح علم اللہ کے سوا کسی کو ہے نہ ہو ہی سکتا ہے' تاہم جو فسق و فجور کے علانیہ مرتکب ہوں' ان کی بات اور ہے اور ان سے ان کے فسق و فجور کی وجہ سے نفرت و کراہت کا اظہار' عین ایمان کا تقاضا ہے' تاہم ان کی بھی تحقیر پسندیدہ نہیں۔ گویا نفرت و کراہت اور چیز ہے اور حقیر گرداننا شے دیگر۔

[۲۳۵] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا، اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ: لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا-

[235] حضرت ابو ہریرہ ؓ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ایک دوسرے پر حسد مت کرو' نہ خرید و فروخت میں بولی بڑھا کر ایک دوسرے کو دھوکا دو' نہ باہم بغض رکھو' نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو (یعنی اعراض اور بے رخی مت کرو) اور نہ تمھارا ایک' دوسرے کے سودے پر سودا

[234] جامع الترمذي، البر والصلة...... باب ماجاء في شفقة المسلم على المسلم، حديث: 1927.

[235] صحيح مسلم، البر والصلة......، باب تحريم ظلم المسلم و خذله...... حديث: 2564.

وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کرے۔ اور اے اللہ کے بندو! تم بھائی بھائی بن جاؤ! مسلمان مسلمان کا بھائی ہے' نہ اس پر ظلم کرے' نہ اسے حقیر گردانے اور نہ اسے (مدد کے وقت) بے سہارا چھوڑے' تقویٰ یہاں ہے..... اور آپ نے یہ الفاظ اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمائے..... ایک شخص کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر تصور کرے۔ ہر مسلمان کا خون' اس کا مال اور اس کی عزت' دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔'' (مسلم)

[اَلنَّجَشُ]: أَنْ يَّزِيدَ فِي ثَمَنِ سِلْعَةٍ يُنَادَى عَلَيْهَا فِي السُّوقِ وَنَحْوِهِ، وَلَا رَغْبَةَ لَهُ فِي شِرَائِهَا بَلْ يَقْصِدُ أَنْ يَّغُرَّ غَيْرَهُ، وَهٰذَا حَرَامٌ. وَ[التَّدَابُرُ]: أَنْ يُّعْرِضَ عَنِ الْإِنْسَانِ وَيَهْجُرَهُ وَيَجْعَلَهُ كَالشَّيْءِ الَّذِي وَرَاءَ الظَّهْرِ وَالدُّبُرِ.

نَجَشٌ کا مطلب ہے: بازار یا اسی قسم کی اور جگہ میں نیلام کیے جانے والے سامان کی بڑھ کر قیمت لگانا' جب کہ اس کو خود خریدنے میں رغبت نہ ہو' بلکہ زیادہ بولی لگانے سے مقصد دوسرے کو دھوکے میں ڈالنا ہو۔ اور یہ حرام ہے۔ اور تَدَابُر کے معنی ہیں کہ انسان دوسرے سے بے رخی برتے اور اسے چھوڑ دے اور اسے اس طرح کر دے جیسے کسی چیز کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس میں مسلمانوں کی باہم خیر خواہی اور بھائی چارے کے مفہوم کو مزید وسعت دی گئی ہے۔ ایک حسد سے روکا گیا ہے جو ایک نہایت قبیح اخلاقی بیماری ہے جس میں انسان دوسرے انسانوں کو اچھی حالت میں دیکھنا پسند نہیں کرتا اور آرزو کرتا ہے کہ جو نعمتیں اسے حاصل ہیں' وہ ان سے محروم ہو جائے۔ آپس میں بغض و عداوت اور اعراض و بے رخی سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ بھی اسلامی اخوت کے منافی ہے۔ ② ''نجش'' سے روکا گیا ہے جو سراسر دھوکا اور فریب کا نام ہے اور یہ ایک دوسرے کی خیر خواہی کے بالکل خلاف ہے جب کہ ایک بھائی کو دوسرے بھائی کا خیر خواہ ہونا چاہیے نہ کہ بدخواہ۔ سودے پر سودا کرنے سے بھی آپس میں بغض و عناد پیدا ہونے کا اندیشہ ہے' اس لیے اس کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے۔ ③ کبر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اسی کے لائق ہے۔ انسان جو ادنیٰ سی مخلوق ہے اسے زیب نہیں دیتا کہ وہ تکبر کرے۔ انسان کا تکبر اللہ رب العزت کو کسی صورت بھی گوارہ نہیں ہے۔ تمام مسلمان برابر ہیں۔ اگر کسی کو فضیلت ہے تو صرف تقویٰ کی بنیاد پر۔ لیکن تقویٰ کی بنیاد پر بھی دوسرے کو حقیر سمجھنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

[٢٣٦] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ

[236] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ

[236] صحيح البخاري، الإيمان، باب: من الإيمان أن يحب لأخيه......، حديث: 13، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من خصال الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه من الخير، حديث: 45.

ﷺ قَالَ: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں تا آنکہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: یہ حدیث بھی گزشتہ مفہوم کی وضاحت کے لیے نہایت جامع ہے کیونکہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے وہی کچھ پسند کرے گا جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے تو وہ ہر معاملے میں دوسرے مسلمان کے ساتھ خیر خواہی ہی کرے گا' اس کی بدخواہی کبھی نہیں کرے گا۔ اور جب ہر مسلمان اس کردار کو اپنا لے گا تو کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کا دشمن اور بدخواہ نہیں رہے گا' بلکہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا ہمدرد' اس کا معاون اور خیر خواہ ہوگا۔ اور جس معاشرے کا یہ حال ہو' اس کے خوشگوار اور پر سکون ہونے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے۔ کاش کہ مسلمان معاشرے اس سانچے میں ڈھل سکیں۔

[٢٣٧] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا»، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَنْصُرُهُ إِذَا كَانَ مَظْلُومًا، أَرَأَيْتَ! إِنْ كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ أَنْصُرُهُ؟ قَالَ: «تَحْجُزُهُ - أَوْ تَمْنَعُهُ - مِنَ الظُّلْمِ فَإِنَّ ذٰلِكَ نَصْرُهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[237] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم۔'' ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! جب وہ مظلوم ہو تو میں اس کی مدد کروں (یہ تو ٹھیک ہے) لیکن یہ بتلائیے! اگر وہ ظالم ہو تو میں کیسے اس کی مدد کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے تم ظلم کرنے سے روک دو' یہی اس کی مدد کرنا ہے۔'' (بخاری)

فائدہ: یہ بھی معاشرے سے ظلم و فساد کے روکنے کے لیے کتنا جامع ارشاد ہے' یعنی مظلوم ہی کی مدد نہ کرو بلکہ اخلاقی جرأت سے کام لے کر ظالم کو بھی ظلم کرنے سے روکو۔ یہ بڑے دل گردے کا کام ہے لیکن مسلمان کی خیر خواہی کا حق بھی تب ہی ادا ہوگا جب مسلمانوں میں یہ اخلاقی جرأت پیدا ہوگی کہ وہ ظالم کے ہاتھ کو بھی پکڑ سکیں' یا کم از کم زبان سے اس کے خلاف کلمۂ حق بلند کر دیں۔

[٢٣٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَ إِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[238] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا' (بیمار کی) بیمار پرسی کرنا' جنازوں کے پیچھے چلنا (ان میں شرکت کرنا) دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کو چھینک کا (يَرْحَمُكَ اللّٰهُ سے) جواب دینا۔''

(بخاری و مسلم)

[237] صحيح البخاري، الإكراه، باب يمين الرجل لصاحبه: أنه أخوه......، حديث:6952.

[238] صحيح البخاري، الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز، حديث:1240، وصحيح مسلم، السلام، باب من حق المسلم للمسلم ردّ السلام، حديث:2162.

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: «حَقُّ الْمُسْلِمِ سِتٌّ: إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ، وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ، وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتْهُ، وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ، وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ».

اور مسلم کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے: ''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں: جب تیری اس سے ملاقات ہو تو اسے سلام کر۔ جب وہ تیری دعوت کرے تو اسے قبول کر۔ جب وہ تجھ سے خیر خواہی کا طالب ہو تو اس سے خیر خواہی کر۔ جب اسے چھینک آئے اور وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو اسے (یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہہ کر) جواب دے۔ جب وہ بیمار ہو تو اس کی مزاج پرسی کر۔ اور جب وہ مر جائے تو اس کے پیچھے چل (یعنی اس کے جنازے میں شریک ہو)۔''

فوائد و مسائل: ① حقوق مذکورہ کو مسلمانوں کے باہمی حقوق قرار دے کر مسلمانوں کے مابین اخوت و محبت کے تعلق کو مضبوط تر کر دیا گیا ہے۔ یہ باتیں بظاہر اتنی بڑی نہیں ہیں لیکن انجام اور نتیجے کے اعتبار سے بہت بڑی ہیں۔ بیشک ان کی ادائیگی سے معاشرہ روبہ اصلاح ہو سکتا ہے۔ ② سلام پھیلانا دخول جنت کا باعث، بیمار پرسی کرنا اللہ کی رحمت کا باعث' شرکت جنازہ دو قیراط ثواب کے حصول کا باعث اور قبول دعوت باعث مودت ہے۔ گویا مسلمان کا ہر لمحہ اور ہر فعل' اگر وہ نیت درست کر لے تو نیکی بن سکتا ہے۔

[٢٣٩] وَعَنْ أَبِي عُمَارَةَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِي، وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ. وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيمَ - أَوْ تَخَتُّمٍ بِالذَّهَبِ -، وَعَنْ شُرْبٍ بِالْفِضَّةِ، وَعَنِ الْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ، وَعَنِ الْقَسِّيِّ، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ، وَالْإِسْتَبْرَقِ، وَالدِّيبَاجِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[239] حضرت ابوعمارہ براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سات چیزوں کے کرنے کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا: آپ نے ہمیں حکم فرمایا: مریض کی مزاج پرسی کرنے کا' جنازوں کے پیچھے چلنے کا' چھینک کا جواب دینے کا' قسم اٹھانے والے کی قسم کو پورا کرنے کا' مظلوم کی مدد کرنے کا' دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے کا اور سلام کو پھیلانے کا (یعنی بکثرت السلام علیکم کہنے کا۔) اور ہمیں منع فرمایا: سونے کی انگوٹھیاں پہننے سے' چاندی کے برتنوں میں (کھانے) پینے سے' سرخ ریشمی گدوں کے استعمال سے اور قَسّی کے کپڑے پہننے سے' حریر' استبرق اور دیباج کے استعمال سے۔'' (یہ تینوں ریشمی کپڑوں کی قسمیں ہیں۔) (بخاری و مسلم)

[239] صحيح البخاري، الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز، حديث:1239، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة على الرجال والنساء.....، حديث:2066.

وَفِي رِوَايَةٍ: وَإِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِي السَّبْعِ الْأُوَلِ.

اور ایک اور حدیث میں ہے کہ پہلی سات باتوں میں گم شدہ چیز کی تشہیر کرنے کا حکم دیا (تا کہ مالک کا پتہ چل جائے)۔

[اَلْمَيَاثِرُ]: بِيَاءٍ مُثَنَّاةٍ قَبْلَ الْأَلِفِ، وَثَاءٍ مُثَلَّثَةٍ بَعْدَهَا، وَهِيَ جَمْعُ مِيثَرَةٍ، وَهِيَ شَيْءٌ يُتَّخَذُ مِنْ حَرِيرٍ وَيُحْشٰى قُطْنًا أَوْ غَيْرَهُ، وَيُجْعَلُ فِي السَّرْجِ وَكُورِ الْبَعِيرِ، يَجْلِسُ عَلَيْهِ الرَّاكِبُ. [الْقَسِّيُّ]: بِفَتْحِ الْقَافِ وَكَسْرِ السِّينِ الْمُهْمَلَةِ الْمُشَدَّدَةِ، وَهِيَ ثِيَابٌ تُنْسَجُ مِنْ حَرِيرٍ وَكَتَّانٍ مُخْتَلِطَيْنِ. وَ[إِنْشَادُ الضَّالَّةِ]: تَعْرِيفُهَا.

مَيَاثِر: ''یا''، پھر'' الف'' اور پھر ''ثا'' یہ مِيثَرَةٌ کی جمع ہے۔ یہ ایسی چیز (گدی) ہے جسے ریشم سے بنا کر اسے روئی وغیرہ سے بھر دیا جاتا ہے اور اسے گھوڑوں کی کاٹھیوں اور اونٹوں کے کجاووں پر رکھا جاتا ہے، جس پر گھوڑے اور اونٹ پر سواری کرنے والا بیٹھتا ہے۔ قَسِّي: ''قاف'' پر زبر اور ''سین'' مشدد کے نیچے زیر۔ ایسے کپڑے جو ریشم اور سوت ملا کر بنائے جاتے ہیں۔ إِنْشَادُ الضَّالَّةِ کا مطلب ہے: گم شدہ چیز کا اعلان اور تشہیر کرنا۔

فوائد و مسائل: ① قسم اٹھانے والے کی قسم کو پورا کر دینے کا مطلب ہے کہ کوئی شخص تم پر اعتماد کرتے ہوئے یہ کہہ دے کہ اللہ کی قسم، تم فلاں کام ضرور کرو۔ تو تم اس کے اعتماد کو مجروح مت کرو اور اس کام کو کر کے اس کی قسم پوری کر دو بشرطیکہ وہ کام حرام نہ ہو، اس کا تعلق مباحات اور مکارم اخلاق سے ہو۔ ② سونا اور ہر قسم کا ریشمی لباس صرف مردوں کے لیے حرام ہے کیونکہ اسلام میں مردوں میں نسوانیت اور سہل انگاری کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے، البتہ عورتوں کے لیے یہ دونوں چیزیں جائز ہیں۔ ③ سونے چاندی کے برتن اور سرخ ریشمی گدے مرد و عورت ہر دو کے لیے حرام ہیں کیونکہ ان کا استعمال عموماً متکبرین کرتے ہیں۔

[۲۸] بَابُ سَتْرِ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِينَ وَالنَّهْيِ عَنْ إِشَاعَتِهَا لِغَيْرِ ضَرُورَةٍ

باب:28- مسلمانوں کے عیوب کے چھپانے اور بغیر ضرورت کے ان کی اشاعت کے ممنوع ہونے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلْفَٰحِشَةُ فِى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ﴾ [النور: ١٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بلا شبہ وہ لوگ جو اہل ایمان میں بے حیائی پھیلانا پسند کرتے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔''

[٢٤٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا إِلَّا

[240] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو بندہ کسی بندے کی دنیا میں ستر پوشی کرتا

[240] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب بشارة من ستر الله تعالى عليه في الدنيا بأن يستر عليه في الآخرة، حديث: 2590.

سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔'' (مسلم)

فائدہ: لوگوں کے عیوب اور ان کی کوتاہیوں کی پردہ پوشی' مکارم اخلاق میں سے اور اللہ کی صفت ستیر کی مظہر ہے' اس لیے اللہ کو یہ خوبی بہت پسند ہے اور قیامت والے دن وہ بھی اس شخص کو اسی قسم کی جزا دے گا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور اس سے باز پرس ہی نہیں فرمائے گا یا اگر باز پرس کرے گا تو علی رؤس الاشہاد نہیں بلکہ تنہائی میں کرے گا تا کہ کسی اور کے سامنے اسے شرمندگی نہ ہو' پھر چاہے گا تو معاف فرما دے گا یا کچھ عرصے کے لیے اسے بطور سزا جہنم میں بھیج دے گا۔

[٢٤١] وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ، وَإِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا، ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ فَيَقُولُ: يَا فُلَانُ! عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللهِ عَنْهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[241] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت کا ہر فرد درگزر کے قابل ہوگا' سوائے ان لوگوں کے جو کھلم کھلا گناہ کرنے والے ہوں گے۔ اور یہ بھی علانیہ گناہ میں سے ہے کہ آدمی رات کو کوئی (گناہ کا) کام کرے' پھر صبح کو' باوجود اس بات کے کہ اللہ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈال دیا (اسے لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیا) وہ کہے: اے فلاں شخص! گزشتہ رات میں نے اس اس طرح (کام) کیا' حالانکہ اس نے وہ رات اس طرح گزاری تھی کہ اس کے رب نے اس کی پردہ پوشی کر دی تھی اور یہ صبح کو وہ پردہ چاک کر رہا ہے جو اللہ نے اس پر ڈال دیا تھا۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بتقاضائے بشریت کسی گناہ کا ہو جانا' جس پر انسان کو ندامت بھی ہو اور وہ اس کا اظہار بھی نہ کرے اور بات ہے' اللہ کے ہاں اس کی معافی کی امید ہے اور بصورت توبہ تو معافی یقینی ہے۔ لیکن علانیہ گناہ کرنا اور بات ہے۔ اس کے مرتکب کا دل ایک تو اللہ کے خوف سے' دوسرے اللہ کے احکام کی توقیر اور وقعت سے خالی ہے۔ تیسرے' ایسا شخص بالعموم توبہ کی توفیق سے بھی محروم ہی رہتا ہے۔ چوتھے' اللہ کی نافرمانی کا فخریہ طور پر اظہار' اللہ کے غضب وانتقام کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ایسا شخص پھر اللہ کے ہاں کیوں کر قابل معافی ہو سکتا ہے۔

[٢٤٢] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا زَنَتِ

[242] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' نبی

[241] صحيح البخاري، الأدب، باب ستر المؤمن على نفسه، حديث:6069، وصحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب النهي عن هتك الإنسان ستر نفسه، حديث:2990.

[242] صحيح البخاري، الحدود، باب لايثرب على الأمة......، حديث:6839، و صحيح مسلم، الحدود، باب رجم اليهود أهل الذمة في الزنى، حديث:1703.

الْأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّانِيَةَ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا، وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعَرٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ﷺ نے فرمایا: ''جب لونڈی بدکاری کا ارتکاب کرے اور اس کا یہ گناہ ظاہر ہو جائے تو چاہیے کہ اس کا مالک اس پر حد جاری کرے اور اسے ملامت (ڈانٹ ڈپٹ) نہ کرے، پھر اگر وہ دوبارہ بدکاری کرے تو اس پر حد جاری کرے اور اسے ملامت نہ کرے، پھر اگر وہ تیسری مرتبہ یہ کام (زنا) کرے تو اسے بیچ دے اگرچہ بالوں کی رسی کے عوض ہی (اسے بیچنا پڑے)۔'' (بخاری ومسلم)

[التَّثْرِيبُ]: اَلتَّوْبِيخُ.

تَثْرِیبٌ کے معنی ہیں توبیخ، یعنی ڈانٹ ڈپٹ۔

فوائد ومسائل: ① لونڈی کی حد زنا پچاس کوڑے ہیں۔ یہ سزا خود مالک بھی دے سکتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں مالک ہی سے خطاب ہے۔ ② توبیخ و ملامت نہ کرنے سے یہ مقصد معلوم ہوتا ہے کہ شاید آئندہ اس گناہ سے باز رہے کیونکہ بعض دفعہ پیار اور نرمی بھی بہت مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ اگر اس صنف نازک پر کلام نرم و نازک بے اثر ہو تو سہ بارہ یہ کام کرنے پر اسے بیچ ڈالے چاہے اسے برائے نام ہی قیمت وصول ہو۔

[۲۴۳] وَعَنْهُ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ خَمْرًا، قَالَ: «اِضْرِبُوهُ». قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ: فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ، وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: أَخْزَاكَ اللهُ! قَالَ: «لَا تَقُولُوا هٰكَذَا، لَا تُعِينُوا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[243] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس لایا گیا جس نے شراب پی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''اسے زدوکوب کرو۔'' ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی اسے ہاتھ سے، کوئی اپنے جوتے سے اور کوئی اپنے کپڑے سے مار رہا تھا، پھر جب وہ (آدمی) چلا گیا تو بعض نے کہا: اللہ تجھے رسوا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس طرح مت کہو، اس کے مقابلے میں شیطان کی مدد مت کرو۔'' (بخاری)

فوائد ومسائل: ① یعنی ایک مسلمان کے حق میں بددعا کرنا شیطان کی مدد کرنا ہے کیونکہ شیطان کا مشن بھی مسلمانوں کو گمراہ کرنا اور انھیں دنیا و آخرت کی رسوائیوں کا مستحق قرار دلوانا ہے۔ ② اس حدیث سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں جن کے نزدیک شراب نوشی کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ اس کے لیے تعزیری سزا ہے جو حالات کے مطابق کم وبیش ہو سکتی ہے۔ لیکن دوسرے علماء جو اس کی حد چالیس کوڑے کے قائل ہیں، وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ مذکورہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ اس کی حد مقرر نہیں ہوئی تھی۔ جب نبی ﷺ نے بعد میں چالیس کوڑوں کی سزا دی تو اب یہی اس کی متعین حد ہے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں اسی پر عمل کیا۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑوں میں مزید اضافہ کر کے اس کی سزا اسّی (80) کوڑے کر دی۔ اس کی بابت یہ علماء کہتے ہیں کہ اصل حد تو

[243] صحيح البخاري، الحدود، باب الضرب بالجريد والنعال، حديث:6777.

چالیس کوڑے ہی ہیں۔ مزید چالیس کوڑے تعزیری سزا تھی جس کا حق امام وقت کو حاصل ہے کہ اگر وہ ضرورت محسوس کرے تو اصل حد کے ساتھ تعزیری سزا بھی' جو وہ مناسب سمجھے' دے سکتا ہے۔ یہی دوسرا قول راجح ہے کہ شراب نوشی کی حد مقرر ہے (اس کی سزا تعزیری نہیں) اور وہ ہے چالیس کوڑے۔ جس میں بطور تعزیر اضافے کی گنجائش ہے۔ واللہ أعلم.

[٢٩] بَابُ قَضَاءِ حَوَائِجِ الْمُسْلِمِيْنَ

باب:29- مسلمانوں کی حاجتیں پوری کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَٱفْعَلُوا۟ ٱلْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [الحج: ٧٧].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم بھلائی کرو تا کہ فلاح پاؤ۔''

[٢٤٤] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ: لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[244] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے' نہ اس پر ظلم کرتا ہے' نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے' جو اپنے (مسلمان) بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہو' اللہ اس کی حاجت پوری فرمانے میں لگا ہوتا ہے۔ اور جو کسی مسلمان کی پریشانی دور کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے کوئی (بڑی) پریشانی دور فرما دے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی' اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں اس امر کی ترغیب دی گئی ہے کہ بغیر کسی دنیوی مفاد یا مقصد کے' محض رضائے الٰہی کے لیے مسلمانوں کی حاجات وضروریات پوری کی جائیں' یہ نہایت فضیلت والا عمل ہے۔ ایسے شخص کی حاجات خود اللہ تعالیٰ پوری فرماتا ہے اور آخرت میں اس کا جو اجر عظیم ملے گا' وہ الگ ہے۔

[٢٤٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ،

[245] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی مومن سے دنیا کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی' اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکلیفوں

[244] صحيح البخاري، المظالم، باب لايظلم المسلم المسلم ولايسلمه، حديث:2442، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم، حديث:2580.

[245] صحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن.....، حديث:2699.

وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ، وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِّنْ بُيُوتِ اللهِ تَعَالٰى، يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ، وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ، وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ» . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

میں سے کوئی (بڑی) تکلیف دور فرما دے گا۔ جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی' اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی فرمائے گا۔ جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی' اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے (مسلمان) بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔ جو ایسے راستے پر چلتا ہے جس میں وہ علم (دین) تلاش کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔ اور جو لوگ بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور آپس میں اس کی تدریس (سیکھتے یا سکھلاتے بحث و تکرار) کرتے ہیں تو ان پر (اللہ کی طرف سے) سکینت نازل ہوتی ہے' انھیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے' فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان فرشتوں میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں اور جسے اس کا عمل پیچھے چھوڑ گیا اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھائے گا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں مذکورہ فوائد کے علاوہ اور بہت سی اہم باتیں بیان کی گئی ہیں' مثلاً: تنگ دست پر آسانی کرنے کی فضیلت' علم شریعت حاصل کرنے کی سعی و کاوش کی فضیلت' قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے درس و تدریس اور افہام و تفہیم کے لیے اجتماع کی ترغیب و فضیلت۔ ② گھروں میں ختم قرآن کی جو محفلیں منعقد کر کے ان سے فوت شدگان کی بخشش و مغفرت کی امیدیں وابستہ کی جاتی ہیں یہ الگ صورتیں ہیں جو ایک رسم و رواج سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ یاد رہے! مسلمان کا کوئی کام خلاف سنت نہیں ہونا چاہیے۔ ③ علاوہ ازیں اس حدیث میں نسبت پر اعتماد کرنے کی بجائے اعمال صالحہ اختیار کرنے کی ترغیب و تلقین کی گئی ہے۔ یہ حدیث ان لوگوں کے لیے باعث عبرت ہے جو اعمال صالحہ اور اخلاق عالیہ کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے اور صرف خاندانی عزت و شرافت پر اتراتے ہیں۔

[٣٠] بَابُ الشَّفَاعَةِ

باب:30- شفاعت (سفارش کرنے) کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى ﴿مَن يَشْفَعْ شَفَٰعَةً حَسَنَةً يَكُن لَّهُۥ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جس نے کوئی اچھی سفارش کی' اس

نَصِيبٌ مِّنْهَا﴾ [النساء: ٨٥].

کے لیے بھی اس میں سے حصہ ہوگا۔“

[٢٤٦] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَتَاهُ طَالِبُ حَاجَةٍ أَقْبَلَ عَلَى جُلَسَائِهِ فَقَالَ: «اِشْفَعُوا تُؤْجَرُوا، وَيَقْضِي اللهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ مَا أَحَبَّ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[246] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ کے پاس کوئی ضرورت مند آتا تو آپ اپنے شرکائے مجلس کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے: ”(اس کے لیے) سفارش کرو تمھیں (بھی) اجر دیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر جو پسند فرماتا ہے فیصلہ فرما دیتا ہے۔“ (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: «مَا شَاءَ».

اور ایک روایت میں ہے: ”(اللہ) جو چاہتا ہے (فیصلہ فرما دیتا ہے)۔“

فوائد ومسائل: ① اس میں جس سفارش کی ترغیب دی گئی ہے وہ حلال ومباح امور میں ہے۔ حرام کام یا اسقاطِ حد (مقررہ شرعی سزا کی معافی) کے لیے سفارش کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ② رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے منشائے الٰہی کے مطابق ہی کلام صادر ہوتا تھا۔

[٢٤٧] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي قِصَّةِ بَرِيرَةَ وَزَوْجِهَا، قَالَ: قَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ: «لَوْ رَاجَعْتِهِ؟»، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: «إِنَّمَا أَشْفَعُ» قَالَتْ: لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[247] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بریرہ رضی اللہ عنہا اور اس کے خاوند کے قصے میں منقول ہے کہ اس (بریرہ) سے نبی ﷺ نے فرمایا: ”اگر تو اس (مُغیث، خاوند) سے رجوع کر لے (تو اچھا ہے)۔“ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ (رجوع کرنے کا) مجھے حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں‘ میں تو صرف سفارش کرتا ہوں۔“ اس نے کہا: مجھے (مغیث کی) کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (بخاری)

فوائد ومسائل: ① حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں جو ایک غلام مغیث کے نکاح میں تھیں۔ انھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آزاد کر دیا۔ آزادی کے بعد اسلام نے لونڈی کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنے غلام خاوند کے نکاح میں رہنا پسند نہ کرے تو نکاح فسخ کرا سکتی ہے‘ چنانچہ اس نے اپنا یہ حق استعمال کرتے ہوئے اپنے خاوند مغیث سے علیحدگی اختیار کر لی۔ ② مغیث کو بریرہ سے بڑی محبت تھی‘ وہ اس کے پیچھے پیچھے پھرتا اور اس کی منت ساجت کرتا کہ تعلق زوجیت

[246] صحيح البخاري، الزكاة، باب التحريض على الصدقة والشفاعة فيها، حديث:1432، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب استحباب الشفاعة فيما ليس بحرام، حديث:2627.

[247] صحيح البخاري، الطلاق، باب شفاعة النبي ﷺ في زوج بريرة، حديث:5283.

منقطع نہ کرے۔ جب نبی ﷺ کو اس بات کا اور مغیث کی حالت زار کا علم ہوا تو آپ نے بریرہ سے سفارش کی کہ وہ اپنے خاوند سے رجوع کر کے اس سے تعلق زوجیت بحال کر لے۔ لیکن چونکہ یہ حکم شرعی نہیں تھا' ایک مشورہ اور سفارش ہی تھی' اس لیے بریرہ نے اس مشورے کو اپنے لیے مفید تصور نہیں کیا اور اسے قبول کرنے سے معذرت کر لی۔ ③ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام نے شخصی حقوق اور شخصی آزادی کو تسلیم کیا ہے اور اس کا وہ پورا احترام کرتا ہے بشرطیکہ وہ دائرۂ شریعت سے متجاوز نہ ہو۔ اس آزادی کو جبر و اکراہ سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔

[٣١] بَابُ الْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ

باب: 31- لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿لَا خَيْرَ فِى كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَىٰهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَٰحٍۭ بَيْنَ ٱلنَّاسِ﴾ [النساء: ١١٤]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ان کی اکثر سرگوشیوں (مشوروں) میں کوئی بھلائی نہیں' مگر جو شخص صدقے یا نیکی یا لوگوں کے درمیان صلح کا حکم دے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَٱلصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ [النساء: ١٢٨]

اور فرمایا: ''صلح بہتر ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَأَصْلِحُوا۟ ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ [الأنفال: ١]

اور فرمایا: ''اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ [الحجرات: ١٠].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یقیناً مومن تو (ایک دوسرے کے) بھائی ہیں' لہٰذا تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو۔''

[٢٤٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَتُعِينُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ فَتَحْمِلُهُ عَلَيْهَا، أَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَتُمِيطُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ».

[248] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کے ہر جوڑ پر صدقہ (واجب) ہے' ہر اس دن میں جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔ تیرا دو آدمیوں کے درمیان عدل و انصاف (کے تقاضوں کے مطابق فیصلہ) کرنا صدقہ ہے۔ تیرا کسی آدمی کی' اس کی سواری کے معاملے میں' مدد کرنا کہ تو اسے اس پر سوار کرا دے' یا اس کے اوپر اس کا سامان رکھوا دے' صدقہ ہے۔ اچھی بات کہنا صدقہ ہے' ہر وہ

[248] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب من أخذ بالركاب و نحوه، حديث: 2989، وصحيح مسلم، الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، حديث: 1009.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

قدم جو تو نماز کے لیے اٹھائے صدقہ ہے۔ تیرا راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔'' (بخاری ومسلم)

وَمَعْنَى [تَعْدِلُ بَيْنَهُمَا]: تُصْلِحُ بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ .

تَعْدِلُ بَيْنَهُمَا کے معنی ہیں: انصاف سے ان کے درمیان صلح کرا دینا۔

فوائد ومسائل: ① اللہ تعالیٰ نے انسانی ڈھانچہ لچک دار بنایا ہے یعنی اس میں ایسے جوڑ لگائے ہیں جن کی وجہ سے اس کے لیے ہر قسم کی حرکت ممکن رہے۔ اگر یہ جوڑ نہ ہوتے تو اعضاء حرکت کرنے کے قابل نہ ہوتے۔ اگر ایسا ہوتا تو انھیں حسب منشا استعمال کرنا اس کے لیے ناممکن رہتا۔ اس اعتبار سے یہ جوڑ اللہ کا بہت بڑا انعام ہیں جس پر اللہ کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔ ہر انسان میں یہ جوڑ تین سو ساٹھ کی تعداد میں ہیں (جیسا کہ دوسری حدیث میں وضاحت ہے)۔ یہ بھی اس کا احسان ہے کہ ادائیگی شکر کی نہایت آسان مختلف صورتیں بتلا دی ہیں جس کی کچھ تفصیل مذکورہ حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ ② بعض روایات میں اس کے لیے طلوع شمس کے بعد دو رکعت پڑھ لینے کو کافی قرار دیا گیا ہے۔ (صحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، حديث:720)۔ اور بعض میں کہا گیا ہے کہ اگر کچھ نہ ہو سکے تو لوگوں کو تکلیف پہنچانے سے باز رہنا بھی صدقہ ہے۔ (صحيح مسلم، الإيمان، حديث:84). سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ.

[٢٤٩] وَعَنْ أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِي خَيْرًا، أَوْ يَقُولُ خَيْرًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[249] حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنا' رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ''وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے' وہ بھلائی کی بات آگے پہنچاتا ہے یا بھلائی کی بات کہتا ہے۔'' (یعنی دو لڑے ہوئے شخصوں کو قریب لانے کے لیے اپنی طرف سے باتیں بنا کر پیش کرتا ہے درآں حالیکہ وہ باتیں ان کی نہیں ہوتیں۔) (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةِ مُسْلِمٍ زِيَادَةٌ: قَالَتْ: وَلَمْ أَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُهُ النَّاسُ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ: تَعْنِي الْحَرْبَ، وَالْإِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ، وَحَدِيثَ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَحَدِيثَ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا.

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: حضرت ام کلثوم نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان باتوں میں سے جو لوگ کہتے ہیں' کسی بات کی اجازت دیتے ہوئے نہیں سنا' سوائے تین باتوں کے: لڑائی کے بارے میں' لوگوں کے درمیان صلح کرانے میں اور مرد کی اپنی بیوی سے اور عورت کی اپنے خاوند سے گفتگو میں۔

[249] صحيح البخاري، الصلح، باب: ليس الكاذب الذي يصلح بين الناس، حديث: 2692، و صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الكذب و بيان مايباح منه، حديث: 2605۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں ایک نہایت اہم اصول کی نشاندہی کی گئی ہے کہ معاشرتی اصلاح یا خانگی اصلاح یا عام مسلمانوں کے مفاد کے لیے اگر جھوٹ بولنے کی ضرورت پیش آئے تو حرام ہونے کے باوجود ان تینوں مواقع پر جھوٹ بولنے کی اجازت ہے۔ دو مسلمان بھائی آپس میں لڑے ہوئے ہوں تو ان کے باہم بغض و عناد کو دور کرنے اور انھیں ایک دوسرے کے قریب لانے کے لیے کوئی شخص اپنے طور پر ایک دوسرے کے بارے میں اچھی باتیں پہنچاتا ہے تاکہ وہ صلح کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ ② لڑائی کے موقع پر دشمن کو اصل صورت حال سے بے خبر رکھنے کے لیے (کیونکہ یہ بھی بعض دفعہ جنگ جیتنے کے لیے ناگزیر ہوتا ہے) جھوٹ بولا جائے۔ ③ اسی طرح گھریلو زندگی کی خوش گواری کے لیے بعض دفعہ خاوند کو بیوی سے یا بیوی کو خاوند سے کوئی بات چھپانے کی ضرورت لاحق ہو جاتی اور اس کے لیے جھوٹ بولنا ناگزیر ہو جاتا ہے چنانچہ شریعت نے اس کی بھی اجازت دے دی ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی مُعَیط رضی اللہ عنہا] یہ مکہ میں اس وقت مسلمان ہوئیں جس وقت ابھی عورتوں کو ہجرت مدینہ کا حکم نہیں ملا تھا۔ بعد از اذنِ ہجرت نبی ﷺ کی بیعت کرنے کے بعد پیدل چل کر سن 7 ہجری میں مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ عبداللہ بن عامر کی پھوپھی اور خلیفۂ ثالث عثمان بن عفان کی اخیافی بہن ہیں۔ صلح حدیبیہ والے سال ہجرت کی۔ ان کے دونوں بھائی انھیں واپس لانے کے لیے مدینے گئے لیکن رسول اللہ ﷺ نے انھیں لوٹانے سے انکار کر دیا۔ جب یہ مدینہ آئیں تو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا۔ جنگ موتہ میں ان کے شہید ہونے کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے انھیں اپنی زوجیت میں لیا۔ کتب احادیث میں ان کی مرویات کی تعداد 10 بیان کی جاتی ہے۔

[٢٥٠] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا. قَالَتْ: سَمِعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ صَوْتَ خُصُومٍ بِالْبَابِ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُمَا، وَإِذَا أَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْآخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِي شَيْءٍ، وَهُوَ يَقُولُ: وَاللهِ! لَا أَفْعَلُ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: «أَيْنَ الْمُتَأَلِّي عَلَى اللهِ لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوفَ؟»، فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ! فَلَهُ أَيُّ ذٰلِكَ أَحَبَّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[250] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دروازے پر دو جھگڑنے والوں کی اونچی آوازیں سنیں۔ ان میں سے ایک دوسرے سے قرضے میں کمی اور کچھ نرمی کا مطالبہ کر رہا تھا اور دوسرا کہہ رہا تھا: اللہ کی قسم! میں (یہ) نہیں کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس باہر تشریف لائے اور پوچھا: ''وہ شخص کہاں ہے جو اللہ پر قسم کھا رہا تھا کہ وہ نیکی نہیں کرے گا؟'' وہ شخص بولا کہ میں ہوں اے اللہ کے رسول! (اور ساتھ ہی اس نے نرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:) اور اسے (ان دونوں میں سے) اس چیز کا اختیار ہے جسے وہ پسند کرے۔ (یعنی قرض میں کچھ کمی کرا لے یا مہلت لے لے۔) (بخاری و مسلم)

[250] صحيح البخاري، الصلح، باب هل يشير الإمام بالصلح، حديث: 2705، وصحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب استحباب الوضع من الدين، حديث: 1557.

مَعْنَى [يَسْتَوْضِعُهُ]: يَسْأَلُهُ أَنْ يَضَعَ عَنْهُ بَعْضَ دَيْنِهِ. وَ[يَسْتَرْفِقُهُ]: يَسْأَلُهُ الرِّفْقَ. وَ[الْمُتَأَلِّي]: اَلْحَالِفُ.

يَسْتَوْضِعُ کے معنی ہیں: وہ اس سے قرض کی رقم میں کچھ کمی کرانا چاہتا تھا۔ اور يَسْتَرْفِقُهُ کا مطلب ہے: اس سے نرمی کا سوال کرتا تھا۔ مُتَأَلِّي کے معنی ہیں: حلف (قسم) اٹھانے والا۔

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ تنگ دست مقروض کے ساتھ احسان کرنا مستحب ہے، یعنی کچھ قرض معاف کر دے یا اس کو ادائیگی قرض میں (آسانی تک) مہلت دے دے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (البقرة2:280) "اور اگر مقروض تنگ دست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دے دو، اور اگر تم معاف ہی کر دو تو یہ تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے۔" ② کوئی شخص نیکی نہ کرنے کا ارادہ ظاہر کرے تو اسے زجر و توبیخ کی جائے تاکہ وہ اپنا ارادہ ترک کر کے نیکی کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ ③ باہم جھگڑنے والوں کو یوں ہی نہ چھوڑ دیا جائے بلکہ ان کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کی جائے۔ ④ جھگڑنے والوں کو بھی مصلحین کے ساتھ تعاون اور ان کے جذبات کا احترام کرنا چاہیے۔

[٢٥١] وَعَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَلَغَهُ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَرٌّ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِي أُنَاسٍ مَّعَهُ، فَحُبِسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ! إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ حُبِسَ، وَحَانَتِ الصَّلَاةُ، فَهَلْ لَّكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنْ شِئْتَ، فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ، وَتَقَدَّمَ أَبُوبَكْرٍ فَكَبَّرَ وَكَبَّرَ النَّاسُ، وَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيقِ، وَكَانَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ، اِلْتَفَتَ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ

[251] حضرت ابوالعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ عمرو بن عوف کی اولاد کے درمیان کچھ جھگڑا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کی معیت میں ان کے درمیان صلح کرانے کی نیت سے تشریف لے گئے، وہاں آپ کو کچھ رکنا پڑا اور نماز کا وقت ہو گیا۔ چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے ابوبکر! رسول اللہ ﷺ تو وہاں رک گئے ہیں اور نماز کا وقت ہو گیا ہے، کیا آپ لوگوں کی امامت کرائیں گے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں، اگر تم چاہتے ہو۔ بلال نے نماز کی تکبیر کہی اور ابوبکر آگے ہوئے اور اللہ اکبر کہہ کر نماز کی نیت باندھی اور لوگوں نے بھی اللہ اکبر کہا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ صفوں میں چلتے ہوئے تشریف لے آئے، حتی کہ ایک صف میں کھڑے ہو گئے، لوگوں نے (ابوبکر کو مطلع کرنے کے لیے) تالیاں بجانی شروع کر دیں۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں

[251] صحيح البخاري، الأذان، باب من دخل ليؤم الناس، فجاء الإمام الأول......، حديث:684، وصحيح مسلم، الصلاة، باب تقديم الجماعة من يصلي بهم إذا تأخر الإمام......، حديث:421.

ﷺ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَدَهُ فَحَمِدَ اللهَ، وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهُ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَصَلّٰى لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: «أَيُّهَا النَّاسُ! مَالَكُمْ حِينَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيقِ؟ إِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ: سُبْحَانَ اللهِ! فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ حِينَ يَقُولُ: سُبْحَانَ اللهِ، إِلَّا الْتَفَتَ، يَاأَبَابَكْرٍ! مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ حِينَ أَشَرْتُ إِلَيْكَ؟»، فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ: مَا كَانَ يَنْبَغِي لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کسی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ جب لوگوں کی تالیاں زیادہ ہو گئیں تو متوجہ ہوئے اور دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر کی طرف اشارہ فرمایا' تو ابوبکر نے اپنا ہاتھ اٹھایا' اللہ کی حمد کی اور الٹے پاؤں آپ کے پیچھے ہٹے' یہاں تک کہ صف میں کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ آگے ہوئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''لوگو! تمھیں کیا ہے کہ جب تمھیں نماز میں کوئی نئی چیز پیش آتی ہے تو تم تالیاں بجانا شروع کر دیتے ہو؟ (کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ) تالیاں بجانا تو صرف عورتوں کے لیے (مشروع) ہے' (اس لیے یاد رکھو کہ) جب نماز میں کسی کو کوئی نئی چیز پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے' اس لیے کہ جو بھی سبحان اللہ کہتے ہوئے سنے گا تو وہ متوجہ ہو گا۔ (پھر فرمایا:) اے ابوبکر! تمھیں جب میں نے اشارہ کر دیا تھا (کہ نماز پڑھاتے رہو) تو پھر تمھیں لوگوں کو نماز پڑھانے سے کس چیز نے روکا؟'' ابوبکر نے عرض کیا: ابوقحافہ کے بیٹے (ابوبکر) کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں لوگوں کو نماز پڑھائے۔ (بخاری ومسلم)

مَعْنَى [حُبِسَ]: أَمْسَكُوهُ لِيُضِيفُوهُ.

حُبِسَ کے معنی ہیں: لوگوں نے آپ کو آپ کی مہمان نوازی کے لیے روک لیا۔

فوائد و مسائل: ① بنوعمرو بن عوف' اوس کا ایک بڑا قبیلہ تھا جس میں کئی خاندان تھے۔ یہ قباء میں رہائش پذیر تھے۔ ان کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا اور انھوں نے ایک دوسرے پر خشت باری اور سنگ زنی کی۔ اطلاع ملنے پر رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے درمیان صلح کرانا بہت ضروری ہے تاکہ جھگڑا شدت اختیار نہ کرے۔ ابتدا ہی میں صلح کا اہتمام نہ کیا جائے تو جھگڑا شدت و وسعت اختیار کر جاتا ہے اور پھر صلح کا کام بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ ② یکے بعد دیگرے' ایک ہی نماز دو اماموں کے پیچھے پڑھی جا سکتی ہے۔ ③ نماز کی حالت میں امام کو متنبہ کرنے کے لیے سبحان اللہ کہنا چاہیے' البتہ عورتیں صرف تالی بجائیں۔ ④ بوقت ضرورت نماز میں التفات (تھوڑا سا مڑ کر یا کنکھیوں سے دیکھنا) جائز ہے' اسی طرح آگے پیچھے تھوڑی حرکت کرنا بھی جائز ہے۔ یہ وہ عمل کثیر نہیں ہے جس سے نماز باطل ہو جائے۔

[۳۲] بَابُ فَضْلِ ضَعَفَةِ الْمُسْلِمِينَ وَالْفُقَرَاءِ الْخَامِلِينَ

باب:32- کمزور، فقیر اور گم نام مسلمانوں کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَوٰةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ﴾ [الكهف: ۲۸].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روک رکھیں جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام، اس کی رضا کے طالب ہیں، اور تیری آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پائیں۔''

[۲۵۲] عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعَّفٍ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ. أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[252] حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''کیا میں تمھیں جنتیوں کی خبر نہ دوں؟ (پھر آپ نے خود ہی جواب دیا:) ہر کمزور، جو کمزور سمجھا جاتا ہے، اگر وہ اللہ پر قسم کھا لے تو اللہ اسے پوری کر دیتا ہے۔ کیا میں تمھیں جہنمیوں کی خبر نہ دوں؟ (پھر جواب دیا:) ہر تندخو سرکش، بخیل (یا اترا کر چلنے والا) اور متکبر شخص۔'' (بخاری و مسلم)

[اَلْعُتُلُّ]: اَلْغَلِيظُ الْجَافِي. وَ[الْجَوَّاظُ]: بِفَتْحِ الْجِيمِ وَتَشْدِيدِ الْوَاوِ وَبِالظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ: وَهُوَ الْجَمُوعُ الْمَنُوعُ، وَقِيلَ: اَلضَّخْمُ الْمُخْتَالُ فِي مِشْيَتِهِ، وَقِيلَ: اَلْقَصِيرُ الْبَطِينُ.

اَلْعُتُلُّ: تندخو، سرکش۔ جَوَّاظٌ: ''جیم'' پر زبر، ''واؤ'' مشدد اور ''ظا'' کے ساتھ۔ جمع کر کر کے رکھنے والا بخیل۔ اور بعض کے نزدیک: فربہ بدن، اترا کر چلنے والا: اور بعض کے نزدیک: کوتاہ قامت توند والا۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں ان کمزور، غریب اور گوشۂ خمول میں رہنے والے لوگوں کی فضیلت کا بیان ہے جن کو معاشرے میں کوئی امتیازی مقام حاصل نہیں ہوتا، لیکن وہ ایمان و تقویٰ کے ایسے بلند مقام پر فائز ہوتے ہیں کہ اگر اللہ کی ذات پر اعتماد کرتے ہوئے قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری فرما دیتا ہے۔ ② اس میں تواضع اور گمنامی کی فضیلت اور تکبر، بخل اور شہرت و ناموری کی ہوس کی مذمت ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ] حارثہ بن وہب خزاعی۔ یہ عبید اللہ بن عمر بن خطاب کے اخیافی بھائی ہیں۔ کوفی صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ان سے ابو اسحاق سبیعی اور معبد بن خالد جہنی نے روایت کی ہے۔ کتب احادیث میں ان سے 4 حدیثیں مروی ہیں۔

[252] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ﴾، حديث:4918، وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها و أهلها، باب النار يدخلها الجبارون، والجنة يدخلها الضعفاء، حديث:2853.

[٢٥٣] وَعَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ جَالِسٍ: «مَا رَأْيُكَ فِي هٰذَا؟»، فَقَالَ: رَجُلٌ مِّنْ أَشْرَافِ النَّاسِ، هٰذَا وَاللهِ! حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ يُّنْكَحَ، وَإِنْ شَفَعَ أَنْ يُّشَفَّعَ، فَسَكَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ آخَرُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا رَأْيُكَ فِي هٰذَا؟»، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ، هٰذَا حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ لَّا يُنْكَحَ، وَإِنْ شَفَعَ أَنْ لَّا يُشَفَّعَ، وَإِنْ قَالَ أَنْ لَّا يُسْمَعَ لِقَوْلِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِّلْءِ الْأَرْضِ مِثْلِ هٰذَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[253] حضرت ابو العباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے فرمایا: ''تیری اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے؟'' اس نے کہا: (یہ) معزز لوگوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم! یہ اس قابل ہے کہ اگر کہیں پیغام نکاح بھیجے تو اس کا نکاح کر دیا جائے اور اگر (کسی کی) سفارش کرے تو سفارش قبول کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ (یہ جواب سن کر) خاموش رہے۔ پھر ایک اور آدمی (وہاں سے) گزرا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پھر پوچھا: ''اس کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس شخص کا تعلق فقراء مسلمین سے ہے۔ یہ اس لائق ہے کہ اگر نکاح کا پیغام دے تو اس سے نکاح نہ کیا جائے' اور اگر سفارش کرے تو سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر کوئی بات کہے تو اس کی بات سنی نہ جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ فقیر' پہلے شخص جیسے دنیا بھر کے آدمیوں سے بہتر ہے۔'' (بخاری ومسلم)

قَوْلُهُ: [حَرِيٌّ]: هُوَ بِفَتْحِ الْحَاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ وَتَشْدِيدِ الْيَاءِ، أَيْ: حَقِيقٌ. وَقَوْلُهُ: [شَفَعَ]: بِفَتْحِ الْفَاءِ.

حَرِيٌّ: ''حا'' پر زبر ''را'' کے نیچے زیر اور ''یا'' پر تشدید۔ لائق ہے۔ اور شَفَعَ: ''فا'' کے زبر کے ساتھ ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس میں ان فقراء مسلمین کی فضیلت وعظمت کا بیان ہے جنھیں معاشرے میں ان کی غربت کی وجہ سے نہ کوئی جانتا ہے نہ ان کا احترام ہی کیا جاتا ہے' لیکن اللہ کے ہاں ان میں سے ایک ایک شخص' دنیا بھر کے انسانوں سے بہتر ہے جو ایمان وتقویٰ سے محروم ہوں۔ ② اللہ کے ہاں اصل اہمیت ایمان وتقویٰ کی ہے نہ کہ نسب اور ظاہری شان و شوکت کی۔ ③ نکاح کے لیے نیک مردوں اور نیک عورتوں کا انتخاب کیا جائے' چاہے وہ غریب ہی ہوں کیونکہ دینی اعتبار سے وہ دوسرے مسلمان کا کُفْو (ہم پلہ) ہیں' یعنی دینی کفاءت (قرب' تناسب اور برابری) دیکھی جائے' محض دنیاوی کفاءت ہی کا خیال نہ رکھا جائے۔

[253] صحيح البخاري، الرقاق، باب فضل الفقر، حديث:6447. امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں بیان نہیں کیا ہے' اس لیے یہ أفراد بخاری میں سے ہے جیسا کہ بہت سے ائمہ نے وضاحت کی ہے۔

[٢٥٤] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اِحْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: فِيَّ الْجَبَّارُونَ وَالْمُتَكَبِّرُونَ. وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: فِيَّ ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَمَسَاكِينُهُمْ. فَقَضَى اللهُ بَيْنَهُمَا: إِنَّكِ الْجَنَّةُ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ، وَإِنَّكِ النَّارُ عَذَابِي أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ، وَلِكِلَيْكُمَا عَلَيَّ مِلْؤُهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[254] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جنت اور دوزخ میں جھگڑا ہوا۔ جہنم نے کہا: میرے اندر سرکش اور متکبر انسان ہوں گے۔ اور جنت نے کہا: میرے اندر کمزور اور مسکین لوگ ہوں گے۔ چنانچہ اللہ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ فرمایا (جنت سے کہا:) اے جنت! تو میری رحمت ہے، تیرے ذریعے سے میں جس پر چاہوں گا رحم کروں گا۔ (اور دوزخ سے کہا:) اے جہنم! تو میرا عذاب ہے، میں تیرے ذریعے سے جسے چاہوں گا عذاب دوں گا۔ تم دونوں کا بھرنا میری ذمہ داری ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① حدیث میں ضعفاء و مساکین سے مراد وہ اہل ایمان و تقویٰ ہیں جو صبر و قناعت سے زندگی گزار دیتے ہیں لیکن دنیا کمانے کے لیے مکر و فریب سے کام نہیں لیتے۔ حدیث میں ان کے لیے بشارت ہے۔ ان کے برعکس اللہ کے احکام سے سرتابی کرنے والے جابرہ و متکبرین کے لیے جہنم کی وعید ہے۔ اب یہ انسان کی اپنی پسند ہے کہ وہ ان قسموں میں سے جس قسم میں چاہے اپنا شمار کروا لے۔ ② جنت اور دوزخ کا یہ مکالمہ کوئی ناممکن بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ان کے اندر ادراک و شعور پیدا کر دینا، جس سے وہ باہم بحث و تکرار کریں، کوئی مشکل کام نہیں ہے، اس لیے اس قسم کی احادیث کی تاویل کی چنداں ضرورت نہیں ہے، انھیں اپنے ظاہر ہی پر محمول کیا جائے۔ یہ روایت مسند احمد (79/3) میں تفصیل کے ساتھ آئی ہے اور صحیح بخاری کتاب التفسیر میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے زیادہ مفصل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

[٢٥٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّهُ لَيَأْتِي الرَّجُلُ السَّمِينُ الْعَظِيمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[255] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً قیامت والے دن موٹا تازہ بڑا آدمی آئے گا، اللہ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی اس کا وزن نہ ہوگا۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاں شان و شوکت کے ان مظاہر کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی جن کو اہل دنیا اہمیت دیتے ہیں۔ وہاں تو انسان کا ایمان، اخلاص اور تقویٰ دیکھا جائے گا اور اسی بنیاد پر اس کی قدر و قیمت ہوگی، اس لیے انسان کی اصل توجہ اپنے دل کی اصلاح کی طرف ہونی چاہیے نہ کہ صرف پرورش جسم کی طرف۔ ② روزِ قیامت جہاں

[254] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء، حديث:2847.

[255] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ ......﴾، حديث:4729، وصحيح مسلم، صفات المنافقين وأحكامهم، باب صفة القيامة والجنة والنار، حديث:2785.

انسان کے اعمال تولے جائیں گے وہاں خود انسان کا وزن بھی ہوگا۔ جو شخص جتنا زیادہ متقی' پرہیزگار اور زاہد ہوگا اتنا ہی اس کا وزن زیادہ ہوگا۔ نیکیوں کے وزن کا زیادہ ہونا ہی باعث نجات ہے۔

[٢٥٦] وَعَنْهُ، أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ، - أَوْ شَابًّا - فَفَقَدَهَا أَوْ فَقَدَهُ- رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَسَأَلَ عَنْهَا - أَوْ عَنْهُ -، فَقَالُوا: مَاتَ. قَالَ: «أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي [بِهِ]؟»، قَالَ: فَكَأَنَّهُمْ صَغَّرُوا أَمْرَهَا - أَوْ أَمْرَهُ -، فَقَالَ: «دُلُّونِي عَلٰى قَبْرِهِ»، فَدَلُّوهُ فَصَلّٰى عَلَيْهَا، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ هٰذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰى أَهْلِهَا، وَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِي عَلَيْهِمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[256] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ایک سیاہ فام عورت یا کوئی نوجوان مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا۔ (راوی کو شک ہے کہ وہ عورت تھی یا نوجوان۔) رسول اللہ ﷺ نے اسے گم پایا تو اس کی بابت پوچھا۔ لوگوں نے بتلایا کہ وہ تو فوت ہوگیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو تم نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہ دی؟'' گویا لوگوں نے اس (کی وفات) کے معاملے کو حقیر گردانا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس کی قبر بتلاؤ!'' چنانچہ لوگوں نے آپ کو اس کی قبر بتلائی تو آپ نے اس پر نماز پڑھی' پھر فرمایا: ''بے شک یہ قبریں' قبروں والوں پر تاریکی سے بھری ہوئی ہیں' میرے ان پر نماز پڑھنے سے یقیناً اللہ تعالیٰ یہ ان کے لیے روشن فرما دیتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

قَوْلُهُ: [تَقُمُّ]: هُوَ بِفَتْحِ التَّاءِ وَضَمِّ الْقَافِ، أَيْ: تَكْنُسُ. وَ[الْقُمَامَةُ]: الْكُنَاسَةُ. وَ[آذَنْتُمُونِي]: بِمَدِّ الْهَمْزَةِ، أَيْ: أَعْلَمْتُمُونِي.

تَقُمُّ: ''تا'' پر زبر اور ''قاف'' پر پیش۔ جھاڑو دیتی تھی۔ قُمَامَة: کوڑا کرکٹ۔ آذَنْتُمُونِي: ''ہمزہ'' پر مد۔ معنی ہیں: تم نے مجھے اطلاع دی۔

فوائد ومسائل: ① بعض دوسری روایات کی بنیاد پر علماء نے اسی بات کو راجح قرار دیا ہے کہ جھاڑو دینے والی ایک عورت تھی۔ ② اس میں ایک تو مسجد کی صفائی کی فضیلت کا اور دوسرے نبی ﷺ کے کمال خلق وتواضع کا بیان ہے۔ ③ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل خیر وصلاح کے جنازوں میں شرکت کرنی چاہیے اور شرکت سے محرومی کی صورت میں اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر بھی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔

[٢٥٧] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «رُبَّ أَشْعَثَ أَغْبَرَ مَدْفُوعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ

[257] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہت سے پراگندہ' غبار آلود اشخاص'

[256] صحيح البخاري، الصلاة، باب كنس المسجد......، حديث:458 مختصراً، وصحيح مسلم، الجنائز، باب الصلاة على القبر، حديث:956.

[257] صحيح مسلم، البر والصلة و الأدب، باب فضل الضعفاء و الخاملين، حديث:2622.

لَأَبَرَّهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

جنھیں دروازوں ہی سے دھکیل دیا جاتا ہے، اگر اللہ پر قسم کھا لیں تو اللہ ان کی قسم پوری فرما دیتا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان کو گندے کپڑے پہننے اور پراگندہ بال رکھنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ شریعت نے صفائی کو پسند کیا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی صاف رہنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے ایسے لوگ جن کا لباس یا حلیہ زیادہ بارعب نہیں ہوتا اور نہ معاشرے میں ان کا کوئی وقار ہی ہوتا ہے اور زہد کی وجہ سے اچھے لباس کا اہتمام بھی نہیں کرتے، تاہم ان کے تقویٰ اور شرعی احکام کی پابندی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی قسم ضرور پوری فرماتا ہے۔

[٢٥٨] وَعَنْ أُسَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ، فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِينُ، وَأَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوسُونَ، غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ، وَقُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ، فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[258] حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو (میں نے دیکھا کہ) اس میں داخل ہونے والے اکثر مسکین لوگ ہیں اور دولت مند روکے ہوئے ہیں، البتہ دوزخ والوں کو دوزخ میں لے جانے کا حکم دے دیا گیا۔ اور میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا تو (دیکھا) اس میں داخل ہونے والی اکثر عورتیں ہیں۔'' (بخاری و مسلم)

وَ[الْجَدُّ]: بِفَتْحِ الْجِيمِ: اَلْحَظُّ وَالْغِنٰى. وَقَوْلُهُ: [مَحْبُوسُونَ]، أَيْ: لَمْ يُؤْذَنْ لَهُمْ بَعْدُ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ.

جَدٌّ: ''جیم'' پر زبر۔ خوش بختی اور تونگری۔ مَحْبُوسُونَ کے معنی ہیں کہ ابھی تک انھیں دخول جنت کی اجازت نہیں دی گئی۔

فوائد و مسائل: ① جنت، دوزخ کے یہ احوال نبی ﷺ کو بذریعۂ وحی بتلائے گئے اور آپ نے انھیں صیغۂ ماضی سے بیان فرمایا کیونکہ ان کا وقوع، ماضی کی طرح، یقینی ہے، یا کشف کے طور پر آپ کو ان کا مشاہدہ کروایا گیا۔ ② عورتوں کے زیادہ جہنم میں جانے کی ایک بڑی وجہ دوسری احادیث میں نبی ﷺ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اکثر لعنت کرتی اور خاوند کی ناشکری زیادہ کرتی ہیں جس سے پتہ چلا کہ خاوندوں کو آزار پہنچانا بڑے جرائم میں سے ہے۔

[٢٥٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ إِلَّا ثَلَاثَةٌ:

[259] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''گہوارے میں صرف تین (بچوں) نے کلام

[258] صحيح البخاري، النكاح، باب۔ حديث: 5196، وصحيح مسلم، الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء ......، حديث: 2736.

[259] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ......﴾، حديث: 3436، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تقديم بر الوالدين على التطوع بالصلاة وغيرها، حديث: 2550.

عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، وَصَاحِبُ جُرَيْجٍ، وَكَانَ جُرَيْجٌ رَجُلًا عَابِدًا، فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَكَانَ فِيهَا، فَأَتَتْهُ أُمُّهُ وَهُوَ يُصَلِّي، فَقَالَتْ: يَاجُرَيْجُ! فَقَالَ: يَارَبِّ! أُمِّي وَصَلَاتِي. فَأَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهِ فَانْصَرَفَتْ. فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ، أَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّي، فَقَالَتْ: يَاجُرَيْجُ! فَقَالَ: أَيْ رَبِّ! أُمِّي وَصَلَاتِي. فَأَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهِ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ، أَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّي، فَقَالَتْ: يَاجُرَيْجُ! فَقَالَ: أَيْ رَبِّ! أُمِّي وَصَلَاتِي. فَأَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهِ، فَقَالَتْ: اَللّٰهُمَّ! لَا تُمِتْهُ حَتّٰى يَنْظُرَ إِلٰى وُجُوهِ الْمُومِسَاتِ. فَتَذَاكَرَ بَنُو إِسْرَائِيلَ جُرَيْجًا وَعِبَادَتَهُ، وَكَانَتِ امْرَأَةٌ بَغِيٌّ يُتَمَثَّلُ بِحُسْنِهَا، فَقَالَتْ: إِنْ شِئْتُمْ لَأَفْتِنَنَّهُ، فَتَعَرَّضَتْ لَهُ، فَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهَا، فَأَتَتْ رَاعِيًا كَانَ يَأْوِي إِلٰى صَوْمَعَتِهِ، فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا، فَحَمَلَتْ، فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَتْ: هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ، فَأَتَوْهُ، فَاسْتَنْزَلُوهُ وَهَدَمُوا صَوْمَعَتَهُ، وَجَعَلُوا يَضْرِبُونَهُ، فَقَالَ: مَا شَأْنُكُمْ؟ قَالُوا: زَنَيْتَ بِهٰذِهِ الْبَغِيِّ فَوَلَدَتْ مِنْكَ، قَالَ: أَيْنَ الصَّبِيُّ؟ فَجَاؤُوا بِهِ فَقَالَ: دَعُونِي حَتّٰى أُصَلِّيَ، فَصَلّٰى، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَى الصَّبِيَّ فَطَعَنَ فِي بَطْنِهِ، وَقَالَ: يَا غُلَامُ! مَنْ أَبُوكَ؟ قَالَ: فُلَانٌ الرَّاعِي، فَأَقْبَلُوا عَلٰى جُرَيْجٍ يُقَبِّلُونَهُ وَيَتَمَسَّحُونَ بِهِ وَقَالُوا: نَبْنِي لَكَ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: لَا، أَعِيدُوهَا مِنْ طِينٍ كَمَا كَانَتْ، فَفَعَلُوا.

کیا: عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور صاحب جریج رحمہ اللہ نے۔ جریج ایک عبادت گزار آدمی تھے۔ انھوں نے ایک کٹیا (عبادت کے لیے جھونپڑی) بنائی ہوئی تھی۔ (ایک روز) وہ اس میں تھے کہ ان کی والدہ ان کے پاس آئی جب کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ والدہ نے آواز دی: اے جریج! تو جریج نے (دل میں) کہا: اے میرے رب! میری ماں (مجھے بلا رہی ہے) اور میں نماز میں (مصروف ہوں)۔ وہ نماز ہی میں متوجہ رہے' چنانچہ ان کی والدہ واپس چلی گئی۔ دوسرے دن وہ پھر آئی جبکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے آواز دی: اے جریج! انھوں نے (پھر دل میں) کہا: اے میرے رب! میری ماں (مجھے بلا رہی ہے) اور میں نماز میں ہوں۔ چنانچہ وہ نماز ہی میں متوجہ رہے (اور والدہ چلی گئیں۔) تیسرے دن وہ پھر آئی جبکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے آ کر کہا: اے جریج! انھوں نے (دل میں) کہا: اے میرے رب! میری ماں (مجھے بلا رہی ہے) اور میں نماز میں ہوں۔ وہ نماز ہی میں متوجہ رہے۔ ان کی والدہ نے (انھیں بددعا دیتے ہوئے) کہا: اے اللہ! اسے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک یہ بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے۔ چنانچہ بنی اسرائیل' جریج اور اس کی عبادت کا چرچا کرنے لگے۔ (ان میں) ایک بدکارہ عورت (بھی) تھی جس کے حسن و جمال کی مثال دی جاتی تھی۔ اس نے (بنی اسرائیل سے) کہا: اگر تم چاہو تو میں اسے آزمائش میں ڈال دوں۔ چنانچہ وہ عورت (سولہ سنگھار کر کے) ان کے سامنے آئی' لیکن انھوں نے اس کی طرف التفات نہیں کیا' تو وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جس کا ان کی کٹیا میں آنا جانا تھا۔ اس عورت نے اپنے اوپر اس چرواہے کو قدرت دی اور اس نے اس سے بدکاری کی جس سے اسے حمل ٹھہر گیا۔ جب اس نے بچہ جنا تو دعویٰ کر دیا کہ یہ جریج کا ہے۔ لوگ (یہ سن

کر) جریج کے پاس آئے، انھیں کٹیا سے نیچے اتارا اور ان کی کٹیا کو گرا دیا اور انھیں مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ انھوں نے پوچھا: بات کیا ہے؟ (تم کیوں میرے ساتھ ایسا معاملہ کر رہے ہو؟) انھوں نے کہا: تو نے اس فاحشہ کے ساتھ بدکاری کی ہے اور اس نے تیرا لڑکا بھی جنا ہے۔ انھوں نے پوچھا: بچہ کہاں ہے؟ چنانچہ وہ بچہ اٹھا کر لائے۔ انھوں نے کہا: مجھے چھوڑ دو، میں نماز پڑھ لوں۔ انھوں نے نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہو کر بچے کے پاس آئے اور اس کے پیٹ میں چوکہ لگایا اور اس سے پوچھا: اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے جواب دیا: فلاں چرواہا۔ چنانچہ سب لوگ جریج کی طرف متوجہ ہوئے، انھیں (عقیدت سے) بوسہ دیتے اور چھوتے۔ اور انھوں نے کہا: ہم تیری کٹیا سونے کی بنا دیتے ہیں۔ انھوں نے کہا: نہیں، اسے اسی طرح مٹی کی بنا دو جیسے پہلے تھی، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ (اب تیسرے بچے کا ذکر، جس نے گہوارے میں گفتگو کی۔)

وَبَيْنَا صَبِيٌّ يَرْضَعُ مِنْ أُمِّهِ، فَمَرَّ رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلٰى دَابَّةٍ فَارِهَةٍ وَشَارَةٍ حَسَنَةٍ، فَقَالَتْ أُمُّهُ: اَللّٰهُمَّ! اجْعَلِ ابْنِي مِثْلَ هٰذَا، فَتَرَكَ الثَّدْيَ وَأَقْبَلَ إِلَيْهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلٰى ثَدْيِهِ فَجَعَلَ يَرْتَضِعُ»، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَحْكِي ارْتِضَاعَهُ بِأُصْبُعِهِ السَّبَّابَةِ فِي فِيهِ، فَجَعَلَ يَمُصُّهَا، قَالَ: «وَمَرُّوا بِجَارِيَةٍ وَهُمْ يَضْرِبُونَهَا، وَيَقُولُونَ: زَنَيْتِ سَرَقْتِ، وَهِيَ تَقُولُ: حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ، فَقَالَتْ أُمُّهُ: اَللّٰهُمَّ! لَا تَجْعَلِ ابْنِي مِثْلَهَا، فَتَرَكَ الرَّضَاعَ وَنَظَرَ إِلَيْهَا فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! اجْعَلْنِي مِثْلَهَا، فَهُنَالِكَ تَرَاجَعَا

ایک دفعہ ایک بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا کہ ایک شخص گزرا جو تیز رفتار گھوڑے پر سوار اور عمدہ پوشاک پہنے ہوئے تھا۔ بچے کی ماں نے کہا: یا اللہ! میرے بچے کو (بھی) اس جیسا بنانا۔ بچے نے اپنا منہ ماں کے پستان سے ہٹا لیا اور اس شخص کی طرف متوجہ ہوا اور اسے دیکھا اور کہا: ''اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا۔ پھر (دوبارہ) پستان کی طرف متوجہ ہوا اور دودھ پینا شروع کر دیا۔'' (حدیث کے راوی بیان کرتے ہیں:) گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ آپ اس کے دودھ پینے کی کیفیت، اپنی انگشت شہادت منہ میں ڈال کر اور اسے چوس کر، بیان فرما رہے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوگ ایک لونڈی کے پاس سے گزرے جسے کچھ لوگ مار رہے تھے اور کہتے تھے: تو نے بدکاری اور چوری کی

الْحَدِيثَ، فَقَالَتْ: مَرَّ رَجُلٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ، فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ! اِجْعَلِ ابْنِي مِثْلَهُ، فَقُلْتَ: اَللّٰهُمَّ! لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ، وَمَرُّوا بِهٰذِهِ الْأَمَةِ وَهُمْ يَضْرِبُونَهَا وَيَقُولُونَ: زَنَيْتِ سَرَقْتِ، فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ! لَا تَجْعَلِ ابْنِي مِثْلَهَا، فَقُلْتَ: اَللّٰهُمَّ! اجْعَلْنِي مِثْلَهَا، قَالَ: إِنَّ ذٰلِكَ الرَّجُلَ كَانَ جَبَّارًا، فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ! لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ، وَإِنَّ هٰذِهِ يَقُولُونَ لَهَا زَنَيْتِ، وَلَمْ تَزْنِ، وَسَرَقْتِ، وَلَمْ تَسْرِقْ، فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ! اجْعَلْنِي مِثْلَهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ہے۔ اور وہ کہتی تھی: [حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ] ”مجھے میرا اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔“ بچے کی ماں نے (پھر) دعا کی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ کرنا۔ (یہ سن کر) بچے نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور اس لونڈی کی طرف دیکھا اور کہا: اے اللہ! مجھے اس جیسا (ہی) کرنا۔ چنانچہ اس وقت دونوں (ماں بیٹا) ایک دوسرے سے سوال جواب کرنے لگے۔ ماں نے کہا: ایک خوش اطوار آدمی گزرا' اور میں نے دعا کی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنانا' تو تو نے اس کے برعکس کہا کہ یا اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا۔ اور لوگ اس لونڈی کے پاس سے گزرے جسے کچھ لوگ مار رہے تھے اور اسے کہہ رہے تھے کہ تو نے بدکاری اور چوری کی ہے' تو میں نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ کرنا' تو تو نے کہا: اے اللہ! مجھے اس جیسا (ہی) کرنا۔ (آخر یہ کیا بات ہے؟) بچے نے کہا: وہ (حسین و جمیل گزرنے والا) شخص بڑا سرکش تھا' لہٰذا میں نے دعا کی: یا اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا۔ اور یہ لونڈی جسے لوگ کہہ رہے تھے کہ تو نے بدکاری کی ہے' حالانکہ اس نے بدکاری نہیں کی تھی (اور کہتے تھے کہ) تو نے چوری کی ہے' حالانکہ اس نے چوری نہیں کی تھی' تو میں نے دعا کی: یا اللہ! مجھے اس جیسا (پارسا) بنانا۔“ (بخاری ومسلم)

وَ[الْمُومِسَاتُ]: بِضَمِّ الْمِيمِ الْأُولٰى، وَإِسْكَانِ الْوَاوِ وَكَسْرِ الْمِيمِ الثَّانِيَةِ وَبِالسِّينِ الْمُهْمَلَةِ، وَهُنَّ الزَّوَانِي. وَ[الْمُومِسَةُ]: اَلزَّانِيَةُ. وَقَوْلُهُ: [دَابَّةٌ فَارِهَةٌ] بِالْفَاءِ، أَيْ: حَاذِقَةٌ نَفِيسَةٌ. وَ[الشَّارَةُ]: بِالشِّينِ الْمُعْجَمَةِ وَتَخْفِيفِ الرَّاءِ: وَهِيَ الْجَمَالُ الظَّاهِرُ فِي الْهَيْئَةِ وَالْمَلْبَسِ. وَمَعْنٰى [تَرَاجَعَا الْحَدِيثَ]،

مُومِسَاتٌ: پہلی ”میم“ پر پیش' ”واؤ“ ساکن اور دوسری ”میم“ کے نیچے زیر اور ”سین“ مہملہ کے ساتھ۔ بدکار عورتیں۔ مُومِسَةٌ: (واحد) بدکار عورت۔ دَابَّةٌ فَارِهَةٌ: ”فا“ کے ساتھ۔ تیز رفتار' عمدہ سواری۔ شَارَةٌ: ”شین“ اور بغیر شد کے ”را“۔ شکل و صورت اور لباس کے لحاظ سے ظاہری جمال۔ اور تَرَاجَعَا الْحَدِيثَ کے معنی ہیں: ماں نے بچے سے اور بچے نے ماں سے گفتگو کی' یعنی دونوں کا مکالمہ باہم

أَيْ: حَدَّثَتِ الصَّبِيَّ وَحَدَّثَهَا، وَاللهُ أَعْلَمُ.

سوال وجواب۔ واللہ أعلم.

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں صرف تین بچوں کے گہوارے میں گفتگو کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد بنی اسرائیل کے تین بچے ہیں کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث سے ان کے علاوہ بھی اصحاب الاخدود کے قصے میں بچے کا بولنا ثابت ہے۔ ② نفلی نماز کے مقابلے میں ماں باپ کی پکار کو اہمیت دی جائے۔ ③ نیک لوگوں کے لیے کرامت متحقق (ثابت) ہے۔ ④ مومن پر بعض دفعہ بڑی بڑی آزمائشیں آتی ہیں' ایسے موقعوں پر صبر واستقامت ضروری ہے' بالآخر اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی مدد فرماتا ہے۔ ⑤ متکبرین اور ان کی مشابہت سے بچا جائے' چاہے ان کا ظاہر کتنا بھی حسین وجمیل ہو اور نیک لوگوں کے طور اطوار اختیار کیے جائیں کہ کامیابی اسی میں ہے۔

[٣٣] بَابُ مُلَاطَفَةِ الْيَتِيمِ وَالْبَنَاتِ وَسَائِرِ الضَّعَفَةِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْمُنْكَسِرِينَ وَالْإِحْسَانِ إِلَيْهِمْ وَالشَّفَقَةِ عَلَيْهِمْ وَالتَّوَاضُعِ مَعَهُمْ، وَخَفْضِ الْجَنَاحِ لَهُمْ

باب:33- یتیموں' لڑکیوں اور تمام کمزور ومسکین اور خستہ حال لوگوں کے ساتھ نرمی کرنے' ان پر شفقت واحسان کرنے اور ان کے ساتھ تواضع سے پیش آنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَٱخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ [الحجر: ٨٨]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اپنے بازو مومنوں کے لیے جھکا دے۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَٱصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِٱلْغَدَوٰةِ وَٱلْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ ۖ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا﴾ [الكهف: ٢٨]

اور فرمایا: ''اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھ جو اپنے رب کو صبح وشام پکارتے ہیں' وہ اس کی رضا چاہتے ہیں' اور دنیوی زندگی کی رونق کی تلاش میں تیری آنکھیں ان سے تجاوز نہ کریں۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿فَأَمَّا ٱلْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَأَمَّا ٱلسَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ [الضحى: ٩، ١٠]

اور فرمایا: ''چنانچہ جو یتیم ہو' اسے مت دبا اور جو مانگتا ہو' اسے مت جھڑک۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿أَرَءَيْتَ ٱلَّذِى يُكَذِّبُ بِٱلدِّينِ ۝ فَذَٰلِكَ ٱلَّذِى يَدُعُّ ٱلْيَتِيمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ ٱلْمِسْكِينِ﴾ [الماعون: ١-٣].

اور فرمایا: ''کیا دیکھا تو نے اس شخص کو جو جزا (کے دن) کو جھٹلاتا ہے' تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔''

[٢٦٠] وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ

[260] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں

[260] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب في فضل سعد بن أبي وقاص رضی اللہ عنہ، حديث: 2413.

عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سِتَّةَ نَفَرٍ، فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اُطْرُدْ هٰؤُلَاءِ لَا يَجْتَرِئُونَ عَلَيْنَا، وَكُنْتُ أَنَا وَابْنُ مَسْعُودٍ وَرَجُلٌ مِّنْ هُذَيْلٍ وَبِلَالٌ وَرَجُلَانِ لَسْتُ أُسَمِّيهِمَا، فَوَقَعَ فِي نَفْسِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقَعَ، فَحَدَّثَ نَفْسَهُ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَطْرُدِ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِٱلْغَدَوٰةِ وَٱلْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ﴾ [الأنعام: ٥٢] رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ چھ افراد تھے۔ مشرکین نے نبی ﷺ سے کہا: انھیں اپنے سے دور کر دیں' یہ ہم پر جری نہ ہو جائیں۔ (حضرت سعد فرماتے ہیں:) میں ابن مسعودؓ قبیلۂ ہذیل کا ایک آدمی' بلال اور دو اور آدمی تھے جن کے نام مجھے معلوم نہیں۔ (مشرکین کے مطالبے پر) رسول اللہ ﷺ کے جی میں جو اللہ نے چاہا' آیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے جی میں کچھ سوچا' جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ ...... يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾ ''(اے پیغمبر!) تو ان لوگوں کو اپنے سے دور مت کر جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے صبح و شام اسے پکارتے ہیں۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاں صرف ان لوگوں کی قدر و قیمت ہے جو ایمان اور عمل صالح سے آراستہ ہوں' چاہے اہل دنیا کی نظروں میں' وہ اپنی غربت و ناداری کی وجہ سے' حقیر اور کم تر ہوں۔ اور جو ایمان و عمل سے محروم ہوں' چاہے دنیوی اعتبار سے وہ کتنے ہی بلند مرتبہ ہوں' اللہ کے ہاں' پرکاہ کے برابر بھی ان کی وقعت نہیں۔ ② اس میں اہل ایمان کو بھی تنبیہ ہے کہ ان کے ہاں بھی عزت و شرف کا معیار دین ہی ہونا چاہیے نہ کہ حسب و نسب اور مال و جاہ۔

[٢٦١] وَعَنْ أَبِي هُبَيْرَةَ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو الْمُزَنِيِّ - وَهُوَ مِنْ أَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ أَبَاسُفْيَانَ أَتٰى عَلٰى سَلْمَانَ وَصُهَيْبٍ وَبِلَالٍ فِي نَفَرٍ فَقَالُوا: مَا أَخَذَتْ سُيُوفُ اللهِ مِنْ عَدُوِّ اللهِ مَأْخَذَهَا. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَتَقُولُونَ هٰذَا لِشَيْخِ قُرَيْشٍ وَسَيِّدِهِمْ؟ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: «يَا أَبَابَكْرٍ! لَعَلَّكَ أَغْضَبْتَهُمْ؟ لَئِنْ كُنْتَ أَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّكَ». فَأَتَاهُمْ فَقَالَ: يَا إِخْوَتَاهُ! أَغْضَبْتُكُمْ؟ قَالُوا: لَا، يَغْفِرُ اللهُ لَكَ، يَا أُخَيَّ!. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[261] حضرت ابو ہبیرہ عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ عنہ' یہ اہل بیعت رضوان میں سے ہیں' فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضرت سلمان' صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم کے پاس چند افراد کی موجودگی میں آئے تو انھوں نے (ابوسفیان کو دیکھ کر) کہا: اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن (یعنی ابوسفیان) سے اپنا حق وصول نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم یہ بات قریش کے بزرگ اور ان کے سردار کے متعلق کہہ رہے ہو؟ چنانچہ حضرت ابوبکر نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو یہ بات بتلائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! شاید تو نے انھیں ناراض کر دیا ہے۔ اگر (واقعی) تو نے انھیں ناراض کر دیا تو (یاد رکھ) تو نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔'' (یہ سن کر

[261] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل سلمان و بلال وصهيب رضي الله عنهم، حديث:2504.

فوراً) ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور ان سے کہا: بھائیو! کیا میں نے تمھیں ناراض کر دیا ہے (یعنی میری بات تمھیں ناگوار گزری ہے؟) انھوں نے کہا: نہیں۔ اے ہمارے بھائی! اللہ تعالیٰ تمھاری مغفرت فرمائے۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: [مَأْخَذَهَا]، أَيْ: لَمْ تَسْتَوْفِ حَقَّهَا مِنْهُ. وَقَوْلُهُ: [يَاأُخَيَّ!]: رُوِيَ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ الْخَاءِ وَتَخْفِيفِ الْيَاءِ، وَرُوِيَ بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ الْخَاءِ وَتَشْدِيدِ الْيَاءِ.

مَأْخَذَهَا: کا مطلب ہے: اس سے اپنا حق وصول نہیں کیا۔ يَا أَخِي: ''ہمزہ'' پر زبر''خا'' کے نیچے زیر اور ''یا'' بغیر شد کے اور یہ ''ہمزہ'' پر پیش ''خا'' پر زبر اور ''یا'' کی تشدید کے ساتھ بھی مروی ہے یعنی أُخَيَّ۔

فوائد و مسائل: ① اس میں مسلمانوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ آپس میں پیار و محبت کے ساتھ رہو اور ایک دوسرے کے بارے میں اپنے دلوں کو صاف رکھو اور اگر کوئی بات' غیر ارادی اور غیر شعوری طور پر' ایسی نکل جائے جس سے دوسرے مسلمانوں کے دلوں کو ٹھیس پہنچے یا ان کے جذبات مجروح ہوں' تو فوراً اس کا ازالہ کرنے کی سعی کرو۔ ② دنیاوی حیثیت سے کمزور لوگ اگر متقی اور پرہیزگار ہوں تو اہل ایمان کو ان کی کسی صورت بھی دل آزاری نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

[٢٦٢] وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا». وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى، وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[262] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا' جنت میں اس طرح ہوں گے۔'' اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیان والی انگلی کے درمیان کشادگی فرمائی۔ (یعنی قریب ہوں گے لیکن درجات میں فرق و تفاوت ہوگا۔) (بخاری)

وَ[كَافِلُ الْيَتِيمِ]: اَلْقَائِمُ بِأُمُورِهِ.

كَافِلُ الْيَتِيمِ کا مطلب ہے: اس کے معاملات کی نگرانی اور خبر گیری کرنے والا۔

فائدہ: جنت میں نبی ﷺ کی رفاقت اور آپ کا قرب' بہت بڑا اعزاز ہے جو یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے کو ملے گا۔ اسی لیے نبی ﷺ نے اس گھر کو سب سے بہترین گھر قرار دیا ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہو اور اسے بدترین گھر کہا ہے جس میں اس کے برعکس یتیم کے ساتھ بدسلوکی کا معاملہ روا رکھا جاتا ہو۔

[٢٦٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ:

[263] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ

[262] صحيح البخاري، الأدب، باب فضل من يعول يتيماً، حديث: 6005.

[263] صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب فضل الإحسان إلى الأرملة والمسكين واليتيم، حديث: 2983.

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كَافِلُ الْيَتِيمِ، لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ، أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ». وَأَشَارَ الرَّاوِيُّ - وَهُوَ: مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ - بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ﷺ نے فرمایا: ''یتیم کی کفالت کرنے والا' وہ یتیم اس کا قریبی ہو یا غیر' میں اور وہ ان دو انگلیوں کی طرح جنت میں ہوں گے۔'' حدیث کے راوی مالک بن انس نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے ساتھ اشارہ کیا۔ (مسلم)

وَقَوْلُهُ ﷺ: [اَلْيَتِيمُ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ]، مَعْنَاهُ: قَرِيبُهُ، أَوِ الْأَجْنَبِيُّ مِنْهُ، فَالْقَرِيبُ مِثْلُ أَنْ تَكْفُلَهُ أُمُّهُ أَوْ جَدُّهُ أَوْ أَخُوهُ أَوْ غَيْرُهُمْ مِّنْ قَرَابَتِهِ، وَاللهُ أَعْلَمُ.

اَلْيَتِيمُ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ کا مطلب ہے: یتیم اس کا قریبی رشتے دار ہو یا اجنبی (غیر رشتے دار)۔ قریبی سے مراد ہے کہ اس کی ماں' یا اس کا دادا' یا اس کا بھائی یا ان کے علاوہ کوئی اور قرابت دار اس کی کفالت کرے۔ واللہ أعلم.

فائدہ: اجتماعی کفالت اور خبر گیری کا یہ انتظام رشتہ داروں تک محدود نہیں بلکہ اس میں معاشرے کا ہر یتیم اور ضرورت مند آ جاتا ہے۔ مسلمان اس اجتماعی کفالت کے نظام پر عمل کریں تو کسی کو بھی بیمۂ زندگی کی ضرورت پیش نہ آئے جو ایک سودی طریقہ ہے۔ کاش مسلمان اپنے مذہب کی تعلیمات کو اپنائیں تاکہ وہ سودی سلسلوں سے بچ جائیں۔

[٢٦٤] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلَا اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، إِنَّمَا الْمِسْكِينُ الَّذِي يَتَعَفَّفُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[264] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں ہے جسے کھجور اور دو کھجوریں' لقمہ اور دو لقمے لوٹا دیں' بلکہ مسکین تو وہ ہے جو (غربت کے باوجود) سوال سے بچتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ فِي [الصَّحِيحَيْنِ]: «لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلٰكِنَّ الْمِسْكِينَ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنىً يُّغْنِيهِ، وَلَا يُفْطَنُ بِهِ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ، وَلَا يَقُومُ فَيَسْأَلَ النَّاسَ».

اور صحیحین (بخاری ومسلم) کی ایک اور روایت میں الفاظ اس طرح ہیں: ''مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں (کے گھروں) کے چکر لگائے اور لقمہ' دو لقمے اور کھجور' دو کھجوریں اسے واپس لوٹا دیں۔ لیکن مسکین تو وہ ہے جو اتنی دولت بھی نہ پائے جو اسے (لوگوں سے) بے نیاز کر دے۔ اس کی (غربت کی) بابت احساس بھی نہ کیا جائے کہ اس پر صدقہ کیا جائے اور نہ (وہ خود دست سوال دراز کیے) کھڑا ہو کہ لوگوں سے مانگے۔''

فائدہ: اس میں ایک نہایت اہم مسئلے کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے اور وہ یہ کہ گھر گھر جا کر مانگنے والے زیادہ ضرورت مند (مسکین) نہیں ہوتے کیونکہ وہ تو قطرہ قطرہ حاصل کر کے دریا جمع کر لیتے ہیں۔ اصل ضرورت مند تو وہ

[264] صحيح البخاري، الزكاة، باب قول الله عزوجل: ﴿لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾...، حديث: 1479، وصحيح مسلم، الزكاة، باب المسكين الذي لا يجد غنى...، حديث: 1039.

ہوتے ہیں جو تونگر بھی نہیں ہوتے' نہ ان کا لباس اور ہیئت ہی ایسی ہوتی ہے جو ان کی غربت کی چغلی کھاتی ہو اور نہ ان کی خودداری اور غیرت ہی انھیں سوال کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پیشہ ور گداگروں کے مقابلے میں ایسے سفید پوش لوگوں کی امداد کی جائے کہ یہ اصل مسکین ہیں نہ کہ وہ جنھوں نے مسکینی کا روپ دھار رکھا ہو۔

[٢٦٥] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «اَلسَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ»، وَأَحْسَبُهُ قَالَ: «وَكَالْقَائِمِ الَّذِي لَا يَفْتُرُ، وَكَالصَّائِمِ الَّذِي لَا يُفْطِرُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[265] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''بیواؤں اور مسکین کی خبر گیری کرنے والا' اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔'' (راوی' حدیث کہتے ہیں:) میرا گمان ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا: ''وہ اس عبادت کرنے والے کی طرح ہے جو سست نہیں ہوتا اور اس روزے دار کی طرح ہے جو ناغہ نہیں کرتا۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① بیوہ اور مسکین کا نام بطور تمثیل کے ہے' مراد معاشرے کے ضرورت مند' نادار اور معذور افراد ہیں۔ ان کی کفالت' خبر گیری اور ان کے لیے دوڑ دھوپ کو اجر میں جہاد فی سبیل اللہ کے برابر قرار دے کر اسلام نے اس کام کی اہمیت کو کتنا واضح کر دیا ہے۔ مسلمان اس کو نہ سمجھیں تو اور بات ہے' ورنہ اسلام نے معاشرے کے بے سہارا افراد کی امداد اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا ہے۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت صرف نماز پڑھ لینا یا روزہ رکھ لینا ہی نہیں ہے بلکہ ہر عمل صالح عبادت ہے اور ضعفاء ومساکین کی خبر گیری بھی عبادت ہے۔

[٢٦٦] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ، يُمْنَعُهَا مَنْ يَأْتِيهَا، وَيُدْعٰى إِلَيْهَا مَنْ يَأْبَاهَا، وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ، فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[266] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بدترین کھانا ولیمے کا وہ کھانا ہے' جس میں جو (ضرورت مند) آنا چاہے اسے تو روک دیا جائے اور جو انکار کرے اسے بلایا جائے۔ اور جس نے دعوت قبول نہیں کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔'' (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ فِي [الصَّحِيحَيْنِ] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مِنْ قَوْلِهِ: «بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ، يُدْعٰى إِلَيْهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ».

اور صحیحین کی ایک اور روایت جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے' اس میں آپ ﷺ کا قول اس طرح روایت کیا گیا ہے: ''بدترین کھانا ولیمے کا وہ کھانا ہے' جس میں مال داروں کو بلایا جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے۔''

---

[265] صحيح البخاري، الأدب، باب الساعي على الأرملة، حديث: 6006، وصحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب فضل الإحسان إلى الأرملة والمسكين واليتيم، حديث: 2982 واللفظ له.

[266] صحيح البخاري، النكاح، باب من ترك الدعوة فقد عصى الله ورسوله، حديث: 5177، وصحيح مسلم، النكاح، باب الأمر بإجابة الداعي إلى دعوة، حديث: 1432.

فوائد و مسائل: ① طبقۂ امراء نے ولیمے کی دعوت کو جس طرح پرتکلف اور اپنی دولت و امارت کے اظہار کا ذریعہ بنا لیا ہے' اس کے متعدد دینی' اخلاقی اور معاشرتی نقصانات ہیں۔ دینی نقطۂ نظر سے یہ اسراف و تبذیر ہے جو شیطانی عمل ہے اور اس کا ارتکاب کرنے والے شیطان کے بھائی۔ یہ اتنا بڑا نقصان اور سخت وعید ہے کہ ہمارے طبقۂ امراء میں اگر ایمان ہو تو وہ اس اسراف سے باز آ جائے جس کا دائرہ روز بروز بڑھتا اور پھیلتا ہی جا رہا ہے۔ اس کا اخلاقی نقصان یہ ہے کہ انسان اس میں اپنے ہی ہم مرتبہ لوگوں کو دعوت دیتا ہے اور انھیں بہ اصرار اس میں شریک کرتا ہے' جب کہ معاشرے کے غریب اور مسکین قسم کے لوگوں کی اس میں شرکت کو وہ سخت ناگوار اور آداب کے خلاف تصور کرتا ہے' درآں حالیکہ دعوت کے مستحق' اپنی ضرورت مندی کی وجہ سے' مساکین ہی ہوتے ہیں نہ کہ اہل ثروت۔ اور مکارم اخلاق کا تقاضا بھی ہے کہ ضرورت مندوں کو اولیت و فوقیت دی جائے نہ کہ ان کو جو سرے سے ضرورت مند ہی نہیں ہیں۔ ② اس کا معاشرتی نقصان یہ ہے کہ اس قسم کے مظاہروں سے معاشرے کے کمزور طبقات میں احساس محرومی پیدا ہوتا ہے' حالانکہ اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے کہ محروم طبقات کی دلجوئی' دلداری کا اہتمام اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے نہ کہ ان کے اندر احساس محرومی پیدا کر کے انھیں اذیت اور اضطراب سے دوچار کیا جائے۔ ③ اگر مسلمان' ولیموں اور دیگر تقریبات میں انواع و اقسام کے پرتکلف کھانوں کی بجائے' ایک دو قسم کے سادہ کھانوں کا اہتمام اور اس میں قرابت داروں اور دوست احباب کے ساتھ غرباء و مساکین کو بھی شریک کریں تو مذکورہ تینوں خرابیوں سے بچ سکتے ہیں جس کے معاشرے پر بہترین اثرات پڑ سکتے ہیں اور آخرت کی باز پرس سے بھی وہ بچ سکتے ہیں۔ ورنہ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ہی کے وہ مصداق ہوں گے۔ ④ حدیث میں دعوت ولیمہ کے قبول کرنے کی جو تاکید کی گئی ہے' اس سے مراد وہی دعوتیں اور ولیمے ہیں جن میں اسلامی تعلیمات کا احترام اور سادگی وغیرہ کا اہتمام کیا جائے۔ مذکورہ قسم کے ولیمے' جو مذکورہ خرابیوں کے مظہر ہوں' ان میں شرکت نہ صرف یہ کہ ضروری نہیں بلکہ ان کا بائیکاٹ ضروری ہے تاکہ ان برائیوں میں شرکت کے جرم سے وہ بچ جائے۔

[٢٦٧] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ»، وَضَمَّ أَصَابِعَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[267] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے دو بچیوں کی پرورش و تربیت کی حتی کہ وہ بالغ ہو گئیں' قیامت والے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ میں اور وہ ان دو انگلیوں کی طرح (قریب قریب) ہوں گے۔'' اور آپ نے اپنی انگلیاں ملائیں (یعنی ملا کر دکھایا کہ اس طرح ہم دونوں ساتھ ساتھ ہوں گے)۔ (مسلم)

[جَارِيَتَيْنِ]، أَيْ: بِنْتَيْنِ.

جَارِيَتَيْنِ: یعنی دو بیٹیاں۔

فوائد و مسائل: ① زمانۂ جاہلیت میں لڑکیوں کی پیدائش پر جس ناگواری کا اظہار اور عورت کی قدر و منزلت کا انکار کیا جاتا تھا' شریعت اسلامیہ نے ان کی عزت و توقیر کی بحالی کے لیے جو ہدایات دیں' ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بچیوں کی

[267] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب فضل الإحسان إلى البنات، حديث: 2631.

پرورش اور ان کی تعلیم و تربیت کو حصول جنت کا ذریعہ قرار دیا، تاکہ لوگ بیٹوں کی ولادت اور ان کی پرورش ہی پر خوشی محسوس نہ کریں بلکہ لڑکیوں کی ولادت اور ان کی تربیت پر بھی مسرت سے ہمکنار ہوں۔ اس لحاظ سے اسلام ہی وہ پہلا دین ہے جس نے عورت کے حقوق کا نہ صرف تحفظ کیا بلکہ اس کی عزت و تکریم کا بھی خوب خوب اہتمام کیا، مثلاً: اسے مردوں کے اختلاط سے منع اور پردے کا پابند کیا، اسے بیرونی سرگرمیوں اور معاشی جھمیلوں سے فارغ رکھا تاکہ کوئی بد باطن اسے بری نظر سے دیکھے نہ اسے اپنی ہوس ناکی کا نشانہ بنا کر اس کی ردائے تقدس و عصمت کو تار تار کر سکے، جیسے مغرب کی بے پردہ اور مردوں کے دوش بدوش کام کرنے والی عورتوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ ② برا ہو اس کج فکری اور ذہنی عدم بلوغت کا، کہ مغرب کی یہ آزادئ نسواں، جس نے عورت کو ذلیل اور بے آبرو کر دیا ہے، بہت سے لوگوں کو بہت اچھی لگتی ہے اور وہ بھی مسلمان عورت کو اسی حیا باختگی کی راہ پر ڈال رہے ہیں اور اسلامی تعلیمات جس میں عورت کے تقدس و احترام کا تحفظ ہے، وہ انھیں غلامی کا طوق نظر آتی ہیں، جنھیں وہ اتار پھینکنا چاہتے ہیں۔ آہ! اقبال نے سچ کہا تھا ؎

تھا جو ناخوب، بہ تدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

[٢٦٨] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: دَخَلَتْ عَلَيَّ امْرَأَةٌ وَّمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ وَّاحِدَةٍ، فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا، فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْنَا، فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: «مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ، فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[268] حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت اس حال میں آئی کہ اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں، وہ سوال کر رہی تھی۔ اس نے میرے پاس سوائے ایک کھجور کے کچھ نہ پایا، چنانچہ وہ کھجور میں نے اسے دے دی۔ اس نے اس کے دو حصے کر کے اپنی دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دی اور خود اس میں سے کچھ نہیں کھایا، پھر کھڑی ہوئی اور چلی گئی۔ پھر جب نبی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو میں نے آپ کو یہ بات بتلائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جسے ان بیٹیوں میں سے کسی معاملے کے ساتھ آزمایا جائے، اور وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو وہ بیٹیاں اس کے لیے جہنم کی آگ سے پردہ بن جائیں گی۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں بھی بچیوں کے ساتھ حسن سلوک کی فضیلت اور اس کا اجر عظیم بیان کیا گیا ہے کہ بیٹیاں جہنم کی آگ سے بچاؤ کا باعث ہوں گی، اس لیے ان سے نفرت کرنا اور انھیں بوجھ سمجھنا کم از کم ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

[268] صحيح البخاري، الزكاة، باب: اتقوا النار ولو بشق تمرة ....، حديث:1418، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب فضل الإحسان إلى البنات، حديث:2629.

[٢٦٩] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: جَاءَتْنِي مِسْكِينَةٌ تَحْمِلُ ابْنَتَيْنِ لَهَا، فَأَطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ، فَأَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَمْرَةً وَرَفَعَتْ إِلَى فِيهَا تَمْرَةً لِتَأْكُلَهَا، فَاسْتَطْعَمَتْهَا ابْنَتَاهَا، فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِي كَانَتْ تُرِيدُ أَنْ تَأْكُلَهَا بَيْنَهُمَا، فَأَعْجَبَنِي شَأْنُهَا، فَذَكَرْتُ الَّذِي صَنَعَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: «**إِنَّ اللهَ قَدْ أَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ، أَوْ أَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[269] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت اپنی دو بیٹیاں اٹھائے ہوئے آئی۔ میں نے اسے کھانے کے لیے تین کھجوریں دیں۔ پس اس نے دو کھجوریں تو اپنی دو بیٹیوں کو دے دیں اور ایک کھجور اس نے کھانے کے لیے اپنے منہ کی طرف بڑھائی تو وہ بھی اس سے اس کی بیٹیوں نے کھانے کے لیے مانگ لی' چنانچہ اس نے وہ کھجور بھی' جسے وہ خود کھانا چاہتی تھی' دو حصے کر کے اپنی دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دی۔ مجھے اس کی یہ بات بڑی اچھی لگی۔ میں نے اس واقعے کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی وجہ سے اس کے لیے جنت واجب فرما دی ہے (یا یہ فرمایا:) کہ اس کی وجہ سے اسے جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں لڑکیوں کی پرورش کی فضیلت کے علاوہ اس بات کا بھی بیان ہے کہ اگر عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے صدقہ و خیرات کی عمومی اجازت حاصل ہو تو وہ صدقہ کر سکتی ہے۔ اس کے ثواب میں دونوں برابر کے شریک ہوں گے' عورت کو صدقہ کرنے کی وجہ سے اور مرد کو اس پر رضامند ہونے کی وجہ سے اجر ملے گا۔

[٢٧٠] وَعَنْ أَبِي شُرَيْحٍ خُوَيْلِدِ بْنِ عَمْرٍو الْخُزَاعِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «**اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيفَيْنِ: اَلْيَتِيمِ وَالْمَرْأَةِ**». حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

[270] حضرت ابو شریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میں لوگوں کو دو ضعیفوں کے حق سے بہت ڈراتا ہوں (کہ ان میں کوتاہی مت کرنا:) ایک یتیم اور دوسری عورت۔'' (یہ حدیث حسن ہے' اسے امام نسائی نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

وَمَعْنَى: [**أُحَرِّجُ**]: أُلْحِقُ الْحَرَجَ، وَهُوَ الْإِثْمُ بِمَنْ ضَيَّعَ حَقَّهُمَا، وَأُحَذِّرُ مِنْ ذٰلِكَ تَحْذِيرًا بَلِيغًا، وَأَزْجُرُ عَنْهُ زَجْرًا أَكِيدًا.

أُحَرِّجُ کے معنی ہیں کہ جو ان دونوں کے حقوق ضائع کرتا ہے میں اسے گناہ گار سمجھتا ہوں اور اسے اس سے نہایت سختی کے ساتھ ڈراتا اور تاکید کے ساتھ روکتا ہوں۔

فائدہ: انسانی معاشروں میں کمزور طبقات کے ساتھ عام طور پر ظلم روا رکھا جاتا ہے' بالخصوص عورتیں اور یتیم اس کا خاص

[269] صحيح مسلم، البر والصلة والآدب، باب فضل الإحسان إلى البنات، حديث: 2630.

[270] السنن الكبرى للنسائي: 5/363، حديث: 9150.

نشانہ بنتے ہیں۔ ان کو جائیدادوں میں ان کے شرعی حق سے محروم رکھا جاتا ہے بلکہ ان کی جائیدادوں کو ہتھیا لیا جاتا ہے اور ان سے ہر طرح کی بدسلوکی روا رکھی جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایسے لوگوں کے لیے سخت وعید بیان فرما کر مسلمانوں کو ان کی حق تلفی اور ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنے سے روکا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے مسلمان اپنے مذہب کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے اور مسلمان معاشروں میں بھی یہ مذکورہ کمزور طبقات ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے اسلام بدنام ہو رہا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ اسلام نے عورت کے حقوق کا تحفظ نہیں کیا' حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس بارے میں اسلام کی تعلیمات تو واضح ہیں۔ مسلمانوں کا طرز عمل' اسلام سے مختلف چیز ہے' اس کا الزام' ان کے مذہب پر عائد نہیں کیا جا سکتا۔ کاش! مسلمان اس بات کو سمجھیں کہ ان کے غلط طرز عمل کی وجہ سے اسلام کی بدنامی ہو رہی ہے اور یوں وہ دوگونہ جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ایک حق تلفی اور ظلم اور دوسرا دنیا کی نظروں میں اسلام کی تذلیل اور اس کا استخفاف۔ گویا وہ اسلام کی تبلیغ کی بجائے اسلام کی طرف لوگوں کے آنے میں رکاوٹ ثابت ہو رہے ہیں۔ هَدَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

راویٔ حدیث: [حضرت ابوشریح خویلد بن عمرو الخزاعی ﷺ] خویلد بن عمرو بن صخر بن عبدالعزیٰ الخزاعی۔ ان کی کنیت ابوشریح ہے۔ ان کا نام مختلف فیہ ہے۔ کعب بن عمرو' عمرو بن خویلد اور بعض کے نزدیک ہانی ہے۔ مدینہ میں رہے۔ فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے اور فتح مکہ میں بنوکعب بن خزاعہ کا ایک علم ان کے ہاتھ میں تھا۔ اپنے دور کے دانا لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں 68 ہجری کو وفات پائی۔

[٢٧١] وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رَأَى سَعْدٌ أَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلَى مَنْ دُونَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «هَلْ تُنْصَرُونَ، وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ؟».

[271] حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں کہ (ان کے والد) حضرت سعد کو یہ خیال ہوا کہ انھیں اپنے سے کم تر لوگوں پر فضیلت حاصل ہے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ تو انھی کمزوروں کی وجہ سے مدد کیے اور رزق دیے جاتے ہو۔ (پھر ان سے برتر ہونے کے زعم کا کیا جواز ہے)۔''

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ هٰكَذَا مُرْسَلًا، فَإِنَّ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ تَابِعِيٌّ، وَرَوَاهُ الْحَافِظُ أَبُو بَكْرٍ الْبَرْقَانِيُّ فِي صَحِيحِهِ مُتَّصِلًا عَنْ مُصْعَبٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

اسے امام بخاری ؒ نے اسی طرح مرسل بیان کیا ہے' اس لیے کہ مصعب بن سعد تابعی ہیں۔ اور حافظ ابوبکر برقانی ؒ نے اپنی ''صحیح'' میں اسے متصلاً بیان کیا ہے' یعنی عن مصعب عن أبيه کے ساتھ۔

فائدہ: اس میں بہرہ ور طبقات کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ اپنے سے کم تر اور بے وسیلہ لوگوں کو حقیر اور اپنے کو ان سے برتر نہ سمجھیں بلکہ ان کا احترام اور ان سے تعاون کریں۔ کیا پتہ ہے اللہ تعالیٰ انھی کی وجہ سے تمھیں بھی روزی اور دشمن پر غلبہ

[271] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب من استعان بالضعفاء والصالحين في الحرب، حديث: 2896.

عطا فرما رہا ہو۔

راویٔ حدیث: [حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاص رحمہ اللہ] ابوزرارہ مدنی ان کی کنیت اور نام مصعب ہے۔ ان کی ایک نسبت زہری بھی ہے۔ تابعی ہیں۔ اپنے باپ سعد بن ابی وقاص اور حضرت علی کے علاوہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کرتے ہیں۔ طبقات ابن سعد میں ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی انھیں ثقہ قرار دیتے ہیں۔ 103 ہجری میں فوت ہوئے۔

[۲۷۲] وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عُوَيْمِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اِبْغُونِي الضُّعَفَاءَ، فَإِنَّمَا تُنْصَرُونَ، وَتُرْزَقُونَ بِضُعَفَائِكُمْ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

[272] حضرت ابو درداء عویمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''مجھے تم کمزوروں میں تلاش کرو۔ یقیناً تمھاری اپنے ان ضعفاء کی وجہ ہی سے مدد کی جاتی اور تمھیں روزی دی جاتی ہے۔'' (اسے ابوداود نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ کمزور اور غریبوں کے دل زخارف دنیا (دنیا کی خوبصورتی اور جاذبیت) سے پاک ہوتے ہیں اس لیے ان میں اخلاص اور انابت الی اللہ کا جذبہ زیادہ ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے ان کی دعائیں بھی بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوتی ہیں۔ ② اس کو سنن نسائی کی ایک دوسری حدیث میں زیادہ وضاحت سے بیان فرمایا گیا ہے: ''اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد فرماتا ہے اس امت کے کمزور لوگوں کی دعا' نماز اور ان کے اخلاص کی وجہ سے۔'' (سنن النسائي، الجهاد، حديث:3178) ③ ریاض الصالحین کے اکثر نسخوں میں اِبْغُونِي فِي الضُّعَفَاءِ کے الفاظ ہیں جس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔ لیکن ابوداود کے نسخوں میں "في" کے بغیر ہے۔ البتہ ایک نسخے میں اِبْغُوا لِيَ الضُّعَفَاءَ ہے جس کے معنی ہوں گے: میرے لیے کمزور مسلمانوں کو تلاش کرو (تاکہ میں ان کی مخلصانہ دعاؤں سے مدد حاصل کروں۔)

راویٔ حدیث: [حضرت ابوالدرداء عویمر بن عامر رضی اللہ عنہ] ان کا نام عویمر بن زید یا عویمر بن عامر یا عویمر بن مالک بن عبداللہ بن قیس تھا۔ نہایت جلیل القدر اور عابد و زاہد صحابی تھے۔ انصار سے ان کا تعلق تھا اور خزرج قبیلے سے تھے' اس لیے انصاری اور خزرجی کہلاتے ہیں۔ غزوۂ بدر کے دن مشرف بہ اسلام ہوئے اور غزوۂ احد میں شریک رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بدری صحابہ میں شمار کیا ہے۔ قرآن کو جمع کرنے والوں میں شامل تھے۔ دمشق کے گورنر رہے۔ ان کے بہت سے اقوال زریں ہیں' مثلاً: بعض اوقات ایک لمحے کی شہرت' طویل حزن و ملال سے دوچار کر دیتی ہے۔ 32 ہجری میں فوت ہوئے۔ 179 فرامین نبویہ کے راوی ہیں۔

[272] سنن أبي داود، الجهاد، باب في الانتصار برذل الخيل و الضعفة، حديث:2594.

[٣٤] بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالنِّسَاءِ

باب: 34- عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [النساء: ١٩]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور تم ان عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَلَن تَسْتَطِيعُوٓا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِن تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ [النساء: ١٢٩]

اور فرمایا: ''اور تم ہرگز عورتوں کے درمیان برابری کا معاملہ نہیں کر سکو گے اگرچہ تم اس کی خواہش بھی رکھو' لہٰذا تم کسی ایک کی طرف پوری طرح مائل نہ ہو جاؤ کہ دوسری کو لٹکتی چھوڑ دو اور اگر اصلاح کا رویہ اختیار کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا' نہایت مہربان ہے۔''

فائدۂ آیات: مطلب یہ ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے والا تمام بیویوں کے درمیان' خواہش کے باوجود مِنْ کُلِّ الْوُجُوہ (ہر پہلو سے) برابری کا اہتمام کرنے پر قادر ہی نہیں ہے' اس لیے کہ اگر ظاہری طور پر وہ باری باری ہر بیوی کے ساتھ ایک ایک رات گزارے' تب بھی وہ پیار و محبت کے معاملے میں یکسانیت برقرار نہیں رکھ سکتا کیونکہ اس کا تعلق دل سے ہے' جس پر انسان کا اختیار ہی نہیں۔ یقیناً کسی ایک کے ساتھ اسے دلی محبت کم اور دوسری کے ساتھ زیادہ ہوگی' جس کا اظہار اس سے شہوت اور جماع کے موقع پر ہوگا۔ لیکن اس دلی محبت کا نتیجہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ جن معاملات میں تم یکسانیت اور انصاف کر سکتے ہو' ان میں بھی اس کا اہتمام نہ کرو اور بعض بیویوں کو اُدھر میں چھوڑ دو۔ ان کی ضروریات زندگی کا خیال رکھو' نہ ان کی جنسی خواہشات کی تسکین کا۔ وہ شادی شدہ معلوم ہوں اور نہ مطلقہ۔ بلکہ اگر تم خلوص نیت سے اصلاح احوال میں کوشش اور اپنے اختیار کی حد تک تمام ظاہری معاملات میں برابری کا اہتمام کرتے رہو گے تو دلی میلان میں کمی بیشی کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ تم اس میں بے بس ہو' اسی لیے نبی ﷺ بھی یہ دعا فرمایا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! هٰذَا قَسْمِي فِيمَا أَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ] ''یا اللہ! ان معاملات میں جو میرے اختیار میں ہیں' میری یہ تقسیم ہے' چنانچہ جس معاملے میں میں بے اختیار ہوں اور صرف تو ہی اس پر اختیار رکھتا ہے' اس میں مجھے ملامت نہ کرنا۔'' (سنن أبي داود، النكاح، حديث:2134)

[٢٧٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا،

[273] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو' اس

[273] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم و ذريته، حديث:3331، و النكاح، باب المداراة مع النساء.....، حديث:5184، وصحيح مسلم، الرضاع، باب الوصية بالنساء، حديث:(59)-715 بعد الحديث:1466۔

فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ مَا فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

لیے کہ عورت کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھا حصہ اس کا اوپر کا حصہ ہے۔ اگر تو اسے سیدھا کرنے لگے گا تو اسے توڑ بیٹھے گا۔ اور اگر اسے چھوڑے گا تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی' چنانچہ تم عورتوں کا خیال رکھا کرو۔''

(بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ فِي [الصَّحِيحَيْنِ]: «اَلْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ إِنْ أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا، اِسْتَمْتَعْتَ وَفِيهَا عَوَجٌ».

اور صحیحین ہی کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے: ''عورت پسلی کی طرح ہے۔ اگر تو اسے سیدھا کرے گا تو توڑ دے گا۔ اور اگر تو اس سے فائدے اٹھائے تو اس کی کجی کی حالت ہی میں فائدہ اٹھا۔''

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: «إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، لَنْ تَسْتَقِيمَ لَكَ عَلَى طَرِيقَةٍ، فَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا، اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عَوَجٌ، وَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا، وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا».

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: ''عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ یہ کسی طریقے سے بھی تیرے لیے سیدھی نہیں ہو گی۔ چنانچہ اگر تو اس سے فائدہ اٹھائے تو اسی کجی کی حالت میں فائدہ اٹھا' اگر تو اسے سیدھا کرنے لگے گا تو اسے توڑ ڈالے گا اور اس کا توڑ دینا اسے طلاق دینا ہے۔''

قَوْلُهُ: [عَوَجٌ]: هُوَ بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالْوَاوِ.

عَوَجٌ: یہ عین اور واؤ پر زبر کے ساتھ ہے۔ (لیکن امام نووی' یعنی اس کتاب کے مؤلف نے اپنی ہی ایک اور کتاب ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں یہ بھی کہا ہے کہ ''اسے دوسرے محققین نے عین کی زیر کے ساتھ ضبط کیا ہے'' اور یہی زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَآءِ کے معنی ہیں: عورتوں کے بارے میں میری وصیت قبول اور اس پر عمل کرو۔ یا تمھارا بعض' بعض سے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی بابت وصیت طلب کرے۔ مطلب ہر دو صورتوں میں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ہے' اس لیے کہ عورت فطری طور پر مرد سے کمزور بھی ہے اور کج فطرت اور کم عقل بھی۔ بنا بریں زیادہ عقل اور زیادہ صبر و قوت رکھنے والے مرد کو تحمل اور عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے اس کے ساتھ حسن سلوک ہی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اس وصیت اور تاکید میں خوشگوار گھریلو زندگی کا راز مضمر ہے۔ ② جو لوگ اس کے برعکس عورت کے ساتھ بے رحمانہ اور متشددانہ رویہ اختیار کرتے اور سوچتے ہیں کہ اس طرح وہ اسے سیدھا کر لیں گے وہ خام خیالی میں مبتلا ہوتے ہیں اور ان کا گھر جہنم کدہ بنا رہتا ہے یا پھر (طلاق کی وجہ سے) اجڑ جاتا ہے' اور اگر بچے بھی ہوں تو ان کی زندگیاں الگ برباد ہو جاتی ہیں۔

[٢٧٤] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَمْعَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ، وَذَكَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِي عَقَرَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «﴿إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا﴾ اِنْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَزِيزٌ، عَارِمٌ مَنِيعٌ فِي رَهْطِهِ»، ثُمَّ ذَكَرَ النِّسَاءَ، فَوَعَظَ فِيهِنَّ، فَقَالَ: «يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ، فَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ». ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِي ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ وَقَالَ: «لِمَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ؟». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[274] حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا' آپ نے (صالح علیہ السلام کی) اونٹنی کا اور اس آدمی کا ذکر فرمایا جس نے اس کی کوچیں کاٹ دی تھیں (اور پھر اسے ذبح کر دیا تھا)۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''﴿إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا﴾ (یعنی یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر اس کے معنی بیان فرمائے) کہ اونٹنی کو ہلاک کرنے کے لیے ایک شریر آدمی اٹھا جسے اپنے خاندان کی حمایت حاصل تھی۔'' پھر آپ ﷺ نے عورتوں کا ذکر فرمایا اور ان کے بارے میں نصیحت فرمائی' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ایک آدمی اٹھتا ہے اور اپنی بیوی کو غلام کی طرح مارتا ہے۔ (اس نادان کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ) شاید اپنے دن کے آخر میں (یعنی رات کو) اس کے ساتھ وہ ہم بستری کرے۔'' (مطلب یہ تھا کہ جب مرد اپنی بیوی سے اس طرح فائدہ اٹھانے اور اس کے ساتھ جنسی تسکین حاصل کرنے پر مجبور ہے تو پھر اسے بے رحمانہ انداز سے مارنے پیٹنے کا کیا جواز ہے۔ اسے تو عفو و درگزر سے کام لینا چاہیے)۔ پھر آپ نے لوگوں کو گوز مارنے (آواز سے ہوا خارج کرنے) پر ہنسنے (سے روکا اور اس) پر انھیں وعظ کیا اور فرمایا: ''تم میں سے ایک شخص ایسے کام پر کیوں ہنستا ہے جسے وہ خود بھی کرتا ہے؟'' (بخاری و مسلم)

وَ[الْعَارِمُ]، بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالرَّاءِ: هُوَ الشِّرِّيرُ الْمُفْسِدُ. وَقَوْلُهُ: [اِنْبَعَثَ]، أَيْ: قَامَ بِسُرْعَةٍ.

عَارِمٌ: ''عین'' اور ''را'' کے ساتھ۔ شریر اور فتنہ پرداز۔
اِنْبَعَثَ: تیزی کے ساتھ اٹھا' یا کھڑا ہوا۔

فوائد و مسائل: ① اسلام نے اگرچہ ناگزیر حالات میں عورت کو سرزنش کرنے کی اجازت دی ہے لیکن اس کے لیے قرآن سے ایک حکیمانہ ترتیب یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلے انھیں وعظ و نصیحت کریں' اس سے وہ نہ سمجھے تو رات کو اس کے

[274] صحيح البخاري، التفسير، سورة ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا﴾، حديث:4942، وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب النار يدخلها الجبّارون، والجنة يدخلها الضعفاء، حديث:2855.

ساتھ سونا ترک کر دیں جو ایک سمجھ دار عورت کے لیے بہت بڑی تنبیہ ہے۔ اس سے بھی نہ سمجھے تو پھر چہرہ اور سر چھوڑ کر اس کی تھوڑی سی گوشمالی کریں بشرطیکہ ایسا کرنے سے اس کے سدھرنے کی امید ہو ورنہ اس سے بھی گریز ہی بہتر ہے تاہم حسب ضرورت واقتضا تینوں کام بیک وقت بھی کیے جا سکتے ہیں لیکن وعظ ونصیحت کو بالکلیہ نظر انداز کر کے مارنا پیٹنا اور وہ بھی نہایت بے رحمانہ طریقے سے جس کی اسلام نے قطعاً اجازت نہیں دی ہے صحیح نہیں۔ ② اس حدیث میں نبی ﷺ نے اسی پہلو کو واضح فرمایا ہے کہ جب مرد کے لیے عورت کا وجود ناگزیر ہے اور اس کے بغیر اس کے لیے رات گزارنا مشکل ہے تو پھر اسے لونڈی یا غلام کی طرح کیوں مارتا ہے۔ اسے یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کے بھی جذبات ہیں اور زندگی گزارنے کے لیے وہ بھی گاڑی کا ایک پہیہ ہے۔ اگر اس کی گوش مالی کی ضرورت پیش آ ہی جائے تو اس کی اس واقعی حیثیت کو سامنے رکھتے ہوئے ہی مار پیٹ والا معاملہ کرے نہ کہ اس کی اس اہمیت کو فراموش کر دے۔ ③ اسی طرح کسی کے گوز مارنے پر (جسے پادنا بھی کہتے ہیں) ہنسنا بد اخلاقی ہے۔ اس ہنسنے کا بھی کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا ارتکاب ہر انسان سے ہوتا ہے۔ اس لیے ہنس کر اسے مجلس میں شرمندہ نہ کیا جائے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ] عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن عبدالمطلب اسدی۔ مشہور صحابی ہیں۔ ان کا شمار اہل مدینہ میں ہوتا ہے۔ اور یہ سرداران قریش میں سے تھے۔ ان کی والدہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے دربان تھے۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور عروہ بن زبیر نے ان سے روایت کی ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت والے دن شہید ہوئے۔

[٢٧٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ»، أَوْ قَالَ: «غَيْرَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[275] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن مرد ایمان دار عورت (بیوی) سے نفرت نہ کرے۔ اگر اس کی کوئی ایک عادت یا صفت اسے ناپسند ہو گی تو اس کی کسی دوسری صفت سے وہ خوش بھی ہوگا۔'' یا آخر کی جگہ آپ نے غَیْرَہٗ فرمایا۔ (مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔) (مسلم)

وَقَوْلُهُ: [يَفْرَكْ]: هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَإِسْكَانِ الْفَاءِ وَفَتْحِ الرَّاءِ مَعْنَاهُ: يُبْغِضُ، يُقَالُ: فَرِكَتِ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا، وَفَرِكَهَا زَوْجُهَا، بِكَسْرِ الرَّاءِ، يَفْرَكُهَا بِفَتْحِهَا: أَيْ: أَبْغَضَهَا، وَاللهُ أَعْلَمُ.

يَفْرَكْ: ''یا'' پر زبر ''فا'' ساکن اور ''را'' پر زبر۔ معنی ہیں: نفرت کرے بغض رکھے۔ کہا جاتا ہے: عورت نے اپنے خاوند سے نفرت کی یا بغض رکھا اور خاوند نے اپنی بیوی سے نفرت کی یعنی بغض رکھا۔ واللہ اعلم۔

فوائد ومسائل: ① اس میں بھی ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے ایک نہایت حکیمانہ نکتہ بیان فرمایا گیا ہے اور وہ یہ کہ ہر شخص میں اگر کچھ خامی یا کوتاہی ہوتی ہے تو کچھ خوبی بھی ہوتی ہے۔ مرد کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ وہ عورت میں کوئی خامی

[275] صحيح مسلم، الرضاع، باب الوصية بالنساء، حديث: 1467.

ایسی دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو اسے نظر انداز کر کے اس کی خوبیوں پر نظر رکھے۔ اس طرح اس کے لیے اس کی بعض ناپسندیدہ خصلتوں کو برداشت کرنا آسان ہو جائے گا۔ ② اسی طرح عورت بھی اگر مرد کی بعض باتوں سے دل گیر ہو تو اسے بھی اس کی خوبیوں پر نظر رکھتے ہوئے اس کی بعض خامیوں کو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیے۔

[٢٧٦] وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَصِ الْجُشَمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَقُولُ، بَعْدَ أَنْ حَمِدَ اللهَ تَعَالٰى، وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَّرَ وَوَعَظَ، ثُمَّ قَالَ: «أَلَا وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ، إِلَّا أَنْ يَّأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ، فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا، أَلَا إِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ حَقًّا، وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا، فَحَقُّكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَّا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَّنْ تَكْرَهُونَ، وَلَا يَأْذَنَّ فِي بُيُوتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُونَ، أَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[276] حضرت عمرو بن احوص جشمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے نبی ﷺ کو حجۃ الوداع کے خطبے میں فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور وعظ و تذکیر کی' اس کے بعد فرمایا: ''سنو! عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو' اس لیے کہ وہ تمھارے پاس قیدی ہیں۔ تم ان سے اس (ہم بستری اور اپنی عصمت اور تمھارے مال کی حفاظت وغیرہ) کے علاوہ اور کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے (اور جب وہ اپنا یہ فرض ادا کر رہی ہوں تو پھر ان کے ساتھ بدسلوکی کا جواز کیا ہے؟) ہاں' اگر وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں (تو پھر تمھیں انھیں سزا دینے کا حق ہے) چنانچہ اگر وہ ایسا کریں تو انھیں بستروں سے علیحدہ چھوڑ دو اور انھیں مارو لیکن اذیت ناک مار نہ ہو۔ پھر اگر وہ تمھاری فرماں برداری اختیار کر لیں تو ان کے لیے کوئی اور راستہ مت ڈھونڈو۔ (یعنی طلاق وغیرہ دینے کا مت سوچو۔) یاد رکھو! جس طرح تمھارا حق تمھاری بیویوں پر ہے' (اسی طرح) تمھاری بیویوں کا حق تم پر ہے۔ پس تمھارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمھارے بستر ایسے لوگوں کو نہ روندنے دیں جنھیں تم ناپسند کرتے ہو اور ایسے لوگوں کو گھر کے اندر آنے کی اجازت نہ دیں جنھیں تم اچھا نہیں سمجھتے۔ (چاہے وہ کوئی اجنبی مرد یا عورت ہو یا بیوی کے محارم و اقارب میں سے ہو۔) سنو! اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ ان کی پوشاک اور خوراک میں اچھا سلوک کرو (یعنی طاقت کے مطابق یہ چیزیں احسن طریقے سے انھیں مہیا کرو۔'') (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث

[276] جامع الترمذي، الرضاع، باب ما جاء في حق المرأة على زوجها، حديث: 1163.

حسن صحیح ہے۔)

قَوْلُهُ ﷺ: [عَوَانٍ]، أَيْ: أَسِيرَاتٌ جَمْعُ عَانِيَةٍ، بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ، وَهِيَ الْأَسِيرَةُ، وَالْعَانِي: اَلْأَسِيرُ. شَبَّهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اَلْمَرْأَةَ فِي دُخُولِهَا تَحْتَ حُكْمِ الزَّوْجِ بِالْأَسِيرِ. وَ[الضَّرْبُ الْمُبَرِّحُ]: هُوَ الشَّاقُّ الشَّدِيدُ. وَقَوْلُهُ ﷺ: [فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا]، أَيْ: لَا تَطْلُبُوا طَرِيقًا تَحْتَجُّونَ بِهِ عَلَيْهِنَّ وَتُؤْذُونَهُنَّ بِهِ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

عَوَانٍ: عَانِيَةٌ کی جمع ہے' معنی: ہیں قیدی۔ اس کا مذکر عاني ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو خاوند کے ماتحت ہونے میں' قیدی کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ ضَرْبٌ مُبَرِّحٌ کا مطلب ہے: اذیت ناک مار۔ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ''اور ان پر کوئی راستہ مت ڈھونڈو'' کا مطلب ہے کہ ان پر غلبہ و تسلط کا اور انھیں ایذا پہنچانے کا راستہ مت تلاش کرو۔ واللّٰہ أعلم.

فوائد و مسائل: ① اس میں ایک تو وہی مارنے کا جواز ہے۔ لیکن اسی صورت میں اور اسی طریقے سے جس کی وضاحت اس سے قبل کی گئی ہے' تاہم اگر مار کا فائدہ نظر نہ آتا ہو تو اس سے اجتناب ہی بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں نفرت و عداوت میں اضافے کا زیادہ امکان ہے اور یہ چیزیں حسن معاشرت کے منافی ہیں۔ ② خاوند کی عدم موجودگی میں عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی عصمت اور خاوند کے مال وغیرہ کی حفاظت کے ساتھ ساتھ' خاوند کے ناپسندیدہ افراد کو' چاہے وہ اس کے قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہوں' گھر میں داخل ہونے اور وہاں بیٹھنے کی اجازت نہ دے۔ ③ خاوند کی ذمہ داری ہے کہ وہ طاقت کے مطابق اچھا لباس اور اچھی خوراک اور دیگر ضروریات زندگی فراہم کرے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ] عمرو بن احوص بن جعفر بن کلاب۔ جشمی اور کلابی ہیں۔ یہ ابوعمر کا قول ہے۔ لیکن صاحب اسد الغابہ کہتے ہیں کہ ابوعمر کا یہ کہنا درست نہیں ہے۔ ابن مندہ اور ابونعیم نے ان کا نسب بیان نہیں کیا بلکہ انھوں نے انھیں جشمی کہنے پر اکتفا کیا ہے۔ ان سے ان کے بیٹے سلیمان نے روایت لی ہے۔ صحابیٔ رسول ہیں۔ کتب احادیث میں ان سے صرف دو (2) احادیث مروی ہیں۔

[٢٧٧] وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ! مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: «أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ». حَدِيثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَقَالَ: مَعْنَى [لَا تُقَبِّحْ]، أَيْ: لَا تَقُلْ

[277] حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تو کھائے تو اسے کھلا' جب تو لباس پہنے تو اسے بھی پہنا اور اس کے چہرے پر مت مار' نہ اسے برا بھلا (یا بدصورت) کہہ اور اس سے (بطور تنبیہ) علیحدگی اختیار کرنی ہو تو گھر کے اندر ہی کر۔''

[277] سنن أبي داود، النكاح، باب في حق المرأة على زوجها، حديث:2142.

قَبَّحَكِ اللهُ .

یہ حدیث حسن ہے۔ اسے ابوداود نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ لَا تُقَبِّحْ کے معنی ہیں: اسے یہ نہ کہہ کہ اللہ تجھے قبیح بنا دے یا تیرا بیڑہ غرق کر دے۔

فوائد و مسائل: ① نافرمان عورت کو راہ راست پر لانے کے لیے علیحدگی (ترک تعلق) کی ضرورت پیش آئے تو گھر کے اندر یہ ترک تعلق اس طرح کیا جائے کہ رات کو اس کے ساتھ سونا چھوڑ دیا جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ علیحدگی صرف بستر کی حد تک ہی ہو' بات چیت ترک نہ کی جائے۔ ترک کلام سے بُعد (دوری) میں اضافے کا زیادہ اندیشہ ہے۔ علاوہ ازیں اگر کوئی خاص سبب ہو تو گھر سے باہر بھی علیحدگی کی اجازت ہے' لیکن بیوی پر پھٹکار بھیجنا' ہر روز مارنا' ماں بہن یا طلاق جیسے الفاظ استعمال کرتے رہنا' گھر سے نکالنا یا نکالنے کی دھمکی دینا' یا خوراک یا لباس مہیا نہ کرنا یا غیر مہذبانہ ہتھکنڈے اختیار کرنا اور ناشائستہ سزائیں دینا اور چہرے پر تھپڑ مارنا اور آئے دن مغلظات بکنا سب ناجائز اور ممنوع ہے۔ بیوی کو بار بار طعنے اور کچوکے دینا اور اولاد یا اپنے رشتہ داروں کے سامنے ذلیل کرنا اور بھی برا ہے۔ یہ سب طریقے غلط اور تہذیب و شرافت سے دور ہیں جو ایک انسان کو کسی صورت زیب نہیں دیتے۔ ② بیوی گھر کی ملکہ ہوتی ہے' اسے عزت اور وقار سے رکھنا چاہیے۔ جب عورت حد سے گزرتی نظر آئے تو پھر جو طریقے قرآن و حدیث میں آئے ہیں انھی پر اکتفا کرنا چاہیے' ان سے تجاوز' دین اور دنیا دونوں کی تباہی کا باعث ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت معاویہ بن حیدہ قُشیری رضی اللہ عنہ] معاویہ بن حیدہ بن معاویہ بن قشیر بن کعب قشیری۔ بصرہ میں رہے۔ خراسان میں غزوہ کرتے رہے اور وہیں فوت ہو گئے۔ صحابی ہیں۔ ان سے کئی احادیث مروی ہیں۔ یہ بہز بن حکیم کے دادا ہیں۔ اور بہز بن حکیم کے متعلق امام ابوداود فرماتے ہیں: ''بہز بن حکیم بن معاویہ کی احادیث صحیح ہیں۔''

[٢٧٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[278] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں کامل ترین مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے۔ اور تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں سب سے بہتر ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔)

[٢٧٩] وَعَنْ إِيَاسِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَضْرِبُوا إِمَاءَ اللهِ». فَجَاءَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ: فَقَالَ: ذَئِرْنَ النِّسَاءُ عَلَى

[279] حضرت ایاس بن عبداللہ بن ابی ذباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اللہ کی باندیوں کو مت مارو۔'' (کچھ عرصے کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: عورتیں اپنے

[278] جامع الترمذي، الرضاع، باب ما جاء في حق المرأة على زوجها، حديث: 1162.

[279] سنن أبي داود، النكاح، باب في ضرب النساء، حديث: 2146.

أَزْوَاجِهِنَّ، فَرَخَّصَ فِي ضَرْبِهِنَّ، فَأَطَافَ بِآلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَقَدْ أَطَافَ بِآلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ، لَيْسَ أُولٰئِكَ بِخِيَارِكُمْ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

خاوندوں پر دلیر ہو گئی ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے مارنے کی رخصت عنایت فرما دی (جس پر مردوں نے عمل کیا) تو رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس کثرت سے عورتیں آنے لگیں جو اپنے خاوندوں کی شکایت کرتی تھیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''محمد (ﷺ) کے گھر والوں کے پاس بہت سی عورتوں نے ہجوم کیا ہے جو اپنے خاوندوں کی شکایت کرتی ہیں۔ (یاد رکھو!) ایسا کرنے والے لوگ تم میں بہتر نہیں ہیں۔'' (اسے ابو داود نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔)

قَوْلُهُ: [ذَئِرْنَ]: هُوَ بِذَالٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوحَةٍ، ثُمَّ هَمْزَةٍ مَكْسُورَةٍ، ثُمَّ رَاءٍ سَاكِنَةٍ ثُمَّ نُونٍ، أَيْ: اِجْتَرَأْنَ، قَوْلُهُ: [أَطَافَ]، أَيْ: أَحَاطَ.

ذَئِرْنَ: ''ذال'' مفتوحہ پھر ''ہمزہ'' مکسورہ پھر ''را'' ساکن اور ''نون'' کے ساتھ۔ دلیر ہو گئیں۔ أَطَافَ کے معنی ہیں: گھیر لیا، ہجوم کیا۔

فائدہ: اس میں واضح فرما دیا گیا کہ عورتوں کو مارنے پیٹنے والے اخلاقی لحاظ سے بہترین انسان نہیں ہیں۔ مکارم اخلاق کا تقاضا یہی ہے کہ اس سے گریز ہی کیا جائے، جیسے نبی ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے کبھی کسی بیوی کو نہ کسی خادم کو نہ کسی اور چیز کو اپنے ہاتھ سے مارا، البتہ جہاد میں اپنے ہاتھوں سے کافروں کو مارا، یا جب اللہ کی حرمتوں کو پامال ہوتے دیکھتے تو پھر آپ ضرور انتقام لیتے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، الفضائل، حدیث:2328)

راویٔ حدیث: [حضرت ایاس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ] ایاس بن عبداللہ بن ذیاب اور بقول بعض ذباب الدوسی۔ مکہ میں رہے۔ ان سے صرف عبداللہ یا عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر ہی روایت کرتے ہیں۔ ان سے ایک ہی روایت بیان کی گئی ہے۔ ابن مندہ اور ابونعیم کے نزدیک ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے جبکہ ابن حبان نے ان کو ثقہ تابعین میں شمار کیا ہے۔

[٢٨٠] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[280] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا ساز و سامان ہے اور دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① دوسری حدیث میں نیک عورت کی صفات یہ بیان کی گئی ہیں کہ جب خاوند اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، جب اسے حکم کرے تو وہ بجا لائے اور جب وہ گھر سے غائب ہو تو وہ اپنے نفس (عصمت) کی اور اس کے

[280] صحیح مسلم، الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة، حدیث:1469.

مال کی حفاظت کرے۔ (سنن أبي داود، الزكاة، حديث:1664) ② اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ اگر انسان کو دنیا اور آخرت کی کامیابی مطلوب ہے تو وہ عورت کا انتخاب کرتے وقت صرف اس کے حسن و جمال یا حسب و نسب یا مال و دولت ہی پر نظر نہ رکھے بلکہ دین کو ان سب پر مقدم رکھے اور دین دار اور پابند شریعت عورت ہی سے نکاح کرے ایسی عورت دین و دنیا کی سعادت کا باعث ہوگی۔

[٣٥] بَابُ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ

باب:35- عورت پر خاوند کے حق کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿الرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَآ أَنفَقُوا۟ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ ۚ فَٱلصَّـٰلِحَـٰتُ قَـٰنِتَـٰتٌ حَـٰفِظَـٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ ٱللَّهُ﴾ [النساء: ٣٤].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مرد عورتوں پر حاکم ہیں بہ سبب اس کے جو اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور بہ سبب اس کے جو وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ نیک عورتیں فرماں برداری کرتی ہیں اور خاوند کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت سے (مال و آبرو کی) نگہبانی کرتی ہیں۔''

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ فَمِنْهَا: حَدِيثُ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَصِ السَّابِقُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ.

احادیث میں ایک عمرو بن احوص کی وہ حدیث ہے جو اس سے ماقبل باب میں گزری۔ (دیکھیے: حدیث نمبر 276)

[٢٨١] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ، فَلَمْ تَأْتِهِ، فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[281] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی اپنی عورت کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ نہ آئے تو خاوند وہ رات اس سے ناراضی کی حالت میں گزارے تو صبح تک فرشتے اس (عورت) پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا: «إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ هَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ».

بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: ''جب عورت اپنے خاوند (کی خواہش کے باوجود اس) کے بستر کو چھوڑ کر رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُو امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ، فَتَأْبَى عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا،

ایک اور روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ آنے سے انکار کر

[281] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم: آمين..... حديث:3237، وصحيح مسلم، النكاح، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها، حديث:1436.

حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا».

دے تو وہ (اللہ) جو آسمانوں میں ہے اس پر ناراض رہتا ہے' یہاں تک کہ وہ خاوند اس سے راضی ہو جائے۔''

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے لیے خاوند کی اطاعت فرض و واجب ہے۔ اگر عذر شرعی نہ ہونے کے باوجود اطاعت سے انکار کرے گی تو غضب الٰہی کی مستحق قرار پائے گی اور اس وقت تک اللہ کے ہاں ملعون و مغضوب رہے گی جب تک وہ اپنے خاوند کو راضی نہ کر لے گی۔ ② اس میں ان عورتوں کے لیے سخت تنبیہ ہے جو اپنی بدمزاجی اور ضدی پن کی وجہ سے خاوند کی ناراضی کی پروا نہیں کرتیں اور اپنی راج ہٹ اور تریا ہٹ (ضد' غرور) پر مصر رہتی ہیں۔ ③ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے بالا' آسمانوں پر' یعنی عرش پر ہے جس طرح اس کی شان کے لائق ہے۔

[٢٨٢] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَيْضًا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَلَا تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[282] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ رکھے اور نہ یہ جائز ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو اس کے گھر میں آنے کی اجازت دے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس کا فائدہ واضح ہے۔ اس سے ایک اصول یہ بھی معلوم ہوا کہ نفلی عبادت سے اگر کسی انسان کا حق فوت ہوتا ہے تو اس نفلی عبادت پر انسان کا حق مقدم ہوگا۔

[٢٨٣] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْأَمِيرُ رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[283] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور تم سب سے اس کی اپنی رعیت کے بارے میں باز پرس ہو گی۔ امیر (اپنی رعایا کا) ذمہ دار ہے۔ آدمی اپنے اہل خانہ کا ذمے دار ہے۔ عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی ذمہ دار ہے۔ چنانچہ (اس طرح) تم سب ذمہ دار ہو اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا

[282] صحيح البخاري، النكاح، باب لا تأذن المرأة في بيت زوجها لأحد إلا بإذنه، حديث:5195، وصحيح مسلم، الزكاة، باب ما أنفق العبد من مال مولاه، حديث:1026.

[283] صحيح البخاري، الجمعة، باب الجمعة في القرى والمدن، حديث:893، وصحيح مسلم، الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل، حديث:1829.

جائے گا۔" (بخاری و مسلم)

فائدہ: یہ حدیث اس لحاظ سے نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں معاشرے کے ہر فرد کو' چاہے وہ حکمران ہو یا ایک عام آدمی' حتی کہ گھر کی چار دیواری کے اندر رہنے والی عورت کو بھی' اپنے اپنے دائرے میں اپنے فرائض ادا کرنے' اصلاح کرنے اور عدل وانصاف کے قیام کا ذمہ دار اور اس میں کوتاہی کرنے پر باز پرس کا حق دار قرار دیا گیا ہے۔

[٢٨٤] وَعَنْ أَبِي عَلِيٍّ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ، وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّورِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[284] حضرت ابوعلی طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب آدمی اپنی ضرورت کے لیے اپنی بیوی کو بلائے تو اسے چاہیے کہ وہ (فوراً) آ جائے' اگرچہ وہ تنور پر (روٹی وغیرہ پکانے میں مصروف) ہو۔" (اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔)

فائدہ: اس سے بھی عورت کے لیے خاوند کی اطاعت کی اہمیت اور تاکید واضح ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوعلی طلق بن علی رضی اللہ عنہ] طلق بن علی بن طلق بن عمرو۔ یہ قیس بن طلق کے والد ہیں۔ ان کی کنیت ابوعلی ہے۔ یہ اس وفد میں تھے جو یمامہ سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تھا اور اسلام قبول کیا تھا۔ ان کی احادیث بھی اہل یمامہ سے مروی ہیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ ابھی مدینہ میں تشریف لائے ہی تھے کہ یہ بھی آ پہنچے۔ اور مسجد نبوی کی تعمیر میں زور شور اور ذوق شوق سے حصہ لیا۔ ان سے 14 احادیث مروی ہیں۔

[٢٨٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ، لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[285] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: "اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو یقیناً عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔)

فائدہ: اس سے بھی اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ عورت کے لیے خاوند کی عزت و توقیر کتنی ضروری ہے۔

[٢٨٦] وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ،

[286] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس عورت کا انتقال اس حال میں ہوا

---

[284] جامع الترمذي، الرضاع، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة، حديث:1160، والسنن الكبرى للنسائي:131/5، حديث:8971.

[285] جامع الترمذي، الرضاع، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة، حديث:1159.

[286] جامع الترمذي، الرضاع، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة، حديث:1161.

وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ، دَخَلَتِ الْجَنَّةَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

کہ اس کا خاوند اس سے خوش تھا تو وہ جنت میں جائے گی۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① یہ فضیلت ایسی عورتوں کے لیے ہے جو اسلام کے احکام و فرائض کی پابندی کے ساتھ اپنے خاوند کو بھی خوش رکھنے کا اہتمام کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی چھوٹی غلطیاں معاف فرما کر ان کو ابتدا ہی میں جنت میں بھیج دے گا۔ جہاں بدمزاج اور اکھڑ قسم کی عورتیں ہیں وہاں نیک مزاج اور خوش خصال خواتین بھی ہیں۔ یہ حدیث ایسی محمود الصفات خواتین کے لیے خوشخبری ہے۔ ② دور حاضر میں صبر اور برداشت کا فقدان ہے اور معمولی معمولی باتوں پر الجھنا وبا کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ مرد و عورت ہر دو سمجھتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق ادا کر رہے ہیں۔ یہاں عورت کے لیے تنبیہ ہے کہ اسے ایسی باتوں، کردار و رویے اور اقدامات سے گریز کرنا چاہیے جس سے خاوند کو تکلیف ہوتی ہو۔ گھروں کے عموماً جھگڑے میاں بیوی کی باہمی وجوہات کی بنا پر نہیں ہوتے بلکہ بیوی اور خاوند کے والدین اور بہن بھائیوں کے ناروا رویے کی وجہ سے ہوتے ہیں' اس لیے اس معاملے میں فریقین کو صبر و برداشت سے کام لینا چاہیے اور بیوی کو چاہیے کہ اس سلسلے میں خاوند سے تعاون کرے۔

[٢٨٧] وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ: لَا تُؤْذِيهِ قَاتَلَكِ اللهُ! فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيلٌ، يُوشِكُ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[287] حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت دنیا میں اپنے خاوند کو ایذا پہنچاتی ہے تو اس کی حورعین میں سے ہونے والی بیوی (جنت میں) کہتی ہے: اللہ تجھے ہلاک کرے' اسے ایذا مت پہنچا کیونکہ یہ تو تیرے پاس (چند روزہ) مہمان ہے' عنقریب یہ تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① جس طرح شریعت اسلامیہ نے مرد کو عورت کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے' اسی طرح عورت کو بھی ایسا رویہ اختیار کرنے سے روکا ہے جس سے خاوند کو تکلیف ہو۔ یہ ایذا رسانی' بدزبانی سے بھی ہو سکتی ہے اور بداخلاقی و بداطواری سے بھی اور اس کی آمدنی سے بڑھ کر ناجائز مطالبات کی صورت میں بھی جیسا کہ عام طور پر عورتیں ان تینوں ہی طریقوں سے اپنے خاوندوں کو زچ کرتی اور ان کی پریشانی کا باعث بنتی ہیں۔ إِلَّا مَنْ رَّحِمَهَا اللّٰهُ. ② باقی رہی یہ بات کہ جنت کی حورعین کو یہ علم کیسے ہوتا ہے کہ وہ عورت اپنے خاوند کو ایذا پہنچا رہی ہے؟ تو گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس تک خبر پہنچانا کون سا مشکل ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے کچھ ملائکہ کی یہ ڈیوٹی لگا رکھی ہو۔

[287] جامع الترمذي، الرضاع، باب الوعيد للمرأة على إيذاء المرأة زوجها، حديث:1174، وسنن ابن ماجه، النكاح، باب في المرأة تؤذي زوجها، حديث:2014.

[۲۸۸] وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً هِيَ أَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[288] حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اپنے بعد مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ خطرناک فتنہ کوئی اور نہیں چھوڑا۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں نبی ﷺ نے عورت کے وجود کے حسن و جمال کو مردوں کے لیے تمام فتنوں میں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ خطرناک فتنہ قرار دیا ہے' جس کا مشاہدہ بہ آسانی کیا جا سکتا ہے۔ بالعموم عورتوں کی ناجائز خواہشات کی تکمیل کے لیے ہی مرد رشوت خوری اور ناجائز ذرائع آمدنی اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اگر عورتیں نت نئے فیشنوں کے مطابق لباس اور زیورات پہننے کا شوق فضول ترک کر کے سادگی کو اپنا لیں تو مرد کو حرام ذرائع آمدنی اختیار کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ ② شادی بیاہ کے موقعوں پر عورتیں ہی تمام بے ہودہ رسم ورواج کرنے پر مردوں کو آمادہ کرتی ہیں اور یوں حدود شریعت کی پامالی کے ساتھ بے پناہ اخراجات کا باعث بنتی ہیں۔ اگر عورتیں دنیا کے رسم ورواج کی بجائے شریعت کو اہمیت دیں تو شادیاں بھی راحت وسکون کا باعث بن سکتی ہیں جب کہ یہ آج کل ایک عذاب اور وبال جان بنی ہوئی ہیں۔ اسی طرح زندگی کے دیگر شعبوں میں بھی عورت کی حشر سامانیاں محتاج وضاحت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان فتنوں سے محفوظ رکھے۔

[۳٦] بَابُ النَّفَقَةِ عَلَى الْعِيَالِ

باب :36- اہل وعیال پر خرچ کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [البقرة: ۲۳۳]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور باپ پر' جس کا وہ بچہ ہے' ان (دودھ پلانے والیوں) کا کھانا اور لباس ہے دستور کے مطابق۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِۦ ۖ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُۥ فَلْيُنفِقْ مِمَّآ ءَاتَىٰهُ ٱللَّهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَآ ءَاتَىٰهَا﴾ [الطلاق: ۷]

اور فرمایا: ''چاہیے کہ خرچ کرے کشائش والا اپنی کشائش (وسعت) کے مطابق' اور جسے اس کی روزی نپی تلی ملتی ہو اسے چاہیے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے اس کے موافق خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس سے زیادہ کا مکلّف (ذمہ دار) نہیں بناتا جتنا اس نے اسے دیا ہے۔''

[288] صحيح البخاري، النكاح، باب ما يتقى من شؤم المرأة......، حديث:5096، وصحيح مسلم، الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء، وأكثر أهل النار النساء، وبيان الفتنة بالنساء، حديث:2740.

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ﴾ [سبأ: ٣٩].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم جو کچھ بھی خرچ کرو' اللہ اس کا عوض (دنیا یا آخرت میں) عطا فرماتا ہے۔''

[٢٨٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ، وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ، أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[289] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک وہ دینار ہے جسے تو اللہ کے راستے (جہاد) میں خرچ کرے۔ اور ایک وہ دینار ہے جو تو کسی گردن (کے آزاد کرنے) میں خرچ کرے۔ اور ایک وہ دینار ہے جو تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور ایک وہ دینار ہے جو تو اپنے بال بچوں پر خرچ کرے۔ ان میں سب سے زیادہ اجر اس دینار میں ہے جو تو اپنے بال بچوں پر خرچ کرے۔'' (مسلم)

فائدہ: یہ ایسے شخص کا تذکرہ ہے جو صاحب نصاب نہ ہو اور قلیل آمدنی کا حامل ہو۔ اس کے لیے حکم یہ ہے کہ پہلے اپنے بال بچوں کی ضروریات اور ان کی خوراک و پوشاک پر خرچ کرے' اسی میں اس کے لیے زیادہ اجر ہے کیونکہ اہل و عیال کا خرچ اس کے ذمے واجب ہے جب کہ دوسرے مقامات پر خرچ کرنا ایک نفلی عبادت ہے۔ ظاہر بات ہے کہ فرض و واجب کو چھوڑ کر نفلی عبادت میں ثواب نہیں۔ البتہ جو شخص صاحب حیثیت اور صاحب نصاب ہے' اس کا معاملہ اس سے مختلف ہے' اس کے لیے زکاۃ کی رقم اہل وعیال پر خرچ کرنے کی بجائے دوسری مدوں پر خرچ کرنا ضروری ہے بلکہ حسب ضرورت واقتضا زکاۃ کے علاوہ بھی۔

[٢٩٠] وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ - وَيُقَالُ لَهُ: أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ - ثَوْبَانَ بْنِ بُجْدُدٍ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَفْضَلُ دِينَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ: دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى عِيَالِهِ، وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى دَابَّتِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[290] حضرت ابوعبداللہ اور بعض کے نزدیک ابوعبدالرحمٰن' ثوبان بن بجدد' رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام' سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے افضل دینار جو آدمی خرچ کرتا ہے' وہ دینار ہے جسے وہ اپنے بال بچوں پر خرچ کرے۔ اور (پھر) وہ دینار ہے جو اللہ کے راستے میں اپنی سواری پر خرچ کرے۔ اور (تیسرے نمبر پر) وہ دینار ہے جسے اللہ کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس حدیث کا بھی وہی مفہوم ہے جو ماقبل حدیث کا تھا' اس میں بھی کم آمدنی والے کو سب سے پہلے

[289] صحیح مسلم، الزکاۃ، باب فضل النفقة علی العیال والمملوك ......، حدیث: 995.

[290] صحیح مسلم، الزکاۃ، باب فضل النفقة علی العیال والمملوك ......، حدیث: 994.

اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور اسے افضل قرار دیا گیا ہے' پھر کچھ بچ جائے تو ترتیب مذکور کے مطابق خرچ کرے۔ ② یہ صورت مطلق نہیں بلکہ بسا اوقات افضلیت اس کے برعکس بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے ضرورت ہے تو انسان بیوی بچوں پر کم خرچ کر کے اللہ کے راستے میں دیتا ہے تو یہ یقیناً افضل ہوگا۔ اسی طرح بیوی بچوں پر خرچ کرنے کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ فضولیات میں اڑانے کے لیے تو وافر روپے ہوں اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے انسان کہے کہ میرا بمشکل گزارا ہوتا ہے۔

[٢٩١] وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ! هَلْ لِّي أَجْرٌ فِي بَنِي أَبِي سَلَمَةَ أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْهِمْ؟ وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا، إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ؟ فَقَالَ: «نَعَمْ! لَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[291] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اگر میں ابوسلمہ (اپنے پہلے خاوند) کی اولاد پر خرچ کروں تو اس میں میرے لیے کوئی اجر ہے؟ میں ان کو اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتی کہ وہ تلاش رزق میں ادھر ادھر پھرتے پھریں' آخر وہ میری اپنی اولاد ہیں؟ آپ نے جواب ارشاد فرمایا: ''ہاں' تو ان پر جو کچھ خرچ کرے گی' اس میں تیرے لیے اجر ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اولاد پر انسان اگرچہ اس فطری محبت وشفقت کی وجہ سے خرچ کرتا ہے جو ماں باپ کے دلوں میں ہوتی ہے' اس کے باوجود' یہ اللہ کا فضل وکرم ہے کہ اس میں بھی وہ نہ صرف اجر دیتا ہے بلکہ دوسری مدوں کے مقابلے میں زیادہ اجر دیتا ہے۔ وَذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

[٢٩٢] وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فِي حَدِيثِهِ الطَّوِيلِ الَّذِي قَدَّمْنَاهُ فِي أَوَّلِ الْكِتَابِ فِي بَابِ النِّيَّةِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَهُ: «وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَأَتِكَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[292] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اپنی اس طویل حدیث میں' جسے ہم پہلے کتاب کے آغاز میں نیت کے باب میں بیان کر آئے ہیں' روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''تم جو کچھ بھی اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرو گے' اس پر تمھیں ضرور اجر دیا جائے گا' حتی کہ اس (لقمے) پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں بھی اصل نکتہ یہی ہے کہ انسان اس نیت سے بیوی بچوں کو کھلائے پلائے کہ یہ اللہ کا حکم ہے' تو یہ فطری داعیہ بھی طاعت وعبادت بن جائے گا جس پر انسان اجر کا مستحق ہوگا۔

[291] صحيح البخاري، الزكاة، باب الزكاة على الزوج والأيتام في الحجر، حديث:1467، وصحيح مسلم، الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوج والأولاد......، حديث:1001.

[292] صحيح البخاري، الإيمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنية والحسبة، حديث:56، وصحيح مسلم، الوصية، باب الوصية بالثلث، حديث:1628 مطولًا.

[٢٩٣] وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةً يَحْتَسِبُهَا فَهِيَ لَهُ صَدَقَةٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[293] حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ شمار ہوتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: ''ثواب کی نیت سے'' کا مطلب ہے کہ میں بال بچوں کی کفالت کا وہ فرض ادا کر رہا ہوں جو اللہ نے مجھ پر عائد کیا ہے، نیز صلہ رحمی کا بھی تقاضا ہے اور اس ادائیگی فرض اور صلہ رحمی سے مجھے اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل ہوگا۔ تو اس نیت سے بچوں پر خرچ بھی اجر وثواب کا باعث ہے۔

[٢٩٤] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوتُ». حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَغَيْرُهُ.

[294] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کے گناہ گار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ جن کی روزی کا ذمہ دار ہے، ان (کے حقوق) کو ضائع کر دے (یعنی ان کے نان نفقہ میں کوتاہی کرے)۔'' (یہ حدیث صحیح ہے اسے ابو داود وغیرہ نے روایت کیا ہے۔)

وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: «كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يَحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوتَهُ».

اور مسلم میں بھی اس کے ہم معنی روایت ہے، جس میں آپ نے فرمایا: ''آدمی کے لیے یہی گناہ کافی ہے کہ وہ جس کی خوراک کا ذمہ دار ہے، اس سے ہاتھ روک لے۔''

فوائد ومسائل: ① مطلب یہ ہے کہ اپنے اہل وعیال کی کفالت سے غفلت یا اعراض اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر اس کے نامۂ اعمال میں اس کوتاہی کے علاوہ کوئی اور گناہ نہ بھی ہو، تب بھی عنداللہ مؤاخذے کے لیے یہی کافی ہے۔ ② علاوہ ازیں حدیث کے الفاظ میں اتنی عمومیت ہے کہ اس میں اہل وعیال کے علاوہ خادم اور نوکر چاکر بھی آجاتے ہیں کیونکہ انسان ان کی بھی خوراک کا ذمہ دار ہوتا ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خادموں، ملازموں اور نوکروں چاکروں کی بھی خوراک اور انسانی ضروریات کا مہیا کرنا، مالک کی ذمہ داری ہے اور اس میں کوتاہی عنداللہ جرم ہے۔

[٢٩٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ

[295] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم

[293] صحيح البخاري، الإيمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنية والحسبة، حديث:55، وصحيح مسلم، الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوج والأولاد......، حديث:1002.

[294] سنن أبي داود، الزكاة، باب في صلة الرحم، حديث:1692، وصحيح مسلم، الزكاة، باب فضل النفقة على العيال والمملوك......، حديث:996.

[295] صحيح البخاري، الزكاة، باب قول الله تعالى: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى......﴾......، حديث:1442، وصحيح مسلم، الزكاة، باب في المنفق والممسك، حديث:1010.

النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ، إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ! أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ! أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ﷺ نے فرمایا: ''ہر دن' جس میں بندے صبح کرتے ہیں' دو فرشتے اترتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما۔ اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! روک کر رکھنے والے (کے مال) کو ضائع فرما دے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں اچھے لوگوں کے حق میں دعائے خیر اور برے لوگوں کے لیے بددعا کرنے کا جواز ہے۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح مخلوق پر خرچ کرنا باعث ثواب ہے' اسی طرح انفاق سے ہاتھ کھینچ لینا عذاب کا باعث ہے۔ گویا تنگ دل اور بخیل کو انسانوں کے علاوہ فرشتے بھی قابل نفرت سمجھتے ہیں۔ کنجوس کی کہیں بھی عزت نہیں ہے۔

[٢٩٦] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[296] ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بلند ہاتھ (دینے والا) نچلے ہاتھ (مانگنے والے) سے بہتر ہے۔ اور خرچ کرنے کی ابتدا ان لوگوں سے کر جن کی دیکھ بھال کا ذمہ دار تو ہے۔ اور بہترین صدقہ وہ ہے جو تونگری (بے نیازی) کے بعد ہو۔ اور جو (سوال یا حرام سے) بچنے کی کوشش کرتا ہے' اللہ اسے بچا لیتا ہے۔ اور جو بے نیازی چاہے' اسے اللہ (غنا و تونگری سے نواز کر) بے نیاز کر دیتا ہے۔'' (بخاری)

فائدہ: اس میں انفاق فی سبیل اللہ' اہل و عیال کی اولیت و فوقیت اور عفت و قناعت کا بیان ہے' نیز جو شخص اللہ سے جس چیز کی خواہش اور دعا کرے' اللہ اس میں اس کی مدد فرماتا ہے۔

[٣٧] بَابُ الْإِنْفَاقِ مِمَّا يُحِبُّ وَمِنَ الْجَيِّدِ

باب: 37- پسندیدہ اور عمدہ چیزیں خرچ کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ [آل عمران: ٩٢]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے تا آنکہ تم پسندیدہ چیز (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔''

[296] صحيح البخاري، الزكاة، باب لاصدقة إلا عن ظهر غني......، حديث: 1428 مختصراً، ونحوه من حديث حزام: 1427.

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُواْ ٱلْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ﴾ [البقرة: ٢٦٧]

اور فرمایا: ''اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے پاکیزہ چیزیں خرچ کرو اور ان چیزوں سے جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے اگائی ہیں۔ اور ردی اور خراب چیز خرچ کرنے کا ارادہ مت کرو۔''

[٢٩٧] عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ أَبُو طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَالًا مِّنْ نَّخْلٍ، وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرَحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ. قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿لَن تَنَالُواْ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُواْ مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ قَامَ أَبُوطَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنَّ اللهَ تَعَالَى أَنْزَلَ عَلَيْكَ: ﴿لَن تَنَالُواْ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُواْ مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ مَالِي إِلَيَّ بَيْرَحَاءُ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالَى، أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ تَعَالَى، فَضَعْهَا يَارَسُولَ اللهِ! حَيْثُ أَرَاكَ اللهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**بَخٍ! ذٰلِكَ مَالٌ رَّابِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَّابِحٌ، وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ**». فَقَالَ أَبُوطَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَارَسُولَ اللهِ! فَقَسَّمَهَا أَبُوطَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ، وَبَنِي عَمِّهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[297] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ انصار مدینہ میں کھجور کے باغات کے اعتبار سے سب سے زیادہ دولت مند تھے اور انھیں اپنے مالوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ بیرحاء (نامی باغ) تھا۔ یہ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا۔ نبی ﷺ اس میں تشریف لاتے اور باغ میں موجود پاکیزہ پانی پیتے۔ حضرت انس (راویٔ حدیث) فرماتے ہیں کہ جب آیت: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ نازل ہوئی تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ......﴾ ''تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے تا آنکہ تم اپنی پسندیدہ چیزیں خرچ کرو۔'' اور مجھے اپنے مالوں میں سب سے زیادہ محبوب بیرحاء (باغ) ہے، میں اسے اللہ کے لیے صدقہ کرتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے اس کے اجر کی اور اس کے پاس اس کے ذخیرہ ہونے کی امید رکھتا ہوں۔ چنانچہ آپ اللہ کی دی ہوئی سمجھ کے مطابق جہاں مناسب سمجھیں اسے اپنے تصرف میں لائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''واہ واہ! یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے، یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے۔ تم نے جو کچھ کہا ہے، میں نے سن لیا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے قرابت مندوں میں تقسیم کر دو۔'' ابوطلحہ نے فرمایا: ٹھیک ہے یارسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ

[297] صحیح البخاري، الزكاة، باب الزكاة على الأقارب، حديث:1461، وصحيح مسلم، الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين......، حديث:998.

انھوں نے اسے اپنے رشتے داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ (بخاری ومسلم)

قَوْلُهُ ﷺ: [مَالٌ رَّابِحٌ]: رُوِيَ فِي الصَّحِيحَيْنِ [رَابِحٌ] وَ [رَايِحٌ] بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ، أَيْ: رَايِحٌ عَلَيْكَ نَفْعُهُ. وَ[بَيْرَحَاءُ]: حَدِيقَةُ نَخْلٍ، وَرُوِيَ بِكَسْرِ الْبَاءِ وَفَتْحِهَا.

مَالٌ رَابِحٌ: ''صحیحین'' میں رَابِحٌ اور رَايِحٌ، یعنی ''با'' اور ''یا'' دونوں کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔ رَایِحٌ کی صورت میں معنی ہوں گے: اس کا نفع تیری ہی طرف لوٹ کر آئے گا۔ بیرحاء: کھجوروں کا باغ۔ ''با'' پر زیر اور زبر دونوں طرح مروی ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس میں صحابۂ کرام ؓ کے اس بے مثال جذبے کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا اور اعلیٰ درجات حاصل کرنے کا ان کے اندر تھا۔ ② اپنے محبوب ترین اموال' اللہ کی راہ میں خرچ کرنا' کمال ایمان کی علامت ہے۔ ③ صدقہ وخیرات میں پہلے اپنے قریبی رشتے داروں کو ترجیح دی جائے' اگر وہ غریب اور امداد کے مستحق ہوں' بصورت دیگر جو مستحق ہوں ان پر صدقہ کیا جائے۔

[٣٨] بَابُ وُجُوبِ أَمْرِ أَهْلِهِ وَأَوْلَادِهِ الْمُمَيِّزِينَ وَسَائِرِ مَنْ فِي رَعِيَّتِهِ بِطَاعَةِ اللهِ تَعَالَى، وَنَهْيِهِمْ عَنِ الْمُخَالَفَةِ وَتَأْدِيبِهِمْ، وَمَنْعِهِمْ مِنَ ارْتِكَابِ مَنْهِيٍّ عَنْهُ

باب: 38- اپنے گھر والوں اور اپنی باشعور اولاد اور اپنے تمام ماتحتوں کو اللہ کی فرماں برداری کرنے کا حکم دینے اور انھیں اس کی مخالفت سے روکنے' انھیں سزا دینے اور اللہ کی منع کردہ چیزوں کے ارتکاب سے باز رکھنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَوٰةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ [طه: ١٣٢]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور اس پر قائم رہو۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ [التَّحْرِيم: ٦].

اور فرمایا: ''اے ایمان والو! بچاؤ تم اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔''

[٢٩٨] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِنْ

[298] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: حضرت حسن بن علی ؓ نے صدقے کی کھجوروں میں

[298] صحيح البخاري، الزكاة، باب ما يذكر في الصدقة للنبي ﷺ و آله، حديث:1491، وصحيح مسلم، الزكاة، باب تحريم الزكاة على رسول الله ﷺ وعلى آله......، حديث:1069.

تَمْرِ الصَّدَقَةِ، فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كَخٍ كَخٍ، إِرْمِ بِهَا، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

سے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں نہیں' اسے پھینک دو' کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ہم صدقے کی چیز نہیں کھاتے۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: «أَنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ».

ایک روایت میں (اس طرح) ہے: ''ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔''

وَقَوْلُهُ: [كَخٍ كَخٍ]: يُقَالُ بِإِسْكَانِ الْخَاءِ، وَيُقَالُ بِكَسْرِهَا مَعَ التَّنْوِينِ، وَهِيَ كَلِمَةُ زَجْرٍ لِلصَّبِيِّ عَنِ الْمُسْتَقْذَرَاتِ، وَكَانَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَبِيًّا.

کخ کخ: ''خا'' ساکن کے ساتھ۔ اسے دو زیروں کے ساتھ بھی پڑھا جا سکتا ہے' یعنی کخٍ۔ یہ بچوں کو ناپسندیدہ چیزوں سے روکنے کے لیے ڈانٹ ڈپٹ کا کلمہ ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ (اس وقت) بچے تھے۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ اور آپ کی آل کے لیے صدقہ حلال نہیں تھا۔ آل سے مراد یہاں بنو ہاشم اور بنو المطلب ہیں (اس کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: حدیث نمبر 346 کے فوائد)۔ ② بچوں کی تعلیم وتربیت کا پہلو بھی واضح ہے۔ بچوں کو جن چیزوں سے روکنا ضروری ہے' والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کا خیال رکھیں اور انھیں ان چیزوں سے روکتے اور سمجھاتے رہیں۔ ③ صدقے کا مال قومی امانت ہے۔ جن گھروں اور اداروں میں یہ جمع ہو' ان کے ذمہ داران کا فرض ہے کہ وہ اس کی حفاظت کریں اور اصل مستحقین تک اسے پہنچائیں اور اپنے عزیز واقارب کی دست برد سے اسے بچائیں۔

[٢٩٩] وَعَنْ أَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْأَسَدِ رَبِيبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا فِي حِجْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا غُلَامُ! سَمِّ اللهَ تَعَالَى، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ»، فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[299] حضرت ابوحفص عمر بن ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد' رسول اللہ ﷺ کے پروردہ (یعنی ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے) سے روایت ہے کہ میں بچہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کے زیر پرورش تھا اور میرا ہاتھ (کھاتے وقت) پیالے میں گھومتا تھا' تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اے لڑکے! اللہ کا نام لو (بسم اللہ پڑھو)' دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔'' چنانچہ اس کے بعد میرے کھانے کا طریقہ یہی رہا۔ (بخاری ومسلم)

وَ[تَطِيشُ]: تَدُورُ فِي نَوَاحِي الصَّحْفَةِ.

تَطِیشُ کے معنی ہیں: پیالے کے کناروں میں ہاتھ گھومتا تھا۔

[299] صحيح البخاري، الأطعمة، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين، حديث: 5376، وصحيح مسلم، الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، حديث: 2022.

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی بچوں کو ادب و اخلاق سکھانے کی تعلیم ہے۔ ② کھانے کا آغاز بسم اللہ سے کیا جائے اور جب ایک ہی بڑے برتن (سینی یا تھالی وغیرہ) میں متعدد افراد کھائیں تو اپنے آگے سے کھایا جائے۔ ہاں اگر انواع و اقسام کے کھانے اور پھل وغیرہ ہوں تو حسب خواہش ایک دوسرے کے آگے سے بھی لیے جا سکتے ہیں۔ ③ موقع پر ہی بچے کو تنبیہ و نصیحت کی جائے کیونکہ یہ زیادہ مؤثر رہتی اور اس کے دل و دماغ میں راسخ ہو جاتی ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوحفص عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ] عمر بن ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد القرشی مخزومی۔ ان کی کنیت ابوحفص ہے۔ ان کی ماں ام سلمہ ام المومنین ہیں۔ ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کے درمیانی عرصے میں پیدا ہوئے۔ نبی ﷺ کے ربیب تھے یعنی رسول اللہ ﷺ نے ان کی پرورش کی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں بحرین اور ایران کا گورنر بنایا۔ 83 یا 84 ہجری میں وفات پائی۔ ان کی مرویات کی تعداد 12 ہے۔

[٣٠٠] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَّسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، اَلْإِمَامُ رَاعٍ وَّمَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَّعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّمَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[300] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ”تم سب کے سب ذمہ دار ہو اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ امام (حکمران) ذمہ دار ہے اور اس سے اپنی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ آدمی اپنے گھر والوں کا نگران ہے اور اس سے اپنی رعیت (اہل خانہ) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اپنی رعیت (گھر میں رہنے والے بچے اور دیگر افراد) کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ خادم اپنے آقا کے مال کا نگران ہے، اس سے اس کی رعیت (مال و اسباب) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ چنانچہ تم سب (اپنے اپنے دائرے میں) نگران اور ذمہ دار ہو اور سب سے ان کی (اپنی اپنی) رعیت کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔“ (بخاری و مسلم)

فائدہ: فوائد کے لیے دیکھیے: حدیث نمبر 283.

[٣٠١] وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

[301] حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ اور وہ (شعیب) اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے روایت

[300] صحيح البخاري، العتق، باب كراهية التطاول على الرقيق......، حديث: 2554، وصحيح مسلم، الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل......، حديث: 1829.

[301] سنن أبي داود، الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة، حديث: 495.

«مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ». حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تمھارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انھیں نماز کی تلقین کرو اور جب دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں (اور نماز میں سستی کریں) تو اس پر انھیں سرزنش کرو اور ان کے درمیان بستروں میں تفریق کر دو۔'' (یہ حدیث حسن درجے کی ہے' اسے ابوداود نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے نماز کی اہمیت بھی واضح ہے' نیز یہ واضح ہوا کہ تعلیم وتربیت کے نقطۂ نظر سے بچوں کو مارنا پیٹنا جائز ہے' تاہم یہ مار وحشیانہ انداز سے نہ ہو بلکہ اس طریقے سے ہو کہ بچے کی تربیت بھی ہو جائے اور اسے کوئی جسمانی نقصان بھی نہ پہنچے۔ یہ فلسفہ بالکل غلط ہے کہ بچوں کو کچھ نہ کہا جائے' مار پیٹ تو کجا' ڈانٹ ڈپٹ سے بھی گریز کیا جائے' بلکہ تہذیب وتربیت کے لیے مناسب سزا وتعزیر ضروری ہے۔ ② فقہاء نے لکھا ہے کہ نماز ہی کی طرح دیگر احکام شریعت بھی بچوں کے ذہن نشین کرائے جائیں اور ممکن ہو تو ان کی عملی مشق بھی' جیسے رمضان میں حسب عمر اور حسب طاقت' بچوں سے چند روزے رکھوائے جائیں تاکہ روزوں کی اہمیت وفرضیت ان کے دماغوں میں بیٹھ جائے اور جب وہ شعور و بلوغت کی عمر کو پہنچیں تو انھیں علم ہو کہ پنج وقتی نماز کی طرح رمضان المبارک کے روزے بھی ایک مسلمان کے لیے نہایت ضروری اور فرض ہیں۔ وَعَلٰی هٰذَا الْقِيَاسِ. اسی طرح دیگر احکام ومسائل اور معاملات کی تعلیم بچوں کو ان کی سمجھ کے مطابق دی جائے۔ ③ 10 سال کی عمر میں بچہ بالغ تو بالعموم نہیں ہوتا' تاہم کچھ تمیز وشعور اس کے اندر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس عمر میں انھیں ایک ساتھ سلانے کی بجائے' علیحدہ علیحدہ بستروں پر سلایا جائے' بالخصوص بچے اور بچیوں کو۔

راویٔ حدیث: [حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ] ابوابراہیم ان کی کنیت ہے۔ نام ونسب عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عاص سہمی' قرشی' مدنی ہے۔ طائف میں رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ امام نسائی رحمہ اللہ وغیرہ نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔ 118 ہجری میں وفات پائی۔

[حضرت شعیب بن محمد رحمہ اللہ] ثقہ تابعین میں سے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے والد جن کا نام محمد تھا ان کے زمانۂ صغرسنی ہی میں وفات پا گئے تھے' چنانچہ ان کی کفالت ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما مشہور صحابی نے کی۔ (ان کا تذکرہ حدیث: 138 کے تحت گزر چکا ہے۔) اپنے دادا سے ان کا سماع صحیح ہے' لہٰذا یہ سند نہ تو مرسل ہے اور نہ منقطع بلکہ متصل ہے اور حسن کے درجے سے کم نہیں ہے۔

[٣٠٢] وَعَنْ أَبِي ثُرَيَّةَ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «عَلِّمُوا

[302] حضرت ابوثریہ' سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم بچے کو سات سال کی عمر میں

[302] سنن أبي داود، الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة، حديث:494. وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء متى يؤمر الصبي بالصلاة، حديث:407.

الصَّبِيَّ الصَّلَاةَ لِسَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرِ سِنِينَ». حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ. وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

وَلَفْظُ أَبِي دَاوُدَ: «مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِينَ».

نماز سکھاؤ اور دس سال کی عمر میں اس (نماز میں کوتاہی کرنے) پر ان کی گوش مالی کرو۔'' (یہ حدیث حسن ہے' اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

اور ابوداود کے الفاظ یہ ہیں: ''بچوں کو نماز (پڑھنے) کا حکم دو' جب وہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں۔''

فوائد و مسائل: ① ظاہر بات ہے کہ بچوں کو نماز کی یہ تعلیم و تلقین' وہی والدین اور اساتذہ کر سکتے ہیں جو خود نماز کے پابند ہوں۔ ② صحابہ ؓ کے عہد میں یہ تصور ہی نہیں تھا کہ کوئی مسلمان بھی ہو اور پھر وہ نماز نہ پڑھے۔ لیکن بدقسمتی سے آج کل کے مسلمان معاشروں میں اساتذہ و والدین کی اکثریت فریضۂ نماز سے غافل ہے۔ ان حالات میں بچوں کو نماز کے سیکھنے اور پڑھنے کی ترغیب و تلقین کون کرے؟ علاوہ ازیں اسکولوں میں بھی اس کا کوئی اہتمام نہیں ہے۔ فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكَى.

راویٔ حدیث: [حضرت ابوثُرَیَّہ سبرہ بن معبد جہنی ؓ] سبرہ بن معبد ان کا نام' ابوثریہ کنیت اور جہینہ کی طرف نسبت کی وجہ سے جہنی کہلائے۔ مدنی صحابی ہیں۔ ذی مروہ میں رہائش پذیر ہو گئے۔ مسلمان ہونے کے بعد سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شرکت کی۔ حضرت علی ؓ نے انھیں معاویہ کے پاس بھیجا کہ یہ حضرت علی کے لیے اہل شام سے بیعت لیں۔ حضرت معاویہ کے عہد سلطنت و حکومت کے اواخر میں وفات پائی۔ امام مسلم ؒ حدیث متعہ کو ان سے بیان کرنے میں منفرد ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی 19 حدیثوں کے راوی ہیں۔

[٣٩] بَابُ حَقِّ الْجَارِ وَالْوَصِيَّةِ بِهِ

باب: 39- پڑوسی کا حق اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا۟ بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا وَبِذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَٱلْجَارِ ذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْجَارِ ٱلْجُنُبِ وَٱلصَّاحِبِ بِٱلْجَنۢبِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُكُمْ﴾ [النساء: ٣٦].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم اللہ کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو' نیز رشتے داروں' یتیموں' مساکین' رشتے دار (یا قریبی) پڑوسی اور اجنبی (یا دور کے) پڑوسی اور پہلو کے ساتھی (ساتھ بیٹھنے والے) اور مسافر اور اپنے مملوکہ غلام باندیوں وغیرہ کے ساتھ احسان کرو۔''

[٣٠٣] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ

[303] حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ ؓ سے روایت

[303] صحيح البخاري، الأدب، باب الوصاءة بالجار، حديث:6015،6014، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب الوصية بالجار والإحسان إليه، حديث:2625،2624.

عَنْهُمَا، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ «مَازَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حضرت جبریل علیہ السلام پڑوسی (کے ساتھ حسن سلوک) کی ہمیشہ تاکید کرتے رہے' یہاں تک کہ میں گمان کرنے لگا کہ یہ اسے وراثت میں (بھی) شریک ٹھہرادیں گے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس حدیث سے واضح ہے کہ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی اسلام میں کتنی اہمیت اور تاکید ہے۔ اسی طرح پڑوسیوں سے بدسلوکی دوسرے لوگوں کے ساتھ بدسلوکی کرنے سے زیادہ سنگین جرم ہے۔

[۳۰۴] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا أَبَا ذَرٍّ! إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً، فَأَكْثِرْ مَاءَهَا، وَتَعَاهَدْ جِيرَانَكَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[304] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوذر! جب تم شوربے والا سالن پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کرلو اور اپنے پڑوسی کا خیال رکھو۔'' (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: إِنَّ خَلِيلِي ﷺ أَوْصَانِي: «إِذَا طَبَخْتَ مَرَقًا فَأَكْثِرْ مَاءَهُ، ثُمَّ انْظُرْ أَهْلَ بَيْتٍ مِّنْ جِيرَانِكَ، فَأَصِبْهُمْ مِّنْهَا بِمَعْرُوفٍ».

اور مسلم کی ایک اور روایت کے الفاظ ہیں' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خلیل (نبی ﷺ) نے مجھے تاکید فرمائی: ''جب تم شوربے والا سالن پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کرلو' پھر اپنے پڑوسیوں کے گھر والوں کو دیکھو اور اسے بھلائی کے ساتھ اس میں سے کچھ حصہ پہنچاؤ۔''

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ پڑوسی اگر غریب' مسکین اور اسی قسم کے محتاج ہوں تو پھر انھیں نظرانداز کر کے خود ہی سب کچھ کھا پی جانا' اسلام میں ناپسندیدہ ہے' بلکہ تاکید ہے کہ ایسے غریب پڑوسیوں کا خیال رکھو اور محض اپنے کام ودہن کی لذت ہی سامنے مت رکھو' بلکہ اگر زیادہ توفیق نہیں ہے تو سالن میں پانی کا اضافہ کر کے اس میں سے ہی کچھ حصہ ان کو دے دو۔ ② اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اگر اللہ نے تمھیں صاحب حیثیت بنایا ہے تو اس کے مطابق ان کے ساتھ حسن سلوک کرو اور اس میں تغافل یا تجاہل سے کام مت لو۔

[۳۰۵] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «وَاللهِ! لَا يُؤْمِنُ، وَاللهِ! لَا يُؤْمِنُ، وَاللهِ! لَا يُؤْمِنُ»، قِيلَ: مَنْ يَارَسُولَ اللهِ!؟ قَالَ: «اَلَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[305] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں' اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں' اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں۔'' عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ شخص جس کی شرارتوں

[304] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب الوصية بالجار والإحسان إليه، حديث: (142)-2625.

[305] صحيح البخاري، الأدب، باب إثم من لم يأمن جاره بوائقه، حديث: 6016 مختصراً، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان تحريم إيذاء الجار، حديث: 46.

سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ».

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: ''وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی امن میں نہ ہو۔''

[اَلْبَوَائِقُ]: اَلْغَوَائِلُ وَالشُّرُورُ.

بَوَائِق کے معنی ہیں: دسیسہ کاریاں اور شرارتیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ پڑوسیوں کو دکھ پہنچانا اتنا بڑا جرم ہے کہ انسان جنت سے محروم ہو سکتا ہے۔

[٣٠٦] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَانِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ! لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِّجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[306] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے مسلمانوں کی عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لیے کوئی ہدیہ کمتر نہ سمجھے' اگرچہ وہ (ہدیہ) بکری کا کھر ہی ہو۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ پڑوسیوں کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کو ہدیہ دیتے رہا کریں' امیر کو اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب کو اپنی حیثیت کے مطابق۔ غریب یہ نہ سوچے کہ معمولی چیز کسی کو کیا ہدیہ دوں۔ اس کا معمولی سا ہدیہ بھی عنداللہ مقبول ہوگا بشرطیکہ اخلاص سے دیا گیا ہو ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ﴾ ویسے بھی غریب کا ہدیہ بھیجنا امیر کے دل میں اس کی قدر میں اضافے کا باعث ہوگا۔ البتہ امیر کے لیے بہتر ہے کہ وہ اپنی شایان شان ہدیہ بھیجے کیونکہ وہ وسائل سے بہرہ ور ہے۔ یہ نہ ہو کہ جو چیز باسی ہو جائے یا اپنا جی اس کے کھانے کو نہ چاہے تو ایسی سڑی بسی چیزیں پڑوسیوں کو بھیج دی جائیں۔ اس میں عدم اخلاص کے ساتھ ساتھ پڑوسی کی حقارت کا جذبہ بھی شامل ہے' جب کہ ہدیے کا مطلب تو اخلاص و محبت کا اظہار ہے۔ اور جس میں کسی غریب پڑوسی کے لیے تحقیر شان کا جذبہ کارفرما ہو' وہ ہدیہ کس کام کا۔ اور اللہ کے ہاں اس کی کیا قدر و منزلت ہوگی۔ ہاں اگر تحقیر شان والی بات نہ ہو تو پھر کمتر چیز بھی' جو خود اسے پسند نہ ہو' کسی غریب کو دے دینا' اسے پھینک دینے سے بہتر ہے بشرطیکہ بجائے خود وہ چیز کار آمد ہو۔

[٣٠٧] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ». ثُمَّ يَقُولُ أَبُوهُرَيْرَةَ: مَالِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِينَ! وَاللهِ! لَأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[307] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کو (اپنی مشترکہ) دیوار میں لکڑی (یا کیل وغیرہ) گاڑنے سے نہ روکے۔'' پھر حضرت ابو ہریرہ فرماتے: کیا وجہ ہے کہ (اس فرمان رسول کے باوجود) میں تمھیں اس حکم سے منہ پھیرتے ہوئے دیکھتا

[306] صحيح البخاري، الهبة و فضلها والتحريض عليها، باب فضل الهبة، حديث:2566، وصحيح مسلم، الزكاة، باب الحث على الصدقة......، حديث:1030.

[307] صحيح البخاري، المظالم، باب لايمنع جارٌ جاره أن يغرز خشبة في جداره، حديث:2463، وصحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب غرز الخشبة في جدار الجار، حديث:1609.

ہوں‘ اللہ کی قسم ! میں اسے تمھارے کندھوں کے درمیان پھینک کے رہوں گا۔ (یعنی ضرور تمھارے سامنے پیش کروں گا۔) (بخاری و مسلم)

رُوِيَ [خُشُبَهُ]: بِالْإِضَافَةِ وَالْجَمْعِ، وَرُوِيَ [خَشَبَةً]: بِالتَّنْوِينِ عَلَى الْإِفْرَادِ. وَقَوْلُهُ: [مَالِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِينَ] يَعْنِي: عَنْ هٰذِهِ السُّنَّةِ.

خُشُبَهُ: جمع اور اضافت کے ساتھ‘ یعنی اپنی لکڑیاں۔ اسے تنوین کے ساتھ مفرد بھی روایت کیا گیا ہے‘ یعنی خَشَبَةً مَالِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِينَ: ”میں تمھیں منہ پھیرتے ہوئے دیکھتا ہوں“ کا مطلب ہے: اس سنت اور حکم سے۔

فائدہ: اس حکم اور تاکید کی اہمیت ان آبادیوں اور بستیوں میں سامنے آتی ہے جو جھونپڑیوں اور خیموں پر مشتمل ہوں‘ یا ایسے علاقوں میں جہاں اب بھی دو پڑوسیوں کے درمیان پختہ دیوار ایک ہی ہوتی ہے (بڑے شہروں کی طرح اپنی اپنی الگ الگ دیوار نہیں ہوتی۔) تاہم اس سے یہ اصول ضرور معلوم ہوتا ہے کہ پڑوسیوں کے معاملے میں انسان کو بدمزاج اور بدمعاملہ نہیں ہونا چاہیے کہ ایک کیل کا ٹھونکنا یا ایک لکڑی کا گاڑنا بھی اسے ناگوار ہو‘ بلکہ بعض دفعہ دیکھا گیا ہے کہ صرف ٹھک ٹھک کی آواز ہی سے وہ مشتعل اور لڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس پڑوسیوں کے ساتھ باہم ہمدردی اور تعاون کا معاملہ ہونا چاہیے۔ مسلمان تو تمام کے تمام ایک جسم کی طرح ہیں‘ چہ جائیکہ دو پڑوسی بھی آپس میں ایک دوسرے کے دست و بازو نہ ہوں۔

[٣٠٨] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[308] حضرت ابو ہریرہ ؓ ہی سے روایت ہے‘ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے‘ وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ پہنچائے‘ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے‘ اسے چاہیے کہ وہ مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے‘ اسے چاہیے کہ وہ بھلائی کی بات کرے ورنہ خاموش رہے۔“ (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس حدیث میں ایمان کے ثمرات کا بیان ہے۔ جس میں مذکورہ خوبیاں نہیں ہیں‘ اسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ایمان کی برکات سے محروم ہے‘ اس کا ایمان بے ثمر درخت کی طرح یا اس پھول کی طرح ہے جو خوشبو سے محروم ہے یا ایک ایسا قالب ہے جس میں روح نہیں۔

[308] صحيح البخاري، الأدب، باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره، حديث:6018، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الحث على إكرام الجار......، حديث:47.

[٣٠٩] وَعَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيُحْسِنْ إِلٰى جَارِهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَهُ.

[309] حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' بے شک نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے' اسے چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے' جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے' اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے' اسے چاہیے کہ وہ کلمۂ خیر کہے یا پھر خاموش رہے۔'' (ان الفاظ کے ساتھ امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور امام بخاری نے اس کے بعض الفاظ روایت کیے ہیں۔)

[٣١٠] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ ﷺ! إِنَّ لِي جَارَيْنِ، فَإِلٰى أَيِّهِمَا أُهْدِي؟ قَالَ: «إِلٰى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَأَبُودَاوُدَ.

[310] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے دو پڑوسی ہیں' ان میں سے میں کس کو ہدیہ بھیجوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کا دروازہ تیرے زیادہ قریب ہو۔'' (اسے بخاری اور ابوداود نے بیان کیا ہے)

فائدہ: جب انسان سب پڑوسیوں کو ہدیہ دینے کی استطاعت نہ رکھے اور صرف کسی ایک ہی کو ہدیہ دینا چاہے' تو اس کی ترتیب اس میں بیان کردی گئی ہے کہ الأقرب فالأقرب کا اصول پیش نظر رہے۔

[٣١١] وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خَيْرُ الْأَصْحَابِ عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى، خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهِ، وَخَيْرُ الْجِيرَانِ عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى خَيْرُهُمْ لِجَارِهِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[311] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ہاں' ساتھیوں میں سب سے بہتر ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لیے بہتر ہو۔ اور پڑوسیوں میں سب سے بہتر پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے حق میں بہتر ہو۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: ساتھی کا لفظ عام ہے جس میں سفر وحضر کا ہر ساتھی آ جاتا ہے، یعنی زندگی میں ہر وہ شخص جس سے اس کو واسطہ پڑے' اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور پڑوسی کے ساتھ بھی۔ اللہ کے ہاں خاص مقام حاصل کرنے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔

[309] صحيح البخاري، الأدب، باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره، حديث:6019، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الحث على إكرام الجار والضيف......، حديث:48.

[310] صحيح البخاري، الشفعة، باب أي الجوار أقرب، حديث:2259.

[311] جامع الترمذي، البر والصلة والآدب، باب ما جاء في حق الجوار، حديث:1944.

[٤٠] بَابُ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ وَصِلَةِ الْأَرْحَام

باب:40- والدین کے ساتھ حسن سلوک اور رشتے داروں سے صلہ رحمی کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى : ﴿وَٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا۟ بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَـٰنًا وَبِذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَـٰمَىٰ وَٱلْمَسَـٰكِينِ وَٱلْجَارِ ذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْجَارِ ٱلْجُنُبِ وَٱلصَّاحِبِ بِٱلْجَنۢبِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَـٰنُكُمْ﴾ [النساء : ٣٦]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، نیز رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، رشتے دار (یا قریبی) پڑوسی اور اجنبی (یا دور کے) پڑوسی اور پہلو کے ساتھی (ساتھ بیٹھنے والے) اور مسافر اور اپنے مملوک (غلام، باندیوں) کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔''

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ﴾ [النساء : ١]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ڈرو اللہ سے جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور ڈرو قرابت مندیوں (کے توڑنے) سے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَٱلَّذِينَ يَصِلُونَ مَآ أَمَرَ ٱللَّهُ بِهِۦٓ أَن يُوصَلَ﴾ الْآيَة [الرعد : ٢١]

اور فرمایا: ''اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں انھیں جنھیں ملانے کا اللہ نے حکم دیا (یعنی صلہ رحمی کرتے ہیں)۔''

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَوَصَّيْنَا ٱلْإِنسَـٰنَ بِوَٰلِدَيْهِ حُسْنًا﴾ [الْعَنْكَبُوت : ٨]

اور فرمایا: ''ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ احسان کرنے کی تاکید کی ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَـٰنًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ ٱلْكِبَرَ أَحَدُهُمَآ أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ○ وَٱخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ ٱلذُّلِّ مِنَ ٱلرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ٱرْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِى صَغِيرًا﴾ [الإسراء : ٢٣ ، ٢٤]

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ''تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ عبادت صرف ایک رب کی کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں ہی تمھاری موجودگی میں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انھیں اُف (اونہہ) تک مت کہو اور نہ انھیں ڈانٹو اور (ہمیشہ) ان دونوں سے ادب کی بات کہو اور ان کے سامنے عاجزی کے بازو جھکا دو نیازمندی سے، اور ان کے لیے کہو (یہ دعا کرو): اے رب! ان پر رحم فرما، جس طرح بچپن میں انھوں نے (پیار و محبت سے) مجھے پالا۔''

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَوَصَّيْنَا ٱلْإِنسَـٰنَ بِوَٰلِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُۥ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَـٰلُهُۥ فِى عَامَيْنِ أَنِ ٱشْكُرْ لِى

اور فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے: ''اور ہم نے تاکید کی انسان کو اس کے والدین کے بارے میں۔ پیٹ میں رکھا اسے

وَلِوَالِدَيْكَ﴾ [لقمان: ١٤].

اس کی ماں نے تھک تھک کر اور دودھ چھڑانا ہے اس کا دو سال میں، حق مان میرا اور اپنے والدین کا (اور پھر اسے ادا کر)۔"

[٣١٢] عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ: أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ تَعَالٰى؟ قَالَ: «اَلصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا»، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «بِرُّ الْوَالِدَيْنِ»، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «اَلْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[312] حضرت ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: کون سا عمل اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے وقت پر نماز پڑھنا۔" میں نے کہا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔" میں نے کہا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔" (بخاری و مسلم)

فائدہ: نماز کے اپنے وقت پر پڑھنے کا مطلب ہے: اول وقت یا کم از کم پابندی کے ساتھ اسے اس کے وقت پر پڑھنا۔ یہ نہیں کہ کاروباری اور دیگر دنیوی مصروفیات میں اسے تاخیر سے یا بے وقت پڑھنا' نماز اور جہاد افضل ترین اعمال میں سے ہیں۔ ان کے ساتھ والدین سے حسن سلوک کے حکم کو بیان کرنے سے' اس کی اہمیت واضح ہے۔

[٣١٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدًا إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا، فَيَشْتَرِيَهُ، فَيُعْتِقَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[313] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوئی اولاد' اپنے والد کے احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتی' مگر یہ کہ وہ اپنے باپ کو غلام پائے اور وہ اسے خرید کر آزاد کر دے۔" (مسلم)

فائدہ: اس حدیث سے والدین کی عظمت اور ان کے حقوق کی اہمیت واضح ہے۔

[٣١٤] وَعَنْهُ أَيْضًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[314] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے' اسے چاہیے کہ وہ مہمان کی عزت کرے' اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔ اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے' اسے چاہیے

[312] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها، حديث:527، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال، حديث:85.

[313] صحيح مسلم، العتق، باب فضل عتق الوالد، حديث:1510.

[314] صحيح البخاري، الأدب، باب إكرام الضيف و خدمته إياه بنفسه، حديث:6138، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الحث على إكرام الجار والضيف......، حديث:47.

کہ بھلائی کی بات کرے یا پھر خاموش رہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① یہاں یہ حدیث صلہ رحمی کے مسئلے کی اہمیت کے لیے بیان ہوئی ہے۔ صلہ رحمی کا مطلب ہے: رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا' ان سے ہر صورت میں تعلق جوڑ کر رکھنا۔ حتی کہ اگر رشتے دار بداخلاقی کا مظاہرہ اور تعلق توڑنے کا ارتکاب کریں' تب بھی حقوق قرابت کی ادائیگی اور تعلق جوڑے رکھنے کا اہتمام کیا جائے۔ اسی کا نام صلہ رحمی ہے اور شریعت اسلامیہ نے اس کی بڑی تاکید کی ہے۔ ② رشتے داروں میں ننھیال اور ددھیال دونوں شامل ہیں۔ دونوں کو ہر حال میں عزت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔

[٣١٥] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ تَعَالٰى خَلَقَ الْخَلْقَ حَتّٰى إِذَا فَرَغَ مِنْهُمْ قَامَتِ الرَّحِمُ، فَقَالَتْ: هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ، أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ: بَلٰى، قَالَ: فَذٰلِكَ لَكِ»، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ﴾ [محمد: ٢٢، ٢٣]». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[315] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا' جب وہ ان کی پیدائش سے فارغ ہوا تو رحم (رشتہ داری) نے کھڑے ہو کر کہا: یہ اس شخص کا مقام ہے جو قطع رحمی سے تجھ سے پناہ مانگے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں' کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں اس سے (تعلق) جوڑوں جو تجھ سے جوڑے اور اس سے قطع (تعلق) کر لوں جو تجھے قطع کرے (توڑے)؟ رحم (رشتہ داری) نے کہا: کیوں نہیں (ایسا ہی ہونا چاہیے)۔ اللہ نے فرمایا: پس یہ تیرے لیے ہے (یعنی ایسا ہی ہوگا)۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم چاہو تو (اس کی تائید میں یہ آیات قرآنی) پڑھ لو: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ ...... وَ اَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ﴾ ''پھر (اے منافقو!) تم سے یہی امید ہے کہ جب تمھیں اقتدار ملے تو تم زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے ناتے توڑ ڈالو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت فرمائی اور انھیں بہرا اور اندھا کر دیا۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ: فَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: «مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ».

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو تجھے ملائے گا' میں اسے ملاؤں گا اور جو تجھے کاٹے (توڑے) گا' میں اسے کاٹ دوں گا۔''

[315] صحيح البخاري، الأدب، باب من وصل وصله الله، حديث:5987، 5988، وصحيح مسلم، البر والصلة و الأدب، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها، حديث:2554.

فائدہ: اس سے بھی صلہ رحمی کی تائید واضح ہے کہ یہ عمل اللہ سے خصوصی ربط وتعلق کا ذریعہ ہے اور قطع رحمی، یعنی رشتے داروں کے حقوق کی ادائیگی سے انکار اور ان سے تعلق برقرار رکھنے سے اعراض، اللہ کی ناراضی اور اس کے غضب کا باعث ہے۔

[٣١٦] وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ: «أُمُّكَ». قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «أُمُّكَ». قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «أُمُّكَ». قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «أَبُوكَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[316] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھاری ماں۔'' اس نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھاری ماں۔'' اس نے پھر پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھاری ماں۔'' اس نے پھر پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تمھارا باپ۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَنْ أَحَقُّ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ؟ قَالَ: «أُمُّكَ، ثُمَّ أُمُّكَ، ثُمَّ أُمُّكَ، ثُمَّ أَبَاكَ، ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ».

ایک اور روایت میں (اس طرح) ہے، اس نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھاری ماں، پھر تمھاری ماں، پھر تمھاری ماں، پھر تمھارا باپ، پھر جو تمھارے سب سے زیادہ قریب ہو، پھر جو تمھارے سب سے زیادہ قریب ہو۔''

وَ[الصَّحَابَةُ]: بِمَعْنَى الصُّحْبَةِ. وَقَوْلُهُ: [ثُمَّ أَبَاكَ] هٰكَذَا هُوَ مَنْصُوبٌ بِفِعْلٍ مَّحْذُوفٍ، أَيْ: ثُمَّ بِرَّ أَبَاكَ وَفِي رِوَايَةٍ: «ثُمَّ أَبُوكَ» وَهٰذَا وَاضِحٌ.

صحابہ، صحبت (حسن سلوک) کے معنی میں ہے۔ ثُمَّ أَبَاكَ: یہ فعل محذوف بِرّ کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی ثُمَّ بِرَّ أَبَاكَ (پھر تم اپنے باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔) اور ایک روایت میں ثُمَّ أَبُوكَ (رفعی حالت) ہے۔ یہ ترکیب واضح ہے (اس میں فعل محذوف ماننے کی ضرورت نہیں ہے)۔

فائدہ: اس میں باپ کے مقابلے میں ماں کا حق مقدم اور تین گنا زیادہ بتلایا گیا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو مرد کے مقابلے میں عورت کا ضعف اور اس کا زیادہ ضرورت مند ہونا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تین تکلیفیں ایسی ہیں جو صرف ماں اولاد کے لیے برداشت کرتی ہے۔ باپ اس میں شریک نہیں ہوتا: ☆9 (نو) مہینے تک حمل کی تکلیف۔ ☆ زچگی کی تکلیف،

[316] صحيح البخاري، الأدب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة، حديث:5971، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب بر الوالدين وأيهما أحق به؟، حديث:2548.

جس میں عورت کو موت و حیات کی کشمکش کے جاں گداز مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے۔☆ پھر دو سال تک رضاعت (دودھ پلانے) کی تکلیف۔ جس میں اس کی راتوں کی نیند بھی خراب ہوتی ہے' اس کا حسن اور صحت بھی متاثر ہوتی ہے اور بچے کے آرام و راحت کے لیے بعض دفعہ خوراک میں بھی احتیاط اور پرہیز کی ضرورت پیش آتی ہے۔

[٣١٧] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «رَغِمَ أَنْفُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ، مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ، أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا، فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[317] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ناک خاک آلود ہو' پھر ناک خاک آلود ہو' پھر ناک خاک آلود ہو اس شخص کی جس نے بڑھاپے میں اپنے والدین کو پایا' ان میں سے ایک کو یا دونوں کو' اور پھر (بھی ان کی خدمت کر کے) جنت میں نہیں گیا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① رَغَامٌ: مٹی کو کہتے ہیں' ناک کا خاک آلودہ ہونا' کنایہ ہے ذلت سے۔ گویا اس کی ناک مٹی میں مل گئی۔ اس میں ایسے بدنصیب کے لیے بددعا یا اس کے انجام بد کی خبر ہے جو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت کر کے اپنے رب کو راضی نہیں کرتا۔ ② والدین کی خدمت تو ہر عمر ہی میں ضروری ہے' وہ جوان ہوں' تب بھی۔ حدیث میں بڑھاپے کا ذکر اس لیے ہے کہ کبرسنی (بڑھاپے) میں والدین خدمت اور نیکی کے زیادہ ضرورت مند ہوتے ہیں۔ احتیاج اور ضعف کے اس دور میں انھیں حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا نہایت سنگ دلانہ جرم اور چند در چند قبیح فعل ہے اور اپنی اس ذلیل حرکت کی وجہ سے وہ جنت سے محروم رہ سکتا ہے۔

[٣١٨] وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ لِي قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُونِّي، وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسِيئُونَ إِلَيَّ، وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ، فَقَالَ: «لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ، فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ، مَا دُمْتَ عَلَى ذٰلِكَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[318] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتے دار ہیں' میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ میں ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں اور وہ مجھ سے برا سلوک کرتے ہیں۔ میں ان سے تحمل اور بردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ نادانی سے پیش آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے کہا ہے تو گویا تو ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہا ہے اور ان کے مقابلے میں تیرے ساتھ ہمیشہ اللہ کی طرف سے ایک مددگار رہے گا جب تک تیرا رویہ یہی رہے گا۔'' (مسلم)

وَ[تُسِفُّهُمْ]: بِضَمِّ التَّاءِ وَكَسْرِ السِّينِ الْمُهْمَلَةِ

تُسِفُّهُمْ: ''تا'' پر پیش' ''سین'' کے نیچے زیر اور ''فا'' پر تشدید۔ اور

[317] صحيح مسلم، البر والصلة والآدب، باب رغم من آدرك أبويه أو أحدهما......، حديث:2551.

[318] صحيح مسلم، البر والصلة والآدب، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها، حديث:2558.

وَتَشْدِيدِ الْفَاءِ. وَ[الْمَلُّ]: بِفَتْحِ الْمِيمِ وَتَشْدِيدِ اللَّامِ، وهُوَ الرَّمَادُ الْحَارُّ: أَيْ كَأَنَّمَا تُطْعِمُهُمُ الرَّمَادَ الْحَارَّ، وَهُوَ تَشْبِيهٌ لِّمَا يَلْحَقُهُمْ مِّنَ الْإِثْمِ بِمَا يَلْحَقُ آكِلَ الرَّمَادِ الْحَارِّ مِنَ الْأَلَمِ، وَلَا شَيْءَ عَلَى هٰذَا الْمُحْسِنِ إِلَيْهِمْ، لٰكِنْ يَّنَالُهُمْ إِثْمٌ عَظِيمٌ بِتَقْصِيرِهِمْ فِي حَقِّهِ، وَإِدْخَالِهِمُ الْأَذٰى عَلَيْهِ، وَاللهُ أَعْلَمُ.

مَلٌّ: "میم" کے زبر اور "لام" کی تشدید کے ساتھ۔ گرم راکھ' گویا کہ تو ان کو گرم راکھ کھلا رہا ہے۔ یہ تشبیہ ہے کہ جس طرح گرم راکھ کھانے والے کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح ان قطع رحمی کرنے والوں کو گناہ ملے گا' اور ان کے ساتھ اس احسان کرنے والے پر کوئی ملامت نہیں۔ گناہ عظیم کے مستحق وہی ہیں کیونکہ وہ اس کے حق میں کوتاہی اور اسے اذیت میں مبتلا کر رہے ہیں۔ واللہ أعلم.

فوائد و مسائل: ① ایک رشتے دار کی بدسلوکی یا قطع رحمی' دوسرے رشتے دار کی بدسلوکی اور قطع رحمی کے لیے وجہ جواز نہیں کیونکہ رشتے داروں کی بدسلوکی کے باوجود ان سے حسن سلوک ہی کی تاکید ہے۔ ② ہر حال میں حسن سلوک کرنے والا اللہ کے ہاں نہایت معزز و مکرم ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسمانوں سے مددگار نازل فرماتا ہے۔ ③ قطع رحمی کا انجام' گرم راکھ کے کھانے کے انجام بد کی طرح' نہایت برا ہے۔

[٣١٩] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[319] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی روزی میں فراخی اور اس کی عمر میں تاخیر (یعنی اضافہ) کیا جائے تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔'' (بخاری و مسلم)

وَمَعْنَى [يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ]، أَيْ: يُؤَخَّرَ لَه فِي أَجَلِهِ وَعُمْرِهِ.

يُنْسَأَلَهُ فِي أَثَرِهِ کے معنی ہیں کہ اس کی اجل اور عمر میں تاخیر کی جائے' یعنی لمبی عمر دی جائے۔

فائدہ: صلہ رحمی کے اخروی اجر و ثواب کے علاوہ یہ دو بڑے فائدے ہیں جو انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔ رزق میں اضافے سے مراد یا تو فی الواقع مقدار میں زیادتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کر دی جاتی ہے' یا پھر مراد اس کے رزق میں برکت ہے' اسی طرح عمر کی زیادت کا مسئلہ ہے' یا تو یہ حقیقی طور پر زائد کر دی جاتی ہے' یا اس سے بھی اس کی عمر میں برکت مراد ہے' یعنی اس کی زندگی بہر پہلو فوائد سے لبریز ہو جاتی ہے۔

[٣٢٠] وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ أَبُو طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ

[320] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ حضرت

[319] صحيح البخاري، الأدب، باب من بسط له في الرزق لصلة الرحم، حديث:5986، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها، حديث:2557.

[320] صحيح البخاري، الزكاة، باب الزكاة على الأقارب، حديث:1461، وصحيح مسلم، الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين ...... ، حديث:998.

عَنْهُ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَالًا مِّنْ نَّخْلٍ، وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرَحَاءُ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْخُلُهَا، وَيَشْرَبُ مِن مَّاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ، فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ [آل عمران: ٩٢] قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُولُ: ﴿لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ مَالِي إِلَيَّ بَيْرَحَاءُ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِّلّٰهِ تَعَالٰى، أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى، فَضَعْهَا يَا رَسُولَ اللهِ! حَيْثُ أَرَاكَ اللهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**بَخٍ! ذٰلِكَ مَالٌ رَّابِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَّابِحٌ! وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّي أَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ**»، فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللهِ! فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصار مدینہ میں کھجوروں کے باغات کے اعتبار سے سب سے زیادہ مال دار تھے اور انھیں اپنے مالوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ بَیْرَحَاءَ (نامی باغ) تھا۔ یہ مسجد نبوی کے سامنے تھا۔ نبی ﷺ اس میں تشریف لاتے اور باغ میں موجود پاکیزہ پانی نوش فرماتے۔ چنانچہ جب آیت ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ نازل ہوئی تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ ......﴾ ''تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہیں کرو گے'' اور مجھے اپنے مالوں میں سب سے زیادہ محبوب بَیْرُحَاءَ (باغ) ہے، میں اسے اللہ کے لیے صدقہ کرتا ہوں، میں اللہ سے اس کے اجر کی اور اس کے پاس اس کے ذخیرہ ہونے کی امید رکھتا ہوں۔ چنانچہ آپ، جہاں اللہ آپ کو سمجھائے، اسے اپنے تصرف میں لائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''واہ واہ! یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے۔ یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے۔ تم نے جو کچھ کہا ہے میں نے سن لیا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے قرابت داروں میں تقسیم کر دو۔'' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (ٹھیک ہے اے اللہ کے رسول!) میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انھوں نے اسے اپنے رشتے داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

(بخاری و مسلم)

وَسَبَقَ بَيَانُ أَلْفَاظِهِ فِي بَابِ الْإِنْفَاقِ مِمَّا يُحِبُّ [رقم: ٢٩٧].

یہ حدیث اس سے قبل [باب الإنفاق مما یحب و من الجید] میں گزر چکی ہے۔ دیکھیے، حدیث: 297۔ (یہاں اسے صلہ رحمی کے اثبات کے لیے دوبارہ لایا گیا ہے۔)

فائدہ: اس سے یہ واضح ہوا کہ اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات کرتے وقت پہلے اپنے قریبی رشتے داروں کو دیکھا جائے،

اگر وہ مستحقِ امداد ہوں تو ان کی امداد کی جائے' اس کے بعد اگر کچھ بچے تو دوسروں پر صدقہ کیا جائے۔ اس کے برعکس درست نہیں کہ دوسروں کو تو ہر طرح کا مفاد پہنچایا جائے مگر اپنے محروم رہیں۔ بہرصورت انھیں مقدم رکھنا چاہیے۔

[٣٢١] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَقْبَلَ رَجُلٌ إِلَى نَبِيِّ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ أَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللهِ تَعَالَى. قَالَ: «فَهَلْ لَّكَ مِنْ وَّالِدَيْكَ أَحَدٌ حَيٌّ؟»، قَالَ: نَعَمْ، بَلْ كِلَاهُمَا. قَالَ: «فَتَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللهِ تَعَالَى؟»، قَالَ نَعَمْ. قَالَ: «فَارْجِعْ إِلَى وَالِدَيْكَ، فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

[321] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ سے اجر کا طالب ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟'' اس نے جواب دیا: ہاں' بلکہ دونوں ہی (زندہ ہیں)۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا تو (واقعی) اللہ سے اجر کا طالب ہے؟'' اس نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تو اپنے والدین کے پاس لوٹ جا اور ان کی اچھی طرح خدمت کر۔'' (بخاری ومسلم۔ اور یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔)

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُمَا: جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ، فَقَالَ: «أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ».

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: ایک آدمی آیا اور اس نے آپ ﷺ سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟'' اس نے جواب دیا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چنانچہ تو انھی کی خدمت کی کوشش کر۔''

فوائد ومسائل: ① جہاد عام حالات میں فرض کفایہ ہے' یعنی مسلمانوں کی پوری آبادی میں سے حسب ضرورت کچھ لوگ جہاد میں حصہ لیں تو سب کی طرف سے جہاد کا فرض ادا ہو جائے گا۔ اس صورت میں جہاد میں حصہ لینے کے لیے والدین کی اجازت ضروری ہے کیونکہ ان کی خدمت فرض عین ہے۔ فرض کفایہ کی ادائیگی کے لیے فرض عین چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ حدیث میں اسی صورت کا بیان ہے۔ ② بعض مخصوص حالات میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے' اس وقت والدین کی اجازت ضروری نہیں کیونکہ اس وقت ہر شخص کے لیے جہاد میں حصہ لینا ناگزیر ہوتا ہے۔ خصوصاً اس وقت جب دشمن حد سے بڑھ جائے اور نظریاتی اور ملکی سرحدوں پر حملہ آور ہو۔

[٣٢٢] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَيْسَ

[322] حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ ہی سے روایت ہے'

[321] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الجهاد بإذن الأبوين، حديث:3004، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب بر الوالدين وأيهما أحق به؟، حديث: 2549.

[322] صحيح البخاري، الأدب، باب ليس الواصل بالمكافئ، حديث:5991.

الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيءِ، وَلٰكِنِ الْوَاصِلُ الَّذِي إِذَا قَطَعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو (کسی رشتے دار کے ساتھ) احسان کے بدلے میں احسان کرتا ہے' بلکہ اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے' جب اس سے قطع رحمی (بدسلوکی وغیرہ) کی جائے تو وہ صلہ رحمی (حسن سلوک) کرے۔'' (بخاری)

وَ[قَطَعَتْ] بِفَتْحِ الْقَافِ وَالطَّاءِ. وَ[رَحِمُهُ] مَرْفُوعٌ.

قَطَعَتْ: ''قاف'' اور ''طا'' پر زبر (صیغۂ معروف۔ لیکن بعض روایات میں ''قاف'' کے ضمہ کے ساتھ بصیغۂ مجہول بھی ہے' كما في فتح الباري.) رَحِمُهُ: مرفوع ہے۔ (بنابر فاعلیت۔)

فائدہ: اس حدیث سے صلہ رحمی کے حقیقی تقاضے واضح ہوتے ہیں۔ جو رشتے دار ادب واحترام سے پیش آئیں اور آپ کے ساتھ اچھا سلوک کریں' ظاہر بات ہے آپ بھی ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کریں گے۔ لیکن یہ صلہ رحمی نہیں ہے' احسان کے بدلے احسان ہے۔ اس کے برعکس آپ کا ایک قریبی رشتے دار بداخلاق ہے' آپ سے بدسلوکی کرتا ہے اور آپ سے تعلق توڑنے پر تلا رہتا ہے (جیسا کہ جہالت کے یہ مظاہرے ہمارے معاشرے میں عام ہیں) لیکن آپ صبر و تحمل اور عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں' بدسلوکی کا جواب حسن سلوک سے دیتے ہیں' ترک تعلق کی کوششوں کے مقابلے میں تعلق برقرار رکھتے ہیں۔ یہ ہے اصل صلہ رحمی جس کا تقاضا اسلام کرتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ جذبات' انا اور وقار کا مسئلہ ہے۔ اس جھوٹی انا کو شریعت کے تقاضوں پر قربان کر دینا بہت دل گردے کا کام ہے۔ لیکن کمال ایمان بھی یہی ہے کہ ایسا کیا جائے' ورنہ باہم مسکراہٹوں کے تبادلے میں تو کوئی کمال نہیں۔

[٣٢٣] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُولُ: مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللهُ، وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[323] حضرت عائشہ ؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رحم (رشتے داری) عرش سے لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے: جو مجھے ملائے' اللہ اسے ملائے' اور جو مجھے کاٹے' اسے اللہ تعالیٰ کاٹے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: رحم (رشتے داری) کا اس طرح بولنا اور اللہ تعالیٰ سے مکالمہ کرنا (جیسا کہ اس سے پہلے ایک حدیث میں گزرا) اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل بات نہیں۔ وہ ہر ایک چیز میں ادراک وشعور اور گویائی کی قوت پیدا کرنے پر قادر ہے۔

[٣٢٤] وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ مَيْمُونَةَ بِنْتِ

[324] ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث ؓ سے

[323] صحيح البخاري، الأدب، باب من وصل وصله الله، حديث: 5989، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها، حديث: 2555.

[324] صحيح البخاري، الهبة......، باب بمن يبدأ بالهدية، حديث: 2594، وصحيح مسلم، الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين......، حديث: 999.

الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا أَعْتَقَتْ وَلِيدَةً وَلَمْ تَسْتَأْذِنِ النَّبِيَّ ﷺ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِي يَدُورُ عَلَيْهَا فِيهِ، قَالَتْ: أَشَعَرْتَ يَا رَسُولَ اللهِ!؟ أَنِّي أَعْتَقْتُ وَلِيدَتِي؟ قَالَ: «أَوَ فَعَلْتِ؟»، قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ: «أَمَا إِنَّكِ لَوْ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

روایت ہے کہ انھوں نے ایک لونڈی آزاد کر دی اور نبی ﷺ سے (اس کی) اجازت نہیں لی۔ چنانچہ جب وہ دن ہوا جوان کے پاس نبی ﷺ کے تشریف لانے کا دن تھا (اور آپ تشریف لائے) تو انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے محسوس کیا کہ میں نے اپنی لونڈی آزاد کر دی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا (واقعی) تو نے ایسا کیا ہے؟'' انھوں نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو وہ اپنے ماموؤں کو دے دیتی تو تیرے لیے زیادہ اجر کا باعث ہوتا۔''

(بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① عورت کو اپنی مملوکہ چیز میں خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کرنے کا حق حاصل ہے جب کہ خاوند کی زیر ملکیت چیزوں میں اسے یہ حق نہیں۔ ② ضرورت مند رشتے دار پر صدقہ کرنا' غلام آزاد کرنے سے بھی زیادہ فضیلت والا عمل ہے کیونکہ آزادی صرف صدقہ ہے جب کہ قرابت دار کو صدقہ دینے میں صدقے کے ثواب کے ساتھ صلہ رحمی کا ثواب بھی ملے گا۔

راویٔ حدیث: [حضرت ام المومنین میمونہ بنت حارث ؓ] ام المومنین میمونہ بنت حارث بن حزن بن بجیر عامریہ ہلالیہ۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے اپنا نفس ہبہ کیا تھا۔ 7 ہجری میں عمرۃ القضاء کے موقع پر نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا۔ 51 یا 61 یا 66 ہجری میں وفات پائی۔ ان سے مرویات کی تعداد 46 ہے۔

[٣٢٥] وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قُلْتُ: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ رَاغِبَةٌ، أَفَأَصِلُ أُمِّي؟ قَالَ: «نَعَمْ صِلِي أُمَّكِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[325] حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق ؓ روایت کرتی ہیں کہ میری ماں جب کہ وہ ابھی مشرکہ تھیں (رسول اللہ ﷺ اور مشرکین کے درمیان ہونے والے معاہدۂ حدیبیہ کے دوران) میرے پاس آئیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میری والدہ میرے پاس آئی ہیں اور مجھ سے حسن سلوک کی خواہش مند ہیں۔ کیا میں (ان کی خواہش کے مطابق) اپنی والدہ سے صلہ رحمی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں' تم اپنی والدہ سے صلہ رحمی کرو۔'' (بخاری ومسلم)

[325] صحيح البخاري، الهبة...... باب الهدية للمشركين، حديث:2620، وصحيح مسلم، الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين......، حديث:1003.

وَقَوْلُهَا: [رَاغِبَةٌ]، أَيْ: طَامِعَةٌ عِنْدِي تَسْأَلُنِي شَيْئًا، قِيلَ: كَانَتْ أُمَّهَا مِنَ النَّسَبِ، وَقِيلَ: مِنَ الرَّضَاعَةِ وَالصَّحِيحُ الأَوَّلُ.

رَاغِبَةٌ کے معنی ہیں: میرے پاس جو ہے اس میں سے کسی چیز کی خواہش مند ہیں۔ بعض کہتے ہیں: یہ ان کی حقیقی والدہ تھیں اور بعض کہتے ہیں: رضاعی والدہ۔ پہلی بات صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① یہ مکے سے مدینہ آئی تھیں۔ ان کا نام بعض نے قتیلہ بنت عبدالعزی اور بعض نے قیلہ بیان کیا ہے۔ ② معلوم ہوا کہ والدین مشرک و کافر ہوں، تب بھی ان کی خدمت اور ان سے حسن سلوک کرنا ضروری ہے، جیسے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ﴿وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ (لقمان15:31) ”دنیا کے کاموں میں اچھی طرح ان کا ساتھ دینا۔“

راویٔ حدیث: [حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما] ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن تھیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ مکہ میں اسلام لانے والے قدیم الاسلام مسلمانوں میں سے تھیں۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ نہایت فصیح و بلیغ کلام کرتی تھیں۔ شعر بھی کہتی تھیں۔ حاضر قلب و دماغ خاتون تھیں۔ اپنے بیٹے عبداللہ کے قتل کیے جانے کے بعد یہ نابینا ہو گئیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی ہجرت فرمائی تو انھوں نے ایک کپڑا پھاڑ کر نبی ﷺ کو اس میں کھانا باندھ کر دیا جس کی وجہ سے نبی ﷺ نے انھیں جنت میں دو کپڑے کے ٹکڑوں کی بشارت دی۔ اسی بنا پر ان کا ذات النطاقین لقب پڑ گیا۔ 73 ہجری میں فوت ہوئیں۔ تقریباً 100 سال ان کی عمر تھی اس کے باوجود کوئی دانت گرا نہ ہی عقل میں کوئی تغیر آیا تھا۔ نبی ﷺ کی 56 احادیث ان سے مروی ہیں۔

[٣٢٦] وَعَنْ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةِ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَعَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ «تَصَدَّقْنَ يَامَعْشَرَ النِّسَاءِ! وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ»، قَالَتْ: فَرَجَعْتُ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيفُ ذَاتِ الْيَدِ، وَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَأْتِهِ، فَاسْأَلْهُ. فَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ يُجْزِيءُ عَنِّي وَإِلَّا صَرَفْتُهَا إِلَى غَيْرِكُمْ. فَقَالَ عَبْدُاللهِ: بَلِ ائْتِيهِ أَنْتِ. فَانْطَلَقْتُ، فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ الأَنْصَارِ بِبَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَاجَتِي حَاجَتُهَا، وَكَانَ رَسُولُ

[326] حضرت عبداللہ بن مسعود کی اہلیہ سیدہ زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (عورتوں کو) وعظ فرمایا اور (اس میں) فرمایا: ”اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ کیا کرو، چاہے تمھیں اپنے زیورات ہی میں سے کرنا پڑے۔“ حضرت زینب بیان کرتی ہیں کہ میں (اپنے خاوند) عبداللہ بن مسعود کے پاس لوٹ کر آئی اور ان سے کہا کہ تم تھوڑی کمائی کرنے والے آدمی ہو اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کی ترغیب دی ہے، تو تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ وہ صدقہ (اگر میں تمھیں دے دوں تو) کیا وہ مجھ سے کفایت کر جائے گا، ورنہ پھر میں

[326] صحيح البخاري، الزكاة، باب الزكاة على الزوج والأيتام في الحجر، حديث:1466، وصحيح مسلم، الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين......، حديث:1000.

اللهِ ﷺ قَد أُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ، فَقُلْنَا لَهُ: إِئْتِ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَأَخْبِرْهُ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْأَلَانِكَ: أَتُجْزِيءُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلَى أَزْوَاجِهِمَا وَعَلَى أَيْتَامٍ فِي حُجُورِهِمَا؟ وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ. فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَسَأَلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ «مَنْ هُمَا؟»، قَالَ: إِمْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَزَيْنَبُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ «أَيُّ الزَّيَانِبِ هِيَ؟» قَالَ: إِمْرَأَةُ عَبْدِ اللهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَهُمَا أَجْرَانِ: أَجْرُ الْقَرَابَةِ، وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وہ تمھارے علاوہ کسی اور کو دے دوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا: بلکہ تو خود ہی جا۔ چنانچہ میں گئی تو وہاں رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر ایک اور انصاری عورت بھی (کھڑی) تھی۔ میری ضرورت بھی وہی تھی جو اس کی تھی۔ اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی طرف سے رعب و دبدبہ عطا کیا گیا تھا (جس کی وجہ سے ہم میں سے کسی کو اندر جانے کی جرأت نہ ہوئی)۔ اتنے میں بلال رضی اللہ عنہ باہر نکلے۔ ہم نے ان سے کہا: تم رسول اللہ ﷺ کو جا کر بتلاؤ کہ دروازے پر دو عورتیں (کھڑی) ہیں اور یہ مسئلہ پوچھتی ہیں کہ اگر وہ اپنے خاوندوں پر اور ان کی گودوں میں زیر پرورش یتیموں پر صدقہ کریں تو کیا وہ (شرعاً) کافی ہو جائے گا؟ (لیکن) رسول اللہ ﷺ کو یہ مت بتلانا کہ ہم کون ہیں۔ چنانچہ بلال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور جا کر آپ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ دو عورتیں کون (کون) ہیں؟'' حضرت بلال نے کہا: ایک انصاری عورت ہے اور دوسری زینب۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''کون سی زینب؟'' انھوں نے کہا: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(انھیں جا کر بتلا دو کہ) ان کے لیے دوگنا اجر ہے' ایک رشتے داری کا اجر اور دوسرا صدقے کا اجر۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① معلوم ہوا کہ عورت اپنے خاوند کو صدقہ اور زکاۃ کی رقم بھی دے سکتی ہے' اگر وہ غریب ہو' البتہ خاوند اپنی عورت کو زکاۃ نہیں دے سکتا کیونکہ عورت کے نان ونفقہ کا وہ خود ذمہ دار ہے جب کہ عورت خاوند کی کفیل نہیں۔ گویا اصول یہ ہوا کہ زکاۃ دینے والے پر' جن کا نان نفقہ واجب ہے' ان کو وہ زکاۃ کی رقم نہیں دے سکتا' جیسے انسان کی بیوی ہے' بچے ہیں اور والدین ہیں۔ ② بوقت ضرورت عورت' ستر وحجاب کی پابندی کے ساتھ' گھر سے باہر جا سکتی ہے۔ ③ دینی مسائل و معاملات میں عورتوں کو بھی' مردوں کی طرح دلچسپی لینی چاہیے اور اس میں شرم وحجاب مانع نہیں ہونا چاہیے۔

راویٔ حدیث: [حضرت زینب ثقفیہ زوجہ ابن مسعود رضی اللہ عنہا] یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ بنوثقیف کے ساتھ ان کا تعلق تھا' اسی لیے ان کو ثقفیہ کہا جاتا ہے۔ ان کے باپ کا نام معاویہ یا عبداللہ بن معاویہ یا ابو معاویہ ہے۔ انھوں نے نبیٔ اکرم ﷺ' ابن مسعود اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایات بیان کی ہیں۔ ان سے ان کے بیٹے' بھتیجے

اور بعض دوسرے لوگوں نے حدیثیں بیان کی ہیں۔ ان سے کل 8 فرامینِ نبویہ مروی ہیں۔

[٣٢٧] وَعَنْ أَبِي سُفْيَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فِي حَدِيثِهِ الطَّوِيلِ فِي قِصَّةِ هِرَقْلَ، أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لِأَبِي سُفْيَانَ: فَمَاذَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ؟ - يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ - قَالَ: قُلْتُ: يَقُولُ: «اُعْبُدُوا اللهَ وَحْدَهُ، وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَاتْرُكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، وَالصِّلَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[327] حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ سے ہرقل (شاہ روم) کے قصے سے متعلق لمبی حدیث میں مروی ہے کہ ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا (جب کہ وہ ابھی کافر تھے:) وہ (رسول) تمھیں کس چیز کا حکم دیتا ہے؟ اس کی مراد نبی ﷺ تھے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا: وہ کہتا ہے: ایک اللہ کی عبادت کرو‘ اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور وہ باتیں چھوڑ دو جو تمھارے آباء واجداد کہتے (اور کرتے آئے) ہیں‘ اور وہ ہمیں نماز کا‘ راست بازی کا‘ پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں توحید کے ساتھ نماز اور مکارم اخلاق کی تعلیم ہے۔ نماز باجماعت عبادات میں سب سے اہم ہے اور راست بازی وغیرہ اخلاقی خوبیاں ہیں۔ ایک مسلمان کو توحید ورسالت کے اقرار کے بعد عبادات کی ادائیگی کا پابند اور مکارم اخلاق کا مظہر ہونا چاہیے۔

[٣٢٨] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّكُمْ سَتَفْتَحُونَ أَرْضًا يُذْكَرُ فِيهَا الْقِيرَاطُ».

[328] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم عنقریب ایسا علاقہ فتح کرو گے جس میں قیراط کا ذکر ہوتا ہے۔“

وَفِي رِوَايَةٍ: «سَتَفْتَحُونَ مِصْرَ وَهِيَ أَرْضٌ يُسَمَّى فِيهَا الْقِيرَاطُ، فَاسْتَوْصُوا بِأَهْلِهَا خَيْرًا، فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَّرَحِمًا».

اور ایک روایت میں ہے: ”تم عنقریب مصر فتح کرو گے اور یہ ایسی سرزمین ہے جس میں قیراط کا لفظ عام بولا جاتا ہے۔ چنانچہ تم اس کے باشندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا‘ اس لیے کہ ان کا (ہمارے ساتھ) ذمہ اور رشتہ ہے۔“

وَفِي رِوَايَةٍ: «فَإِذَا افْتَتَحْتُمُوهَا، فَأَحْسِنُوا إِلَى أَهْلِهَا، فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَّرَحِمًا»، أَوْ قَالَ: «ذِمَّةً وَّصِهْرًا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ایک اور روایت میں ہے: ”جب تم اسے فتح کر لو تو اس کے باشندوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا‘ اس لیے کہ ان کے لیے ذمہ اور رشتہ ہے۔“ یا فرمایا: ”ذمہ اور سسرالی تعلق ہے۔“ (مسلم)

[327] صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي......، حديث:7، وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب كتاب النبي ﷺ إلى هرقل ملك الشام يدعوه إلى الإسلام، حديث:1773.

[328] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب وصية النبي ﷺ بأهل مصر، حديث:2543.

قَالَ الْعُلَمَاءُ: اَلرَّحِمُ الَّتِي لَهُمْ كَوْنُ هَاجَرَ أُمِّ إِسْمَاعِيلَ عَلَيهِ السَّلَامِ، مِنْهُمْ وَ[الصِّهْرُ]: كَوْنُ مَارِيَةَ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ بْنِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْهُمْ.

علمائے کرام بیان کرتے ہیں کہ ان کا وہ رشتہ جس کا حوالہ رسول اللہ ﷺ نے دیا' وہ حضرت اسمٰعیل کی والدہ ہاجرہ علیہا السلام کا ان میں سے ہونا ہے۔ اور سسرالی تعلق کا مطلب' رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کا ان میں سے ہونا ہے۔

فوائد: ① قیراط' دینار و درہم کی طرح ایک سکہ اور ان کا ایک جز تھا۔ دانق' درہم کے چھٹے حصے کو کہا جاتا ہے۔ قیراط' دانق کا نصف ہے۔ مصر میں اس کا استعمال عام اور بول چال میں بھی اس کا چلن تھا۔ ② ذمہ' یہاں ذمام (حق اور حرمت) کے معنی میں ہے۔ اس میں رحم اور سسرالی تعلق کی بنا پر اہل مصر سے حسن سلوک کی تاکید ہے' اس لیے اسے صلہ رحمی کے باب میں بیان کیا گیا ہے۔ ③ اس میں نبی ﷺ کا معجزہ ہے کہ آپ نے جس طرح پیش گوئی فرمائی' اس طرح ہی ہوا اور آپ کی وفات کے تھوڑے عرصے بعد ہی مصر پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگئی۔

[٣٢٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ﴾ [الشعراء: ٢١٤] دَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قُرَيْشًا، فَاجْتَمَعُوا فَعَمَّ، وَخَصَّ، وَقَالَ: «يَا بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ! يَابَنِي كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ، يَابَنِي مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ، يَابَنِي عَبْدِ مَنَافٍ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ، يَابَنِي هَاشِمٍ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ، يَابَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ، يَافَاطِمَةُ! أَنْقِذِي نَفْسَكِ مِّنَ النَّارِ، فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللهِ شَيْئًا، غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[329] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ "اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیے" نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کو بلایا۔ چنانچہ ان کے عام و خاص سب جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے بنو عبد شمس! اے بنو کعب بن لؤی! اپنے نفسوں کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔ اے بنو مرہ بن کعب! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنو عبد مناف! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنو ہاشم! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنو عبدالمطلب! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ۔ اے فاطمہ! اپنے نفس کو آگ سے بچا' اس لیے کہ میں تمھارے لیے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ سوائے اس کے کہ تمھارے ساتھ (میری) رشتے داری ہے جسے میں (دنیا کی حد تک) ضرور ملحوظ رکھوں گا۔" (مسلم)

قَوْلُهُ ﷺ: [بِبَلَالِهَا]: هُوَ بِفَتْحِ الْبَاءِ الثَّانِيَةِ وَكَسْرِهَا وَ[الْبِلَالُ]: اَلْمَاءُ. وَمَعْنَى الْحَدِيثِ: سَأَصِلُهَا، شَبَّهَ قَطِيعَتَهَا بِالْحَرَارَةِ تُطْفَأُ بِالْمَاءِ

بِبَلَالِهَا: دوسری "با" پر زبر اور زیر' دونوں طرح صحیح ہے۔ اور بلال کے معنی ہیں: پانی۔ اور مطلب حدیث کا ہے کہ میں رشتے داری ضرور قائم رکھوں گا۔ آپ نے رشتے داری کے

[329] صحیح مسلم، الإیمان، باب في قوله تعالٰی: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾، حدیث: 204.

وَهٰذِهِ تُبَرَّدُ بِالصِّلَةِ.

توڑنے کو حرارت (گرمی) کے ساتھ تشبیہ دی جسے پانی سے بجھایا جاتا ہے اور اس قطع رحمی کو بھی صلہ رحمی سے ٹھنڈا کیا جاتا ہے۔

فوائد و مسائل: ① معلوم ہوا کہ قیامت والے دن حسب نسب کام نہیں آئے گا' حتی کہ نبی ﷺ سے قرابت داری بھی نفع نہیں دے گی۔ وہاں صرف ایمان اور عمل صالح کی بنیاد ہی پر نجات ہوگی۔ جن کے حق میں شفاعت کی اجازت ہوگی اور نبی اکرم ﷺ اور دیگر صالحین جن کے لیے شفاعت کریں گے' وہ بھی گناہ گار اہل ایمان ہی ہوں گے نہ کہ ایمان و عمل صالح سے محروم کافر و مشرک۔ ان کے لیے نجات ہوگی نہ شفاعت۔ ② دعوت و تبلیغ کے اولین مستحق اپنے قریبی رشتے دار ہیں۔ پہلے انھیں اللہ کے احکام پہنچائے جائیں۔ ③ رشتے دار کافر و مشرک ہوں' تب بھی رشتے داری کے حقوق اور صلہ رحمی کے تقاضے پورے کیے جائیں اور اس کا اولین حق اور اہم تر تقاضا یہ ہے کہ انھیں ایمانی زندگی اختیار کرنے کی تلقین کی جائے تاکہ وہ جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔

[٣٣٠] وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ، يَقُولُ: «إِنَّ آلَ بَنِي فُلَانٍ لَيْسُوا بِأَوْلِيَائِي، إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ، وَلٰكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ أَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

[330] حضرت ابوعبداللہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو علانیہ فرماتے ہوئے سنا' خفیہ نہیں۔ آپ ﷺ فرماتے تھے: ''بے شک بنی فلاں کی اولاد میرے دوست نہیں ہیں' میرے دوست تو اللہ اور نیک مومن ہیں، البتہ ان سے میری رشتے داری ہے جسے میں ضرور ملحوظ رکھتا ہوں۔'' (بخاری و مسلم۔ الفاظ بخاری کے ہیں۔)

فائدہ: حدیث میں بنی فلاں کی آل (اولاد) سے مراد نبی ﷺ کے وہ قریبی رشتے دار ہیں جو ایمان نہیں لائے تھے۔ آپ نے وضاحت فرما دی کہ گو ان سے میری قرابت قریبہ ہے لیکن ان سے میری محبت و ولایت (دوستی) نہیں ہے کیونکہ کافر اور مومن کے درمیان دوستی نہیں ہو سکتی۔ ولایت (دوستی اور محبت) کا یہ تعلق تو صرف اللہ اور اس کے بعد اللہ پر ایمان لانے والے اہل ایمان کے مابین ہی ہو سکتا ہے، البتہ قرابت دار سے (بشرطیکہ وہ محارب نہ ہوں) صلہ رحمی ہو سکتی ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوعبداللہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ] عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید قریشی سہمی۔ کنیت ان کی ابوعبداللہ اور بقول بعض ابومحمد ہے۔ کفار قریش نے انھیں نجاشی کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ یہ مہاجرین کو واپس لائیں لیکن نجاشی نے مہاجرین کو واپس کرنے سے انکار کیا اور انھیں کہا: اے عمرو! محمد تمھارے عم زاد ہیں' ان کا حال تم سے کیوں مخفی ہے؟ اللہ کی قسم! وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ عمرو نے کہا کہ آپ ایسا کہتے ہیں؟ اس نے کہا: ہاں' میں کہتا ہوں کہ محمد اللہ کے سچے رسول ہیں' چنانچہ یہ عمرو وہیں نجاشی کے پاس مسلمان ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ خیبر والے سال اور بقول بعض 8 ہجری میں فتح مکہ سے چھ ماہ پہلے یہ اسلام لائے۔ انھوں نے نبی ﷺ کی اس شرط پر بیعت کی کہ ان کے قبل

[330] صحيح البخاري، الأدب، باب تبل الرحم ببلالها، حديث: 5990، وصحيح مسلم، الإيمان، باب موالاة المؤمنين ومقاطعة غيرهم، والبراءة منهم، حديث: 215.

از اسلام دور جہالت والے سارے گناہ معاف ہونے چاہئیں۔ چنانچہ نبی ﷺ نے انھیں فرمایا کہ ہجرت اور اسلام قبول کرنا تمام گناہ ختم کر دیتے ہیں۔ 43 ہجری میں صحیح قول کے مطابق مصر میں فوت ہوئے۔

[۳۳۱] وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ خَالِدِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ، وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «**تَعْبُدُ اللهَ، وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[331] حضرت ابو ایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت میں داخل اور جہنم سے دور کر دے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکاۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حصول جنت، اور جہنم سے بچنے کی حرص کا پتہ چلتا ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے خود ساختہ چلّوں اور وظائف کا سہارا لینے کی بجائے اہل علم سے حصول جنت کا راستہ پوچھنا چاہیے اور مسلمان کو ہر عمل علی وجہ البصیرت کرنا چاہیے۔ ② اس حدیث میں حج اور روزوں کا ذکر نہیں ہے حالانکہ یہ ارکان اسلام میں سے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ارکان اسلام بیان کرنا مقصود نہیں تھا کیونکہ وہ شخص مسلمان تھا، نیز حج کیونکہ زندگی میں استطاعت کے بعد ایک بار فرض ہے اور روزے بھی سال بعد آتے ہیں، اس لیے ان کا ذکر نہیں کیا تا کہ سائل کو بات مختصر ہونے کی بنا پر یاد رہے۔ اور آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ سائل کے حالات و ظروف کے مطابق جواب دیتے تھے جیسا کہ آپ سے ثابت ہے کہ یہی سوال کرنے والے کئی دوسرے افراد کو آپ ﷺ نے اس سے مختلف جوابات دیے۔ ③ اس میں ان اعمال کی نشاندہی کر دی گئی ہے جو جنت میں جانے اور جہنم سے نجات پانے کا سبب ہیں جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جنت محض آرزوؤں اور تمناؤں سے یا ایمان و عمل کے بغیر کسی سفارش سے نہیں ملے گی۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو ایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ] خالد بن زید بن کلیب انصاری۔ کنیت ابو ایوب ہے اور کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ انصاری ہیں۔ مدینہ میں تشریف آوری کے وقت نبیٔ اکرم ﷺ کی اونٹنی انھیں کے دولت کدے پر فروکش ہوئی تھی۔ آپ کا شمار جلیل القدر اور اکابر صحابہ میں ہوتا ہے۔ غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ ارضِ روم میں جہاد کرتے ہوئے 50 ہجری میں جام شہادت نوش کیا۔ دیوار قسطنطنیہ کے زیر سایہ ان کی قبر مبارکہ ہے یہ جگہ اب یزار کے نام سے مشہور ہے۔

[۳۳۲] وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ،

[332] حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبیٔ

[331] صحيح البخاري، الزكاة، باب وجوب الزكاة، حديث: 1396، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان الإيمان الذي يدخل به الجنة......، حديث: 13.

[332] جامع الترمذي، الزكاة، باب ما جاء في الصدقة على ذي القرابة، حديث: 658.

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ، فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ، فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ تَمْرًا، فَالْمَاءُ، فَإِنَّهُ طَهُورٌ». وَقَالَ: «اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ، وَعَلٰى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ: صَدَقَةٌ، وَصِلَةٌ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص روزہ کھولے تو اسے چاہیے کہ وہ کھجور سے روزہ کھولے' اس لیے کہ اس میں برکت ہے۔ اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے (کھولے) کیونکہ یہ پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ''مسکین پر (کیا گیا) صدقہ (صرف) صدقہ ہے اور رشتے دار پر (کیے گئے صدقے کی) دو حیثیتیں ہیں: وہ صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد و مسائل: ① روزہ کھجور یا پانی سے کھولنا زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔ ان کے علاوہ جس چیز سے بھی افطار کیا جائے تمام چیزوں کا ثواب برابر ہے۔ بعض لوگوں کا نمک سے افطار کرنے کو باعث اجر قرار دینا بلا دلیل ہے۔ ② غریب رشتے دار پر صدقہ کرنے کا دوہرا اجر ہے۔ عموماً لوگ اپنے عزیز و اقارب کو بھلا دیتے ہیں مگر ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ دوسروں کی بہ نسبت ان کا زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔

راویٔ حدیث: [حضرت سلمان بن عامر ؓ] ان کا سلسلۂ نسب یوں ہے: سلمان بن عامر بن اوس بن حجر بن عمرو بن حارث الضبي. مشہور صحابی ہیں۔ بصرہ میں رہائش پذیر رہے۔ نبی ﷺ کی زندگی ہی میں یہ بہت عمر رسیدہ تھے لیکن خلافت معاویہ تک زندہ رہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جنگ جمل میں شہید ہوئے ہیں۔ اس وقت ان کی عمر 100 برس کے قریب تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے علاوہ کوئی بھی صحابی ''ضبی'' نہیں ہے۔ محمد بن سیرین اور ام ہذیل وغیرہ ان سے روایات لیتے ہیں۔ نبی ﷺ کے 13 فرامین کے راوی ہیں۔

[٣٣٣] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَتْ تَحْتِي امْرَأَةٌ، وَكُنْتُ أُحِبُّهَا، وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا، فَقَالَ لِي: طَلِّقْهَا، فَأَبَيْتُ، فَأَتَى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ النَّبِيَّ ﷺ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «طَلِّقْهَا». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[333] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے میں محبت کرتا تھا۔ (لیکن میرے والد) عمر ؓ اسے ناپسند کرتے تھے' چنانچہ انھوں نے مجھے کہا: اسے طلاق دے دے۔ میں نے انکار کیا۔ چنانچہ حضرت عمر ؓ نبی ﷺ کے پاس گئے اور ان سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اسے طلاق دے دے۔'' (اسے ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اگر والدین کا حکم طلاق' دینی و اخلاقی بنیادوں پر ہو تو اس کی اطاعت ضروری ہے جیسا کہ اس حدیث

[333] سنن أبي داود، الأدب، باب في بر الوالدين، حديث:5138، وجامع الترمذي، الطلاق واللعان...... باب ما جاء في الرجل يسأله أبوه أن يطلّق زوجته، حديث:1189.

میں ہے۔ اگر اس کے اسباب کچھ اور ہوں تو پھر والدین کو ادب و احترام سے سمجھایا جائے تاکہ وہ بھی راضی ہو جائیں اور خواہ مخواہ عورت پر بھی ظلم نہ ہو۔ ② اولاد اگر نافرمانی کرے تو والدین حاکم وقت سے شکایت کر سکتے ہیں۔ اور حاکم وقت کی بھی ذمہ داری ہے کہ اگر والدین کی شکایت حقیقت پر مبنی ہو تو حکماً اس پر عمل کروائے۔ ③ اس روایت کے بعض طرق میں ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم ﷺ سے شکایت کی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر والدین ظلم کریں تو ان کی شکایت بھی حاکم سے کی جا سکتی ہے اور یہ ادب کے منافی یا نافرمانی کے زمرے میں نہیں آئے گا۔

[٣٣٤] وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا أَتَاهُ، فَقَالَ: إِنَّ لِيَ امْرَأَةً وَإِنَّ أُمِّي تَأْمُرُنِي بِطَلَاقِهَا؟ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَإِنْ شِئْتَ، فَأَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ، أَوِ احْفَظْهُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[334] حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور ان سے عرض کیا کہ میری ایک بیوی ہے میری ماں مجھے اسے طلاق دینے کا حکم دیتی ہے (میں کیا کروں)؟ حضرت ابو درداء نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''والد جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ ہے۔ چنانچہ اگر تو چاہے تو اس دروازے کو ضائع کر دے یا اس کی حفاظت کر۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① وَالِدٌ کے لغوی معنی ہیں' جننے والا' اس اعتبار سے اس کا اطلاق ماں اور باپ دونوں پر ہوتا ہے اور جس طرح وَالِدَيْن (بصیغۂ تثنیہ) سے مراد ماں باپ دونوں ہوتے ہیں' وَالِدٌ کا اطلاق بھی دونوں پر ہو جاتا ہے۔ ② اس میں بھی بیوی کی محبت پر والدین کی اطاعت و رضا مندی کو ترجیح دینے کی تاکید ہے۔ ③ گھریلو معاملات اگر پیچیدہ ہو جائیں تو کسی صاحب علم اور دانا آدمی سے مشورہ کر لینا چاہیے۔ ④ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے اسے طلاق دینے کا مشورہ نہیں دیا بلکہ معاملہ اس کی صوابدید پر چھوڑ دیا کہ اگر وہ سمجھتا ہے کہ اس سے والدہ کو اذیت ہوگی اور وہ ناراض ہو جائے گی تو پھر طلاق دے دے یا پھر کسی اور طریقے سے والدہ کو راضی کر لے۔

[٣٣٥] وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[335] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''خالہ' ماں کے مرتبے میں ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

وَفِي الْبَابِ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ فِي الصَّحِيحِ مَشْهُورَةٌ، مِنْهَا: حَدِيثُ أَصْحَابِ الْغَارِ، وَحَدِيثُ

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس باب سے متعلق ''صحیح'' میں بہت سی حدیثیں ہیں اور مشہور ہیں' ان میں سے اصحاب

[334] جامع الترمذي، البر والصلة......، باب ما جاء من الفضل في رضا الوالدين، حديث: 1900.

[335] جامع الترمذي، البر والصلة......، باب في بر الخالة، حديث: 1904.

جُرَيْجٍ وَقَدْ سَبَقَا، وَأَحَادِيثُ مَشْهُورَةٌ فِي الصَّحِيحِ حَذَفْتُهَا اخْتِصَارًا، وَمِنْ أَهَمِّهَا: حَدِيثُ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الطَّوِيلُ الْمُشْتَمِلُ عَلَى جُمَلٍ كَثِيرَةٍ مِّنْ قَوَاعِدِ الْإِسْلَامِ وَآدَابِهِ، وَسَأَذْكُرُهُ بِتَمَامِهِ، إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى فِي بَابِ الرَّجَاءِ، قَالَ فِيهِ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِمَكَّةَ - يَعْنِي: فِي أَوَّلِ النُّبُوَّةِ -، فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَنْتَ؟ قَالَ: «نَبِيٌّ». فَقُلْتُ: وَمَا نَبِيٌّ؟ قَالَ: «أَرْسَلَنِي اللهُ تَعَالَى». فَقُلْتُ: بِأَيِّ شَيْءٍ أَرْسَلَكَ؟ قَالَ: «أَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الْأَرْحَامِ، وَكَسْرِ الْأَوْثَانِ، وَأَنْ يُوَحَّدَ اللهُ لَا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ». وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

غار کی اور جُریج کے قصے پر مشتمل احادیث ہیں جو پہلے گزر چکی ہیں۔ (دیکھیے: حدیث:12 اور 259) ان کے علاوہ بھی ''صحیح'' میں متعدد مشہور حدیثیں ہیں جنھیں میں نے اختصار کے پیش نظر چھوڑ دیا ہے۔ ان میں سے اہم ترین حضرت عمرو بن عبسہ ؓ کی طویل حدیث ہے جو ایسے بہت سے جملوں پر مشتمل ہے جن میں اسلام کے قواعد اور اس کے آداب کا بیان ہے' میں وہ پوری حدیث ان شاءاللہ باب الرجاء میں ذکر کروں گا' اس میں حضرت عمرو بن عبسہ ؓ نے بیان کیا ہے کہ میں نبی ﷺ کے دعوائے نبوت کے ابتدائی دور میں مکے گیا اور نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا؟ میں نے آپ سے کہا: آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''نبی۔'' میں نے کہا: نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(جسے لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ کی طرف سے بھیجا جائے) اور مجھے اللہ نے نبی بنا کر بھیجا ہے۔'' میں نے کہا: آپ کو اللہ نے کیا دے کر بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے مجھے صلہ رحمی کرنے اور بتوں کے توڑنے کا حکم دے کر بھیجا ہے' نیز یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔'' اس طرح پوری حدیث بیان کی۔ واللّٰہ أعلم۔

فوائد ومسائل: ① خالہ بھانجے کی وارث ہے نہ بھانجا خالہ کا، تاہم خالہ کے ساتھ ادب و احترام اور حسن سلوک کا معاملہ اسی طرح کرنے کا حکم ہے جس طرح ماں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم ہے۔ ② اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صلح حدیبیہ کے اگلے سال عمرہ ادا کرنے کے لیے تشریف لائے تو واپسی پر سیدنا حمزہ ؓ کی بیٹی آ گئی۔ سیدنا علی ؓ اسے گھر لے گئے اور فاطمہ ؓ سے فرمایا: اسے اپنے ساتھ رکھو۔ اب زید اور جعفر ؓ کہنے لگے: ہمارا حق زیادہ ہے کہ اسے اپنے ساتھ رکھیں۔ یہ حضرت زید ؓ کی بھتیجی تھی اور سیدنا علی اور سیدنا جعفر ؓ کی چچازاد تھی، البتہ سیدنا جعفر ؓ کی بیوی اس بچی کی خالہ تھی۔ اس موقع پر رسول اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کیونکہ جس طرح خالہ تربیت کر سکتی ہے اس طرح کوئی اور نہیں کر سکتا۔ دیکھیے: (صحیح البخاري، الصلح، حدیث:2699)

[٤١] بَابُ تَحْرِيمِ الْعُقُوقِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ

باب:41-ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور رشتے داری توڑنا حرام ہے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ﴾ [محمد: ٢٢، ٢٣]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھر (اے منافقو!) تم سے یہی امید ہے کہ جب تمھیں اقتدار ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور رشتوں کو توڑ ڈالو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو بہرہ اور اندھا کر دیا۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾ [الرعد: ٢٥]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو لوگ اللہ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور وہ اس چیز کو کاٹتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر ہے۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾ [الإسراء: ٢٣، ٢٤]

اور فرمایا: ''اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم صرف اس ایک رب کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اگر تمھارے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انھیں اُف بھی نہ کہو اور نہ انھیں ڈانٹو، اور ان سے اچھی بات کہو۔ اور اپنے بازو نرمی اور شفقت سے ان کے لیے جھکا دو اور ان کے حق میں دعا کرو: اے رب! ان پر رحم فرما، جیسے انھوں نے بچپن میں مجھے (پیار ومحبت سے) پالا۔''

[٣٣٦] وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ نُفَيْعِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟» - ثَلَاثًا - قُلْنَا: بَلَى يَارَسُولَ اللهِ! قَالَ: «اَلْإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ».

[336] حضرت ابوبکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں سب سے بڑے گناہوں کی خبر نہ دوں؟'' تین مرتبہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا۔ ہم نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! (ضرور

[336] صحيح البخاري، الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور، حديث: 2654، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الكبائر وأكبرها، حديث: 87.

وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: «أَلَا! وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ». فَمَازَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا: لَيْتَهُ! سَكَتَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

بتلایئے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کا شریک ٹھہرانا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔'' اور آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے' پھر (سیدھے ہوکر) بیٹھ گئے اور فرمایا: ''سنو! جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی گواہی دینا (یہ بھی بڑے گناہوں میں سے ہیں)۔'' پھر آپ اس بات کو دہراتے رہے' یہاں تک کہ ہم نے کہا: کاش آپ خاموش ہو جائیں۔ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں چند کبیرہ گناہوں کا بیان ہے۔ کبیرہ گناہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر قرآن کریم یا حدیث شریف میں سخت وعید وارد ہو۔ اس کی تفصیل یوں ہے: ۞ وہ کام کرنے والا حد کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ ۞ کرنے والے کو جہنم کے عذاب کی وعید سنائی گئی ہو۔ ۞ اسے ملعون قرار دیا گیا ہو۔ ۞ جس کام کے مرتکب کو کافر یا خارج از ملت قرار دیا گیا ہو۔ ۞ کسی کام کے حرام ہونے کی نص ہو۔ ۞ کسی گناہ پر اصرار بھی کبیرہ گناہ بن جاتا ہے۔ (حجة الله البالغة:262/1) ② ماں باپ کی نافرمانی اور شرک کا ایک ساتھ ذکر کر کے واضح فرمادیا کہ یہ دونوں گناہ بہت ہی خطرناک ہیں اور اسی طرح جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی کے ذکر پر تکیہ چھوڑ کر نبی ﷺ کا بیٹھ جانا' اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ کے نزدیک ان کے اندر بھی بہت زیادہ شناعت وقباحت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام گناہوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ ③ اسی روایت کے بعض طرق میں ان گناہوں کو مہلکات (تباہ کرنے والے) کہا گیا ہے' یعنی یہ خود انسان کو تباہ کر دیتے ہیں' اور یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ انسان کے اعمال صالح کو تباہ کر دیتے ہیں۔

[٣٣٧] وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلْكَبَائِرُ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[337] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''کبیرہ گناہ (یہ یہ) ہیں: اللہ کے ساتھ شریک گردانا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' قتل نفس (ناحق کسی کو مار دینا یا خودکشی کرنا) اور جھوٹی قسم کھانا۔'' (بخاری)

[اَلْيَمِينُ الْغَمُوسُ]: اَلَّتِي يَحْلِفُهَا كَاذِبًا عَامِدًا، سُمِّيَتْ غَمُوسًا، لِأَنَّهُ تَغْمِسُ الْحَالِفَ فِي الْإِثْمِ.

یَمِین غَمُوس (جھوٹی قسم) وہ ہے کہ جان بوجھ کر انسان جھوٹی قسم اٹھائے۔ اسے غموس اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ قسم کھانے والے کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے۔

فوائد ومسائل: ① کبیرہ گناہ اور بھی بہت سے ہیں جن کو بعض محدثین نے مستقل کتابوں میں جمع بھی فرمایا ہے' جیسے اَلزَّوَاجِرُ عَنِ اقْتِرَافِ الْكَبَائِرِ اور كِتَابُ الْكَبَائِرِ لِلذَّهَبِي وغیرہ۔ یہاں صرف موقع کی مناسبت سے نبی ﷺ نے چند ایک کا تذکرہ فرمایا ہے۔ یا مقصد یہ بتانا تھا کہ یہ چند مذکورہ گناہ کبیرہ گناہوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہیں۔

[337] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب اليمين الغموس......، حديث:6675.

② شرک اور والدین کی نافرمانی کو ایک ساتھ ذکر کرنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ گناہ درجہ بدرجہ سنگین ہیں۔ بعض روایات میں انھیں اکبر الکبائر بھی کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے اولین فرض جو بندے پر عائد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ شرک نہ کیا جائے اور حقوق العباد میں سب سے مقدم والدین کے حقوق ہیں۔ جو شخص والدین کی نافرمانی کرتا ہے وہ قاتل سے بھی بڑھ کر مجرم ہے۔

[٣٣٨] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ»، قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: «نَعَمْ، يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ، فَيَسُبُّ أُمَّهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[338] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ (بھی) ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آدمی اپنے ماں باپ کو (بھی) گالی دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔ ایک شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے' وہ پلٹ کر اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ (اسی طرح) وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے اور وہ جواب میں اس کی ماں کو گالی دیتا ہے (یوں گویا وہ اپنے والدین کی گالی کا سبب بنا)۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: «إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ»، قِيلَ: يَارَسُولَ اللهِ! كَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: «يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ، فَيَسُبُّ أُمَّهُ».

ایک اور روایت میں ہے: ''بے شک سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے۔'' پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! آدمی اپنے والدین پر کیسے لعنت کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ جواباً اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ اور وہ کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ جواباً اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ (تو گویا یہ اس لعنت کا سبب بنا)۔''

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو کسی دوسرے کے والدین کو گالی نہیں دینی چاہیے کیونکہ اس طرح وہ بھی جواب میں اس کے والدین کو گالی دے گا اور یوں یہ اپنے والدین کی ذلت اور بے توقیری کا باعث بنے گا۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی بھی طریقے یا فعل و حرکت سے والدین کو گالیاں دلوانے کا سبب بنتا ہے وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے' خواہ وہ کام' جس کے ارتکاب سے یہ گالیاں دلوانے کا سبب بنا ہے' معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی تائید سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے اثر سے بھی ہوتی ہے' وہ فرماتے ہیں: [مِنَ الْكَبَائِرِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى أَنْ يَسْتَسِبَّ

[338] صحيح البخاري، الأدب، باب لايسب الرجل والديه، حديث:5973، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الكبائر وأكبرها، حديث:90.

الرَّجُلُ لِوَالِدَهِ! ''کبیرہ گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی والدین کو گالیاں دلوانے کا باعث بنے۔'' (صحیح الأدب المفرد، حدیث:22) اس لیے کوئی بھی ایسا کام کرنے سے بچنا چاہیے جس سے لوگ کام کرنے والے کے والدین کو بُرا بھلا کہیں۔ ③ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان: ''آدمی اپنے والدین کو گالی دے۔'' پر تعجب کا اظہار کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فطرت سلیمہ اس سے گھن کھاتی ہے اور یہ اتنا شنیع فعل ہے کہ قبل از اسلام جاہلی معاشرے میں بھی اس کا تصور نہیں تھا۔ اس سے ان جاہل مسلمانوں اور مغرب زدہ نام نہاد تہذیب یافتہ لوگوں کو بھی سبق سیکھنا چاہیے جو والدین کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ اسلامی تعلیمات سے دوری ہے۔ ④ اس میں ان نوجوانوں کے لیے بھی لمحہ فکریہ ہے جن کی مجلسیں ایک دوسرے کی ماں کو گالیاں دے کر گرم ہوتی ہیں۔ ایسے دوستوں سے، جن کی یہ عادت ہو، کنارہ کشی کرنی چاہیے۔ ⑤ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر شاگرد کو کوئی اشکال ہو تو وہ استاد کی طرف رجوع کر سکتا ہے بلکہ غلط مفہوم سمجھنے اور بیان کرنے کی بجائے رجوع کرنا ضروری ہے۔ ⑥ علامہ ماوردی نے اس سے یہ بھی استنباط کیا ہے کہ جس شخص کے بارے میں یقین ہو کہ وہ سرکے سے شراب بنائے گا یا ریشم خود پہنے گا وغیرہ تو اسے یہ چیز فروخت نہیں کرنی چاہیے۔ (صحیح الأدب المفرد:47/1)

[٣٣٩] وَعَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ». قَالَ: سُفْيَانُ فِي رِوَايَتِهِ: يَعْنِي: قَاطِعَ رَحِمٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[339] حضرت ابو محمد جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔'' سفیان (راوی) نے اپنی روایت میں قَاطِع کی بجائے قَاطِعَ رَحِم کے الفاظ بیان کیے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں قطع رحمی پر کتنی سخت وعید ہے۔ اس کے باوجود ہمارے معاشرے میں یہ گناہ کبیرہ عام ہے۔ اس قسم کی سخت وعیدوں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان ان گناہوں سے بچ کر رہیں۔ أَعَاذَنَا اللهُ مِنْهَا.

[٣٤٠] وَعَنْ أَبِي عِيسَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ تَعَالَى حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ، وَمَنْعًا وَّهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[340] حضرت ابو عیسیٰ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی، ضرورت کے موقع پر خرچ نہ کرنا اور بغیر ضرورت کے سوال کرنا، نیز لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا حرام قرار دیا ہے۔ اور قیل وقال (فضول بحث وگفتگو)، کثرت سوال اور مال

[339] صحيح البخاري، الأدب، باب إثم القاطع، حديث:5984، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها، حديث:2556.

[340] صحيح البخاري، الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر، حديث:5975، وصحيح مسلم، الأقضية، باب النهي عن كثرة المسائل من غير حاجة...... حديث:593 بعد حديث:1715.

قَوْلُهُ: [مَنْعًا]: مَعْنَاهُ: مَنْعُ مَا وَجَبَ عَلَيْهِ. وَ[هَاتِ]: طَلَبُ مَا لَيْسَ لَهُ. وَ[وَأْدَ الْبَنَاتِ]: مَعْنَاهُ: دَفْنُهُنَّ فِي الْحَيَاةِ. وَ[قِيلَ وَقَالَ]: مَعْنَاهُ: اَلْحَدِيثُ بِكُلِّ مَا يَسْمَعُهُ، فَيَقُولُ: قِيلَ كَذَا، وَقَالَ فُلَانٌ كَذَا مِمَّا لَا يَعْلَمُ صِحَّتَهُ وَلَا يَظُنُّهَا، وَكَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا، أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ. وَ[إِضَاعَةُ الْمَالِ]: تَبْذِيرُهُ وَصَرْفُهُ فِي غَيْرِ الْوُجُوهِ الْمَأْذُونِ فِيهَا مِنْ مَقَاصِدِ الْآخِرَةِ وَالدُّنْيَا، وَتَرْكُ حِفْظِهِ مَعَ إِمْكَانِ الْحِفْظِ. وَ[كَثْرَةُ السُّؤَالِ]: اَلْإِلْحَاحُ فِيمَا لَا حَاجَةَ إِلَيْهِ.

ضائع کرنے کوتمھارے لیے ناپسند کیا ہے۔‘‘ (بخاری ومسلم)

مَنْعًا کا مطلب ہے: واجبات کے ادا کرنے سے انکار کرنا۔ هَاتِ کا مطلب ہے: ایسی چیز کا سوال کرنا جو اس کا حق نہ ہو۔ اور وَأْدُ الْبَنَاتِ کے معنی ہیں: زندہ بچیوں کو قبر میں دفن کر دینا۔ قِيلَ وَ قَالَ کے معنی ہیں: جس بات کو بھی وہ سنے اس کی بابت لوگوں سے کہے: اس طرح کہا گیا ہے اور فلاں نے اس طرح کہا ہے' درآں حالیکہ اسے اس کی صحت کا علم ہے نہ گمان۔ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے (بلاتحقیق) بیان کر دے۔ إِضَاعَةُ الْمَالِ کا مطلب فضول خرچی اور ایسی جگہوں پر خرچ کرنا ہے جہاں دنیا وآخرت کے شرعی مقاصد میں سے کوئی مقصد حاصل نہ ہو اور جہاں مال بچانا ممکن ہو وہاں اسے بچانے کی کوشش نہ کی جائے۔ كَثْرَةُ السُّؤَالِ کا مطلب ہے: بغیر حاجت کے چمٹ کر سوال کرنا۔

وَفِي الْبَابِ أَحَادِيثُ سَبَقَتْ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ، كَحَدِيثِ: «وَأَقْطَعُ مَنْ قَطَعَكِ»، وَحَدِيثِ: «مَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللّٰهُ».

اس باب سے متعلق اور احادیث بھی ہیں جو اس سے ماقبل کے باب میں گزر چکی ہیں' جیسے حدیث وَأَقْطَعُ مَنْ قَطَعَكِ اور حدیث مَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللّٰهُ.

فوائد و مسائل: ① علامہ طیبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن اخلاق کی معرفت میں اصل قرار دیا ہے کہ اس میں عمدہ اخلاق اور اچھی صفات کو جاننے کا نہایت عمدہ معیار بتایا گیا ہے۔ (فتح الباري:502/10) ② باپ کو چھوڑ کر ماں کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ بالعموم ماں کی نرمی کی وجہ سے اولاد ماں کی نافرمان زیادہ ہوتی ہے اور باپ کی تکریم کے ساتھ ساتھ اس کا ڈر بھی ہوتا ہے۔ ورنہ ماں باپ دونوں کی نافرمانی سے بچنا ضروری ہے۔ ③ ماں باپ کے ساتھ صلہ رحمی اور ان کی اطاعت کرنے کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر ماں باپ تجھے تمام مال سے علیحدگی کا حکم دیں تب بھی ان کی بات نہ ٹھکرا۔'' ④ اولاد کے نافرمان ہونے کی درج ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں:
❀ جہالت: والدین اولاد کی دینی تربیت نہیں کرتے۔ والدین کے قول وفعل میں تناقض بھی اولاد کو نافرمان بنا دیتا ہے۔
❀ بری صحبت: والدین خود اپنے والدین کی نافرمانی کر چکے ہوتے ہیں جس کی سزا کے طور پر خود ان کی اولاد بھی نافرمان ہوتی ہے۔
❀ بسا اوقات بداخلاق بیوی بھی آدمی کو والدین کی نافرمانی پر ابھارتی ہے۔ ❀ بسا اوقات والدین اولاد کے درمیان انصاف نہیں کرتے تو یہ وجہ بھی اولاد کے نافرمان ہونے کا سبب بن جاتی ہے' اس لیے والدین کو بھی ان چیزوں کا خیال

رکھنا چاہیے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوعیسٰی مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ] ان کی کنیت میں دو قول ہیں: ابوعیسٰی یا ابوعبداللہ۔ سلسلۂ نسب یوں ہے: ابوعبداللہ مغیرہ بن شعبہ بن مسعود ثقفی۔ مشہور و معروف صحابی ہیں۔ غزوۂ خندق کے قریب قریب مسلمان ہوئے اور ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ دورِ اسلام کے معرکوں میں سے صلح حدیبیہ میں شرکت ان کا پہلا معرکہ تھا۔ اس کے بعد قادسیہ' یرموک اور جنگِ یمامہ وغیرہ میں شریک ہوئے۔ امیر معاویہ نے انھیں کوفہ کا گورنر بنایا۔ بہت عقلمند' دانا' ذہین و فطین اور رعب و دہشت والے انسان تھے۔ 50 ہجری کو کوفہ میں فوت ہوئے۔ ان کی مرویات کی تعداد 136 ہے۔

[٤٢] بَابُ بِرِّ أَصْدِقَاءِ الْأَبِ وَالْأُمِّ وَالْأَقَارِبِ وَالزَّوْجَةِ وَسَائِرِ مَنْ يُنْدَبُ إِكْرَامُهُ

باب:42-ماں باپ کے دوستوں' رشتے داروں' بیوی اور جن کا اکرام مستحب ہے' ان سب سے حسن سلوک کرنے کا بیان

[٣٤١] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ أَنْ يَصِلَ الرَّجُلُ وُدَّ أَبِيهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[341] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ سے دوستانہ تعلقات رکھنے والوں سے تعلق جوڑ کر رکھے (یعنی باپ کی محبت اور دوستی کو نبھائے)۔'' (مسلم)

[٣٤٢] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَعْرَابِ لَقِيَهُ بِطَرِيقِ مَكَّةَ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، وَحَمَلَهُ عَلَى حِمَارٍ كَانَ يَرْكَبُهُ، وَأَعْطَاهُ عِمَامَةً كَانَتْ عَلَى رَأْسِهِ. قَالَ ابْنُ دِينَارٍ: فَقُلْنَا لَهُ: أَصْلَحَكَ اللهُ! إِنَّهُمُ الْأَعْرَابُ، وَهُمْ يَرْضَوْنَ بِالْيَسِيرِ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: إِنَّ أَبَا هٰذَا كَانَ وُدًّا لِّعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ».

[342] حضرت عبداللہ بن دینار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی انھیں مکہ کے ایک راستے میں ملا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے سلام کیا اور اسے اس گدھے پر سوار کر لیا جس پر وہ خود سوار تھے اور اسے وہ عمامہ بھی دے دیا جو ان کے سر پر تھا۔ (حدیث کے راوی) ابن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: اللہ آپ کا بھلا کرے' یہ تو دیہاتی لوگ ہیں' تھوڑی سی چیز سے بھی راضی ہو جاتے ہیں (ان کے ساتھ اتنا کچھ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (بات یہ ہے کہ) اس شخص کا باپ (میرے باپ) عمر بن

[342،341] صحیح مسلم، البر والصلۃ والأدب، باب فضل صلۃ أصدقاء الأب والام ونحوهما، حدیث: 2552۔

خطاب کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''سب سے بڑی نیکی آدمی کا اپنے باپ کے دوستوں سے نیکی کرنا ہے۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: عَنِ ابْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلٰى مَكَّةَ كَانَ لَهُ حِمَارٌ يَتَرَوَّحُ عَلَيْهِ، إِذَا مَلَّ رُكُوبَ الرَّاحِلَةِ، وَعِمَامَةٌ يَّشُدُّ بِهَا رَأْسَهُ، فَبَيْنَا هُوَ يَوْمًا عَلٰى ذٰلِكَ الْحِمَارِ، إِذْ مَرَّ بِهِ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: أَلَسْتَ ابْنَ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ؟ قَالَ: بَلٰى، فَأَعْطَاهُ الْحِمَارَ، فَقَالَ: اِرْكَبْ هٰذَا، وَأَعْطَاهُ الْعِمَامَةَ، وَقَالَ: اُشْدُدْ بِهَا رَأْسَكَ. فَقَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ: غَفَرَ اللهُ لَكَ! أَعْطَيْتَ هٰذَا الْأَعْرَابِيَّ حِمَارًا كُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَيْهِ، وَعِمَامَةً كُنْتَ تَشُدُّ بِهَا رَأْسَكَ؟ فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ أَنْ يَّصِلَ الرَّجُلُ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُّوَلِّيَ»، وَإِنَّ أَبَاهُ كَانَ صَدِيقًا لِّعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. رَوٰى هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ كُلَّهَا مُسْلِمٌ.

ایک اور روایت میں ہے جو ابن دینار ہی ابن عمر ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر جب مکہ جاتے تو ان کے پاس ایک گدھا ہوتا' جب وہ اونٹ کی سواری سے اکتا جاتے تو اس پر سوار ہو کر راحت حاصل کرتے۔ اور ایک عمامہ ہوتا جسے وہ سر پر باندھ لیتے۔ اس دوران کہ ایک دن وہ اس گدھے پر سوار تھے' آپ کے پاس سے ایک دیہاتی گزرا۔ آپ نے اس سے پوچھا: کیا تو فلاں بن فلاں کا بیٹا نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں' کیوں نہیں۔ آپ نے اسے وہ گدھا دے دیا اور فرمایا: اس پر سوار ہو جا۔ اور اسے عمامہ (بھی) عنایت فرما دیا اور کہا: اس کے ساتھ اپنے سر کو باندھ لے۔ چنانچہ ابن عمر ؓ کے بعض ساتھیوں نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے! آپ نے اس دیہاتی کو وہ گدھا بھی دے دیا جس پر آپ (دوران سفر میں) آرام حاصل کرتے تھے اور وہ عمامہ بھی دے دیا جس کے ساتھ آپ اپنا سر باندھتے تھے' آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی' اپنے باپ کے (مرنے کے) بعد' اس کے دوستوں سے تعلق برقرار رکھے اور ان سے حسن سلوک کرے۔'' (اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ) اس کا باپ حضرت عمر ؓ کا دوست تھا۔ (یہ تمام روایات امام مسلم نے بیان کی ہیں۔)

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی وفات کے بعد ان کے دوستوں سے تعلق برقرار رکھنا اور ان سے حسن سلوک کا معاملہ کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ ایک بہت بڑی نیکی اور صلہ رحمی کا تقاضا ہے۔ اس اعتبار سے ماں باپ کے دوستوں کو فراموش کر دینا اور ان سے تعلق استوار نہ رکھنا' شرعاً سخت ناپسندیدہ ہے۔ ② اگر کوئی شخص ماں باپ کی وفات کے بعد ان سے صلہ رحمی کرنا چاہتا ہے تو اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اپنے والدین کے ملنے والوں سے اچھا سلوک کرے۔

③ رشتہ داروں کے بارے میں معلومات رکھنا اور ان سے اچھا سلوک کرنا پسندیدہ فعل ہے۔ ④ ایک سے زائد سواریاں رکھنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس دو سواریاں تھیں۔ ⑤ مسلمانوں کی عام عادت یہی ہونی چاہیے کہ وہ سر پر کپڑا رکھیں۔ سلف صالحین کا یہی معمول تھا، تاہم بوقت ضرورت گھر یا گھر سے باہر ننگے سر رہنا بھی جائز ہے جیسا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عمامہ بدوی کو دیا تو یقیناً ان کا سر ننگا ہو گیا ہو گا۔ ⑥ ضرورت سے زائد مال یا گاڑی عزیز و اقارب، جن کے پاس نہ ہو انھیں دینا باعث فضیلت ہے۔ ⑦ اس حدیث سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متبع سنت ہونے کا بھی خوب اندازہ ہوتا ہے۔

[٣٤٣] وَعَنْ أَبِي أُسَيْدٍ - بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّينِ - مَالِكِ بْنِ رَبِيعَةَ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي سَلِمَةَ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ فَقَالَ: «نَعَمْ، اَلصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا، وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوصَلُ إِلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[343] حضرت ابو اُسید (ہمزہ پر پیش اور سین پر زبر) مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بنوسلمہ قبیلے کا ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا کوئی ایسی نیکی بھی باقی ہے جو میں والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں' ان کے حق میں دعائے خیر کرنا اور ان کے لیے مغفرت مانگنا' ان کے بعد ان کے (کیے گئے) عہد کو پورا کرنا اور ان کے ان رشتوں کو جوڑنا جو انھی کی وجہ سے جوڑے جاتے ہیں اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔'' (ابوداود)

فوائد و مسائل: ① معلوم ہوا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے لیے ان کی زندگی کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور اگر ان کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ کوئی نیکی کرنا چاہے تو حدیث میں مذکور طریقے اختیار کیے جائیں۔ ان طریقوں میں قرآن خوانی' تیجہ' ساتواں' دسواں اور چہلم وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں' اس لیے ایصال ثواب کے یہ سارے طریقے غیر شرعی ہیں۔ ان سے مُردوں یا زندوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا' البتہ دعا و استغفار وغیرہ سے مُردوں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اور زندوں کو بھی' کیونکہ یہ کام حدیث میں والدین کے ساتھ نیکی شمار کیے گئے ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کاموں سے اولاد کو والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا صلہ ملے گا اور والدین کے لیے بھی مغفرت اور رفع درجات کا باعث ہوں گے۔ ② وفات کے بعد والدین کے حق میں دعائے خیر کی مقبولیت' اس حدیث سے بھی ثابت ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کے مرنے کے ساتھ ہی عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے' البتہ تین چیزوں کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ کا' ایسے علم کا جس سے لوگ فیض یاب ہو رہے ہوں اور نیک اولاد کی دعاؤں کا۔ ③ نیکی کے خود ساختہ طریقے ایجاد کر کے بدعت کو ترویج دینے کی بجائے اہل علم سے مسئلہ دریافت کر لینا چاہیے اور اہل علم کا بھی شرعی فریضہ ہے کہ وہ لوگوں کو خود ساختہ

[343] سنن أبي داود، الأدب، باب في بر الوالدين، حديث: 5142.

فضائل بتانے کی بجائے قرآن وسنت کی روشنی میں ان کی رہنمائی کریں۔ ④ خیر القرون میں یہ عقیدہ نہایت پختہ تھا کہ نیکی صرف وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نیکی قرار دیں۔ ورنہ وہ صحابی عربی زبان کے ماہر تھے اور ہمارے ملاؤں سے زیادہ خوبصورت وظائف واوراد گھڑ کر ثواب پہنچانے کا طریقہ ایجاد کر سکتے تھے۔

[٣٤٤] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلَى أَحَدٍ مِّنْ نِّسَاءِ النَّبِيِّ ﷺ، مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، وَمَا رَأَيْتُهَا قَطُّ، وَلٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا، وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ، ثُمَّ يُقَطِّعُهَا أَعْضَاءً، ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيجَةَ، فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ: كَأَنْ لَّمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا إِلَّا خَدِيجَةُ! فَيَقُولُ: «إِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ، وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[344] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے نبی ﷺ کی بیویوں میں سے کسی پر اتنی غیرت نہیں آئی جتنی غیرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آئی' حالانکہ میں نے انھیں کبھی دیکھا بھی نہیں۔لیکن (غیرت اس لیے آئی کہ) آپ ان کا ذکر کثرت سے فرماتے تھے' نیز (آپ کا یہ معمول تھا کہ) اکثر آپ بکری ذبح فرماتے اور اس کے اعضاء الگ الگ کرتے اور پھر انھیں خدیجہ کی سہیلیوں کو ارسال فرماتے۔ بسا اوقات میں آپ سے کہتی کہ دنیا میں خدیجہ کے سوا کوئی عورت ہی نہیں ہے! آپ ﷺ فرماتے: ''(تمھیں کیا معلوم) وہ ایسی اور ایسی عورت تھی (اس کی خوبیاں گنواتے)۔ اور میری اولاد بھی اسی سے ہے۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: وَإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ، فَيُهْدِي فِي خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ.

ایک اور روایت میں ہے: آپ بکری ذبح فرماتے اور خدیجہ کی سہیلیوں کو اتنا اتنا گوشت ہدیہ بھیجتے جو انھیں کافی ہوتا۔

وَفِي رِوَايَةٍ: كَانَ إِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ يَقُولُ: «أَرْسِلُوا بِهَا إِلَى أَصْدِقَاءِ خَدِيجَةَ».

ایک اور روایت میں ہے: جب آپ بکری ذبح کرتے تو فرماتے: ''اسے خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس بھیج دو۔''

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَتْ: اِسْتَأْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ أُخْتُ خَدِيجَةَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيجَةَ، فَارْتَاحَ لِذٰلِكَ فَقَالَ: «اَللّٰهُمَّ! هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ».

ایک اور روایت میں ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت خدیجہ کی ہمشیرہ ہالہ بنت خویلد نے رسول اللہ ﷺ سے (گھر کے اندر) آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ایسا محسوس کیا جیسے خدیجہ اجازت مانگ رہی ہے (یعنی خدیجہ کا اجازت مانگنا یاد آ گیا) اور اس وجہ سے ہی آپ ﷺ کو بہت خوشی ہوئی اور فرمایا: ''اے اللہ! ہالہ بنت

[344] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب تزويج النبي ﷺ خديجة وفضلها رضی اللہ عنہا، حديث:3818، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل خديجة أم المؤمنين رضی اللہ عنہا، حديث:2435.

خویلد ہے۔'' (یعنی فرحت اور استعجاب کے ملے جلے جذبات میں بے ساختہ یہ الفاظ آپ کی زبان مبارک سے نکلے۔)

قَوْلُهَا: [فَارْتَاحَ]: هُوَ بِالْحَاءِ، وَفِي الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّحِيحَيْنِ لِلْحُمَيْدِيِّ: [فَارْتَاعَ] بِالْعَيْنِ، وَمَعْنَاهُ: اِهْتَمَّ بِهِ.

فَارْتَاحَ: ''حا'' کے ساتھ۔ اور امام حمیدی کی کتاب الجمع بین الصحیحین میں یہ فَارْتَاعَ ''حا'' کی بجائے ''عین'' کے ساتھ ہے' جس کے معنی ہیں: آپ اس کی آواز سن کر فکر مند ہو گئے (یعنی خدیجہ کی یاد نے آپ کو مغموم کر دیا۔)

فائدہ: اس میں ایک تو ان خوبیوں کا اجمالی ذکر ہے جن سے حضرت خدیجہ ﷞ متصف تھیں۔ دوسرے' اس محبت کا بیان ہے جو ان خوبیوں کی وجہ سے نبی ﷺ کو ان کے ساتھ تھی۔ تیسرے' اس بر و صلہ کا تذکرہ ہے جو آپ نے ان کی وفات کے بعد ان کی سہیلیوں کے ساتھ برقرار رکھا۔ چوتھے' اس بات کا اثبات ہے کہ سوائے ابراہیم ﷛ کے جو حضرت ماریہ ﷞ کے بطن سے تھے' آپ کی ساری اولاد حضرت خدیجہ ﷞ سے تھی۔ پنجم' ان انسانی جذبات کی وضاحت ہے جو ایک محبوب شخصیت کی یاد سے انسان پر طاری ہوتے ہیں جو خوش کن بھی ہو سکتے ہیں اور فکر و اندوہ میں مبتلا کرنے والے بھی۔

[٣٤٥] وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِاللهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فِي سَفَرٍ، فَكَانَ يَخْدُمُنِي، فَقُلْتُ لَهُ: لَا تَفْعَلْ. فَقَالَ: إِنِّي قَدْ رَأَيْتُ الْأَنْصَارَ تَصْنَعُ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ شَيْئًا، آلَيْتُ عَلَى نَفْسِي أَنْ لَّا أَصْحَبَ أَحَدًا مِّنْهُمْ إِلَّا خَدَمْتُهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[345] حضرت انس بن مالک ﷛ سے روایت ہے کہ میں حضرت جریر بن عبداللہ بجلی ﷛ کے ساتھ ایک سفر میں گیا تو (میری کم عمری کے باوجود) وہ میری خدمت کرتے۔ میں نے ان سے کہا: آپ اس طرح نہ کریں۔ انھوں نے فرمایا: میں نے انصار کو دیکھا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس طرح ہی کیا کرتے تھے' تو میں نے بھی قسم کھائی تھی کہ (جب بھی) مجھے ان میں سے کسی کے ساتھ مصاحبت (ہم نشینی یا ہم سفری) کا موقع ملا تو میں اس کی ضرور خدمت کروں گا۔ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صحابۂ کرام ﷡ کے دلوں میں نبیٔ اکرم ﷺ کی محبت کس قدر تھی کہ اس محبت کی وجہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کے خادموں کی خدمت کو بھی سعادت سمجھتے تھے' اگرچہ عمر میں وہ چھوٹے ہی ہوں۔ اس میں صحابہ کی تواضع کا بھی اظہار ہے کہ اپنے سے چھوٹے کی تعظیم و خدمت میں بھی انھیں تامل نہیں تھا۔ ② صحابۂ کرام ﷡ کا باہمی تعلق برادرانہ' دوستانہ اور مخلصانہ تھا اور اس کی اصل بنیاد نبیٔ اکرم ﷺ سے عقیدت و وابستگی تھی، گویا وہ

[345] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب في حسن صحبة الأنصار ﷡، حديث:2513.

﴿رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ کی عملی تفسیر تھے۔③ دوسروں کی خدمت کا جذبہ نہایت قابل قدر چیز ہے۔ اسی طرح بزرگوں کے خادمین کی بھی تکریم کرنی چاہیے۔

[٤٣] بَابُ إِكْرَامِ أَهْلِ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَبَيَانِ فَضْلِهِمْ

باب:43-رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کی تکریم اور ان کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ [الأحزاب: ٣٣]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت! وہ تم سے گندگی دور کر دے اور تمھیں خوب پاک کر دے۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ [الحج: ٣٢].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جو شخص اللہ کی (عظمت کی) نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔''

[٣٤٦] وَعَنْ يَزِيدَ بْنِ حَيَّانَ قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَبْرَةَ، وَعَمْرُو بْنُ مُسْلِمٍ إِلَى زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ. فَلَمَّا جَلَسْنَا إِلَيْهِ قَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: لَقَدْ لَقِيتَ يَا زَيْدُ! خَيْرًا كَثِيرًا، رَأَيْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، وَسَمِعْتَ حَدِيثَهُ، وَغَزَوْتَ مَعَهُ، وَصَلَّيْتَ خَلْفَهُ: لَقَدْ لَقِيتَ يَا زَيْدُ! خَيْرًا كَثِيرًا، حَدِّثْنَا يَا زَيْدُ! مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ: يَا ابْنَ أَخِي! وَاللهِ! لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّي، وَقَدُمَ عَهْدِي، وَنَسِيتُ بَعْضَ الَّذِي كُنْتُ أَعِي مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَمَا حَدَّثْتُكُمْ فَاقْبَلُوا، وَمَا لَا فَلَا تُكَلِّفُونِيهِ، ثُمَّ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمًا فِينَا خَطِيبًا بِمَاءٍ يُدْعَى خُمًّا، بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، فَحَمِدَ اللهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَوَعَظَ، وَذَكَّرَ، ثُمَّ قَالَ: **«أَمَّا بَعْدُ! أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، يُوشِكُ**

[346] یزید بن حیان کہتے ہیں کہ میں، حصین بن سبرہ اور عمرو بن مسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ جب ہم ان کے پاس بیٹھ گئے تو ان سے (ہمارے ایک ساتھی) حصین نے کہا: آپ نے تو بہت بھلائی پائی ہے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، (آپ کی زبان مبارک سے) آپ کی باتیں سنیں، آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا اور آپ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ یقیناً اے زید! آپ نے بہت بھلائی پائی ہے۔ اے زید! ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات سنائیں جو آپ نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنی۔ حضرت زید نے فرمایا: بھتیجے! (اب) میں سن وسال کے اعتبار سے بوڑھا ہو گیا ہوں، نبی ﷺ کے ساتھ گزرا ہوا زمانہ بھی کافی بیت گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بعض باتیں بھی میں بھول گیا ہوں جو مجھے یاد تھیں۔ چنانچہ جو باتیں میں تمھارے سامنے بیان کروں، انھیں قبول کرو اور جو بیان نہ کروں اس کی مجھے

[346] صحيح مسلم، فضائل الصحابة رضي الله عنهم، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه، حديث:2408.

أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ، فِيهِ الْهُدٰى وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ، وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ». فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللهِ، وَرَغَّبَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: «وَأَهْلُ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي». فَقَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: وَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ؟ يَا زَيْدُ! أَلَيْسَ نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ؟ قَالَ: نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَلٰكِنْ أَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ، قَالَ: وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ: هُمْ آلُ عَلِيٍّ، وَآلُ عَقِيلٍ، وَآلُ جَعْفَرٍ، وَآلُ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُلُّ هٰؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تکلیف مت دینا۔ (یعنی مجبور نہ کرنا۔) پھر فرمایا: ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مکے اور مدینے کے درمیان پانی کے ایک چشمے پر خطبہ دیا جسے خُم کہا جاتا تھا۔ سب سے پہلے آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور وعظ و نصیحت کی' پھر فرمایا: ''امابعد! سنو! اے لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں' قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد میرے پاس آئے اور میں اس کی دعوت قبول کرلوں (یعنی اللہ کے پاس جانے کی) میں تم میں دو بھاری چیزیں (نہایت عظیم اور مہتم بالشان) چھوڑ کر جارہا ہوں۔ ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے' تم اللہ کی کتاب کو اختیار کرو اور اسے مضبوطی سے پکڑو۔'' پس نبی ﷺ نے اللہ کی کتاب پر عمل کرنے پر ابھارا اور اس کی ترغیب دی۔ پھر فرمایا: ''اور (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں' میں تمھیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دہانی کراتا ہوں' اپنے گھرانے کی بابت تمھیں اللہ سے ڈراتا ہوں۔'' حصین نے ان سے کہا: اے زید! آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: (یقیناً) آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن یہاں (اس سے مراد) آپ کے وہ اہل بیت ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ حصین نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ حضرت زید نے جواب دیا: وہ آل علی' آل عقیل' آل جعفر اور آل عباس (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ حصین نے کہا: ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: «أَلَا! وَإِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَحَدُهُمَا كِتَابُ اللهِ وَهُوَ حَبْلُ اللهِ، مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدٰى، وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلٰى ضَلَالَةٍ».

ایک اور روایت میں ہے: ''سنو! میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جارہا ہوں: ایک ان میں سے اللہ کی کتاب ہے' اور وہ (اللہ تک پہنچنے کے لیے) اللہ کی رسی ہے۔ جو اس کی پیروی کرے گا' ہدایت پر ہوگا اور جو اس کو چھوڑ دے گا وہ

گمراہی پر ہوگا۔“

فوائد ومسائل: ① اس میں نبی ﷺ کی بشریت کا اور تمام انسانوں کی طرح آپ پر موت کے وارد ہونے کا اثبات ہے۔ ② اللہ کی کتاب کے ساتھ تمسک اور اہل بیت کی عزت وتکریم کی تاکید ہے۔ ③ اہل بیت نبوی دو قسم کے ہیں: ایک ازواج مطہرات جو نص قرآنی سے ثابت ہیں۔ (اس کی ضروری تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی تفسیر ''احسن البیان'' سورۂ احزاب آیت 33 کا حاشیہ) اور دوسرے وہ ہیں جن کو نبی ﷺ سے خاندانی قرابت ہے۔ ان میں بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں۔ جن میں آل علی، آل عقیل، آل جعفر، آل عباس اور آل حارث شامل ہیں۔ اس دوسری قسم پر صدقہ حرام ہے۔ بعض اہل علم نے اس صدقے سے صدقہ واجبہ، یعنی زکاۃ مراد لی ہے، اس لیے وہ دوسرے صدقات کو ان کے لیے جائز سمجھتے ہیں، جب کہ جمہور علماء دونوں قسم کے صدقات کو ان پر حرام قرار دیتے ہیں، اس لیے کہ نبی ﷺ نے کسی ایک صدقے کی تخصیص نہیں کی ہے، بلکہ مطلقاً صدقے کو آل محمد کے لیے حرام کہا ہے، جس میں دونوں قسم کے صدقے شامل ہیں۔ یہی مسلک راجح ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فقه السنه، كتاب الزكاة) ④ انسان کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو بھول جاتا ہے، جو کبھی نہیں بھولتا وہ اللہ ہے۔ ⑤ بعض احادیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد قرآن کے ساتھ سنت کو چھوڑ کر جانے کا ہے مگر یہاں قرآن کے ساتھ اہل بیت، کا ذکر ہے۔ دونوں باتیں بجا ہیں۔ مطلب یہ کہ قرآن کے ساتھ سنت کے احکام بجا لاؤ اور اہل بیت ازواج مطہرات اور آل رسول کی عزت کرو۔ ان کے حقوق کا خاص خیال رکھو۔

راویٔ حدیث: [حضرت یزید بن حیان رحمہ اللہ] یزید بن حیان تیمی، کوفی ہیں۔ صحابی نہیں بلکہ اوسط تابعین میں سے ہیں۔ اصحاب صحاح ستہ امام مسلم، ابوداود اور ابوعبدالرحمٰن نسائی رحمہ اللہ ان سے روایات بیان کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: یزید بن حیان چوتھے طبقے کے ثقہ راوی ہیں۔

[٣٤٧] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَوْقُوفًا عَلَيْهِ، أَنَّهُ قَالَ: أُرْقُبُوا مُحَمَّدًا ﷺ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[347] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں، جو انھی پر موقوف ہے کہ تم حضرت محمد ﷺ کا، ان کے اہل بیت کے بارے میں خیال رکھو۔ (بخاری)

مَعْنٰى [أُرْقُبُوا]: رَاعُوهُ وَاحْتَرِمُوهُ وَأَكْرِمُوهُ، وَاللهُ أَعْلَمُ.

اُرْقُبُوا کے معنی ہیں: ان کا خیال رکھو اور احترام واکرام کرو۔ واللّٰہ أعلم.

فوائد ومسائل: ① اس میں اہل بیت نبوی کی محبت اور ان کی عزت وتوقیر کو نبیٔ اکرم ﷺ کے احترام ووقار کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے، یعنی جو اہل بیت کی عزت کرے گا، وہ گویا نبیٔ اکرم ﷺ کی قدر ومنزلت کرنے والا شمار ہوگا، اس کے برعکس جو دل، عظمت اہل بیت سے خالی ہے، وہ دل احترام نبوت سے بھی خالی ہے۔ ② محبت وتعظیم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انھیں معصوم مانا جائے اور ان کی شان میں افراط وغلو کیا جائے جیسا کہ اہل تشیع کا رویہ ہے، بلکہ ان کے سارے دین کی

[347] صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ...... حديث:3713.

بنیاد ہی افراط و غلو اور ائمۂ اہل بیت کی معصومیت پر ہے، حالانکہ محبت و تعظیم کا مطلب ان کی سیرت و کردار کے تابندہ نقوش کو اپنانا اور ان کی صالحیت و تقوائے الٰہی کی وجہ سے ان کی محبت و عظمت کو اپنے دل میں رکھنا ہے، نہ کہ ایک مخصوص خاندان کے چند افراد کے ساتھ جذباتی وابستگی رکھنا اور ان کی شان میں غلو کرنا۔

[٤٤] بَابُ تَوْقِيرِ الْعُلَمَاءِ وَالْكِبَارِ وَأَهْلِ الْفَضْلِ وَتَقْدِيمِهِمْ عَلَى غَيْرِهِمْ، وَرَفْعِ مَجَالِسِهِمْ، وَإِظْهَارِ مَرْتَبَتِهِمْ

باب:44- علماء، بڑے لوگوں اور اصحاب فضل کی تعظیم اور انھیں اوروں پر برتری دینے، ان کی مجالس کی قدر و منزلت بڑھانے اور ان کے مرتبے کو نمایاں کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي ٱلَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُوْلُوا ٱلْأَلْبَٰبِ﴾ [الزمر: ٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے پیغمبر! کہہ دیجیے: کیا وہ لوگ جو علم رکھتے اور وہ جو علم نہیں رکھتے، برابر ہو سکتے ہیں۔ نصیحت تو صرف اہل دانش ہی حاصل کرتے ہیں۔“

[٣٤٨] وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْبَدْرِيِّ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً، فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً، فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً؛ فَأَقْدَمُهُمْ سِنًّا، وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ، وَلَا يَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[348] حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو بدری انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگوں کی امامت وہ کرائے جو ان میں کتاب اللہ کو سب سے اچھا پڑھنے والا ہو۔ اگر قراءت میں وہ سب برابر ہوں تو پھر مستحق امامت وہ ہے جو سنت کا علم سب سے زیادہ رکھنے والا ہو۔ اگر سنت کے علم میں سب برابر ہوں تو پھر وہ جس نے ہجرت سب سے پہلے کی ہو۔ اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو پھر جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔ اور کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے غلبے والی جگہ میں امامت نہ کرائے (الا یہ کہ وہ موجود نہ ہو یا وہ اجازت دے دے) اور اس کے گھر میں اس کی مخصوص عزت والی جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔“ (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: «فَأَقْدَمُهُمْ سِلْمًا»، بَدَلَ «سِنًّا»: أَوْ إِسْلَامًا.

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں بڑی عمر والے کی جگہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے کا ذکر ہے۔

[348] صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟، حديث:673.

وَفِي رِوَايَةٍ: «يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، وَأَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً، فَإِنْ كَانَتْ قِرَاءَتُهُمْ سَوَاءً، فَيَؤُمُّهُمْ أَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً، فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ سِنًّا».

اور ایک روایت میں ہے: ''لوگوں کی امامت وہ کرائے جو کتاب اللہ کا سب سے اچھا قاری اور اس میں سب سے زیادہ ماہر ہو۔ اگر قراءت میں سب برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرائے جو ہجرت میں قدیم تر ہو۔ اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرائے جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔''

وَالْمُرَادُ [بِسُلْطَانِهِ]: مَحَلُّ وَلَايَتِهِ، أَوِ الْمَوْضِعُ الَّذِي يَخْتَصُّ بِهِ وَ[تَكْرِمَتُهُ]: بِفَتْحِ التَّاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ: وَهِيَ مَا يَنْفَرِدُ بِهِ مِنْ فِرَاشٍ وَّسَرِيرٍ وَّنَحْوِهِمَا.

سُلْطَانِه سے مراد اس کے غلبہ وتسلط اور حکمرانی کا علاقہ یا وہ جگہ ہے جو اس کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور تَكْرِمَتِه کے ''تا'' پر زبر اور ''را'' کے نیچے زیر ہے۔ کسی انسان کا مخصوص بستر، چارپائی اور ان جیسی ہی کوئی چیز۔

فوائد ومسائل: ① اس میں درجہ بدرجہ مستحقین امامت کا بیان ہے۔ ان میں سب سے مقدم قرآن کا اچھا قاری اور اس کا ماہر ہے، بشرطیکہ وہ عامل اور متقی بھی ہو، آج کل کے قاریوں کی طرح بے عمل نہ ہو، جیسا کہ دوسری روایات میں اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بنانے کا حکم دیا گیا ہے...... ہمارے دور میں قاریوں کی تو بہتات ہے، ایک سے ایک بڑھ کر ہے لیکن عمل وتقویٰ سے ان کی اکثریت کا دامن خالی ہے۔ بہرحال جہاں اس شرط کے مطابق اچھا قاری ہوگا، وہ امامت کا اولین مستحق ہوگا اور عالم کا درجہ بھی اس کے بعد ہی ہوگا۔ ② اچھی قراءت سے مراد تکلف وتصنع نہیں جس کا نمونہ مصری قاریوں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں میں ملتا ہے، بلکہ حسن صوت، تجوید اور ترتیل سے پڑھنا ہے جس کا عمدہ نمونہ سعودی عرب بالخصوص حرمین شریفین کے ائمہ حضرات کے لہجے میں ملتا ہے جس میں رقت، خلوص اور سوز ہے۔ زَادَهُمُ اللهُ شَرَفًا وَّتَعْظِيمًا. ③ علاقے کا حاکم مجاز، اعلیٰ افسر اور حکمران، یہ اپنے ماتحت علاقوں میں امامت کے مستحق ہیں، جیسے قرون اولیٰ میں یہی حاکمان مجاز لوگوں کے فیصلے کرنے اور علاقے کا انتظام کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو مسجدوں میں نماز بھی پڑھایا کرتے تھے۔ آج کل بدقسمتی سے اسلامی ملکوں کی بالادست سوسائٹی میں بے عملی اور بدعملی عام ہے اور اختیار واقتدار سے بہرہ ور حکمران اور ان کے ماتحت ساری بیوروکریسی نماز جیسے فریضے سے ویسے ہی غافل ہے۔ فَإِلَى اللهِ الْمُشْتَكٰى. ④ کسی کے گھر، دفتر یا ادارے میں آدمی جائے تو صاحب خانہ کی مخصوص جگہ پر بیٹھنے سے گریز کرے، اِلّا یہ کہ وہ خود اس کی اجازت دے۔ اسی طرح کسی عالم کے منبر یا مصلائے امامت پر بیٹھنے سے گریز کیا جائے۔

[٣٤٩] وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلَاةِ وَيَقُولُ: «اِسْتَوُوا وَلَا تَخْتَلِفُوا، فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ، لِيَلِنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهٰى، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ

[349] حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں (یعنی شروع کرتے وقت) ہمارے کندھوں کو چھوتے اور فرماتے: ''برابر ہو جاؤ اور اختلاف نہ کرو، اس طرح تمھارے دل (آپس میں) مختلف ہو جائیں

[349] صحيح مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها...... حديث: 432.

يَلُونَهُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

گے۔ میرے قریب تم میں سے وہ لوگ (کھڑے) ہوں جو سمجھ دار اور عقلمند ہوں' پھر وہ جو (عقل وفہم میں) ان سے قریب ہوں' پھر وہ جوان سے قریب ہوں۔'' (مسلم)

وَقَوْلُهُ ﷺ: [لِيَلِنِي]: هُوَ بِتَخْفِيفِ النُّونِ وَلَيْسَ قَبْلَهَا يَاءٌ، وَرُوِيَ بِتَشْدِيدِ النُّونِ مَعَ يَاءٍ قَبْلَهَا. وَ[النُّهَى]: الْعُقُولُ: وَ[أُولُو الْأَحْلَامِ]: هُمُ الْبَالِغُونَ، وَقِيلَ: أَهْلُ الْحِلْمِ وَالْفَضْلِ.

لِيَلِنِي: تخفیف ''نون'' کے ساتھ اور اس سے پہلے ''یا'' بھی نہیں۔ اور یہ لِيَلِيَنِّي بھی مروی ہے' یعنی ''نون'' مشدد اور اس سے ماقبل ''یا''۔ نُہی، نُهْيَةٌ کی جمع ہے: عقل۔ اور أُولُو الْأَحْلَامِ سے مراد بالغ ہیں۔ اور بعض کے نزدیک اہل حلم وفضل۔

فوائد ومسائل: ① اس میں ایک تو صف بندی کی تاکید ہے اور اس کا آپ ﷺ اتنا اہتمام فرماتے کہ نمازیوں کے کندھے پکڑ پکڑ کر صفیں درست کرواتے۔ ② آپ نے صف بندی سے اعراض اور گریز کو باہمی اختلاف کا ذریعہ اور باعث قرار دیا۔ افسوس ہے کہ پیغمبر اسلام نے تو اس مسئلے کو اتنی اہمیت دی اور آج ان کے نام لیوا صفیں درست کرنے پر سیخ پا ہو جاتے ہیں اور بعض تو مسجد چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں کہ میں کہاں ان لوگوں کی مسجد میں آ گیا' جہاں پیر کے ساتھ پیر ملانے کی کوشش کی جاتی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اکثر علماء سرے سے صف بندی کا مسئلہ بیان ہی نہیں کرتے اور وہ بیان بھی کس طرح کریں کہ ان کی مسجدوں میں تو فاصلہ چھوڑ چھوڑ کر کھڑے ہونے کا رواج ہے جو سنت نبوی کے یکسر خلاف ہے۔ ③ امام کے قریب سمجھ دار لوگوں کو کھڑا ہونا چاہیے اور پھر درجہ بدرجہ۔ جو لوگ جماعت اور نماز کے آداب سے ناواقف ہوں انھیں امام کے قریب کھڑے ہونے سے گریز کرنا چاہیے۔ اس کی وجہ، جیسے کہ آئندہ باب میں ہے، یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر امام کی نیابت کی ضرورت پیش آئے تو پریشانی نہ ہو۔

[٣٥٠] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لِيَلِنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ» ثَلَاثًا «وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[350] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے میرے قریب (نماز میں) وہ لوگ کھڑے ہوں جو متحمل مزاج اور عقل مند ہوں' پھر وہ جوان سے قریب ہوں۔'' تین مرتبہ آپ نے یہ فرمایا' (پھر فرمایا:) ''بازاروں کے شور وغل اور لڑائی جھگڑوں سے بچو۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① آخری جملے سے مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں اور نمازی کے پاس شور وغل اور لڑائی جھگڑا نہایت ناپسندیدہ فعل ہے جس سے اجتناب ضروری ہے' تاہم اس کا یہ مطلب نہیں کہ بچوں کو مسجد میں آنے سے روکا جائے۔ ② مسجد میں بازار کی طرح شور وغل اور بے لگام گفتگو سے اجتناب کرنا چاہیے۔

[350] صحيح مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها......، حديث: (123)-432.

[۳۵۱] وَعَنْ أَبِي يَحْيٰى وَقِيلَ: أَبِي مُحَمَّدٍ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ - بِفَتْحِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَإِسْكَانِ الثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ - الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: انْطَلَقَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُودٍ إِلٰى خَيْبَرَ، وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ. فَتَفَرَّقَا، فَأَتٰى مُحَيِّصَةُ إِلٰى عَبْدِ اللهِ بْنِ سَهْلٍ وَهُوَ يَتَشَحَّطُ فِي دَمِهِ قَتِيلًا، فَدَفَنَهُ، ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِينَةَ، فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ وَحُوَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُودٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَذَهَبَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ يَتَكَلَّمُ، فَقَالَ: «كَبِّرْ كَبِّرْ»، وَهُوَ أَحْدَثُ الْقَوْمِ، فَسَكَتَ، فَتَكَلَّمَا، فَقَالَ: «أَتَحْلِفُونَ وَتَسْتَحِقُّونَ قَاتِلَكُمْ؟» وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[351] حضرت ابو یحییٰ اور بعض کے نزدیک ابو محمد سہل بن ابی حثمہ (حا پر زبر اور ثا ساکن) انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ اور محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خیبر کی طرف گئے (جہاں یہود آباد تھے)۔ اور ان دنوں (ان کی مسلمانوں سے) صلح تھی۔ پھر (وہاں پہنچ کر اپنی اپنی ضرورت کے مطابق) دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ حضرت محیصہ، عبداللہ بن سہل کے پاس آئے (تو دیکھا کہ) انھیں قتل کر دیا گیا ہے اور وہ خون میں لت پت تڑپ رہے ہیں، چنانچہ انھوں نے انھیں دفن کیا، پھر مدینہ آئے اور عبدالرحمٰن بن سہل اور محیصہ وحویصہ، حضرت مسعود کے بیٹے، تینوں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عبدالرحمٰن گفتگو کرنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بڑا آدمی بات کرے، بڑا آدمی بات کرے۔'' اور عبدالرحمٰن ان تینوں میں سب سے نوعمر تھے۔ چنانچہ وہ خاموش ہو گئے اور حضرت مسعود رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹوں نے گفتگو کی (یہ دونوں عبدالرحمٰن اور عبداللہ، مقتول کے چچا زاد بھائی تھے۔) آپ ﷺ نے (سارا واقعہ سن کر) فرمایا: ''کیا تم قسم کھاتے ہو اور اپنے (بھائی کے) قاتل سے حق مانگتے ہو؟'' اور مکمل حدیث ذکر کی۔ (بخاری ومسلم)

وَقَوْلُهُ ﷺ: [كَبِّرْ كَبِّرْ]، مَعْنَاهُ: يَتَكَلَّمُ الْأَكْبَرُ.

كَبِّرْ كَبِّرْ کے معنی ہیں: بڑا آدمی گفتگو کرے۔

فوائد ومسائل: ① مصنف (امام نووی رحمہ اللہ) نے یہاں حدیث کا صرف وہ حصہ نقل کیا ہے جو باب سے متعلق تھا، یعنی مجلس میں گفتگو کا اولین حق بڑے آدمی کا ہے۔ لیکن یہ اسی صورت میں ہے جب فضل وشرف اور عقل وفہم میں سب مساوی ہوں، ورنہ شرف وفضل میں ممتاز آدمی گفتگو کا اہل ہوگا۔ ② اس میں قسامت کا بیان ہے۔ قسامت کا طریقہ اسلام سے قبل جاہلیت میں رائج تھا، اسلام نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی علاقے میں کوئی شخص قتل کیا ہوا پایا جائے لیکن قاتل معلوم نہ ہو تو اس صورت میں مقتول کے ورثاء میں سے پچاس آدمی یا چند آدمی پچاس قسمیں کھا کر یہ کہہ

[351] صحيح البخاري، الجزية والموادعة، باب الموادعة والمصالحة مع المشركين بالمال وغيره، حديث: 3173، وصحيح مسلم، القسامة والمحاربين، باب القسامة، حديث: 1669.

دیں کہ اسی علاقے کے کسی آدمی نے اسے قتل کیا ہے تو اہل علاقہ کو اس کی دیت ادا کرنی پڑے گی۔ اور اگر وہ مدعی علیہم قسمیں کھا کر یہ کہہ دیں کہ ہمارے علاقے کے کسی آدمی نے قتل نہیں کیا ہے تو وہ بھی دیت کی ادائیگی سے بچ جائیں گے اور اس صورت میں اولیائے مقتول کو دیت کی ادائیگی بیت المال سے کی جائے گی۔ چنانچہ اس واقعۂ حدیث میں بھی یہی ہوا کہ جب نبی ﷺ نے مقتول کے بھائیوں سے قسم کھانے کے لیے کہا تو انھوں نے یقینی علم نہ ہونے کی وجہ سے قسمیں کھانے سے انکار کر دیا اور نبی ﷺ نے اہل خیبر سے بھی قسمیں نہیں اٹھوائیں کیونکہ ان کے یہودی ہونے کی وجہ سے اولیائے مقتول کو ان کی قسموں پر اعتبار نہیں تھا۔ چنانچہ اس کی دیت آپ نے خود ادا فرمائی۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابومحمد سہل بن ابی حثمہ ؓ] یہ انصاری، خزرجی اور مدنی ہیں۔ صغار صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس دارِ فانی سے جب رحلت فرما گئے تو اس وقت ان کی عمر 8 سال تھی۔ 3 ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کا شمار اہل مدینہ میں ہوتا ہے۔ اگرچہ کوفہ کو اپنا مسکن بنائے ہوئے تھے لیکن حضرت مصعب بن زبیر کے دور میں مدینہ میں فوت ہوئے۔ نبی ﷺ کے فرامین کو دل میں جگہ دی اور بیشتر احادیث یاد کیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ کی 125 احادیث کے راوی ہیں۔

[٣٥٢] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ، يَعْنِي فِي الْقَبْرِ، ثُمَّ يَقُولُ: «أَيُّهُمَا أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟» فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[352] حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ غزوۂ احد کے شہداء میں سے دو (دو) آدمیوں کو ایک (ایک) قبر میں اکٹھا دفن فرماتے، اس وقت پوچھتے: ''ان میں سے کسے قرآن زیادہ یاد تھا؟'' جب آپ کو ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کر کے بتلایا جاتا تو آپ قبر میں پہلے اسے اتارتے (یا اسے جانب قبلہ آگے رکھتے)۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① لحد، وہ قبر ہوتی ہے جو وسط قبر سے ایک جانب بنائی جائے۔ اور جو قبر سیدھی ہوتی ہے جیسا کہ عام قبریں ہوتی ہیں، اسے شق کہا جاتا ہے۔ ② اس میں حافظ قرآن کی ترجیح اور فضیلت کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح اہل علم، اہل زہد و تقویٰ اور دیگر اہل شرف و فضل کو مقدم رکھا جائے گا۔ (فتح الباري) ③ دنیاوی عزت و جاہ اسی دنیا کی زندگی میں ہوتی ہے اور قرآن اور دین کی وجہ سے ملنے والی عزت فوت ہونے کے بعد بھی برقرار رہتی ہے۔

[٣٥٣] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «أَرَانِي فِي الْمَنَامِ أَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ، فَجَاءَنِي رَجُلَانِ، أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ،

[353] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں۔ چنانچہ میرے پاس دو آدمی آئے،

[352] صحيح البخاري، الجنائز، باب الصلاة على الشهيد، حديث:1343.

[353] صحيح البخاري، الوضوء، باب دفع السواك إلى الأكبر، حديث:246. وصحيح مسلم، الرؤيا، باب رؤيا النبي ﷺ، حديث:2271.

فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْأَصْغَرَ، فَقِيلَ لِي: كَبِّرْ، فَدَفَعْتُهُ إِلَى الْأَكْبَرِ مِنْهُمَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ مُسْنَدًا وَالْبُخَارِيُّ تَعْلِيقًا.

ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ میں نے مسواک چھوٹے کو دے دی تو مجھے کہا گیا: بڑے کو دیں۔ تو میں نے وہ ان میں سے بڑے کو دے دی۔'' (اسے مسلم نے مسند اور بخاری نے معلق بیان کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① مسند حدیث وہ ہوتی جس میں سلسلۂ سند کے تمام راوی مذکور ہوں۔ اور معلق وہ ہے جس میں سند کے اولین ایک دو راوی یا اس سے زیادہ یا سارے ہی راوی حذف کر دیے گئے ہوں۔ گویا بخاری میں اسے بغیر سند کے (تعلیقاً) ذکر کیا گیا ہے۔ ② اس سے ایک مسئلہ تو یہ معلوم ہوا کہ اجازت کے ساتھ ایک شخص کی مسواک دوسرا شخص کر سکتا ہے۔ دوسرا وہی کہ ہر معاملے میں پہلے بڑے کو مقدم کیا جائے گا' الا یہ کہ کسی چھوٹے میں کوئی وجہ فضیلت و امتیاز موجود ہو۔ ③ انبیاء کے خواب بھی ایک طرح کی وحی ہوتی ہے اور ان میں بیان کیے گئے احکام' شرعی احکام کا درجہ رکھتے ہیں۔

[٣٥٤] وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللهِ تَعَالَى إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ، وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ، وَالْجَافِي عَنْهُ، وَإِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ». حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[354] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سفید ریش (بزرگ) مسلمان' حامل قرآن (حافظ' قاری اور عالم) کی' جو قرآن کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے والا ہو نہ اس سے اعراض و بے وفائی کرنے والا' اور منصف بادشاہ کی عزت کرنا' اللہ کی عزت کرنے کے ہم معنی ہے۔'' (یہ حدیث حسن ہے۔ اسے ابوداود نے روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① بزرگ سے مراد وہ مسلمان شخص ہے جو بوڑھا اور پاکباز ہو۔ ② حامل قرآن میں' قرآن کا حافظ' قاری اور عالم سب آ جاتے ہیں بشرطیکہ وہ قرآن میں غلو کرنے والے نہ ہوں' یعنی اس پر عمل کرنے میں تشدد کرنے اور اس کے مشتبہات سے اپنی فکری و اعتقادی کجیوں پر تاویلات کے گورکھ دھندے کے ذریعے سے پردہ ڈالنے والے نہ ہوں۔ اسی طرح قرآن پر عمل اور اس کی تلاوت سے اعراض و گریز کرنے والے نہ ہوں۔ ③ عدل و انصاف کرنے والے حکمران اور بادشاہ کی تکریم بھی واجب ہے۔ ان تینوں کی عزت کرنے کا حکم اللہ کی طرف سے ہے' اس لیے ان کی عزت ایسے ہی ہے جیسے اللہ کی عزت کرنی ہے۔

[٣٥٥] وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا، وَيَعْرِفْ شَرَفَ

[355] حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ اپنے باپ (شعیب) سے اور وہ اپنے دادا (عبداللہ) سے روایت کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کا تعلق ہم (مسلمانوں)

[354] سنن أبي داود، الأدب، باب في تنزيل الناس منازلهم، حديث:4843.

[355] سنن أبي داود، الأدب، باب في الرحمة ، حديث:4943، و جامع الترمذي، البر والصلة...... باب ما جاء في رحمة الصبيان، حديث:1920.

كَبِيرَنَا». حَدِيثٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

سے نہیں جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑے کے شرف وفضل کو نہیں پہچانتا۔'' (یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

وَفِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ: «حَقَّ كَبِيرِنَا».

ابوداود کی روایت میں ہے: ''ہمارے بڑے کے حق کو نہیں پہچانتا۔''

فوائد ومسائل: ① ''ہم میں سے نہیں۔'' کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے طریقے پر نہیں' یا ہمارے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور جس سے رسول اکرم ﷺ لاتعلقی کا اظہار فرمائیں اس سے بڑا بدنصیب اور کون ہوسکتا ہے؟ ② چھوٹوں پر رحم کرنے کا مطلب ان کے ساتھ شفقت واحسان کا معاملہ کرنا ہے' اسی طرح چھوٹوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے سے بڑے اور اصحاب علم وفضل کی تعظیم بجالائیں اور ان کا احترام کریں۔

[٣٥٦] وَعَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَبِيبٍ رَحِمَهُ اللهُ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، مَرَّ بِهَا سَائِلٌ، فَأَعْطَتْهُ كِسْرَةً، وَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَهَيْئَةٌ، فَأَقْعَدَتْهُ، فَأَكَلَ فَقِيلَ لَهَا فِي ذٰلِكَ؟ فَقَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، لٰكِنْ قَالَ: مَيْمُونٌ لَمْ يُدْرِكْ عَائِشَةَ.

[356] میمون بن ابی شبیب ؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ ؓ کے پاس سے ایک سائل گزرا' آپ نے اسے روٹی کا ایک ٹکڑا دیا۔ ایک اور آدمی گزرا جس پر (اچھے) کپڑے اور (اچھی) حالت تھی۔ آپ نے اسے بٹھایا (اور کھلایا) چنانچہ اس نے کھایا۔ حضرت عائشہ سے اس کی بابت پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کو ان کے مرتبوں پر اتارو (ان کی حیثیت کے موافق ان سے سلوک کرو)۔'' (اسے ابوداود نے روایت کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ میمون نے حضرت عائشہ کو نہیں پایا۔)

وَقَدْ ذَكَرَهُ مُسْلِمٌ فِي أَوَّلِ صَحِيحِهِ تَعْلِيقًا، فَقَالَ: وَذُكِرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، أَنْ نُنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ. وَذَكَرَهُ الْحَاكِمُ أَبُو عَبْدِاللهِ فِي كِتَابِهِ [مَعْرِفَةُ عُلُومِ الْحَدِيثِ]. وَلَمْ يَذْكُرْ لَهُ سَنَدًا، وَقَالَ: هُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

امام مسلم نے اسے اپنی صحیح کے شروع میں تعلیقاً ذکر کیا ہے اور کہا ہے حضرت عائشہ سے مذکور ہے' انھوں نے کہا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم لوگوں کو ان کے مرتبوں پر اتاریں۔ اور اسے امام حاکم ابوعبداللہ نے اپنی کتاب ''معرفۃ علوم الحدیث'' میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند ذکر نہیں کی اور کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

[356] ضعيف۔ سنن أبي داود، الأدب، باب في تنزيل الناس منازلهم، حديث:4842.

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے' تاہم لوگوں کے مراتب اور ان کے مقام و منصب کی رعایت اور اس کے مطابق ان کے ساتھ سلوک کرنے کی تاکید دیگر صحیح احادیث میں وارد ہے۔ کسی عالی مرتبت کو اس کے مقام سے نہ گراؤ اور نہ کسی فروتر مقام والے کو بلند تر مقام پر فائز کرو۔ ہر ایک کو اس کی حیثیت کے مطابق مقام دو۔ بصورت دیگر بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

راویٔ حدیث: [حضرت میمون بن ابی شبیب رحمہ اللہ] ابونصر میمون بن ابی شبیب ربعی' کوفی۔ طبقۂ ثالثہ کے تابعی ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان کے متعلق تقریب التہذیب میں رقمطراز ہیں: ''صدوق'' ہیں اور کثرت سے مرسل روایات بیان کرتے ہیں۔ قصۂ جماجم میں 83 ہجری کو فوت ہوئے۔

[٣٥٧] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ، فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ أَخِيهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ، وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِينَ يُدْنِيهِمْ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهِ، كُهُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّانًا، فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ أَخِيهِ: يَاابْنَ أَخِي! لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الْأَمِيرِ، فَاسْتَأْذِنْ لِي عَلَيْهِ، فَاسْتَأْذَنَ لَهُ، فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ: هِيَ، يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! فَوَاللهِ! مَا تُعْطِينَا الْجَزْلَ، وَلَا تَحْكُمُ فِينَا بِالْعَدْلِ، فَغَضِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، حَتّٰى هَمَّ أَنْ يُوقِعَ بِهِ، فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهِ ﷺ: ﴿خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَٰهِلِينَ﴾ [الأعراف: ١٩٩] وَإِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِينَ، وَاللهِ! مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِينَ تَلَاهَا عَلَيْهِ، وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللهِ تَعَالٰى. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[357] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصین (مدینہ) آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس ٹھہرے۔ اور حر ان لوگوں میں سے تھے جنھیں حضرت عمر اپنے قریب جگہ دیتے تھے۔ (علاوہ ازیں) قراء حضرات' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس اور ان کی مشاورتی کمیٹی کے ارکان تھے' خواہ وہ بوڑھے ہوتے یا جوان۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: اے برادرزادے! تمھیں امیر المومنین کے ہاں خاص مقام حاصل ہے' مجھے ان سے ملنے کی اجازت لے دیں۔ انھوں نے اس کے لیے اجازت مانگی۔ حضرت عمر نے انھیں اجازت دے دی۔ جب وہ اندر داخل ہوئے تو کہنے لگے: اے ابن خطاب! اللہ کی قسم! تم ہمیں زیادہ عطیے نہیں دیتے اور نہ ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتے ہو۔ حضرت عمر (یہ سن کر) غضب ناک ہو گئے' حتی کہ انھیں سزا دینے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ حر نے ان سے کہا: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے فرمایا ہے: ''عفو و درگزر اختیار کریں' نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے اعراض فرمائیں۔'' اور یہ عیینہ بھی جاہلوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم! حضرت عمر کے سامنے جب انھوں نے یہ آیت تلاوت کی تو انھوں نے اس سے تجاوز نہیں کیا (یعنی اس پر عمل کیا)۔ اور وہ اللہ کی کتاب کے حکم پر بہت ٹھہر جانے

[357] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ......﴾، حديث: 4642.

والے تھے (یعنی اسے سن کر اپنا ارادہ ختم کر دیتے اور کتاب اللہ کے حکم کو ترجیح دیتے)۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① مذکورہ روایت اس سے قبل باب الصبر، حدیث:50 میں گزر چکی ہے۔ ② یہ واقعہ اس باب میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ اس میں اہل علم و قراء حضرات کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس خاص کے اصحاب اور ارکان مشاورت ہونے کا ذکر ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ارباب اختیار و اقتدار کو چاہیے کہ وہ اپنے مشیر اور معاون ایسے لوگوں کو بنائیں جو علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں ممتاز ہوں تاکہ وہ دنیا کے عارضی مفادات سے بالا ہو کر انھیں اخلاص و دیانت سے صحیح اور صائب مشورے دیں۔ علاوہ ازیں حکمرانوں کو صبر و تحمل میں بھی ممتاز ہونا چاہیے۔

[٣٥٨] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ كُنْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ غُلَامًا، فَكُنْتُ أَحْفَظُ عَنْهُ، فَمَا يَمْنَعُنِي مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا أَنَّ هٰهُنَا رِجَالًا هُمْ أَسَنُّ مِنِّي. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[358] حضرت ابو سعید سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نو عمر بچہ تھا اور میں آپ ﷺ کی باتیں یاد کر لیتا تھا' لیکن انھیں بیان کرنے سے مجھے یہ بات روکتی تھی کہ وہاں مجھ سے زیادہ عمر والے لوگ موجود ہوتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① ابن علان نے کہا ہے کہ علمائے حدیث نے اس بات کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے کہ جب شہر میں زیادہ بڑا عالم' محدث اور صاحب شرف و فضل بزرگ ہو تو اس سے کم تر شخص حدیث بیان کرے' تاہم دوسرے علوم میں یہ بات مکروہ نہیں۔ ② استاد یا بڑے عالم کی اجازت سے شاگرد یا چھوٹا عالم بھی حدیث بیان کر سکتا ہے' نیز جس مجلس میں کوئی محدث یا زیادہ بڑا عالم ہو تو آداب کا تقاضا یہ ہے کہ اسی کے بیان پر اکتفا کیا جائے۔ ویسے کسی شہر میں کوئی حدیث سنانا یا بیان کرنا چاہے تو ہر ذی علم بیان کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ حدیث وضعی نہ ہو۔ شرعاً احادیث کے بیان میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

[٣٥٩] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا أَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا لِسِنِّهِ إِلَّا قَيَّضَ اللهُ لَهُ مَنْ يُكْرِمُهُ عِنْدَ سِنِّهِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ غَرِيبٌ.

[359] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو نوجوان کسی بوڑھے کی اس کے بڑھاپے کی وجہ سے عزت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسے اشخاص مقرر فرما دیتا ہے جو اس کے بڑھاپے میں اس کی عزت کریں گے۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث غریب ہے۔)

---

[358] صحيح البخاري، الجنائز، باب الصلاة على النفساء إذا ماتت في نفاسها، حديث:1331 مختصرًا، وصحيح مسلم، الجنائز، باب أين يقوم الإمام من الميت للصلاة عليه، حديث:(88)-964 واللفظ له.

[359] ضعيف- جامع الترمذي، البر والصلة......، باب ما جاء في إجلال الكبير......، حديث:2022.

فائدہ: یہ حدیث ضعیف ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی طرف اس کی نسبت درست نہیں، تاہم اس میں اخلاق کریمہ کی جس جزا کا بیان ہے، وہ دیگر نصوص کے اعتبار سے صحیح ہے۔

[٤٥] بَابُ زِيَارَةِ أَهْلِ الْخَيْرِ وَمُجَالَسَتِهِمْ وَصُحْبَتِهِمْ وَمَحَبَّتِهِمْ وَطَلَبِ زِيَارَتِهِمْ وَالدُّعَاءِ مِنْهُمْ وَزِيَارَةِ الْمَوَاضِعِ الْفَاضِلَةِ

باب:45- اہل خیر کی زیارت، ان کی ہم نشینی، ان کی صحبت و محبت، ان سے ملاقات کر کے ان سے دعا کرانے اور متبرک مقامات کی زیارت کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَىٰهُ لَآ أَبْرَحُ حَتَّىٰٓ أَبْلُغَ مَجْمَعَ ٱلْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا﴾ إِلٰى قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿قَالَ لَهُۥ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰٓ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾ [الْكَهْف: ٦٠-٦٦]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جب موسیٰ نے اپنے نوجوان (ساتھی) سے کہا: میں تو سفر جاری رکھوں گا، یہاں تک کہ میں دو سمندروں (بحر فارس اور بحر روم) کے ملنے کی جگہ پر پہنچ جاؤں، یا پھر میں طویل عرصے تک چلتا رہوں گا...... اللہ تعالیٰ کے اس قول تک ...... حضرت موسیٰ نے (حضرت خضر سے) کہا: کیا میں تیرے ساتھ چلوں اس شرط پر کہ تو مجھے ہدایت کی وہ باتیں سکھائے جو تجھے سکھائی گئی ہیں۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَٱصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِٱلْغَدَوٰةِ وَٱلْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ﴾ [الْكَهْف: ٢٨].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''روکے رکھ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام، وہ اس کی رضا کے طالب ہیں۔''

[٣٦٠] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ أَبُوبَكْرٍ لِعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ: اِنْطَلِقْ بِنَا إِلٰى أُمِّ أَيْمَنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، نَزُورُهَا كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَزُورُهَا، فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَيْهَا، بَكَتْ، فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيكِ؟ أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ مَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لِّرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَتْ: إِنِّي لَا أَبْكِي أَنِّي لَا أَعْلَمُ أَنَّ مَا عِنْدَ اللهِ

[360] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: آؤ ہم حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس چلیں۔ ہم ان کی زیارت کریں جس طرح رسول اللہ ﷺ ان کی زیارت کیا کرتے تھے۔ جب یہ دونوں ان کے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں۔ انھوں نے کہا: تم کیوں روتی ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے (دنیا

[360] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أم أيمن رضي الله عنها، حديث: 2454.

تَعَالٰى خَيْرٌ لِّرَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلٰكِنْ أَبْكِي أَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ، فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ، فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

سے) زیادہ بہتر ہے؟ انھوں نے جواب دیا: میں اس لیے نہیں روتی کہ مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ میں تو اس لیے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے (اپنی اس بات سے) ان دونوں کو بھی رونے پر بھڑکا دیا (مجبور کر دیا) اور وہ بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم)

فوائد ومسائل: ① حضرت ام ایمن حبشہ کی رہنے والی خاتون اور عبداللہ بن عبدالمطلب (رسول اللہ ﷺ کے والد) کی خدمت گار تھیں۔ جب آپ ﷺ کے والد عبداللہ کی وفات کے بعد آپ کی ولادت ہوئی تو حضرت ام ایمن نے بھی آپ کی پرورش اور نگہداشت میں خوب حصہ لیا۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد فرما دیا اور پھر ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کروا دیا۔ ② حدیث میں صالحین کی جدائی پر رونے کے جواز کے علاوہ ایسے لوگوں کی زیارت کا بھی استحباب ثابت ہوتا ہے جن کی زیارت کے لیے انسان کے دوست احباب جایا کرتے ہوں۔ علاوہ ازیں اس واقعے سے اس محبت کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو پیغمبر اسلام کے ساتھ تھی۔

[٣٦١] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «أَنَّ رَجُلًا زَارَ أَخًا لَّهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرٰى، فَأَرْصَدَ اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا، فَلَمَّا أَتٰى عَلَيْهِ، قَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ: أُرِيدُ أَخًا لِّي فِي هٰذِهِ الْقَرْيَةِ، قَالَ: هَلْ لَّكَ عَلَيْهِ مِنْ نِّعْمَةٍ تَرُبُّهَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: لَا، غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللهِ تَعَالٰى، قَالَ: فَإِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكَ، بِأَنَّ اللهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[361] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی کی زیارت کے لیے گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا جو اس کا انتظار کرتا تھا' جب وہ شخص اس کے پاس سے گزرا تو فرشتے نے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: اس بستی میں میرا بھائی رہتا ہے' اس کے پاس جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا: کیا اس کا تم پر کوئی احسان ہے جس کی وجہ سے تم یہ تکلیف اٹھا رہے ہو اور اس کا بدلہ اتارنے جا رہے ہو؟ اس نے کہا: نہیں' صرف اس لیے جا رہا ہوں کہ میں اس سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: میں تیری طرف اللہ کا فرستادہ ہوں (اور یہ بتانے کے لیے آیا ہوں کہ) اللہ تعالیٰ (بھی) تجھ سے محبت کرتا ہے

[361] صحيح مسلم، البر والصلة والآداب، باب فضل الحب في الله تعالٰى، حديث:2567.

جیسے تو اس سے صرف اللہ کے لیے محبت کرتا ہے۔'' (مسلم)

يُقَالُ: [أَرْصَدَهُ] لِكَذَا: إِذَا وَكَّلَهُ بِحِفْظِهِ. وَ[الْمَدْرَجَةُ]: بِفَتْحِ الْمِيمِ وَالرَّاءِ: اَلطَّرِيقُ. وَمَعْنَى [تَرُبُّهَا]: تَقُومُ بِهَا، وَتَسْعَى فِي صَلَاحِهَا.

أَرْصَدَهُ لِكَذَا یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اس کی حفاظت کے لیے کسی کو مقرر کرے۔ اَلْمَدْرَجَۃ ''میم'' اور ''را'' پر زبر۔ راستہ۔ اور تَرُبُّھَا کے معنی ہیں: اس کی حفاظت کرتا اور اس کی درستی کے لیے کوشش کرتا ہے۔

فائدہ: اس میں محض اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے سے ملاقات کرنے کی فضیلت کا بیان ہے لیکن یہ آج کل مفقود ہے۔ لوگ عموماً کسی غرض یا مطلب ہی سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ بے شک یہ ملنا جائز ہے مگر مذکورہ حدیث میں جو فضیلت بیان ہوئی ہے وہ محض اللہ ہی کے لیے ملاقات کرنے پر بیان ہوئی ہے۔

[٣٦٢] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ عَادَ مَرِيضًا أَوْ زَارَ أَخًا لَّهُ فِي اللهِ، نَادَاهُ مُنَادٍ: بِأَنْ طِبْتَ، وَطَابَ مَمْشَاكَ، وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَفِي بَعْضِ النُّسَخِ: غَرِيبٌ.

[362] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی بیمار کی بیمار پرسی کرے یا محض اللہ کے لیے اپنے بھائی کی زیارت کرے تو ایک پکارنے والا بہ آواز بلند کہتا ہے: تجھے مبارک ہو اور تیرا چلنا خوش گوار ہو اور تجھے جنت میں ٹھکانا نصیب ہو۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔ اور بعض نسخوں کے مطابق (کہا ہے: یہ حدیث) ''غریب'' ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی عیادت (مزاج پرسی) اور محض رضائے الٰہی کے لیے مسلمان بھائی کی زیارت کی فضیلت کا اثبات ہے۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اچھے اور نیک لوگوں کی زیارت کے لیے جانا بہت بڑا عمل ہے، اس سفر کے ایک ایک قدم پر ثواب لکھا جاتا ہے۔

[٣٦٣] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَجَلِيسِ السُّوءِ، كَحَامِلِ الْمِسْكِ، وَنَافِخِ الْكِيرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ: إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ

[363] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''نیک ساتھی کی اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے کستوری اٹھانے والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا ہو۔ چنانچہ کستوری اٹھانے والا یا تو تجھے (کستوری) عطیہ دے دے گا یا تو خود اس سے خرید لے گا۔

[362] جامع الترمذي، البر والصلة......، باب ما جاء في زيارة الإخوان، حديث:2008.

[363] صحيح البخاري، الذبائح والصيد، باب المسك، حديث:5534، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب استحباب مجالسة الصالحين......، حديث:2628.

الْكِيرِ: إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا مُنْتِنَةً». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تب بھی) یا یہ کہ تو اس سے پاکیزہ خوشبو پالے گا۔ اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا' یا پھر تو اس سے بدبودار بو پائے گا۔'' (بخاری ومسلم)

[يُحْذِيكَ]: يُعْطِيكَ.

يُحْذِيكَ کے معنی ہیں: وہ تجھے دے گا۔

فوائد ومسائل: اس میں نیکوں کی صحبت اختیار کرنے اور برے لوگوں کی ہم نشینی سے اجتناب کرنے کی تلقین کی گئی ہے کیونکہ نیک لوگوں کی صحبت میں عطر فروش کی طرح فائدہ ہی فائدہ ہے کہ ان کے ساتھ رہنے سہنے اور اٹھنے بیٹھنے سے انسان ان کے اثرات قبول کرے گا اور آہستہ آہستہ ان کے سانچے میں ڈھل جائے گا۔ ② بُروں کی صحبت بھٹی کی آگ جلانے پر مامور شخص کی طرح ہے کہ اس سے انسان کو نقصان ہی پہنچے گا' فائدہ کوئی نہیں۔ کسی شاعر کا قول ہے: لَاتَصْحَبِ الْأَرْدٰى فَتَرْدٰى ''گھٹیا لوگوں کے ساتھ نہ رہو کہ تم بھی گھٹیا بن جاؤ گے۔''

[٣٦٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[364] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عورت سے چار وجوہ کی بنا پر نکاح کیا جاتا ہے: اس کے مال کی بنا پر' اس کے خاندانی حسب ونسب کی بنا پر' اس کے حسن و جمال کی بنا پر اور اس کے دین کی بنا پر۔ چنانچہ تو دین دار عورت (سے نکاح کرنے میں کامیابی) حاصل کر' تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔'' (بخاری ومسلم)

وَمَعْنَاهُ: أَنَّ النَّاسَ يَقْصِدُونَ فِي الْعَادَةِ مِنَ الْمَرْأَةِ هٰذِهِ الْخِصَالَ الْأَرْبَعَ، فَاحْرِصْ أَنْتَ عَلٰى ذَاتِ الدِّينِ، وَاظْفَرْ بِهَا، وَاحْرِصْ عَلٰى صُحْبَتِهَا.

اس کے معنی ہیں کہ لوگ عام طور پر نکاح کرتے وقت ان چار چیزوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ تیری خواہش یہ ہونی چاہیے کہ دین دار عورت سے نکاح ہو اور اسی کی کوشش بھی ہو اور اس کی رفاقت اختیار کرنے کی خواہش بھی ہو۔

فوائد ومسائل: ① ایک دین دار عورت ہی صحیح معنوں میں نیک چلن' شوہر کی اطاعت گزار اور وفادار ہوتی ہے جس سے انسان کی زندگی بھی خوش گوار گزرتی ہے اور آئندہ نسل کی اصلاح وتربیت کے لیے بھی وہ مفید اور مؤثر ثابت ہوتی ہے جب کہ اس خوبی سے محروم دوسری تین قسم کی عورتیں انسان کے لیے بالعموم زحمت کا اور اولاد کے لیے بھی بگاڑ ہی کا باعث ہوتی ہیں' اس لیے عورت کے انتخاب میں دین کو مقدم رکھا جائے۔ ② لڑکیوں کے رشتے کرتے وقت بھی اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ لڑکا نیک ہو۔ مال ودولت کے لالچ میں بے دین کو رشتہ دینے کے بہت زیادہ مفاسد ہیں کہ دنیا

[364] صحيح البخاري، النكاح، باب الأكفاء في الدين، حديث:5090، وصحيح مسلم، الرضاع، باب استحباب نكاح ذات الدين، حديث:1466.

میں پریشانی کے ساتھ ساتھ اپنی آئندہ نسل کو بھی اپنے ہاتھوں خراب کرتا ہے۔

[٣٦٥] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِجِبْرِيلَ: «مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُورَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُورُنَا؟»، فَنَزَلَتْ: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ﴾ [مريم: ٦٤]. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[365] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے حضرت جبریل سے کہا: ''جتنا تم ہم سے اب ملتے ہو، اس سے زیادہ ملنے میں تمھارے لیے کیا رکاوٹ ہے؟'' تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ......﴾ ''ہم تمھارے رب کے حکم ہی سے اترتے ہیں (جتنا وہ چاہتا اور جب چاہتا ہے) اسی کے لیے ہے جو کچھ ہمارے آگے پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس میں نبی ﷺ کے جبریل سے ملاقات اور اس علم کے حصول کے شوق کا بیان ہے جو وحی کے ذریعے سے آپ پر نازل ہوتا تھا۔ ② فرشتوں کا مامور من اللہ ہونا، یعنی ان کا زمین پر اترنا چڑھنا یا کوئی اور کام انجام دینا، یہ سب اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ فرشتوں کے اپنے اختیار سے نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام مخلوقات اللہ کے حکم کی پابند ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کسی کا پابند نہیں۔

[٣٦٦] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا، وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ لَا بَأْسَ بِهِ.

[366] حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے، نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کسی مومن ہی کو ساتھی بناؤ۔ اور تمھارا کھانا صرف پرہیزگار ہی کھائے۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔)

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں کفار سے دوستی اور ہم نشینی کی ممانعت اور صرف اہل تقویٰ کے ساتھ دوستانہ اور برادرانہ تعلق قائم کرنے کی تاکید ہے۔ ② دعوت میں نیک اور متقی لوگوں کو بلایا جائے اور فی سبیل اللہ خرچ کرتے وقت بھی نیک نمازیوں کو منتخب کرنا چاہیے، البتہ انسانیت کے تقاضے کے مطابق کافروں کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر مسلمان اور کافر دونوں ضرورت مند ہوں تو مسلمان کو ترجیح دینا ضروری ہے۔

[٣٦٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ

[367] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، نبی ﷺ

---

[365] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ......﴾، حديث:4731.

[366] سنن أبي داود، الأدب، باب من يؤمر أن يجالس، حديث:4832، وجامع الترمذي، الزهد......، باب ما جاء في صحبة المؤمن، حديث:2395.

[367] سنن أبي داود، الأدب، باب من يؤمر أن يجالس؟، حديث:4833، وجامع الترمذي، الزهد......، باب حديث: [الرجل على دين خليله......]، حديث:2378.

النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «اَلرَّجُلُ عَلٰى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

نے فرمایا: ''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ چنانچہ تمھارا ہر آدمی یہ ضرور دیکھے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی کر رہا ہے۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: اس میں بھی دین دار لوگوں کے ساتھ ہی دوستی کرنے کی ترغیب اور غیر دین داروں سے بچنے کی تاکید ہے۔ دور حاضر میں کیونکہ عزت اور وقار کے پیمانے بدل گئے ہیں' اس لیے کئی اچھے بھلے لوگ بھی نیک اور دیندار لوگوں کی بجائے بے دین' دنیا پرست لوگوں سے دوستی لگاتے ہیں اور دین داروں سے نہ صرف اعراض بلکہ انھیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو کسی بھی اعتبار سے صحیح نہیں۔

[٣٦٨] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[368] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ اس کی محبت ہو گی۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ، قَالَ: قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اَلرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ؟ قَالَ: «اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ».

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے' حالانکہ وہ ان سے ملا نہیں (یعنی ان کے ہم رتبہ نہیں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی ان کے ساتھ ہو گا جن سے وہ محبت کرتا ہو گا۔''

فوائد و مسائل: ① اس میں اہل خیر و صلاح کے ساتھ محبت رکھنے کی فضیلت کے علاوہ اللہ کے فضل و کرم کا بھی بیان ہے کہ وہ ان سے محبت رکھنے کی وجہ سے ان سے کم مرتبہ لوگوں کو بھی بلند تر درجوں پر فائز کر کے محبوبین کے ساتھ ملا دے گا۔ ② اس میں یہ ترہیب ہے کہ برے اور بدکردار لوگوں کے ساتھ خصوصی تعلق اور محبت نہایت خطرناک ہے کہ کہیں انسان کا حشر انھی کے ساتھ نہ ہو۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

[٣٦٩] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا قَالَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟» قَالَ: حُبَّ اللهِ وَرَسُولِهِ، قَالَ: «أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ».

[369] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: قیامت کب قائم ہو گی؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟'' اس نے کہا: اللہ اور اس کے رسول سے محبت

[368] صحيح البخاري، الأدب، باب علامة الحب في الله......، حديث:6170، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب المرء مع من أحبّ، حديث:2641.

[369] صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب عمر بن الخطاب......، حديث:3688، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب المرء مع من أحبّ، حديث:2639.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

(یعنی ان کی اطاعت اور حکموں کی فرماں برداری۔) آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو انھی کے ساتھ ہوگا جن سے تو نے محبت رکھی۔“ (بخاری ومسلم۔ یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا: مَا أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرِ صَوْمٍ، وَلَا صَلَاةٍ، وَلَا صَدَقَةٍ، وَلٰكِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ.

اور بخاری ومسلم کی ایک اور روایت میں ہے (دیہاتی نے جواب میں کہا:) میں نے اس (قیامت) کے لیے نہ تو زیادہ (نفلی) روزے تیار کیے ہیں نہ زیادہ (نفلی) نمازیں اور نہ زیادہ صدقہ۔ لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔

فوائد ومسائل: صحابۂ کرام ؓ کی اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت، محض زبان کی حد تک نہیں تھی، جیسے آج کل ہم مسلمانوں کی ہے، بلکہ ان کے ہاں محبت کا مطلب اطاعت اور فرماں برداری کرنا تھا جو فی زمانہ مفقود ہے اور یہی مطلب اس قول کا ہے کہ میں نے زیادہ روزوں اور نمازوں وغیرہ کا تو اہتمام نہیں کیا ہے، یعنی نفلی روزوں اور نمازوں کا، ورنہ فرض نمازیں اور فرض روزے اور اسی طرح فرض صدقہ (زکاۃ) نہایت ضروری ہیں۔ ان کی ادائیگی کے بغیر تو مسلمانی کا یا اللہ اور رسول سے محبت کرنے کے دعوے کا کوئی اعتبار ہی نہیں ہے۔ ② اگر انسان کو اللہ اور رسول سے سچی محبت ہوگی، جس کا عملی مظاہرہ اس کی زندگی میں فرائض و واجبات اور سنن و احکام کی پابندی سے ہوگا تو پھر اس نے اگر نوافل کا زیادہ اہتمام نہ بھی کیا ہوگا تو اللہ کے ہاں وہ سرخرو قرار پائے گا۔ یہی مطلب اس حدیث کا ہے۔ ورنہ فرائض وسنن کی ادائیگی کے بغیر، اللہ و رسول سے محبت کا دعویٰ فریب نفس کے سوا کچھ نہیں، جس کی کوئی قدر و قیمت اللہ کے ہاں نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ﴾ (آل عمران3:31) کا مفاد اور تقاضا بھی یہی ہے۔

[٣٧٠] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! كَيْفَ تَقُولُ فِي رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[370] حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو کچھ لوگوں سے محبت رکھتا ہے جب کہ وہ (عمل وتقویٰ میں) ان کے ساتھ نہیں ملا (یعنی ان کے سے اعمال صالحہ اس نے نہ کیے ہیں اور نہ کرنے کی طاقت ہی ہے)؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی ان کے ساتھ ہوگا جن سے اس کو محبت ہوگی۔“ (بخاری ومسلم)

فائدہ: [لَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ] کا مطلب ہے دنیا میں عمل کے لحاظ سے ان کو نہیں ملا، لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل

[370] صحيح البخاري، الأدب، باب علامة الحب في اللّٰه......، حديث:6169، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب المرء مع من أحب، حديث:2640.

وکرم سے اہل خیر وتقویٰ کے ساتھ محبت کرنے کی وجہ سے' اسے ان کے ہم رتبہ کر کے ان کے ساتھ ملا دے گا۔ یہ سوال بھی صحابی نے کیا اور جن کی بابت سوال کر رہا ہے وہ بھی صحابہ تھے..... اس کے باوجود یہ حدیث حکم کے اعتبار سے عام ہے لیکن شرط یہ ہے کہ عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق ہو اور حتی المقدور احکام شریعت کی پابندی ہو۔

[٣٧١] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوا، وَالْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[371] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح (مختلف) کانیں ہیں۔ ان میں سے زمانۂ جاہلیت کے بہتر لوگ' اسلام میں بھی بہتر ہیں جب کہ انھیں دین کی سمجھ ہو (اور اس پر وہ عامل ہوں)۔ اور روحیں مختلف قسم کے لشکر ہیں۔ چنانچہ ان روحوں میں سے جن کی (عالم ارواح میں) ایک دوسرے سے جان پہچان ہوگئی' وہ (دنیا میں) آپس میں مانوس ہیں۔ اور جو وہاں ایک دوسرے سے انجان رہیں' وہ (دنیا میں) ایک دوسرے سے الگ ہیں۔'' (مسلم)

وَرَوَى الْبُخَارِيُّ قَوْلَهُ: «اَلْأَرْوَاحُ...» مِنْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا.

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے نبی ﷺ کا فرمان: [اَلْأَرْوَاحُ ...... الخ] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① کانیں' ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ کسی سے صاف ستھری چیزیں نکلتی ہیں اور کسی سے ردی۔ یہی حال اخلاق و اعمال کے لحاظ سے لوگوں کا ہے۔ ان میں بھی اچھے اور برے دونوں قسم کے لوگ ہیں۔ ② زمانۂ جاہلیت کے اچھے لوگ (یعنی شرف وفضل اور اخلاق و کردار کے اعتبار سے) ایمان لانے کے بعد بھی اگر دین کے تقاضوں کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں تو ان کا شرف وفضل اسلامی معاشرے میں بھی زمانۂ کفر کی طرح برقرار رہے گا' ایمان و اسلام سے اس میں کمی نہیں آئے گی بلکہ اضافہ ہوگا۔ ③ ''روحیں'' مختلف قسم کے لشکر ہیں'' کا مطلب مزاجوں اور طبیعتوں کا فطری اختلاف ہے۔ جو مزاج خیر پسند ہیں' وہ نیکوں کے ساتھ اور جو شر پسند ہیں بدوں کے ساتھ متعارف ہوں گے' اور دونوں اپنے اپنے اخلاق و کردار کے حامل لوگوں سے ربط وضبط اور تعلقات رکھیں گے' جیسے ایک فارسی شاعر نے کہا ہے:

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

بعض علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنے دل میں اہل خیر و صلاح سے نفرت رکھتا ہے' اسے سوچنا چاہیے کہ ایسا

[371] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب الأرواح جنود مجندة، حديث:3336، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب الأرواح جنود مجندة، حديث:2638.

کیوں ہے۔ یہ تو اس کے انجام بد کی خطرناک علامت ہے' اور پھر اپنے اس شر پسند مزاج کو بدلنے کی سعی کرنی چاہیے۔

[٣٧٢] وَعَنْ أُسَيْرِ بْنِ عَمْرٍو - وَيُقَالُ: ابْنُ جَابِرٍ وَهُوَ: بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّينِ الْمُهْمَلَةِ - قَالَ: كَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، إِذَا أَتَى عَلَيْهِ أَمْدَادُ أَهْلِ الْيَمَنِ سَأَلَهُمْ: أَفِيكُمْ أُوَيْسُ ابْنُ عَامِرٍ؟ حَتَّى أَتَى عَلَى أُوَيْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَكَانَ بِكَ بَرَصٌ، فَبَرَأْتَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: لَكَ وَالِدَةٌ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: **«يَأْتِي عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ، ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهِ بَرَصٌ، فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ»**، فَاسْتَغْفِرْ لِي، فَاسْتَغْفَرَ لَهُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ: اَلْكُوفَةَ، قَالَ: أَلَا أَكْتُبُ لَكَ إِلَى عَامِلِهَا؟ قَالَ: أَكُونُ فِي غَبْرَاءِ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيَّ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ حَجَّ رَجُلٌ مِّنْ أَشْرَافِهِمْ، فَوَافَى عُمَرَ، فَسَأَلَهُ عَنْ أُوَيْسٍ، فَقَالَ: تَرَكْتُهُ رَثَّ الْبَيْتِ قَلِيلَ الْمَتَاعِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: **«يَأْتِي عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادٍ مِّنْ أَهْلِ الْيَمَنِ مِّنْ مُرَادٍ، ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ، كَانَ بِهِ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ**

[372] حضرت اسیر بن عمرو (ہمزہ پر پیش اور سین پر زبر) اور بعض کے نزدیک اسیر بن جابر سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب کے پاس جب بھی اہل یمن میں سے غازیان اسلام آتے تو ان سے پوچھتے: کیا تمھارے اندر اویس بن عامر ہیں؟ حتی کہ بالآخر (ایک وفد میں) اویس آ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: تم اویس بن عامر ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے پوچھا: مراد (کے گھرانے) اور قرن (قبیلے) سے تمھارا تعلق ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ حضرت عمر نے پوچھا: تمھارے جسم پر برص کے داغ تھے جو صحیح ہو گئے' سوائے ایک درہم جتنے حصے کے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے پوچھا: تمھاری والدہ (زندہ) ہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''تمھارے پاس مراد (گھرانے) اور قرن قبیلے کا اویس بن عامر اہل یمن کے ان غازیوں کے ساتھ آئے گا جو جہاد میں لشکر اسلام کی مدد کرتے ہیں۔ اس کے جسم پر برص کے داغ ہوں گے جو سوائے درہم جتنی جگہ کے صحیح ہو گئے ہوں گے۔ وہ اپنی والدہ کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کرنے والا ہو گا۔ اگر وہ اللہ پر کوئی قسم کھا لے تو یقیناً اللہ اس کی قسم کو پورا فرما دے گا۔ چنانچہ اگر تم (اے عمر!) ان سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کروا سکو تو ضرور کروانا۔'' اس لیے تم میرے لیے بخشش کی دعا کر دو! چنانچہ انھوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بخشش کی دعا فرمائی' اس کے بعد حضرت عمر نے ان سے پوچھا: اب کدھر جانے کا ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا: کوفہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں

[372] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أويس القرني ، حديث: 2542.

بِهَا بَرٌّ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ، فَافْعَلْ.» فَأَتَى أُوَيْسًا، فَقَالَ: اِسْتَغْفِرْ لِي قَالَ: أَنْتَ أَحْدَثُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ، فَاسْتَغْفِرْ لِي، قَالَ: لَقِيتَ عُمَرَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَاسْتَغْفَرَ لَهُ، فَفَطِنَ لَهُ النَّاسُ، فَانْطَلَقَ عَلَى وَجْهِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کوفے کے گورنر کو تمھارے لیے (تحریر) لکھ کر نہ دے دوں؟ حضرت اویس نے جواب دیا: میں ان لوگوں میں رہنا (یا شمار کرانا) زیادہ پسند کرتا ہوں جو غریب مسکین قسم کے ہیں، جنھیں کوئی جانتا ہے نہ ان کی کوئی پروا کی جاتی ہے۔ جب آئندہ سال آیا تو یمن کے معزز لوگوں میں سے ایک شخص حج پر آیا اور اس کی ملاقات حضرت عمر سے ہوئی۔ انھوں نے اس سے حضرت اویس کی بابت پوچھا: تو اس نے بتلایا کہ میں انھیں اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ ان کی زندگی نہایت سادہ ہے اور دنیا کا سامان بہت کم رکھتے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''تمھارے پاس مراد (گھرانے) اور قرن قبیلے کا اویس بن عامر یمن کے رہنے والوں میں سے مجاہدین کے امدادی فوجی گروہ کے ساتھ آئے گا۔ اسے برص کی تکلیف ہو گی جو درست ہو چکی ہو گی، سوائے ایک درہم جتنی جگہ کے۔ اس کی والدہ (زندہ) ہو گی جس کے ساتھ وہ بہت اچھا سلوک کرنے والا ہو گا۔ اگر وہ اللہ پر قسم کھا لے تو اللہ اس کی قسم پوری فرما دے گا۔ چنانچہ اگر تم ان سے مغفرت کی دعا کروا سکو تو ضرور کروانا۔'' تو یہ (یمنی) شخص حج سے فراغت کے بعد حضرت اویس کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی: میرے لیے بخشش کی دعا فرمائیں۔ اویس نے جواب دیا: ایک نیک سفر سے تو تم نئے نئے آئے ہو، تم میرے لیے بخشش کی دعا کرو، نیز انھوں نے کہا: کیا تم عمر کو ملے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ چنانچہ اویس نے اس شخص کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی، تب لوگوں نے ان کے مقام کو سمجھا، اور وہ (اویس) اپنے سامنے (کی طرف) چل پڑے۔ (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: أَيْضًا عَنْ أُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ أَهْلَ الْكُوفَةِ وَفَدُوا عَلَى عُمَرَ

اور مسلم کی ایک اور روایت حضرت اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ ہی سے ہے کہ کوفے کے کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے،

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَفِيهِمْ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ يَسْخَرُ بِأُوَيْسٍ، فَقَالَ عُمَرُ: هَلْ هَاهُنَا أَحَدٌ مِّنَ الْقَرَنِيِّينَ؟ فَجَاءَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ قَالَ: «إِنَّ رَجُلًا يَّأْتِيكُمْ مِّنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ: أُوَيْسٌ، لَا يَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ أُمٍّ لَّهُ، قَدْ كَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَدَعَا اللهَ تَعَالٰى، فَأَذْهَبَهُ إِلَّا مَوْضِعَ الدِّينَارِ أَوِ الدِّرْهَمِ، فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ، فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ».

ان میں ایک ایسا آدمی بھی تھا جو حضرت اویس کا استہزا کرنے والوں میں سے تھا (کیونکہ وہ ان کی فضیلت سے ناواقف تھا۔) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا یہاں قرنیوں میں سے بھی کوئی ہے؟ چنانچہ یہ شخص آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”تمھارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا جسے اویس کہا جاتا ہوگا: وہ یمن میں صرف اپنی والدہ کو چھوڑ کر آئے گا۔ اسے برص کی بیماری تھی تو اس نے اللہ سے دعا کی جس کی وجہ سے اللہ نے اس سے وہ بیماری دور کر دی' اور اب (وہ برص کا داغ) صرف ایک دینار یا درہم جتنا باقی رہ گیا ہے۔ چنانچہ تم میں سے جو بھی اسے ملے اس سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کروائے۔“

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ خَيْرَ التَّابِعِينَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: أُوَيْسٌ، وَلَهُ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهِ بَيَاضٌ، فَمُرُوهُ، فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ».

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”تابعین میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جسے اویس کہا جاتا ہے۔ اس کی والدہ (زندہ) ہے۔ اور اس کے جسم پر (برص کے) سفید داغ ہیں۔ تم اس سے کہو کہ وہ تمھارے لیے بخشش کی دعا کرے۔“

قَوْلُهُ: [غَبْرَاءِ النَّاسِ]: بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ، وَإِسْكَانِ الْبَاءِ وَبِالْمَدِّ، وَهُمْ فُقَرَاؤُهُمْ وَصَعَالِيكُهُمْ وَمَنْ لَّا يُعْرَفُ عَيْنُهُ مِنْ أَخْلَاطِهِمْ. وَ[الْأَمْدَادُ]: جَمْعُ مَدَدٍ وَهُمُ الْأَعْوَانُ وَالنَّاصِرُونَ الَّذِينَ كَانُوا يُمِدُّونَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْجِهَادِ.

غَبْرَاءِ النَّاسِ: ”غین“ پر زبر' ”با“ ساکن اور اس کے بعد ”الف“ ممدودہ۔ علاقے کے غریب' مفلس اور ان کے درمیان غیر معروف۔ أمداد، مدد کی جمع ہے: وہ اعوان و انصار جو جہاد میں مسلمانوں کی مدد کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث نبی ﷺ کے واضح معجزات میں سے ہے کہ آپ نے حضرت اویس رحمہ اللہ کے نام اور ان کی بعض صفات وخصوصیات بیان فرمائیں جو اسی طرح پائی گئیں جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ ② سادگی' عزلت اور گم نامی کی فضیلت بھی اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے۔ ③ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی فضیلت پتہ چلتی ہے۔ ④ یہ حدیث

اس بات پر بھی نص ہے کہ حضرت اویس خیر التابعین ہیں۔ بعض حضرات نے حضرت سعید بن مسیّب کو جو خیر التابعین قرار دیا ہے تو اس سے مراد ان کی علوم شرعیہ تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ میں تمام تابعین پر افضلیت اور برتری کا اثبات ہے نہ کہ عنداللہ بہتر ہونا کیونکہ حدیث کی رو سے یہ مقام خیریت حضرت اویس کو حاصل ہے۔ (نووی) ⑤ حضرت اویس کے بارے میں جو یہ معروف ہے کہ انھوں نے جب سنا کہ احد میں رسول اللہ ﷺ کے دانت شہید ہو گئے ہیں تو انھوں نے اپنے سارے دانت اس لیے توڑ ڈالے کہ نہ جانے آپ ﷺ کے کون سے دانت ٹوٹے ہیں، تو یہ واقعہ سراسر باطل ہے اور اصول اسلام کے بھی مخالف ہے۔ ⑥ وسائل ہونے کے باوجود مسکینی کی زندگی گزارنا باعث فضیلت ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت اُسیر بن عمرو رضی اللہ عنہ] انھیں ابن جابر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کندی، سلولی، دریکی اور شیبانی ہیں۔ صحابیٔ رسول ہیں۔ علامہ ابن اثیر ''اسد الغابہ'' میں رقمطراز ہیں کہ ''یہ اُسیر بن عمرو ہیں۔'' جبکہ بعض اُسیر بن عمر بھی کہتے ہیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر 10 سال تھی۔ یہ حجاج بن یوسف کے دور تک زندہ رہے۔ نبی ﷺ کی دو (2) حدیثوں کے راوی ہیں۔

[٣٧٣] وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: اِسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْعُمْرَةِ، فَأَذِنَ لِي، وَقَالَ: «لَا تَنْسَنَا يَا أُخَيَّ! مِنْ دُعَائِكَ». فَقَالَ كَلِمَةً مَّا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي بِهَا الدُّنْيَا.

[373] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے عمرے پر جانے کی اجازت مانگی تو آپ نے مجھے اجازت عنایت فرما دی اور فرمایا: ''اے میرے پیارے بھائی! ہمیں بھی اپنی دعا میں فراموش نہ کرنا۔'' حضرت عمر فرماتے ہیں: آپ کا یہ ارشاد (میرے لیے اتنا بڑا اعزاز ہے کہ) مجھے اس کے مقابلے میں ساری دنیا بھی اچھی نہیں لگتی۔

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: «أَشْرِكْنَا يَاأُخَيَّ! فِي دُعَائِكَ».

اور ایک روایت میں ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے میرے پیارے بھائی! ہمیں بھی اپنی دعا میں شریک رکھنا۔''

حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: یہ روایت سنداً ضعیف ہے، تاہم اس میں مذکور باتیں دیگر دلائل کی روشنی میں صحیح ہیں، مثلاً: رسول اللہ ﷺ کا حضرت عمر کو اپنا بھائی کہنا۔

[٣٧٤] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا،

[374] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ

[373] [ضعيف] سنن أبي داود، الصلاة، باب الدعاء، حديث: 1498، وجامع الترمذي، الدعوات، باب: 109، حديث: 3562.

[374] صحيح البخاري، فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، باب من أتى مسجد قباء كل سبت و باب إتيان مسجد قباء ماشيا وراكبا، حديث: 1193، 1194، وصحيح مسلم، الحج، باب فضل مسجد قباء......، حديث: 1399.

قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَزُورُ قُبَاءَ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا، فَيُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قباء تشریف لے جایا کرتے تھے' (کبھی) سوار ہو کر اور (کبھی) پیدل۔ وہاں پہنچ کر آپ دو رکعت (نفل) ادا فرماتے۔ (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءَ كُلَّ سَبْتٍ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

اور ایک روایت میں ہے: نبی ﷺ ہر ہفتے قباء تشریف لے جایا کرتے' (کبھی) سواری پر اور (کبھی) پیدل۔ اور حضرت ابن عمر ؓ بھی (آپ کی اقتدا میں) ایسا کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① قباء مدینے سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بستی تھی' آج کل یہ مدینے کا ایک محلّہ ہے۔ اس میں نماز پڑھنے کو ایک حدیث میں نبی ﷺ نے عمرے کے برابر قرار دیا ہے۔ (مسند أحمد:487/3، و صحیح الجامع الصغیر:719/2، رقم الحدیث: 3872) یہ حدیث [لَاتُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ] کے منافی نہیں ہے جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے' اس لیے کہ قباء مدینے کے اتنی قریب ہے کہ اس کے لیے شد رحال کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ (علامہ مناوی) علاوہ ازیں اس کی فضیلت بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اس لیے ان میں تضاد نہیں۔ ② حضرت ابن عمر ؓ کا جذبۂ اتباع سنت اس حدیث سے بھی ثابت ہے جیسا کہ ان کی یہ صفت بطور خاص مشہور ہے۔

[٤٦] بَابُ فَضْلِ الْحُبِّ فِي اللهِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ وَإِعْلَامِ الرَّجُلِ مَنْ يُحِبُّهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ، وَمَاذَا يَقُولُ لَهُ إِذَا أَعْلَمَهُ

باب:46- اللہ کے لیے محبت کی فضیلت اور اس کی ترغیب دینے کا بیان' نیز یہ کہ آدمی جس سے محبت رکھے' اسے بتلانے کا کہ وہ اس سے محبت رکھتا ہے اور آگاہ ہونے والے کے جوابی کلمات کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ [الفتح: ٢٩] إِلٰى آخِرِ السُّورَةِ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں' وہ کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل ہیں......'' آخر سورت تک۔

وَقَالَ تَعَالٰى ﴿وَٱلَّذِينَ تَبَوَّءُو ٱلدَّارَ وَٱلْإِيمَٰنَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ﴾ [الحشر: ٩].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور (مال فے ان لوگوں کے لیے ہے) جنھوں نے (مدینہ کو) گھر بنا لیا تھا اور ان (مہاجرین) سے پہلے (ایمان لا چکے تھے) وہ (انصار) ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کرے۔''

فائدۂ آیات: ان دونوں آیتوں میں اس بات کا اظہار ہے کہ مومنوں کا تعلق آپس میں محبت اور دوستی کا ہونا چاہیے'

جیسے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین آپس میں دوستی اور محبت تھی اور یہ دینی محبت صرف اللہ کے لیے تھی' اس سے کوئی دنیوی مفاد اور غرض وابستہ نہیں تھی۔ اہل ایمان کی محبت اسی طرح دنیوی اغراض ومفادات سے بالا ہونی چاہیے۔

[٣٧٥] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللهُ مِنْهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[375] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تین خصلتیں ایسی ہیں جن میں وہ ہوں گی' وہ ان کی بدولت ایمان کی لذت اور مٹھاس محسوس کرے گا: یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اسے ان کے ماسوا ہر چیز (پوری کائنات) سے زیادہ محبوب ہو۔ اور یہ کہ وہ کسی آدمی سے صرف اللہ کے لیے محبت رکھے۔ اور یہ کہ وہ دوبارہ کفر میں لوٹنے کو' جب کہ اس سے اللہ نے اسے بچا لیا' اس طرح برا سمجھے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو وہ برا سمجھتا ہے۔''

(بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں محض اللہ کے لیے محبت رکھنے کو ان خصائل حمیدہ میں شمار کیا گیا ہے جن کی بدولت انسان کو ایمان کی لذت محسوس ہوتی ہے' اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس محبت میں دنیوی مفادات کے نشیب وفراز کے ساتھ اتار چڑھاؤ نہیں آتا' بلکہ یہ محبت ہر صورت میں قائم اور محبوب کا اکرام واحترام لازماً برقرار رہتا ہے' چاہے فریق ثانی (محبوب) کا رویہ پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ۔ ② اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت تو ایمان کی بنیاد ہے اور کائنات کی ہر چیز سے اس محبت کے زیادہ ہونے کا مطلب ہے کہ ان کے احکام وفرامین کی اطاعت اور ان کی رضامندی' بیوی بچوں' ماں باپ وغیرہ کی خواہشات اور دنیا کے ہر مفاد اور غرض پر بالا ہو اور جب ان دونوں کا ٹکراؤ ہو تو اللہ کی رضا اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کو اولیت واہمیت دی جائے۔ ③ کفر سے کراہت کا مطلب' اللہ کی نافرمانیوں سے اجتناب ہے کہ کہیں ارتکاب معصیت' اللہ کی ناراضی کا سبب نہ بن جائے۔

[٣٧٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ

[376] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''سات (قسم کے) آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس (قیامت کے) دن جب کہ اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا' اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ

[375] صحيح البخاري، الإيمان، باب حلاوة الإيمان، حديث:16، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الإيمان، حديث:43.

[376] صحيح البخاري، الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة و فضل المساجد، حديث:660، وصحيح مسلم، الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة، حديث:1031.

تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ حُسْنٍ وَّجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ، فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

دے گا: انصاف کرنے والا حکمران۔ وہ نوجوان جو اللہ عزوجل کی عبادت میں پروان چڑھے۔ وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ اٹکا ہوا ہو (مسجد کی خاص محبت اس کے دل میں ہو۔ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں مسجد کے لیے بے قرار ہو)۔ وہ دو آدمی جو ایک دوسرے سے صرف اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں۔ اسی پر وہ باہم جمع ہوتے اور اسی پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ وہ آدمی جسے کوئی حسین وجمیل عورت دعوت گناہ دے لیکن وہ اس کے جواب میں کہے: میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ وہ آدمی جس نے کوئی صدقہ کیا اور اسے چھپایا حتی کہ اس کے بائیں ہاتھ کو علم نہیں کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور (اس کے خوف سے) اس کی آنکھیں بہ پڑیں۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس روایت میں سات افراد بیان کیے گئے ہیں' جنھیں اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا۔ بعض اور روایات میں ان مذکورہ اعمال کے علاوہ بھی کچھ اور عملوں پر اسی مقام خاص کی نوید بیان کی گئی ہے۔ بعض علماء نے ان اعمال کی تعداد ستر تک بیان کی ہے۔ نبی ﷺ نے یہ اعمال مختلف احوال اور اوقات میں بیان فرمائے ہیں' اس لیے ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔ ② جو شخص گناہ پر قدرت کے باوجود اسے ترک کر دیتا ہے تو اس کا ترک کرنا بھی اس کی نیکی شمار ہوگی اور یہ اتنی بڑی نیکی ہے کہ اس نیکی کا واسطہ دے کر کی گئی دعا سے غار کے دروازے سے پتھر بھی سرک گیا تھا۔

[٣٧٧] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي؟ اَلْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[377] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت والے دن فرمائے گا: میری عظمت وجلالت کے لیے باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انھیں اپنے سائے میں جگہ دوں گا' جس دن میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔'' (مسلم)

[377] صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب فضل الحب في الله تعالٰی، حدیث: 2566.

[٣٧٨] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[378] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤ گے جب تک ایمان نہیں لاؤ گے۔ اور تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم ایک دوسرے سے (صرف اللہ کے لیے) محبت نہیں کرو گے۔ کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اسے اختیار کرو گے تو باہم محبت کرنے لگ جاؤ گے؟ (وہ یہ کہ) تم آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں سلام کو باہمی محبت کا ذریعہ بتلایا گیا ہے۔ اسی لیے تاکید کی گئی ہے کہ تم ہر مسلمان کو سلام کرو' چاہے تم اس سے شناسائی رکھتے ہو یا نہیں رکھتے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سلام کرنے ہی سے تم مومن اور جنت کے مستحق قرار پا جاؤ گے' بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایمان اسی وقت مفید ہوگا جب اس کے ساتھ عمل بھی ہوگا۔ ② سلام' اسلام کا ایک شعار اور ایمان کا ایک عملی مظاہرہ ہے۔ ایمان اور عمل کا اجتماع ایک مومن کو جنت میں لے جائے گا۔

[٣٧٩] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «أَنَّ رَجُلًا زَارَ أَخًا لَهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرَى، فَأَرْصَدَ اللهُ لَهُ عَلَى مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا»، وَذَكَرَ الْحَدِيثَ إِلَى قَوْلِهِ: «إِنَّ اللهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَقَدْ سَبَقَ بِالْبَابِ قَبْلَهُ.

[379] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی کسی دوسری بستی کی طرف اپنے کسی بھائی کی زیارت کے لیے نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں اس کی حفاظت کے لیے ایک فرشتہ بٹھا دیا۔'' اور باقی حدیث بیان کی جس میں فرشتے کا یہ قول بھی ہے کہ وہ جانے والے سے کہتا ہے: ''اللہ تعالیٰ (بھی) تجھ سے محبت کرتا ہے جیسے تو اس کی وجہ سے اس سے محبت رکھتا ہے۔'' (مسلم) یہ حدیث باب سابق میں گزر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو (حدیث:361)

[٣٨٠] وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ فِي الْأَنْصَارِ: «لَا

[380] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی ﷺ نے انصار کے بارے میں فرمایا: ''ان سے محبت مومن

[378] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أنه لايدخل الجنة إلا المؤمنون.....، حديث:54.

[379] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب في فضل الحب في الله تعالى، حديث:2567.

[380] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب حب الأنصار من الإيمان، حديث:3783، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن حب الأنصار وعلي رضي الله عنه من الايمان وعلاماته......، حديث:75.

يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ، مَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ہی کرے گا اور ان سے بغض منافق ہی رکھے گا۔ جو ان (انصار) سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ بھی اس سے بغض رکھے گا (یعنی ناپسند کرے گا)۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① انصار نے اسلام، مسلمانوں اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جس طرح وفاداری کا حق ادا کیا، وہ اسلامی تاریخ کا روشن ترین باب اور ان کے اخلاص و کردار کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ اللہ نے ان کے اس عمل و کردار کا یہ صلہ دیا کہ ان کی محبت کو ایمان کی علامت اور اپنی محبت کا ذریعہ اور ان سے بغض و نفرت کو نفاق کی علامت اور اپنے ہاں بھی ناپسندیدہ ہونے کا ذریعہ بتلایا۔ ② مدینے میں اوس اور خزرج دو مشہور قبیلے تھے۔ اسلام سے قبل یہ دونوں قبیلے باہم برسر پیکار رہتے تھے۔ اسلام نے ان کو نہ صرف باہم شیر و شکر کر دیا بلکہ ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کے لیے بھی انھوں نے اپنے دیدہ و دل فرش راہ کر دیے اور ان کے ساتھ ہر طرح سے تعاون کیا۔ اسی لیے ان کا نام ہی انصار پڑ گیا۔ رضي الله عنهم و رضوا عنه.

[٣٨١] وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: اَلْمُتَحَابُّونَ فِي جَلَالِي، لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ، يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[381] حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''(قیامت والے دن) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میری جلالت و عظمت کی خاطر باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ ان کے لیے نور کے منبر ہیں (جس پر وہ بیٹھیں گے) ان پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے (اس مقام کی آرزو کریں گے)''۔ (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں صرف اللہ کے لیے محبت کرنے والوں کا وہ مقام عظیم بیان فرمایا گیا ہے جو انھیں عنداللہ حاصل ہوگا۔ ② انبیاء کے رشک کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انھیں انبیاء سے بھی زیادہ اونچا مقام ملے گا، بلکہ سب سے اونچے مقام پر تو انبیاء ہی فائز ہوں گے، تاہم باہم محبت کرنے والوں کو بھی بہت اونچا مقام حاصل ہوگا جسے انبیاء بھی دیکھ کر خوش ہوں گے اور اس پر رشک کریں گے۔

[٣٨٢] وَعَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ رَحِمَهُ اللهُ، قَالَ: دَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقَ، فَإِذَا فَتًى بَرَّاقُ الثَّنَايَا وَإِذَا النَّاسُ مَعَهُ، فَإِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ،

[382] حضرت ابو ادریس خولانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں گیا تو دیکھا کہ ایک جوان آدمی ہے جس کے اگلے دانت خوب چمکیلے ہیں اور اس کے پاس

[381] جامع الترمذي، الزهد،...... باب ما جاء في الحب في الله، حديث: 2390.

[382] الموطأ للإمام مالك، الشعر، باب ما جاء في المتحابين في الله: 439/2.

أَسْنَدُوهُ إِلَيْهِ، وَصَدَرُوا عَنْ رَأْيِهِ، فَسَأَلْتُ عَنْهُ، فَقِيلَ: هٰذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ، هَجَّرْتُ، فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَبَقَنِي بِالتَّهْجِيرِ، وَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي، فَانْتَظَرْتُهُ حَتّٰى قَضٰى صَلَاتَهُ، ثُمَّ جِئْتُهُ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قُلْتُ: وَاللهِ! إِنِّي لَأُحِبُّكَ لِلّٰهِ، فَقَالَ: آللّٰهِ؟ فَقُلْتُ: أَللهِ، فَقَالَ: آللهِ؟ فَقُلْتُ: أَللهِ، فَأَخَذَنِي بِحَبْوَةِ رِدَائِي، فَجَبَذَنِي إِلَيْهِ، فَقَالَ: أَبْشِرْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «**قَالَ اللهُ تَعَالٰى وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ**». حَدِيثٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّأِ، بِإِسْنَادِهِ الصَّحِيحِ.

لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب وہ آپس میں کسی چیز کی بابت اختلاف کرتے ہیں تو اس کے (حل کے) لیے اس سے سوال کرتے ہیں اور اپنی رائے سے رجوع کر کے اس کی رائے کو قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اس نوجوان کے متعلق پوچھا (کہ یہ کون ہے؟) تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ (صحابئ رسول) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب اگلا دن ہوا تو میں صبح سویرے ہی مسجد میں آ گیا' لیکن میں نے دیکھا کہ جلدی آنے میں بھی وہ مجھ سے سبقت لے گئے ہیں اور میں نے انھیں (وہاں) نماز پڑھتے ہوئے پایا' تو میں ان کا انتظار کرتا رہا' یہاں تک کہ وہ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔ میں ان کے سامنے کی طرف سے ان کے پاس آیا' انھیں سلام عرض کیا اور پھر کہا: اللہ کی قسم! میں آپ سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا: کیا واقعی؟ میں نے کہا: ہاں اللہ کی قسم! انھوں نے کہا: کیا واقعی؟ میں نے کہا: واقعی؟ اللہ کی قسم! چنانچہ انھوں نے مجھے میری چادر کی گوٹ (کنارے) سے پکڑا اور مجھے اپنی طرف کھینچا اور فرمایا: خوش ہو جا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری محبت واجب ہو گئی ہے ان کے لیے جو میرے لیے آپس میں محبت کرتے' میرے لیے ایک دوسرے کی ہم نشینی کرتے اور میرے لیے ایک دوسرے سے ملاقاتیں کرتے اور میرے لیے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔''

(یہ حدیث صحیح ہے۔ امام مالک نے اسے موطا میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

قَوْلُهُ: [هَجَّرْتُ]، أَيْ: بَكَّرْتُ، وَهُوَ بِتَشْدِيدِ الْجِيمِ. قَوْلُهُ: [آللهِ، فَقُلْتُ: أَللهِ]: اَلْأَوَّلُ بِهَمْزَةٍ مَّمْدُودَةٍ لِلْاِسْتِفْهَامِ، وَالثَّانِي بِلَا مَدٍّ.

هَجَّرْتُ: ''جیم'' پر شد۔ صبح سویرے جلدی آیا۔ آللّٰهِ فَقُلْتُ أَللّٰهِ: پہلا ہمزہ ممدودہ ہے اور استفہام کے لیے ہے اور دوسرا بغیر مد کے ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس میں اللہ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت' ایک دوسرے سے میل ملاقات اور ایک

دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کی فضیلت کے علاوہ یہ مسئلہ بھی بیان ہوا ہے کہ انسان جس شخص سے اللہ کے لیے محبت رکھے' اس کو بتلا دے۔ ② اس میں ایک ادب یہ بھی بیان ہوا ہے کہ جب انسان عبادت یا ورد (وظیفے) میں مشغول ہو تو ملاقاتی اس کے سامنے جا کر نہ بیٹھے تاکہ اس کا انہماک اور خشوع نہ ٹوٹے' بلکہ اس کے پیچھے بیٹھ کر اس کا انتظار کرے اور فراغت کے بعد اس کے سامنے آئے۔ ③ قرآن و حدیث کا علم حاصل کرنے والے کا چہرہ رسول اکرم ﷺ کی دعا کی برکت سے چمکتا ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو ادریس خولانی رحمہ اللہ] عائذ بن عبیداللہ بن عمر۔ کنیت ابو ادریس ہے۔ فقیہہ آدمی ہیں۔ تابعی ہیں۔ عبدالملک بن مروان کی فرمانروائی میں یہ دمشق کے واعظ' خطیب اور ان کے قاضی تھے۔ حافظ ذہبی ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ اہل شام کے بہت بڑے عالم تھے۔ 80 ہجری میں فوت ہوئے۔

[٣٨٣] عَنْ أَبِي كَرِيمَةَ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ، فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[383] حضرت ابو کریمہ مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے چاہیے کہ اسے بتلا دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: اطلاع دینے میں حکمت یہ ہے کہ دوسرا شخص بھی آگاہ ہو جائے تاکہ یہ محبت دوطرفہ ہو جائے اور دونوں ایک دوسرے سے محبت اور تعاون کریں کیونکہ انسان جس سے محبت کرتا ہے اس سے کئی طرح کی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں اگر اسے بتا دیا جائے تو وہ بھی اس کی رعایت رکھے گا۔

راویٔ حدیث: [حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ] اسد الغابۃ' تہذیب التہذیب اور تقریب میں مقداد بن معدیکرب کے بجائے مقدام ہے۔ مقدام بن معدیکرب بن عمرو بن یزید الکندی۔ کنیت ان کی ابو یحییٰ یا ابو کریمہ ہے۔ مشہور و معروف صحابی ہیں۔ شام کو اپنی جائے سکونت بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے احادیث بیان کرنے والے زیادہ تر راوی شامی ہیں۔ یہ اس وفد میں سے ایک ہیں جو شام کے کندہ علاقے سے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبیٔ اکرم ﷺ سے ان کی مرویات کی تعداد 447 ہے۔

[٣٨٤] وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، أَخَذَ بِيَدِهِ وَقَالَ: «يَامُعَاذُ! وَاللهِ! إِنِّي لَأُحِبُّكَ، ثُمَّ أُوصِيكَ يَا مُعَاذُ! لَا تَدَعَنَّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ تَقُولُ: اَللّٰهُمَّ! أَعِنِّي عَلٰى ذِكْرِكَ

[384] حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ''اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں' پھر اے معاذ! میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ کلمات کہنا ہرگز نہ چھوڑنا: [اَللّٰهُمَّ!

[383] جامع الترمذي، الزهد، .....، باب ما جاء في إعلام الحب، قبل حديث:2392، وسنن أبي داود، الأدب، باب الرجل يحب الرجل على خير يراه، حديث:5124.

[384] سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستغفار، حديث:1522، وسنن النسائي، السهو، باب نوع اخر من الدعاء، حديث:1304.

وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ». حَدِيثٌ صَحِيحٌ. رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالنَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

أَعِنِّي عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ] ''اللہ میری مدد فرما اس بات پر کہ میں تیرا ذکر، شکر اور تیری اچھی عبادت کروں۔'' (یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے ابوداود اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: اس حدیث میں اس امر کی ترغیب ہے کہ جس سے محبت ہو اس کی دینی رہنمائی کا اہتمام کیا جائے۔ اور اس کی ہر ممکن اصلاح اور خیر خواہی کی جائے۔

[٣٨٥] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَمَرَّ رَجُلٌ بِهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي لَأُحِبُّ هٰذَا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «أَأَعْلَمْتَهُ؟»، قَالَ: لَا، قَالَ: «أَعْلِمْهُ»، فَلَحِقَهُ، فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّكَ فِي اللهِ، فَقَالَ: أَحَبَّكَ الَّذِي أَحْبَبْتَنِي لَهُ. رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[385] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اور آدمی وہاں سے گزرا۔ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں یقیناً اس گزرنے والے شخص سے محبت کرتا ہوں۔ نبی ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا تو نے اس کو بتلایا ہے؟'' اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو بتلا۔'' چنانچہ وہ شخص (تیزی سے) اس کے پاس گیا اور اس سے کہا: میں تجھ سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں۔ اس نے جواب میں کہا: وہ اللہ تجھ سے محبت کرے جس کے لیے تو نے مجھ سے محبت کی ہے۔ (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: انسان اگر کسی شخص سے محبت کرتا ہو تو اس کا اظہار کسی تیسرے فرد سے بھی کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ کسی شخص سے محبت کے بارے میں کسی صاحب علم و فضل کی رائے بھی لے لینی چاہیے تاکہ وہ صحیح رہنمائی کر سکے۔

[٤٧] بَابُ عَلَامَاتِ حُبِّ اللهِ تَعَالٰی لِلْعَبْدِ وَالْحَثِّ عَلَى التَّخَلُّقِ بِهَا وَالسَّعْيِ فِي تَحْصِيلِهَا

باب:47- بندے سے اللہ کے محبت کرنے کی علامات' ان علامات سے متصف ہونے کی ترغیب اور ان کے حصول کے لیے سعی و کاوش کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے پیغمبر! کہہ دیجیے: اگر تم اللہ

[385] سنن أبي داود، الأدب، باب الرجل يحب الرجل على خير يراه، حديث: 5125.

يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [آل عمران: ۳۱]

سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو' اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگ جائے گا اور تمھارے گناہ معاف فرما دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا' نہایت مہربان ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَسَوْفَ يَأْتِى ٱللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلْكَـٰفِرِينَ يُجَـٰهِدُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ﴾ [اَلْمَائِدَة: ٥٤].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! تم میں سے جو اپنے دین (اسلام) سے پھر جائے (مرتد ہو جائے) تو (اس کی جگہ) اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرما دے گا جن سے وہ محبت کرتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ وہ مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے۔ اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور (دین کے معاملے میں) کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کشائش والا' جاننے والا ہے۔''

فائدۂ آیات: پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ سے محبت کرنے والے' نبی اکرم ﷺ کی اتباع کرتے ہیں۔ اتباع رسول کے بغیر' اللہ کی محبت کا دعویٰ بے حقیقت اور کھوکھلا ہے۔ اسی طرح اللہ کے رسول سے محبت کا مطلب بھی اتباع رسول ہی ہے نہ کہ اتباع کے بغیر محض محبت کے کھوکھلے دعوے۔ دوسری آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جن سے اللہ محبت فرماتا ہے یا جو لوگ اللہ سے محبت کرتے ہیں' ان کی وہ صفات ہوتی ہیں جو آیت میں مذکور ہیں۔ اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ جو اللہ کے محبوب اور اس کے مقرب بننا چاہتے ہیں وہ اپنے آپ کو ان صفات حسنہ سے آراستہ اور ان کو حاصل کرنے کی مخلصانہ کوشش کریں۔ ان صفات کو اختیار کیے بغیر وہ اللہ کے محبوب و مقرب نہیں بن سکتے۔

[٣٨٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ تَعَالٰی قَالَ: مَنْ عَادٰی لِي وَلِيًّا، فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ، كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي

[386] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرے' یقیناً میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔ اور میرے بندے کا میرے عائد کردہ فرائض کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرنا' مجھے باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (علاوہ ازیں) میرا بندہ (مزید) نوافل کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ اور جب

[386] صحيح البخاري، الرقاق، باب التواضع، حديث: 6502.

لَأُعِيذَنَّهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے' اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے' اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں اسے وہ دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے (کسی چیز سے) پناہ مانگے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔'' (بخاری)

مَعْنَى: [آذَنْتُهُ]: أَعْلَمْتُهُ بِأَنِّي مُحَارِبٌ لَهُ. وَقَوْلُهُ: [اِسْتَعَاذَنِي]: رُوِيَ بِالْبَاءِ وَرُوِيَ بِالنُّونِ.

آذَنْتُهُ کے معنی ہیں: میں اسے بتلا دیتا ہوں کہ میری اس سے جنگ ہے۔ اور اِسْتَعَاذَنِي: ''نون'' کے ساتھ اِسْتَعَاذَبِي، یعنی ''با'' کے ساتھ بھی مروی ہے۔ (مفہوم دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں اولیاء اللہ کا مقام اور ان کی پہچان بیان کی گئی ہے۔ کمال ایمان وتقویٰ کا نام ولایت ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اولیاء اللہ کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾ (یونس 63:10) ''(اللہ کے ولی) وہ ہیں جو ایمان دار اور متقی ہیں۔'' اس لحاظ سے ہر مومن ومتقی ولی اللہ ہے۔ گویا اولیاء اللہ کوئی مخصوص قسم کے افراد' یا ایمان وتقویٰ کے علاوہ کوئی خاص علامات کے حامل نہیں ہوتے' جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں' حتیٰ کہ وہ فرائض وسنن کے تارک بلکہ طہارت تک سے غافل' پاگل یا نیم پاگل لوگوں کو ولی اللہ سمجھتے ہیں۔ درست بات یہ ہے کہ ولی اللہ فرائض وسنن کا پابند اور ورع وتقویٰ (پرہیز گاری) کا پیکر ہوتا ہے۔ ② اللہ کے ولی سے دشمنی' اللہ سے دشمنی ہے کیونکہ مسلمہ بات ہے دوست کا دوست بھی دوست اور دوست کا دشمن' دشمن ہوتا ہے' اس لیے اللہ کے ولیوں سے دوستی اور محبت' اللہ سے دوستی ہے اور اللہ کے ولیوں سے دشمنی' اللہ سے دشمنی ہے۔ یہ ایک مومن کامل (ولی اللہ) کا وہ مقام ہے جو عنداللہ اسے حاصل ہوتا ہے۔ ③ جب ایک مومن بندہ فرائض کی ادائیگی اور نوافل کے اہتمام سے اللہ کے ہاں قربت اور محبوبیت کا مقام حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا خاص مددگار بن جاتا ہے' اس کے اعضاء اور جوارح کی حفاظت فرماتا ہے اور انھیں اپنی نافرمانی کے لیے استعمال نہیں ہونے دیتا۔ وہ اپنے کانوں سے وہی باتیں سنتا' اپنی آنکھوں سے وہی چیز دیکھتا' اپنے ہاتھوں سے وہی چیز پکڑتا اور اپنے قدموں سے اسی چیز کی طرف چل کر جاتا ہے' جو اللہ کو پسند ہیں۔ اللہ کی ناپسندیدہ باتوں کی طرف وہ کان لگاتا ہے نہ آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے' اسے ہاتھ لگاتا ہے نہ اس کی طرف اس کے قدم اٹھتے ہیں۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے جو بعض گمراہ اور مشرکانہ عقیدہ رکھنے والے لوگ اس سے اخذ کرنے کی مذموم سعی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کی آنکھ' کان' ہاتھ پیر وغیرہ بن جاتا ہے' یعنی وہ اللہ کے وجود اور اس کی قدرت کا مظہر بن جاتے ہیں' یا اللہ تعالیٰ ان کے اندر حلول کر جاتا ہے' اب اللہ سے یا ان سے مانگنا ایک ہی بات ہے' کیونکہ وہ دو نہیں

ایک ہی ہیں۔ چنانچہ ان کے ہاں' یا اللہ مدد بھی صحیح ہے اور یا رسول اللہ مدد اور یا علی مدد یا حسین مدد یا عبدالقادر مدد وغیرہ بھی صحیح ہے۔ یاد رکھیں یہ صریحاً گمراہی بلکہ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس گمراہی اور شرک سے بچائے۔ حدیث کا صحیح مطلب وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے' جس کی رو سے اللہ کا ولی اسی چیز کو پسند اور اختیار کرتا ہے جو اللہ کو پسند ہے اور ان چیزوں سے اجتناب کرتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہیں۔ ④ فرائض کی ادائیگی سب سے مقدم ہے' اور ان کی ادائیگی کے ذریعے ہی سے اللہ کا قرب حاصل کرنا اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے کیونکہ یہی اصل بنیاد ہے۔ جس طرح بنیاد کے بغیر عمارت کی کوئی حیثیت نہیں' اسی طرح فرائض کے بغیر نوافل کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ فرائض کا تارک سرے سے مسلمان ہی نہیں رہتا کیونکہ ان کے ترک پر سخت وعیدیں ہیں جب کہ نوافل کے ترک پر کوئی وعید نہیں۔ البتہ فرائض کے ساتھ نوافل کا اہتمام سونے پر سہاگہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ نوافل سے انسان کو اللہ کا خصوصی قرب اور وہ مقام محبوبیت حاصل ہوتا ہے جس کے بعد اسے اللہ کی خاص مدد حاصل ہوتی ہے۔ ⑤ اللہ تعالیٰ اپنے ان محبوب بندوں کی دعائیں ضرور قبول فرماتا ہے' تاہم قبولیت کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا ظہور فوری طور پر ہو یا اللہ قبول کرنے پر مجبور ہو۔ اس قبولیت میں تاخیر بھی ممکن ہے' یعنی دعا تو ضرور قبول کی جاتی ہے' تاہم اس کا ظہور جلد ہو یا بہ دیر' یہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔

[٣٨٧] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «إِذَا أَحَبَّ اللهُ تَعَالَى الْعَبْدَ، نَادَى جِبْرِيلَ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، فَيُنَادِي فِي أَهْلِ السَّمَاءِ، إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[387] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبریل کو بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، چنانچہ تو بھی اس سے محبت کر' تو جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر جبریل علیہ السلام آسمان والوں (فرشتوں) میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے' تم بھی اس سے محبت کرو' چنانچہ آسمانوں والے اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں' پھر اس شخص کے لیے زمین میں بھی قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (یعنی اہل زمین میں بھی وہ مقبول و محبوب ہو جاتا ہے)۔''

(بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ تَعَالَى إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ، فَقَالَ: إِنِّي

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو

[387] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم، حديث: 3209، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب إذا أحبّ الله عبدا حبّبه إلى عباده، حديث: 2637.

أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ، فَيَقُولُ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ، وَإِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ، فَيَقُولُ: إِنِّي أُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضْهُ، فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي فِي أَهْلِ السَّمَاءِ، إِنَّ اللهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوهُ، فَيُبْغِضُهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ تُوضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ».

جبریل علیہ السلام کو بلاتا اور اس سے فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں' تو بھی اس سے محبت کر' تو جبریل اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں' پھر جبریل آسمان میں منادی کرتے اور کہتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے' تم بھی اس سے محبت کرو' تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں' پھر اس کے لیے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے دشمنی کرتا ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے: میں فلاں سے دشمنی کرتا ہوں' تو بھی اس سے دشمنی کر' تو جبریل بھی اس سے دشمنی کرنے لگ جاتے ہیں' پھر وہ آسمان والوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے دشمنی کرتا ہے' تم بھی اس سے دشمنی کرو' تو آسمان والے اس سے دشمنی کرنے لگ جاتے ہیں' پھر اس کے لیے زمین میں دشمنی رکھ دی جاتی ہے۔ (یعنی اہل زمین بھی اس سے بغض وعناد رکھتے ہیں)۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں عنداللہ محبوبیت کا صلہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسا شخص پھر اللہ ہی کا محبوب نہیں رہتا بلکہ اس کے ساتھ اہل آسمان واہل زمین سب ہی کا محبوب بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس اللہ کے ہاں مبغوض اور ناپسندیدہ افراد کو دنیا اور آسمان والے بھی ناپسند کرتے ہیں۔ ② یاد رہے دنیا میں یہ محبوبیت ان لوگوں میں رہتی ہے جن کی فطرت صحیح ہوتی ہے' جو معروف کو معروف اور منکر کو منکر ہی سمجھتے ہیں' تاہم ارتکاب معصیت کے تسلسل سے جن کی فطرت مسخ ہو جاتی ہے اور ان کے ہاں معروف منکر اور منکر معروف ہو جاتا ہے' ان کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ ایسے لوگ تو بالعموم نیک لوگوں کو ناپسند ہی کرتے ہیں کیونکہ ہر جنس کو اپنی ہی جنس پیاری ہوتی اور اچھی لگتی ہے۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْفِطْرَةِ الزَّائِغَةِ.

[٣٨٨] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى سَرِيَّةٍ، فَكَانَ يَقْرَأُ لِأَصْحَابِهِ فِي صَلَاتِهِمْ، فَيَخْتِمُ بِـ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ

[388] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو ایک لشکر پر (امیر بنا کر) بھیجا۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا اور اپنی قراءت (ہر رکعت

[388] صحيح البخاري، التوحيد، باب ما جاء في دعاء النبي ﷺ أمته إلى توحيد الله تبارك وتعالى، حديث:7375، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب فضل قراءة ﴿قل هو الله احد﴾، حديث:813.

أَحَـدٌ﴾ فَلَمَّا رَجَعُوا، ذَكَرُوا ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: «سَلُوهُ لِأَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ؟»، فَسَأَلُوهُ، فَقَالَ: لِأَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَقْرَأَ بِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَخْبِرُوهُ أَنَّ اللهَ تَعَالٰى يُحِبُّهُ» مُتَّفَقٌ عَلَيْه.

میں) ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پر ختم کرتا۔ جب یہ (لشکر والے) لوٹ کر آئے تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو بتلایا۔ آپ نے فرمایا: ''اس سے پوچھو' یہ ایسا کیوں کرتا ہے؟'' چنانچہ انھوں نے پوچھا تو اس نے کہا کہ (اس میں) رحمٰن کی صفت ہے' اس لیے میں اسے (زیادہ) پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے (سن کر) فرمایا: ''اسے بتلا دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اللہ کی صفات پر مشتمل سورت کو پسند کرنا اور کثرت سے پڑھنا بھی اللہ کی محبت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص اگر ہر رکعت کی قراءت کے آخر یا شروع میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھنے کا اہتمام کرے تو یہ جائز ہے۔ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں قرآنی سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا ضروری نہیں' البتہ افضل ہے۔ ③ امام کی اگر کوئی غلطی سامنے آئے تو خود ہی اس کی اصلاح کرنے کی بجائے اس کے کسی استاد یا بڑے کی طرف رجوع کرنا چاہیے کیونکہ ضروری نہیں کہ آپ جسے غلطی سمجھ رہے ہیں وہ واقعی غلطی ہو۔

[٤٨] بَابُ التَّحْذِيرِ مِنْ إِيذَاءِ الصَّالِحِينَ وَالضَّعَفَةِ وَالْمَسَاكِينَ

باب:48- نیک لوگوں' کمزوروں اور مسکینوں کو ایذا پہنچانا نہایت خطرناک ہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ [الأحزاب: ٥٨]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا پہنچائیں جب کہ انھوں نے کوئی جرم اور قصور نہ کیا ہو' تو یقیناً ان لوگوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھایا۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ [الضحى: ٩، ١٠].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لہٰذا آپ یتیم پر سختی نہ کریں۔ اور سوالی کو نہ جھڑکیں۔''

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ، فَكَثِيرَةٌ مِّنْهَا:

حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي الْبَابِ قَبْلَ هٰذَا: «مَنْ عَادٰى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ».

اس باب سے متعلق احادیث کثرت سے ہیں۔ انھی میں سے ابوہریرہ ؓ کی وہ حدیث ہے جو اس سے پہلے باب میں گزری ہے: ''جو میرے دوست سے دشمنی رکھتا ہے' میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔''

وَمِنْهَا حَدِيثُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ

اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کی حدیث ہے

عَنْهُ، اَلسَّابِقُ فِي «بَابِ مُلَاطَفَةِ الْيَتِيمِ»، وَقَوْلُهُ ﷺ: «يَاأَبَا بَكْرٍ! لَئِنْ كُنْتَ أَغْضَبْتَهُمْ، لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّكَ».

جو بَابُ مُلَاطَفَةِ الْيَتِيمِ میں گزری' اور نبی ﷺ کا یہ فرمان کہ ''اے ابوبکر! اگر تو نے انھیں ناراض کر دیا تو یقیناً تو نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔''

[۳۸۹] وَعَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ، فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ، فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ، يُدْرِكْهُ، ثُمَّ يَكُبَّهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[389] حضرت جندب بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے صبح کی نماز پڑھی' وہ اللہ کی حفاظت وضمانت میں ہے۔ چنانچہ (یاد رکھو!) اللہ تعالیٰ تم سے اپنی ضمانت کے بارے میں کچھ باز پرس نہ کرے' اس لیے کہ جس سے وہ اپنے ذمے کے بارے میں کچھ بھی باز پرس کرے گا تو (وہ کوتاہی پر) اس کا مواخذہ کرے گا اور پھر اسے منہ کے بل (اوندھا کرکے) جہنم کی آگ میں ڈال دے گا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① ذِمَّةُ اللهِ کے معنی فِي أَمَانِ اللهِ ہیں' جس کا ایک مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص ایسے پابند صلاۃ مومن کو ایذا نہ پہنچائے (کیونکہ وہ اللہ کی حفاظت اور امان میں ہے)۔ جو شخص اسے ایذا پہنچاتا ہے' وہ گویا اللہ کے عہد کو توڑتا ہے جس پر اللہ اس کا مواخذہ فرمائے گا۔ ② دوسرا مطلب یہ ہے کہ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے مومن اللہ کے ساتھ ایک عہد کر لیتا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اب وہ سارا دن اللہ کے عہد، یعنی اس کے احکام کی پاسداری کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا' بلکہ نماز کے پڑھنے کے بعد اللہ کے احکام سے بے نیاز ہو جاتا اور من مانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنے عہد کے بارے میں باز پرس کرے گا اور اس کا مواخذہ فرمائے گا۔ پہلے مفہوم کی رو سے اس میں فجر کی نماز باجماعت پڑھنے والے کی فضیلت ہے اور دوسرے مفہوم کی رو سے اس میں ایک مومن کے لیے تنبیہ ہے کہ اس نے صبح کا آغاز اللہ کی عبادت' یعنی اس کے ساتھ عہد وفا سے کیا ہے۔ اب سارا دن اس عہد کو نبھانا اور نقض عہد سے اجتناب کرنا ہے۔

[۴۹] بَابُ إِجْرَاءِ أَحْكَامِ النَّاسِ عَلَى الظَّاهِرِ وَسَرَائِرِهِمْ إِلَى اللهِ تَعَالَى

باب:49- اس بات کا بیان کہ لوگوں پر ظاہر کے اعتبار سے احکام کا اجرا ہوگا اور ان کے اندرونی احوال کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس اگر وہ توبہ کر لیں' نماز قائم کریں

[389] صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة، حديث: 657.

ٱلزَّكَوٰةَ فَخَلُّواْ سَبِيلَهُمْ﴾ [التّوبة: ٥].

اور زکاۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔''

فائدۂ آیت: مطلب یہ ہے کہ کفر و شرک سے توبہ کر کے اگر کوئی شخص مسلمان ہو جائے اور ظاہری طور پر وہ احکام و فرائض اسلام کی پابندی کرے تو پھر اس سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جائے گا۔ اگر وہ نفاق کے طور پر ایسا کر رہا ہے یا نمود و نمائش یا کوئی اور مقصد اس کے پیش نظر ہے تو یہ چونکہ اندرونی معاملہ ہے' اسے اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا کیونکہ وہی دلوں کے احوال سے واقف ہے۔ کوئی دوسرا شخص کسی کے دل میں جھانک کر نہیں دیکھ سکتا۔

[٣٩٠] وعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ تَعَالٰى». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[390] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال (جہاد) کرتا رہوں' یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ (اس توحید و رسالت کے اقرار کے بعد) وہ نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں۔ جب وہ ایسا کر لیں گے تو وہ مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال محفوظ کر لیں گے' سوائے حق اسلام کے۔ (یعنی مالوں میں سے صرف زکاۃ وصول کی جائے گی۔ اور اگر کسی کو ناجائز قتل کر دے گا تو قصاص میں اسے قتل کیا جائے گا وغیرہ) اور ان (کے باطن) کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں ایک تو جہاد کے مقصد اور اس کی غرض و غایت کا بیان ہے اور وہ ہے دنیا سے کفر و شرک اور طاغوت کی عبادت و حکومت کا خاتمہ۔ جب تک یہ مقصد مکمل طور پر حاصل نہیں ہوگا' جہاد جاری رہے گا' اسی لیے ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے: اَلْجِهَادُ مَاضٍ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ''جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔'' (سنن أبي داود، الجهاد، حديث:2532) علاوہ ازیں حدیث میں اَلنَّاسُ (لوگوں) سے مراد مشرکین اور بتوں کے پجاری ہیں کیونکہ دوسری نصوص سے اہل کتاب کے لیے استثنا ثابت ہے کہ اگر وہ جزیہ دے کر اہل اسلام کی ماتحتی میں رہنا پسند کریں تو ان سے قتال کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ مشرکین کے لیے ایک ہی صورت ہے کہ وہ یا تو اسلام قبول کر کے الہ واحد کے پرستار بن جائیں' ورنہ لڑائی کے لیے تیار رہیں' اور مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ ان سے جہاد کر کے کفر و شرک کا خاتمہ کریں اور اللہ کی توحید کا جھنڈا ہر جگہ لہرائیں۔ ② اس حدیث سے ان لوگوں کی واضح تردید ہوتی ہے جو اسلام کے نظریہ جہاد کو مسخ کرتے اور کہتے ہیں کہ اسلام میں صرف دفاعی جنگ ہے۔ یہ معذرت خواہانہ انداز ہے۔ دفاعی جنگ تو ہر ملک اور قوم کو مجبوراً لڑنی

[390] صحيح البخاري، الإيمان، باب: ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ......﴾، حديث:25، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا: لا إله إلا الله ......، حديث:22.

ہی پڑتی ہے' اس کے جواز میں کسے شبہ ہو سکتا ہے۔ اسلام کا اصل امتیاز تو یہ ہے کہ اس نے دفاعی جنگ کے علاوہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے مسلمانوں کو جنگ کرنے کا حکم دیا ہے۔ کفر و شرک اور طاغوت کی حکمرانی' تاریکی ہے' گمراہی ہے اور ظلم ہے۔ اسلام کا مقصد دنیا سے تاریکی' گمراہی اور ظلم کا خاتمہ اور لوگوں کو لوگوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی کی راہ پر لگانا اور انھیں عدل و انصاف مہیا کرنا ہے۔ دنیا کے جس خطے میں بھی غیر اللہ کی بندگی اور ظلم و جہالت کا اندھیرا ہوگا' اس کے خاتمے کے لیے مسلمانوں پر جہاد کرنا ضروری ہے۔ جہاد کی ایک تیسری قسم یہ ہے کہ جہاں مسلمان کفار کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہوں' انھیں نرغۂ کفار سے نکالنے کے لیے کافروں سے جہاد کیا جائے۔ مسلمان جب تک یہ فریضۂ جہاد ادا کرتے رہے' اسلام بھی دنیا میں غالب رہا اور مسلمان بھی سربلند رہے۔ اور جب سے مسلمان اس فریضے سے غافل ہوئے ہیں' اسلام بھی محکوم ہو کر رہ گیا ہے اور مسلمان بھی ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ گویا جہاد ہی میں اسلام کے غلبے اور مسلمانوں کی قوت و استحکام کا راز مضمر ہے۔ کاش مسلمان اس نکتے کو اپنے اسلاف کی طرح سمجھیں۔ ③ قبول اسلام کے بعد ہر مسلمان کی جان و مال محفوظ ہے' البتہ اسلام کے احکام ان پر لاگو ہوں گے' جس میں ایک حکم ان کے مالوں میں سے زکاۃ وغیرہ کی ادائیگی ہے۔ اسی طرح اگر وہ کسی مسلمان کو ناجائز قتل کر دیں گے تو قصاص میں انھیں بھی قتل کیا جائے گا' الا یہ کہ مقتول کے ورثاء معاف کر دیں یا دیت قبول کر لیں۔ ④ اگر کسی شخص نے اسلام قبول کر لیا ہے تو اس پر اس کے ظاہری حالات کے مطابق احکام اسلام کا اجرا ہوگا' اس کے باطن کو نہیں کریدا جائے گا۔ اگر اس کے دل میں کھوٹ ہے یا کوئی اور مقصد اس کے پیش نظر ہے تو جب تک اس کا صحیح ثبوت مہیا نہیں ہوگا' اس کے خلاف کارروائی نہیں ہوگی اور اس کے باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا' یعنی اللہ تعالیٰ ہی قیامت والے دن اس کا فیصلہ فرمائے گا۔ اس باب سے اس حدیث کا تعلق اس آخری نکتے سے ہے۔ اس سے استدلال کرتے ہوئے بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ جو اہل بدعت توحید کا اقرار کرنے والے اور احکام شریعت کے پابند ہوں' ان کی تکفیر جائز نہیں ہے۔

[٣٩١] وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ طَارِقِ بْنِ أُشَيْمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللهِ، حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ تَعَالٰى». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[391] حضرت ابو عبداللہ طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کہا اور اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کیا تو اس کا مال اور خون محفوظ (حرام) ہو گیا اور اس (کے باطن) کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں دو چیزیں بیان ہوئی ہیں جن کے بغیر توحید مکمل نہیں ہوتی۔ صرف اللہ کی معبودیت کا اقرار اور غیروں کی معبودیت کا انکار۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو عبداللہ طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ] طارق بن اشیم بن مسعود اشجعی' کوفی۔ مشہور صحابی ہیں۔

[391] صحیح مسلم، الإیمان، باب الأمر بقتال الناس حتی یقولوا: لا إله إلا الله.....، حدیث:23.

قلیل الحدیث ہیں۔ ان سے بقول بعض صرف 4 اور بقول دیگر 14 روایات نقل کی گئی ہیں۔ اور ان سے روایات لینے والوں میں ان کے بیٹے سعد بن طارق بن اشیم کے علاوہ کسی کا نام نہیں ملتا۔ کوفیوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

[٣٩٢] وَعَنْ أَبِي مَعْبَدٍ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ، فَاقْتَتَلْنَا، فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ، فَقَطَعَهَا، ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ، فَقَالَ: أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ، أَأَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا؟! فَقَالَ: «لَا تَقْتُلْهُ»، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! قَطَعَ إِحْدَى يَدَيَّ، ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا؟ فَقَالَ: «لَا تَقْتُلْهُ، فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[392] حضرت ابومعبد مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یہ بیان فرمایئے کہ اگر میری کافروں میں سے کسی آدمی سے مڈبھیڑ ہو جائے‘ ہم آپس میں لڑیں‘ وہ میرے ایک ہاتھ کو تلوار سے کاٹ دے‘ پھر وہ میرے وار سے بچنے کے لیے ایک درخت کی پناہ لے لے اور کہے: میں اللہ پر ایمان لے آیا‘ تو اس کے یہ کہنے کے بعد کیا میں اسے قتل کر دوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ”تم اسے قتل مت کرو۔“ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ دیا اور ہاتھ کاٹنے کے بعد اس نے یہ کہا؟ آپ نے فرمایا: ”تم اسے قتل مت کرو‘ اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو (یاد رکھنا) وہ تمھارے اس مرتبے پر ہو جائے گا جس پر تم اس کے قتل سے پہلے تھے اور تم اس کے اس مرتبے پر ہو جاؤ گے جس پر وہ اس کلمے کے کہنے سے قبل تھا جو اس نے کہا۔“ (بخاری و مسلم)

وَمَعْنَى [أَنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ]، أَيْ: مَعْصُومُ الدَّمِ مَحْكُومٌ بِإِسْلَامِهِ. وَمَعْنَى [أَنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ]، أَيْ: مُبَاحُ الدَّمِ بِالْقِصَاصِ لِوَرَثَتِهِ، لَا أَنَّهُ بِمَنْزِلَتِهِ فِي الْكُفْرِ، وَاللهُ أَعْلَمُ.

”وہ تمھارے مرتبے پر ہو جائے گا۔“ کا مطلب ہے: اس کا خون محفوظ ہو گا اور وہ مسلمان سمجھا جائے گا۔ ”اور تم اس کے مرتبے پر ہو جاؤ گے۔“ کے معنی ہیں: اس کے وارثوں کے لیے بطور قصاص تمھارا خون بہانا جائز ہو گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم اس کے کفر کے مرتبے پر ہو جاؤ گے (یعنی کافر ہو جاؤ گے جیسا کہ بظاہر یہ مفہوم متبادر ہوتا ہے)۔ واللہ أعلم.

فوائد و مسائل: ① احکام اسلام کا نفاذ ظاہری حالات ہی پر ہو گا‘ باطن پر نہیں کیونکہ باطن کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا‘ اس لیے کوئی قبول اسلام کا اظہار کرے گا تو اسے تسلیم کرنا ہو گا اور اس کے جان و مال کا تحفظ ضروری ہو گا اور جو شخص اس حرمت کے علم کے باوجود اسے قتل کر دے گا تو مقتول کے ورثاء کے لیے قصاص لینا جائز ہو گا۔ ② اگر کوئی شخص جہالت یا تاویل

[392] صحيح البخاري، المغازي، باب: 12، حديث: 4019، وصحيح مسلم، الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد قوله: لا إله إلا الله، حديث: 95.

جہالت یا تاویل سے کام لیتے ہوئے قتل کرے گا تو صرف دیت کی ادائیگی ضروری ہوگی۔ چنانچہ بعض صحابہ نے یہی تاویل کرتے ہوئے کہ اس نے صرف جان بچانے کے لیے اسلام کا اظہار کیا ہے، اسلام کا اظہار کرنے والے کو قتل کر دیا تو نبی ﷺ نے مقتول کے ورثاء کو دیت ادا فرمائی۔

راویٔ حدیث: | حضرت ابو معبد مقداد بن اسود | ان کی کنیت ابو اسود یا ابو عمرو بھی ہے۔ سلسلۂ نسب یوں ہے: مقداد بن عمرو بن ثعلبہ البہرانی۔ اور حلف کی وجہ سے کندی کہلاتے ہیں۔ مقداد بن اسود کے نام سے معروف ہیں۔ اسود سے مراد اسود بن عبد یغوث زہری ہے جس نے مقداد کو متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) بنا لیا تھا۔ اور جاہلیت میں اس کے ساتھ حلیفانہ تعلقات قائم کر لیے تھے، لہٰذا اس کی طرف نسبت کی وجہ سے مشہور ہو گئے۔ اسلام لانے والوں میں چھٹے نمبر پر ہیں۔ دو دفعہ شرف ہجرت سے شرف یاب ہوئے۔ تمام سرایا اور غزوات میں شریک رہے اور معرکۂ بدر کے روز گھڑ سواروں میں شامل تھے۔ 33 ہجری کو 70 سال کی عمر میں جوف کے مقام پر فوت ہوئے۔ ان کی میت مدینہ میں لائی گئی اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ انھیں بقیع میں دفن کیا گیا۔ 42 فرامین محمدیہ کے راوی ہیں۔

[٣٩٣] وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، إِلَى الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ، فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ عَلَى مِيَاهِهِمْ، وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِّنْهُمْ، فَلَمَّا غَشِينَاهُ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، فَكَفَّ عَنْهُ الْأَنْصَارِيُّ، وَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتّٰى قَتَلْتُهُ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ، بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ لِي: **«يَا أُسَامَةُ! أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ؟!»** قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا، فَقَالَ: **«أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ؟!»**، فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[393] حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جہینہ قبیلے کی ایک شاخ حرقہ کی طرف (لڑائی کے لیے) بھیجا۔ چنانچہ صبح صبح ہم ان کے پانی کے چشموں پر حملہ آور ہو گئے۔ (لڑائی کے دوران) میری اور ایک اور انصاری کی مڈبھیڑ ان کے ایک آدمی کے ساتھ ہوئی۔ جب ہم نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا تو اس نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ پڑھا، جس پر (میرے ساتھی) انصاری نے تو اپنا ہاتھ روک لیا لیکن میں نے اسے اپنا نیزہ مارا حتی کہ اسے قتل کر دیا۔ جب ہم مدینہ واپس آئے تو یہ بات نبی ﷺ کو پہنچی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ''اے اسامہ! کیا تم نے اسے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا؟'' میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اس نے تو صرف جان بچانے کے لیے ایسا کیا تھا۔ آپ ﷺ نے (پھر) فرمایا: ''کیا تم نے اسے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا؟'' آپ یہی فقرہ بار بار میرے سامنے دہراتے رہے، یہاں تک کہ میں نے

[393] صحيح البخاري، المغازي، باب بعث النبي ﷺ أسامة رضي الله عنه......، حديث:4269، وصحيح مسلم، الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد قوله: لا إله إلا الله، حديث:96.

آرزو کی کہ میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔ (یعنی اب مسلمان ہوتا تاکہ میرے ہاتھوں ایک نومسلم کا قتل تو نہ ہوتا)۔

(بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَقَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَقَتَلْتَهُ؟!» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِّنَ السِّلَاحِ، قَالَ: «أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتّٰى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا؟!»، فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّي أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ.

ایک اور روایت میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا اس نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہا اور تم نے اسے قتل کر دیا!'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس نے تو ہتھیار (تلوار یا نیزے) کے خوف سے یہ کلمہ کہا تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم نے اس کا دل چیرا تھا کہ تمھیں علم ہو گیا کہ اس نے یہ کلمہ دل سے کہا ہے یا نہیں؟'' چنانچہ آپ یہ فقرہ دہراتے رہے' یہاں تک کہ مجھے آرزو ہوئی کہ (میں اس سے قبل مسلمان نہ ہوا ہوتا بلکہ) آج مسلمان ہوتا۔

[اَلْحُرَقَةُ]: بِضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِ الرَّاءِ: بَطْنٌ مِّنْ جُهَيْنَةَ الْقَبِيلَةِ الْمَعْرُوفَةِ. وَقَوْلُهُ: [مُتَعَوِّذًا]، أَيْ: مُعْتَصِمًا بِهَا مِنَ الْقَتْلِ، لَا مُعْتَقِدًا لَهَا.

اَلْحُرَقَةُ ''حا'' پر پیش اور ''را'' پر زبر۔ مشہور قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ۔ مُتَعَوِّذًا کے معنی ہیں: قتل سے بچاؤ کے لیے اس نے کلمہ پڑھا تھا' اس لیے نہیں کہ وہ دل سے اللہ کی توحید کا معتقد ہو گیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① اس کا تعلق باب سے واضح ہے کہ احکام اسلام کا نفاذ و اجرا ظاہری حالات پر ہوگا۔ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس طرح انتقامی کارروائیوں کا سدباب کر دیا گیا ہے' ورنہ ہر شخص' کسی دشمن وغیرہ کو قتل کر کے دعویٰ کر سکتا تھا کہ یہ اپنے دعوائے اسلام میں جھوٹا تھا' اس لیے میں نے یہ کارروائی کی ہے۔ چنانچہ سد ذریعہ کے طور پر باطنی کیفیت کے کھوج لگانے کو سرے ہی سے غیر ضروری قرار دے دیا گیا اور صرف ظاہر پر معاملہ کرنے کی تاکید کی گئی۔ ② حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر قصاص کا حکم اس لیے عائد نہیں کیا گیا کہ ان کا یہ فعل تاویل پر مبنی تھا' تاہم اس صورت میں دیت کی ادائیگی ضروری ہوگی' چاہے وہ بیت المال سے ادا کی جائے' تاکہ ایک مسلمان کا خون ضائع نہ جائے۔

[٣٩٤] وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ بَعْثًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ إِلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ، وَأَنَّهُمُ الْتَقَوْا، فَكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ إِذَا شَاءَ أَنْ يَّقْصِدَ إِلٰى رَجُلٍ

[394] حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کا ایک دستہ کچھ مشرکوں کی طرف بھیجا اور ان کا باہم مقابلہ ہوا۔ مشرکوں میں سے ایک آدمی تھا' جب وہ کسی مسلمان کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو وہ

[394] صحيح مسلم، الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد قوله: لا إله إلا الله، حديث:97.

مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَصَدَ لَهُ فَقَتَلَهُ، وَأَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَصَدَ غَفْلَتَهُ، وَكُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، فَلَمَّا رَفَعَ السَّيْفَ، قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، فَقَتَلَهُ، فَجَاءَ الْبَشِيرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَسَأَلَهُ، وَأَخْبَرَهُ، حَتّٰى أَخْبَرَهُ خَبَرَ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ، فَدَعَاهُ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: «لِمَ قَتَلْتَهُ؟» فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! أَوْجَعَ فِي الْمُسْلِمِينَ، وَقَتَلَ فُلَانًا وَّفُلَانًا - وَسَمّٰى لَهُ نَفَرًا - وَإِنِّي حَمَلْتُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى السَّيْفَ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَقَتَلْتَهُ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! اِسْتَغْفِرْ لِي، فَجَعَلَ لَا يَزِيدُ عَلٰى أَنْ يَّقُولَ: «كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

موقع پا کر اسے قتل کر دیتا۔ (یہ صورت حال دیکھ کر) مسلمانوں میں سے (بھی) ایک آدمی اس کی غفلت کی تاک میں رہنے لگا تاکہ (موقع پا کر) وہ اس مشرک کو قتل کر دے۔ اور ہم آپس میں گفتگو کرتے تھے کہ یہ اسامہ بن زید ؓ ہیں۔ (چنانچہ جلد ہی وہ وقت آ گیا اور) حضرت اسامہ نے (موقع پا کر) جب (اسے مارنے کے لیے) اس پر تلوار اٹھائی تو اس نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیا' لیکن انھوں نے (اسے اہمیت نہ دی اور) اسے قتل کر دیا۔ (اس لڑائی میں مسلمان فتح یاب ہوئے) اور خوش خبری دینے والا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے حالات پوچھے اور اس نے بتلائے' یہاں تک کہ اس نے اس آدمی (حضرت اسامہ) کا قصہ بھی بیان کیا کہ اس نے کیا کیا۔ آپ نے انھیں بلایا اور ان سے پوچھا' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم نے اسے قتل کیوں کیا؟'' انھوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! اس نے مسلمانوں کو بڑی تکلیف دی اور (ہمارے) فلاں فلاں آدمی کو اس نے قتل کیا۔ اور انھوں نے نبی ﷺ کے سامنے کئی نام بیان کیے۔ (یہ صورت حال دیکھ کر) میں نے اس شخص پر حملہ کیا' جب اس نے تلوار دیکھی (یعنی اس کی زد میں آ گیا) تو اس نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھ دیا۔ (جس سے میں یہی سمجھا کہ یہ صرف جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا ہے۔) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تم نے اسے قتل کر دیا؟'' انھوں نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب یہ کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قیامت والے دن آئے گا تو تم کیا کرو گے (کیا جواب دو گے)؟'' حضرت اسامہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے لیے مغفرت کی دعا فرمائیے۔ آپ یہی فقرہ دہراتے رہے اور اس پر کوئی بات زیادہ نہ فرماتے: ''جب یہ کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قیامت والے دن آئے گا تو تم کیا کرو گے؟'' (مسلم)

فائدہ: گزشتہ حدیث اور اس حدیث میں بیان کردہ واقعہ ایک ہی ہے۔ صرف بعض الفاظ میں اختلاف ہے اور تشریح بیان ہو چکی ہے جس کا خلاصہ یہی ہے کہ کلمہ پڑھنے کے بعد قتل کرنا درست نہیں۔

[٣٩٥] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: إِنَّ نَاسًا كَانُوا يُؤْخَذُونَ بِالْوَحْيِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَإِنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ، وَإِنَّمَا نَأْخُذُكُمُ الْآنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ أَعْمَالِكُمْ، فَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا، أَمَّنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ، وَلَيْسَ لَنَا مِنْ سَرِيرَتِهِ شَيْءٌ، اَللهُ يُحَاسِبُهُ فِي سَرِيرَتِهِ، وَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا سُوءًا، لَمْ نَأْمَنْهُ، وَلَمْ نُصَدِّقْهُ وَإِنْ قَالَ: إِنَّ سَرِيرَتَهُ حَسَنَةٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[395] حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تو کچھ لوگوں کا مؤاخذہ وحی کے ذریعے سے ہو جاتا تھا' لیکن اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے (اور باطن کے احوال پر مؤاخذہ ممکن نہیں رہا)' اس لیے اب ہم تمھارا مؤاخذہ صرف تمھارے ان عملوں پر کریں گے جو ہمارے سامنے آئیں گے۔ چنانچہ جو ہمارے لیے بھلائی ظاہر کرے گا' ہم اسے امن دیں گے (یا اس پر اعتبار و اعتماد کریں گے) اور اسے اپنے قریب کریں گے اور ہمیں اس کے اندرونی حالات سے کوئی سروکار نہیں۔ ان کا حساب اللہ تعالیٰ ہی اس سے کرے گا۔ اور جو ہمارے لیے برائی ظاہر کرے گا' ہم اسے امن دیں گے (یا اس پر اعتبار کریں گے) نہ اس کی تصدیق کریں گے' اگرچہ وہ یہ کہے کہ اس کا اندرونی معاملہ (ارادہ) اچھا تھا۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ احکام کا اجرا ظاہری اعمال پر ہوگا' نہ کہ لوگوں کے ارادوں اور نیتوں پر کیونکہ ان کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا۔ ② دور حاضر میں اکثر لوگ علانیہ اسلامی احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور ان سے اصلاح کے لیے کہا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہماری نیت درست ہے۔ ایسے لوگ شیطان کے فریب زدہ ہیں۔ بھلا اعمال کے بغیر نیت محض کا کیا فائدہ؟ جب ظاہری اعمال ہی درست نہ ہوں تو یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ نیت درست ہے۔ اس کو آپ مثال کے ذریعے سے یوں سمجھ سکتے ہیں۔ اگر کسی شیشے کے گلاس میں پانی ہو اور وہ اندر سے صاف ہو لیکن اس کے باہر گندگی لگی ہو اور کوئی شخص آپ کو اس میں پانی پیش کر کے کہے کہ جناب گلاس اندر سے صاف ہے تو کیا آپ اسے صاف تسلیم کر کے وہ پانی پئیں گے؟ ہرگز نہیں! کیونکہ اس کا ظاہر آلودہ ہے' اس لیے جس کا ظاہر ہی آلودہ اور احکام شرعیہ کا مخالف ہو' اس کے باطن کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

راویٔ حدیث: [حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رحمہ اللہ] عبداللہ بن عتبہ بن مسعود ہذلی حجازی۔ عقیلی نے ان کو صحابہ میں جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کو تابعین کے اعلیٰ طبقے میں شمار کیا ہے۔ ان سے ان کے بیٹے حمزہ روایت کرتے ہیں

[395] صحيح البخاري، الشهادات، باب الشهداء العدول.....، حديث:2641.

اور کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والدِ گرامی سے پوچھا: کیا آپ کو رسولِ عربی ﷺ کا کوئی فرمان یاد ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، مجھے یاد ہے کہ میں پانچ، چھ سال کا تھا، آپ نے مجھے اپنی آغوش میں بٹھالیا، میرے سر پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے مجھے اور میرے اہل وعیال کو برکت کی دعا دی۔

[٥٠] بَابُ الْخَوْفِ

باب:50- خشیت الٰہی کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ﴾ [اَلْبَقَرَة: ٤٠]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور مجھ ہی سے ڈرو۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ﴾ [اَلْبُرُوج: ١٢]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَآ أَخَذَ ٱلْقُرَىٰ وَهِىَ ظَٰلِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُۥٓ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ۝ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ ٱلْءَاخِرَةِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ ٱلنَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ۝ وَمَا نُؤَخِّرُهُۥٓ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ۝ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِۦ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِىٌّ وَسَعِيدٌ ۝ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ شَقُوا۟ فَفِى ٱلنَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ﴾ [هود: ١٠٢-١٠٦]

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اسی طرح ہے تیرے رب کی پکڑ، جب وہ کسی بستی کو پکڑتا ہے جب کہ اس کے باشندے ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔ یقیناً اس کی پکڑ نہایت دردناک ہے۔ بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے نشانی ہے جو عذاب آخرت سے ڈرتا ہے۔ یہ وہ دن ہوگا جس میں لوگ اکٹھے کیے جائیں گے اور یہی دن سب کی حاضری کا ہے، ہم اسے صرف ایک گنی ہوئی مدت کے لیے (مصلحتاً) مؤخر کر رہے ہیں۔ جب یہ دن آئے گا تو کسی کو اللہ کی اجازت کے بغیر یارائے گفتگو نہیں ہوگا، چنانچہ بعض لوگ بدبخت اور بعض نیک بخت ہوں گے۔ جو بدبخت ہوں گے، ان کا ٹھکانا آگ ہے، ان کے لیے اس میں چیخنا اور پکارنا ہوگا۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ ٱللَّهُ نَفْسَهُۥ﴾ [آل عمران: ٢٨]

اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ ٱلْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِۦ وَأَبِيهِ ۝ وَصَٰحِبَتِهِۦ وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ ٱمْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ﴾ [عبس: ٣٤-٣٧]

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ''جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اپنی بیوی اور بیٹوں سے۔ ہر ایک کے لیے ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے نیاز اور بے پروا کر دے گی۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ

اور فرمایا: ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک

زَلْزَلَةَ ٱلسَّاعَةِ شَىْءٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى ٱلنَّاسَ سُكَٰرَىٰ وَمَا هُم بِسُكَٰرَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ ٱللَّهِ شَدِيدٌ﴾ [الحج: ١، ٢].

قیامت کا بھونچال بڑی (ہولناک) چیز ہے۔ اس دن تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے شیر خوار بچے کو بھول جائے گی۔ اور ہر حمل والی کا حمل گر جائے گا۔ اور تم دیکھو گے کہ لوگ مدہوش ہیں اور یہ مدہوشی نہیں ہوگی' بلکہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔"

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ جَنَّتَانِ﴾ [الرحمٰن: ٤٦] الْآيَات،

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: "اور اس شخص کے لیے دو باغ ہیں جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا۔"

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَآءَلُونَ ۝ قَالُوٓا۟ إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِىٓ أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۝ فَمَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَىٰنَا عَذَابَ ٱلسَّمُومِ ۝ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْبَرُّ ٱلرَّحِيمُ﴾ [الطور: ٢٥-٢٨]

اور فرمایا: "اور (اہل جنت) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔ وہ کہیں گے: اس سے پہلے ہم اپنے اہل و عیال میں (دنیا میں اللہ سے) ڈرا کرتے تھے۔ پھر اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لو (جہنم) کے عذاب سے بچا لیا۔ بے شک ہم اس سے قبل اسی کو پکارتے تھے' بلاشبہ وہ بہت احسان کرنے والا' نہایت مہربان ہے۔"

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ جِدًّا مَعْلُومَاتٌ، وَالْغَرَضُ الْإِشَارَةُ إِلٰى بَعْضِهَا وَقَدْ حَصَلَ.

اور اس باب میں بہت آیات ہیں اور مشہور ہیں' یہاں مقصود بعض کی طرف اشارہ ہی کرنا ہے جو کر دیا ہے۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ فَكَثِيرَةٌ جِدًّا، فَنَذْكُرُ مِنْهَا طَرَفًا وَبِاللهِ التَّوْفِيقُ.

اس موضوع پر احادیث بھی کثرت سے ہیں' جن میں سے یہاں کچھ بیان کی جاتی ہیں۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ۔

[٣٩٦] عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ: «إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا نُطْفَةً، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَلَكُ، فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ، وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: بِكَتْبِ رِزْقِهِ، وَأَجَلِهِ،

[396] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیان فرمایا' اور آپ سچے ہیں اور آپ کی بات کو سچ مانا جاتا ہے: "بے شک تم میں سے ہر شخص اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفے کی شکل میں رہتا ہے' پھر اسی کی مثل (یعنی اتنی ہی مدت) منجمد خون بنا رہتا ہے۔ پھر اتنی ہی مدت گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے' پھر (ایک سو بیس دن

[396] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم، حديث: 3208، وصحيح مسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه.....، حديث: 2643.

وَعَمَلِهِ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ. فَوَالَّذِي! لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ! إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کے بعد) فرشتہ بھیجا جاتا ہے' وہ اس میں روح پھونکتا ہے۔ اور فرشتے کو چار باتیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے: اس کی روزی' اس کی موت' اس کا عمل اور وہ بدبخت ہے یا نیک ہے۔ چنانچہ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں! بے شک تم میں سے ایک شخص جنتیوں والے عمل کرتا ہے' یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس پر لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے اور وہ جہنمیوں والے کام کرنے لگ جاتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور بے شک تم میں سے ایک شخص جہنمیوں والے کام کرتا ہے حتی کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس پر لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے اور وہ جنتیوں والے کام کرنے لگ جاتا ہے' تو اس میں داخل ہو جاتا ہے۔''

(بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں تقدیر کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے جس پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر انسان کے متعلق پہلے ہی سے علم ہے کہ وہ نیک ہوگا یا بد' جنتی ہوگا یا جہنمی۔ اور اس نے اپنے علم کے مطابق یہ سب کچھ پہلے ہی سے لکھ دیا ہے۔ اس کے لکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان مجبور محض اور ارادہ و اختیار کی قوت سے محروم ہے جیسا کہ بعض گمراہ فرقوں نے ایسا سمجھا ہے۔ بلکہ یہ تو اللہ کے علم کا ایک اظہار ہے' اس کا کوئی تعلق انسان کے ارادہ و اختیار سے نہیں ہے۔ اللہ نے انسان کو مجبور محض نہیں بنایا ہے' بلکہ اسے ارادہ و اختیار کی آزادی سے نوازا ہے کیونکہ اس کے بغیر اس کی آزمائش ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ انسان کی آزمائش تب ہی ہو سکتی تھی کہ اسے نیک یا بد دونوں میں سے کسی بھی ایک راستے کے انتخاب اور اس پر عمل کرنے کا اختیار حاصل ہو۔ چنانچہ اللہ نے دونوں راستوں کی واضح طور پر نشاندہی کر کے اسے اختیار دیا ہے کہ جسے چاہے وہ اپنا لے۔ دونوں کا انجام بھی بتلا دیا۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَّإِمَّا كَفُورًا﴾ (الدھر 76:3) اور ﴿فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ (الکہف 18:29) ② امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو خشیت الٰہی کے باب میں ذکر کر کے تنبیہ کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس سے حسن خاتمہ کی دعا اور اس سے مدد طلب کرتے رہو' نیز اس کے لیے جو اسباب ہیں انھیں اختیار کرو' یعنی ایمان و تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ' اس لیے کہ انسان اپنی طاقت کے مطابق اسباب و وسائل اختیار کرنے کا مکلف ہے' گو اس کے انجام سے وہ بے خبر ہے' اس کو وہ اللہ کے سپرد کر دے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ نے جس کو جس کام کے لیے پیدا فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے لیے ان راستوں کو بھی آسان فرما دیتا ہے' جو نیکی کو اپنائے گا' نیکی کے راستے اس کے لیے کھلتے چلے جائیں گے اور اسی طرح جو بدی

کو اپنائے گا' اس کے راستے اس کے لیے ہموار ہو جائیں گے۔ حدیث نبوی ہے: [اِعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهُ] (صحيح البخاري، التفسير، حديث:4949) ③ علاوہ ازیں برائی کو زندگی کے کسی مرحلے میں بھی اختیار نہ کرے کہ کہیں اسی پر اس کی زندگی کا اختتام نہ ہو جائے اور یوں زندگی بھر کی نیکیوں پر پانی پھر جائے اور وہ جنتی کی بجائے جہنمی قرار پا جائے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ سُوءِ الْخَاتِمَةِ وَمِنْ عَمَلِ أَهْلِ النَّارِ.

[٣٩٧] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ، مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[397] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس دن (قیامت والے دن) جہنم کو اس حالت میں لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی' ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس کا تعلق امور غیب سے ہے جن پر ایمان رکھنے کا حکم ہے۔ اس کو تشبیہ و تمثیل قرار دینا صحیح نہیں ہے' یہ حقیقت پر ہی محمول ہے' تاہم اس کی کیفیت ہم نہیں جان سکتے۔ ② اس میں اس بات کی تنبیہ ہے کہ انسان کو برے اعمال سے باز رہنا چاہیے اور خشیت الٰہی کا دامن ہر وقت تھامے رکھنا چاہیے کیونکہ معصیت کا انجام جہنم ہے اور اس کی ہولناکی حدیث میں واضح کی گئی ہے کہ انسان کو معصیت کرتے وقت اس کے انجام کو سامنے رکھنا چاہیے۔

[٣٩٨] وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَرَجُلٌ يُوضَعُ فِي أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ، مَا يَرَى أَنَّ أَحَدًا أَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا، وَإِنَّهُ لَأَهْوَنُهُمْ عَذَابًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[398] حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت والے دن جہنمیوں میں سب سے زیادہ ہلکے عذاب والا وہ آدمی ہوگا جس کے پاؤں کے تلوؤں میں دو انگارے رکھے جائیں گے جن سے اس کا دماغ کھولے گا۔ وہ خیال کرے گا کہ اس سے زیادہ سخت عذاب والا کوئی نہیں' حالانکہ وہ ان جہنمیوں میں سب سے زیادہ ہلکے عذاب والا ہوگا۔''

(بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① صحیح مسلم کی دوسری روایات میں ہے کہ اس کے جوتے اور تسمے آگ کے ہوں گے جن سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا جیسے چولہے پر رکھی ہوئی ہنڈیا کھولتی ہے' نیز بعض روایات میں یہ بھی صراحت ہے کہ یہ شخص ابو طالب ہے۔ دیکھیے: (صحيح مسلم، الإيمان، حديث:212) جو نبی اکرم ﷺ کا سگا چچا اور آپ کا نہایت ہمدرد و غم خوار

[397] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب في شدة حر نار جهنم، وبعد قعرها...... حديث:2842.

[398] صحيح البخاري، الرقاق، باب صفة الجنة والنار، حديث:6561، وصحيح مسلم، الإيمان، باب أهون أهل النار عذابا...... حديث:213.

اور معاون تھا۔ لیکن چونکہ دولت ایمان سے محروم فوت ہوا' اس لیے مستحق نار ہوا۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ. ② جب ادنیٰ ترین عذاب کی یہ کیفیت ہے تو سخت ترین عذاب والوں کی کیا حالت ہوگی یاد رہے! تصویر بنانے والوں اور شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والوں کو عذاب الیم (دردناک عذاب) کی وعید سنائی گئی ہے۔

[٣٩٩] وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلٰى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلٰى حُجْزَتِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلٰى تَرْقُوَتِهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[399] حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جہنمیوں میں سے بعض وہ ہوں گے جنھیں آگ نے ان کے ٹخنوں تک' بعض کو ان کے گھٹنوں تک' بعض کو ان کی کمر تک اور بعض کو ان کی ہنسلی تک پکڑا ہوا ہوگا۔'' (مسلم)

[الْحُجْزَةُ]: مَعْقِدُ الْإِزَارِ تَحْتَ السُّرَّةِ وَ[التَّرْقُوَةُ]: بِفَتْحِ التَّاءِ وَضَمِّ الْقَافِ: هِيَ الْعَظْمُ الَّذِي عِنْدَ ثُغْرَةِ النَّحْرِ، وَلِلْإِنْسَانِ تَرْقُوَتَانِ فِي جَانِبَيِ النَّحْرِ.

اَلْحُجْزَةُ: ناف سے نیچے ازار (تہ بند' شلوار وغیرہ) باندھنے کی جگہ۔ اَلتَّرْقُوَۃ: ''تا'' پر زبر اور ''قاف'' پر پیش۔ وہ ہڈی جو سینے کے گڑھے کے پاس ہے جسے اردو میں ہنسلی کہتے ہیں۔ یہ ہر انسان کے اندر سینے کے دونوں جانب دو ہڈیاں (ہنسلیاں) ہوتی ہیں۔

فائدہ: جس طرح اہل جنت شرف وفضل اور درجات میں کم وبیش ہوں گے' اسی طرح جہنمی بھی عذاب کی شدت اور تخفیف میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے۔

[٤٠٠] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ حَتّٰى يَغِيبَ أَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهِ إِلٰى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[400] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(روز قیامت) لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے (اور پسینے میں شرابور ہوں گے) حتی کہ ان میں سے کوئی اپنے آدھے کانوں تک اپنے پسینے میں چھپا ہوا ہوگا۔'' (بخاری ومسلم)

وَ[الرَّشْحُ]: اَلْعَرَقُ.

اَلرَّشْحُ کے معنی ہیں: پسینہ۔

فائدہ: یہ اس ہولناکی کا ایک منظر ہے جو میدان محشر میں بپا ہوگی اور لوگ حساب کے لیے بارگاہ الٰہی میں کھڑے ہوں گے۔ سورج ایک میل کے فاصلے پر ہوگا اور اللہ کے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

[399] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب من شدة حر نار جهنم، وبعد قعرها......، حديث:2845.

[400] صحيح البخاري، التفسير، باب:﴿يوم يقوم الناس لرب العالمين﴾، حديث: 4938، وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب في صفة يوم القيامة......، حديث:2862.

[٤٠١] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ خُطْبَةً مَّا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ، فَقَالَ: «لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا» فَغَطّٰى أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ وُجُوهَهُمْ، وَلَهُمْ خَنِينٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[401] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (ایک مرتبہ) ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ اس جیسا خطبہ میں نے کبھی نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم وہ باتیں جان لو جن کا مجھے علم ہے تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ۔'' چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے اپنے چہرے ڈھانپ لیے اور ان کی آہ وزاری کی آوازیں آ رہی تھیں۔ (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: بَلَغَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ أَصْحَابِهِ شَيْءٌ فَخَطَبَ، فَقَالَ: «عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ، وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا». فَمَا أَتٰى عَلٰى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمٌ أَشَدُّ مِنْهُ، غَطَّوْا رُؤُوسَهُمْ وَلَهُمْ خَنِينٌ.

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے صحابہ کے بارے میں کوئی بات پہنچی تو آپ نے خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا: ''مجھ پر جنت اور دوزخ پیش کی گئی' تو میں نے آج کے دن کی طرح بھلائی اور برائی نہیں دیکھی۔ اور اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ۔'' چنانچہ اصحاب رسول ﷺ پر اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں آیا۔ انھوں نے اپنے سر ڈھانپ لیے اور وہ آہ و بکا کر رہے تھے۔

[اَلْخَنِينُ]: بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ، هُوَ الْبُكَاءُ مَعَ غُنَّةٍ وَّانْتِشَاقِ الصَّوْتِ مِنَ الْأَنْفِ.

اَلْخَنِین ''خا'' کے ساتھ۔ ناک سے آواز نکالتے ہوئے رونا۔

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ موجود ہیں اور دیگر بعض امور غیبیہ کی طرح نبی ﷺ کو ان کا مشاہدہ کرایا گیا ہے۔ ② زیادہ ہنسنا پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ یہ غفلت اور آخرت فراموشی پر دلالت کرتا ہے جب کہ مسلمان کو ہر وقت چوکنا اور فکر آخرت سے مضطرب رہنا چاہیے۔ ③ اللہ کے خوف' یعنی اس کے عتاب سے ڈرتے ہوئے رونا نہایت پسندیدہ ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کا دل بیدار' اللہ کی یاد اور اس کے خوف سے معمور و لرزاں اور فکر آخرت سے پریشان ہے۔ ④ علماء کو چاہیے کہ گاہے گاہے لوگوں میں فکر آخرت کا شعور بیدار کرتے رہیں تا کہ وہ دنیا کی لذتوں میں ہلکان نہ ہو جائیں۔

[٤٠٢] وَعَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ

[402] حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت والے دن

[401] صحيح البخاري، الرقاق، باب قول النبي ﷺ: [لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا]، حديث:6486، وصحيح مسلم، الفضائل، باب توقيره ﷺ وترك إكثار سؤاله......، حديث:2359.

[402] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب صفة يوم القيامة......، حديث:2864.

الْقِيَامَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُونَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيلٍ» . قَالَ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ الرَّاوِيُّ عَنِ الْمِقْدَادِ: فَوَاللهِ! مَا أَدْرِي مَا يَعْنِي بِالْمِيلِ؟ أَمَسَافَةَ الْأَرْضِ أَمِ الْمِيلَ الَّذِي تُكْتَحَلُ بِهِ الْعَيْنُ؟ «فَيَكُونُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ أَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ، فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُونُ إِلٰى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُونُ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُونُ إِلٰى حِقْوَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّلْجِمُهُ الْعَرَقُ إِلْجَامًا»، وَأَشَارَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِيَدِهِ إِلٰى فِيهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

سورج کو مخلوق کے (اتنا) قریب کر دیا جائے گا کہ وہ ان سے ایک میل کے فاصلے پر ہوگا۔'' حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے (تابعی) سلیم بن عامر فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میل سے نبی اکرم ﷺ کی مراد کیا تھی؟ کیا زمین کی مسافت یا (سرمہ دانی کی) وہ سلائی جس سے آنکھ میں سرمہ لگایا جاتا ہے؟ (کیونکہ عربی میں اسے بھی میل کہا جاتا ہے)۔ ''چنانچہ لوگ اپنے (اپنے) اعمال کے مطابق پسینے میں ہوں گے۔ بعض ان میں سے وہ ہوں گے جو اپنے ٹخنوں تک، بعض اپنے گھٹنوں تک، بعض اپنے پہلوؤں (کمر) تک پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور بعض ایسے ہوں گے کہ انھیں پسینے نے لگام ڈالی ہوگی۔'' اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا (یعنی جس طرح جانور کے منہ میں لگام ڈالی جاتی ہے، اس طرح پسینہ اس کے لیے لگام بنا ہوا ہوگا، یعنی اس کے منہ اور کانوں تک پسینہ ہو گا)۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① حدیث میں میل کی وضاحت نہیں ہے کہ یہ مسافت والا میل ہے یا سرمہ دانی کا میل۔ مسافت والا میل، ہمارے ملک میں ایک میل آٹھ فرلانگ، یعنی 1.609 کلومیٹر ہے۔ شارحین حدیث نے اسے چھ ہزار ذراع اور بعض نے چار ہزار ذراع بتلایا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے بارہ ہزار انسانی قدم کے برابر قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (مرعاة المفاتيح، باب صلاة السفر) ② اگر یہ میل ارض ہو تب بھی سورج کی شدت حرارت کا اندازہ کیا جاتا ہے کہ دنیا میں سورج، موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق نو کروڑ میل کے فاصلے پر ہے، تب بھی موسم گرما میں کوئی شخص اس کی حرارت کو برداشت نہیں کر پاتا، تو سورج جب صرف ایک میل کے فاصلے پر ہوگا تو اس کی حرارت واقعی اتنی ہوگی کہ انسان پسینے میں ڈوبے ہوں گے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

[٤٠٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الْأَرْضِ سَبْعِينَ ذِرَاعًا،

[403] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت والے دن لوگ پسینے میں (غرق) ہوں گے یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ہاتھ (ذراع)

[403] صحيح البخاري، الرقاق، باب قول الله تعالى: ﴿الا يظن اولئك انهم مبعوثون ليوم عظيم......﴾، حديث: 6532، وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها و أهلها، باب صفة يوم القيامة......، حديث: 2863.

وَيُلْجِمُهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ آذَانَهُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تک جائے گا' اور پسینہ انھیں لگام ڈالے گا' یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔'' (بخاری و مسلم)

وَمَعْنٰى [يَذْهَبُ فِي الْأَرْضِ]: يَنْزِلُ وَيَغُوصُ.

''زمین میں جائے گا'' کا مطلب ہے: زمین میں اترے گا اور سرایت کرے گا (یعنی اتنی گہرائی تک پسینہ زمین میں اتر جائے گا)۔

[٤٠٤] وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، إِذْ سَمِعَ وَجْبَةً فَقَالَ: «هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا؟» قُلْنَا: اَللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «هٰذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهِ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِينَ خَرِيفًا فَهُوَ يَهْوِي فِي النَّارِ الْآنَ حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى قَعْرِهَا، فَسَمِعْتُمْ وَجْبَتَهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[404] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ نے کسی چیز کے گرنے کا دھما کا سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو' یہ کیا ہے؟'' ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ وہ پتھر ہے جو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا' تو وہ اب تک جہنم میں گرتا رہا' یہاں تک کہ اب وہ اس کی گہرائی میں پہنچا (جالگا) ہے جیسا کہ (ابھی) تم نے اس کے گرنے کا دھما کا سنا ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① جہنم کی گہرائی سے اس کے عذاب کی شدت اور ہولناکی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ② اس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی کرامت کا بیان ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس دھماکے کو سنا۔ ③ حدیث کا مقصود جہنم کی خوفناکی و ہولناکی بتانا ہے تاکہ ہم اس کے عذاب اور تباہ کاریوں سے بچیں اور ہمیشہ برے افکار و اعمال سے کنارہ کش رہیں۔

[٤٠٥] وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ، فَلَا يَرٰى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ، فَلَا يَرٰى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَلَا يَرٰى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[405] حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب تم میں سے ہر شخص سے اس کا رب اس حال میں کلام فرمائے گا کہ آدمی اور اس کے رب کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ تو آدمی اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اسے آگے بھیجے ہوئے عمل ہی نظر آئیں گے' اپنی بائیں جانب دیکھے گا تو ادھر بھی اپنے آگے بھیجے ہوئے عمل ہی دیکھے گا اور اپنے سامنے دیکھے گا تو سامنے اسے جہنم

[404] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها و أهلها، باب جهنم أعاذنا الله منها، حديث:2844.

[405] صحيح البخاري، التوحيد، باب كلام الرب تعالى يوم القيامة مع الأنبياء وغيرهم، حديث:7512، وصحيح مسلم، الزكاة، باب الحث على الصدقة......، حديث:1016.

کی آگ کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ چنانچہ تم آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقے کرنے) کے ذریعے ہی سے ہو۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: یہ حدیث پہلے [باب في بيان كثرة طرق الخير] (حدیث:139) میں بھی گزر چکی ہے' یہاں اسے خشیت الٰہی کے باب میں دوبارہ لایا گیا ہے کیونکہ اس میں خوف الٰہی کی ترغیب اور محشر کی ہولناکیوں سے ترہیب بھی ہے۔

[٤٠٦] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنِّي أَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ، وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ، أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ، مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِّلّٰهِ تَعَالٰى، وَاللهِ! لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا، وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشِ، وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُونَ إِلَى اللهِ تَعَالٰى». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[406] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چرچراتا ہے اور اس کے لائق ہے کہ وہ چرچرائے۔ اس میں چار انگلیوں کی بھی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی ٹیکے اللہ کے آگے سجدہ ریز نہ ہو۔ اللہ کی قسم! اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ اور تم بستروں پر (اپنی) عورتوں کے ساتھ لطف اندوز ہونا ترک کر دو اور تم اللہ سے پناہ چاہتے ہوئے (جنگلوں کے) راستوں کی طرف نکل جاؤ۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔)

وَ[أَطَّتْ]: بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَتَشْدِيدِ الطَّاءِ. وَ[تَئِطُّ]: بِفَتْحِ التَّاءِ وَبَعْدَهَا هَمْزَةٌ مَكْسُورَةٌ، وَالْأَطِيطُ: صَوْتُ الرَّحْلِ وَالْقَتَبِ وَشِبْهِهِمَا، وَمَعْنَاهُ: أَنَّ كَثْرَةَ مَنْ فِي السَّمَاءِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ الْعَابِدِينَ قَدْ أَثْقَلَتْهَا حَتّٰى أَطَّتْ.

أَطَّتْ: ''ہمزہ'' پر زبر اور ''طا'' پر تشدید۔ تَئِطُّ: ''تا'' پر زبر' اس کے بعد ''ہمزہ'' کے نیچے زیر۔ أَطِيطٌ: پالان' کجاوہ اور ان جیسی چیزوں کی آواز۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان پر عبادت گزار فرشتوں کی کثرت نے آسمان کو اتنا بوجھل کر دیا ہے کہ وہ بوجھ سے چرچراتا ہے۔

وَ[الصُّعُدَاتُ] بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَيْنِ: اَلطُّرُقَاتُ. وَمَعْنٰى [تَجْأَرُونَ]: تَسْتَغِيثُونَ.

صُعُدَاتٌ: ''صاد'' اور ''عین'' دونوں پر پیش۔ معنی ہیں: راستے۔ تَجْأَرُونَ کے معنی ہیں: پناہ اور مدد طلب کرتے ہوئے۔

فوائد ومسائل: ① اس میں بھی خوف الٰہی کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے کیونکہ ایک مومن کے دل میں اللہ کی جتنی عظمت وجلالت ہوگی' اتنا ہی اس کے دل میں اللہ کے عذاب کا خوف اور اس کی رحمت کی امید ہوگی اور وہ طاعات کو بجا لائے گا اور معصیات سے اجتناب کرے گا۔ ② فرشتوں کی کثرت کا بیان ہے جو ہمہ وقت اللہ کی عبادت میں مصروف اور اس کی

[406] جامع الترمذي، الزهد، باب ما جاء في قول النبي ﷺ: [لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا]، حديث:2312.

بارگاہ نیاز میں سجدہ ریز رہتے ہیں۔ جب فرشتوں کا یہ حال ہے جو ایک لمحے کے لیے بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے تو انسان کے لیے جو ہر وقت حدود الٰہی کو پامال کرنے میں لگا رہتا ہے اللہ کی عبادت کتنی ضروری ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ نافرمانیوں سے باز رہے اور اللہ سے مدد اور پناہ طلب کرتا رہے۔ ③ اس حدیث میں ان لوگوں کی تردید ہے جو آسمان کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کو (جو ہمیں آسمان نظر آتا ہے) اپنی نظر کی انتہا سمجھتے ہیں۔ اس میں آسمان کے وجود اور اس کی آواز کا اثبات ہے۔ مزید اس پر فرشتوں کا سجدہ ریز ہونا بھی ثابت ہے جو کسی ٹھوس چیز کے بغیر ممکن نہیں۔

[٤٠٧] وَعَنْ أَبِي بَرْزَةَ - بِرَاءٍ ثُمَّ زَايٍ - نَضْلَةَ ابْنِ عُبَيْدٍ الْأَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ فِيهِ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ، وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[407] حضرت ابو برزہ (پہلے را اور پھر زا) نضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت والے دن کسی بندے کے قدم نہیں ہٹیں گے (یعنی بارگاہ الٰہی سے جانے کی اجازت نہیں ہوگی) یہاں تک کہ اس سے (پانچ چیزوں کی بابت) پوچھ نہ لیا جائے: اس کی عمر کے متعلق کہ اس نے اسے کن کاموں میں ختم کیا۔ اس کے علم کے متعلق کہ اسے اس نے کن چیزوں میں خرچ کیا۔ اس کے مال کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ اور اس کے جسم کے بارے میں کہ کن چیزوں میں اسے بوسیدہ کیا (کھپایا)۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں سب سے پہلے حیات مستعار کی قدر و قیمت اور اس کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے کہ زندگی کا ایک ایک لمحہ بہت قیمتی ہے۔ اسے اللہ کی نافرمانی میں صرف نہ کیا جائے کیونکہ اس کا حساب دینا ہوگا۔ ② علم کے متعلق یہ سوال ہوگا کہ جو کچھ تم جانتے تھے کیا اس پر عمل کیا؟ اس سے اس امر کی ترغیب ملتی ہے کہ انسان دین و شریعت کا علم حاصل کرے کہ وہی اس کے لیے نافع ہے اور پھر اس کے مطابق عمل کرے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو اسے اس کا جواب سوچ لینا چاہیے کہ وہ روز قیامت بارگاہ الٰہی میں کس طرح سرخ رو ہوگا۔ مال کے بارے میں سوال سے واضح ہے کہ انسان صرف حلال اور جائز طریقے ہی سے دولت کمائے اور جائز جگہوں ہی پر اسے صرف بھی کرے۔ اگر اس نے دولت کمانے کے لیے ناجائز طریقہ اختیار کیا یا اللہ کی نافرمانی میں اسے خرچ کیا تو ان دونوں صورتوں میں وہ عنداللہ مجرم ہوگا اور اس کی اس کو جواب دہی کرنی ہوگی۔ اپنے جسم کو محرمات سے بچائے اور اسے اللہ کے حکموں کا پابند کرے اس میں کوتاہی کرنے کی صورت میں جب اس سے باز پرس ہوگی تو پھر مواخذۂ الٰہی سے بچنا مشکل ہوگا۔ غرض اس میں عنداللہ مسئولیت کا احساس دلایا گیا ہے تاکہ انسان دنیا میں اس کا خیال رکھے اور قیامت کی شرمندگی سے وہ بچ جائے۔ کاش انسان اس باز پرس کے

[407] جامع الترمذي، صفة القيامة والرقائق...... باب في القيامة، حديث: 2417.

تصور کو ہر وقت اپنے سامنے رکھے۔

[٤٠٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَرَأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا﴾ [الزلزال: ٤] ثُمَّ قَالَ: «أَتَدْرُونَ مَا أَخْبَارُهَا؟»، قَالُوا: اَللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «فَإِنَّ أَخْبَارَهَا أَنْ تَشْهَدَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلَى ظَهْرِهَا، تَقُولُ: عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فِي يَوْمِ كَذَا وَكَذَا، فَهٰذِهِ أَخْبَارُهَا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[408] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کی آیت ﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا﴾ ''جس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔'' تلاوت فرمائی' پھر فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی خبریں یہ ہیں کہ وہ ہر بندے اور عورت کے خلاف ان کاموں کی گواہی دے گی جو اس کی پشت پر انھوں نے کیے۔ وہ کہے گی: تو نے فلاں فلاں کام فلاں فلاں دن میں کیا' تو یہی اس کی خبریں ہیں۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔)

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے' تاہم یہ بات ثابت ہے کہ انسان پر فرد جرم عائد کرنے کے لیے مختلف شواہد اور گواہیاں پیش کی جائیں گی۔

[٤٠٩] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كَيْفَ أَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ، وَاسْتَمَعَ الْإِذْنَ مَتٰى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ»، فَكَأَنَّ ذٰلِكَ ثَقُلَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُمْ: «قُولُوا: حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[409] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں کس طرح ہنسی خوشی رہ سکتا ہوں جب کہ صور (پھونکنے) والا صور کو منہ میں لیے ہوئے ہے اور اللہ کی اجازت پر کان لگائے ہوئے ہے کہ کب اسے (صور) پھونکنے کا حکم دیا جائے اور وہ صور پھونکے۔'' تو یہ بات رسول اللہ ﷺ کے صحابہ پر گویا گراں گزری' چنانچہ آپ نے ان سے کہا: ''(گھبراؤ نہیں بلکہ) کہو: ﴿حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ ''ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[اَلْقَرْنُ]: هُوَ الصُّورُ الَّذِي قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ﴾ [الزمر: ٦٨]. كَذَا فَسَّرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ.

اَلْقَرْنُ: وہ صور ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ﴾ ''صور میں پھونکا جائے گا۔'' اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اس کی تفسیر بیان فرمائی

[408] [ضعيف] جامع الترمذي، صفة القيامة... ، باب منه [تفسير قوله تعالى: ﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا﴾]، حديث: 2429.

[409] جامع الترمذي، صفة القيامة، باب ما جاء في شأن الصور، حديث: 2431.

ہے (جیسا کہ ترمذی میں ہے: [الصُّورُ قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيهِ] "صور ایک نرسنگا ہے جس میں پھونکا جائے گا)۔"

فوائد و مسائل: ① اس میں نبی ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے خوف الٰہی اور فکر آخرت کا بیان ہے جس میں ہمارے لیے سخت عبرت و تنبیہ ہے کہ وہ پاک' محفوظ یا مغفور ہونے کے باوجود کس طرح اللہ سے اور میدان محشر کی ہولناکیوں کے تصور سے لرزاں و ترساں رہتے تھے' اور آج ہم لوگ ہیں کہ سر سے پاؤں تک گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں' رات دن اللہ کی نافرمانی کرتے اور احکام و فرائض الٰہی سے غفلت اور اعراض ہمارا شعار ہے' اس کے باوجود ہمارے دلوں میں اللہ کا خوف ہے نہ آخرت کی فکر۔ ② خوف اور فکر کے وقت اللہ سے مدد طلب کی جائے اور «حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ» کا ورد کیا جائے۔ یہ بڑا اچھا اور پرتاثیر ورد ہے۔ یہ کسی پریشانی اور صدمے کے وقت بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ③ عمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنا چاہیے۔

[٤١٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ خَافَ أَدْلَجَ، وَمَنْ أَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ، أَلَا! إِنَّ سِلْعَةَ اللهِ غَالِيَةٌ، أَلَا! إِنَّ سِلْعَةَ اللهِ الْجَنَّةُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[410] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص (دشمن کے حملے سے) ڈرا اور رات کے ابتدائی حصے میں نکل گیا۔ اور جو رات کی ابتدا میں نکل گیا وہ منزل کو پہنچ گیا۔ اچھی طرح سن لو! اللہ کا سودا' گراں قیمت ہے' خبردار! اللہ کا سودا جنت ہے۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

وَ[أَدْلَجَ]: بِإِسْكَانِ الدَّالِ، وَمَعْنَاهُ: سَارَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، وَالْمُرَادُ: اَلتَّشْمِيرُ فِي الطَّاعَةِ، وَاللهُ أَعْلَمُ.

أَدْلَجَ: "دال" کے سکون کے ساتھ۔ رات کے پہلے حصے میں نکل کھڑا ہوا۔ مراد اللہ کی اطاعت میں سرگرمی سے حصہ لینا ہے۔ واللہ أعلم۔

فوائد و مسائل: ① مذکورہ روایت کو بعض محققین نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن دلائل کی رو سے مذکورہ روایت صحیح ہے۔ واللہ أعلم۔ دیکھیے: (السلسلة الصحيحة، حديث:954) ② امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے یہ مثال راہ آخرت کے سالک کے لیے بیان فرمائی ہے' اس لیے کہ شیطان اس راستے پر بیٹھا ہوا ہے اور انسان کا نفس اور اس کی جھوٹی آرزوئیں شیطان کی مددگار ہیں۔ اگر وہ اپنے سفر آخرت میں بیدار مغزی سے کام لے اور اپنے عملوں میں اخلاص کا اہتمام کرے تو وہ شیطان کے مکر و کید سے بھی بچ جاتا ہے اور اس کی مددگار جھوٹی آرزوئیں بھی اس کے راستے کو کھوٹا کرنے میں ناکام رہتی ہیں۔ ③ اس فرمان میں آپ نے اس طرف بھی رہنمائی فرمائی کہ آخرت کے اس راستے کو طے کرنا نہایت سخت اور اس کا حصول بہت دشوار ہے۔ یہ معمولی سعی و کاوش سے حاصل نہیں ہوگا۔ جنت ایک نہایت گراں قیمت چیز ہے' جب تک انسان اس کے لیے اپنے جان و مال کی قربانی نہیں دے گا' جنت کی نعمتوں کا استحقاق بھی حاصل نہیں کر سکے گا۔ ارشاد الٰہی

[410] جامع الترمذي، صفة القيامة، باب في ثواب الإطعام و السقي و الكسو......، حديث:2450.

ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ (التوبۃ9:111)

[٤١١] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! اَلرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِيعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ!؟ قَالَ: «يَاعَائِشَةُ! اَلْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ تُهِمَّهُمْ ذٰلِكَ».

[411] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت والے دن لوگ' ننگے پاؤں' ننگے بدن اور غیر مختون (بغیر ختنے کے) اکٹھے کیے جائیں گے۔'' (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:) میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (وہاں تو) مرد اور عورتیں اکٹھے ہوں گے۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''عائشہ! معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا۔'' (یعنی موقف حساب کی ہولنا کی اور شدت ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی مہلت ہی نہیں دے گی)۔

وَفِي رِوَايَةٍ: «اَلْأَمْرُ أَهَمُّ مِنْ أَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

دوسری روایت میں ہے: ''معاملہ اس سے کہیں زیادہ اہم ہوگا کہ ان کا بعض بعض کو دیکھے۔'' (بخاری ومسلم)

[غُرْلًا]: بِضَمِّ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ، أَيْ: غَيْرَ مَخْتُونِيْنَ.

غُرْلًا: ''غین'' کے پیش کے ساتھ۔ جن کے ختنے نہ ہوئے ہوں۔ (جیسا کہ بچہ پیدائش کے وقت ہوتا ہے۔)

فائدہ: اس میں بھی میدان محشر کی ہولنا کیوں کا بیان ہے جس سے باب کا حدیث سے تعلق واضح ہے۔ مطلب اس باب اور اس میں نقل کردہ احادیث کا یہ ہے کہ ایک مومن کو آخرت کی تیاری اور روز محشر بارگاہ الٰہی میں پیش ہوکر جواب دہی کے احساس وتصور سے غافل نہیں رہنا چاہیے' بلکہ اس دن کی ذلت ورسوائی سے بچنے کے لیے ایمان وتقویٰ کی زندگی گزارنی چاہیے۔ جو لوگ ایسا نہیں کریں گے اور آخرت کی فکر اور اللہ کے عذاب سے بے خوف ہوکر زندگی گزاریں گے' انھیں اللہ کی نافرمانی کرنے اور حدودِ الٰہی کو توڑنے میں کوئی باک نہیں ہوگا۔ لیکن اس کا نتیجہ آخرت کا عذاب اور ذلت و رسوائی ہوگا۔

[٥١] بَابُ الرَّجَاءِ

باب:51-اللہ تعالیٰ سے امید ورجاء کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے پیغمبر! فرما دیں: اے میرے

[411] صحيح البخاري، الرقاق، باب الحشر، حديث:6527، وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيامة، حديث:2859.

عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا۟ مِن رَّحْمَةِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ﴾ [الزمر : ٥٣]

بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی (اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کر کے) اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوؤ۔ بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا' وہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''

وَقَالَ تَعَالَىٰ: ﴿وَهَلْ نُجَٰزِىٓ إِلَّا ٱلْكَفُورَ﴾ [سبأ : ١٧]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم ناشکرے اور نافرمان ہی کو بدلہ (سزا) دیتے ہیں۔''

وَقَالَ تَعَالَىٰ: ﴿إِنَّا قَدْ أُوحِىَ إِلَيْنَآ أَنَّ ٱلْعَذَابَ عَلَىٰ مَن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ﴾ [طٰهٰ : ٤٨]

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک وحی کی گئی ہماری طرف کہ عذاب کے مستحق وہی لوگ ہوں گے جنھوں نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔''

وَقَالَ تَعَالَىٰ: ﴿وَرَحْمَتِى وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ﴾ [الأعراف : ١٥٦].

اور فرمایا: ''اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر لیا ہے۔''

فائدۂ آیات: ان آیات میں اللہ کے نافرمانوں کو ڈرایا بھی گیا ہے اور انھیں امید کی کرن بھی دکھائی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ساری زندگی نافرمانی میں ہی گزار دی اور آخر وقت تک انھیں ایمان اور توبہ کی سعادت نصیب نہیں ہوئی تو ان کے لیے تو جہنم کا ابدی عذاب ہے، تاہم جن لوگوں میں توبہ اور ندامت کا احساس پیدا ہو جائے' چاہے وہ کتنے ہی گناہ گار ہوں' انھیں ایمان وتوبہ کا راستہ اختیار کر کے کفر وشرک اور معاصی سے باز آ جانا چاہیے۔ ایسے لوگ یہ نہ سوچیں کہ عمر تو عشق بتاں میں گزر گئی' اب آخر میں مسلمان ہونے کا کیا فائدہ! نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ بہت مہربان اور غفور ہے' وہ تمام گناہ بخشنے پر قادر ہے۔ آخری وقت میں بھی سچے دل سے مسلمان یا تائب ہو جائیں گے اور ایمان وعمل کے تقاضوں کو بروئے کار لائیں گے تو اللہ کی رحمت سے ناامید ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

گویا یہ آیت ان کے لیے امید کی کرن ہے جن کی ساری زندگی کفر وشرک یا معصیت کے اندھیروں میں گزر گئی۔ اب اگر وہ مسلمان یا معصیتوں سے تائب ہونا چاہیں تو شیطان ان کے دلوں میں وسوسہ ڈال دے کہ تمھارے تو گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ اب وہ معاف ہی نہیں ہو سکتے' اس لیے مسلمان ہونے کا یا توبہ کرنے کا کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے' تم اللہ کے در پر آؤ تو سہی' اس کی رحمت کا دروازہ تمھیں اپنی آغوش میں لینے کے لیے ہر وقت کھلا ہے۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے جو عام لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ و رسول کے ماننے کے دعووں کے ساتھ اس کی ہدایات و تعلیمات کی مٹی پلید کرتے رہو' اس کی حدوں اور ضابطوں کو پامال کرتے رہو اور دیدہ دلیری کے ساتھ اس کی نافرمانی کا ارتکاب کرتے رہو اور وعظ ونصیحت کرنے اور خوف الٰہی یاد دلانے پر پوری ڈھٹائی سے کہہ دو' کوئی فکر والی بات نہیں' اللہ تو بہت مہربان اور بڑا بخشنے والا ہے۔ اللہ کے خوف اور اس کے عذاب سے یہ بے نیازی نہایت خطرناک ہے' ایسے خوش گمانوں کے لیے اس کا عذاب بھی دردناک ہے۔

اللہ کی رحمت کی امید رکھنا بلاشبہ ضروری اور ایمان کا حصہ ہے۔ رحمت الٰہی سے مایوسی یقیناً کفر وضلالت ہے لیکن امید کے لیے کوئی بنیاد بھی تو ہونی چاہیے۔ ایک شخص تخم حنظل بو کر امید رکھے کہ اس کے باغ میں ثمر ہائے شیریں پیدا ہوں گے۔ لوگ اسے امید نہیں حماقت اور خلل دماغ کہیں گے۔ ایک شخص پڑھے لکھے اور محنت کیے بغیر یہ امید اپنے دل میں پال لے کہ ڈاکٹر، انجینئر، سائنس دان، بڑا تاجر یا صنعت کار بن جاؤں گا' کیا ایسی بے بنیاد امید کے بر آنے کی کوئی توقع کی جا سکتی ہے۔ پھر اللہ کے حکموں سے بغاوت اور سرکشی کر کے کس طرح اللہ کی رحمت کی امید کی جا سکتی ہے۔ یہ امید نہیں' سفاہت (بیوقوفی) و جہالت ہے اور اللہ کی عظمت وجلالت اور اس کے عدل وانصاف کا انکار ہے۔

بہر حال یہ تھوڑی سی وضاحت اس لیے کی گئی ہے کہ رحمت الٰہی کا یہ عنوان اور اس کا غلط مفہوم بھی لوگوں کی بے عملی بلکہ بدعملی کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سوئے فہم سے محفوظ رکھے اور اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کی توفیق سے نوازے۔

اب اس سلسلے کی احادیث ملاحظہ فرمائیں:

[٤١٢] وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّ عِيسٰى عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ، وَالْجَنَّةَ حَقٌّ، وَالنَّارَ حَقٌّ، أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[412] حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور یہ کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا اور اس کی روح ہیں۔ اور جنت اور دوزخ حق ہیں' اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا' جس عمل پر بھی وہ ہو۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: «مَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ النَّارَ».

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: ''جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس پر جہنم حرام فرما دی۔''

فوائد ومسائل: ① اس میں رسولوں کی عبدیت کا بیان اور ان لوگوں کے عقائد کی نفی ہے جنھوں نے اللہ کے رسولوں کو الوہی صفات سے متصف کیا یا انھیں کسی اعتبار سے اللہ کا جز قرار دیا' جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو اللہ یا اللہ کا بیٹا کہا' یہودیوں نے حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا قرار دیا اور یہی گمراہی امت محمدیہ کے ایک گروہ میں آ گئی' انھوں نے نبی کریم ﷺ کی بابت نُورٌ مِّنْ نُورِ اللّٰهِ کا عقیدہ گھڑ لیا اور انھیں اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف قرار دے کر انھیں عبدیت سے نکال دیا۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسولوں کی عبدیت کا اقرار ایمان کا حصہ' اور اس سے انکار ایمان کے ایک حصے کا انکار

[412] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قوله تعالىٰ: ﴿يٰأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِيْ دِيْنِكُمْ......﴾، حديث: 3435، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا، حديث: 28.

اور توحید الٰہی سے اعراض ہے۔ ③ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنت بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ملے گی لیکن اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ④ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلمۃ اللہ ہونے کا مطلب ہے کہ وہ اسباب عادیہ سے ہٹ کر بغیر باپ کے صرف اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے اور روح اللہ (اللہ کی روح) انھیں شرف و عزت کے طور پر کہا گیا ہے' جیسے اونٹنی کی اور خانہ کعبہ کی نسبت اللہ کی طرف شرف و تکریم کے طور پر کی گئی ہے' نَاقَةُ اللّٰهِ، بَيْتُ اللّٰهِ، یہ اضافت تشریفی کہلاتی ہے۔ ⑤ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب ایک مومن کو ایمان سے خارج نہیں کرتا جیسا کہ بعض گمراہ فرقوں کا عقیدہ ہے' بلکہ وہ مومن ہی رہتا اور اس کا استحقاق جنت برقرار رہتا ہے، تاہم یہ دخول جنت اللہ کی مشیت پر موقوف ہے' وہ چاہے تو گناہ گار مومن کے گناہ معاف فرما کر پہلے مرحلے ہی میں جنت میں داخل فرما دے اور اگر چاہے تو کچھ عرصہ بطور سزا جہنم میں رکھنے کے بعد۔ گویا مومن پر جہنم کے حرام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مومن کے لیے جہنم کی سزا دائمی نہیں ہے' بلکہ اس کے گناہوں کے مطابق عارضی ہے۔ جب وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت لے گا' یا اس کے بغیر بھی جب اللہ چاہے گا یا کسی کی سفارش پر اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

[٤١٣] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا أَوْ أَزِيدُ، وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا أَوْ أَغْفِرُ، وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا، وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَمَنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً، وَمَنْ لَقِيَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطِيئَةً لَا يُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَقِيتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[413] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل فرماتا ہے: جس نے ایک نیکی کی' اس کے لیے دس گنا اجر ہے یا اس سے بھی زیادہ میں دوں گا۔ اور جس نے برائی کی تو برائی کا بدلہ اس کی مثل ہوگا' (زیادہ نہیں) یا میں بخش (ہی) دوں گا۔ جو مجھ سے ایک بالشت کے برابر (نیکیوں کے ذریعے سے) قریب ہوگا' میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوں گا۔ اور جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوگا' میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوں گا۔ جو میرے پاس چل کر آئے گا' میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آؤں گا۔ اور جو مجھ سے زمین (بھر) برائی لے کر ملے گا (لیکن) وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں اس سے اسی قدر بخشش لے کر ملوں گا۔'' (مسلم)

مَعْنَى الْحَدِيثِ: [مَنْ تَقَرَّبَ]: إِلَيَّ بِطَاعَتِي. [تَقَرَّبْتُ]: إِلَيْهِ بِرَحْمَتِي، وَإِنْ زَادَ زِدْتُ. [فَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي]: وَأَسْرَعَ فِي طَاعَتِي. [أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً]، أَيْ: صَبَبْتُ عَلَيْهِ الرَّحْمَةَ، وَسَبَقْتُهُ

مَنْ تَقَرَّبَ کے معنی ہیں: جو میری طاعت کے ذریعے سے میرے قریب ہو تو میں اپنی رحمت کے ساتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ میری طاعت میں سرگرمی سے حصہ لیتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں' یعنی میں اس

[413] صحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الذكر والدعاء والتقرب إلى الله تعالى .....، حديث:2687.

بِهَا، وَلَمْ أُحْوِجْهُ إِلَى الْمَشْيِ الْكَثِيرِ فِي الْوُصُولِ إِلَى الْمَقْصُودِ. [وَقُرَابُ الْأَرْضِ]: بِضَمِّ الْقَافِ وَيُقَالُ بِكَسْرِهَا، وَالضَّمُّ أَصَحُّ، وَأَشْهَرُ، وَمَعْنَاهُ: مَا يُقَارِبُ مِلْأَهَا، وَاللهُ أَعْلَمُ.

پر رحمت کا دریا بہا دیتا اور رحمت کے ساتھ اس کی طرف پیش قدمی کرتا ہوں اور اسے مقصود حاصل کرنے کے لیے زیادہ چلنے کی تکلیف نہیں دیتا۔ اور قُرَابُ الْأَرْض: "قاف" پر پیش' بعض کے نزدیک "قاف" پر زیر ہے لیکن پیش زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔ اس کے معنی ہیں: جو زمین کے بھراؤ کے برابر ہو۔ واللّٰہ أعلم.

فوائد و مسائل: ① اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے اس فضل و کرم کی وسعت کا بیان ہے جس کا اظہار اس کی طرف سے اپنے اطاعت گزار بندوں کے لیے ہوتا رہتا ہے' اور قیامت والے دن بطور خاص ہوگا' اور وہ ایک ایک نیکی پر کم ازکم دس دس گنا اجر ضرور دے گا اور اس سے زیادہ بھی جتنا وہ چاہے گا' حتی کہ سات سو گنا بلکہ اس سے زیادہ تک۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ مومن اس کے عفو و مغفرت کی امید رکھے اور اس کی مغفرت سے مایوس نہ ہو۔ ② اللہ تعالیٰ کا قریب ہونا' چل کر آنا اور دوڑ کر آنا' اس کے حقیقی معنی پر محمول ہوگا اور یہ ایسے ہی ہوگا جیسے اس کی شان اور عظمت کے لائق ہے۔ اس کی تشبیہ اور تمثیل ناجائز ہے۔

[٤١٤] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! مَا الْمُوجِبَتَانِ؟ فَقَالَ: «مَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ مَّاتَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[414] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) دو واجب کرنے والی چیزیں کیا ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا' وہ جنت میں جائے گا۔ اور جسے اس حال میں موت آئی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتا تھا تو وہ جہنم میں جائے گا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ مومن و موحد بالآخر جنتی ہے' چاہے وہ ابتدا ہی میں جنت میں چلا جائے یا سزا بھگت کر۔ وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ خُلُود فِي النَّارِ (دوزخ میں ہمیشہ رہنے) کا مستحق صرف کافر اور مشرک ہے۔ ② اس امر کی ترغیب ہے کہ ایمان لا کر اس پر قائم رہنا چاہیے اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھنی چاہیے۔

[٤١٥] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ - وَمُعَاذٌ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ - قَالَ: «يَامُعَاذُ!»

[415] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' بے شک نبیٔ اکرم ﷺ نے' جب کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے

[414] صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على من مات لا يشرك بالله شيئًا دخل الجنة ......، حديث: 93.

[415] صحيح البخاري، العلم، باب من خصّ بالعلم قومًا دون قوم......، حديث: 128، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا، حديث: 32.

قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ! قَالَ: «يامُعَاذُ!» قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ! قَالَ: «يَامُعَاذُ!» قَالَ: لَبَّيْكَ يَارَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ! - ثَلَاثًا -، قَالَ: «مَا مِنْ عَبْدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ». قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَفَلَا أُخْبِرُ بِهَا النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا؟ قَالَ: «إِذًا يَتَّكِلُوا». فَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

سواری پر سوار تھے' فرمایا: ''اے معاذ!'' انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''اے معاذ!'' انھوں نے عرض کیا: حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''اے معاذ!'' انھوں نے عرض کیا: حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! تین مرتبہ (آپ نے انھیں پکارا اور معاذ نے لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ کہا۔ اس کے بعد) آپ نے ارشاد فرمایا: ''جو بندہ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں' بشرطیکہ یہ گواہی دل کی سچائی سے ہو تو اللہ اسے جہنم کی آگ پر حرام فرما دیتا ہے۔'' حضرت معاذ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا یہ بات میں لوگوں کو نہ بتلاؤں تاکہ وہ خوش ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا: ''تب وہ اسی پر بھروسا کر لیں گے (اور عمل سے غافل ہو جائیں گے)۔'' چنانچہ حضرت معاذ نے (اس بات کو اپنے تک محدود رکھا اور) اپنی موت کے وقت گناہ سے بچنے کے لیے اس فرمان نبوی کو بیان فرمایا۔ (بخاری ومسلم)

وَقَوْلُهُ: [تَأَثُّمًا]، أَيْ: خَوْفًا مِّنَ الْإِثْمِ فِي كَتْمِ هٰذَا الْعِلْمِ.

تَأَثُّمًا: کتمان علم کے گناہ سے ڈرتے ہوئے۔

فوائد ومسائل: ① امام طیبی ؒ فرماتے ہیں کہ ''دل کی سچائی سے'' کا مطلب ہے استقامت اور توحید و رسالت کی گواہی کے تقاضوں کا اہتمام۔ حافظ ابن حجر ؒ فرماتے ہیں کہ امام طیبی کا مقصد اس وضاحت سے اس اشکال کو دور کرنا ہے جو حدیث کے ظاہر الفاظ سے نکلتا ہے، اس لیے کہ حدیث میں عموم ہے کہ جو بھی توحید و رسالت کی گواہی دے گا' وہ جہنم میں نہیں جائے گا جب کہ اہل سنت کے نزدیک دیگر دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ گناہ گار مومن جہنم میں بطور سزا جائیں گے اور پھر شفاعت سے نکالے جائیں گے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کا ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ دوسرے دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا مفہوم متعین ہوگا اور وہ یہ ہے کہ اس کا عموم اعمال صالحہ کے ساتھ مقید ہے، یعنی جو توحید و رسالت کی گواہی کے ساتھ احکام وفرائض اسلام کی پابندی اور ایمان وتقویٰ کے تقاضوں کا بھی اہتمام کرے گا' وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ ② بعض کے نزدیک اس حدیث سے ایسے لوگ مراد ہیں جنھوں نے کفر وشرک سے تائب ہو کر سچے دل سے توحید و رسالت کا اقرار کر لیا لیکن اس کے فوراً بعد انھیں موت آ گئی اور انھیں عمل کا موقع ہی نہیں ملا۔ یہ لوگ

یقیناً جنتی ہوں گے۔ ③ بعض کے نزدیک جہنم پر حرام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنا ان کے لیے حرام ہے' مطلقاً جہنم میں داخل ہونا حرام نہیں۔ مومن اپنے گناہ کی وجہ سے (اگر اللہ چاہے گا تو) عارضی طور پر جہنم میں جائے گا اور پھر اسے نکال لیا جائے گا۔ ④ اس سے ایک مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ عام لوگوں کے سامنے ایسی چیزیں بیان نہیں کرنی چاہئیں جن کا صحیح طور پر سمجھنا ان کے لیے مشکل ہو اور اپنی نافہمی کی وجہ سے وہ انھیں اپنی بے عملی اور بدعملی کے لیے وجہ جواز بنالیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری۔ باب مذکور)

[٤١٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - أَوْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، شَكَّ الرَّاوِي، وَلَا يَضُرُّ الشَّكُّ فِي عَيْنِ الصَّحَابِيِّ، لِأَنَّهُمْ كُلَّهُمْ عُدُولٌ- ، قَالَ: لَمَّا كَانَ غَزْوَةُ تَبُوكَ، أَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! لَوْ أَذِنْتَ لَنَا فَنَحَرْنَا نَوَاضِحَنَا، فَأَكَلْنَا وَادَّهَنَّا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِفْعَلُوا»، فَجَاءَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ، وَلٰكِنِ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ، ثُمَّ ادْعُ اللهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالْبَرَكَةِ، لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَجْعَلَ فِي ذٰلِكَ الْبَرَكَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نَعَمْ»، فَدَعَا بِنِطْعٍ فَبَسَطَهُ، ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ، وَيَجِيءُ الْآخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ، وَيَجِيءُ الْآخَرُ بِكِسْرَةٍ حَتَّى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطْعِ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَسِيرٌ، فَدَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ قَالَ: «خُذُوا فِي أَوْعِيَتِكُمْ» فَأَخَذُوا فِي أَوْعِيَتِهِمْ حَتَّى مَا تَرَكُوا فِي الْعَسْكَرِ وِعَاءً إِلَّا مَلَئُوهُ، وَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا وَفَضَلَ فَضْلَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، لَا يَلْقَى اللهَ بِهِمَا عَبْدٌ

[416] حضرت ابو ہریرہ یا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' راوی نے شک کا اظہار کیا ہے اور صحابی کی تعیین میں (صحابی سے روایت کرنے والے راوی کا) شک مضر نہیں ہے کیونکہ صحابی کوئی بھی ہو' سب عدول (روایت حدیث میں معتبر) ہیں' روایت یہ ہے کہ جب غزوۂ تبوک ہوا تو اس موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو سخت بھوک لگی۔ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو ہم اپنے اونٹ نحر (ذبح) کرلیں اور ان کا گوشت کھائیں اور چربی حاصل کریں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(ٹھیک ہے) کرلو۔'' اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے اور انھوں نے (یہ بات سن کر) کہا: اے اللہ کے رسول! آپ اس طرح کریں گے تو سواریاں کم ہو جائیں گی' البتہ آپ یہ کریں کہ ان سے ان کے بچے کھچے کھانے کا سامان منگوالیں' پھر ان پر ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا فرمادیں۔ شاید (اس طرح) اللہ تعالیٰ ان کے لیے اس میں برکت ڈال دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں' ٹھیک ہے۔'' چنانچہ آپ نے چمڑے کا ایک دسترخوان منگوایا اور اسے بچھا دیا' پھر آپ نے صحابہ سے ان کے بچے کھچے زادِ راہ منگوائے۔ چنانچہ کوئی مکئی کی ایک مٹھی لایا' دوسرا کوئی کھجور کی مٹھی اور کوئی روٹی کا ٹکڑا لایا' یہاں تک کہ دسترخوان پر اس سے کچھ چیزیں جمع ہو گئیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی' پھر فرمایا: ''اپنے

[416] صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا، حديث:27.

غَيْرُ شَاكٍّ ، فَيُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(اپنے) برتنوں میں ڈال لو۔" چنانچہ صحابہ نے اپنے اپنے برتنوں میں ڈالنا شروع کیا' یہاں تک کہ لشکر میں انھوں نے کوئی برتن ایسا نہیں چھوڑا جسے نہ بھرا ہو (علاوہ ازیں) سب نے کھایا' یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے اور کچھ بچ بھی گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ کوئی بندہ بھی ایسا نہیں جو کلمۂ توحید و رسالت کے ساتھ اللہ کو ملے' اس حال میں کہ اسے کوئی شک وشبہ نہ ہو' پھر اسے جنت میں جانے سے روک دیا جائے۔" (مسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں نبی ﷺ کے معجزے کا اور آپ کی دعا کی تاثیر اور برکت کا بیان ہے کہ تھوڑا سا کھانا پورے لشکر کو کافی ہو گیا۔ ② غزوۂ تبوک کے شرکاء کی تعداد کتنی تھی' کسی مستند روایت میں یہ تعداد بیان نہیں ہوئی' حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فتح الباری" میں سیر و مغازی کی بعض روایات کے حوالے سے 30 اور 40 ہزار تک کی تعداد بیان کی ہے۔ یہ روایات اگرچہ محتاج صحت ہیں' تاہم صحیح بخاری کی روایت سے اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس کے شرکاء کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ روایت بخاری کے الفاظ ہیں: "اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان کثیر تعداد میں شامل تھے' جنھیں کسی رجسٹر میں شمار کرنا نہایت مشکل تھا' اس میں کسی شخص کی غیر حاضری کا آپ سے مخفی رہ جانا ممکن تھا' الا یہ کہ وحی کے ذریعے سے آپ کو مطلع کر دیا جائے۔" دیکھیے: (صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة تبوك' حديث كعب بن مالك) اس سے اتنا بہر حال ثابت ہوتا ہے کہ اس لشکر میں مسلمان بہت بڑی تعداد میں شریک تھے۔ اس طرح چند سیر سامان خوراک' ہزاروں افراد پر مشتمل لشکر کو کافی ہو گیا۔ ③ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مفضول (غیر افضل) شخص اپنے سے افضل اور برتر شخص کو مشورہ دے سکتا ہے۔ اسی طرح افضل شخص کو اپنے سے کم رتبہ لوگوں کے مشورے بھی سننے چاہئیں' ممکن ہے اس میں بہتری کا زیادہ پہلو ہو۔ اس سے نہ افضل کے رتبے میں کمی آتی ہے اور نہ اسے مفضول کی طرف سے افضل کی شان میں گستاخی قرار دیا جا سکتا ہے۔

[٤١٧] وَعَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَهُوَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا، قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ، وَكَانَ يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قَبْلَ

[417] حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو جنگ بدر میں شریک تھے' فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم بنو سالم کو نماز پڑھاتا تھا اور میرے اور ان کے درمیان ایک ایسا (برساتی) نالہ پڑتا تھا کہ

[417] صحيح البخاري، التهجد، باب صلاة النوافل جماعة، حديث:1186، وصحيح مسلم، المساجد، باب الرخصة في التخلف عن الجماعة لعذر، حديث:33 بعد حديث:657.

مَسْجِدِهِمْ، فَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقُلْتُ لَهُ: إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي، وَإِنَّ الْوَادِيَ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيلُ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ، فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِي، فَتُصَلِّي فِي بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «سَأَفْعَلُ»، فَغَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَأَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ، وَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ: «أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟»، فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ أَنْ يُصَلِّيَ فِيهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَكَبَّرَ وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ، فَحَبَسْتُهُ عَلٰى خَزِيرَةٍ تُصْنَعُ لَهُ، فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي بَيْتِي، فَثَابَ رِجَالٌ مِّنْهُمْ حَتّٰى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ رَجُلٌ: مَا فَعَلَ مَالِكٌ لَا أَرَاهُ!؟ فَقَالَ رَجُلٌ: ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَّا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَقُلْ ذٰلِكَ، أَلَا تَرَاهُ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ تَعَالٰى؟!» فَقَالَ: اَللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، أَمَّا نَحْنُ فَوَاللهِ! مَا نَرٰى وُدَّهُ، وَلَا حَدِيثَهُ إِلَّا إِلَى الْمُنَافِقِينَ! فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَإِنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

جب بارشیں (زیادہ) ہوتیں تو اسے پار کر کے ان کی مسجد تک جانا میرے لیے دشوار ہوتا۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ میری نگاہ کمزور ہو گئی ہے اور وہ نالہ جو میرے اور میری قوم کے درمیان ہے بارش آنے کی وجہ سے بہتا ہے اور اسے پار کرنا میرے لیے دشوار ہوتا ہے، لہٰذا میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور وہاں کسی جگہ پر نماز پڑھا دیں' میں اسے جائے نماز بنا لوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا میں عنقریب (ایسا) کروں گا۔'' چنانچہ (دوسرے دن) صبح کے وقت' جب کہ سورج خوب چڑھ چکا تھا' رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اندر آنے کی اجازت طلب فرمائی۔ میں نے آپ کو اجازت دے دی۔ آپ بیٹھے بھی نہیں اور فرمایا: ''تم اپنے گھر میں سے کس جگہ کو میرے نماز پڑھنے کے لیے پسند کرتے ہو۔'' میں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جس میں میں یہ پسند کرتا تھا کہ آپ نماز پڑھیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ اکبر کہا اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھ لی۔ آپ نے دو رکعتیں پڑھائیں' پھر سلام پھیر دیا۔ ہم نے بھی آپ کے سلام کے ساتھ سلام پھیر دیا۔ میں نے آپ کو اس خزیرہ (ایک مخصوص کھانا) کے لیے روک لیا جو آپ کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ آس پاس کے گھرانوں نے بھی سن لیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف فرما ہیں، تو ان میں سے لوگ آنے شروع ہو گئے حتی کہ گھر میں بہت سے لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ ایک آدمی نے کہا: مالک کو کیا ہوا کہ میں اسے (یہاں) نہیں دیکھ رہا؟ ایک دوسرے شخص نے کہا: وہ تو منافق ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں رکھتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ بات مت کہو۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ

اس نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہا ہے۔ اس کے ذریعے سے وہ اللہ کی رضامندی کا طالب ہے!'' اس نے جواب دیا: (حقیقت تو) اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں' جہاں تک ہمارا تعلق ہے' ہم تو اللہ کی قسم! اس کی محبت اور اس کی بات چیت منافقین ہی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ کی رضا کے لیے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیا' اللہ نے اسے جہنم کی آگ پر حرام کر دیا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

وَ[عِتْبَانُ]: بِكَسْرِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ، وَإِسْكَانِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ وَبَعْدَهَا بَاءٌ مُوَحَّدَةٌ. وَ[الْخَزِيرَةُ]: بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ، وَالزَّايِ: هِيَ دَقِيقٌ يُطْبَخُ بِشَحْمٍ. وَقَوْلُهُ: [ثَابَ رِجَالٌ]: بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ، أَيْ: جَاءُوا وَاجْتَمَعُوا.

عِتْبَان: ''عین'' کے نیچے کسرہ' ''تا'' ساکن اور اس کے بعد ''با'' ہے۔ اَلْخَزِيرَة: ''خا'' اور ''زا'' کے ساتھ۔ باریک آٹے اور چربی سے بنائی ہوئی ڈش۔ ثَابَ رِجَالٌ: ''ثا'' کے ساتھ۔ معنی ہیں: لوگ آئے اور جمع ہو گئے۔

فوائد ومسائل: ① وادی دو پہاڑوں یا چٹانوں کے درمیان نشیبی جگہ کو کہا جاتا ہے جو برساتی اور سیلابی پانی کی گزرگاہ ہوتی ہے۔ مالک سے مراد مالک بن دخشن یا دخیشن ہے جیسا کہ مسلم کی دوسری روایت میں ہے۔ ② ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ خزیرہ وہ کھانا ہے کہ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے انھیں پکایا جاتا ہے' جب وہ گل جاتے ہیں تو اس میں باریک آٹے کی آمیزش کر دی جاتی ہے۔ اگر یہ گوشت کے بغیر ہو تو اسے ''عصیدہ'' کہا جاتا ہے۔ بعض روایات میں اس کے لیے جشیشہ کا لفظ آیا ہے' اسے دشیشہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ بھی خزیرہ ہی کی طرح ہے۔ ③ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عذر شرعی کی وجہ سے آدمی گھر پر بھی نماز پڑھ سکتا ہے اور اس کے لیے گھر میں ایک جگہ مخصوص کر لینا بھی بہتر ہے۔ ④ محض شبہے کی بنا پر کسی مومن کے بارے میں بدگمانی کرنا جائز نہیں۔ ⑤ مومن بالآخر جنتی ہے۔ اس آخری نکتے کی وضاحت ہم پہلے کر آئے ہیں' اسے دوبارہ ملاحظہ فرما لیا جائے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ] عتبان بن مالک بن عمر بن العجلان انصاری' خزرجی سالمی۔ یہ ان صحابہ میں سے ہیں جو جنگ بدر میں شریک تھے۔ لیکن ابن اثیر کے بقول ابن اسحاق نے انھیں بدری صحابیوں میں شمار نہیں کیا۔ امام بخاری ومسلم رحمہ اللہ نے ان سے صرف ایک روایت بیان کی ہے۔ امیر معاویہ کے دور خلافت میں انھوں نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔

[٤١٨] وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِسَبْيٍ، فَإِذَا امْرَأَةٌ مِّنَ السَّبْيِ تَسْعَى، إِذْ وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ أَخَذَتْهُ، فَأَلْزَقَتْهُ بِبَطْنِهَا، فَأَرْضَعَتْهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَتَرَوْنَ هٰذِهِ الْمَرْأَةَ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ؟» قُلْنَا: لَا، وَاللهِ! فَقَالَ: «لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[418] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے۔ (آپ نے دیکھا کہ) ان میں سے ایک عورت (اپنے بچے کی تلاش میں) دوڑتی پھرتی ہے۔ جب قیدیوں میں وہ کوئی بچہ پاتی تو اسے پکڑ کر اپنے سینے سے چمٹا لیتی اور اسے دودھ پلانے لگتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟'' ہم نے کہا: نہیں' اللہ کی قسم! آپ نے ارشاد فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ مہربان ہے جتنی یہ عورت اپنے بچے پر ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسند اسماعیلی کی روایت میں مزید یہ الفاظ ہیں: (تلاش کرتے کرتے) اس نے اپنا بچہ بھی پالیا اور پھر اس نے اسے پکڑ کر اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ سیاق حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ تو اس عورت سے گم ہو گیا تھا لیکن اس کے پستانوں میں دودھ جمع ہونے کی وجہ سے اسے تکلیف ہو رہی تھی' اس لیے جو بچہ بھی اسے ملتا وہ اسے دودھ پلانے لگ جاتی' تاکہ دودھ کی تخفیف سے اس کی تکلیف گھٹ جائے۔ پھر جب اس کا اپنا بچہ مل گیا تو اسے اپنے سینے سے چمٹا لیا اور دودھ پلایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیدی عورتوں کی طرف (بقدر ضرورت) دیکھنا جائز ہے۔ ② جن چیزوں کا عقل اور حواس کے ذریعے سے ادراک ممکن نہیں' انھیں سمجھانے اور انسانی فہم کے قریب کرنے کے لیے مثال دینی جائز ہے' جیسے نبی ﷺ نے اللہ کی رحمت کی وسعت کو سمجھانے کے لیے' جس کو عقلاً سمجھنا ممکن نہیں ہے' اس عورت کی حالت کو بطور مثال پیش فرمایا۔ ③ اس میں أَخَفُّ الضَّرَرَيْنِ (دو نقصان دہ چیزوں میں سے کم تر نقصان دہ چیز) کو اختیار کرنے کا بھی جواز ہے کیونکہ اس عورت کو نبی ﷺ نے بچوں کو دودھ پلانے سے منع نہیں فرمایا' جب کہ یہ احتمال موجود تھا کہ بڑے ہو کر یہ آپس میں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو جائیں' اس لیے کہ یہ صرف احتمال ہی تھا' جب کہ عورت کے دودھ میں تخفیف' اس کی فوری ضرورت تھی اور اس کا فائدہ یقینی تھا۔ ④ اس میں ''بندوں'' کا لفظ عام ہے جس میں مومن اور کافر دونوں شامل ہیں۔ لیکن قرآن کریم نے اس کی وضاحت کر دی ہے کہ اللہ کی رحمت دنیا میں عام ہے جس سے مومن و کافر دونوں ہی یکساں فیض یاب ہو رہے ہیں۔ لیکن آخرت میں یہ رحمت صرف اہل ایمان کے لیے خاص ہوگی اور کافر عذاب ہی سے دوچار ہوں گے کیونکہ عدل کا تقاضا یہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ ...... الْآيَةَ﴾ (الأعراف 7:156، وفتح الباري)

[418] صحيح البخاري، الادب، باب رحمة الولد وتقبيله و معانقته، حديث:5999، وصحيح مسلم، التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى......، حديث:2754.

[٤١٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَمَّا خَلَقَ اللهُ الْخَلْقَ، كَتَبَ فِي كِتَابٍ، فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ: إِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي».

وَفِي رِوَايَةٍ: «غَلَبَتْ غَضَبِي».

وَفِي رِوَايَةٍ «سَبَقَتْ غَضَبِي». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[419] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس نے اپنی اس خاص کتاب میں' جو اس کے پاس عرش پر ہے' لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غصے پر غالب ہوگی۔''

اور ایک اور روایت میں ہے: ''میرے غصے (غضب) پر غالب ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے: ''میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد یا تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے جو اس نے کیا ہوا ہے، جیسے ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ﴾ (المجادلة58:21) میں كَتَبَ بمعنی قَضٰى ہے۔ یا پھر اس سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں اس نے سب کچھ لکھ رکھا ہے۔ ② اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور یہ کتاب بھی اس کے پاس ہے' اس کی حقیقت و کیفیت کو جاننے سے ہم قاصر ہیں' تاہم اِسْتِوَاء عَلَى الْعَرْش کی کیفیت جانے بغیر اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ (فتح الباري، التوحيد، باب و كان عرشه على الماء) بنابریں اِسْتِوَاء کے معنی' غلبہ و تسلط کرنا یکسر غلط ہے۔

[٤٢٠] وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «جَعَلَ اللهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ، فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ، وَأَنْزَلَ فِي الْأَرْضِ جُزْءًا وَاحِدًا، فَمِنْ ذٰلِكَ الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ حَتّٰى تَرْفَعَ الدَّابَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْيَةَ أَنْ تُصِيبَهُ».

[420] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کیے' ان میں سے ننانوے اپنے پاس محفوظ رکھ لیے اور ایک حصہ زمین میں اتارا۔ اسی ایک حصے کی وجہ سے اللہ کی تمام مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے' یہاں تک کہ ایک جانور بھی اپنا کھر اپنے بچے سے ہٹا لیتا ہے کہ کہیں اسے تکلیف نہ پہنچے۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: «إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ، فَبِهَا يَتَعَاطَفُونَ، وَبِهَا يَتَرَاحَمُونَ، وَبِهَا

ایک اور روایت میں ہے: ''اللہ کے پاس سو رحمتیں ہیں۔ اس نے ان میں سے ایک رحمت جنوں' انسانوں' چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں کے درمیان اتاری ہے۔ اسی ایک حصہ رحمت

[419] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ما جاء في قول الله تعالى: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ......﴾، حديث:3194، وصحيح مسلم، التوبة، باب في سعة رحمة الله......، حديث:2751.

[420] صحيح البخاري، الأدب، باب جعل الله الرحمة في مائة جزء، حديث:6000، وصحيح مسلم، التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى......، حديث:2753.

تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰى وَلَدِهَا، وَأَخَّرَ اللهُ تَعَالٰى تِسْعًا وَّتِسْعِينَ رَحْمَةً، يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر نرمی کرتے اور رحم سے پیش آتے ہیں اور اسی کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچے پر مہربانی کرتا ہے۔ اور اللہ نے ننانوے رحمتیں پیچھے رکھ چھوڑی ہیں جن کے ساتھ وہ قیامت والے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔'' (بخاری ومسلم)

وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ أَيْضًا مِّنْ رِوَايَةِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِائَةَ رَحْمَةٍ فَمِنْهَا رَحْمَةٌ يَتَرَاحَمُ بِهَا الْخَلْقُ بَيْنَهُمْ، وَ تِسْعٌ وَّ تِسْعُونَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ».

اور اسے مسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں۔ انھی میں سے ایک وہ رحمت ہے جس کی وجہ سے مخلوق آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے اور ننانوے رحمتیں قیامت کے دن کے لیے (محفوظ) ہیں۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: «إِنَّ اللهَ تَعَالٰى خَلَقَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ، كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، فَجَعَلَ مِنْهَا فِي الْأَرْضِ رَحْمَةً، فَبِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلٰى وَلَدِهَا، وَالْوَحْشُ وَالطَّيْرُ بَعْضُهَا عَلٰى بَعْضٍ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَكْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ».

اور ایک روایت میں ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے' جس روز آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا' سو رحمتیں پیدا کیں۔ ہر رحمت (اگر اس کا جسمانی وجود ہو تو اتنی ہے کہ) آسمان و زمین کے درمیان خلا کو پر کر دے، پھر ان میں سے ایک رحمت کو اس نے زمین میں رکھ دیا' اسی کی وجہ سے ماں اپنے بچے پر اور وحشی جانور اور پرندے ایک دوسرے پر شفقت کرتے ہیں۔ چنانچہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کو اس (دنیوی) رحمت کے ساتھ ملا کر مکمل فرمائے گا (اور پھر اس کے ساتھ اپنے بندوں پر رحمت کرے گا)۔''

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ ایک دوسرے پر رحم وشفقت کا معاملہ کرنا اللہ کو پسند بھی ہے اور اس کا فضل و کرم بھی، اس لیے اس نے رحمت کا یہ ایک حصہ دنیا میں نازل فرمایا ہے۔ اور جو شخص اتنا سنگ دل ہو کہ وہ رحم وشفقت کے جذبات ہی سے نا آشنا ہو تو یہ ایک نہایت ہی ناپسندیدہ چیز ہے۔ علاوہ ازیں اللہ کے فضل وکرم سے محرومی کی علامت بھی ہے۔ ② اللہ تعالیٰ قیامت والے دن سو رحمتوں کے ساتھ اپنے بندوں سے معاملہ فرمائے گا' اس میں یقیناً بندوں کے لیے بڑی امید اور زبردست خوش خبری ہے لیکن جو اس بنیاد پر اس کی مخالفت کو اپنا شیوہ اور اس کی حدود کی پامالی کو اپنا وتیرہ بنا لے' اس کے لیے اس کا غضب بھی اس روز نہایت شدید ہوگا، اس لیے ترک فرائض اور اعراض واستکبار کے ساتھ رحمت الٰہی کی امید تخم حنظل کی کاشت کر کے کسی ثمر شیریں کی پیداوار کی امید رکھنے کے مترادف ہے۔

[٤٢١] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا يَحْكِي عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، قَالَ: «أَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِي ذَنْبِي. فَقَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ! اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ! اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[421] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ کا قول نقل فرماتے ہیں: ''کوئی بندہ گناہ کر کے پھر کہے: اے اللہ میرا گناہ بخش دے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ کی پاداش میں مؤاخذہ بھی کرتا ہے، پھر وہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! میرا گناہ معاف فرما دے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اسے علم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور گناہ کی وجہ سے گرفت بھی فرماتا ہے۔ پھر وہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب میرا گناہ معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے پھر گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ کو بخش بھی دیتا ہے اور اس کی وجہ سے گرفت بھی کرتا ہے۔ یقیناً میں نے اپنے بندے کو بخش دیا' تو وہ جو چاہے کرے۔'' (بخاری ومسلم)

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: [فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ]، أَيْ: مَادَامَ يَفْعَلُ هٰكَذَا، يُذْنِبُ وَيَتُوبُ أَغْفِرُ لَهُ، فَإِنَّ التَّوْبَةَ تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا.

''تو وہ جو چاہے کرے'' کا مطلب ہے کہ جب تک وہ اس طرح کرے گا کہ گناہ کر کے توبہ کرتا رہے تو میں اسے بخشتا رہوں گا، اس لیے کہ توبہ اپنے ماقبل کے گناہ ختم کر دیتی ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب تک ایک بندۂ مومن کا دل احکام وفرائض الٰہی کے بارے میں اعراض اور استکبار سے پاک ہے' لیکن اس سے بار بار گناہ کا ارتکاب ہو جاتا ہے اور وہ ہر دفعہ گناہ کے بعد بارگاہِ الٰہی میں گڑ گڑاتا اور استغفار کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرماتا رہتا ہے کیونکہ وہ توبہ واستغفار کر کے اصرار سے گریز کر رہا ہے اور مواخذۂ الٰہی سے لرز رہا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی عظمت وجلالت سے اس کا دل لبریز ہے اور اس کے سامنے اظہار بندگی میں اسے کوئی عار نہیں ہے' اور بندے کی یہ خوبی ایسی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پسند فرماتا ہے، اس لیے وہ فرماتا ہے کہ بندہ جب تک عاجزی سے میرے سامنے جھکتا رہے گا' میں اسے معاف کرتا رہوں گا۔ ② اس کے برعکس ایک بندہ وہ ہے جو بار بار گناہ کا ارتکاب کرتا ہے' پھر نہ توبہ واستغفار کرتا ہے اور نہ اللہ کے مؤاخذے کا کوئی اندیشہ اس کے دل میں

[421] صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللّٰهِ﴾، حديث: 7507، وصحيح مسلم، التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب وإن تكررت......، حديث: 2758.

ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ شخص مذکورہ بندۂ مومن سے یکسر مختلف ہے' اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی اس سے مختلف ہوگا۔ پہلا کردار ایک بندۂ مومن کا ہے جس پر اللہ تعالیٰ گناہ کے باوجود' اپنی خوشی کا اظہار فرماتا ہے اور دوسرا کردار ایک باغی اور سرکش کا ہے جس کے لیے اس نے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنَ الْأَوَّلِينَ.

[٤٢٢] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا، لَذَهَبَ اللهُ بِكُمْ، وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ، فَيَسْتَغْفِرُونَ اللهَ تَعَالٰى، فَيَغْفِرُ لَهُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[422] حضرت ابوہریرہ ؓ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمھیں ختم کر کے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو گناہ کریں گے' پھر اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگیں گے اور وہ انھیں معاف فرما دے گا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① غلطی اور گناہ ہو جانا انسان کی فطری کمزوری ہے لیکن غلطی کو تسلیم کرنے کے بجائے اس پر اصرار کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ ② اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ گناہ کر کے گناہ پر اصرار کرنے کی بجائے توبہ واستغفار کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے حتی کہ اگر ایسے لوگ ناپید ہو جائیں کہ جن سے نہ گناہ کا صدور ہو اور نہ وہ توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرما دے گا جو اس طرح کریں گے۔ ③ اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ وہ گناہوں کو پسند فرماتا ہے اور گناہ گار اس کے محبوب ہیں' بلکہ وہ توبہ وانابت کو پسند فرماتا ہے اور ایسے ہی لوگ اسے محبوب ہیں اور یہی اس حدیث کا مفاد ہے۔ ④ توبہ کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ اس سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

[٤٢٣] وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ خَالِدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَوْلَا أَنَّكُمْ تُذْنِبُونَ، لَخَلَقَ اللهُ خَلْقًا يُذْنِبُونَ، فَيَسْتَغْفِرُونَ، فَيَغْفِرُ لَهُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[423] حضرت ابوایوب انصاری ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق پیدا فرماتا جو گناہ کرتی اور استغفار کرتی' لہٰذا وہ انھیں بخش دیتا۔'' (مسلم)

[٤٢٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا قُعُودًا مَّعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، مَعَنَا أَبُوبَكْرٍ وَّعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي نَفَرٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا، فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا، فَخَشِينَا أَنْ يُقْتَطَعَ

[424] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابوبکر وعمر ؓ بھی لوگوں کی ایک جماعت میں موجود تھے تو رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان میں سے اٹھ کر تشریف

[422] صحيح مسلم، التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة، حديث:2749.

[423] صحيح مسلم، التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة، حديث:2749.

[424] صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا، حديث:31.

دُونَنَا، فَفَزِعْنَا، فَقُمْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رَسُولَ اللهِ ﷺ، حَتَّى أَتَيْتُ حَائِطًا لِّلْأَنْصَارِ - وَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ إِلَى قَوْلِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِذْهَبْ فَمَنْ لَقِيتَ وَرَاءَ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

لے گئے اور ہمارے پاس واپس آنے میں دیر لگا دی۔ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں ہماری غیر حاضری میں (دشمن نے) آپ کو نقصان نہ پہنچایا ہو' چنانچہ ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ گھبرانے والوں میں میں سب سے پہلا شخص تھا۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلا' یہاں تک کہ میں انصار کے ایک باغ میں آ گیا، پھر انھوں نے لمبی حدیث ذکر فرمائی جس میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنایا کہ آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''جاؤ! اس باغ کے باہر جو بھی تمھیں ملے' جو دل کے یقین کے ساتھ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کی گواہی دے تو تم اسے جنت کی خوش خبری سنا دو۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ مومن بالآخر جنت میں جائے گا۔ یا تو پہلے مرحلے میں یا پھر سزا بھگت کر۔ ② رہنما اپنی جماعت سے بوقت ضرورت اٹھ کر جا سکتا ہے۔ یہ کوئی اخلاق کے منافی نہیں۔ ③ یہ جو نبی کریم ﷺ کے بارے میں حاضر ناظر کا مسئلہ بنایا ہوا ہے صحیح نہیں۔ ④ صحابہ کو نبی ﷺ کی بابت تشویش رہتی تھی اور یہ ان کی آپ سے بے پناہ محبت کی دلیل ہے۔ ⑤ آدمی اپنے علاوہ دوسرے کو بھی تبلیغ واشاعت کا کہہ سکتا ہے۔ ⑥ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کی بڑی فضیلت ہے۔

[٤٢٥] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَلَا قَوْلَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي إِبْرَاهِيمَ ﷺ: ﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي﴾ [إبراهيم: ٣٦]، وَقَوْلَ عِيسٰى ﷺ: ﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ﴾ [المائدة: ١١٨]، فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ: «اَللّٰهُمَّ! أُمَّتِي أُمَّتِي!» وَبَكٰى، فَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: يَا جِبْرِيلُ! اذْهَبْ إِلٰى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ، فَسَلْهُ مَا يُبْكِيهِ؟، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ، فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمَا قَالَ: وَهُوَ أَعْلَمُ، فَقَالَ اللهُ

[425] حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے قول کی تلاوت فرمائی جو ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہے: ﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ ...... فَإِنَّهُ مِنِّي﴾ ''اے میرے رب! انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا' پھر جس نے میری پیروی کی' وہ مجھ سے ہے۔'' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول: ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ ...... الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ''اگر تو انھیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو تو یقیناً غالب' حکمت والا ہے۔'' اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ (دعا کے لیے) اٹھائے اور فرمایا: ''اے اللہ! میری امت! میری امت!'' اور آپ کی

[425] صحيح مسلم، الإيمان، باب دعاء النبي ﷺ لأمته وبكائه شفقة عليهم، حديث:202.

تَعَالٰى : يَاجِبْرِيلُ ! اذْهَبْ إِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ : إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوؤُكَ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: اے جبریل! محمد کے پاس جا' اور تیرا رب خوب جانتا ہے' اور ان سے پوچھ وہ کیوں روتے ہیں؟ چنانچہ جبریل آپ کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں وہ بتلایا جو آپ نے (اپنی امت کے بارے میں) فرمایا تھا' حالانکہ اللہ اسے خوب جانتا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد کی طرف (پھر) جا اور ان سے کہہ کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے' آپ کو غمگین نہیں کریں گے۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں ایک تو اس شفقت و رحمت کا بیان ہے جو نبی ﷺ کے دل میں اپنی امت کے لوگوں کے لیے تھی اور جس کا کامل اظہار قیامت والے دن ہو گا۔ دوسرا' اللہ کی اس محبت کا تذکرہ ہے جو اللہ کو اپنے آخری پیغمبر ﷺ سے ہے اور ان دونوں باتوں کا فائدہ امت محمدیہ کے اہل ایمان کو ہو گا کہ قیامت والے دن وہ اس کی وجہ سے اللہ کی رحمت و مغفرت سے شادکام ہوں گے۔ جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ. ② علماء انبیاء کے وارث ہیں' انھیں امت کا اسی طرح درد اور احساس ہونا چاہیے جس طرح رسول اکرم ﷺ کو تھا۔

[٤٢٦] وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ : كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰى حِمَارٍ ، فَقَالَ : «يَا مُعَاذُ! هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ، وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ؟» قُلْتُ : اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ : «فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ، وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَحَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا»، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَفَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ «لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوا» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

[426] معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں گدھے پر نبی ﷺ کے پیچھے سوار تھا' آپ نے فرمایا: ''اے معاذ! کیا تم جانتے ہو اللہ کا حق اس کے بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟'' میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''بے شک بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ (صرف) اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور اللہ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ وہ اس کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں لوگوں کو خوش خبری نہ دوں؟ آپ نے فرمایا: ''انھیں خوش خبری مت دو' وہ پھر اسی (ایمان) پر بھروسا کر لیں گے۔'' (بخاری و مسلم)

[426] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب اسم الفرس والحمار، حديث:2856، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعاً، حديث:30.

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ عام لوگ' جو بات کو اپنے سیاق و سباق کے مطابق سمجھنے سے بالعموم قاصر ہوتے ہیں' وہ یہی سمجھ لیں گے کہ نجات کے لیے توحید و رسالت کا زبانی اقرار کر لینا ہی کافی ہے' ان کے عملی تقاضوں کو بروئے کار لانا ضروری نہیں اور پھر وہ اسی پر اعتماد کر کے عمل سے غافل ہو جائیں گے۔ حالانکہ اقرار باللسان سے ایک مومن کو یہ تحفظ تو یقیناً حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا' بالآخر وہ جنت میں چلا جائے گا لیکن عام لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ مومن چاہے کتنا بھی بے عمل یا بدعمل ہو' سرے سے جہنم میں جائے گا ہی نہیں اور پہلے مرحلے ہی میں وہ مومنین کاملین کی طرح جنت میں چلا جائے گا جب کہ دیگر دلائل شرعیہ کی رو سے ایسا سمجھنا صحیح نہیں ہے جیسا کہ اس کی وضاحت پہلے بھی گزر چکی ہے۔ بہر حال اس قسم کی احادیث میں مومن کے جہنم میں جانے کی نفی سے مراد خُلُود فِي النَّارِ (جہنم میں ہمیشہ رہنے) کی نفی ہے' مطلق عذاب اور دخول جہنم کی نفی نہیں۔

[٤٢٧] وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «اَلْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ [إبراهيم: ٢٧]. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[427] حضرت براء بن عازب ﷜ سے روایت ہے' نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہی مطلب اللہ کے اس قول کا بھی ہے: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ......وَ فِي الْاٰخِرَةِ﴾ ''اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط بات کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی رکھے گا۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ...... الْاٰيَة﴾ (ابراهيم 27:14) کی تفسیر ہے۔ ② دوسری بات اس حدیث میں یہ ہے کہ اس میں کلمۂ اسلام کے دونوں جز اکٹھے بیان ہوئے ہیں، یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. ③ بہر حال قبر میں سوال جواب حق ہے اور مومن اللہ کی توفیق سے صحیح جواب اور توحید و رسالت کی گواہی دے گا۔ رسول اکرم ﷺ نے میت کو دفنانے کے بعد اس کی قبر پر اس کی ثابت قدمی کے لیے دعا کی اسی لیے تاکید کی ہے۔

[٤٢٨] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ: «إِنَّ الْكَافِرَ إِذَا عَمِلَ حَسَنَةً، أُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِّنَ الدُّنْيَا، وَأَمَّا الْمُؤْمِنُ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى

[428] حضرت انس ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کافر جب دنیا میں کوئی اچھا عمل کرتا ہے تو اسے اس کا بدلہ دنیا کی کچھ لذتوں میں سے دے دیا جاتا ہے

[427] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾، حديث:4699، وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه...... حديث:2871.

[428] صحيح مسلم، صفات المنافقين و أحكامهم، باب جزاء المؤمن بحسناته...... حديث:2808.

يَدَّخِرُ لَهُ حَسَنَاتِهِ فِي الْآخِرَةِ، وَيُعْقِبُهُ رِزْقًا فِي الدُّنْيَا عَلٰى طَاعَتِهِ».

(یعنی آخرت میں اسے کوئی صلہ نہیں ملے گا)۔لیکن مومن کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اس کی نیکیوں کا آخرت میں (صلہ دینے کے لیے) ذخیرہ کر لیتا ہے اور دنیا میں اسے رزق' اس کی فرماں برداری کی وجہ سے دیتا ہے۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: «إِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً، يُعْطٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا، وَيُجْزٰى بِهَا فِي الْآخِرَةِ، وَأَمَّا الْكَافِرُ، فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِي الدُّنْيَا، حَتّٰى إِذَا أَفْضٰى إِلَى الْآخِرَةِ، لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ایک اور روایت میں ہے:''اللہ تعالیٰ کسی مومن پر اس کی نیکی کے معاملے میں ظلم نہیں کرتا' اسے اس کی نیکی کا صلہ دنیا ہی میں دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اسے بدلہ دیا جائے گا۔لیکن کافر کو اس کی ان اچھائیوں کا صلہ' جو وہ اللہ کے لیے کرتا ہے' دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے' یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیک عمل ایسا نہیں ہو گا جس پر اسے بدلہ دیا جائے۔''(مسلم)

فوائد ومسائل:① کافر بھی دنیا میں بہت سے ایسے عمل کرتے ہیں جن کا تعلق رفاہ عامہ سے یا بھلائیوں سے ہوتا ہے' تو اللہ تعالیٰ ان حسنات کا صلہ انھیں دنیا کے مال و اسباب کی صورت میں یا ان سے کوئی ابتلا ٹال کر دے دیتا ہے کیونکہ اخروی اجر وثواب کے لیے تو ایمان ضروری ہے اور کافر ایمان سے محروم ہوتا ہے' اس لیے وہ آخرت کے ثواب سے بھی محروم رہے گا۔② اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور عقیدہ ہر عمل کی بنیاد اور عنداللہ قبولیت کے لیے شرط اور مدار ہے۔

[٤٢٩] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهَرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰى بَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[429] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''پانچ نمازوں کی مثال اس لبالب جاری نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر ہو' وہ اس سے روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے۔''(مسلم)

[اَلْغَمْرُ]: اَلْكَثِيرُ.

اَلْغَمْر: بمعنی کثیر ہے۔

فوائد ومسائل:① اس میں پابندی سے نماز پنجگانہ پڑھنے کے فوائد کا بیان ہے کہ جس طرح روزانہ پانچ مرتبہ نہانے والے کا جسم میل کچیل سے پاک صاف رہتا ہے اسی طرح نمازی کے بھی صغیرہ گناہ' نماز سے معاف ہو جاتے ہیں اور کبیرہ گناہ سے توبہ کر لے تو وہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔② اول تو فرائض' یعنی نماز وغیرہ کا پابند کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا اور اگر کبھی ارتکاب ہو جائے تو اس پر اصرار اور دوام نہیں کرتا' بلکہ فوراً توبہ واستغفار کر لیتا ہے اور اس کے صغیرہ گناہ نماز سے معاف ہوتے رہتے ہیں۔

[429] صحیح مسلم، المساجد، باب المشي إلى الصلاة تمحى به الخطايا......، حديث:668.

[٤٣٠] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ يَّمُوتُ فَيَقُومُ عَلٰى جِنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلًا، لَا يُشْرِكُونَ بِاللهِ شَيْئًا إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللهُ فِيهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[430] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو مسلمان آدمی مر جائے اور ایسے چالیس آدمی اس کی نماز جنازہ پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والے نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی سفارش قبول فرماتا ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① شفاعت قبول کرنے کا مطلب ہے کہ وہ میت کی مغفرت کے لیے جو دعا کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا اور اس کو بخش دیتا ہے بشرطیکہ میت بھی شفاعت کے قابل ہو۔ ② جنازے میں موحدین کی جتنی کثرت ہوگی' اتنی ہی زیادہ میت کے بارے میں اچھی امید کی جا سکتی ہے بشرطیکہ مرنے والا بھی موحد ہو' ورنہ مشرک کے لیے تو دعائے مغفرت ہی جائز نہیں۔ ③ توحید باری تعالیٰ کی اہمیت و فضیلت بھی اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے۔

[٤٣١] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي قُبَّةٍ نَحْوًا مِّنْ أَرْبَعِينَ، فَقَالَ: «أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟»، قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: «أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟»، قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَذٰلِكَ أَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ، وَمَا أَنْتُمْ فِي أَهْلِ الشِّرْكِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ، أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَحْمَرِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[431] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم تقریباً چالیس آدمی ایک خیمے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے' آپ نے (وہاں) فرمایا: ''کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم اہل جنت کا چوتھا حصہ ہو؟'' ہم نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم اہل جنت کا تہائی حصہ ہو؟'' ہم نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! میں یقیناً امید رکھتا ہوں کہ تمھاری تعداد اہل جنت میں آدھی ہوگی اور یہ اس لیے کہ جنت میں مسلمان ہی داخل ہوں گے۔ اور تم مشرکین کے مقابلے میں ایسے ہی ہو جیسے کالے بیل کی کھال میں سفید بال یا سرخ بیل کی کھال میں سیاہ بال ہوں۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں ایک تو اس حقیقت کا بیان ہے کہ اہل ایمان و توحید کے مقابلے میں اہل شرک کثرت سے ہوں گے جیسا کہ قرآن کریم میں بھی اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ ② دوسری امتوں کے مقابلے میں امت محمدیہ کے مسلمان جنت میں زیادہ ہوں گے حتی کہ ان کی تعداد اہل جنت میں نصف ہوگی۔ اس میں امت محمدیہ کے لیے خوش خبری بھی ہے اور ان کی توقیر و عزت بھی۔ جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ.

[430] صحيح مسلم، الجنائز، باب من صلى عليه أربعون شفعوا فيه، حديث:948.

[431] صحيح البخاري، الرقاق، باب الحشر، حديث:6528، وصحيح مسلم، الإيمان، باب كون هذه الأمة نصف أهل الجنة، حديث:221.

[٤٣٢] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ دَفَعَ اللهُ إِلَى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا، فَيَقُولُ: هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ».

[432] حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے' ایک یہودی یا عیسائی سپرد فرمائے گا اور کہے گا کہ یہ تیرا آگ سے فدیہ ہے (یعنی تیری جگہ جہنم کا عذاب بھگتے گا)۔''

وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَاسٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ بِذُنُوبٍ أَمْثَالِ الْجِبَالِ يَغْفِرُهَا اللهُ لَهُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ایک اور روایت میں انھی ابوموسیٰ ؓ ہی سے مروی ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز کچھ مسلمان ایسے بھی آئیں گے جن کے گناہ پہاڑوں کی مثل ہوں گے' اللہ تعالیٰ انھیں بخش دے گا۔'' (مسلم)

قَوْلُهُ: [دَفَعَ اللهُ إِلَى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا، فَيَقُولُ: هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ]، مَعْنَاهُ: مَا جَاءَ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: «لِكُلِّ أَحَدٍ مَّنْزِلٌ فِي الْجَنَّةِ، وَمَنْزِلٌ فِي النَّارِ، فَالْمُؤْمِنُ إِذَا دَخَلَ الْجَنَّةَ خَلَفَهُ الْكَافِرُ فِي النَّارِ، لِأَنَّهُ مُسْتَحِقٌّ لِّذٰلِكَ بِكُفْرِهِ». وَمَعْنَى [فِكَاكُكَ]: أَنَّكَ كُنْتَ مُعَرَّضًا لِّدُخُولِ النَّارِ، وَهٰذَا فِكَاكُكَ لِأَنَّ اللهَ تَعَالَى قَدَّرَ لِلنَّارِ عَدَدًا يَّمْلَؤُهَا، فَإِذَا دَخَلَهَا الْكُفَّارُ بِذُنُوبِهِمْ وَكُفْرِهِمْ، صَارُوا فِي مَعْنَى الْفِكَاكِ لِلْمُسْلِمِينَ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

''اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے ایک یہودی یا عیسائی سپرد فرمائے گا.....'' کے معنی وہ ہیں جو ایک دوسری حدیث' حدیث ابوہریرہ میں بیان ہوئے ہیں: ''ہر شخص کا ایک مقام جنت میں ہے اور ایک جہنم میں۔ چنانچہ مومن جب جنت میں چلا جائے گا تو کافر جہنم میں اس کا جانشین ہوگا' اس لیے کہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے اس کا مستحق ہوگا۔ اور ''تیرا فدیہ'' اس کا مطلب ہے کہ تو جہنم میں داخل کرنے کے لیے پیش کیا گیا تھا اور یہ (کافر) تیرا فدیہ ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آگ کے لیے ایک تعداد مقرر کی ہے کہ جن سے وہ اس آگ کو بھرے گا۔ چنانچہ جب کافر اپنے کفر اور گناہ کی وجہ سے آگ میں داخل ہوں گے تو وہ ایسے ہوں گے کہ گویا وہ مسلمانوں کے لیے جہنم سے رہائی کا ذریعہ بن گئے۔ واللّٰہ أعلم.

فائدہ: اس میں اہل ایمان کا حسن انجام اور اہل کفر و شرک کا انجام بد بیان کیا گیا ہے۔

[٤٣٣] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «يُدْنَى

[433] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت کے روز مومن

[432] صحيح مسلم، التوبة، في سعة رحمة اللّٰه تعالى على المؤمنين...... حديث:2767.

[433] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله:﴿وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا﴾، حديث:4685، وصحيح مسلم، التوبة، في سعة رحمة اللّٰه تعالى على المؤمنين......، حديث:2768.

الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رَبِّهِ حَتَّى يَضَعَ كَنَفَهُ عَلَيْهِ، فَيُقَرِّرُهُ بِذُنُوبِهِ، فَيَقُولُ: أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُولُ: رَبِّ! أَعْرِفُ، قَالَ: فَإِنِّي قَدْ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا، وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، فَيُعْطَى صَحِيفَةَ حَسَنَاتِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اپنے رب کے قریب کر دیا جائے گا حتی کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی حفاظت اور رحمت میں لے لے گا' پھر وہ اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کروائے گا' اس سے کہے گا: کیا تو فلاں گناہ جانتا ہے؟ کیا تجھے فلاں گناہ کا علم ہے؟ مومن کہے گا: ہاں اے رب! جانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں بھی تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا اور آج میں تیرے یہ گناہ معاف کرتا ہوں' پھر اسے اس کی نیکیوں کا دفتر دے دیا جائے گا۔'' (بخاری ومسلم)

[كَنَفُهُ]: سَتْرُهُ وَرَحْمَتُهُ.

كَنَفُهُ کے معنی ہیں: اس کی پردہ پوشی اور رحمت۔

فائدہ: اس میں ایسے اہل ایمان کا تذکرہ ہے کہ ان کے ساتھ اللہ خصوصی فضل و کرم کا معاملہ فرمائے گا اور ان کے گناہ معاف فرما کر پہلے مرحلے ہی میں انھیں جنت میں بھیج دے گا۔ جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ.

[٤٣٤] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنَ امْرَأَةٍ قُبْلَةً، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَأَخْبَرَهُ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ طَرَفَيِ ٱلنَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ ٱلَّيْلِ إِنَّ ٱلْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ﴾ [هود: ١١٤] فَقَالَ الرَّجُلُ: أَلِيَ هٰذَا يَا رَسُولَ اللهِ!؟ قَالَ: «لِجَمِيعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[434] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کو بوسہ دے دیا' پھر وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو بتلایا جس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ ...... يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ ''اور تم نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر (یعنی صبح و شام) اور رات کے کچھ حصے میں۔ بے شک نیک کام برے کاموں کو مٹا دیتے ہیں۔'' اس آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ حکم میرے لیے (خاص) ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''(نہیں' بلکہ) میری تمام امت کے لیے ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد و مسائل: ① نماز سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ② آیات کے نزول کا سبب چاہے کوئی خاص واقعہ ہی ہو' لیکن اس کا حکم عام ہوتا ہے۔ ③ گناہ گار کی پردہ پوشی ضروری ہے۔ ④ گناہ گار کو مایوس کرنے کی بجائے کہ وہ مزید سرکشی پر اتر آئے' امید دلانی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نیک اعمال کے ذریعے سے اسے معاف کر دے گا تاکہ اس میں نیکی کا جذبہ پیدا ہو اور وہ اپنے گناہ پر نادم ہو۔

[434] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب الصلاة كفّارة، حديث:526، وصحيح مسلم، التوبة، باب قوله تعالى: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾، حديث:2763.

[٤٣٥] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! أَصَبْتُ حَدًّا، فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا، فَأَقِمْ فِيَّ كِتَابَ اللهِ، قَالَ: «هَلْ حَضَرْتَ مَعَنَا الصَّلَاةَ؟» قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: «قَدْ غُفِرَ لَكَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[435] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھ سے ایسا جرم سرزد ہو گیا ہے جس پر میں سزا کا مستحق ہو گیا ہوں' آپ وہ سزا مجھ پر نافذ فرمائیں۔ (اتنے میں) نماز کا وقت ہو گیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو اس نے (پھر) کہا: اے اللہ کے رسول! مجھ سے قابل سزا جرم کا ارتکاب ہو گیا ہے' آپ میرے بارے میں اللہ کی کتاب (کا حکم) نافذ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟'' اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''تیرا گناہ معاف کر دیا گیا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

وَقَوْلُهُ: [أَصَبْتُ حَدًّا]، مَعْنَاهُ: مَعْصِيَةً تُوجِبُ التَّعْزِيرَ، وَلَيْسَ الْمُرَادُ الْحَدَّ الشَّرْعِيَّ الْحَقِيقِيَّ كَحَدِّ الزِّنَا وَالْخَمْرِ وَغَيْرِهِمَا، فَإِنَّ هٰذِهِ الْحُدُودَ لَا تَسْقُطُ بِالصَّلَاةِ، وَلَا يَجُوزُ لِلْإِمَامِ تَرْكُهَا.

أَصَبْتُ حَدًّا کے معنی ہیں: مجھ سے ایسا گناہ ہو گیا ہے جو موجب تعزیر ہے۔ اس سے مراد حقیقی حد شرعی نہیں ہے' جیسے زنا اور شراب نوشی وغیرہ کی حد ہے۔ اس لیے کہ یہ حدیں نماز سے معاف نہیں ہوتیں' نہ حاکم وقت ہی کو یہ اختیار ہے کہ وہ ان کا نفاذ ترک کر دے۔

[٤٣٦] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ، فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا، أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ، فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[436] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی اس ادا پر خوش ہوتا ہے کہ وہ کھانا کھائے اور اس پر اللہ کی حمد کرے یا پانی پیے تو اس پر اللہ کی حمد کرے۔'' (مسلم)

[اَلْأَكْلَةُ] بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ: وَهِيَ الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الْأَكْلِ كَالْغَدْوَةِ وَالْعَشْوَةِ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

اَلْأَكْلَةُ: ''ہمزہ'' پر زبر۔ یہ ایک مرتبہ کھانے کو کہتے ہیں' جیسے الْغَدْوَةُ صبح کے کھانے اور الْعَشْوَةُ شام کے کھانے کو کہتے ہیں۔ واللّٰہ أعلم.

[435] صحيح البخاري، الحدود، باب إذا أقر بالحد ولم يبين هل للإمام أن يستر عليه؟، حديث:6823، وصحيح مسلم، التوبة، باب قوله تعالى: ﴿إِنَّ الْحسنات يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾، حديث:2764.

[436] صحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب حمد الله تعالى بعد الأكل والشرب، حديث:2734.

فوائد ومسائل: ① کھانے یا پانی وغیرہ پینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا چاہیے۔ بہتر ہے کہ کوئی مسنون دعا پڑھ لی جائے جیسے [اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ، غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا. یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِي کَفَانَا وَأَرْوَانَا، غَیْرَ مَکْفِيٍّ وَلَا مَکْفُورٍ] (صحیح البخاري، الأطعمة، باب ما یقول إذا فرغ من طعامه، حدیث: 5459,5458) ② اس باب میں اس حدیث کو لانے کا مقصد خوف اور رجاء (امید) دونوں باتوں کا استحضار (ذہن میں موجود کرنا) ہے۔ کھاتے پیتے وقت اللہ کو یاد رکھو گے تو اللہ کی رضا مندی کی امید ہے۔ علاوہ ازیں یہ خوف بھی دامن گیر رہے کہ وہ اللہ ہی سب کچھ دینے والا ہے' وہ اگر چاہے تو تم سے یہ نعمتیں سلب کر لے یا نعمتوں کی فراوانی کے باوجود تمھیں کھانے پینے کی قوت سے محروم کر دے، جیسے بعض بیماریوں میں ایسا ہوتا ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْھَا.

[٤٣٧] وَعَنْ أَبِي مُوسٰی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[437] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ دراز فرماتا ہے تاکہ دن کو برائی کا ارتکاب کرنے والا توبہ کر لے۔ اور دن کو اپنا ہاتھ دراز فرماتا ہے تاکہ رات کو برائی کا ارتکاب کرنے والا توبہ کر لے' یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے۔ (دیکھیے رقم الحدیث: 17) ② ہاتھ پھیلانا کنایہ ہے قبول توبہ سے' جیسے کسی چیز کو لینا ہو تو ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں اور نہ لینا ہو تو قبض کر لیے جاتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ کس طرح پھیلاتا ہے' سو اس کی کیفیت ہم نہیں جان سکتے۔ تاہم اس میں اللہ کی صفت ید کا بیان ہے جس پر بغیر کسی تاویل یا تشبیہ کے ایمان رکھنا ضروری ہے' جس طرح اس کی دوسری صفات پر ایمان ضروری ہے' یہی سلف کا مذہب ہے۔ ③ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہاتھ پھیلانے' یعنی قبول توبہ کا سلسلہ جاری رہے گا' یہاں تک کہ قیامت کے قریب جب سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا تو یہ سلسلہ موقوف ہو جائے گا اور اس کے بعد کسی کا ایمان لانا اور توبہ کرنا قبول نہیں ہوگا' اس لیے انسان کو توبہ کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے اور توبہ بھی وہ جو صحیح توبہ ہو۔

[٤٣٨] وَعَنْ أَبِي نَجِيحٍ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ - بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالْبَاءِ - اَلسَّلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ وَأَنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَظُنُّ أَنَّ النَّاسَ عَلٰی ضَلَالَةٍ، وَأَنَّهُمْ لَيْسُوا عَلٰی شَيْءٍ، وَهُمْ يَعْبُدُونَ الْأَوْثَانَ. فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ أَخْبَارًا،

[438] حضرت ابونجیح عمرو بن عبسہ (عین اور با پر زبر) سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں (اسلام سے قبل) زمانۂ جاہلیت میں گمان کرتا تھا کہ لوگ گمراہی پر ہیں اور وہ کسی دین پر نہیں ہیں اور بتوں کی عبادت کرتے ہیں' پھر میں نے ایک آدمی کی بابت سنا کہ وہ مکے میں (بتوں کے خلاف) کچھ

[437] صحیح مسلم، التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب وإن تكررت......، حدیث: 2759.

[438] صحیح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب إسلام عمرو بن عبسة، حدیث: 832.

فَقَعَدْتُ عَلٰى رَاحِلَتِي، فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ، فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مُسْتَخْفِيًا، جُرَآءُ عَلَيْهِ قَوْمُهُ، فَتَلَطَّفْتُ حَتّٰى دَخَلْتُ عَلَيْهِ بِمَكَّةَ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَنْتَ؟ قَالَ: «أَنَا نَبِيٌّ»، قُلْتُ: وَمَا نَبِيٌّ؟ قَالَ: «أَرْسَلَنِي اللّٰهُ»، قُلْتُ: وَبِأَيِّ شَيْءٍ أَرْسَلَكَ؟ قَالَ: «أَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الْأَرْحَامِ، وَكَسْرِ الْأَوْثَانِ، وَأَنْ يُوَحَّدَ اللّٰهُ لَا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ». قُلْتُ: فَمَنْ مَّعَكَ عَلٰى هٰذَا؟ قَالَ: «حُرٌّ وَّعَبْدٌ» وَمَعَهُ يَوْمَئِذٍ أَبُوبَكْرٍ وَّبِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قُلْتُ: إِنِّي مُتَّبِعُكَ، قَالَ: «إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ ذٰلِكَ يَوْمَكَ هٰذَا، أَلَا تَرٰى حَالِي وَحَالَ النَّاسِ؟ وَلٰكِنِ ارْجِعْ إِلٰى أَهْلِكَ فَإِذَا سَمِعْتَ بِي قَدْ ظَهَرْتُ فَأْتِنِي». قَالَ: فَذَهَبْتُ إِلٰى أَهْلِي وَقَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِينَةَ، وَكُنْتُ فِي أَهْلِي، فَجَعَلْتُ أَتَخَبَّرُ الْأَخْبَارَ، وَأَسْأَلُ النَّاسَ حِينَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ، حَتّٰى قَدِمَ نَفَرٌ مِّنْ أَهْلِي الْمَدِينَةَ، فَقُلْتُ: مَا فَعَلَ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي قَدِمَ الْمَدِينَةَ؟ فَقَالُوا: اَلنَّاسُ إِلَيْهِ سِرَاعٌ، وَقَدْ أَرَادَ قَوْمُهُ قَتْلَهُ، فَلَمْ يَسْتَطِيعُوا ذٰلِكَ. فَقَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَتَعْرِفُنِي؟ قَالَ: «نَعَمْ، أَنْتَ الَّذِي لَقِيتَنِي بِمَكَّةَ». قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَخْبِرْنِي عَمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ وَأَجْهَلُهُ، أَخْبِرْنِي عَنِ الصَّلَاةِ؟ قَالَ: «صَلِّ صَلَاةَ الصُّبْحِ، ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ قِيدَ رُمْحٍ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِينَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ، وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ

باتیں کرتا ہے۔ چنانچہ میں اپنی سواری پر بیٹھا اور اس شخص کے پاس مکے آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ چھپ کر اپنا تبلیغی کام کر رہے ہیں اور آپ پر آپ کی قوم دلیر ہے۔ چنانچہ میں نے چوری چھپے آپ سے ملنے کی تدبیر کی' حتی کہ میں مکے میں آپ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے آپ سے کہا: آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''میں نبی ہوں۔'' میں نے کہا: نبی کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''(جسے اللہ اپنے احکام دے کر بھیجے اور) مجھے اللہ نے بھیجا ہے۔'' میں نے کہا: آپ کو اللہ نے کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''مجھے اس نے بھیجا ہے کہ میں صلہ رحمی کا حکم دوں' بتوں کو توڑ دوں اور یہ کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔'' میں نے کہا: اس کام پر آپ کے ساتھ کون (کون) ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ایک آزاد شخص اور ایک غلام۔'' اور اس وقت آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت بلال ؓ تھے۔ میں نے کہا: میں (بھی) آپ کا پیروکار ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''تم آج اس کی ہرگز طاقت نہیں رکھتے۔ کیا تم میرا اور لوگوں کا حال نہیں دیکھ رہے؟ لہٰذا تم (ابھی) اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ' جب تم میری بابت سنو کہ میں غالب آ گیا ہوں تو پھر میرے پاس آنا۔'' چنانچہ میں اپنے گھر والوں کے پاس آ گیا اور رسول اللہ ﷺ (بالآخر مکہ چھوڑ کر) مدینہ تشریف لے آئے اور میں اپنے گھر والوں میں تھا۔ چنانچہ میں نے خبروں کی جستجو شروع کر دی اور جس وقت آپ مدینہ آ گئے تو میں (آپ کی بابت) لوگوں سے پوچھتا۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ باشندگان مدینہ میں سے آئے تو میں نے کہا: اس آدمی کا کیا حال ہے جو (مکے سے ہجرت کر کے) مدینے آیا ہے؟ انھوں نے کہا: لوگ اس کی طرف تیزی سے آ رہے ہیں' اس کی قوم نے تو اسے قتل

لَهَا الْكُفَّارُ، ثُمَّ صَلِّ، فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَّحْضُورَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ، ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلَاةِ، فَإِنَّهُ حِينَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ، فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ، فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَّحْضُورَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ، ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ، وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ» قَالَ: فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ! فَالْوُضُوءُ حَدِّثْنِي عَنْهُ؟ فَقَالَ: «مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يُقَرِّبُ وَضُوءَهُ، فَيَتَمَضْمَضُ وَيَسْتَنْشِقُ فَيَنْتَثِرُ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ وَفِيهِ وَخَيَاشِيمِهِ، ثُمَّ إِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ كَمَا أَمَرَهُ اللهُ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ مِنْ أَطْرَافِ لِحْيَتِهِ مَعَ الْمَاءِ، ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ، ثُمَّ يَمْسَحُ رَأْسَهُ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَأْسِهِ مِنْ أَطْرَافِ شَعْرِهِ مَعَ الْمَاءِ، ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ، فَإِنْ هُوَ قَامَ فَصَلّٰى، فَحَمِدَ اللهَ تَعَالٰى، وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهُ بِالَّذِي هُوَ لَهُ أَهْلٌ، وَفَرَّغَ قَلْبَهُ لِلّٰهِ تَعَالٰى، إِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ».

کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے۔ چنانچہ میں مدینے آیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، تم وہی ہو جو مجھے مکے میں ملے تھے۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے وہ باتیں بتلائیں جو اللہ نے آپ کو سکھلائی ہیں اور میں ان سے ناواقف ہوں۔ مجھے نماز کے متعلق بتلایئے۔ آپ نے فرمایا: ''تم صبح کی نماز پڑھو، پھر سورج کے ایک نیزے کی مقدار بلند ہونے تک نماز سے رکے رہو، اس لیے کہ جب تک سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت کافر اسے سجدہ کرتے ہیں۔ پھر تم نماز پڑھو، اس لیے کہ نماز میں فرشتے گواہ ہوتے اور لکھنے کے لیے حاضر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ سایہ (کم ہوتے ہوتے) نیزے کے برابر ہو جائے۔ (یہ نصف النہار، یعنی زوال کا وقت ہے۔) پھر (اس وقت) نماز سے رک جاؤ، اس لیے کہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے، پھر جب سایہ بڑھنے لگے (یہ ظہر کے وقت کا آغاز ہے) تو نماز پڑھو، اس لیے کہ نماز میں فرشتے گواہ اور (لکھنے کے لیے) حاضر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ تم عصر کی نماز پڑھو، پھر (نماز عصر کے بعد) تم نماز سے رک جاؤ، یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے، اس لیے کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت اسے کافر سجدہ کرتے ہیں۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! وضو کے بارے میں بھی مجھے بتلایئے؟ آپ نے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص بھی وضو کا پانی اپنے قریب کرے اور (ہاتھ دھونے کے بعد) کلی کرے، ناک میں پانی ڈالے اور ناک جھاڑ کر صاف کرے تو اس کے چہرے، منہ اور ناک کے گناہ گر جاتے (جھڑ جاتے) ہیں، پھر جب وہ اپنا منہ دھوتا ہے، جیسے

اسے اللہ نے حکم دیا ہے' تو اس کے چہرے کی غلطیاں اس کی ڈاڑھی کے کناروں سے پانی کے ساتھ گر جاتی ہیں' پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کی خطائیں اس کی انگلیوں سے پانی کے ساتھ نکل جاتی ہیں' پھر وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کی غلطیاں اس کے بالوں کے کنارے سے پانی کے ساتھ نکل جاتی ہیں' پھر وہ اپنے دونوں پیر ٹخنوں تک دھوتا ہے تو اس کے پیروں کے گناہ اس کی انگلیوں سے پانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔ چنانچہ (اس کے بعد) اگر وہ کھڑا ہوا اور نماز پڑھی' پس اللہ کی حمد و ثنا اور بزرگی اس طرح بیان کی جس طرح وہ اس کا حق رکھتا ہے اور اپنے دل کو اللہ کے لیے فارغ کر دیا (یعنی خشوع خضوع کا اہتمام کیا) تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو کر نکلتا ہے' جیسے وہ اس وقت تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔''

فَحَدَّثَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ أَبَا أُمَامَةَ صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُ أَبُو أُمَامَةَ: يَا عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ! أُنْظُرْ مَا تَقُولُ فِي مَقَامٍ وَّاحِدٍ يُعْطٰى هٰذَا الرَّجُلُ؟ فَقَالَ عَمْرٌو: يَا أَبَا أُمَامَةَ! لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّي، وَرَقَّ عَظْمِي، وَاقْتَرَبَ أَجَلِي، وَمَا بِي حَاجَةٌ أَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللهِ تَعَالٰى، وَلَا عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ، لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ، مَا حَدَّثْتُ أَبَدًا بِهِ، وَلٰكِنِّي سَمِعْتُهُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

یہ حدیث عمرو بن عبسہ نے حضرت ابو امامہ' رسول اللہ ﷺ کے صحابی' سے بیان کی تو ان سے ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمرو بن عبسہ! دیکھو تم کیا بیان کر رہے ہو۔ ایک ہی جگہ پر' اس آدمی کو یہ مقام دے دیا جائے گا؟ (یعنی صرف ایک وضو کرنے پر ہی تم سارے گناہوں سے پاکیزگی کا مقام عطا ہونے کی بات کر رہے ہو؟) حضرت عمرو نے فرمایا: اے ابو امامہ! میری عمر بڑی ہو گئی' میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور میری موت قریب آ گئی ہے اور مجھے کوئی ضرورت بھی نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولوں۔ اگر میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ایک مرتبہ' دو مرتبہ' تین مرتبہ' حتی کہ سات مرتبہ تک نہ سنی ہوتی تو میں کبھی یہ حدیث بیان نہ کرتا' لیکن میں نے تو یہ حدیث اس سے بھی زیادہ مرتبہ سنی ہے۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: [جُرَآءُ عَلَيْهِ قَوْمُهُ]: هُوَ بِجِيمٍ مَّضْمُومَةٍ

جُرَآءُ عَلَيْهِ قَوْمُهُ: "جیم" کی پیش اور مد کے ساتھ۔ عُلَمَاءُ

وَبِالْمَدِّ عَلٰى وَزْنِ عُلَمَاءَ، أَيْ: جَاسِرُونَ مُسْتَطِيلُونَ غَيْرُ هَائِبِينَ. هٰذِهِ الرِّوَايَةُ الْمَشْهُورَةُ، وَرَوَاهُ الْحُمَيْدِيُّ وَغَيْرُهُ: [حِرَاءٌ] بِكَسْرِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ، وَقَالَ: مَعْنَاهُ: غِضَابٌ ذَوُو غَمٍّ وَهَمٍّ، قَدْ عِيلَ صَبْرُهُمْ بِهِ، حَتّٰى أَثَّرَ فِي أَجْسَامِهِمْ، مِنْ قَوْلِهِمْ: حَرٰى جِسْمُهُ يَحْرٰى، إِذَا نَقَصَ مِنْ أَلَمٍ أَوْ غَمٍّ وَنَحْوِهِ، وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ بِالْجِيمِ. قَوْلُهُ: ﷺ: [بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ]، أَيْ: نَاحِيَتَيْ رَأْسِهِ، وَالْمُرَادُ التَّمْثِيلُ، مَعْنَاهُ: أَنَّهُ حِينَئِذٍ يَتَحَرَّكُ الشَّيْطَانُ وَشِيعَتُهُ، وَيَتَسَلَّطُونَ وَقَوْلُهُ: [يُقَرِّبُ وَضُوءَهُ]، مَعْنَاهُ: يُحْضِرُ الْمَاءَ الَّذِي يَتَوَضَّأُ بِهِ. وَقَوْلُهُ: [إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا]، هُوَ بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ، أَيْ: سَقَطَتْ، وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ: [جَرَتْ] بِالْجِيمِ، وَالصَّحِيحُ بِالْخَاءِ، وَهُوَ رِوَايَةُ الْجُمْهُورِ. وَقَوْلُهُ: [فَيَنْتَثِرُ]، أَيْ: يَسْتَخْرِجُ مَا فِي أَنْفِهِ مِنْ أَذًى، وَالنَّثْرَةُ: طَرَفُ الْأَنْفِ.

کے وزن پر ہے۔ معنی ہیں: آپ کی قوم آپ پر جسارت اور دست درازی کرنے والی اور آپ سے بے خوف ہے۔ یہی مشہور روایت ہے اور امام حمیدی ؒ وغیرہ نے اسی کو بیان کیا ہے۔ (بعض کے نزدیک) یہ حِرَاءٌ: حائے مکسورہ کے ساتھ ہے۔ اس کے معنی وہ بیان کرتے ہیں: غضب ناک، غم اور فکر والے کہ جن کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا، حتی کہ اس کا اثر ان کے جسموں پر ہو گیا ہو۔ جب کسی کا جسم درد یا غم وغیرہ سے ہلکان ہو جائے تو کہتے ہیں: حَرٰى جِسْمُهُ يَحْرٰى. اسی قول سے حِرَاءٌ ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ جیم کے ساتھ ہے۔ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ: شیطان کے سر کے دونوں کناروں کے درمیان۔ اور مراد تمثیل ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ شیطان اور اس کا ٹولہ اس وقت حرکت کرتا اور غلبہ وتسلط اختیار کرتا ہے (لیکن اسے تمثیل کی بجائے حقیقی معنوں، یعنی ظاہر پر محمول کرنا زیادہ صحیح ہے، گو ہم اس کی حقیقت سے ناآشنا ہیں)۔ يُقَرِّبُ وَضُوءَهُ کے معنی ہیں: اس پانی کو اپنے قریب کرے جس سے وہ وضو کرے۔ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا میں خَرَّتْ: "خا" کے ساتھ ہے، بمعنی گرنا۔ اور بعض نے اسے جَرَتْ: "جیم" کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور صحیح "خا" کے ساتھ ہے اور یہی جمہور کی روایت ہے۔ فَيَنْتَثِرُ: ناک سے گندگی جھاڑ کر صاف کرنا۔ اَلنَّثْرَةُ: ناک کے کنارے کو کہتے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① اس میں ایک تو دعوت وتبلیغ کی حکمت اور اس کے اسلوب کا بیان ہے کہ جب داعی کمزور اور اس کے مخالفین طاقتور ہوں تو اپنی افرادی قوت کی حفاظت ضروری ہے تاکہ حاصل شدہ قوت تو ضائع نہ ہو، اس لیے آپ نے حضرت عمرو بن عبسہ کو تاکید فرمائی کہ ابھی تم اپنے اسلام کو مخفی رکھو اور اپنے گھر ہی میں جا کر رہو۔ ② حالات کتنے ہی نامساعد ہوں اور مخالفت کتنی ہی زیادہ ہو، تاہم داعی الی اللہ کو اللہ کی طرف سے مدد اور فتح وغلبہ کی امید رکھنی چاہیے۔ چنانچہ اسی امید پر آپ نے حضرت عمرو کو فرمایا: "جب تمھیں میرے غلبے کی خبر پہنچے تو میرے پاس آنا۔" ③ یہ آپ کی نبوت کی دلیل بھی ہے کہ جس طرح آپ نے فرمایا، اسی طرح ہوا۔ ④ نماز کے وقت فرشتے بھی حاضر ہوتے ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی نماز اطمینان اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرے تاکہ اس کی نماز کی رپورٹنگ (اطلاع) صحیح ہو۔ ⑤ نماز کے

مکروہ اوقات کا بیان اور وہ ہیں: نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک' زوال کے وقت' عصر کے بعد غروب آفتاب تک اور عین طلوع وغروب کے وقت۔ ⑥ وضو اور نماز یہ صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہیں اور اسی مناسبت سے یہ روایت اس باب میں ذکر کی گئی ہے۔ ⑦ اہل عرب بالعموم بادیہ نشین تھے' اس لیے نصف النہار (زوال) کا وقت معلوم کرنے اور سورج کے طلوع کا اندازہ کرنے کے لیے' نیزے کا تذکرہ فرمایا کیونکہ اس کے لیے ان کے ہاں اسی کا استعمال تھا۔ اب فلکیات کے علم نے تمام سیاروں کی رفتار کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کر کے تمام اوقات طلوع وغروب اور زوال وغیرہ کی تعیین کر دی ہے' تاہم شہروں سے دور' پہاڑوں اور جنگلات وغیرہ میں رہنے والوں کے لیے اب بھی یہ پیمانے مفید ہیں اور وہ ان سے کام لیتے ہیں۔ ⑧ زمانۂ جاہلیت میں بھی نیک اور صحیح الفطرت لوگ بتوں کی عبادت کو گمراہی ہی سمجھتے تھے۔

[٤٣٩] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَرَادَ اللهُ تَعَالَى رَحْمَةَ أُمَّةٍ، قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا، فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَّسَلَفًا بَيْنَ يَدَيْهَا، وَإِذَا أَرَادَ هَلَكَةَ أُمَّةٍ، عَذَّبَهَا وَنَبِيُّهَا حَيٌّ، فَأَهْلَكَهَا وَهُوَ حَيٌّ يَنْظُرُ، فَأَقَرَّ عَيْنَهُ بِهَلَاكِهَا حِينَ كَذَّبُوهُ وَعَصَوْا أَمْرَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[439] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو امت سے پہلے اس امت کے نبی کی روح قبض فرما لیتا ہے۔ چنانچہ نبی کو اس کے لیے پیش رو اور میر سامان بنا دیتا ہے۔ (یعنی پہلے جا کر انتظام کرنے والا۔) اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ کرتا ہے تو نبی کی زندگی ہی میں اس پر عذاب نازل فرما دیتا ہے اور نبی ان کی ہلاکت کا آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے۔ چنانچہ اس امت کو ہلاک کر کے' جب وہ اس کی تکذیب اور نافرمانی کرتی ہے' اس کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں پیغمبروں کی بابت اللہ کے ایک قانون کا تذکرہ ہے جس سے مقصود نبی ﷺ کی مخالفت سے لوگوں کو ڈرانا اور آپ کی اتباع کی ترغیب دینا ہے تاکہ قیامت والے دن لوگ آپ کی شفاعت سے فیض یاب ہو سکیں کیونکہ آپ اپنی امت کے سالار اور پیش رو ہیں۔

[٥٢] بَابُ فَضْلِ الرَّجَاءِ

باب:52- اللہ سے اچھی اُمید رکھنے کی فضیلت

قَالَ اللهُ تَعَالَى إِخْبَارًا عَنِ الْعَبْدِ الصَّالِحِ: ﴿وَأُفَوِّضُ أَمْرِيٓ إِلَى ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ بَصِيرٌۢ بِٱلْعِبَادِ﴾

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کی بابت خبر دیتے ہوئے اس کا قول نقل فرمایا: ''میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد

[439] صحيح مسلم، الفضائل، إذا أراد الله تعالى رحمة أمة قبض نبيها قبلها، حديث:2288.

﴿فَوَقَىٰهُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِ مَا مَكَرُوا۟﴾ [غافر: ٤٤، ٤٥].

کرتا ہوں' یقیناً اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ چنانچہ اللہ نے اسے ان برائیوں سے بچا لیا جس کی تدبیریں (اس کے مخالفین نے) کی تھیں۔"

فائدۂ آیات: یہ نیک آدمی وہ ہے جسے قرآن نے' آل فرعون میں سے ایک مومن' کہا ہے' اس نے فرعونیوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف کسی قسم کی کارروائی سے اجتناب کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس مشورے پر اسے اپنی جان کا بھی خطرہ لاحق تھا' اس لیے اس نے اپنی تقریر کے آخر میں یہ الفاظ کہے' جس میں اس نے اپنے معاملے کو اللہ کے سپرد کر دینے کا اعلان کر کے اللہ سے اچھی امید وابستہ کی۔ چنانچہ اللہ نے بھی اس کی امید کے مطابق اس کی مدد فرمائی اور فرعونیوں کے کید و مکر سے اسے بچا لیا۔ اب چند احادیث ملاحظہ ہوں:

[٤٤٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ حَيْثُ يَذْكُرُنِي - وَاللهِ! للهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ يَجِدُ ضَالَّتَهُ بِالْفَلَاةِ - وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شِبْرًا، تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا، تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَإِذَا أَقْبَلَ إِلَيَّ يَمْشِي، أَقْبَلْتُ إِلَيْهِ أُهَرْوِلُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[440] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ عزوجل فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں (یعنی اس کے ساتھ معاملہ کرنے میں) اور میں اس کے ساتھ ہوں جہاں بھی وہ مجھے یاد کرے۔ اللہ کی قسم! یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو جنگل میں اپنی گم شدہ چیز کو پا لیتا ہے (اور اس پر خوش ہوتا ہے)۔ اور جو ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔ جو میری طرف ایک ہاتھ قریب آتا ہے تو میں دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اور جب وہ میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔" (بخاری و مسلم)

وَهٰذَا لَفْظُ إِحْدٰى رِوَايَاتِ مُسْلِمٍ. وَتَقَدَّمَ شَرْحُهُ [رقم: ٤١٣] فِي الْبَابِ قَبْلَهُ.

اور یہ مسلم کی روایات میں سے اس کی ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ اس کی شرح اس سے ماقبل کے باب میں گزر چکی ہے دیکھیے: (باب الرجاء، حديث: 413)

وَرُوِيَ فِي الصَّحِيحَيْنِ: «وَأَنَا مَعَهُ حِينَ يَذْكُرُنِي» بِالنُّونِ، وَفِي هٰذِهِ الرِّوَايَةِ «حَيْثُ»

اور صحیحین میں مروی الفاظ [وَأَنَا مَعَهُ حِينَ يَذْكُرُنِي] "نون" کے ساتھ ہیں' جب کہ اس روایت میں یہ "ثا" کے

[440] صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ......﴾ ...... حديث: 7405، وصحيح مسلم، التوبة، باب في الحض على التوبة والفرح بها، حديث: 2675، قبل حديث: 2744.

بِالثَّاءِ وَكِلَاهُمَا صَحِيحٌ .

ساتھ ہے۔ اور دونوں (یعنی حین، نون کے ساتھ یا حَیْثُ، ثا کے ساتھ) صحیح ہیں (کیونکہ دونوں صورتوں میں معنی صحیح ہیں: جہاں بھی' یا جس وقت بھی مجھے یاد کرے)۔

فوائد و مسائل: ① اس میں توبہ کی فضیلت کے علاوہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھنے کی ترغیب ہے۔ لیکن جس طرح بغیر ہل چلائے اور بیج بوئے' فصل کی پیداوار کی امید رکھنا حماقت ہے' اسی طرح اعمال صالحہ کے بغیر اللہ سے اچھی امید وابستہ کرنا بھی نادانی ہے۔ یہ گویا بالواسطہ عمل کی ترغیب ہے کیونکہ عمل کے بغیر کسی بھی چیز کی امید نہیں کی جا سکتی۔ ② یہ ایک فطری بات ہے کہ اچھے عمل کرنے والا اللہ سے اچھی ہی امید وابستہ کرے گا اور برے عمل کرنے والا بری امید۔ اور اسی کے مطابق اللہ کا معاملہ بھی اپنے بندوں کے ساتھ ہوگا' اچھی امید رکھنے والوں سے اچھا اور بری امید رکھنے والوں سے برا کیونکہ دونوں کی بنیاد ان کے اپنے اپنے عمل پر ہوگی اور انھی عملوں کے مطابق اچھی یا بری جزا ہوگی۔

[٤٤١] وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ قَبْلَ مَوْتِهِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، يَقُولُ: «لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللهِ عَزَّ وَجَلَّ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[441] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو وفات سے تین دن قبل یہ فرماتے ہوئے سنا: ''تم میں سے کسی شخص کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ عز وجل کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو۔'' (مسلم)

فائدہ: اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ انسان کو ہر وقت اچھے عمل کرنے چاہئیں کیونکہ موت کا کوئی پتہ نہیں کس وقت آجائے' جب کہ موت کے وقت انسان کو اللہ کے ساتھ عفو و رحمت کی امید رکھنی چاہیے' جو ایمان و عمل صالح کے بغیر ممکن نہیں۔ گویا اس حدیث کا وہی مطلب ہے جو قرآن کریم کی آیت ﴿وَلَا تَمُوتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران 102:3) ''تمھیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔'' کا ہے۔

[٤٤٢] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «قَالَ اللهُ تَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا أُبَالِي. يَا ابْنَ آدم! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أُبَالِي. يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا، ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا،

[442] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: اے انسان! جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے (اچھی) امید رکھے گا' میں تجھے بخشتا رہوں گا' چاہے تیرے عمل کیسے ہی ہوں اور میں پروا نہیں کروں گا۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں' پھر تو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور میں

[441] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب الأمر بحسن الظن بالله تعالىٰ عند الموت، حديث: 2877.

[442] جامع الترمذي، الدعوات......، باب الحديث القدسي: [يا ابن آدم! إنك مادعوتني ......]، حديث: 3540.

لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

کوئی پروا نہیں کروں گا۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تو میرے پاس زمین بھر گناہوں کے ساتھ آئے اور تو مجھے اس حال میں ملے کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا تو میں تیرے پاس زمین بھر بخشش لے کر آؤں گا۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[عَنَانُ السَّمَاءِ]: بِفَتْحِ الْعَيْنِ، قِيلَ: هُوَ مَا عَنَّ لَكَ مِنْهَا، أَيْ: ظَهَرَ إِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ، وَقِيلَ: هُوَ السَّحَابُ. وَ[قُرَابُ الْأَرْضِ]: بِضَمِّ الْقَافِ، وَقِيلَ بِكَسْرِهَا، وَالضَّمُّ أَصَحُّ وَأَشْهَرُ، وَهُوَ: مَا يُقَارِبُ مِلْأَهَا. وَاللهُ أَعْلَمُ.

عَنَانَ السَّمَاءِ: ''عین'' پر زبر۔ بعض کے نزدیک اس کے معنی ہیں: جو تیرے لیے اس سے ظاہر ہو یعنی جب اپنا سر اٹھا کر دیکھے۔ اور بعض کے نزدیک معنی ہیں: بادل۔ قُرَابُ الْأَرْضِ: ''قاف'' پر پیش اور بعض کے نزدیک زیر ہے جبکہ پیش ہی صحیح اور مشہور ہے: وہ چیز جو تقریباً تقریباً زمین بھر ہو۔ واللہ أعلم.

فوائد و مسائل: ① اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان گناہ آلود زندگی کو اپنا شیوہ بنا لے کیونکہ ایسا شخص تو پھر توبہ و انابت الی اللہ کی توفیق سے ہی بالعموم محروم رہتا ہے۔ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ انسان سے نادانی اور غفلت میں کتنے بھی گناہ ہو جائیں حتی کہ اس کے گناہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں لیکن اسے اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے بلکہ خلوص دل سے توبہ کر کے اگر وہ اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت اپنے لیے وا پائے گا۔ ② شرک ناقابل معافی جرم ہے۔ شرک کے علاوہ کیسے بھی اور کتنے بھی گناہ ہوں ان کی مغفرت کی امید ہے۔ اللہ چاہے گا تو پہلے مرحلے میں معاف فرما دے گا ورنہ کچھ سزا کے بعد معافی ہو جائے گی۔ بہرحال گناہ گار مومن کے لیے جہنم کی سزا دائمی نہیں جیسے مشرک کے لیے ہے۔ ③ شیطان کا طریقۂ واردات یہ ہے کہ پہلے بندے کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے اور جب وہ اس کا مرتکب ہو جاتا ہے تو پھر اسے توبہ سے غافل رکھتا ہے اور اگر کبھی بندہ انابت الی اللہ کا سوچے تو گناہوں کی ایک لمبی فہرست انسان کے سامنے کھول کر اسے مغفرت سے ناامید کر دیتا ہے۔ اس حدیث میں اسی بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

[٥٣] بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ

باب:53- اللہ سے خوف اور امید (بیک وقت دونوں باتیں) رکھنے کا بیان

اِعْلَمْ أَنَّ الْمُخْتَارَ لِلْعَبْدِ فِي حَالِ صِحَّتِهِ أَنْ يَكُونَ خَائِفًا رَاجِيًا، وَيَكُونَ خَوْفُهُ وَرَجَاؤُهُ

امام نووی (مؤلف ریاض الصالحین) فرماتے ہیں: معلوم ہونا چاہیے کہ بندے کے لیے حالت صحت میں پسندیدہ بات

سَوَاءً، وَفِي حَالِ الْمَرَضِ يُمَحِّضُ الرَّجَاءَ، وَقَوَاعِدُ الشَّرْعِ مِنْ نُصُوصِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مُتَظَاهِرَةٌ عَلٰى ذٰلِكَ.

یہ ہے کہ اس کے دل میں اللہ کے عذاب کا خوف اور اس کی رحمت کی امید ہو اور اس کا خوف اور امید برابر ہو اور بیماری کی حالت میں امید کا پہلو غالب رکھے۔ شریعت کے اصول اور کتاب و سنت کی نصوص اور دیگر دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ﴾ [الأعراف: ٩٩]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے خسارہ پانے والے لوگ ہی بے خوف ہوتے ہیں۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ﴾ [يوسف: ٨٧]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ﴾ [آل عمران: ١٠٦]

اور فرمایا: ''اس دن کئی چہرے (امید سے) روشن اور کئی چہرے (خوف سے) سیاہ ہوں گے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [الأعراف: ١٦٧].

اور فرمایا: ''بلاشبہ تیرا رب جلد سزا دینے والا ہے اور وہ یقیناً بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ﴾ [الانفطار: ١٣، ١٤]

اور فرمایا: ''بے شک نیک لوگ نعمتوں میں اور کافر جہنم میں ہوں گے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ﴾ [القارعة: ٦-٩]

اور فرمایا: ''چنانچہ جس شخص کے اعمال کی ترازو بھاری ہوگئی تو وہ اپنی پسند کی زندگی میں ہوگا۔ اور جس کی ترازو ہلکی ہوگئی تو اس کا ٹھکانا ہاویہ گڑھا ہوگا۔''

وَالْآيَاتُ فِي هٰذَا الْمَعْنٰى كَثِيرَةٌ. فَيَجْتَمِعُ الْخَوْفُ وَالرَّجَاءُ فِي آيَتَيْنِ مُقْتَرِنَتَيْنِ أَوْ آيَاتٍ أَوْ آيَةٍ.

اس مفہوم کی اور بہت سی آیات ہیں۔ چنانچہ دو یا زیادہ متصل آیتوں میں خوف اور امید دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ یا کسی ایک ہی آیت میں ان کا اجتماع ہو جاتا ہے۔

فائدۂ آیات: مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں دونوں پہلوؤں کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے کیونکہ دونوں ہی باتیں اپنی اپنی جگہ نہایت اہم اور ضروری ہیں' اس لیے کہ اللہ کے عذاب سے بے خوفی انسان کو اللہ کی نافرمانی پر دلیر کر دیتی اور اس کی رحمت سے مایوسی بے عملی کی تاریکیوں میں دھکیل دیتی ہے۔ اس لیے خوف بھی ضروری ہے اور امید بھی۔ اہل ایمان کی صفات بھی یہی بیان کی گئی ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا﴾ (السجدة 16:32) ''وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور اس سے امید رکھتے ہوئے پکارتے ہیں۔'' اسی لیے کہا جاتا ہے: [اَلْإِيمَانُ

بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ ! ''ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔'' اب اس سلسلے کی احادیث ملاحظہ ہوں:

[٤٤٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، قَالَ: «لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللهِ مِنَ الْعُقُوبَةِ، مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهِ أَحَدٌ، وَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللهِ مِنَ الرَّحْمَةِ، مَا قَنِطَ مِنْ جَنَّتِهِ أَحَدٌ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[443] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر مومن کو اس سزا اور عذاب کا (کما حقہ) علم ہو جائے جو اللہ کے ہاں (نافرمانوں کے لیے) ہے تو اس کی جنت کی کوئی امید نہ رکھے۔ اور اگر کافر کو اللہ کی اس رحمت کا صحیح علم ہو جائے جو اللہ کے پاس ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہو۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں اللہ کے عذاب کی حشر سامانی کا بھی بیان ہے تاکہ انسان اس سے بچنے کی سعی کرے اور اس کی وسعت رحمت کا بھی' تاکہ انسان اس کی مغفرت و رضامندی کی امید بھی رکھے۔ ② یہ رحمت انھی لوگوں پر ہو گی جو اس کے اطاعت گزار ہوں گے اور مستحق عتاب وہ ہوں گے جو اس کے نافرمان ہوں گے۔

[٤٤٤] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا وُضِعَتِ الْجِنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا النَّاسُ أَوِ الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً، قَالَتْ: قَدِّمُونِي قَدِّمُونِي، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ، قَالَتْ: يَا وَيْلَهَا! أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانُ، وَلَوْ سَمِعَهُ صَعِقَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[444] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب جنازہ (تیار کر کے) رکھا جاتا ہے اور لوگ یا آدمی اسے اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک (آدمی کا) جنازہ ہو تو کہتا ہے: مجھے آگے لے چلو۔ مجھے آگے لے چلو۔ اور اگر وہ بدکار کا جنازہ ہو تو کہتا ہے: ہائے ہلاکت ہے' اسے کہاں لیے جا رہے ہو؟ انسان کے سوا اس آواز کو ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان اسے سن لے تو (اس کی تاب نہ لا سکے اور) بے ہوش ہو جائے۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① میت کا بولنا جب کہ وہ جنازے کی صورت میں ہوتی ہے امور غیب سے ہے جس کی خبر اس صحیح حدیث میں دی گئی ہے۔ یقیناً مرنے والا یہ کہتا ہو گا' اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ مردے کو بھی قوت گویائی عطا کر سکتا ہے' جیسے وہ قبر میں عطا فرماتا ہے اور منکر نکیر وہاں اس سے سوال کرتے ہیں اور وہ جواب دیتا ہے۔ ② اس حدیث کا مقصد لوگوں کو نیکی کی ترغیب دینا ہے تاکہ مرنے کے بعد اسے یہ نہ کہنا پڑے کہ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو' بلکہ وہ یہ کہے کہ مجھے جلدی جلدی قبر میں پہنچا دو' تاکہ وہاں اللہ کی نعمتوں سے میں شادکام ہوں۔ ③ اس سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد ہی انسان کو اپنے انجام کا اندازہ ہو جاتا ہے بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب فرشتے اس کی روح قبض کرنے کے لیے آتے ہیں تو اسے اپنے ٹھکانے کا پتہ چل جاتا ہے۔

[443] صحيح مسلم، التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى وأنها سبقت غضبه، حديث: 2755.

[444] صحيح البخاري، الجنائز، باب حمل الرجال الجنازة دون النساء، حديث: 1314.

[٤٤٥] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ، وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[445] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت تمھارے ایک شخص کے اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور جہنم بھی اسی طرح (قریب) ہے۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① مطلب یہ ہے کہ نیکی کا راستہ اپنانے والے کے لیے جنت قریب اور اس کا حصول سہل ہے اور اسی طرح جو بدی کا راستہ اختیار کرے گا' اس کے لیے جہنم قریب ہے۔ ② اس میں نیکی کی ترغیب (شوق دلایا گیا ہے) اور بدی سے ترہیب (ڈرایا گیا) ہے۔

[٥٤] بَابُ فَضْلِ الْبُكَاءِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ تَعَالٰى وَشَوْقًا إِلَيْهِ

باب: 54- اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی ملاقات کے شوق میں رونے کی فضیلت

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا﴾ [الإسراء: ١٠٩]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور یہ (قرآن) انھیں خشوع میں اور بڑھا دیتا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ۝ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ﴾ [النجم: ٥٩، ٦٠].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا تم اس قرآن سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو' روتے نہیں۔''

فائدۂ آیات: ان میں اہل ایمان کے رونے کا اور کافروں کا اس کے برعکس ہنسنے کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کا وصف اللہ کے خوف اور اس کے شوق ملاقات میں رونا ہے اور کافر اس وصف سے محروم ہوتے ہیں بلکہ وہ قرآن سن کر ہنستے اور استہزا کرتے ہیں۔ اب اس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

[٤٤٦] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ: «اِقْرَأْ عَلَيَّ الْقُرْآنَ»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَقْرَأُ عَلَيْكَ، وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ؟! قَالَ: «إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي». فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُورَةَ النِّسَاءِ، حَتّٰى جِئْتُ إِلَى

[446] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں جب کہ قرآن آپ پر اترا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''میں اپنے علاوہ دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں۔'' چنانچہ

[445] صحيح البخاري، الرقاق، باب الجنة أقرب إلى أحدكم من شراك نعله..... حديث: 6488.

[446] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿فكيف إذا جئنا.....﴾ ..... حديث: 4582، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل استماع القرآن..... حديث: 800.

هٰذِهِ الْآيَةِ: ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ [النساء: ٤١] قَالَ: «حَسْبُكَ الْآنَ». فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ، فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

میں نے آپ کے سامنے سورۂ نساء پڑھی' یہاں تک کہ جب میں اس آیت پر پہنچا: ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا...... هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ ''اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے۔'' تو آپ نے فرمایا: ''بس اب کافی ہے۔'' میں آپ کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں دوسروں سے قرآن کریم سننے کا استحباب ہے تاکہ انسان اس میں مزید غور وفکر کر سکے' نیز قرآن کریم سن کر رونے کی ترغیب ہے اور یہ رقت اسی صورت میں پیدا ہوتی ہے جبکہ قرآن کو انہماک سے سمجھ کر پڑھا یا سنا جائے۔ یہ کیفیت جس قدر زیادہ ہوگی قرآن سننے کا اسی قدر لطف زیادہ آئے گا۔

[٤٤٧] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خُطْبَةً مَّا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ، فَقَالَ: «لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا». قَالَ: فَغَطَّى أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ وُجُوهَهُمْ، وَلَهُمْ خَنِينٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[447] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک دفعہ) ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ اس جیسا میں نے کبھی نہیں سنا' اس میں آپ نے فرمایا: ''اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ۔'' (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے چہرے (کپڑوں سے) ڈھانپ لیے اور ان کے رونے کی آواز آرہی تھی۔ (بخاری ومسلم)

وَسَبَقَ بَيَانُهُ [رقم: ٤٠١] فِي بَابِ الْخَوْفِ.

باب الخوف میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ (دیکھیے باب مذکور، حدیث:401)

فوائد ومسائل: ① یہاں اس باب میں اس حدیث کے ذکر کرنے سے مقصود اس بات کا اثبات ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وعظ ونصیحت سن کر اللہ کے خوف سے رویا کرتے تھے۔ اس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتدا کرنے کی ترغیب ہے کہ وعظ و نصیحت سن کر آنکھیں پرنم ہو جانی چاہئیں۔ ② اس سے علم کی فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے کہ انسان کے پاس جس قدر زیادہ علم ہوگا اسی قدر زیادہ فکر آخرت اور تقویٰ پیدا ہوگا۔

[٤٤٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ:

[448] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ

[447] صحيح البخاري، الرقاق، باب قول النبي ﷺ: [لو تعلمون ما أعلم......]، حديث:6486، و صحيح مسلم، الفضائل، باب توقيره ﷺ و ترك إكثار سؤاله......، حديث:2359.

[448] جامع الترمذي، فضائل الجهاد......، باب ما جاء في فضل الغبار في سبيل الله، حديث:1633.

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللهِ حَتَّى يَعُودَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ، وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جہنم میں نہیں جائے گا جو اللہ کے ڈر سے رویا' یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے۔ اور اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھا نہیں ہوگا۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① ظاہر بات ہے جس شخص کے دل میں اللہ کا اتنا خوف ہو کہ وہ اس کی بنا پر روتا ہو' تو وہ کب اللہ کا نافرمان ہو سکتا ہے۔ یقیناً اس کی زندگی بالعموم اللہ کی اطاعت میں اور گناہوں سے اجتناب کرتے ہوئے ہی گزرے گی، اس لیے ایسے شخص کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اس کا جہنم میں جانا ایسے ہی ناممکن ہے جیسے تھن سے نکلے ہوئے دودھ کا تھن میں واپس جانا ناممکن ہے۔ ② اسی طرح اللہ کی راہ میں جہاد کی بڑی فضیلت ہے۔ مجاہد فی سبیل اللہ پر بھی جہنم حرام ہے کیونکہ اس راہ میں مجاہد پر جو گرد و غبار پڑتا ہے' اس کے ساتھ جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو سکتا۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے وہ مجتنب رہا ہو۔

[٤٤٩] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ تَعَالٰى، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ، اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[449] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں' اس (قیامت کے) دن جبکہ اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا' اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ دے گا: انصاف کرنے والا حکمران۔ وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں پلا بڑھا۔ (یعنی بچپن سے ہی اس کی تربیت اسلامی خطوط پر ہوئی اور جوانی کی آنکھیں کھولتے ہی وہ اللہ کی عبادت کو سمجھتا تھا اور پھر وہ اس پر کاربند رہا)۔ وہ آدمی جس کا دل مساجد کے ساتھ اٹکا ہوا ہو (کہ کب اذان ہو اور وہ نماز پڑھنے کے لیے جائے)۔ وہ دو آدمی جنھوں نے صرف اللہ کی رضا کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ محبت کی' اسی بنیاد پر وہ جمع ہوتے اور اسی پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں (یعنی دین کی پابندی انھیں ایک دوسرے سے وابستہ رکھتی اور دین سے انحراف انھیں باہم جدا کر دیتا ہے)۔ وہ آدمی جسے حسب و نسب اور حسن و جمال والی عورت نے دعوت گناہ دی' لیکن اس نے یہ

[449] صحيح البخاري، الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة و فضل المساجد، حديث: 660، وصحيح مسلم، الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة، حديث: 1031.

کہہ کر کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (رد کر دیا)۔ وہ آدمی جس نے اس طرح چھپ کر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ علم نہیں ہوا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور (اس کے خوف سے) اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① یہ روایت اس سے قبل باب فضل الحب في اللّٰه (رقم: 376) میں گزر چکی ہے۔ اس باب میں اسے اللہ کے خوف سے رونے کی فضیلت کے اثبات کے لیے لائے ہیں۔ یہ اللہ کا خوف' انسان کو دنیا میں اللہ کی نافرمانی سے روکتا ہے۔ جس کا صلہ آخرت میں اللہ کی رضا مندی اور اس کی نعمتوں بھری جنت ہے۔ ② دل اللہ کی معصیتوں سے زنگ آلود ہو جاتے ہیں اور وہ زنگ آنسوؤں سے اترتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ چند لمحے خلوت اختیار کر کے غور و فکر کرے اور اپنے پاپ اور رب تعالیٰ کی عنایات کا جائزہ لے کر گناہوں پر شرمندہ ہو کر ندامت کے آنسو بہائے کہ اس سے دلوں کو جلا ملتی ہے اور رب تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

[٤٥٠] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي وَلِجَوْفِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ. حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ فِي «الشَّمَائِلِ» بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[450] حضرت عبداللہ بن شخیر ﷺ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ (میں نے دیکھا کہ) آپ کے سینے سے رونے کی وجہ سے اس طرح آواز نکل رہی تھی جیسے چولہے پر رکھی ہوئی ہنڈیا سے نکلتی ہے۔ (یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے ابوداود نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے اسے ''الشمائل'' میں صحیح سند سے نقل کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں اللہ کے خوف سے کس طرح رویا کرتے تھے۔ اللہ سے مناجات کے وقت اور اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے تصور سے رونا بڑی سعادت کا باعث ہے مگر جس کو اللہ اس سے نوازدے ۔

این سعادت بہ زور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

② رسول اللہ ﷺ کو جنت کی یقین دہانی کرائی گئی۔ آپ کو جنت کا نظارہ بھی ہوا' اللہ تعالیٰ نے اگلی پچھلی خطائیں بھی

[450] سنن أبي داود، الصلاة، باب البكاء في الصلاة، حديث:904، والمواهب المحمدية بشرح الشمائل الترمذية، باب ما جاء في بكاء رسول اللّٰه: 258/2، طبع دار الكتب العلمية، وسنن النسائي، السهو، باب البكاء في الصلاة، حديث: 1215 واللفظ له.

معاف فرما دیں اور اس کے باوجود بھی خوف کا یہ عالم! روز قیامت کی ہولناکی اور اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کی کٹھنائیوں پر دلالت کرتا ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ] عبداللہ شخیر بن عوف بن کعب الحرشی العامری۔ اصحاب رسول میں سے ہونے کا شرف حاصل ہے۔ بنوعامر کے اس وفد کے ممتاز فرد تھے جو نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ ان کا شمار بصری صحابہ میں ہوتا ہے۔ ان سے 6 فرامین نبوی منقول ہیں۔

[٤٥١] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: «إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾» قَالَ: وَسَمَّانِي؟ قَالَ: «نَعَمْ»، فَبَكَى أُبَيٌّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[451] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے سورۂ ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ پڑھ کر سناؤں۔'' حضرت ابی نے کہا: اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں۔'' تو حضرت ابی (بے اختیار) رو پڑے۔ (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِي.

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابی رونے لگ گئے۔

فوائد و مسائل: ① اس میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان ہے جو حفظ اور قراءتِ قرآن میں امتیاز کی وجہ سے انھیں حاصل ہوئی۔ ② فرحت و مسرت کے موقع پر رونے کا جواز کیونکہ یہ بھی ایک فطری چیز ہے۔ علاوہ ازیں اس میں اعترافِ تقصیر بھی شامل ہو جائے تو سبحان اللہ! کہ مجھ پر تو اللہ نے اتنا بڑا انعام کیا' جب کہ میں نے اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ہی ادا نہیں کیا۔ ③ دوسروں کو قرآن سنانا بھی سنت ہے۔ ④ علم میں تواضع اور خاکساری پسندیدہ بھی ہے اور ضروری بھی' جیسے رسول اللہ ﷺ نے اس کا اظہار فرمایا' ورنہ پندارِ علم (علم کا غرور) اچھے اچھوں کو برباد کر دیتا ہے۔

[٤٥٢] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ: اِنْطَلِقْ بِنَا إِلَى أُمِّ أَيْمَنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا نَزُورُهَا كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَزُورُهَا، فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهَا بَكَتْ، فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيكِ؟ أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ مَا عِنْدَ اللهِ تَعَالَى خَيْرٌ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ! قَالَتْ: إِنِّي لَا أَبْكِي أَنِّي لَا

[452] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمارے ساتھ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس چلیں' ہم ان کی زیارت کریں جس طرح رسول اللہ ﷺ ان سے ملاقات کے لیے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں۔ ان دونوں نے ان سے کہا: تم

[451] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب مناقب أبي بن كعب رضي الله عنه، حديث:3809، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب قراءة القرآن على أهل الفضل......، حديث:799.

[452] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أم أيمن رضي الله عنها، حديث:2454.

أَعْلَمُ أَنَّ مَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لِّرَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلٰكِنِّي أَبْكِي أَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ. فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ، فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَقَدْ سَبَقَ فِي بَابِ زِيَارَةِ أَهْلِ الْخَيْرِ [رقم: ٣٦٠].

کیوں روتی ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے زیادہ بہتر ہے؟ حضرت ام ایمن ؓ نے فرمایا: میں اس لیے نہیں رو رہی ہوں کہ میں یہ بات نہیں جانتی کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے زیادہ بہتر ہے' (یقیناً میں یہ جانتی ہوں) لیکن میں تو اس لیے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ تو اس بات نے ان دونوں کو بھی رونے پر مجبور کر دیا اور وہ بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم) (یہ روایت بَابُ زِيَارَةِ أَهْلِ الْخَيْرِ (رقم: 360) میں گزر چکی ہے۔)

فائدہ: امام نووی ؒ اس روایت کو یہاں انقطاعِ خیر پر رونے کے جواز کے اثبات کے لیے لائے ہیں کیونکہ نیک لوگوں کے وجودِ مسعود سے بہت سی بھلائیاں وابستہ ہوتی ہیں۔ ان کے دنیا سے اٹھ جانے سے اہل دنیا بہت سی برکات اور ثمراتِ حسنہ سے محروم ہو جاتے ہیں جس پر اللہ والوں کو یقیناً غم ہوتا ہے۔

[٤٥٣] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَجَعُهُ، قِيلَ لَهُ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: «مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ»، فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَّقِيقٌ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ، فَقَالَ: «مُرُوهُ فَلْيُصَلِّ».

[453] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ جب (مرض الموت میں) رسول اللہ ﷺ کی تکلیف زیادہ شدید ہوگئی تو آپ سے نماز (باجماعت) کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''ابوبکر ؓ سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔'' حضرت عائشہ ؓ نے کہا: ابوبکر نرم دل آدمی ہیں' جب وہ قرآن پڑھتے ہیں تو ان پر گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ آپ نے پھر فرمایا: ''انھیں کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔''

وَفِي رِوَايَةٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ایک اور روایت میں ہے جو حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے' وہ بیان فرماتی ہیں: میں نے کہا کہ ابوبکر جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو (ان پر گریہ و بکا طاری ہو جائے گا اور) وہ رونے کی وجہ سے لوگوں کو اپنی آواز سنانے سے قاصر رہیں گے۔ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی فضیلت کا بیان ہے۔ ان کی اسی فضیلت کی وجہ سے صحابہ نے

[453] صحيح البخاري، الأذان، باب حد المريض أن يشهد الجماعة، حديث:664 وصحيح مسلم، الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر......، حديث:418.

انھیں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اپنا خلیفہ بنایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص کو نبی اکرم ﷺ نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا' کیا ہم اس کو اپنی دنیا کے لیے پسند نہیں کریں گے' یعنی ہم اسے دین و دنیا میں اپنا امیر بنائیں گے۔ ② قراءت قرآن کے وقت رونے کا جواز اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ وصف خاص تھا جو ان کے کمال ایمان کی دلیل ہے۔ ③ امام اگر کسی وجہ سے نماز پڑھانے سے قاصر ہو تو اسے چاہیے کہ اپنا نائب مقرر کر دے۔ ④ أقرء (بڑے قاری) کی موجودگی میں قراءت قرآن میں اس سے کم اور علم وفضل میں بڑا شخص امامت کروا سکتا ہے۔

[٤٥٤] وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا، فَقَالَ: قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّي، فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ، إِنْ غُطِّيَ بِهَا رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَإِنْ غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ، ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ - أَوْ قَالَ: أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا - قَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا، ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[454] ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس (افطاری کے وقت) کھانا لایا گیا جب کہ آپ روزے دار تھے۔ آپ نے فرمایا: مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے' ان کے کفن کے لیے صرف ایک چادر میسر آئی (جو اتنی سی تھی کہ) اس سے ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پیر ننگے ہو جاتے اور پیر ڈھانپے جاتے تو سر کھلا رہ جاتا۔ اس کے بعد ہمارے لیے دنیا فراخ کر دی گئی جو تم دیکھ رہے ہو' یا (یہ فرمایا) کہ ہمیں دنیا اتنی عطا کر دی گئی ہے جو ظاہر ہے۔ ہم تو ڈر رہے ہیں کہ کہیں دنیا ہی میں ہمیں ہماری نیکیوں کا جلدی بدلہ تو نہیں دے دیا گیا' پھر رونے لگ گئے یہاں تک کہ کھانا بھی چھوڑ دیا۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تواضع اور ایک دوسرے کی تکریم واحترام کا بیان ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' اس لیے وہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں لیکن وہ حضرت مصعب کی شہادت اور اس دور کی غربت و ناداری کو یاد کر کے انھیں اپنے سے بہتر قرار دے رہے ہیں کہ انھوں نے نہایت کٹھن مراحل اور مشکل ترین حالات میں کفار سے ٹکر لی اور جام شہادت نوش فرمایا۔ ② دنیا کی وسعت وفراخی سے وہ سخت اندیشہ محسوس کرتے تھے جبکہ ان کا مال لوگوں کے یا جہاد ہی کے کام آتا تھا۔ آج ہماری دولت کا مصرف صرف یہ رہ گیا ہے کہ شادی بیاہ کی فضول رسومات پر اسے اڑا دیں یا سنگ وخشت کی تعمیر اور اس کی آرائش وزیبائش پر اسے برباد کر دیں لیکن اس کے باوجود اللہ کا کوئی خوف ہمارے دلوں میں نہیں ہے۔ فراوانی دولت کی یہی وہ تباہ کاریاں ہیں جن سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ڈرتے تھے اور نبی ﷺ نے بھی اس پر شدید تشویش اور اضطراب کا اظہار فرمایا۔ ③ مال و دولت کی فراوانی کو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہی تصور نہیں کرنا چاہیے' یہ آزمائش بھی ہو سکتی ہے اور اعمال صالح کا مکمل صلہ بھی' جبکہ مومن کو دنیا کے مقابلے میں اخروی صلے کی

[454] صحيح البخاري، الجنائز، باب إذا لم يوجد إلا ثوب واحد، حديث: 1275، و المغازي، باب غزوة أحد، حديث: 4045.

زیادہ امید اور ضرورت ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ] ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری' تابعی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صیغۂ تمریض کے ساتھ انھیں صحابی کہا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ان کا سماع ثابت ہے۔ ان سے روایت لینے والے اصحاب کتب ستہ یعنی امام بخاری' مسلم' ابوداود' نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ ہیں۔ یہ 95 ہجری میں فوت ہوئے۔

[٤٥٥] وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ صُدَيِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَى اللهِ تَعَالَى مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَأَثَرَيْنِ: قَطْرَةُ دُمُوعٍ مِّنْ خَشْيَةِ اللهِ، وَقَطْرَةُ دَمٍ تُهْرَاقُ فِي سَبِيلِ اللهِ. وَأَمَّا الْأَثَرَانِ: فَأَثَرٌ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى، وَأَثَرٌ فِي فَرِيضَةٍ مِّنْ فَرَائِضِ اللهِ تَعَالَى». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[455] حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں: ایک آنسوؤں کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلے اور دوسرا وہ قطرۂ خون جو اللہ کے راستے میں بہایا جائے۔ رہے دو نشان تو (ان میں سے) ایک نشان تو وہ ہے جو اللہ کے راستے میں (لڑتے ہوئے) لگے اور دوسرا (نشان) وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کوئی فرض ادا کرتے ہوئے لگے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: اس میں خوف الٰہی سے رونے کی' جہاد فی سبیل اللہ میں بہنے والے خون کی' اسی طرح اس راہ میں باقی رہ جانے والے زخموں کے نشانات اور فرائض کی ادائیگی میں لگنے والے نشانات کی فضیلت ہے۔

[٤٥٦] حَدِيثُ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مَوْعِظَةً وَّجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ.

[456] حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایسا وعظ فرمایا جس سے دل ڈر گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔

فائدہ: مذکورہ حدیث تفصیلاً اس سے قبل بَابُ الْأَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ وَآدَابِهَا، رقم: 157 میں گزر چکی ہے۔

[٥٥] بَابُ فَضْلِ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَالْحَثِّ عَلَى التَّقَلُّلِ مِنْهَا، وَفَضْلِ الْفَقْرِ

باب: 55- زہد کی فضیلت' دنیا کم حاصل کرنے کی ترغیب اور فقر کی فضیلت

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّمَا مَثَلُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بلاشبہ دنیا کی زندگی کی مثال اس

[455] جامع الترمذي، فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل المرابط، حديث: 1669.

[455] سنن أبي داود، السنة، باب في لزوم السنة، حديث: 4607، وجامع الترمذي، العلم، باب ما جاء في الأخذ بالسنة...... حديث: 2676.

أَنزَلْنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ ٱلنَّاسُ وَٱلْأَنْعَٰمُ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَخَذَتِ ٱلْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَٱزَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قَٰدِرُونَ عَلَيْهَآ أَتَىٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَٰهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِٱلْأَمْسِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [يونس : ٢٤]

پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا' پھر اس کے ساتھ زمین کی نباتات مل کر نکلی جس میں سے انسان اور چوپائے کھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی رونق پکڑی اور خوب مزین ہوگئی اور زمین کے مالکوں نے سمجھا کہ بے شک وہ اس (فصل کاٹنے) پر قادر ہیں تو ہمارا حکم (عذاب) رات یا دن کو (اچانک) آ گیا۔ چنانچہ ہم نے اسے کٹی ہوئی کھیتی کی طرح کر دیا گویا کل وہ تھی ہی نہیں۔ ہم اسی طرح صاف صاف نشانیاں بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔"

وَقَالَ تَعَالَىٰ: ﴿وَٱضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ ٱلرِّيَٰحُ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ ٱلْمَالُ وَٱلْبَنُونَ زِينَةُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَٱلْبَٰقِيَٰتُ ٱلصَّٰلِحَٰتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا﴾ [الْكَهْف : ٤٥، ٤٦]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور ان سے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کر دو (وہ ایسی ہے) جیسے پانی' جسے ہم نے آسمان سے برسایا، پھر اس کے ساتھ زمین کی نباتات خوب پھولی پھلی' پھر وہ چورا چورا ہوگئی، اسے ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تیرے پروردگار کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں۔"

وَقَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَوْلَٰدِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ ٱلْكُفَّارَ نَبَاتُهُۥ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَىٰهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَٰمًا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنٌ وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا مَتَٰعُ ٱلْغُرُورِ﴾ [الحديد : ٢٠]

اور فرمایا: "تم جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا اور زینت (وآرائش) ہے۔ اور آپس میں فخر (وستائش) جتانا اور ایک دوسرے پر مال اور اولاد میں کثرت جتانا ہے۔ (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے' پھر وہ خوب زور پر آتی ہے' پھر (اے دیکھنے والے!) تو اسے دیکھتا ہے کہ پک کر زرد پڑ جاتی ہے' پھر چورا چورا ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں (کافروں کے لیے) عذاب شدید اور (مومنوں کے لیے) اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو متاع فریب ہے۔"

وَقَالَ تَعَالَىٰ: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ ٱلشَّهَوَٰتِ مِنَ

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں

﴿ٱلنِّسَآءِ وَٱلۡبَنِينَ وَٱلۡقَنَٰطِيرِ ٱلۡمُقَنطَرَةِ مِنَ ٱلذَّهَبِ وَٱلۡفِضَّةِ وَٱلۡخَيۡلِ ٱلۡمُسَوَّمَةِ وَٱلۡأَنۡعَٰمِ وَٱلۡحَرۡثِۗ ذَٰلِكَ مَتَٰعُ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَاۖ وَٱللَّهُ عِندَهُۥ حُسۡنُ ٱلۡمَـَٔابِ﴾ [آل عمران : ١٤]

کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں (مگر) یہ سب دنیاوی زندگی کے سامان ہیں اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانا ہے۔"

وَقَالَ تَعَالَى : ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّ وَعۡدَ ٱللَّهِ حَقٌّۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَاۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلۡغَرُورُ﴾ [فاطر : ٥]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے لوگو! بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے' پھر تمھیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ (شیطان) فریب دینے والا اللہ کے بارے میں تمھیں فریب دے۔"

وَقَالَ تَعَالَى : ﴿أَلۡهَىٰكُمُ ٱلتَّكَاثُرُ ○ حَتَّىٰ زُرۡتُمُ ٱلۡمَقَابِرَ ○ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُونَ ○ ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُونَ ○ كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُونَ عِلۡمَ ٱلۡيَقِينِ﴾ [التَّكَاثر : ١-٥]

نیز فرمایا: "تمھیں کثرت (مال وغیرہ) کی طلب نے غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔ دیکھو تمھیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ پھر دیکھو تمھیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ دیکھو اگر تم یقینی علم کے ساتھ جان لو۔"

وَقَالَ تَعَالَى : ﴿وَمَا هَٰذِهِ ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَآ إِلَّا لَهۡوٌ وَلَعِبٌۚ وَإِنَّ ٱلدَّارَ ٱلۡأٓخِرَةَ لَهِيَ ٱلۡحَيَوَانُۚ لَوۡ كَانُواْ يَعۡلَمُونَ﴾ [الْعَنكبوت : ٦٤]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یہ دنیا کی زندگی تو ایک کھیل تماشا ہے اور بلاشبہ دار آخرت (کی زندگی) ہی اصل زندگی ہے' کاش! لوگ جانتے ہوتے۔"

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَّشْهُورَةٌ.

اور اس باب میں کثرت سے آیات ہیں اور مشہور ہیں۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ فَأَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُحْصَرَ. فَنُنَبِّهُ بِطَرَفٍ مِّنْهَا عَلَى مَا سِوَاهُ.

اور احادیث' وہ بھی حصر و شمار سے زیادہ ہیں' ہم ان میں سے چند احادیث ذکر کرتے ہیں:

[٤٥٧] عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِجِزْيَتِهَا، فَقَدِمَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ، فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ، فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ، اِنْصَرَفَ،

[457] عمرو بن عوف انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجا کہ وہاں سے جزیہ (وصول کر کے) لائیں۔ چنانچہ وہ بحرین سے مال لے کر آئے۔ انصار نے ابوعبیدہ کے آنے کی خبر سنی تو وہ سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز میں آ پہنچے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اور واپس جانے لگے تو وہ

[457] صحيح البخاري، الجزية والموادعة، باب الجزية والموادعة مع أهل الذمة والحرب، حديث:3158، وصحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب: (الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر)، حديث:2961.

فَتَعَرَّضُوا لَهُ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ رَآهُمْ، ثُمَّ قَالَ: «أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ؟» فَقَالُوا: أَجَلْ يَارَسُولَ اللهِ! فَقَالَ: «أَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ، فَوَاللهِ! مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ، وَلٰكِنِّي أَخْشَى أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا، فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

آپ کے سامنے آ گئے۔ آپ نے جب انھیں دیکھا تو مسکرائے اور پھر فرمایا: ''میرا خیال ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ ابوعبیدہ بحرین سے کچھ مال لے کر آئے ہیں؟'' انھوں نے کہا: ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''(واقعی مال آیا ہے' لہٰذا) تم خوش ہو جاؤ اور خوش کن چیزوں کی امید رکھو۔ اللہ کی قسم! مجھے تمھارے بارے میں فقر سے اندیشہ نہیں (کہ وہ تمھارے بگاڑ کا سبب بنے) لیکن یہ اندیشہ ضرور ہے کہ تم پر دنیا فراخ کر دی جائے' جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کی گئی تھی' پھر تم اس میں اسی طرح رغبت کرو جیسے انھوں نے کی تھی اور یہ چیز تمھیں بھی ہلاکت میں ڈال دے جیسے اس نے انھیں ہلاکت سے دوچار کیا۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی فرد یا قوم کا فقر و تنگ دستی میں مبتلا ہونا دین کے لحاظ سے اتنا خطرناک نہیں ہے جتنی مال و دولت کی فراوانی خطرناک ہے' اس لیے اس میں نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو مال و اسباب دنیا کی فراوانی سے ڈرایا ہے تاکہ وہ اس فتنے کی حشر سامانیوں سے اپنا دامن بچا کر رکھیں لیکن آپ دیکھ لیجیے کہ آپ نے جس چیز سے ڈرایا تھا اب وہ واقعہ بن کر سامنے آ گئی ہے اور دولت کی ریل پیل نے اہل ثروت کی اکثریت کو دین' ایمان اور ان کے تقاضوں سے یکسر غافل کر دیا ہے۔ دین سے یہ انحراف اور اعراض ہی وہ ہلاکت ہے جس کا آپ ﷺ نے اندیشہ ظاہر فرمایا تھا۔

[٤٥٨] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَلَسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ، فَقَالَ: «إِنَّ مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِّنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[458] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے' اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے' آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں اپنے بعد تمھارے بارے میں جس چیز سے ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم پر دنیا کی رونق اور اس کی زیب و زینت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔'' (بخاری ومسلم)

[٤٥٩] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللهَ تَعَالَى مُسْتَخْلِفُكُمْ

[459] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک دنیا شیریں اور شاداب

[458] صحيح البخاري، الزكاة، باب الصدقة على اليتامى، حديث:1465، وصحيح مسلم، الزكاة، باب التحذير من الاغترار......، حديث:1052.

[459] صحيح مسلم، الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء......، حديث:2742.

فِيهَا، فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ. فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہے (یعنی ذوق و بصر دونوں کی لذت کی جامع ہے)۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس میں تمھیں جانشین بنا کر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ چنانچہ تم دنیا (کے فریب) سے بچو اور عورتوں (کے فتنے اور مکر) سے بچو۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث باب في التقوى، (رقم: 70) میں گزر چکی ہے۔ ② عورتوں کے مکر و کید سے بچنے کی بطور خاص تاکید سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے لیے عورت کا فتنہ نہایت ہی خطرناک ہے اور اس تنبیہ سے مقصود یہ ہے کہ اس سے بچنے کے لیے بھی خاص اہتمام کی اور ان احتیاطی تدابیر کے اختیار کرنے کی ضرورت ہے جو شریعت نے بتلائی ہیں، مثلاً: عورتوں کا پردہ، نظر نیچی رکھنا، اختلاط (مرد و خواتین کے ایک ساتھ رہنے) بالخصوص خلوت نشینی (مرد کا عورت کے پاس تنہائی اختیار کرنے) سے گریز وغیرہ۔ ③ جو لوگ شریعت کی بتلائی ہوئی ان ہدایات کی پروا نہیں کرتے، وہ بالعموم عورت کے ناز و ادا کے تیروں سے گھائل، اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر اور اس کے جلوہ حسن کے قتیل ہو جاتے ہیں۔ أعاذنا الله منها.

[٤٦٠] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[460] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: نبی ﷺ نے دو موقعوں پر یہ ارشاد فرمایا: ایک اس وقت جب مسلمان اپنے بچاؤ کے لیے نہایت مشکل حالات اور تنگ دستی میں خندق کھود رہے تھے جس سے مقصد مسلمانوں کو صبر اور حوصلے کی تلقین تھی کہ ان کٹھن مراحل سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ چند روزہ تکلیف اور مشقت ہے، اس کے بعد آخرت کی زندگی ہے اور اصل حقیقی زندگی بھی وہی ہے کیونکہ وہ دائمی ہے اور اس کا آرام بھی لازوال ہے۔ دوسرے اس موقع پر جب حجۃ الوداع میں آپ نے اپنے ساتھ مسلمانوں کا ایک جم غفیر دیکھا تو آپ نے یہ ارشاد فرما کر مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ اس کثرت و طاقت کو دیکھ کر بے جا گھمنڈ اور خوشی میں مبتلا نہ ہو جانا، یہ سب کچھ عارضی ہے۔ یہ ساری شان و شوکت اور جاہ و حشمت ختم ہو جائے گی۔ اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔ اس کی اصلاح کے لیے بھرپور سعی کی ضرورت ہے۔

[٤٦١] وَعَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ: أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ: فَيَرْجِعُ اثْنَانِ،

[461] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین چیزیں میت کے پیچھے لگتی (اس کے

[460] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب التحريض على القتال......، حديث:2834، وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب غزوة الأحزاب وهي الخندق، حديث:1805.

[461] صحيح البخاري، الرقاق، باب سكرات الموت، حديث:6514، وصحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب: (الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر)، حديث:2960.

وَيَبْقَى وَاحِدٌ: يَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقَى عَمَلُهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ساتھ جاتی) ہیں: اس کے گھر والے اس کا مال اور اس کا عمل، پھر دو چیزیں تو واپس آ جاتی ہیں اور ایک باقی رہ جاتی ہے: اس کے گھر والے اور اس کا مال (یعنی غلام وغیرہ) واپس آ جاتے ہیں اور اس کا عمل (اس کے ساتھ ہی) باقی رہ جاتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ زہد وتقویٰ والا عمل اختیار کریں، نہ کہ فسق وفجور والا کیونکہ یہ عمل ہی انسان کے ساتھ قبر میں جاتا ہے اور اسی کی بنیاد پر اس کی سعادت مندی یا بدبختی کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اگر عمل صالح کی پونجی ساتھ لے کر جائے گا تو برزخ میں آسودگی اور راحت کی زندگی سے بہرہ ور ہوگا اور اگر اس کا دامن، عمل صالح سے خالی ہوگا تو چاہے اس نے کروڑوں اور اربوں کی جائیدادا اپنے پیچھے چھوڑی ہو اس کے قطعاً کوئی کام نہ آئے گی کیونکہ اس کے ساتھ جانے والا تو اس کا برا عمل ہوگا جسے اس نے اختیار کیے رکھا۔ یہ برا عمل اسے برزخ میں امن اور راحت سے محروم اور عذاب میں مبتلا رکھے گا۔

[٤٦٢] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يُؤْتَى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً، ثُمَّ يُقَالُ: يَا ابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا، وَاللهِ! يَارَبِّ! وَيُؤْتَى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ: يَا ابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا، وَاللهِ! مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[462] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت والے دن جہنمیوں میں سے ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال رہا ہوگا، اسے جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر پوچھا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی بھلائی (راحت) دیکھی؟ کیا کبھی تجھ پر خوشحالی کا گزر ہوا؟ وہ کہے گا: نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! اور جنتیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ دکھی اور مصیبت زدہ تھا، اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی سختی اور تنگی دیکھی ہے؟ کیا تیرے ساتھ کبھی سختی کا گزر ہوا؟ وہ کہے گا: نہیں، اللہ کی قسم! میرے ساتھ کبھی سختی کا گزر نہیں ہوا، نہ کبھی میں نے سختی اور تکلیف ہی دیکھی۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں بھی آخرت کی زندگی کی ترغیب ہے کہ دنیا کی یہ نعمتیں، جن کے حصول کے لیے انسان

[462] صحيح مسلم، صفات المنافقين وأحكامهم، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار......، حديث: 2807.

شریعت کے ضابطوں کو پامال کرتا ہے، جہنم کے ایک غوطے ہی سے فراموش ہو جائیں گی، اس لیے کیوں نہ انسان ایمان وعمل صالح کی زندگی اختیار کرے تاکہ آخرت کی دائمی نعمتوں اور اس کی مسرتوں سے وہ ہمکنار ہو۔ ② اس دنیا میں دکھوں اور پریشانیوں کی زندگی بسر کرنے والے مومنوں کے لیے امید اور حوصلہ ہے کہ یہ دنیا کی زندگی مشکلات میں سہی لیکن بہت جلد ختم ہو جائے گی اور جنت کی نعمتیں دیکھتے ہی ساری مشکلات بھول جائیں گی۔

[٤٦٣] وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ أُصْبُعَهُ فِي الْيَمِّ، فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ؟». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[463] حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال ایسے ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈبوئے اور (پھر نکال کر) دیکھے کہ وہ سمندر کا کتنا پانی اپنے ساتھ لائی ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں آخرت کی نعمتوں اور اس کی دائمی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی قدر و قیمت اور اس کی زندگی کا تناسب بیان کیا گیا ہے۔ یہ تناسب اس طرح ہی ہے جیسے ایک قطرۂ آب اور سمندر کے پانی کے درمیان ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ] مستورد بن شداد بن عمرو بن حنبل بن الاحب قرشی فہری۔ ان کی والدہ دعد بنت جابر کرز بن جابر کی بہن ہیں۔ واقدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ جب فوت ہوئے تو یہ ابھی بچے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ انھوں نے نبیٔ اکرم ﷺ سے سماعِ حدیث کیا ہے اور اس کو پختگی سے یاد بھی کیا۔ کوفہ کو مسکن بنایا بعد ازاں مصر تشریف لے گئے۔ ان سے تقریباً 7 احادیث مروی ہیں۔

[٤٦٤] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ بِالسُّوقِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَيْهِ، فَمَرَّ بِجَدْيٍ أَسَكَّ مَيِّتٍ، فَتَنَاوَلَهُ، فَأَخَذَ بِأُذُنِهِ، ثُمَّ قَالَ: «أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ هٰذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ؟» فَقَالُوا: مَا نُحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ وَّمَا نَصْنَعُ بِهِ!؟ ثُمَّ قَالَ: «أَتُحِبُّونَ أَنَّهُ لَكُمْ؟» قَالُوا: وَاللهِ! لَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ عَيْبًا، أَنَّهُ أَسَكُّ، فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ! فَقَالَ: «فَوَاللهِ! لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[464] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بازار سے گزرے اور آپ کے دونوں طرف لوگ تھے تو آپ کا بکری کے ایک چھوٹے کانوں والے مردار بچے کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ نے اسے اس کے کان سے پکڑا اور فرمایا: ''تم میں سے کوئی اسے ایک درہم میں بھی لینا پسند کرے گا؟'' انھوں نے کہا: ہم تو اسے (ایک درہم کیا) کسی بھی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتے اور ہم اسے لے کر کریں گے بھی کیا؟ آپ نے پھر فرمایا: ''کیا تم پسند کرو گے کہ یہ تمھیں (مفت ہی) مل جائے؟'' انھوں نے کہا: اللہ

[464] صحیح مسلم، الزهد والرقائق، باب: (الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر)، حديث:2957.

[463] صحیح مسلم، الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيامة، حديث:2858.

کی قسم! یہ (بچہ) اگر زندہ ہوتا تب بھی عیب دار تھا کیونکہ چھوٹے کانوں والا ہے۔ تو اب اسے کون لے گا جب کہ یہ مردار ہے! آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! یقیناً اللہ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے جتنا بکری کا یہ مردار بچہ تمھاری نظروں میں۔'' (مسلم)

قَوْلُهُ: [كَنَفَتَيْهِ]، أَيْ: عَنْ جَانِبَيْهِ. وَ[الْأَسَكُّ]: الصَّغِيرُ الْأُذُنِ.

كَنَفَتَيْهِ کا مطلب ہے: آپ کی دونوں جانب: الْأَسَكُّ: چھوٹے کانوں والا۔

فائدہ: اس سے بھی دنیا کی بے حیثیتی واضح ہے جس کے لیے نادان انسان کیا کیا کچھ کرگزرتا ہے۔

[٤٦٥] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَرَّةٍ بِالْمَدِينَةِ، فَاسْتَقْبَلَنَا أُحُدٌ فَقَالَ: «يَا أَبَا ذَرٍّ!». قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ! فَقَالَ: «مَا يَسُرُّنِي أَنَّ عِنْدِي مِثْلَ أُحُدٍ هٰذَا ذَهَبًا تَمْضِي عَلَيَّ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَعِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ، إِلَّا شَيْءٌ أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ، إِلَّا أَنْ أَقُولَ بِهِ فِي عِبَادِ اللهِ هٰكَذَا، وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا» عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ، وَعَنْ خَلْفِهِ، ثُمَّ سَارَ فَقَالَ: «إِنَّ الْأَكْثَرِينَ هُمُ الْأَقَلُّونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا» عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ، وَمِنْ خَلْفِهِ، «وَقَلِيلٌ مَا هُمْ»، ثُمَّ قَالَ لِي: «مَكَانَكَ لَا تَبْرَحْ حَتّٰى آتِيَكَ»، ثُمَّ انْطَلَقَ فِي سَوَادِ اللَّيْلِ حَتّٰى تَوَارٰى، فَسَمِعْتُ صَوْتًا قَدِ ارْتَفَعَ، فَتَخَوَّفْتُ أَنْ يَكُونَ أَحَدٌ عَرَضَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَأَرَدْتُ أَنْ آتِيَهُ فَذَكَرْتُ قَوْلَهُ: «لَا تَبْرَحْ حَتّٰى آتِيَكَ»، فَلَمْ أَبْرَحْ حَتّٰى أَتَانِي، فَقُلْتُ:

[465] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ مدینے کی سنگ ریزے والی زمین پر چلا جا رہا تھا کہ احد پہاڑ ہمارے سامنے آ گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے ابوذر!'' میں نے کہا: لبیک اے اللہ کے رسول! (حاضر جناب!) آپ نے فرمایا: ''مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو' پھر مجھ پر تین دن ایسے گزر جائیں کہ اس میں سے ایک دینار میرے پاس موجود ہو (یعنی ایک دینار بھی اپنے پاس رکھنا پسند نہ کروں) ہاں' صرف اتنا جسے میں قرض کی ادائیگی کے لیے سنبھال کر رکھ لوں۔ مگر میں اسے اللہ کے بندوں میں اس طرح' اس طرح اور اس طرح تقسیم کردوں۔'' اپنے دائیں' بائیں اور پیچھے کی طرف (اشارہ فرمایا)۔ آپ پھر آگے چلے اور فرمایا: ''زیادہ مال و دولت والے' وہی قیامت کے دن (اجر و ثواب میں) بہت کم ہوں گے۔ مگر وہ لوگ جو مال کو اس طرح' اس طرح اور اس طرح' اپنے دائیں' بائیں اور پیچھے' (لوگوں پر) خرچ کریں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔'' پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: ''اپنی جگہ پر رہنا اور جب تک میں تیرے پاس نہ آؤں یہاں سے نہ

[465] صحیح البخاري، الرقاق، باب المكثرون هم المقلّون، حديث:6443- وصحيح مسلم، الزكاة، باب الترغيب في الصدقة، حديث:94 بعد حديث:991.

لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتًا تَخَوَّفْتُ مِنْهُ، فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ: «وَهَلْ سَمِعْتَهُ؟» قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: «ذَاكَ جِبْرِيلُ أَتَانِي فَقَالَ: مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

ہٹنا۔'' پھر آپ رات کی تاریکی میں آگے چلے گئے یہاں تک کہ آپ اوجھل ہوگئے۔ (اچانک) میں نے ایک اونچی آواز سنی' مجھے اندیشہ ہوا کہ کوئی (دشمن) آپ کے درپے تو نہیں ہوگیا۔ چنانچہ میں نے آپ کے پاس جانے کا ارادہ کیا لیکن مجھے آپ کا قول یاد آ گیا کہ 'میرے آنے تک یہاں سے نہ ہٹنا۔'' پس میں وہیں رہا' یہاں تک کہ آپ میرے پاس تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کیا: میں نے ایک آواز سنی تھی جس سے میں ڈر گیا تھا' اور ساری بات آپ سے ذکر کی۔ آپ نے پوچھا: ''تم نے وہ آواز سنی تھی؟'' میں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''وہ جبریل تھے' وہ میرے پاس آئے تھے۔ انھوں نے کہا: آپ کی امت میں سے جو شخص مر گیا' وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے کہا: اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے؟ جبریل نے کہا: اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے۔''

(بخاری و مسلم' الفاظ بخاری کے ہیں۔)

فوائد و مسائل: ① اس کے آخری حصے کا مطلب یہ ہے کہ موحد مومن جنتی ہے اگرچہ اس سے بعض کبیرہ گناہوں کا ارتکاب بھی ہو جائے۔ اگر اللہ چاہے گا تو اپنے فضل و کرم سے اسے معاف فرما کر جنت میں بھیج دے گا یا پھر سزا بھگتنے کے بعد بالآخر جنت میں چلا جائے گا یا بعض نے اسے ان افراد پر محمول کیا ہے جنھوں نے موت کے وقت خالص توبہ کی اور اس کے بعد انھیں مزید مہلت عمل نہیں ملی' ایسے افراد کے کبیرہ گناہ بھی اللہ تعالیٰ بغیر سزا دیے معاف فرما دے گا۔ ② اس کا پہلا حصہ باب سے متعلق ہے جس میں کم سے کم مال و اسباب دنیا رکھنے کی ترغیب ہے کیونکہ زیادہ مال والے اجر میں کم ہوں گے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرض کی ادائیگی کے لیے رقم سنبھال کر رکھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے کیونکہ نفلی صدقے سے ادائیگی قرض زیادہ ضروری ہے۔ علاوہ ازیں اس میں نبی ﷺ کے زہد اور انفاق فی سبیل اللہ کا بھی بیان ہے۔ ③ بظاہر یہ حدیث اس حدیث کے خلاف ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے اپنی صحیح (843) میں نقل کیا ہے کہ فقراء صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اللہ کے رسول! مال و دولت والے صدقہ و خیرات کے ذریعے سے ہم سے زیادہ اجر لے گئے۔ ان کے درمیان تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حدیث الباب میں مال داروں کی عمومی حالت بتائی گئی ہے کہ وہ خرچ کم ہی کرتے ہیں اور بخاری کی حدیث (843) میں ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں' یعنی اگر زیادہ مال والے خرچ کریں تو پھر یقیناً ان کا اجر زیادہ ہوگا۔

[٤٦٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا، لَسَرَّنِي أَنْ لَّا تَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَّعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَيْءٌ أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[466] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ میری تین راتیں اس حال میں نہ گزریں کہ اس میں سے میرے پاس کچھ باقی ہو سوائے اتنے حصے کے جو میں قرض کی ادائیگی کے لیے سنبھال کر رکھ لوں۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: یعنی تین راتیں گزرنے سے پہلے پہلے میں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے فارغ ہو جاؤں۔ اس سے نبی ﷺ کے زہد کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ دنیا کا مال اپنے پاس رکھنا پسند ہی نہیں فرماتے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک آرزو اور خواہش کا اظہار جائز ہے۔

[٤٦٧] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اُنْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ أَجْدَرُ أَنْ لَّا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

[467] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسے لوگوں کی طرف دیکھو جو (دنیا کے مال و اسباب کے لحاظ سے) تم سے نیچے (کمتر) ہوں۔ اور ان کی طرف مت دیکھو جو (مال و دولت میں) تم سے اوپر (بڑھ کر) ہوں۔ اس طرح زیادہ لائق ہے کہ پھر تم اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری نہ کرو جو اس کی طرف سے تم پر ہوئی ہیں۔'' (بخاری و مسلم' یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ: «إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ، فَلْيَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ».

اور بخاری کی روایت میں ہے: ''جب تم میں سے کوئی شخص ایسے آدمی کو دیکھے جسے مال اور پیدائش میں اس پر فضیلت دی گئی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ایسے شخص کو (بھی) دیکھے جو (ان چیزوں میں) اس سے نیچے یعنی کمتر ہے۔''

فوائد و مسائل: ① دنیوی مال و اسباب کے اعتبار سے اپنے سے بالا لوگوں کو دیکھنے سے فی الواقع انسان اللہ کی نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری کرتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے' اس لیے اس کا بہترین علاج وہی ہے جو خود اس حدیث میں آپ کی زبان مبارک ہی سے بیان کر دیا گیا ہے کہ اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھو۔ تمھارے پاس اگر اپنا چھوٹا موٹا مکان ہے

[466] صحيح البخاري، الرقاق، باب قول النبيﷺ: [ما يسرني أن عندي مثل أحد هذا ذهبا]، حديث: 6445، وصحيح مسلم، الزكاة، باب تغليظ عقوبة من لا يؤدي الزكاة، حديث: 991.

[467] صحيح البخاري، الرقاق، باب لينظر إلى من هو أسفل منه......، حديث: 6490، وصحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب: (الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر)، حديث: 2923.

جس میں موسم کی سختیوں سے تم محفوظ رہتے ہو تو فلک بوس عمارتوں اور عالی شان کوٹھیوں کی طرف مت دیکھو بلکہ ان لوگوں کو دیکھو جو بے گھر ہیں اور تھڑوں اور فٹ پاتھوں پر رات گزارتے ہیں یا جھونپڑیوں میں رہتے ہیں جو بارش میں چھلنی کی طرح ٹپکتی ہیں اور سیلابی پانی کے ایک ہی ریلے میں بہہ جاتی یا پیوند زمین ہو جاتی ہیں۔ وَعَلٰى هٰذَا الْقِيَاس. ② تاہم دین کے اعتبار سے ان لوگوں کو دیکھنا چاہیے جو زیادہ متقی اور عبادت گزار ہوں تاکہ انسان کے اندر تقویٰ اور عبادت کا مزید شوق پیدا ہو جیسا کہ دوسری احادیث میں یہ چیز بیان فرمائی گئی ہے۔

[٤٦٨] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيفَةِ وَالْخَمِيصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَإِنْ لَّمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ» رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[468] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''دینار و درہم اور شال و دوشالے کا بندہ (پرستار) ہلاک ہو کہ اسے یہ چیزیں دی جائیں تو خوش اور اگر نہ دی جائیں تو ناراض ہوتا ہے۔'' (بخاری)

فائدہ: دنیا' دینار و درہم اور چادروں کا بندہ ہونے کا مطلب ہے کہ وہ اللہ کے احکام و ہدایات کے مقابلے میں دنیا کی ان چیزوں کے حصول کو ترجیح دیتا اور شب و روز انھی میں مگن رہتا ہے۔ گویا وہ اللہ کی بندگی کی بجائے مال واسباب کی بندگی کرتا ہے اور یہ غیر اللہ کی بندگی اس کی ہلاکت کا باعث ہے۔

[٤٦٩] وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ، مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، إِمَّا إِزَارٌ، وَإِمَّا كِسَاءٌ، قَدْ رَبَطُوا فِي أَعْنَاقِهِمْ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ، فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرٰى عَوْرَتُهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[469] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے ستر اہل صفہ کو دیکھا' ان میں سے کسی کے پاس جسم کے اوپر کا پورا حصہ چھپانے کے لیے چادر نہیں تھی' کسی کے پاس (نچلا دھڑ ڈھانکنے کے لیے) ازار (پاجامہ' تہ بند اور شلوار وغیرہ) ہوتی اور کسی کے پاس چادر ہوتی جسے وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے' وہ کپڑا کسی کی نصف پنڈلی تک پہنچتا اور کسی کے ٹخنوں تک' پس وہ اسے اپنے ہاتھ سے اکٹھا کر کے رکھتے کہ کہیں ان کا قابل ستر حصہ عریاں نہ ہو جائے۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① صفہ' چبوترے یا ڈیوڑھی کو کہتے ہیں۔ مسجد نبوی کے آخر میں یہ چبوترہ تھا جس پر چھت ڈالی گئی تھی۔ اس میں نبی ﷺ سے علم دین حاصل کرنے والے اور جہاد کی تربیت لینے والے صحابہ وقت گزارتے تھے' ان کو اہل صفہ کہا جاتا تھا۔ ان کی کوئی متعین تعداد نہیں تھی اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ یہ اسلام کا سب سے پہلا مدرسہ یا نبوی درس گاہ تھی اور معسکر بھی۔ ② اس میں آج کل کے طلبائے علوم دینیہ کے لیے بڑی عبرت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کس طرح ایک

[468] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الحراسة في الغزو في سبيل الله، حديث:2886.

[469] صحيح البخاري، المساجد، باب نوم الرجال في المسجد، حديث:442.

چبوترے پر اپنے شب و روز گزار کر اور اسی طرح کھانے سے بے نیاز ہو کر (کہ کبھی مل گیا تو کھا لیا نہیں تو فاقہ) دین کا علم حاصل کیا اور جہاد کی تربیت لی۔

[٤٧٠] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[470] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔“ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① ایک مومن کے لیے جنت میں جو نعمتیں تیار ہیں اس کے اعتبار سے یہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے۔ اور کافر کے لیے جو دائمی عذاب ہے اس کے اعتبار سے دنیا اس کے لیے جنت ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ایک مومن شہوات و خواہشات نفس سے بچتا ہوا جس طرح مومنانہ و متقیانہ زندگی گزارتا ہے وہ ایسے ہے جیسے وہ قید خانے میں ہے اور وہ قواعد و ضوابط کے شکنجے میں کسا ہوا ہے جب کہ کافر ہر قید اور ضابطے سے آزاد اور خواہشات و شہوات کی لذتوں میں منہمک رہتا ہے۔ یوں گویا دنیا اس کے لیے جنت ہے۔ ② اس کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں رسول اکرم ﷺ نے مومن کو سدھائے ہوئے اونٹ کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ اسے جہاں لے جایا جائے چلا جاتا ہے اور جہاں بٹھایا جائے بیٹھ جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجه، المقدمة، حديث:44) ③ مقصد اس حدیث سے مومن کو آخرت کی تیاری کی ترغیب اور دنیوی لذتوں سے اجتناب کی تاکید ہے۔

[٤٧١] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمَنْكِبَيَّ، فَقَالَ: «كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ، أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ».

[471] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے کندھے سے پکڑ کر فرمایا: ”تم دنیا میں ایسے رہو گویا تم ایک پردیسی یا راہ گیر ہو۔“

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: إِذَا أَمْسَيْتَ، فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ، فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار مت کرو اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار مت کرو۔ اور اپنی صحت میں بیماری کے لیے اور اپنی زندگی میں موت کے لیے (کچھ) حاصل کر لو۔ (بخاری)

قَالُوا فِي شَرْحِ هٰذَا الْحَدِيثِ مَعْنَاهُ: لَا تَرْكَنْ إِلَى الدُّنْيَا وَلَا تَتَّخِذْهَا وَطَنًا، وَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِطُولِ الْبَقَاءِ فِيهَا، وَلَا بِالْاِعْتِنَاءِ بِهَا، وَلَا تَتَعَلَّقْ مِنْهَا إِلَّا بِمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْغَرِيبُ فِي غَيْرِ وَطَنِهِ، وَلَا

علماء نے اس حدیث کی شرح میں اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ (اس کا مطلب ہے:) تم دنیا کی طرف زیادہ مت جھکو نہ اسے مستقل وطن بناؤ نہ اپنے جی میں زیادہ دیر دنیا میں رہنے اور اس پر زیادہ توجہ دینے کا پروگرام بناؤ۔ اس سے تم

[470] صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب: (الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر)، حديث:2956.

[471] صحيح البخاري، الرقاق، باب قول النبي ﷺ: [كُنْ فِي الدُّنْيَا ......]، حديث:6416.

تَشْتَغِلْ فِيهَا بِمَا لَا يَشْتَغِلُ بِهِ الْغَرِيبُ الَّذِي يُرِيدُ الذَّهَابَ إِلٰى أَهْلِهِ. وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ.

صرف اتنا ہی تعلق رکھو جتنا ایک مسافر اجنبی دیس سے تعلق رکھتا ہے۔ اور دنیا میں زیادہ مشغول نہ ہو' اسی طرح جیسے ایک مسافر' جو اپنے گھر جانے کا ارادہ رکھتا ہو' دیارِ غیر سے زیادہ وابستگی نہیں رکھتا۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ.

فائدہ: جو شخص دنیا کو ایک مسافر خانہ اور گزرگاہ سمجھے گا' وہ یقیناً زخارفِ دنیا سے اپنا دامن الجھانا پسند نہیں کرے گا۔ انسان کی غلطی یہی ہے کہ وہ اس کی اس حیثیت کو نہیں سمجھتا اور پل کی خبر نہ ہونے کے باوجود سو برس کے سامان کی تیاری میں لگا رہتا ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

سامان سو برس کا ہے، پل کی خبر نہیں

[٤٧٢] وَعَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! دُلَّنِي عَلٰى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِي اللّٰهُ، وَأَحَبَّنِي النَّاسُ، فَقَالَ: «**ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللّٰهُ، وَازْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ**». حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَغَيْرُهُ بِأَسَانِيدَ حَسَنَةٍ.

[472] حضرت ابوعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا عمل بتلایئے جب میں وہ کروں تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھے محبوب جانیں۔ آپ نے فرمایا: ''دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ' اللہ تم سے محبت کرے گا اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے بے نیاز ہو جاؤ تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔'' (یہ حدیث حسن ہے' اسے ابن ماجہ وغیرہ نے حسن سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① مذکورہ روایت کو بعض محققین نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ درست اور راجح موقف یہ ہے کہ یہ روایت شواہد اور متابعات کی بنا پر حسن درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ اور حسن حدیث محدثین کے نزدیک قابل عمل اور قابل حجت ہے۔ تحقیقی بحث کے لیے دیکھیے: (سلسلة الأحاديث الصحيحة: 2/624-628، رقم الحديث: 944) ② زہد' دنیا اور اس کے علائق سے کنارہ کشی کا نام نہیں بلکہ زہد کا مطلب ہے کہ رزق حلال پر قناعت کرنا اور کمائی کے ناجائز ذرائع اختیار کرنے سے اجتناب کرنا' کیونکہ اسلام میں ترکِ دنیا کی اجازت ہے نہ مال و دولت کے حصول کی سعی و کوشش مذموم' اس لیے دنیا سے تعلق اور معاش کے لیے سعی و جہد' زہد کے منافی نہیں۔ بلکہ صرف حلال ذرائع اور حلال آمدنی پر کفایت' اسے عبادت کا درجہ عطا کر دیتی ہے۔ اسی طرح لوگوں کے مال و دولت سے بے نیازی اور ان سے صرفِ نظر کر لینا بھی زہد اور استغنا و قناعت کا حصہ ہے۔ ③ اس سے ایک اضافی فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ انسان لوگوں کی نظروں میں محبوب اور معزز ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے برعکس لوگوں کے سامنے دستِ طلب دراز کرنے سے انسان

[472] سنن ابن ماجه، الزهد، باب الزهد في الدنيا، حديث: 4102.

ذلیل ہوتا ہے اور لوگ اسے پسند نہیں کرتے جبکہ اللہ کا معاملہ ہے کہ اس سے جتنا مانگو وہ اتنا ہی خوش ہوتا ہے بلکہ نہ مانگنے پر وہ ناراض ہوتا ہے۔ ایک عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

لَا تَسْئَلْ بَنِي آدَمَ حَاجَتَهُ وَاسْئَلِ الَّذِي أَبْوَابُهُ لَا تُحْجَبُ

اَللّٰهُ يَغْضَبُ إِنْ تَرَكْتَ سُؤَالَهُ وَابْنُ آدَمَ حِينَ يُسْئَلُ يَغْضَبُ

یعنی انسان کے سامنے اپنی ضروریات کے لیے ہاتھ مت پھیلاؤ' اس سے مانگو جس کے فضل و کرم کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ اگر بندہ اللہ سے مانگنا چھوڑ دے تو وہ ناراض ہوتا اور بندے سے بار بار مانگا جائے تو بندہ غضب ناک ہو جاتا ہے۔

[٤٧٣] وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَا أَصَابَ النَّاسُ مِنَ الدُّنْيَا، فَقَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِي مَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[473] حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دنیا کے اس مال و اسباب کا ذکر کیا جو لوگوں کو (پہلے کے مقابلے میں زیادہ) حاصل ہو گیا تھا اور پھر فرمایا: میں نے رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ سارا دن بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر جھکے رہتے (تاکہ بھوک کی شدت کم محسوس ہو) آپ کو ردی کھجور بھی میسر نہ ہوتی جس سے آپ اپنا پیٹ بھر لیتے۔ (مسلم)

[اَلدَّقَلُ]: بِفَتْحِ الدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَالْقَافِ: رَدِيءُ التَّمْرِ.

اَلدَّقَلُ: "دال" اور "قاف" پر زبر۔ گھٹیا اور ردی کھجور۔

فائدہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کثرت فتوحات کی وجہ سے لوگ پہلے کی نسبت زیادہ خوشحال ہو گئے تو انھوں نے لوگوں کو یاد دلایا کہ وہ وقت یاد رکھو جب اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان نہایت کٹھن حالات اور فقر و فاقہ سے دوچار رہے حتی کہ پیغمبر اسلام نبی کریم ﷺ تک کی یہ حالت تھی جو روایت میں بیان ہوئی ہے۔ مقصد اس کے بیان سے لوگوں کو تنبیہ کرنا تھا کہ کہیں مال و دولت کی فراوانی اور دنیوی آسائشوں کی کثرت تمھیں دنیا کی محبت میں اس طرح نہ پھنسا دے کہ آخرت کی زندگی کو تم بھلا بیٹھو اور غفلت کا شکار ہو جاؤ۔

[٤٧٤] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَمَا فِي بَيْتِي مِنْ شَيْءٍ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا شَطْرُ شَعِيرٍ فِي رَفٍّ لِي، فَأَكَلْتُ حَتّٰى

[474] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ میرے گھر میں کوئی چیز ایسی نہیں تھی جو کوئی جاندار کھائے' سوائے ان تھوڑے سے جو

[473] صحيح مسلم' الزهد والرقائق، باب: (الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر)، حديث: 2978.

[474] صحيح البخاري، فرض الخمس، باب نفقة نساء النبي ﷺ بعد وفاته، حديث: 3097، وصحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب: (الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر)، حديث: 2973.

طَالَ عَلَيَّ ، فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

کے جو میرے طاق میں رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں ایک مدت دراز تک اسی میں سے (لے لے کر) کھاتی رہی (بالآخر ایک دن) میں نے اسے ناپا تو وہ ختم ہو گیا۔ (بخاری ومسلم)

[شَطْرُ شَعِيرٍ]، أَيْ : شَيْءٌ مِّنْ شَعِيرٍ ، كَذَا فَسَّرَهُ التِّرْمِذِيُّ .

شَطْرُ شَعِيرٍ کے معنی ہیں: تھوڑے سے جو۔ امام ترمذی نے اس کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

فوائد ومسائل: ① نبی ﷺ کی زندگی کے آخری دور میں اگرچہ مال غنیمت کے آنے کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت قدرے بہتر ہو گئی تھی اگر آپ چاہتے تو پہلے کی نسبت آسودگی کے ساتھ وقت گزار سکتے تھے لیکن آپ نے اسی فقر وتنگدستی کی زندگی کو اختیار کیے رکھا جو غنیموں کے آنے سے پہلے تھی۔ ② اس میں سیدہ عائشہ ؓ نے آپ کی اسی زاہدانہ زندگی کا تذکرہ فرمایا ہے حالانکہ یہ آپ کی سب سے زیادہ چہیتی بیوی کا گھر تھا۔ اس سے آپ کے عدل وانصاف کا بھی پتہ چلتا ہے کہ عائشہ سے شدید محبت کے باوجود آپ نے عائشہ کے ساتھ دوسری بیویوں کے مقابلے میں کوئی ترجیحی سلوک نہیں کیا بلکہ سب کے ساتھ یکساں معاملہ فرمایا۔ ③ اس میں علمائے کرام اور ان کے اہل خانہ کے لیے بڑا سبق ہے کہ وہ اہل دنیا اور ان کو میسر آسائشوں کی طرف نہ دیکھیں بلکہ پیغمبر اور آپ کی ازواج مطہرات کی زندگیوں کو سامنے رکھتے ہوئے کم سے کم آمدنی میں گزارہ کرنے کو سعادت سمجھیں۔ ④ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے پینے کی چیزوں کو بغیر ناپے تولے استعمال کیا جائے اس میں برکت رہتی ہے اور ناپنے تولنے سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔

[٤٧٥] وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَخِي جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، قَالَ : مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهِ دِينَارًا ، وَلَا دِرْهَمًا ، وَلَا عَبْدًا ، وَلَا أَمَةً ، وَلَا شَيْئًا إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِي كَانَ يَرْكَبُهَا ، وَسِلَاحَهُ ، وَأَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيلِ صَدَقَةً . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

[475] حضرت عمرو بن حارث ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث ؓ کے بھائی، سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی موت کے وقت کوئی دینار و درہم چھوڑا نہ کوئی غلام لونڈی اور نہ کوئی اور چیز۔ البتہ وہ سفید خچر چھوڑا جس پر آپ سوار ہوتے تھے اور اپنے ہتھیار اور وہ زمین جسے آپ نے مسافروں کے لیے صدقہ (وقف) کر دیا تھا۔ (بخاری)

فوائد ومسائل: ① سن 5 ہجری میں غزوہ بنی المصطلق ہوا اس میں جو کافر مرد و عورت قیدی بنے ان میں جویریہ ؓ بھی تھیں اور یہ نبی ﷺ کے حصے میں آئیں۔ آپ نے انھیں مسلمان کر کے ان سے نکاح کر لیا اور اپنے حرم میں شامل فرما لیا۔ جب صحابۂ کرام ؓ کو معلوم ہوا تو نبی ﷺ کے اس سسرالی رشتے کا لحاظ کرتے ہوئے انھوں نے بنوالمصطلق کے تمام قیدیوں کو جو سو کے قریب تھے رہا کر دیا۔ ② ہتھیار سے مراد آپ کا نیزہ اور تلوار ہے۔ اور زمین سے مراد آپ کا وہ حصہ جو فدک اور خیبر وغیرہ میں آپ کو ملا تھا اسے آپ نے صدقہ فرما دیا کیونکہ آپ نے فرمایا تھا: ''ہم انبیاء کی جماعت

[475] صحيح البخاري، المغازي، باب مرض النبي ﷺ و وفاته......، حديث: 4461.

ہیں، ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔" دیکھیے: (صحیح البخاري، فرض الخمس، حدیث: 3093) وفات کے وقت آپ نے کوئی غلام اور لونڈی ایسی نہیں چھوڑی جس کو آپ نے آزاد نہ کر دیا ہو۔

راویٔ حدیث: [حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ] عمرو بن حارث بن ابی ضرار بن حبیب خزاعی مصطلقی۔ یہ قبیلۂ بنوخزاعہ کی شاخ بنو المصطلق کی طرف نسبت کی وجہ سے مصطلقی کہلاتے ہیں۔ یہ قلیل الحدیث صحابی ہیں۔ ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث کے بھائی ہیں۔ ان سے یہی ایک حدیث مروی ہے۔

[٤٧٦] وَعَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللهِ تَعَالٰى، فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللهِ، فَمِنَّا مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا، مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَتَرَكَ نَمِرَةً، فَكُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ، بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَإِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رِجْلَيْهِ، بَدَا رَأْسُهُ، فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ، وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِّنَ الْإِذْخِرِ، وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ، فَهُوَ يَهْدِبُهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[476] حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے اللہ کی رضا کی تلاش کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی تو ہمارا اجر اللہ پر ثابت ہوگیا۔ چنانچہ ہم میں سے بعض وہ ہیں جو فوت ہوگئے اور اپنے اجر میں سے کوئی حصہ (مال غنیمت وغیرہ کی صورت میں) انھوں نے نہیں کھایا۔ ان میں سے ایک حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں جو جنگ احد میں شہید ہوئے۔ انھوں نے ایک کمبل اپنے پیچھے چھوڑا تھا، جب ہم اس کے ساتھ ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پیر ننگے ہو جاتے اور جب پیر ڈھانپتے تو سر کھل جاتا۔ چنانچہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پیروں پر کچھ اذخر گھاس ڈال دیں۔ اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جن کے پھل پک گئے ہیں اور وہ اسے چن رہے ہیں (یعنی ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں)۔ (بخاری ومسلم)

[اَلنَّمِرَةُ]: كِسَاءٌ مُّلَوَّنٌ مِّنْ صُوفٍ. وَقَوْلُهُ: [أَيْنَعَتْ]، أَيْ: نَضِجَتْ وَأَدْرَكَتْ. وَقَوْلُهُ: [يَهْدِبُهَا]: هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّ الدَّالِ وَكَسْرِهَا، لُغَتَانِ؛ أَيْ: يَقْطِفُهَا وَيَجْتَنِيهَا، وَهٰذِهِ اسْتِعَارَةٌ لِّمَا فَتَحَ اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ مِّنَ الدُّنْيَا وَتَمَكَّنُوا فِيهَا.

اَلنَّمِرَةُ: اون کی دھاری دار چادر۔ أَيْنَعَتْ کے معنی ہیں: پک گئے اور پا لیے۔ يَهْدِبُهَا: "یا" پر زبر اور "دال" پر زیر اور پیش دونوں طرح منقول ہے۔ معنی ہیں: وہ پھل کاٹ اور چن رہا ہے۔ اور یہ اللہ نے ان پر دنیا کے مال و اسباب کے جو دروازے کھولے اور اس پر انھیں قدرت عطا فرمائی، اس کے لیے استعارہ ہے۔

[476] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ و أصحابه إلى المدينة، حديث:3897، وصحيح مسلم، الجنائز، باب في كفن الميّت، حديث:940.

فوائد و مسائل: ① اس میں ہجرت اور جہاد کی فضیلت اور اس کے اجر و ثواب کا بیان ہے۔ یہ اجر دنیا میں مال غنیمت کی صورت میں بھی ان غازیان اسلام کو ملتا ہے جو جہاد سے بخیریت واپس آ جاتے ہیں اور آخرت میں بھی ملے گا۔ اور جو لوگ میدان جہاد ہی میں جام شہادت نوش کر جاتے ہیں' انھیں ان کا سارا اجر قیامت ہی کو ملے گا' دنیا میں وہ جہاد کے پھل سے محروم رہتے ہیں۔ ② بسا اوقات انسان اپنی نیکی کا پھل کھائے بغیر ہی اس دنیا سے چلا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی اولاد کو اس کی نیکیوں کی بدولت خیر و برکت عطا فرما دیتا ہے جیسا کہ سورۂ کہف میں خضر علیہ السلام کے واقعہ میں دو یتیموں کی دیوار کو درست کرنے کے واقعہ میں بتایا گیا ہے۔

[٤٧٧] وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، مَا سَقَى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[477] حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر دنیا کی وقعت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: اس سے واضح ہے کہ اللہ کے نزدیک دنیا اور اس کے مال و اسباب کی قطعاً کوئی اہمیت نہیں ہے' لہٰذا اہل ایمان کے نزدیک بھی اس کی زیادہ اہمیت نہیں ہونی چاہیے اور اسے صرف آخرت کی زندگی سنوارنے کے لیے ایک ذریعہ یا امتحان سمجھنا چاہیے۔

[٤٧٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ، مَلْعُونٌ مَّا فِيهَا، إِلَّا ذِكْرَ اللهِ تَعَالٰى، وَمَا وَالَاهُ، وَعَالِمًا وَمُتَعَلِّمًا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[478] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''لوگو آگاہ رہو! دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے' سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور ان چیزوں کے جو اس سے تعلق رکھتی ہیں اور سوائے دینی علوم سے بہرہ ور اور اس کا علم حاصل کرنے والوں کے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس سے مراد دنیا کا مطلقاً ملعون ہونا نہیں بلکہ اصل مطلب دنیا کی ان چیزوں کا ملعون ہونا ہے جو انسان کو اللہ سے دور اور اس کی اطاعت سے مشغول کر دیں۔ اس اعتبار سے دنیا کی کوئی چیز مذموم بھی ہو سکتی ہے اور محمود بھی' مثلاً: مال' محمود ہے اگر اسے حلال طریقے سے حاصل اور حلال مصارف ہی پر خرچ کیا جائے' بصورت دیگر یہی مال مذموم و ملعون ہے۔ وَعَلٰی هٰذَا الْقِيَاس دنیا کی دوسری چیزیں ہیں۔ ② وہ علم بھی محمود و مطلوب ہے جو اللہ کے قریب کر دے اور

[477] جامع الترمذي، الزهد،..... باب ما جاء في هوان الدنيا على الله عزوجل، حديث: 2320.

[478] جامع الترمذي، الزهد،..... باب منه حديث: [إن الدنيا ملعونة]، حديث: 2322.

بندوں کی ہدایت اور فیض رسانی کا ذریعہ بنے' بصورت دیگر یہ بھی مذموم وملعون ہے۔ ③ اس میں علماء اور طلبائے علوم دینیہ کی فضیلت ہے اور دیگر لوگوں کو ترغیب ہے کہ وہ بھی علم اور علماء سے کسی نہ کسی طرح ضرور منسلک رہیں۔

[٤٧٩] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوا فِي الدُّنْيَا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[479] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جائیدادیں نہ بناؤ' اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمھاری رغبت دنیا میں بڑھ جائے گی۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: ضَیْعَۃٌ، سے مراد زمین' صنعت وزراعت اور کاروبار ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان میں اتنا زیادہ انہماک اور دلچسپی نہیں ہونی چاہیے کہ انسان کا مقصد زندگی' رضائے الٰہی کی بجائے' یہی چیزیں بن جائیں اور اس کے شب وروز اسی تگ و دو میں صرف ہوں' ورنہ حسب ضرورت وکفایت تو زمین' کاروبار اور جائیداد وغیرہ بنانا اور رکھنا سب جائز ہے' ممنوع نہیں۔

[٤٨٠] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَرَّ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا، فَقَالَ: «مَا هٰذَا؟» فَقُلْنَا: قَدْ وَهِيَ، فَنَحْنُ نُصْلِحُهُ، فَقَالَ: «مَا أَرَى الْأَمْرَ إِلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[480] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے پاس سے رسول اللہ ﷺ گزرے جبکہ ہم اپنے چھپر کی مرمت کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' ہم نے کہا: (یہ چھپر) کمزور ہو کر گرنے کے قریب ہو گیا تھا' ہم اسے ٹھیک کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''میں تو معاملے (موت) کو اس سے بھی زیادہ قریب دیکھ رہا ہوں۔'' (اسے ابو داود اور ترمذی نے بخاری ومسلم کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد ومسائل: ① خص، سے مراد یا تو چھپر ہے یا وہ گھر ہے جو لکڑی اور کانوں سے بنا ہوتا ہے اور مٹی سے اسے لیپ دیا جاتا ہے۔ وہ مٹی کی لپائی ہی میں مصروف ہوں گے۔ ② آپ کے ارشاد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مکان کی لیپا پوتی نہ کی جائے بلکہ مطلب موت کی یاد دہانی ہے تاکہ موت ہر وقت انسان کے سامنے رہے اور وہ کسی وقت بھی اس سے غفلت نہ برتے۔

[٤٨١] وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ

[481] حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''ہر امت کے

[479] جامع الترمذي، الزهد، باب منه حديث: [لا تتخذوا الضيعة فترغبوا في الدنيا]، حديث: 2328.

[480] جامع الترمذي، الزهد، باب ما جاء في قصر الأمل، حديث: 2335.

[481] جامع الترمذي، الزهد، باب ما جاء أن فتنة هذه الأمة في المال، حديث: 2336.

فِتْنَةً، وَفِتْنَةُ أُمَّتِي: اَلْمَالُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

لیے ایک فتنہ ہوتا ہے (یعنی ایسی چیز جس کے ذریعے سے اسے آزمایا جاتا ہے)۔ اور میری امت کے لیے فتنہ (آزمائش) مال ہے۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① فتنے کے معنی آزمائش کے ہیں۔ جس کو جس چیز سے آزمایا جائے وہ اس کے لیے فتنہ ہے۔ اس اعتبار سے قرآن مجید میں اولاد اور مال کو بھی انسانوں کے لیے فتنہ کہا گیا ہے' حالانکہ یہ دونوں چیزیں اللہ کی نعمتیں ہیں' لیکن چونکہ ان نعمتوں کے ذریعے سے انسانوں کی آزمائش ہوتی ہے، اس لیے انھیں فتنے سے تعبیر فرمایا۔ ② اس حدیث میں امت محمدیہ کے لیے سخت تنبیہ ہے کہ وہ مال کی محبت میں اعتدال کو ملحوظ رکھے ورنہ وہ اس آزمائش میں ناکام ہو سکتی ہے اور یہ مال' جو نعمت الٰہی ہے اس کے لیے عذابِ شدید کا باعث بن سکتا ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ] صحابی ہیں۔ اہل شام میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ابوعمر کہتے ہیں کہ انھوں نے جابر بن عبداللہ اور بعض کا خیال ہے کہ ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت لی اور بیان کی ہے۔ اصحاب کتب ستہ میں سے امام ترمذی اور نسائی نے ان کی روایات کو بیان کیا ہے۔

[٤٨٢] وَعَنْ أَبِي عَمْرٍو - وَيُقَالُ: أَبُو عَبْدِ اللهِ، وَيُقَالُ: أَبُو لَيْلَى - عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هٰذِهِ الْخِصَالِ: بَيْتٌ يَسْكُنُهُ، وَثَوْبٌ يُوَارِي عَوْرَتَهُ، وَجِلْفُ الْخُبْزِ، وَالْمَاءُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

[482] حضرت ابوعمرو' اور بعض کے نزدیک ابوعبداللہ یا ابولیلیٰ' عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ابن آدم کے لیے ان چیزوں کے علاوہ کسی چیز میں حق نہیں ہے: ایک گھر جس میں اس کی رہائش ہو' کپڑا جس سے وہ اپنا ستر چھپالے' بغیر سالن کے (یا موٹی) روٹی اور پانی۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث صحیح ہے۔)

قَالَ التِّرْمِذِيُّ: سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ سُلَيْمَانَ بْنَ سَالِمٍ الْبَلْخِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ شُمَيْلٍ يَقُولُ: اَلْجِلْفُ: اَلْخُبْزُ لَيْسَ مَعَهُ إِدَامٌ. وَقَالَ غَيْرُهُ: هُوَ غَلِيظُ الْخُبْزِ. وَقَالَ الْهَرَوِيُّ: اَلْمُرَادُ بِهِ هُنَا وِعَاءُ الْخُبْزِ، كَالْجَوَالِقِ وَالْخُرْجِ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ابوداود سلیمان بن سالم بلخی سے سنا' وہ فرماتے ہیں: میں نے نضر بن شمیل سے سنا کہ جلف وہ روٹی ہے جس کے ساتھ سالن نہ ہو۔ اور دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ موٹی روٹی کو جلف کہتے ہیں۔ اور امام ہروی نے کہا کہ جِلْفٌ سے مراد روٹی رکھنے کا برتن ہے، جیسے گون (موٹے بالوں یا رسیوں سے بنا ہوا تھیلا) یا

[482] جامع الترمذي، الزهد..... باب منه الخصال التي ليس لابن آدم....، حديث:2341.

خرجی (زنبیل' ٹوکری' بورا وغیرہ) واللهُ أعْلَمُ.

فائدہ: مذکورہ روایت ضعیف ہے' تاہم دیگر صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ انسان کو دنیا میں ایک مسافر کی طرح رہنا چاہیے۔ مسافر' جس طرح کم از کم سامان کے ساتھ سفر کرنا پسند کرتا ہے انسان کو بھی کم از کم سامانِ دنیا کے ساتھ گزارا کرنا چاہیے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ] عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ۔ اموی قرشی۔ ان کا نسب عبد مناف میں جا کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل جاتا ہے۔ ان کی کنیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابوعبداللہ' ابوعمرو اور بقولِ بعض ابولیلیٰ ہے۔ تیسرے خلیفۂ راشد ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ سیدہ رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما' جو نبیٔ اکرم ﷺ کی بیٹیاں تھیں' ان کی زوجیت میں رہیں' اسی بنا پر ''ذوالنورین'' کہلاتے ہیں۔ ان بڑے آدمیوں میں سے ہیں جن کے اسلام لانے سے اسلام کو بہت تقویت ملی۔ مکہ میں پیدا ہوئے اور بعثت کے تھوڑے عرصے بعد اسلام قبول کر لیا۔ آپ جاہلیت میں بھی نہایت شریف اور غنی تھے۔ قبول اسلام کے بعد آپ کا سب سے بڑا کارنامہ اپنے خالص اور حلال مال سے جیش عسرہ کی تیاری ہے۔ آپ کے عہد خلافت میں بہت زیادہ علاقہ فتح ہوا۔ باغیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر کے مدینہ منورہ میں 35 ہجری کو اس حال میں شہید کیا کہ آپ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ نبی ﷺ سے 146 فرامین روایت کرنے کا شرف حاصل ہے۔

[٤٨٣] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيرِ بِكَسْرِ الشِّينِ وَالْخَاءِ الْمُشَدَّدَةِ الْمُعْجَمَتَيْنِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَقْرَأُ: ﴿أَلْهَىٰكُمُ ٱلتَّكَاثُرُ﴾ قَالَ: «يَقُولُ ابْنُ آدَمَ: مَالِي، مَالِي! وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ آدَمَ! مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ، أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ، أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ!؟» . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[483] حضرت عبداللہ بن شخیر (شین کے نیچے زیر اور خا کے نیچے بھی زیر اور تشدید) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﴿أَلْهَىٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ ''تمھیں کثرت کی آرزو نے غفلت میں ڈال دیا'' تلاوت فرما رہے تھے' پھر آپ نے فرمایا: ''انسان کہتا ہے: میرا مال' میرا مال' حالانکہ اے انسان! تیرا مال تو صرف وہ ہے جو تو نے کھا کر ختم کر دیا' یا پہن کر بوسیدہ کر دیا' یا صدقہ کر کے آگے (آخرت کے لیے) چلا دیا۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ انسان کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا ہو تو اسے زیادہ سے زیادہ اللہ کی پسندیدہ راہوں پر خرچ کرے کیونکہ یہ صدقہ کیا ہوا مال ہی آخرت کے لیے ذخیرہ ہو گا جہاں اس کو اس کا اجر و ثواب ملے گا۔ باقی جو مال وہ اپنے کھانے پینے اور لباس وغیرہ پر خرچ کرے گا وہ سب اس دنیا ہی میں ختم اور بوسیدہ ہو جائے گا اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ اس کے کام نہیں آئے گا۔

[483] صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب: (الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر)، حديث:2958.

[٤٨٤] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ يَا رَسُولَ اللهِ! وَاللهِ! إِنِّي لَأُحِبُّكَ، فَقَالَ: «اُنْظُرْ مَاذَا تَقُولُ؟» قَالَ: وَاللهِ! إِنِّي لَأُحِبُّكَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ: «إِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِي فَأَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا، فَإِنَّ الْفَقْرَ أَسْرَعُ إِلَى مَنْ يُحِبُّنِي مِنَ السَّيْلِ إِلَى مُنْتَهَاهُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[484] حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میں یقیناً آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''دیکھ تو کیا کہہ رہا ہے!'' اس نے (پھر) کہا: اللہ کی قسم! میں یقیناً آپ سے محبت کرتا ہوں۔ تین مرتبہ اس نے اس طرح کہا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تو (واقعی) مجھ سے محبت کرتا ہے تو فقر و غربت کا ٹاٹ تیار کر' اس لیے کہ فقر اس شخص کی طرف' جو مجھ سے محبت کرتا ہے' اتنی تیزی سے جاتا ہے کہ اتنا تیز سیلاب کا پانی بھی اپنے بہاؤ کے رخ پر نہیں جاتا۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن درجے کی ہے۔)

[اَلتِّجْفَافُ]: بِكَسْرِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ وَإِسْكَانِ الْجِيمِ وَبِالْفَاءِ الْمُكَرَّرَةِ وَهُوَ شَيْءٌ يُلْبَسُهُ الْفَرَسُ، لِيُتَّقَى بِهِ الْأَذٰى، وَقَدْ يَلْبَسُهُ الْإِنْسَانُ.

اَلتِّجْفَافُ: ''تا'' کے نیچے زیر' ''جیم'' ساکن اور ''فا'' مکرر۔ وہ چیز (جھول وغیرہ) جو گھوڑے کی پشت پر ڈالی جاتی ہے تاکہ اذیت اور تکلیف سے بچا جا سکے (اور آرام سے سواری کی جا سکے)۔ کبھی کبھار (ضرورت پڑنے پر) انسان بھی اسے پہن لیتا ہے۔

[٤٨٥] وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[485] حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو بھوکے بھیڑیے' جنھیں بکریوں کے ریوڑ میں بھیجا جائے' (بکریوں کو) اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا نقصان آدمی کے مال اور جاہ کی حرص اس کے دین کو پہنچاتی ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① مال و جاہ کی محبت کی یہ حشر سامانیاں' جس کی نشاندہی اس حدیث میں کی گئی ہے' آج ہر طرف دیکھی جا سکتی ہیں حتی کہ علماء اور مدعیان زہد و تقوی بھی' جب ان کے اندر ان چیزوں کی حرص آ گئی تو وہ ان ہلاکتوں سے اپنا دامن نہیں بچا سکے۔ ② آج دینی جماعتیں جس انتشار اور شدید اختلافات کا شکار ہیں ان کے اسباب میں بھی مال و جاہ کی محبت سرفہرست ہے۔ جس میں علماء کی اکثریت بھی بدقسمتی سے مبتلا ہے۔ فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى.

---

[484] ضعيف - جامع الترمذي، الزهد......، باب ما جاء في فضل الفقر، حديث: 2350.

[485] جامع الترمذي، الزهد......، باب حديث [ماذئبان جائعان......]، حديث: 2376.

[٤٨٦] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: نَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى حَصِيرٍ فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ! لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً! فَقَالَ: «مَا لِي وَلِلدُّنْيَا؟ مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[486] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک مرتبہ) ایک چٹائی پر سوئے جس سے آپ کے پہلو میں (چٹائی کے) نشان پڑ گئے۔ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر (اجازت دیں تو) ہم آپ کے لیے ایک نرم گدا تیار کر دیں! آپ نے فرمایا: ''مجھے دنیا سے کیا سروکار؟ میں تو دنیا میں اس سوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لیے ٹھہرا' پھر چل پڑا اور اس درخت کو چھوڑ دیا۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: اس میں نبی ﷺ کے زہد کے علاوہ دنیا کی حقیقت ایک تمثیل کے ذریعے سے نہایت بلیغ انداز میں واضح کر دی گئی ہے۔ کاش لوگ اس حقیقت کو سمجھ کر دنیا کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کریں جو اس حدیث کا مفاد ہے۔

[٤٨٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْأَغْنِيَاءِ بِخَمْسِمِائَةِ عَامٍ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[487] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں فقراء مال داروں سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: فقراء سے مراد وہ فقراء ہیں جو ایمان میں کامل اور اعمال صالحہ کے پابند رہے ہوں گے، نیز انھوں نے فقر پر صبر کر کے مانگنے سے اجتناب کیا ہوگا۔ یہ مال داروں سے پہلے جنت میں جائیں گے کیونکہ مال داروں کا حساب ہوگا کہ مال کس طرح کمایا اور کس طرح خرچ کیا' جبکہ فقراء سے یہ سوال نہیں ہوگا۔

[٤٨٨] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ أَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ عِمْرَانَ

[488] حضرت ابن عباس اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جنت میں جھانکا تو دیکھا کہ اس میں اکثر نادار لوگ ہیں' پھر جہنم میں جھانکا تو اس میں اکثریت عورتوں کی دیکھی۔'' (بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے اور بخاری نے اسے

[486] جامع الترمذي، الزهد......، باب حديث: [ما الدنيا إلا كراكب استظل]، حديث: 2377.

[487] جامع الترمذي، الزهد......، باب ما جاء أن فقراء المهاجرين يدخلون الجنة قبل أغنيائهم، حديث: 2353.

[488] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة و أنها مخلوقة، حديث: 3241، و صحيح مسلم، الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء ......، حديث: 2738,2737.

ابْنِ الْحُصَيْنِ .

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① نبی ﷺ کو جنت اور دوزخ کا یہ مشاہدہ یا تو معراج کے موقع پر کرایا گیا' یا کشف کے ذریعے سے' جیسے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نماز کسوف میں آپ کو کشف کے ذریعے سے جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کرایا گیا۔ ② فقراء کی اکثریت اس لیے جنت میں جائے گی کہ وہ ایمان و عمل صالح کی پابندی مال داروں کے مقابلے میں زیادہ کرتے ہیں' جبکہ مال داروں کی اکثریت مال کے گھمنڈ میں ایمان و عمل کے تقاضوں کو اہمیت نہیں دیتی۔ اور عورتوں کے زیادہ جہنم میں جانے کی وجہ خود دوسری حدیث میں بیان کر دی گئی ہے کہ یہ آپس میں زیادہ لعن طعن اور خاوندوں کی ناشکری کرتی ہیں' اس لیے عورتوں کو ان کوتاہیوں کا ازالہ کرنا چاہیے۔

[٤٨٩] وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ، فَكَانَ عَامَّةَ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِينُ! وَأَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوسُونَ! غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[489] حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو (میں نے دیکھا کہ) اس میں داخل ہونے والے زیادہ مساکین ہیں اور مال دار لوگوں کو (حساب کے لیے) روکا ہوا تھا' البتہ جہنمیوں کو جہنم کی طرف لے جانے کا حکم دے دیا گیا تھا۔“ (بخاری و مسلم)

وَ[الْجَدُّ]: اَلْحَظُّ وَالْغِنٰى. وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُ هٰذَا الْحَدِيثِ فِي بَابِ فَضْلِ الضَّعَفَةِ [رقم: ٢٥٨].

اَلْجَدُّ: مال و دولت۔ اس حدیث کا بیان بَابُ فَضْلِ الضَّعَفَةِ میں بھی گزر چکا ہے۔ (ملاحظہ ہو، رقم: 258)

[٤٩٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا شَاعِرٌ كَلِمَةُ لَبِيدٍ:

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللهَ بَاطِلُ».

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[490] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی' وہ لبید (شاعر) کی بات ہے (اس نے کہا:) سنو! اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے باطل (بے حقیقت) ہے۔“ (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ اچھے شعر پڑھنا' کہنا اور ان سے استشہاد جائز ہے۔ ② اس شعر میں ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ والا مضمون بیان کیا گیا ہے جس سے آخرت کی زندگی کا دوام اور دنیا کی ناپائیداری کا اثبات ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہمیں آخرت کی طرف زیادہ توجہ رکھنی چاہیے۔

---

[489] صحيح البخاري، النكاح، باب:88، حديث:5196، وصحيح مسلم، الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء .....، حديث:2736.

[490] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب أيام الجاهلية، حديث:3841، وصحيح مسلم، الشعر، باب: في إنشاد الأشعار ......، حديث:2256.

[٥٦] بَابُ فَضْلِ الْجُوعِ وَخُشُونَةِ الْعَيْشِ وَالْاقْتِصَارِ عَلَى الْقَلِيلِ مِنَ الْمَأْكُولِ وَالْمَشْرُوبِ وَالْمَلْبُوسِ وَغَيْرِهَا مِنْ حُظُوظِ النَّفْسِ وَتَرْكِ الشَّهَوَاتِ

باب:56- فاقہ، تنگی اور کھانے پینے اور لباس وغیرہ نفسانی لذتوں میں قناعت اور مرغوب چیزیں ترک کر دینے کی فضیلت

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَوٰةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ○ إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَأُولَٰٓئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْـًٔا﴾ [مريم: ٥٩، ٦٠]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”پھر ان کے بعد کچھ نالائق لوگ ان کے جانشین ہوئے، وہ نماز کو ضائع کرتے اور خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، چنانچہ جلد ہی وہ جہنم کے عذاب سے دوچار ہوں گے۔ مگر جس نے توبہ کر لی، ایمان لایا اور عمل صالح کیے تو ایسے لوگ یقیناً جنت میں جائیں گے اور ان پر کچھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِۦ فِي زِينَتِهِۦ ۖ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَوٰةَ الدُّنْيَا يَٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ أُوتِيَ قَٰرُونُ إِنَّهُۥ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ○ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ ءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا﴾ [القصص: ٧٩، ٨٠]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”چنانچہ وہ (قارون) اپنے پورے کرّ وفر کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے آیا تو ان لوگوں نے جو دنیا کی زندگی کے طالب تھے، کہا: اے کاش! ہمیں بھی وہ مال اور ساز و سامان ملتا جو قارون کو دیا گیا ہے۔ بلاشبہ وہ تو بڑے نصیبے والا ہے۔ اور جنھیں (دین کا) علم دیا گیا تھا انھوں نے کہا: تمھارے لیے بربادی ہو! اللہ تعالیٰ کا بدلہ ان لوگوں کے لیے بہت بہتر ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے۔“

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ [التكاثر: ٨]

اور فرمایا: ”پھر تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔“

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿مَّن كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُۥ فِيهَا مَا نَشَآءُ لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُۥ جَهَنَّمَ يَصْلَىٰهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا﴾ [الإسراء: ١٨].

نیز فرمایا: ”جو دنیائے فانی کا ارادہ کرتا ہے ہم اسے دنیا میں ہی جتنا چاہیں گے اور جس کے لیے چاہیں گے، وہ دیں گے، پھر ہم اس کے لیے جہنم تجویز کریں گے وہ اس میں مذموم اور دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔“

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ.

اس موضوع پر آیات کثرت سے اور مشہور ہیں۔

فائدۂ آیات: مطلب یہ ہے کہ ہر طالب دنیا کو بھی دنیا اتنی نہیں ملتی جتنی اس کی خواہش ہوتی ہے بلکہ خواہش اور کوشش کے باوجود بھی اتنی ہی ملتی ہے جتنی اللہ کی مشیت ہوتی ہے۔ جب یہ معاملہ ہے تو کیوں نہ انسان صبر و قناعت سے کام لے اور اصل توجہ آخرت کی زندگی سنوارنے پر رکھے جو دائمی اور ہر لحاظ سے بہتر ہے۔

[٤٩١] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزِ شَعِيرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتّٰى قُبِضَ.

[491] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے گھر والوں نے جو کی روٹی بھی دو دن متواتر پیٹ بھر کر نہیں کھائی، حتی کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت محمد ﷺ کے گھر والوں نے، جب سے وہ مدینے آئے، تین دن متواتر گندم کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی، یہاں تک کہ آپ کی روح قبض کر لی گئی۔

فائدہ: اس میں نبی ﷺ کے زہد، استغنا و قناعت اور بے مثال سادگی کا بیان ہے۔ حتی کہ آخر میں جب آپ نے ازواج مطہرات ؓ کے لیے ایک سال کا نان نفقہ ذخیرہ کر کے رکھنا شروع کر دیا تھا، آپ کا یہی حال رہا اور آپ اسے ضرورت مندوں پر خرچ کر دیتے تھے، حتی کہ آپ کے پاس پھر کچھ نہ رہتا، اس لیے ازواج مطہرات ؓ کا یہ کہنا مبنی برحقیقت ہے کہ آل محمد نے دو دن مسلسل پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ ایک دن اگر پیٹ بھر کر کھا لیا تو دوسرے دن اس طرح کھانا نصیب نہ ہوتا اور یوں ہی نبی ﷺ کی رفاقت میں ان کی زندگی گزر گئی۔

[٤٩٢] وَعَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ: وَاللهِ! يَا ابْنَ أُخْتِي! إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ، ثُمَّ الْهِلَالِ، ثُمَّ الْهِلَالِ، ثَلَاثَةَ أَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ، وَمَا أُوقِدَ فِي أَبْيَاتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَارٌ، قُلْتُ: يَاخَالَةُ! فَمَا كَانَ يُعِيشُكُمْ؟ قَالَتْ: اَلْأَسْوَدَانِ: اَلتَّمْرُ وَالْمَاءُ، إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ جِيرَانٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ، وَكَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ وَكَانُوا يُرْسِلُونَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ أَلْبَانِهَا فَيَسْقِينَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[492] حضرت عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ ؓ فرمایا کرتی تھیں: اللہ کی قسم! اے میرے بھانجے! ہم چاند دیکھتے، پھر ایک چاند، پھر ایک (تیسرا) چاند، دو مہینے میں تین چاند، (لیکن) رسول ﷺ کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے کہا: خالہ جان! پھر آپ کا گزارہ کس چیز پر ہوتا تھا؟ انھوں نے فرمایا: دو سیاہ چیزوں، کھجور اور پانی پر۔ البتہ رسول ﷺ کے بعض پڑوسی انصار میں سے تھے جن کے پاس دودھ دینے والے جانور تھے، وہ رسول ﷺ کی خدمت میں (ہدیے کے طور پر) دودھ بھیج دیتے تھے، وہ آپ ہمیں (بھی) پلا دیتے۔ (بخاری و مسلم)

[491] صحيح البخاري، الأطعمة، باب ما كان النبي ﷺ وأصحابه يأكلون، حديث: 5416، وصحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب: (الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر)، حديث: 2970.

[492] صحيح البخاري، الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب فضل الهبة، حديث: 2567، وصحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب: (الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر)، حديث: 2972 واللفظ له.

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات شکوے کے طور پر بیان نہیں فرمائی بلکہ عبرت وموعظت کے لیے اسے بیان فرمایا تاکہ لوگ بھی دنیوی زندگی اس طرح سادگی کے ساتھ گزاریں۔ بالخصوص عورتیں اپنے خاوندوں کی حلال آمدنی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے گھر کا بجٹ (اخراجات کا گوشوارہ) تیار کریں اور خاوندوں پر زیادہ دباؤ نہ ڈالا کریں جس سے مجبور ہو کر وہ آمدنی کے حرام ذرائع اختیار کریں۔

[٤٩٣] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ شَاةٌ مَّصْلِيَّةٌ، فَدَعَوْهُ فَأَبَى أَنْ يَّأْكُلَ، وَقَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[493] حضرت ابوسعید مقبری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری تھی، چنانچہ انھوں نے ابوہریرہ کو بھی دعوت دی لیکن انھوں نے اسے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپ نے جو کی روٹی (بھی) پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ (بخاری)

[مَصْلِيَّةٌ]: بِفَتْحِ الْمِيمِ، أَيْ: مَشْوِيَّةٌ.

مَصْلِيَّةٌ: "میم" پر زبر۔ معنی ہیں: بھنی ہوئی۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا کتنا خیال رکھتے تھے حتی کہ شرعاً جن چیزوں میں آپ کی پیروی ضروری نہیں تھی، صحابہ ان میں بھی آپ کی پیروی اور اتباع کا اہتمام فرماتے۔ یہ اس غایت درجے کی محبت کا نتیجہ تھا جو صحابہ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھی۔ آج کل کے "عاشقان رسول" کی طرح وہ محبت کے محض زبانی کھوکھلے دعوے کرنے والے نہیں تھے، وہ سچی محبت کرنے والے تھے جس کا منطقی نتیجہ اتباع رسول ﷺ ہے۔ ② جن دعوتوں میں اسراف کا مظاہرہ ہو، جیسے بدقسمتی سے آج کل کی دعوتوں میں یہ اسراف عام ہے۔ (حتی کہ دین دار لوگوں کی دعوتیں بھی اس سے مستثنیٰ نہیں) ان میں شرکت سے انکار کر دینا چاہیے تاکہ اسراف وتبذیر کی حوصلہ شکنی ہو۔ ایسی دعوتوں میں شرکت سے گریز، دعوت کا انکار نہیں بلکہ شرعی اصولوں اور اقدار کی پاسبانی اور ان کا احترام کرنا ہے جو ایک نہایت مستحسن عمل ہے۔

[٤٩٤] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمْ يَأْكُلِ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى خِوَانٍ حَتَّى مَاتَ، وَمَا أَكَلَ خُبْزًا مُّرَقَّقًا حَتَّى مَاتَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[494] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے وفات تک چوکی (یا میز) پر کھانا نہیں کھایا (جیسا کہ خوشحال لوگوں کا شیوہ ہے) نہ باریک آٹے کی چپاتی کھائی، یہاں تک کہ آپ دنیا سے کوچ کر گئے۔ (بخاری)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: وَلَا رَأَى شَاةً سَمِيطًا بِعَيْنِهِ قَطُّ.

اور بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے: اور نہ آپ نے بھنی ہوئی بکری کبھی اپنی آنکھوں سے دیکھی۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ نے خوشحال لوگوں کے طور طریق نہیں اپنائے بلکہ سادہ معاشرت اختیار کی اور فقراء کا سا

[493] صحيح البخاري، الأطعمة، باب ما كان النبي ﷺ وأصحابه يأكلون، حديث: 5414.

[494] صحيح البخاري، الرقاق، باب فضل الفقر، حديث: 6450.

رہن سہن رکھا۔ اسی طرح خوش خوراکی اور شکم سیری کی بجائے بقدر کفاف خوراک (معمولی خوراک) پر قناعت کی۔ ﷺ۔

[٤٩٥] وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ ﷺ، وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[495] حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے تمھارے نبی (ﷺ) کو اس حال میں دیکھا کہ ردی کھجور بھی اتنی مقدار میں آپ کو میسر نہ تھی جس سے آپ اپنا پیٹ بھر لیتے۔ (مسلم)

[اَلدَّقَلُ]: تَمْرٌ رَدِيءٌ.

اَلدَّقَلُ: ردی کھجور/ادنیٰ قسم کی کھجور۔

[٤٩٦] وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّقِيَّ مِنْ حِينَ ابْتَعَثَهُ اللهُ تَعَالَى حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ تَعَالَى، فَقِيلَ لَهُ: هَلْ كَانَ لَكُمْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مَنَاخِلُ؟ قَالَ: مَا رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مُنْخُلًا مِنْ حِينَ ابْتَعَثَهُ اللهُ تَعَالَى حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ تَعَالَى، فَقِيلَ لَهُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَأْكُلُونَ الشَّعِيرَ غَيْرَ مَنْخُولٍ؟ قَالَ: كُنَّا نَطْحَنُهُ وَنَنْفُخُهُ، فَيَطِيرُ مَا طَارَ، وَمَا بَقِيَ ثَرَّيْنَاهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[496] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت (اعلان نبوت) سے اپنی وفات تک چھنے ہوئے صاف آٹے کی روٹی نہیں دیکھی۔ ان سے پوچھا گیا: تم لوگوں کے پاس رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چھلنیاں نہیں ہوتی تھیں؟ انھوں نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ نے اپنی نبوت سے اپنی وفات تک کوئی چھلنی نہیں دیکھی۔ پھر ان سے پوچھا گیا: تم لوگ بغیر چھنے ہوئے جو (کی روٹی) کیسے کھاتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: ہم جو کو پیستے' پھر اس میں پھونک مارتے' تو اس میں سے جو اڑتا' وہ اڑ جاتا اور جو باقی رہتا' اسے ہم گوندھ لیتے۔ (بخاری)

قَوْلُهُ: [اَلنَّقِيّ]: هُوَ بِفَتْحِ النُّونِ وَكَسْرِ الْقَافِ وَتَشْدِيدِ الْيَاءِ، وَهُوَ الْخُبْزُ الْحُوَّارٰى، وَهُوَ: الدَّرْمَكُ. قَوْلُهُ: [ثَرَّيْنَاهُ]: هُوَ بِثَاءٍ مُثَلَّثَةٍ، ثُمَّ رَاءٍ مُشَدَّدَةٍ، ثُمَّ يَاءٍ مُثَنَّاةٍ مِنْ تَحْتُ، ثُمَّ نُونٍ، أَيْ: بَلَلْنَاهُ وَعَجَنَّاهُ.

اَلنَّقِيّ: "نون" پر زبر "قاف" کے نیچے زیر اور "یا" مشدد۔ میدے کی روٹی۔ ثَرَّيْنَاهُ: "ثا" پھر "را" مشدد' پھر "یا" اور "نون" یعنی ہم اسے بھگوتے اور پھر آٹا گوندھ لیتے۔

[٤٩٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ أَوْ لَيْلَةٍ، فَإِذَا هُوَ

[497] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن یا ایک رات کو گھر سے باہر نکلے تو حضرت

[495] صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب: (الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر)، حديث: 2977.

[496] صحيح البخاري، الأطعمة، باب ما كان النبي ﷺ وأصحابه يأكلون، حديث: 5413.

[497] صحيح مسلم، الأشربة، باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاه بذلك......، حديث: 2038.

بِأَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: «مَا أَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ؟» قَالَا: اَلْجُوعُ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «وَأَنَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَأَخْرَجَنِي الَّذِي أَخْرَجَكُمَا، قُومَا.» فَقَامَا مَعَهُ، فَأَتٰى رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَإِذَا هُوَ لَيْسَ فِي بَيْتِهِ، فَلَمَّا رَأَتْهُ الْمَرْأَةُ قَالَتْ: مَرْحَبًا وَّأَهْلًا! فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَيْنَ فُلَانٌ؟» قَالَتْ: ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ، إِذْ جَاءَ الْأَنْصَارِيُّ، فَنَظَرَ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَصَاحِبَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، مَا أَحَدٌ الْيَوْمَ أَكْرَمَ أَضْيَافًا مِّنِّي، فَانْطَلَقَ فَجَاءَهُمْ بِعِذْقٍ فِيهِ بُسْرٌ وَّتَمْرٌ وَّرُطَبٌ، فَقَالَ: كُلُوا، وَأَخَذَ الْمُدْيَةَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِيَّاكَ! وَالْحَلُوبَ»، فَذَبَحَ لَهُمْ، فَأَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوا، فَلَمَّا أَنْ شَبِعُوا وَرَوُوا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِأَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَتُسْأَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، أَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُيُوتِكُمُ الْجُوعُ، ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوا حَتّٰى أَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيمُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے پوچھا: ''تمھیں اس وقت کس چیز نے باہر نکلنے پر مجبور کیا؟'' ان دونوں نے کہا: بھوک نے اے اللہ کے رسول! آپ نے ارشاد فرمایا: ''اس (اللہ) کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے بھی اسی چیز نے باہر نکالا ہے جس نے تمھیں باہر نکالا۔ چلو اٹھو۔'' چنانچہ وہ دونوں بھی آپ کے ساتھ چل کھڑے ہوئے۔ آپ ایک انصاری آدمی کے پاس آئے۔ وہ اس وقت گھر میں موجود نہیں تھا۔ جب اس کی بیوی نے آپ کو دیکھا تو کہا: خوش آمدید (مَرْحَبًا وَّأَهْلًا)۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''فلاں (انصاری) کہاں ہے؟'' اس نے جواب دیا: وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ انصاری آدمی بھی آ گیا۔ چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا اور پھر کہا: الحمدللہ! آج مجھ سے زیادہ معزز مہمانوں والا کوئی نہیں' پھر وہ گیا اور کھجور کا ایک خوشہ لایا جس میں گدری' خشک اور تر کھجوریں تھیں' اور کہا: کھائیں' اور خود اس نے چھری پکڑ لی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(دیکھو) دودھ دینے والی بکری ذبح کرنے سے بچنا۔'' چنانچہ اس نے ان کے لیے بکری ذبح کی۔ چنانچہ انھوں نے اس بکری کا گوشت کھایا اور اس خوشے سے کھجوریں کھائیں اور پانی پیا۔ جب وہ شکم سیر اور سیراب ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قیامت والے دن ان نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔ تمھیں بھوک نے تمھارے گھروں سے نکالا لیکن اب تم ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوکر اپنے گھروں کو لوٹ رہے ہو۔'' (مسلم)

قَوْلُهَا: [يَسْتَعْذِبُ]، أَيْ: يَطْلُبُ الْمَاءَ الْعَذْبَ، وَهُوَ الطَّيِّبُ. وَ[الْعِذْقُ]، بِكَسْرِ

يَسْتَعْذِبُ: میٹھا' یعنی پاکیزہ اور خوش گوار پانی طلب کرتا ہے۔ الْعِذْقُ: ''عین'' کے نیچے زیر اور ''ذال'' ساکن: ٹہنی'

الْعَيْنِ وَإِسْكَانِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ: وَهُوَ الْكِبَاسَةُ، وَهِيَ الْغُصْنُ. وَ[الْمُدْيَةُ] بِضَمِّ الْمِيمِ وَكَسْرِهَا: هِيَ السِّكِّينُ. وَ[الْحَلُوبُ]: ذَاتُ اللَّبَنِ. وَالسُّؤَالُ عَنْ هٰذَا النَّعِيمِ سُؤَالُ تَعْدِيدِ النِّعَمِ لَا سُؤَالُ تَوْبِيخٍ وَتَعْذِيبٍ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. وَهٰذَا الْأَنْصَارِيُّ الَّذِي أَتَوْهُ هُوَ أَبُو الْهَيْثَمِ بْنُ التَّيِّهَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، كَذَا جَاءَ مُبَيَّنًا فِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ وَغَيْرِهِ.

شاخ۔ اَلْمُدْيَةُ: ''میم'' پر پیش اور زیر' دونوں طرح جائز ہے۔ چھری۔ حَلُوبٌ کے معنی ہیں: دودھ والا جانور۔ ''ان نعمتوں کی بابت پوچھا جائے گا'' کا مطلب ہے: اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں گنوائے گا نہ کہ یہ ڈانٹ ڈپٹ اور عذاب کے لیے سوال ہوگا' واللّٰہ أعلم۔ اور یہ انصاری جس کے پاس آپ تشریف لے گئے تھے وہ ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی روایات میں صراحت ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس میں رسول اللہ ﷺ سمیت آپ کے جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس تنگ دستی کا ذکر ہے جس سے مسلمان ابتدائی دور میں اور ہجرت کے بعد گزرے۔ ② ایسے ساتھیوں کے پاس طلب ضیافت کے لیے جانا جائز ہے جن کے متعلق علم ہو کہ اس سے وہ خوش ہوں گے۔ ③ اس حدیث سے مہمان کی عزت افزائی اور اس کی آمد پر اللہ کا شکر ادا کرنے کی ترغیب ثابت ہوتی ہے۔ ④ گھر میں خاوند نہ ہو اور کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو' نیز خاوند کی واپسی بھی جلد ہی متوقع ہو تو عورت بھی اپنے خاوند کے مہمانوں کا استقبال کر سکتی اور انھیں خوش آمدید کہہ سکتی ہے۔

[٤٩٨] وَعَنْ خَالِدِ بْنِ عُمَيْرٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ: خَطَبَنَا عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ، وَكَانَ أَمِيرًا عَلَى الْبَصْرَةِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ آذَنَتْ بِصُرْمٍ، وَوَلَّتْ حَذَّاءَ، وَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْإِنَاءِ يَتَصَابُّهَا صَاحِبُهَا، وَإِنَّكُمْ مُنْتَقِلُونَ مِنْهَا إِلٰى دَارٍ لَا زَوَالَ لَهَا، فَانْتَقِلُوا بِخَيْرِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ، فَإِنَّهُ قَدْ ذُكِرَ لَنَا أَنَّ الْحَجَرَ يُلْقٰى مِنْ شَفِيرِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِي فِيهَا سَبْعِينَ عَامًا، لَا يُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا، وَاللّٰهِ! لَتُمْلَأَنَّ، أَفَعَجِبْتُمْ؟ وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا أَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ مَسِيرَةُ أَرْبَعِينَ عَامًا، وَلَيَأْتِيَنَّ عَلَيْهِ يَوْمٌ وَهُوَ كَظِيظٌ مِنَ الزِّحَامِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنِي سَابِعَ

[498] حضرت خالد بن عمیر عدوی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں عتبہ بن غزوان نے خطبہ دیا' اور یہ بصرہ کے گورنر تھے' انھوں نے پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی' پھر کہا: اما بعد! یقیناً دنیا نے اپنے فنا اور ختم ہونے کا اعلان کیا اور نہایت تیزی سے منہ پھیر چلی' اب دُرْدِ تہِ جام (تلچھٹ' یعنی برتن سے تیل یا پانی وغیرہ نکالنے کے بعد جو باقی رہ جائے) کی طرح اس کا بالکل تھوڑا سا حصہ رہ گیا ہے جسے برتن والا (آخر میں) پیتا (یا اسے سمیٹتا) ہے۔ اور تم اس (دنیائے فانی) سے ایسے گھر کی طرف منتقل ہونے والے ہو جسے زوال نہیں۔ چنانچہ تم اس کی طرف اپنے پاس موجود چیزوں میں سے سب سے بہتر چیز لے کر منتقل ہونا۔ اس لیے کہ ہمارے سامنے ذکر کیا گیا ہے کہ ایک پتھر جہنم کے کنارے سے ڈالا جائے گا تو وہ اس میں ستر

[498] صحیح مسلم، الزھد والرقائق، باب: (الدنیا سجن للمؤمن وجنۃ للکافر)، حدیث:2967۔

سَبْعَةٍ مَّعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ، حَتَّى قَرِحَتْ أَشْدَاقُنَا، فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَشَقَقْتُهَا بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ، فَاتَّزَرْتُ بِنِصْفِهَا، وَاتَّزَرَ سَعْدٌ بِنِصْفِهَا، فَمَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا أَصْبَحَ أَمِيرًا عَلَى مِصْرٍ مِّنَ الْأَمْصَارِ، وَإِنِّي أَعُوذُ بِاللهِ أَنْ أَكُونَ فِي نَفْسِي عَظِيمًا، وَعِنْدَ اللهِ صَغِيرًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

سال تک گرتا رہے گا' پھر بھی اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ پائے گا۔ اللہ کی قسم! وہ جہنم آدمیوں سے بھر دی جائے گی۔ کیا تمھیں (اس پر) حیرت ہے؟ اور یہ (بھی) ہمارے لیے ذکر کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کے ایک پٹ سے دوسرے پٹ تک کی چوڑائی چالیس سال کی مسافت کے برابر ہے اور اس پر بھی یقیناً ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ انسانوں کے ہجوم اور بھیڑ سے بھری ہوگی۔ اور تحقیق میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (ابتدا میں) سات آدمیوں میں سے ساتواں آدمی دیکھا' (ہمارا حال اس وقت یہ تھا کہ) ہمارے پاس کھانے کے لیے درخت کے پتوں کے علاوہ کچھ نہ ہوتا (جنھیں کھاتے کھاتے) ہماری باچھیں زخمی ہوگئیں۔ (انھی ایام میں) مجھے ایک چادر مل گئی تو میں نے اسے اپنے اور سعد بن مالک (سعد بن ابی وقاص) کے درمیان پھاڑ کر دو حصوں میں (یعنی آدھا آدھا) کرلیا' چنانچہ اس کے آدھے حصے کی میں نے ازار باندھ لی اور آدھے کی حضرت سعد نے۔ (ازار اس کپڑے یا چادر کو کہتے ہیں جو شلوار اور تہ بند وغیرہ کی طرح نچلے حصے پر باندھی جاتی تھی) لیکن آج ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی شہر کا حاکم بنا ہوا ہے اور میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے دل میں تو بڑا ہوں اور اللہ کے ہاں چھوٹا ہوں۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: [آذَنَتْ]: هُوَ بِمَدِّ الْأَلِفِ، أَيْ: أَعْلَمَتْ. قَوْلُهُ: [بِصُرْمٍ]: هُوَ بِضَمِّ الصَّادِ، أَيْ: بِانْقِطَاعِهَا وَفَنَائِهَا. وَقَوْلُهُ: [وَوَلَّتْ حَذَّاءَ]: هُوَ بِحَاءٍ مُهْمَلَةٍ مَفْتُوحَةٍ، ثُمَّ ذَالٍ مُعْجَمَةٍ مُشَدَّدَةٍ، ثُمَّ أَلِفٍ مَمْدُودَةٍ، أَيْ: سَرِيعَةً. وَ[الصُّبَابَةُ]: بِضَمِّ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ: وَهِيَ الْبَقِيَّةُ الْيَسِيرَةُ. وَقَوْلُهُ: [يَتَصَابُّهَا]: هُوَ بِتَشْدِيدِ الْبَاءِ قَبْلَ الْهَاءِ، أَيْ: يَجْمَعُهَا.

آذَنَتْ: ''الف'' پر مد۔ اعلان کیا' آگاہ کیا۔ صُرْمٌ: ''صاد'' پر پیش۔ فنا اور ختم ہونا۔ وَلَّتْ حَذَّاءَ: ''حا'' پر زبر' ''ذال'' پر شد' پھر ''الف'' ممدودہ۔ تیزی سے۔ اَلصُّبَابَةُ: ''صاد'' پر پیش۔ بچا ہوا تھوڑا سا حصہ (جو برتن میں رہ جاتا ہے)۔ يَتَصَابُّهَا: ''ہا'' سے پہلے بائے مشدد۔ اسے سمیٹتا' جمع کرتا ہے۔ اَلْكَظِيظُ: بہت بھرا ہوا۔ قَرِحَتْ: ''قاف'' پر زبر اور ''را'' کے نیچے زیر' یعنی اس میں زخم ہوگئے۔

وَ[الْكَظِيظُ]: اَلْكَثِيرُ الْمُمْتَلِئُ. وَقَوْلُهُ:
[قَرِحَتْ]: هُوَ بِفَتْحِ الْقَافِ وَكَسْرِ الرَّاءِ، أَيْ:
صَارَتْ فِيهَا قُرُوحٌ.

فوائد ومسائل: ① اس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ناداری اور تنگدستی کے علاوہ حسب ذیل فوائد کا بیان ہے: ② آخرت کی یاد دہانی اور عذاب جہنم سے ڈرانے کا بیان۔ ③ دنیا کے نہایت تیزی سے فنا و زوال پذیر ہو جانے کی وضاحت۔ ④ جنت اور دوزخ، دونوں کی وسعت وعظمت کا بیان۔ ⑤ بعد میں صحابہ کو حاصل ہونے والی خوشحالی کا تذکرہ جس سے اللہ کے اس وعدے کی تکمیل ہوئی کہ وہ انھیں دنیا میں اقتدار و تمکن عطا فرمائے گا۔ ⑥ صحابہ کے اخلاق کریمانہ کا بیان کہ اختیار و اقتدار سے بہرہ ور ہونے کے باوجود ان میں کوئی بڑائی، رعونت اور نخوت پیدا نہیں ہوئی بلکہ عاجزی اور تواضع ہی ان کا شعار رہا اور غرور نفس سے اللہ کی پناہ کے طالب رہے۔ ⑦ اللہ کے ہاں بڑا ہونے کی آرزو، نہ کہ محض لوگوں کی نظروں میں بڑا ہو جانا۔

راویٔ حدیث: [حضرت خالد بن عمیر عدوی رحمہ اللہ] خالد بن عمیر عدوی بصری۔ یہ تابعی ہیں۔ عتبہ بن غزوان سے روایات لیتے ہیں۔ حمید بن ہلال وغیرہ ان سے روایات بیان کرتے ہیں۔ امام ابن حبان نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔

[٤٩٩] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَخْرَجَتْ لَنَا عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كِسَاءً وَإِزَارًا غَلِيظًا، قَالَتْ: قُبِضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي هٰذَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[499] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں (اوپر لینے والی) چادر اور (نیچے لینے والی) موٹی چادر نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ان دو چادروں میں ہوئی۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے محض خوراک ہی میں قناعت سے کام نہیں لیا بلکہ لباس اور دیگر اسباب دنیا میں بھی آپ نے کم سے کم لباس اور سامان کے ساتھ گزارہ کیا۔ ﷺ۔ اگر ہم بھی یہی طریقہ اپنائیں تو بہت سی مشکلات اور پریشانیوں سے بچ سکتے ہیں۔

[٥٠٠] وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنِّي لَأَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَلَقَدْ كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الْحُبْلَةِ، وَهٰذَا السَّمُرُ، حَتّٰى إِنْ كَانَ أَحَدُنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ مَا لَهُ خَلْطٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[500] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں عرب میں پہلا آدمی ہوں جس نے اللہ کے راستے میں تیر اندازی کی اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرتے تھے (اور ہمارا حال یہ تھا کہ) ہمارے پاس کھانے کے لیے حُبْلَہ (ایک جنگلی درخت) اور اس کیکر

[499] صحيح البخاري، اللباس، باب الأكسية و الخمائص، حديث:5818، وصحيح مسلم، اللباس، باب التواضع في اللباس.....، حديث:2080.

[500] صحيح البخاري، الرقاق، باب كيف كان عيش النبي ﷺ و أصحابه وتخليهم عن الدنيا؟، حديث:6453، وصحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب: (الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر)، حديث:2966.

کے درخت کے پتوں کے سوا کچھ نہ تھا' یہاں تک کہ ہمارا ایک آدمی اس طرح قضائے حاجت کرتا جس طرح بکری (مینگنیاں) کرتی ہے وہ (خشکی کی وجہ سے) ملی ہوئی نہ ہوتی۔ (بخاری ومسلم)

[اَلْحُبْلَةِ]: بِضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَإِسْكَانِ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ: وَهِيَ وَالسَّمُرُ نَوْعَانِ مَعْرُوفَانِ مِنْ شَجَرِ الْبَادِيَةِ.

اَلْحُبْلَةُ: "حا" پر پیش اور "با" ساکن۔ یہ اور اَلسَّمُرُ: کیکر دونوں جنگل کے معروف درخت ہیں۔

فوائد ومسائل: ① اس میں اللہ کی نعمتوں کے بیان کرنے کا اور گزشتہ تنگیوں کے ذکر کرنے کا جواز ہے' بشرطیکہ شکوے کے طور پر نہ ہو۔ ② اس میں سامان خوراک کے نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صحابہ جہاد میں جاتے وقت سامان خوراک کا بندوبست نہیں کرتے تھے بلکہ مقصد وسائل کی کمی بیان کرنا ہے کہ اتنا سامان خوراک ساتھ نہیں ہوتا تھا کہ وہ اختتام جنگ تک کفایت کر جائے' نہ پیچھے سے سپلائی کا کوئی انتظام تھا کہ طلب کے مطابق رسد کا اہتمام ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ بالآخر جنگل کے درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرنا پڑتا۔

[٥٠١] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَللّٰهُمَّ! اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[501] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! محمد (ﷺ) کے گھر والوں کو صرف اتنی روزی دے جس سے ان کے جسم کا رشتہ برقرار رہ سکے۔" (بخاری ومسلم)

قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ وَالْغَرِيبِ: مَعْنَى [قُوتًا]، أَيْ: مَا يَسُدُّ الرَّمَقَ.

اہل لغت اور مشکل الفاظ کے معانی بیان کرنے والوں نے کہا ہے: قُوتًا کے معنی ہیں: اتنی خوراک جو انسان کو مرنے نہ دے اور جسم وجان کے رشتے' یعنی سانس کو برقرار رکھے۔ (یعنی بقدر کفاف روزی' نہ بالکل کم' جس سے بھوک بھی نہ مٹے' نہ زیادہ کہ خوب سیر ہو کر کھایا جائے۔)

فوائد ومسائل: ① انبیاء ؊ کی بعثت کا مقصد ہی چونکہ یہ ہوتا تھا کہ وہ لوگوں کو دنیا کے مشاغل' ہنگاموں اور زیب و زینت سے ہٹا کر آخرت کی طرف متوجہ کریں' اس لیے وہ دنیوی آلائشوں اور اس کی آرائش وآسائش سے بچ کر رہنا پسند کرتے تھے تاکہ کوئی اس اعتبار سے ان پر حرف گیری نہ کر سکے جس سے ان کا مقصد بعثت متاثر ہو۔ اس لیے رسول اللہ

[501] صحیح البخاري، الرقاق، باب کیف کان عیش النبي ﷺ وأصحابه وتخلیهم عن الدنیا، حدیث: 6460، وصحیح مسلم، الزکاة، باب في الکفاف والقناعة، حدیث: 1055.

ﷺ نے بھی اپنے لیے مذکورہ دعا فرمائی۔② اس میں علماء وداعیان دین کے لیے بھی نصیحت ہے کہ ان کی زندگیاں بھی سادگی کا نمونہ اور تکلفات دنیوی سے پاک ہونی چاہئیں تا کہ کوئی انھیں ''خود را فضیحت دیگراں را نصیحت'' کا مصداق قرار نہ دے۔ اور اگر اللہ انھیں مال و دولت سے نواز ہی دے تو انھیں وہ کردار ادا کرنا چاہیے جو مال دار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پیش کیا، تاہم مال و دولت کا زیادہ سے زیادہ حصول ان کا مقصد زندگی ہونا چاہیے نہ اس کے لیے ہر قسم کا حربہ اور ہتھکنڈا ہی انھیں اختیار کرنا چاہیے۔

[٥٠٢] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: وَاللهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ! إِنْ كُنْتُ لَأَعْتَمِدُ بِكَبِدِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْجُوعِ، وَإِنْ كُنْتُ لَأَشُدُّ الْحَجَرَ عَلَى بَطْنِي مِنَ الْجُوعِ، وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْمًا عَلَى طَرِيقِهِمُ الَّذِي يَخْرُجُونَ مِنْهُ، فَمَرَّ أَبُوبَكْرٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللهِ، مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِيُشْبِعَنِي، فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ، ثُمَّ مَرَّ بِي عُمَرُ فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللهِ، مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِيُشْبِعَنِي، فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ، فَمَرَّ بِيَ النَّبِيُّ ﷺ فَتَبَسَّمَ حِينَ رَآنِي، وَعَرَفَ مَا فِي وَجْهِي وَمَا فِي نَفْسِي، ثُمَّ قَالَ: **«أَبَا هِرٍّ!»** قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: **«اِلْحَقْ»** وَمَضٰى فَاتَّبَعْتُهُ، فَدَخَلَ فَاسْتَأْذَنُ، فَأَذِنَ لِي فَدَخَلْتُ، فَوَجَدَ لَبَنًا فِي قَدَحٍ، فَقَالَ **«مِنْ أَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ؟»** قَالُوا: أَهْدَاهُ لَكَ فُلَانٌ - أَوْ فُلَانَةٌ - قَالَ: **«أَبَا هِرٍّ!»** قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: **«اِلْحَقْ إِلٰى أَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِي»**. قَالَ: وَأَهْلُ الصُّفَّةِ أَضْيَافُ الْإِسْلَامِ، لَا يَأْوُونَ عَلٰى أَهْلٍ، وَلَا مَالٍ، وَلَا عَلٰى أَحَدٍ، وَكَانَ إِذَا أَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا إِلَيْهِمْ، وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا، وَإِذَا أَتَتْهُ هَدِيَّةٌ أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ، وَأَصَابَ مِنْهَا،

[502] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! میں اپنا پیٹ بھوک کی شدت سے زمین پر ٹیک دیتا تھا اور (اسی طرح بعض دفعہ) بھوک کی شدت سے میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ ایک روز میں اس راستے پر بیٹھ گیا جہاں سے لوگ گزرتے تھے، چنانچہ ابوبکر صدیق (میرے پاس سے) گزرے تو میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے متعلق پوچھا۔ میں نے تو ان سے اس لیے پوچھا تھا کہ وہ مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیں، لیکن وہ گزر ہی گئے اور کچھ نہ کیا۔ پھر میرے پاس سے عمر فاروق گزرے تو میں نے ان سے قرآن مجید کی ایک آیت کے متعلق پوچھا۔ میں نے تو ان سے بھی اسی لیے پوچھا تھا کہ وہ مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیں، لیکن وہ بھی گزر گئے اور انھوں نے بھی کچھ نہ کیا۔ پھر میرے پاس سے نبی ﷺ گزرے تو آپ نے جس وقت مجھے دیکھا آپ مسکرائے اور میرے چہرے اور دل کی کیفیت کو جان گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''ابوہریرہ!'' میں نے کہا: حاضر اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''ساتھ آؤ۔'' اور آپ چل پڑے۔ میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا۔ آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ میں نے اجازت طلب کی تو مجھے بھی اجازت مرحمت فرما دی اور میں بھی اندر چلا گیا۔ وہاں آپ نے دودھ کا ایک پیالہ پایا۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''یہ دودھ کہاں سے آیا؟'' گھر

[502] صحيح البخاري، الرقاق، باب كيف كان عيش النبي ﷺ وأصحابه......، حديث:6452.

وَأَشْرَكَهُمْ فِيهَا، فَسَاءَنِي ذٰلِكَ فَقُلْتُ: وَمَا هٰذَا اللَّبَنُ فِي أَهْلِ الصُّفَّةِ! كُنْتُ أَحَقَّ أَنْ أُصِيبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً أَتَقَوّٰى بِهَا. فَإِذَا جَاؤُوا وَأَمَرَنِي فَكُنْتُ أَنَا أُعْطِيهِمْ، وَمَا عَسٰى أَنْ يَبْلُغَنِي مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ، وَلَمْ يَكُنْ مِّنْ طَاعَةِ اللهِ وَطَاعَةِ رَسُولِهِ ﷺ بُدٌّ. فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ، فَأَقْبَلُوا وَاسْتَأْذَنُوا، فَأَذِنَ لَهُمْ وَأَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ مِّنَ الْبَيْتِ. قَالَ: «يَاأَبَا هِرٍّ!» قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «**خُذْ فَأَعْطِهِمْ**». قَالَ: فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ، فَجَعَلْتُ أُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ، فَأُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ، فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ، حَتّٰى انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَقَدْ رَوِيَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ، فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلٰى يَدِهِ، فَنَظَرَ إِلَيَّ فَتَبَسَّمَ، فَقَالَ: «أَبَا هِرٍّ!» قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «**بَقِيتُ أَنَا وَأَنْتَ**» قُلْتُ: صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «**أُقْعُدْ فَاشْرَبْ**». فَقَعَدْتُ فَشَرِبْتُ. فَقَالَ: «**إِشْرَبْ**». فَشَرِبْتُ، فَمَا زَالَ يَقُولُ: «**إِشْرَبْ**» حَتّٰى قُلْتُ: لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا! قَالَ: «**فَأَرِنِي**». فَأَعْطَيْتُهُ الْقَدَحَ، فَحَمِدَ اللهَ تَعَالٰى، وَسَمّٰى وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

والوں نے کہا: فلاں مرد یا فلاں عورت نے آپ کے لیے ہدیہ بھیجا ہے۔آپ نے فرمایا: ''ابو ہریرہ!'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول (فرمائیے) حاضر ہوں۔آپ نے فرمایا: ''اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انھیں میرے پاس بلا لاؤ۔'' حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں: اہل صفہ (درس گاہ نبوی کے طلباء) اسلام کے مہمان تھے۔ان کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا' گھر بار تھا نہ کوئی مال اور نہ کسی اور کا سہارا۔جب کبھی نبی ﷺ کے پاس صدقے کی کوئی چیز آتی تو آپ ان کی طرف بھیج دیتے۔آپ خود اس میں سے کچھ نہ لیتے۔اور جب آپ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو آپ انھیں بلا بھیجتے اور خود بھی اسے استعمال فرماتے اور انھیں بھی اس میں شریک فرماتے۔(چنانچہ اپنی اس عادت مبارکہ کے مطابق جب آپ نے فرمایا: ''اہل صفہ کو بلا لاؤ'') تو آپ کی یہ بات مجھے ناگوار سی گزری (کہ ایک پیالہ دودھ ہے اور میں بھوک کی شدت سے نڈھال ہوں اور آپ مجھے پلانے کی بجائے فرما رہے ہیں کہ اہل صفہ کو بلا لاؤ۔) میں نے (دل میں) کہا: اس دودھ سے اہل صفہ کا کیا بنے گا! میں اس بات کا زیادہ حق دار ہوں کہ میں اتنا پی لوں جس سے میں طاقت حاصل کر لوں۔چنانچہ جب وہ آئیں گے تو آپ مجھے ہی حکم دیں گے کہ میں انھیں دوں' اور مجھے امید نہیں کہ اس دودھ کا کچھ حصہ مجھے بھی ملے۔لیکن اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بغیر چارہ نہیں۔چنانچہ (آپ کے فرمان کے مطابق) میں ان (اہل صفہ رضی اللہ عنہم) کے پاس آیا اور انھیں بلایا' تو وہ سب آئے اور اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی۔آپ نے انھیں اجازت دے دی اور وہ گھر میں اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔آپ نے ارشاد فرمایا: ''اے ابوہریرہ!'' میں نے کہا: حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''یہ پیالہ پکڑو اور انھیں دو (باری باری پیش کرو)۔'' چنانچہ میں

نے پیالہ لیا اور ایک ایک آدمی کو دینے لگا۔ ایک کو دیتا' تو وہ پیتا یہاں تک کہ سیراب ہو جاتا' پھر وہ پیالہ مجھے لوٹا دیتا' میں وہ دوسرے کو دیتا' پس وہ پیتا حتی کہ سیراب ہو جاتا' پھر وہ پیالہ مجھے لوٹا دیتا' پھر (اگلا آدمی) پیتا اور سیراب ہو کر مجھے واپس لوٹا دیتا' یہاں تک میں نبی ﷺ تک پہنچ گیا اور سب لوگ پی کر سیراب ہو چکے تھے۔ آپ نے پیالہ پکڑا اور اسے اپنے ہاتھ پر رکھا اور پھر میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: ''اے ابوہریرہ!'' میں نے کہا: حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''اب میں اور تم ہی باقی رہ گئے۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے سچ کہا۔ آپ نے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ اور پیو۔'' چنانچہ میں بیٹھ گیا اور دودھ پیا۔ آپ نے فرمایا: ''(اور) پیو!'' میں نے پھر پیا۔ پھر آپ یہی فرماتے رہے ''پیو!'' (اور میں پیتا رہا) یہاں تک کہ میں نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! اب میں کوئی گنجائش اس کے لیے اپنے اندر نہیں پاتا۔ آپ نے فرمایا: ''اچھا مجھے دکھاؤ۔'' چنانچہ وہ پیالہ میں نے آپ کو دے دیا۔ تو آپ نے اللہ کی حمد کی اور اس کا نام لیا اور (سب کا) بچا دودھ پی لیا۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس میں معجزۂ نبوی (علیہ الصلاۃ والسلام) کے علاوہ اصحاب صفہ کے ساتھ آپ کی محبت اور ان کا خیال رکھنے کا بیان ہے۔ ② نبی ﷺ صدقے کی چیز نہیں کھاتے تھے، تاہم ہدیے کی چیز کھا لیتے۔ ③ آپ ہدیے میں بھی دوسروں کو شریک فرماتے۔ ④ مسلمان کا بچا ہوا کھانا پینا جائز ہے' جیسے اس واقعے میں ہے۔ ⑤ مہمان کو مزید کھانے پینے کے لیے کہنے کا استحباب۔ ⑥ اگر میسر ہو تو خوب سیر ہو کر کھانا پینا بھی جائز ہے۔ خاص طور پر غریب اور بھوکے ننگے کو شکم سیر کرنا مستحب ہے۔

[٥٠٣] وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَأَخِرُّ فِيمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا مَغْشِيًّا عَلَيَّ، فَيَجِيءُ

[503] محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا یہ حال ہوتا کہ میں منبر رسول ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے درمیان بے ہوش ہو کر گر پڑتا' تو آنے والا آتا اور اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ دیتا اور خیال کرتا

[503] صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما ذكر النبي ﷺ وحض على اتفاق أهل العلم……، حديث:7324.

الْجَانِي، فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِي، وَيَرَى أَنِّي مَجْنُونٌ وَمَا بِي مِنْ جُنُونٍ، مَا بِي إِلَّا الْجُوعُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کہ میں دیوانہ ہوں حالانکہ مجھے کوئی دیوانگی نہیں تھی۔ صرف بھوک تھی (جس کی شدت سے مجھے غشی آ جاتی)۔ (بخاری)

فائدہ: گردن پر پیر رکھنے کا مقصد تحقیر و تنقیص نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ عام خیال تھا کہ اس طرح بے ہوش آدمی ہوش میں آ جاتا ہے۔ اس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ابتدائی تنگی کے ذکر کے علاوہ ان کی خودداری اور صبر و قناعت کا بھی بیان ہے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ.

راویٔ حدیث: [حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ] یہ تابعی ہیں۔ ان سے ان کے مولیٰ انس بن مالک، زید بن ثابت، عمران بن حصین، ابوہریرہ اور عائشہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کی روایات منقول ہیں۔ یہ صوم داوی پر کار بند رہتے تھے۔ عابد اور زاہد شخصیت تھی۔ ابن سعد ان کے بارے میں رقمطراز ہیں: ''محمد بن سیرین ثقہ، مامون، بہت اونچے، بڑے مرتبے والے، کثیر العلم، فقیہ اور امام تھے۔'' 110 ہجری میں فوت ہوئے۔

[٥٠٤] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ فِي ثَلَاثِينَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[504] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس 30 صاع جَو کے بدلے میں گروی رکھی ہوئی تھی۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں نبی ﷺ کے زہد کے بیان کے علاوہ اہل کتاب سے ادھار وغیرہ کا معاملہ کرنے کا جواز ہے۔ آپ نے اصحاب ثروت صحابہ کی بجائے ایک یہودی سے قرض اسی جواز کی وضاحت کے لیے لیا، یا اس لیے کہ صحابہ آپ سے کوئی معاوضہ یا رقم واپس لینا پسند نہ فرماتے جبکہ آپ کی طبع غیور کو یہ پسند نہیں تھا۔

[٥٠٥] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: رَهَنَ النَّبِيُّ ﷺ دِرْعَهُ بِشَعِيرٍ، وَمَشَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِخُبْزِ شَعِيرٍ، وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: «مَا أَصْبَحَ لِآلِ مُحَمَّدٍ صَاعٌ وَّلَا أَمْسَى» وَإِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ أَبْيَاتٍ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[505] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی زرہ جو کے بدلے میں گروی رکھی۔ اور میں آپ کے پاس جو کی روٹی اور پگھلی ہوئی چربی، جس میں کچھ تغیر آ چکا تھا، لے کر گیا اور میں نے آپ کی زبان مبارک سے یہ فرماتے ہوئے سنا: ''محمد (ﷺ) کے گھر والوں کے پاس صبح اور شام کو ایک صاع خوراک بھی نہیں ہوتی۔'' حالانکہ وہ نو (9) گھر تھے۔ (بخاری)

[الْإِهَالَةُ]: بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ: اَلشَّحْمُ الذَّائِبُ.

إهالۃ: ''ہمزہ'' کے نیچے زیر۔ پگھلی ہوئی چربی۔

[504] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب ما قيل في درع النبي ﷺ والقميص في الحرب، حديث: 2916، و صحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب الرهن و جوازه في الحضر كالسفر، حديث: 1603.

[505] صحيح البخاري، الرهن في الحضر، باب في الرهن في الحضر......، حديث: 2508.

وَ[السَّنِخَةُ]: بِالنُّونِ وَالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ، وَهِيَ: الْمُتَغَيِّرَةُ.

اَلسَّنِخَۃ: ''نون'' اور ''خا'' کے ساتھ۔ جس میں تغیر آ چکا ہو۔

[٥٠٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ، مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، إِمَّا إِزَارٌ وَإِمَّا كِسَاءٌ، قَدْ رَبَطُوا فِي أَعْنَاقِهِمْ، مِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ، فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرَى عَوْرَتُهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[506] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ستر اہل صفہ کو دیکھا' ان میں سے کسی کے پاس اوپر نیچے کے لیے پورا کپڑا نہیں تھا۔ کسی کے پاس ازار (تہ بند وغیرہ) تھا یا (کسی کے پاس) صرف (اوپر لینے والی) چادر' جسے وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے۔ وہ کسی کی آدھی پنڈلیوں تک پہنچتی اور کسی کے ٹخنوں تک' چنانچہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے سمیٹ کر رکھتا کہ کہیں اس کے پردے والی جگہ ننگی نہ ہو جائے۔

فائدہ: یہ روایت اس سے ماقبل باب (حدیث نمبر 469) میں گزر چکی ہے۔

[٥٠٧] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ فِرَاشُ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهُ لِيفٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[507] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی تیلی چھال بھری ہوئی تھی۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① ان احادیث میں نبی ﷺ کی سادگی کا جو نمونہ ملتا ہے وہ آج کل کی پرتکلف معاشرت سے کس قدر مختلف ہے جسے مسلمانوں نے بھی اپنا لیا ہے۔ کاش! مسلمان اپنے پیغمبر کی سادگی کو اختیار کریں۔ ② نرم گداز بستر انسان کو غافل کر دیتا ہے اور رات کو اٹھنا بھی نہایت گراں گزرتا ہے' پھر نرم بستر پر نیند بھی زیادہ گہری آتی ہے۔

[٥٠٨] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَدْبَرَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا أَخَا الْأَنْصَارِ! كَيْفَ أَخِي سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ؟» فَقَالَ: صَالِحٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ يَعُودُهُ مِنْكُمْ؟»، فَقَامَ وَقُمْنَا مَعَهُ وَنَحْنُ بِضْعَةَ عَشَرَ، مَا عَلَيْنَا نِعَالٌ، وَلَا خِفَافٌ، وَلَا قَلَانِسُ، وَلَا قُمُصٌ، نَمْشِي فِي

[508] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک انصاری آدمی آیا اور آپ کو سلام کیا' پھر وہ واپس جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے انصار کے بھائی! میرے بھائی سعد بن عبادہ کا کیا حال ہے؟'' اس نے کہا: ٹھیک ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ان کی عیادت کے لیے تیار ہے؟'' چنانچہ آپ کھڑے ہو گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور ہم دس سے کچھ اوپر تھے۔ ہمارے

[506] صحيح البخاري، الصلاة، باب نوم الرجال في المسجد، حديث:442.

[507] صحيح البخاري، الرقاق، باب كيف كان عيش النبي ﷺ وأصحابه و تخليهم عن الدنيا، حديث: 6456.

[508] صحيح مسلم، الجنائز، باب في عيادة المرضى، حديث:925.

تِلْكَ السِّبَاخِ، حَتَّى جِئْنَاهُ، فَاسْتَأْخَرَ قَوْمُهُ مِنْ حَوْلِهِ، حَتَّى دَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ الَّذِينَ مَعَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

پاس جوتے تھے نہ موزے' ٹوپیاں تھیں نہ قمیصیں۔ اس شور یلی زمین میں ہم پیدل چل رہے تھے' یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچ گئے۔ چنانچہ ان کے گھر والے' ان کے پاس سے پیچھے ہٹ گئے' یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ' جو آپ کے ساتھ تھے' وہ ان کے قریب ہوگئے۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی جو کیفیت بیان کی ہے' اس کی مناسبت باب سے واضح ہے کہ ان میں کس قدر غربت اور سادگی تھی۔ ② دوسرا نکتہ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی کہا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کے ساتھ آپ کا ایک رشتہ دینی اخوت کا بھی ہے۔ ③ جگہ تنگ ہو تو گھر والوں کو چاہیے کہ مزاج پرسی کے لیے آنے والوں کے لیے جگہ خالی کر دیں تا کہ وہ مریض کے پاس چند لمحات بیٹھ کر مریض کی عیادت کر لیں۔

[٥٠٩] وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «خَيْرُكُمْ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ»، قَالَ عِمْرَانُ: فَمَا أَدْرِي قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا «ثُمَّ يَكُونُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ، وَيَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمَنُونَ، وَيَنْذِرُونَ وَلَا يُوفُونَ، وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[509] حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے زمانے میں (میرے ہم عصر) ہیں' پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے (یعنی تابعین)' پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے (یعنی تبع تابعین)۔'' حضرت عمران فرماتے ہیں: مجھے یاد نہیں رہا کہ آپ نے [ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ] دو مرتبہ فرمایا تھا یا تین مرتبہ' پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو گواہی دیں گے' حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی اور وہ خیانت کریں گے' امانت دار نہیں ہوں گے' نذریں مانیں گے اور انھیں پورا نہیں کریں گے' اور ان میں (دنیوی لذتوں میں رغبت کی وجہ سے) موٹاپا ظاہر ہوگا۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں تین زمانوں کو خیر القرون (سب سے بہتر زمانے' بہ تفاوت درجات) کہا گیا ہے۔ ایک عہد رسالت یا عہد صحابہ۔ دوسرا عہد تابعین۔ تیسرا عہد تبع تابعین جو 220 ہجری تک رہا۔ اس میں بہ حیثیت مجموعی خیر اور دین کا غلبہ رہا۔ بدعات کا ظہور نہیں ہوا اور لوگوں میں دین پر عمل کرنے کا جذبہ قوی اور توانا رہا۔ اس کے بعد بہ تدریج ان تمام چیزوں میں کمی آتی گئی حتی کہ ہر آنے والا دور' اپنے پہلے دور سے بدتر واقع ہو رہا ہے۔ ② علاوہ ازیں اب عمل و کردار کی

[509] صحيح البخاري، الشهادات، باب لايشهد على شهادة جور إذا أشهد، حديث:2651، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم......، حديث:2535.

کوتاہیوں نے جس طرح مسلمانوں کی امتیازی حیثیت کو ختم کر دیا اور بدعات کی کثرت اور فقہی موشگافیوں نے اسلام کے روئے آبدار کو مسخ کر دیا ہے' وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اب مسلمانوں کی اکثریت میں مسلمانہ اخلاق و کردار ہے نہ وہ عقائد جو قرآن و حدیث میں بیان کیے گئے ہیں۔ فالی اللّٰہ المُشتکیٰ.

[٥١٠] وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَّكَ، وَأَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَّكَ، وَلَا تُلَامُ عَلَى كَفَافٍ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[510] حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے فرزند آدم! اگر تو زائد از ضرورت مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو تیرے لیے بہتر ہوگا' اور اگر تو اسے روکے گا تو تیرے لیے برا ہوگا۔ اور برابر سرابر مال پر تو ملامت کے لائق نہیں ہوگا۔ اور (خرچ کرنے کی) ابتدا ان لوگوں سے کر جن کے اخراجات زندگی کا ذمے دار تو ہے۔''
(اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں جہاں اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورت کے مطابق مال رکھنے کی اجازت بلکہ تاکید اور حکم ہے وہاں دوسری طرف ضرورت سے زائد مال کو ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کا استحباب بھی ہے۔ ② مال کے روکے رکھنے کو انسان کے حق میں برا قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ صحیح نہیں۔ دنیا میں دولت کے ارتکاز (جمع کرنے) سے گردش دولت رک جاتی ہے جس سے معاشرے میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور آخرت میں تو اس بخل کا انجام بد واضح ہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (آل عمران 180:3) ③ بعض علماء کے نزدیک سالانہ زکاۃ کی ادائیگی کے بعد مزید خرچ کرنا ضروری نہیں۔ لیکن صحیح تر بات یہ ہے کہ زکاۃ کی ادائیگی کے بعد بھی اگر کسی کے پاس دولت موجود ہے اور اہل حاجت بھی اس کے علم میں ہوں تو ان پر خرچ کرنا اس کے لیے مستحب ہی نہیں' ضروری ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: [إِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ.] (جامع الترمذي، الزكاة، باب ما جاء أن في المال حقا سوى الزكاة، حديث: 659) محققین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ دیگر نصوص شریعت سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے' اس لیے ضعف سند کے باوجود اس سے استدلال صحیح ہے۔ علاوہ ازیں یہ روایت سنن ابن ماجہ میں لَیْسَ کے ساتھ آئی ہے' یعنی [لَيْسَ فِي الْمَالِ حَقٌّ سِوَى الزَّكَاةِ] لیکن محققین حدیث نے اسے ناقلین کی غلطی قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح الفاظ ''لَیْسَ'' کے بغیر ہی ہیں۔ ملاحظہ ہو: (فقه الزكاة، جلد دوم' ص: 557، 558)

[٥١١] وَعَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ مِحْصَنٍ الْأَنْصَارِيِّ

[511] حضرت عبیداللہ بن محصن انصاری خطمی رضی اللہ عنہ سے

[510] صحيح مسلم، الزكاة، باب بيان أن اليد العليا خير من اليد السفلى ...... حديث: 1036، وجامع الترمذي، الزهد...... باب منه في فضل الاكتفاء...... حديث: 2343.

[511] جامع الترمذي، الزهد...... باب في الوصف من حيزت له الدنيا، حديث: 2346.

الْخُطَمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ، مُعَافًى فِي جَسَدِهِ، عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ، فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيرِهَا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص تم میں سے اس حال میں صبح کرے کہ وہ اپنے گھر یا قوم میں امن سے ہو' جسمانی لحاظ سے تندرست ہو اور ایک دن کی خوراک اس کے پاس موجود ہو تو گویا اس کے لیے دنیا اپنے تمام تر ساز و سامان کے ساتھ جمع کر دی گئی۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[سِرْبِهِ]: بِكَسْرِ السِّينِ الْمُهْمَلَةِ، أَيْ: نَفْسِهِ، وَقِيلَ: قَوْمِهِ.

سِرْبِهِ: ''سین'' کے زیر کے ساتھ۔ اس کے معنی جان یا قوم کے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① امن اور صحت کے ساتھ ایک دن کی خوراک فی الواقع بہت بڑی نعمت ہے' گویا اسے ایسی آسودگی حاصل ہوگئی جیسی کسی کو ساری دنیا مل جانے پر ہو سکتی ہے۔ اور اگر امن یا صحت نہ ہو تو دنیا بھر کے خزانے بھی انسان کے لیے بیکار ہیں کیونکہ دولت کے انبار انسان کو امن فراہم کر سکتے ہیں نہ صحت۔ ② اس میں بالواسطہ یہ نصیحت بھی ہے کہ انسان کو دولت کے پیچھے نہیں بھاگنا چاہیے بلکہ صبر و قناعت کا راستہ اختیار کرنا چاہیے کہ اسی میں امن و سکون اور راحت و آسائش ہے' ورنہ اس سراب کے تعاقب میں سب کچھ گنوا بیٹھنے کا خدشہ ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عبیداللہ بن محصن رضی اللہ عنہ] عبیداللہ بن محصن انصاری۔ صحابی ہیں۔ انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا ہے۔ لیکن بعض لوگوں نے ان کی روایات کو مرسل قرار دیا ہے۔ ان سے ان کے بیٹے سلمہ بن عبیداللہ روایت کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کی ایک حدیث کے راوی ہیں۔

[٥١٢] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ، وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافًا، وَقَنَّعَهُ اللهُ بِمَا آتَاهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[512] حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اسلام قبول کرلیا اور اسے برابر سرابر روزی حاصل ہوئی اور اللہ نے اسے اپنے دیے ہوئے پر قانع بنا دیا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① کامیابی آخرت میں اللہ کی رحمت و مغفرت سے شاد کام ہونا ہے اور اللہ کی رحمت حاصل کرنے کا ذریعہ صرف اور صرف اسلام ہے۔ اگر بدقسمتی سے انسان کا دامن دولت اسلام سے خالی ہے تو دنیا بھر کے خزانے بھی اسے اخروی کامیابی سے ہمکنار نہیں کر سکتے۔ بلکہ دنیا سے آنکھیں موند لینے کے بعد عذاب الٰہی کے شکنجے میں کس دیا اور جہنم کی بیڑیوں میں اسے جکڑ دیا جائے گا اور یوں یہ ناکام ترین انسان ہوگا۔ ② اسی طرح بقدر کفاف (روزمرہ ضرورت کے

[512] صحيح مسلم، الزكاة، باب في الكفاف والقناعة، حديث: 1054.

مطابق) روزی کے ساتھ قناعت و استغنا کامل جانا بھی امن وسکون کی ضمانت ہے۔ ورنہ دنیا کی حرص اور زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کی خواہش اور کوشش انسان کا سکون چھین لیتی ہے' اس لیے ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ تونگری زیادہ سازوسامان کا نام نہیں بلکہ اصل تونگری نفس کی تونگری ہے۔ (یہ حدیث آگے رقم: 522 میں آرہی ہے۔)

[٥١٣] وَعَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «**طُوبٰى لِمَنْ هُدِيَ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَكَانَ عَيْشُهُ كَفَافًا، وَقَنِعَ**». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[513] حضرت ابومحمد فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جسے اسلام کی ہدایت دے دی گئی اور جس کی گزران بقدر کفاف ہو اور قناعت کی توفیق سے بہرہ ور ہو۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: طوبیٰ، جنت کا نام بھی ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنت کے ایک درخت کا نام بھی ہے۔ اور طوبیٰ کے معنی مبارک بادی اور خوشخبری کے بھی ہیں۔ مفہوم اس کا بھی وہی ہے جو گزشتہ حدیث کا بیان کیا گیا ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابومحمد فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ] فضالہ بن عبید بن نافذ بن قیس۔ کنیت ابومحمد ہے۔ انصار کے قبیلۂ اوس سے ان کا تعلق تھا۔ سب سے پہلے غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ بعد والے تقریباً تمام غزوات میں شریک رہے۔ بیعت رضوان میں بھی شامل تھے۔ شام کی طرف چلے گئے۔ بعدازاں دمشق میں رہائش پذیر ہوئے۔ جس دور میں امیر معاویہ جنگ صفین کے لیے نکلے اس وقت یہ وہاں کے قاضی تھے۔ 56 ہجری میں فوت ہوئے۔

[٥١٤] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَبِيتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا، وَأَهْلُهُ لَا يَجِدُونَ عَشَاءً، وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيرِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[514] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کئی کئی راتیں متواتر بھوکے گزار دیتے تھے اور آپ کے گھر والوں کو بھی رات کا کھانا میسر نہ ہوتا اور آپ کی اکثر روٹی' جو کی روٹی ہوتی۔ (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: اس میں بھی نبی ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات کے زہد اور تنگ دستی کا تذکرہ ہے۔

[٥١٥] وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا صَلّٰى بِالنَّاسِ، يَخِرُّ

[515] حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو صف میں

[513] جامع الترمذي، الزهد......، باب ما جاء في الكفاف والصبر عليه، حديث: 2349

[514] جامع الترمذي، الزهد......، باب ما جاء في معيشة النبي ﷺ وأهله، حديث: 2360.

[515] جامع الترمذي، الزهد......، باب ما جاء في معيشة النبي ﷺ وأهله، حديث: 2368.

رِجَالٌ مِّنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلَاةِ مِنَ الْخَصَاصَةِ - وَهُمْ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ - حَتّٰى يَقُولَ الْأَعْرَابُ: هٰؤُلَاءِ مَجَانِينُ. فَإِذَا صَلّٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: «لَوْ تَعْلَمُونَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى، لَأَحْبَبْتُمْ أَنْ تَزْدَادُوا فَاقَةً وَحَاجَةً». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

کھڑے بعض لوگ بھوک کی شدت سے گر پڑتے' اور یہ اصحاب صفہ تھے' حتی کہ دیہاتی لوگ کہتے کہ یہ دیوانے ہیں۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر ان کی طرف متوجہ ہوتے تو فرماتے: ''اگر تمھیں اس اجر کا علم ہو جائے جو تمھارے لیے اللہ کے پاس ہے تو تم اس بات کو پسند کرو کہ تم اس سے بھی زیادہ حاجت اور فاقے میں مبتلا ہو۔'' (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔)

[اَلْخَصَاصَةُ]: اَلْفَاقَةُ وَالْجُوعُ الشَّدِيدُ.

خَصَاصَةٌ. فاقے اور شدید بھوک کو کہتے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس میں علم دین حاصل کرنے والے طلباء کے لیے بڑی نصیحت ہے کہ انھیں ایسے مدارس تلاش نہیں کرنے چاہئیں جہاں دنیوی سہولتوں کی فراوانی اور وظائف وغیرہ کی ارزانی ہو' بلکہ ایسے مدارس میں تعلیم کے لیے جانا چاہیے جہاں تعلیمی اور تربیتی معیار اچھا ہو' چاہے کھانے پینے کی سہولتوں کی کمی ہو۔ ② علاوہ ازیں طلبائے علوم دینیہ کے لیے اس میں ایک دوسرا سبق یہ بھی ہے کہ تنگی اور فقر و فاقہ سے وقت گزار لینا اچھا ہے لیکن لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے گریز کیا جائے' جیسے اصحاب صفہ ؓ نے کردار پیش کیا۔ زمانۂ طالب علمی کی خودداری ساری عمر کے لیے انسان کو خوددار اور صابر و قانع بنا دیتی ہے اور اس عمر اور دور میں مانگنے کی عادت' عمر بھر انسان کو مانگنے کی ذلت سے دوچار رکھتی ہے۔ علماء کا وقار صبر' قناعت اور استغنا میں ہے نہ کہ لوگوں کی جیبوں پر نظر رکھنے اور ان کے سامنے دست سوال پھیلانے میں۔

[٥١٦] وَعَنْ أَبِي كَرِيمَةَ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِّنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ، فَثُلُثٌ لِّطَعَامِهِ، وَثُلُثٌ لِّشَرَابِهِ، وَثُلُثٌ لِّنَفَسِهِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[516] حضرت ابو کریمہ مقدام بن معدی کرب ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''کسی آدمی نے کوئی برتن اپنے پیٹ سے زیادہ برا نہیں بھرا۔ آدمی کے لیے تو چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی پشت کو سیدھا رکھیں' اور اگر زیادہ ہی کھانا ضروری ہو تو پھر پیٹ کا تیسرا حصہ اپنے کھانے کے لیے' تیسرا حصہ پانی کے لیے اور تیسرا حصہ سانس لینے کے لیے ہو۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حسن حدیث ہے۔)

[أُكُلَاتٌ]، أَيْ: لُقَمٌ.

أُكُلَاتٌ: چند لقمے۔

[516] جامع الترمذي، الزهد، باب ما جاء في كراهية كثرة الأكل، حديث:2380.

فائدہ: اس میں بسیار خوری اور زیادہ شکم پروری سے روکا گیا ہے اور یقیناً کم خوری صحت کے لیے مفید ہے۔ تمام حکماء بھی اس امر پر متفق ہیں۔

[٥١٧] وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ إِيَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْأَنْصَارِيِّ الْحَارِثِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: ذَكَرَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمًا عِنْدَهُ الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَلَا تَسْمَعُونَ؟ أَلَا تَسْمَعُونَ؟ إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ، إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ» يَعْنِي: التَّقَحُّلَ. رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ.

[517] حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ انصاری حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے ایک دن آپ کے سامنے دنیا کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نہیں سنتے؟ کیا تم نہیں سنتے کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے؟ یقیناً سادگی ایمان کا حصہ ہے۔'' اس سے آپ کی مراد تکلفات اور زیب و زینت کی چیزوں کا ترک ہے۔ (ابوداود)

[اَلْبَذَاذَةُ]: بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَالذَّالَيْنِ الْمُعْجَمَتَيْنِ، وَهِيَ رَثَاثَةُ الْهَيْئَةِ، وَتَرْكُ فَاخِرِ اللِّبَاسِ. وَأَمَّا [التَّقَحُّلُ]: فَبِالْقَافِ وَالْحَاءِ، قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ: اَلْمُتَقَحِّلُ: هُوَ الرَّجُلُ الْيَابِسُ الْجِلْدِ مِنْ خُشُونَةِ الْعَيْشِ وَتَرْكِ التَّرَفُّهِ.

اَلْبَذَاذَةُ: ''با'' اور دو ''ذالوں'' کے ساتھ۔ اس کے معنی ہیں: انسان کی ظاہری حالت کا اچھا نہ ہونا اور عمدہ قیمتی پوشاک سے اجتناب کرنا۔ اور تَقَحُّلٌ: ''قاف'' اور ''حا'' کے ساتھ ہے۔ اہل لغت کے نزدیک مُتَقَحِّل وہ شخص ہے جس کی جلد کھانے اور عیش و راحت کی زندگی سے گریز کی وجہ سے جھریوں والی اور خشک ہو جائے۔

فوائد و مسائل: ① اس میں عمدہ قیمتی لباس کے مقابلے میں سادہ لباس کی اور مرغوب لذیذ اور انواع و اقسام کی خوراک کے مقابلے میں روکھی سوکھی اور سادہ خوراک کی ترغیب ہے کیونکہ انسان جتنا تکلفات دنیا سے اجتناب کرے گا، اتنا ہی وہ آخرت کی تیاری پر متوجہ رہے گا اور جس حساب سے وہ دنیا کی آسائشوں اور سہولتوں میں الجھے گا، آخرت کا دھیان کم ہوتا چلا جائے گا۔ ② یہ خیال رہے کہ سادگی کا مطلب، صفائی سے گریز نہیں ہے کیونکہ صفائی تو خود مطلوب اور نصف ایمان ہے۔ پاکیزگی اور صفائی سے ایک مومن کس طرح صرف نظر کر سکتا ہے۔ سادگی سے مراد تکلف و تصنع سے دامن بچانا ہے۔

[٥١٨] وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَمَّرَ عَلَيْنَا أَبَا عُبَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، نَتَلَقَّى عِيرًا لِقُرَيْشٍ، وَزَوَّدَنَا جِرَابًا مِنْ تَمْرٍ لَمْ يَجِدْ لَنَا غَيْرَهُ، فَكَانَ أَبُو عُبَيْدَةَ يُعْطِينَا تَمْرَةً تَمْرَةً، فَقِيلَ كَيْفَ كُنْتُمْ

[518] حضرت ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بھیجا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر فرمایا، (مقصد ہمارے بھیجنے کا یہ تھا کہ) ہم قریش کے ایک قافلے کا تعاقب کریں۔ اور زادراہ کے طور پر کھجور کا ایک تھیلہ ہمیں دیا۔ اس کے علاوہ آپ کو

[517] سنن أبي داود، الترجل، باب النهي عن كثير من الإرفاه، حديث: 4161.

[518] صحيح مسلم، الصيد والذبائح، باب إباحة ميتات البحر، حديث: 1935، وصحيح البخاري، المغازي، باب غزوة سيف البحر.....، حديث: 4361.

تَصْنَعُونَ بِهَا؟ قَالَ: نَمَصُّهَا كَمَا يَمَصُّ الصَّبِيُّ، ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَاءِ، فَتَكْفِينَا يَوْمَنَا إِلَى اللَّيْلِ، وَكُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِيِّنَا الْخَبَطَ، ثُمَّ نَبُلُّهُ بِالْمَاءِ فَنَأْكُلُهُ. قَالَ: وَانْطَلَقْنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ، فَرُفِعَ لَنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ كَهَيْئَةِ الْكَثِيبِ الضَّخْمِ، فَأَتَيْنَاهُ فَإِذَا هِيَ دَابَّةٌ تُدْعَى الْعَنْبَرَ، فَقَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ: مَيْتَةٌ، ثُمَّ قَالَ: لَا، بَلْ نَحْنُ رُسُلُ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَفِي سَبِيلِ اللهِ، وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ فَكُلُوا، فَأَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْرًا، وَنَحْنُ ثَلَاثُمِائَةٍ، حَتّٰى سَمِنَّا، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا نَغْتَرِفُ مِنْ وَقْبِ عَيْنِهِ بِالْقِلَالِ الدُّهْنَ وَنَقْتَطِعُ مِنْهُ الْفِدَرَ كَالثَّوْرِ - أَوْ كَقَدْرِ الثَّوْرِ - وَلَقَدْ أَخَذَ مِنَّا أَبُو عُبَيْدَةَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَأَقْعَدَهُمْ فِي وَقْبِ عَيْنِهِ، وَأَخَذَ ضِلَعًا مِّنْ أَضْلَاعِهِ فَأَقَامَهَا، ثُمَّ رَحَلَ أَعْظَمَ بَعِيرٍ مَّعَنَا فَمَرَّ مِنْ تَحْتِهَا، وَتَزَوَّدْنَا مِنْ لَّحْمِهِ وَشَائِقَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: **«هُوَ رِزْقٌ أَخْرَجَهُ اللهُ لَكُمْ، فَهَلْ مَعَكُمْ مِّنْ لَّحْمِهِ شَيْءٌ فَتُطْعِمُونَا؟»** فَأَرْسَلْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْهُ فَأَكَلَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کچھ اور میسر نہیں آیا (ورنہ آپ ہمیں ضرور دیتے)۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ ہمیں ایک ایک کھجور دیتے۔ ان سے پوچھا گیا: آپ لوگ اس سے کیسے گزارہ کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: ہم اسے اس طرح چوستے جیسے بچہ چوستا ہے' پھر اوپر سے ہم پانی پی لیتے' تو یہ ہمیں پورے دن رات تک کافی ہوجاتا۔ (یعنی ایک کھجور اور پانی ایک دن اور رات کی خوراک ہوتی۔) اور ہم اپنی لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے' پھر انھیں پانی میں تر کرتے اور کھا لیتے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم سمندر کے ساحل پر چلے تو ہمارے سامنے ساحل سمندر پر ریت کے بڑے ٹیلے کی طرح ایک چیز بلند ہوئی' ہم اس کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک بڑا جانور ہے جسے عنبر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ (ہمارے امیر) حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا: یہ مردار ہے (اس لیے ہمارے لیے بیکار ہے)۔ پھر فرمایا: نہیں' بلکہ ہم تو رسول اللہ ﷺ کے قاصد ہیں اور اللہ کے راستے میں نکلے ہوئے ہیں اور تم اضطرار کی حالت میں ہو' اس لیے کھاؤ۔ چنانچہ ایک مہینہ ہم نے اسی کے گوشت پر گزارہ کیا اور ہم تین سو افراد تھے یہاں تک کہ ہم فربہ ہوگئے۔ اور ہمارا حال یہ تھا کہ ہم اس جانور کی آنکھ کے گڑھے سے تیل کے گھڑے کے گھڑے نکالتے اور اس سے بیل کی مثل یا بیل کے بقدر (گوشت کے) ٹکڑے کاٹتے۔ اور حضرت ابوعبیدہ نے ہم میں سے تیرہ آدمی لیے اور انھیں اس کی آنکھ کے گڑھے میں بٹھا دیا اور اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی پکڑ کر اسے کھڑا کیا پھر ہمارے پاس موجود سب سے بڑے اونٹ پر کجاوہ رکھا اور اسے اس کے نیچے سے گزار دیا۔ اور ہم نے اس کے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کر زادراہ کے طور پر ساتھ لے لیے۔ جب ہم مدینہ پہنچ گئے تو ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

آپ سے اس جانور کا ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''وہ رزق تھا جسے اللہ نے تمھارے لیے نکالا تھا۔ کیا تمھارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ باقی ہے؟ وہ ہمیں بھی تو کھلاؤ؟'' چنانچہ ہم نے اس کا ایک حصہ آپ کی خدمت میں بھیجا جسے آپ نے تناول فرمایا۔ (مسلم)

[الْجِرَابُ]: وِعَاءٌ مِّنْ جِلْدٍ مَّعْرُوفٌ، وَهُوَ بِكَسْرِ الْجِيمِ وَفَتْحِهَا، وَالْكَسْرُ أَفْصَحُ. قَوْلُهُ: [نَمَصُّهَا]: بِفَتْحِ الْمِيمِ. وَ[الْخَبَطُ]: وَرَقُ شَجَرٍ مَّعْرُوفٍ تَأْكُلُهُ الْإِبِلُ. وَ[الْكَثِيبُ]: اَلتَّلُّ مِنَ الرَّمْلِ. وَ[الْوَقْبُ]: بِفَتْحِ الْوَاوِ وَإِسْكَانِ الْقَافِ وَبَعْدَهَا بَاءٌ مُّوَحَّدَةٌ، وَهُوَ نُقْرَةُ الْعَيْنِ. وَ[الْقِلَالُ]: اَلْجِرَارُ. وَ[الْفِدَرُ]: بِكَسْرِ الْفَاءِ وَفَتْحِ الدَّالِ: اَلْقِطَعُ. [رَحَلَ الْبَعِيرَ]. بِتَخْفِيفِ الْحَاءِ، أَيْ: جَعَلَ عَلَيْهِ الرَّحْلَ. [الْوَشَائِقُ]: بِالشِّينِ الْمُعْجَمَةِ وَالْقَافِ: اَللَّحْمُ الَّذِي اقْتُطِعَ لِيُقَدَّدَ مِنْهُ. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

جِرَابٌ: چمڑے کا مشہور تھیلا یا برتن۔ اسے ''جیم'' پر زیر اور زبر کے ساتھ دونوں طریقے سے پڑھنا جائز ہے' تاہم زیر زیادہ فصیح ہے۔ نَمَصُّهَا: ''میم'' پر زبر کے ساتھ۔ اَلْخَبَطُ: مشہور درخت کے پتے جسے اونٹ کھاتے ہیں۔ اَلْكَثِيبُ: ریت کا ٹیلہ۔ اَلْوَقْبُ: ''واؤ'' پر زبر اور ''قاف'' ساکن اور اس کے بعد ''با''۔ آنکھ کا گڑھا۔ قِلَالٌ: مٹکے۔ اَلْفِدَرُ: ''فا'' کے نیچے زیر اور ''دال'' پر زبر۔ ٹکڑے۔ رَحَلَ الْبَعِيرَ: ''حا'' پر زبر بغیر شد کے۔ اونٹ پر کجاوہ رکھا۔ اَلْوَشَائِقُ: ''شین'' اور ''قاف'' کے ساتھ۔ وہ گوشت جسے خشک کرنے کے لیے کاٹا جائے' یعنی ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

فائدہ: اس میں بھی ایک تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اس تنگ دستی کا ذکر ہے جس سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اسلام کے ابتدائی دور میں گزرے اور اسے انھوں نے خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ دوسرے' اللہ کی طرف سے برکت کے ظہور کی وضاحت کہ شب و روز کے 24 گھنٹے صرف ایک کھجور اور پانی پی کر گزارا کر لیتے۔ تیسرے' حالات کے مطابق اجتہاد کی گنجائش کا بیان کہ حضرت ابوعبیدہ نے پہلے تامل کا اظہار کیا بعد میں اپنے اجتہاد سے اس کے برعکس رائے قائم کی اور اسے بطور خوراک استعمال کیا۔ چوتھے' صحابۂ کرام کی ولایت کہ اللہ نے معجزانہ طور پر انھیں سمندر کی اتنی بڑی مچھلی عطا کر دی جسے تین سو افراد کا قافلہ ایک مہینے تک کھاتا رہا۔ پنجم' اس سے معلوم ہوا کہ سمندر کا مردار بھی حلال ہے' جیسے دوسری روایت میں صراحت موجود ہے کہ ''سمندر کا پانی اور اس کا مردار' دونوں حلال ہیں۔'' (جامع الترمذي، الطهارة، حديث:69) ششم' کہتے ہیں: یہ مچھلی پچاس پچاس گز لمبی ہوتی ہے۔ وہیل مچھلی بھی اسی طرح بڑی لمبی چوڑی ہوتی ہے۔ سچ ہے: ﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ﴾ ''تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔

[519] سنن أبي داود، اللباس، باب ما جاء في القميص، حديث:4027، وجامع الترمذي، اللباس، باب ما جاء في القمص، حديث:1765.

[٥١٩] وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ كُمُّ قَمِيصِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى الرُّصْغِ. رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[519] حضرت اسماء بنت یزید ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قمیص کی آستین کلائی تک تھی۔ (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔)

[اَلرُّصْغُ]: بِالصَّادِ وَالرُّسْغُ بِالسِّينِ أَيْضًا: هُوَ الْمَفْصِلُ بَيْنَ الْكَفِّ وَالسَّاعِدِ.

اَلرُّصْغُ اور اَلرُّسْغُ دونوں طرح اس کا استعمال ہے۔ بازو اور ہتھیلی کے درمیان کے جوڑ کو کہتے ہیں' یعنی کلائی۔

فائدہ: ضرورت سے زیادہ لمبا کپڑا' عام طور پر تکبر کی علامت ہے' علاوہ ازیں وہ فوری حرکت میں بھی مانع ہوتا ہے جبکہ ضرورت سے چھوٹا کپڑا' سردی گرمی کی شدت میں تکلیف کا باعث ہوتا ہے' اس لیے میانہ روی ہی بہترین طریقہ ہے اور یہی طریق نبوی ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت اسماء بنت یزید ؓ] یہ یزید بن سکن کی صاحبزادی ہیں۔ قبیلۂ اشہل میں سے ہونے کی وجہ سے اشہلیہ کہلاتی ہیں۔ خواتین کو پند و نصائح کیا کرتی تھیں۔ جنگ یرموک میں شریک تھیں۔ اس دن انھوں نے ایک لکڑی سے' جوان کے خیمے کی تھی' 9 غیر مسلموں کو واصلِ جہنم کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ سے 81 حدیثیں روایت کی ہیں۔

[٥٢٠] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّا كُنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ، فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيدَةٌ، فَجَاؤُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا: هٰذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ. فَقَالَ: «أَنَا نَازِلٌ» ثُمَّ قَامَ، وَبَطْنُهُ مَعْصُوبٌ بِحَجَرٍ، وَلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَا نَذُوقُ ذَوَاقًا، فَأَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ الْمِعْوَلَ، فَضَرَبَ، فَعَادَ كَثِيبًا أَهْيَلَ، أَوْ أَهْيَمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! اِئْذَنْ لِي إِلَى الْبَيْتِ، فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي: رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ شَيْئًا مَا فِي ذٰلِكَ صَبْرٌ، فَعِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ: عِنْدِي شَعِيرٌ وَعَنَاقٌ، فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ وَطَحَنَتِ الشَّعِيرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ، ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَالْعَجِينُ

[520] حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ ہم خندق والے دن خندق کھود رہے تھے کہ ایک نہایت سخت چٹان سامنے آ گئی (جسے توڑنے میں صحابہ ناکام رہے)۔ چنانچہ وہ نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ سخت چٹان خندق میں آ گئی ہے (جو ٹوٹنے میں نہیں آ رہی)۔ آپ نے فرمایا: ''(اچھا) میں خود (خندق میں) اترتا ہوں۔'' پھر آپ کھڑے ہوئے اور (بھوک کی شدت سے) آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ اور تین دن ہمارے ایسے گزرے تھے کہ ہم نے کوئی چیز چکھی تک نہیں تھی۔ چنانچہ نبیٔ اکرم ﷺ نے کدال پکڑی اور چٹان پر ماری جس سے وہ ریت کا ٹیلہ ہوگئی' یعنی ریت کی طرح ریزہ ریزہ ہوگئی۔ (راویٔ حدیث حضرت جابر کہتے ہیں:) میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے گھر جانے کی اجازت دیں۔ (چنانچہ میں گھر آیا) اور اپنی

[520] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، حديث:4102، وصحيح مسلم، الأشربة، باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاه بذلك......، حديث:2039.

قَدِ انْكَسَرَ، وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْأَثَافِيِّ قَدْ كَادَتْ تَنْضِجُ، فَقُلْتُ: طُعَيِّمٌ لِّي، فَقُمْ أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ! وَرَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ، قَالَ: «كَمْ هُوَ؟» فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ: «كَثِيرٌ طَيِّبٌ، قُلْ لَهَا لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ، وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّورِ، حَتَّى آتِيَ»، فَقَالَ: «قُومُوا»، فَقَامَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا فَقُلْتُ: وَيْحَكِ! جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ وَالْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ وَمَنْ مَعَهُمْ، قَالَتْ: هَلْ سَأَلَكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «ادْخُلُوا وَلَا تَضَاغَطُوا»، فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ، وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ، وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّورَ إِذَا أَخَذَ مِنْهُ، وَيُقَرِّبُ إِلَى أَصْحَابِهِ ثُمَّ يَنْزِعُ، فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ وَيَغْرِفُ حَتَّى شَبِعُوا، وَبَقِيَ مِنْهُ، فَقَالَ: «كُلِي هٰذَا وَأَهْدِي، فَإِنَّ النَّاسَ أَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

بیوی سے کہا: میں نے نبی ﷺ کی ایسی حالت دیکھی ہے جو میرے لیے ناقابل برداشت ہے‘ کیا تیرے پاس (کھانے پینے کی) کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس کچھ جو اور ایک بکری کا بچہ ہے۔ چنانچہ میں نے وہ بچہ ذبح کیا اور اس نے جو پیسے یہاں تک کہ ہم نے گوشت (پکنے کے لیے) ہنڈیا میں ڈال دیا‘ پھر میں نبی ﷺ کے پاس آیا جبکہ آٹا تیار تھا اور ہنڈیا چولہے پر چڑھی ہوئی‘ پکنے کے قریب تھی۔ میں نے کہا: میں نے تھوڑا سا کھانا تیار کیا ہے‘ اے اللہ کے رسول! آپ تشریف لے چلیے اور ایک یا دو آدمی ساتھ لے لیں۔ آپ نے فرمایا: ”وہ کھانا کتنا ہے؟“ میں نے آپ کو تفصیل بتلائی تو آپ نے فرمایا: ”وہ بہت ہے اور عمدہ ہے۔ تم اپنی بیوی سے کہہ دو کہ میرے آنے تک ہنڈیا چولہے سے اتارے نہ تنور سے روٹیاں نکالے۔“ پھر آپ نے (تمام صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا:) ”اٹھو! (چلو!)۔“ چنانچہ تمام مہاجرین اور انصار اٹھ کھڑے ہوئے۔ (حضرت جابر فرماتے ہیں:) میں (جلدی جلدی) گھر آیا اور بیوی سے کہا: تیرا بھلا ہو‘ نبی ﷺ اور آپ کے ساتھ تمام مہاجرین اور انصار سب آ گئے۔ بیوی نے کہا: نبی ﷺ نے تم سے (کھانے کی مقدار کی بابت) پوچھا تھا؟ میں نے کہا: ہاں۔ (دارمی کی روایت میں اس کے بعد ہے: کہ بیوی نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے‘ تم نے تو انھیں‘ جو کچھ ہمارے پاس ہے‘ بتلا دیا تھا۔ بیوی کی یہ بات سن کر مجھے کچھ حوصلہ ہوا اور میرے دل کا بوجھ دور ہو گیا اور میں نے بیوی سے کہا: تو نے سچ کہا۔) نبی ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: ”اندر آ جاؤ اور تنگی نہ کرو۔“ پھر آپ نے روٹی کے ٹکڑے کرنے اور ان پر گوشت رکھنا شروع کر دیا‘ اور ہانڈی سے گوشت اور تنور سے روٹی نکال لیتے تو انھیں ڈھک دیتے اور انھیں اپنے ساتھیوں کی خدمت میں پیش کر دیتے اور پھر

نکالتے (اور اس طرح دوسروں کو دیتے)۔ چنانچہ اس طرح آپ روٹیاں توڑتے اور گوشت نکالتے رہے (اور سب کو دیتے رہے) یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور اس میں سے کچھ کھانا (پھر بھی) بچ گیا' پھر آپ نے (جابر کی بیوی سے) فرمایا: ''تو بھی کھالے اور دوسروں کو ہدیہ بھی بھیج کیونکہ لوگ بھوکے ہیں۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ جَابِرٌ: لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ خَمَصًا، فَانْكَفَأْتُ إِلَى امْرَأَتِي فَقُلْتُ: هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَإِنِّي رَأَيْتُ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ خَمَصًا شَدِيدًا؟ فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جِرَابًا فِيهِ صَاعٌ مِّنْ شَعِيرٍ، وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا، وَطَحَنَتِ الشَّعِيرَ، فَفَرَغَتْ إِلَى فَرَاغِي، وَقَطَّعْتُهَا فِي بُرْمَتِهَا، ثُمَّ وَلَّيْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَتْ: لَا تَفْضَحْنِي بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَمَنْ مَّعَهُ، فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَّنَا، وَطَحَنَتْ صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ، فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَّعَكَ، فَصَاحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «**يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ! إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُؤْرًا فَحَيَّهَلًا بِكُمْ**»، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «**لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِينَكُمْ حَتَّى أَجِيءَ**». فَجِئْتُ، وَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْدُمُ النَّاسَ، حَتَّى جِئْتُ امْرَأَتِي، فَقَالَتْ: بِكَ وَبِكَ! فَقُلْتُ: قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي قُلْتِ. فَأَخْرَجَتْ عَجِينًا، فَبَسَقَ فِيهِ وَبَارَكَ، ثُمَّ عَمَدَ إِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ، ثُمَّ قَالَ: «**أُدْعِي خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ، وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوهَا**»، وَهُمْ أَلْفٌ، فَأُقْسِمُ بِاللهِ لَأَكَلُوا حَتَّى

ایک اور روایت میں ہے' حضرت جابر کہتے ہیں: جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو بھوکا دیکھا۔ چنانچہ میں اپنی بیوی کی طرف لوٹا اور اس سے پوچھا: کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے دیکھا ہے رسول اللہ ﷺ سخت بھوکے ہیں؟ تو اس نے ایک تھیلا نکال کر مجھے دکھایا جس میں ایک صاع جو تھے اور بکری کا ایک پالتو بچہ بھی ہمارے پاس تھا۔ میں نے اسے ذبح کیا اور بیوی نے جو پیسے اور میرے (گوشت بنانے سے) فارغ ہونے تک وہ بھی (جو پیس کر) فارغ ہو گئی۔ میں نے گوشت ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہنڈیا میں ڈالا' پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس جانے لگا تو بیوی نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رسوا نہ کرنا۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے چپکے چپکے بات کی' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم نے اپنا بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع (ڈھائی کلو) جو پیسے ہیں۔ تو آپ تشریف لائیے اور آپ کے ساتھ چند آدمی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بلند آواز میں فرمایا: ''اے خندق (کھودنے) والو! جابر نے کھانا تیار کیا ہے' تو تم سب آؤ۔'' اور نبی ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا: ''تم اپنی ہنڈیا (چولہے سے) نہ اتارنا اور نہ اپنے آٹے کی روٹی پکانا' یہاں تک کہ میں آ جاؤں۔'' چنانچہ میں آیا اور نبی ﷺ بھی لوگوں کے ساتھ آگے آگے چلنے لگے حتی

تَرَكُوهُ وَانْحَرَفُوا، وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ، وَإِنَّ عَجِينَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ.

کہ میں اپنی بیوی کے پاس آیا (اور اسے سب کے آنے کی خبر دی)۔ اس نے مجھے کوسنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا: (میرا کیا قصور ہے؟) میں نے تو وہی کیا جو تجھ سے کہا تھا (بہر حال رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے)۔ بیوی نے آٹا نکال کر آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے اس میں اپنا لعابِ دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی' پھر ہماری ہنڈیا کی طرف آئے' اس میں بھی آپ نے لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی' پھر فرمایا: ''کوئی روٹی پکانے والی بلا لے' وہ تیرے ساتھ روٹی پکائے اور اپنی ہنڈیا میں سے پیالوں میں (سالن) ڈالتی جا' مگر اسے چولہے سے نہ اتارنا۔'' اور یہ سارے (شریک طعام) افراد ایک ہزار تھے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سب نے کھانا کھایا' یہاں تک کہ کھانا باقی چھوڑ گئے اور چلے گئے اور ہماری ہنڈیا یقیناً جوش مار رہی تھی' جیسے وہ پہلے ابل رہی تھی' اور ہمارے آٹے سے بھی پہلے کی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔

قَوْلُهُ: [عَرَضَتْ كُدْيَةٌ]: بِضَمِّ الْكَافِ وَإِسْكَانِ الدَّالِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ تَحْتُ: وَهِيَ قِطْعَةٌ غَلِيظَةٌ صُلْبَةٌ مِّنَ الْأَرْضِ لَا يَعْمَلُ فِيهَا الْفَأْسُ. وَ[الْكَثِيبُ]: أَصْلُهُ تَلُّ الرَّمْلِ، وَالْمُرَادُ هُنَا: صَارَتْ تُرَابًا نَاعِمًا، وَهُوَ مَعْنَى [أَهْيَلَ]. وَ[الْأَثَافِيُّ]: اَلْأَحْجَارُ الَّتِي يَكُونُ عَلَيْهَا الْقِدْرُ. وَ[تَضَاغَطُوا]: تَزَاحَمُوا. وَ[الْمَجَاعَةُ]: اَلْجُوعُ، وَهُوَ بِفَتْحِ الْمِيمِ. وَ[الْخَمَصُ] بِفَتْحِ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَالْمِيمِ: اَلْجُوعُ. وَ[انْكَفَأْتُ]: اِنْقَلَبْتُ وَرَجَعْتُ. وَ[الْبُهَيْمَةُ]: بِضَمِّ الْبَاءِ، تَصْغِيرُ بَهْمَةٍ، وَهِيَ

كُدْيَةٌ: ''کاف'' پر پیش ''دال'' ساکن اور اس کے بعد ''یا''۔ زمین کا ایسا سخت ٹکڑا جس میں کلہاڑی بھی کام نہ کرے۔ كَثِيبٌ کے اصل معنی تو تودہ ریت ہیں لیکن یہاں مراد ہے کہ وہ چٹان ریت کی طرح نرم ہوگئی اور یہی معنی أَهْيَلُ کے ہیں۔ الْأَثَافِيُّ: وہ پتھر جن پر ہانڈی رکھی جاتی ہے (یعنی چولہے کے تین پتھر۔) تَضَاغَطُوا: بھیڑ کرو۔ الْمَجَاعَةُ: بھوک۔ ''میم'' پر زبر ہے۔ الْخَمَصُ: ''خا'' اور ''میم'' پر زبر۔ بھوک۔ اِنْكَفَأْتُ: میں پھرا اور لوٹا۔ الْبُهَيْمَةُ: ''با'' پر پیش' بَهْمَةٌ کی تصغیر۔ یہ عَنَاقٌ (بکری کے چھوٹے بچے) کو کہتے ہیں۔ اور عناق کی ''عین'' پر زبر ہے۔ دَاجِنٌ: وہ جانور جو گھر سے مانوس ہو یعنی پالتو جانور۔ السُّوْرُ اس کھانے کو کہتے ہیں جس کے لیے لوگوں کو دعوت دی جائے۔ اور یہ فارسی زبان کا

الْعَنَاقُ - بِفَتْحِ الْعَيْنِ - وَ[الدَّاجِنُ]: هِيَ الَّتِي أَلِفَتِ الْبَيْتَ. وَ[السُّؤْرُ]: الطَّعَامُ الَّذِي يُدْعَى النَّاسُ إِلَيْهِ - وَهُوَ بِالْفَارِسِيَّةِ - وَ[حَيَّهَلًا]، أَيْ: تَعَالَوا. وَقَوْلُهَا: [بِكَ وَبِكَ]، أَيْ: خَاصَمَتْهُ وَسَبَّتْهُ، لِأَنَّهَا اعْتَقَدَتْ أَنَّ الَّذِي عِنْدَهَا لَا يَكْفِيهِمْ، فَاسْتَحْيَتْ، وَخَفِيَ عَلَيْهَا مَا أَكْرَمَ اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى بِهِ نَبِيَّهُ ﷺ مِنْ هٰذِهِ الْمُعْجِزَةِ الظَّاهِرَةِ وَالْآيَةِ الْبَاهِرَةِ. [بَسَقَ]، أَيْ: بَصَقَ، وَيُقَالُ أَيْضًا: بَزَقَ - ثَلَاثُ لُغَاتٍ - وَ[عَمَدَ]: بِفَتْحِ الْمِيمِ: أَيْ: قَصَدَ. وَ[اقْدَحِي]، أَيْ: اغْرِفِي، وَالْمِقْدَحَةُ: اَلْمِغْرَفَةُ. وَ[تَغِطُّ]: أَيْ: لِغَلَيَانِهَا صَوْتٌ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

لفظ ہے۔ حَيَّهَلًا کے معنی ہیں: آؤ۔ بِكَ وَبِكَ: اپنے خاوند سے جھگڑی اور اسے برا بھلا کہا' اس لیے کہ اسے یہ یقین تھا کہ اس کے پاس جتنا سامان خوراک ہے' وہ ان سب مہمانوں کو کافی نہیں ہوگا۔ چنانچہ وہ شرمندہ ہوئی۔ اور اس پر وہ ظاہر معجزہ اور واضح نشانی مخفی تھی جس کے ساتھ اللہ نے اپنے پیغمبر کو نوازا۔ بَسَقَ، بَصَقَ اور بَزَقَ تینوں لغتیں ہیں' معنی ایک ہی ہیں۔ تھوکا۔ عَمَدَ: ''میم'' پر زبر۔ ارادہ کیا۔ اِقْدَحِي: چمچے سے نکال نکال کر دے۔ مِقْدَحَةٌ چمچے اور ڈوئی کو کہتے ہیں۔ تَغِطُّ: یعنی ابلنے کی آواز تھی۔ وَاللّٰہُ أَعْلَمُ.

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی نبی ﷺ سمیت صحابۂ کرام ؓ کی تنگ دستی اور فقر و فاقہ والی زندگی اور معجزۂ تکثیر طعام (کھانا بڑھنے) کے علاوہ نبی ﷺ کی تواضع کا بیان ہے کہ آپ صحابۂ کرام ؓ کے ساتھ مل کر سخت محنت و مشقت والے کام بھی کرتے تھے۔ کاش! ہمارے قائدین اور بڑے لوگ بھی اس اسوۂ حسنہ کو اپنائیں۔ ② ہدیہ دینا مستحب ہے۔ خاص طور پر حاجت اور بھوک کے موقع پر۔ ③ رزق کی کشادگی کے ساتھ ساتھ برکت کی بھی دعا کرنی چاہیے' کیونکہ محض کثرت انسان کو کافی نہیں ہوتی جب تک برکت نہ ہو۔ ④ نیک اور خود دار لوگوں کے حالات سے آگاہی رکھنی چاہیے' نیز ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنا باعث برکت ہے۔ ⑤ میاں بیوی کے درمیان تلخ کلامی ہو جائے تو ایک دوسرے کو دلائل کے ذریعے سے قائل کرنا چاہیے۔

[٥٢١] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ أَبُو طَلْحَةَ لِأُمِّ سُلَيْمٍ: قَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ضَعِيفًا أَعْرِفُ فِيهِ الْجُوعَ، فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ، فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِنْ شَعِيرٍ، ثُمَّ أَخَذَتْ خِمَارًا لَهَا، فَلَفَّتِ الْخُبْزَ

[521] حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ ؓ نے (اپنی اہلیہ) حضرت ام سلیم ؓ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز میں کمزوری محسوس کی ہے۔ میرا خیال ہے وہ بھوک کی وجہ سے ہے' کیا تیرے پاس (کھانے پینے کی) کوئی چیز ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں' پھر انھوں نے جو کی

[521] صحيح البخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حديث:3578، وصحيح مسلم، الأشربة، باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاه بذلك......، حديث:2040.

بِبَعْضِهِ، ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ ثَوْبِي وَرَدَّتْنِي بِبَعْضِهِ، ثُمَّ أَرْسَلَتْنِي إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَذَهَبْتُ بِهِ، فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ، وَمَعَهُ النَّاسُ، فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ؟» فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: «أَلِطَعَامٍ؟» فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «قُومُوا»، فَانْطَلَقُوا وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ حَتَّى جِئْتُ أَبَا طَلْحَةَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: يَا أُمَّ سُلَيْمٍ! قَدْ جَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ؟ فَقَالَتْ: اَللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَانْطَلَقَ أَبُو طَلْحَةَ حَتَّى لَقِيَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَعَهُ حَتَّى دَخَلَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هَلُمِّي مَا عِنْدَكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ!» فَأَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَفُتَّ، وَعَصَرَتْ عَلَيْهِ أُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَآدَمَتْهُ، ثُمَّ قَالَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ، ثُمَّ قَالَ: «اِئْذَنْ لِعَشَرَةٍ»، فَأَذِنَ لَهُمْ، فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا، ثُمَّ قَالَ: «اِئْذَنْ لِعَشَرَةٍ»، فَأَذِنَ لَهُمْ، فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا، ثُمَّ خَرَجُوا، ثُمَّ قَالَ: «اِئْذَنْ لِعَشَرَةٍ»، فَأَذِنَ لَهُمْ حَتَّى أَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوا، وَالْقَوْمُ سَبْعُونَ رَجُلًا أَوْ ثَمَانُونَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

چند روٹیاں نکالیں، پھر اپنا دوپٹہ پکڑا اور اس کے ایک کنارے میں روٹیاں لپیٹیں اور میرے (یعنی حضرت انس کے) کپڑے کے نیچے چھپا دیں اور اس دوپٹے کا کچھ حصہ میرے جسم پر لپیٹ دیا، پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، چنانچہ میں وہ لے گیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں تشریف فرما پایا۔ آپ کے ساتھ لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ان کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تمھیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے پھر پوچھا: ''کیا کھانے کے لیے؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے (ساتھیوں سے) کہا: ''اٹھو۔'' چنانچہ وہ سب چلے اور میں ان کے آگے آگے چلتا رہا، یہاں تک کہ میں حضرت ابوطلحہ کے پاس پہنچ گیا اور آپ کو اس بات کی خبر دی، تو ابوطلحہ نے فرمایا: ''اے ام سلیم! رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں سمیت تشریف لے آئے ہیں اور ہمارے پاس تو اتنا کھانا نہیں ہے جو ان سب کو کھلا سکیں؟ انھوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ چنانچہ ابوطلحہ (باہر نکل کر) چلے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو جا ملے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ آگے بڑھے حتی کہ یہ دونوں گھر میں داخل ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلیم سے فرمایا: ''تمھارے پاس جو کچھ ہے لے آؤ۔'' چنانچہ انھوں نے وہ روٹیاں پیش کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان روٹیوں کو توڑا گیا اور ام سلیم نے ان پر گھی کی کپی نچوڑ دی جس نے ان کو سالن والا بنا دیا (یعنی چپڑی روٹی سالن کا کام بھی دے گئی)، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس میں جو اللہ نے چاہا، کہا (یعنی خیر و برکت کی دعا فرمائی) اور فرمایا: ''دس آدمیوں کو (کھانے کی) اجازت دو۔'' تو ابوطلحہ نے انھیں اجازت دی۔ انھوں نے کھانا کھایا یہاں تک کہ سیر ہو گئے، پھر چلے گئے۔ آپ نے پھر

فرمایا: ”دس آدمیوں کو اجازت دو۔“ تو انھوں نے اجازت دی۔ انھوں نے بھی کھانا کھایا حتی کہ سیر ہو گئے اور نکل گئے۔ آپ نے پھر فرمایا: ”دس آدمیوں کو اجازت دو۔“ ابوطلحہ نے اجازت دی، یہاں تک کہ سب لوگوں نے (دس دس کر کے) سیر ہو کر کھانا کھا لیا اور یہ ستر یا اسی آدمی تھے۔ (بخاری ومسلم)

وفي رواية: فما زال يدخل عشرة ويخرج عشرة، حتى لم يبق منهم أحد إلا دخل، فأكل حتى شبع، ثم هيأها فإذا هي مثلها حين أكلوا منها.

ایک اور روایت میں ہے کہ دس آدمی داخل ہوتے اور نکلتے رہے، یہاں تک کہ کوئی شخص ایسا باقی نہ رہا جو داخل ہوا ہو اور اس نے سیر ہو کر کھانا نہ کھایا ہو، پھر اس کھانے کو اکٹھا کیا تو وہ اسی طرح تھا جیسے کھانے سے پہلے تھا۔

وفي رواية: فأكلوا عشرة عشرة، حتى فعل ذلك بثمانين رجلا، ثم أكل النبي ﷺ بعد ذلك وأهل البيت، وتركوا سؤرا.

ایک اور روایت میں ہے: انھوں نے دس دس آدمیوں کی صورت میں کھانا کھایا یہاں تک کہ 80 آدمیوں نے ایسا کیا۔ اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور گھر والوں نے کھانا کھایا اور (پھر بھی) بچا ہوا کھانا چھوڑا۔

وفي رواية: ثم أفضلوا ما أبلغوا جيرانهم.

ایک اور روایت میں ہے: پھر انھوں نے اتنا کھانا بچا دیا کہ وہ پڑوسیوں کو بھی پہنچایا۔

وفي رواية عن أنس، قال: جئت رسول الله ﷺ يوما، فوجدته جالسا مع أصحابه، وقد عصب بطنه بعصابة، فقلت لبعض أصحابه: لم عصب رسول الله ﷺ بطنه؟ فقالوا: من الجوع، فذهبت إلى أبي طلحة، وهو زوج أم سليم بنت ملحان، فقلت: يا أبتاه! قد رأيت رسول الله ﷺ عصب بطنه بعصابة، فسألت بعض أصحابه، فقالوا: من الجوع. فدخل أبو طلحة على أمي فقال: هل من شيء؟ قالت: نعم عندي كسر من خبز، وتمرات، فإن جاءنا رسول الله ﷺ وحده أشبعناه، وإن جاء آخر معه قل عنهم. وذكر تمام الحديث.

حضرت انس ہی سے ایک اور روایت میں ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما پایا اور آپ نے اپنے پیٹ پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ میں نے آپ کے بعض ساتھیوں سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیٹ پر پٹی کیوں باندھی ہوئی ہے؟ تو انھوں نے بتلایا: بھوک کی وجہ سے۔ چنانچہ میں حضرت ام سلیم بنت ملحان کے خاوند حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا: ابا جان! میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے پیٹ پر پٹی باندھے ہوئے دیکھا تو میں نے آپ کے بعض ساتھیوں سے (اس کی بابت) پوچھا تو انھوں نے بتلایا کہ بھوک کی شدت سے ایسا کیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہ میری والدہ کے پاس آئے اور کہا: کیا کچھ (کھانے کو)

ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں' میرے پاس روٹی کے کچھ ٹکڑے اور چند کھجوریں ہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس اکیلے تشریف لائیں تو ہم آپ کو سیر کر دیں گے اور اگر دوسرے لوگ بھی آپ کے ساتھ آئے تو پھر ان کے لیے یہ کم ہو جائے گا۔ اور باقی حدیث بیان کی۔

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی وہی چیزیں ہیں جو سابقہ حدیث میں گزریں' البتہ اس میں ایک صراحت مزید یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور گھر والوں نے کھانا سب کے بعد کھایا' جس سے یہ معلوم ہوا کہ میز بانوں کو مہمانوں کے بعد کھانا چاہیے اور اسی طرح پیر و مرشد کو بھی اپنے مریدوں کو کھلانے کے بعد کھانا چاہیے۔ لیکن اب ایسے پیر و مرشد کہاں! ② اس میں حضرت انس نے حضرت ابوطلحہ کو ابا جان کہہ کر پکارا' یہ ادب و احترام کے طور پر ایسا کیا۔ حضرت ابوطلحہ' حضرت انس کے سوتیلے باپ تھے۔ حضرت انس کے والد' مالک بن نضر تھے۔ ان کی والدہ حضرت ام سلیم مسلمان ہو گئیں لیکن مالک نے قبول اسلام کی بجائے شام جانا پسند کیا۔ چنانچہ وہ اپنی مسلمان بیوی کو چھوڑ کر شام چلے گئے اور وہیں فوت ہو گئے۔ اس کے بعد ام سلیم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا۔ ③ اس باب میں نبی اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زہد و قناعت بلکہ فقر و فاقہ پر مبنی زندگی کے جو واقعات گزرے ہیں وہ ایسے ہیں کہ آج کل اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہ وہ حقائق و واقعات ہیں جو نہایت مستند طریقے سے نقل ہوئے ہیں جنھیں افسانے کہہ کر جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ اس کی توجیہ البتہ بعض حضرات نے یہ کی ہے کہ اس وقت کفر و اسلام کا جو معرکہ درپیش تھا اس کے لیے ضروری تھا کہ لوگ دنیا اور اس کے تنعمات سے کنارہ کش رہ کر کفر کے استیصال اور غلبۂ اسلام کے لیے شب و روز مصروف رہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر اس گروہ قدسیہ کے دلوں سے دنیا کی محبت نکال ڈالی اور آخرت کی محبت ڈال دی اور یوں انھوں نے دنیا کے سامنے دنیا سے بے رغبتی کا ایک بے مثال کردار پیش کیا اور اسلام کی ترویج و اشاعت کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا۔ اگر وہ بھی دنیا کی لذتوں میں منہمک ہو جاتے تو اسلام کا ابتدا ہی میں وہ حال ہو جاتا جو بعد میں مسلمانوں کی محبت دنیا کی وجہ سے اس کا ہوا۔ آج مسلمانوں کے پاس سب کچھ ہے' مال و دولت کی کثرت ہے۔ آسائشوں اور سہولتوں کی فراوانی ہے اور ہر طرح کے اسباب و وسائل مہیا ہیں لیکن دنیا بھر میں ذلیل و رسوا ہیں' ان کی پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں۔ کیوں؟ صرف اس لیے کہ دلوں میں آخرت کی بجائے دنیا کی محبت رچ بس گئی ہے جس نے انھیں بزدل بنا دیا اور مجاہدانہ کردار ادا کرنے سے عاری کر دیا ہے۔

[٥٧] بَابُ الْقَنَاعَةِ وَالْعَفَافِ وَالْاِقْتِصَادِ فِي الْمَعِيْشَةِ وَالْإِنْفَاقِ وَذَمِّ السُّؤَالِ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ

باب:57- قناعت' سوال سے بچنے اور معیشت و انفاق میں میانہ روی اختیار کرنے اور بغیر ضرورت کے سوال کرنے کی مذمت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى : ﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِى ٱلْأَرْضِ إِلَّا عَلَى

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''زمین پر جو بھی چلنے والا ہے' اس کی

ٱللَّهِ رِزْقُهَا﴾ [هود: ٦]

روزی اللہ کے ذمے ہے۔"

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿لِلْفُقَرَآءِ ٱلَّذِينَ أُحْصِرُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِى ٱلْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ ٱلْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ ٱلتَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُونَ ٱلنَّاسَ إِلْحَافًا﴾ [البقرة: ٢٧٣]

نیز فرمایا: "صدقہ خیرات ان فقراء کے لیے ہے جو اللہ کے کاموں میں ایسے مشغول ہوں کہ (اپنے روزگار کے لیے) زمین میں دوڑ دھوپ نہ کر سکتے ہوں، ناواقف لوگ انھیں سوال نہ کرنے کی وجہ سے مالدار خیال کریں، تم انھیں ان کے چہروں سے پہچان لو گے وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔"

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَٱلَّذِينَ إِذَآ أَنفَقُوا۟ لَمْ يُسْرِفُوا۟ وَلَمْ يَقْتُرُوا۟ وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا﴾ [الفرقان: ٦٧]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور وہ لوگ، جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل، اور ان کا خرچ اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔"

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَآ أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَآ أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ﴾ [الذاريات: ٥٦، ٥٧].

اور فرمایا: "میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔"

أَمَّا الْأَحَادِيثُ: فَتَقَدَّمَ مُعْظَمُهَا فِي الْبَابَيْنِ السَّابِقَيْنِ، وَمِمَّا لَمْ يَتَقَدَّمْ:

اس موضوع سے متعلقہ حدیثوں کا ایک بڑا حصہ گزشتہ دو بابوں میں گزر چکا ہے۔ اور جو پہلے بیان نہیں ہوئیں، ان میں سے چند احادیث درج ذیل ہیں:

[٥٢٢] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلٰكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[522] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مال داری، ساز و سامان کی کثرت کا نام نہیں ہے بلکہ اصل مال داری، نفس کی مالداری ہے۔"

(بخاری و مسلم)

[الْعَرَضُ]: بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالرَّاءِ، هُوَ الْمَالُ.

اَلْعَرَضُ: "عین" اور "را" دونوں پر زبر۔ اس کے معنی مال اور دنیا کے اسباب و وسائل ہیں۔

فائدہ: نفس کی مالداری کا مطلب ہے: انسان کے پاس اپنا جو کچھ ہو، اسی میں وہ گزارا کرے اور دوسروں سے بے نیاز رہے اور نہ ان سے کچھ طلب کرے۔ اس میں گویا اس امر کی ترغیب ہے کہ اللہ کی تقسیم پر انسان راضی رہے، بغیر ضرورت

[522] صحيح البخاري، الرقاق، باب الغنى غنى النفس، حديث:6446، و صحيح مسلم، الزكاة، باب فضل القناعة والحث عليها، حديث:1051.

کے زیادتی کی حرص نہ رکھے اور دوسرے کے مال و دولت کو للچائی ہوئی نظر سے نہ دیکھے۔

[٥٢٣] وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ، وَرُزِقَ كَفَافًا، وَقَنَّعَهُ اللهُ بِمَا آتَاهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[523] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اسلام قبول کرلیا اور برابر سرابر روزی دیا گیا اور اللہ نے اسے جو کچھ دیا' اس پر اسے قناعت کی توفیق سے نواز دیا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① کفاف' اتنی روزی کہ نہ زیادہ ہو نہ کم۔ روزی کی اتنی مقدار کو کفاف اس لیے کہتے ہیں کہ یہ لوگوں سے سوال کرنے سے روک دیتی ہے۔ اس میں ایسے لوگوں کی فضیلت کا بیان ہے جو تھوڑے سے مال پر راضی رہتے ہیں اور لوگوں سے سوال نہیں کرتے۔ ② اسی طرح اس میں کفاف کی بھی فضیلت ہے' اس لیے کہ مال داری اکثر انسان کو متکبر بنا دیتی ہے اور فقیری و غربت انسان کو ذلیل کر دیتی ہے۔ بقدر کفاف روزی میں یہ دونوں خطرے نہیں ہیں۔

[٥٢٤] وَعَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ قَالَ: «يَا حَكِيمُ! إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ، وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى». قَالَ حَكِيمٌ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى أُفَارِقَ الدُّنْيَا. فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَدْعُو حَكِيمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ، فَيَأْبٰى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ، فَأَبٰى أَنْ يَقْبَلَهُ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ! أُشْهِدُكُمْ عَلٰى حَكِيمٍ أَنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِي قَسَمَهُ اللهُ لَهُ فِي هٰذَا الْفَيْءِ فَيَأْبٰى أَنْ

[524] حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (مال کا) سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا فرمایا۔ میں نے پھر سوال کیا' آپ نے پھر مجھے عطا فرمایا۔ میں نے پھر سوال کیا تو آپ نے پھر عطا فرمایا اور فرمایا: ''اے حکیم! یہ مال یقیناً سرسبز ہے' شیریں ہے' جو اسے بے نیازی (سخاوت نفس) کے ساتھ حاصل کرتا ہے اس کے لیے اس میں برکت دی جاتی ہے اور جو اسے نفس کے لالچ کے ساتھ حاصل کرتا ہے' اس کے لیے اس میں برکت نہیں دی جاتی اور وہ اس (بیمار) شخص کی طرح ہوتا ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ اور اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (مانگنے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔'' حضرت حکیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! میں آپ کے بعد کسی سے کوئی چیز نہیں لوں گا یہاں تک کہ دنیا چھوڑ جاؤں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیم کو بلاتے تاکہ انھیں کچھ عطا

[523] صحيح مسلم، الزكاة، باب في الكفاف والقناعة، حديث: 1054.

[524] صحيح البخاري، الزكاة، باب الاستعفاف عن المسئلة، حديث: 1472، وصحيح مسلم، الزكاة، باب بيان أن اليد العليا خير من اليد السفلى......، حديث: 1035.

يَأْخُذَهُ. فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيمٌ أَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى تُوُفِّيَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کریں لیکن وہ قبول کرنے سے انکار فرما دیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دور خلافت میں) انھیں عطیہ دینے کے لیے بلایا لیکن انھوں نے قبول کرنے سے انکار کردیا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! تم گواہ رہنا کہ میں حکیم پر اس کا وہ حق پیش کر رہا ہوں جو اللہ نے اس مال فے میں ان کا رکھا ہے لیکن وہ اسے لینے سے انکار کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت حکیم نے نبی ﷺ کے بعد اپنی وفات تک کسی سے کچھ نہیں لیا۔ (بخاری ومسلم)

[يَرْزَأْ]: بِرَاءٍ ثُمَّ زَايٍ ثُمَّ هَمْزَةٍ، أَيْ: لَمْ يَأْخُذْ مِنْ أَحَدٍ شَيْئًا، وَأَصْلُ الرُّزْءِ: اَلنُّقْصَانُ، أَيْ: لَمْ يَنْقُصْ أَحَدًا شَيْئًا بِالْأَخْذِ مِنْهُ. وَ[إِشْرَافُ النَّفْسِ]: تَطَلُّعُهَا وَطَمَعُهَا بِالشَّيْءِ. وَ[سَخَاوَةُ النَّفْسِ]: هِيَ عَدَمُ الْإِشْرَافِ إِلَى الشَّيْءِ، وَالطَّمَعِ فِيهِ، وَالْمُبَالَاةِ بِهِ، وَالشَّرَهِ.

يَرْزَأْ: "را" پھر "زا" پھر "ہمزہ"۔ کسی سے کوئی چیز نہیں لی۔ رُزْءٌ کے اصل معنی نقصان (کمی) کے ہیں' یعنی کسی سے کوئی چیز لے کر اس کی چیز میں کمی نہیں کی۔ إِشْرَافُ النَّفْسِ: کسی چیز پر جھانکنا اور اس کی طمع رکھنا۔ اور سَخَاوَةُ النَّفْسِ کا مطلب ہے: توجہ نہ دینا' لالچ نہ رکھنا اور پروا اور حرص نہ کرنا۔

فوائد ومسائل: ① جس طرح تونس کی بیماری میں مریض پانی پر پانی پیتا ہے اس کی پیاس نہیں بجھتی۔ اسی طرح جوع البقر (گائے جیسی بھوک) ایک بیماری ایسی ہوتی ہے کہ انسان کھائے چلا جاتا ہے لیکن شکم سیر نہیں ہوتا۔ دنیا کے مال کو بھی نبی ﷺ نے اسی جوع البقر سے تشبیہ دی ہے کیونکہ انسان کتنا بھی مال جمع کر لے وہ سیر نہیں ہوتا بلکہ فراوانیٔ مال کے ساتھ ساتھ اس کی مال کی بھوک بڑھتی ہی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ قبر کی مٹی ہی اس کا پیٹ بھرتی ہے۔ ② إِشْرَافِ نَفْس (لالچ اور حرص یا سوال) کے بغیر اگر مال ملے تو انسان کے لیے اس کا لینا یقیناً جائز ہے لیکن اسے بھی قبول کرنے سے انکار کر دینا بڑی عزیمت اور فضیلت کا راستہ ہے۔ حضرت حکیم نے عمر بھر یہی عزیمت اور فضیلت والا راستہ اختیار کیے رکھا۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

[٥٢٥] وَعَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي غَزَاةٍ، وَنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيرٌ نَعْتَقِبُهُ، فَنَقِبَتْ أَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمِي، وَسَقَطَتْ أَظْفَارِي،

[525] حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم ایک غزوے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے اور ہم چھ آدمی تھے' ہمارے درمیان ایک اونٹ تھا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے۔ (زیادہ پیدل چلنے کی

[525] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة ذات الرقاع، حديث: 4128، وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب غزوة ذات الرقاع، حديث: 1816.

فَكُنَّا نَلُفُّ عَلٰى أَرْجُلِنَا الْخِرَقَ، فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نَعْصِبُ عَلٰى أَرْجُلِنَا الْخِرَقَ. قَالَ أَبُوبُرْدَةَ: فَحَدَّثَ أَبُومُوسٰى بِهٰذَا الْحَدِيثِ، ثُمَّ كَرِهَ ذٰلِكَ، وَقَالَ: مَا كُنْتُ أَصْنَعُ بِأَنْ أَذْكُرَهُ! قَالَ: كَأَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَكُونَ شَيْئًا مِّنْ عَمَلِهِ أَفْشَاهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وجہ سے) ہمارے پیر زخمی ہو گئے تھے اور میرا پیر بھی زخمی ہو گیا تھا اور میرے (پیروں کے) ناخن گر گئے تھے۔ چنانچہ ہم اپنے پیروں پر کپڑے کی لیریں (چیتھڑے) لپیٹ لیتے تھے۔ پس اس غزوے کا نام ہی غزوہ ذات الرقاع پڑ گیا کیونکہ ہم اپنے پیروں پر چیتھڑے باندھتے تھے۔ ابو بردہ بیان کرتے ہیں: ابوموسیٰ نے یہ حدیث بیان کی' پھر اسے ناپسند فرمایا اور فرمایا کہ میں اسے بیان کرنا نہیں چاہتا تھا۔ راوی (ابو بردہ) بیان کرتے ہیں: گویا آپ نے اس بات کو ناپسند فرمایا کہ ان کے نیک عمل کا افشا ہو۔ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زاہدانہ اور متقشفانہ (روکھی اور سادہ) زندگی اور ان کی صفت رضا بالقضا کا بیان ہے۔ ② ریا کاری سے بچنے کے لیے نیک عمل کے بیان سے گریز کرنا بہتر ہے' تاہم لوگوں میں نیکی کا شوق پیدا کرنے کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔

[٥٢٦] وَعَنْ عَمْرِو بْنِ تَغْلِبَ - بِفَتْحِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ وَإِسْكَانِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَكَسْرِ اللَّامِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بِمَالٍ أَوْ سَبْيٍ فَقَسَمَهُ، فَأَعْطٰى رِجَالًا، وَتَرَكَ رِجَالًا، فَبَلَغَهُ أَنَّ الَّذِينَ تَرَكَ عَتَبُوا، فَحَمِدَ اللهَ، ثُمَّ أَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: «أَمَّا بَعْدُ، فَوَاللهِ! إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَأَدَعُ الرَّجُلَ، وَالَّذِي أَدَعُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِي أُعْطِي، وَلٰكِنِّي إِنَّمَا أُعْطِي أَقْوَامًا لِمَا أَرٰى فِي قُلُوبِهِمْ مِّنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ، وَأَكِلُ أَقْوَامًا إِلٰى مَا جَعَلَ اللهُ فِي قُلُوبِهِمْ مِّنَ الْغِنٰى وَالْخَيْرِ، مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ». قَالَ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ: فَوَاللهِ! مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِكَلِمَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ حُمْرَ النَّعَمِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[526] حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ (تا پر زبر' غین ساکن اور لام کے نیچے زیر) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ مال یا قیدی آئے۔ آپ نے انھیں تقسیم فرما دیا۔ کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ کو نہ دیا۔ آپ کو یہ بات پہنچی کہ جنھیں آپ نے نہیں دیا انھوں نے ناراضی کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: ''امابعد! اللہ کی قسم! میں کسی کو دیتا ہوں اور کسی کو نہیں دیتا۔ وہ لوگ جنھیں میں چھوڑ دیتا ہوں (انھیں نہیں دیتا) وہ مجھے ان سے زیادہ محبوب ہیں جنھیں میں دیتا ہوں۔ (یاد رکھو!) میں انھیں صرف اس لیے دیتا ہوں کہ میں ان کے دلوں میں گھبراہٹ اور سخت بے چینی دیکھتا ہوں اور دوسرے لوگوں کو میں اس تونگری اور بھلائی کے سپرد کر دیتا ہوں جو اللہ نے ان کے دلوں میں رکھی ہے۔ انھی لوگوں میں سے عمرو بن تغلب ہے۔'' عمرو بن

[526] صحيح البخاري، الجمعة، باب من قال في الخطبة بعد الثناء أما بعد، حديث:923.

تغلب کہتے ہیں: اللہ کی قسم! مجھے رسول اللہ ﷺ کی اس بات کے مقابلے میں سرخ اونٹ لینا بھی پسند نہیں ہے۔ (بخاری)

[اَلْهَلَعُ]: هُوَ أَشَدُّ الْجَزَعِ، وَقِيلَ: اَلضَّجَرُ.

اَلْهَلَعُ: سخت بے چینی۔ اور بعض کہتے ہیں: اس کے معنی تکلیف کے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① نبی ﷺ کے پاس جو مال بھی آتا وہ آپ تقسیم فرما دیتے تھے۔ تقسیم میں آپ کے سامنے مختلف پہلو ہوتے تھے۔ چنانچہ اہل حاجت کو دیتے یا استحقاق کی بنا پر مستحقین کو دیتے۔ یا تالیف قلب کے لیے دیتے۔ ایسی صورت میں آپ صرف ان لوگوں کو دیتے جن کے بارے میں آپ کو اندیشہ ہوتا کہ اگر انھیں نظر انداز کیا گیا تو یہ بے صبری اور کمزوری کا مظاہرہ کریں گے اور یوں قابل اعتماد اور دلوں کی تونگری سے بہرہ ور قسم کے لوگ عمداً محروم کر دیے جاتے۔ ② اس سے عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ کی فضیلت واضح ہے کہ ان کو بھی رسول اللہ ﷺ نے اسی دوسری قسم میں شمار فرمایا جس کو انھوں نے اپنے لیے بجا طور پر ایک بہت بڑا اعزاز قرار دیا۔ ③ بیت المال سے تقسیم کرنے میں حاکم مجاز کو صوابدیدی اختیارات حاصل ہیں بشرطیکہ حاکم تقویٰ اور امانت و دیانت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنے والا ہو۔ اندھے کی طرح اپنوں ہی میں ریوڑیاں تقسیم کرنے والا نہ ہو۔

راویٔ حدیث: [حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ] عمرو بن تغلب۔ نمر بن قاسط کی طرف نسبت کی وجہ سے نمری اور عبدالقیس کی طرف نسبت کی وجہ سے عبدی کہلاتے ہیں۔ معروف صحابی ہیں۔ بصرہ میں رہائش پذیر ہوئے اور ان کا شمار بھی اہل بصرہ میں ہونے لگا۔ انھوں نے نبی ﷺ سے ایسی احادیث روایت کی ہیں جنھیں امام بخاری و مسلم نے بیان کیا ہے۔

[٥٢٧] وَعَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[527] حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اور (خرچ کرنے کی) ابتدا ان لوگوں سے کر جن کی کفالت تیرے ذمے ہے۔ اور بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد ہو۔ اور جو سوال سے بچنا چاہے اللہ اسے بچا لیتا ہے۔ اور جو لوگوں سے بے نیازی اختیار کرے اللہ اسے بے نیاز کر دیتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَلَفْظُ مُسْلِمٍ أَخْصَرُ.

یہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں اور صحیح مسلم کے الفاظ اس سے مختصر ہیں۔

فائدہ: اس میں بیان کردہ چیزیں واضح ہیں۔ آخری نکتہ بڑا اہم ہے کہ سوال سے بچنے اور لوگوں سے بے نیازی کی

[527] صحیح البخاري، الزکاة، باب لا صدقة إلا عن ظهر غنی، حدیث: 1427، وصحیح مسلم، الزکاة، باب بیان أن الید العلیا خیر من......، حدیث: 1034.

صفت اللہ کو بہت پسند ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی مدد فرماتا ہے اور انھیں سوال کی ذلت سے بچا کر غنائے نفس اور صبر و قناعت کی دولت سے نواز دیتا ہے۔

[٥٢٨] وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُلْحِفُوا فِي الْمَسْأَلَةِ، فَوَاللهِ لَا يَسْأَلُنِي أَحَدٌ مِّنْكُمْ شَيْئًا، فَتُخْرِجَ لَهُ مَسْأَلَتُهُ مِنِّي شَيْئًا وَأَنَا لَهُ كَارِهٌ، فَيُبَارَكَ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتُهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[528] حضرت ابوعبدالرحمٰن معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پیچھے پڑ کر سوال مت کیا کرو' اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی شخص مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے اور میری ناگواری کے باوجود اس کا سوال مجھ سے کچھ نکلوا لے تو ایسا نہیں ہوگا کہ میری طرف سے اس کو دی گئی چیز میں برکت دی جائے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس حدیث میں اصرار کر کے' چمٹ کر' پیچھے پڑ کر سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس طرح اگر کسی کو کوئی چیز مل بھی جائے گی تو اس میں برکت نہیں ہوگی' اس لیے کہ اس میں دینے والے کی رضا شامل نہیں ہے۔ اس نے مجبور ہو کر نہایت نفرت و کراہت یا شرم کی وجہ سے وہ سائل کو دی ہے۔

[٥٢٩] وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ تِسْعَةً أَوْ ثَمَانِيَةً أَوْ سَبْعَةً، فَقَالَ: «أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللهِ ﷺ؟» وَكُنَّا حَدِيثِي عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ، فَقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ! ثُمَّ قَالَ: «أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللهِ؟» فَقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ! ثُمَّ قَالَ: «أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللهِ؟» قَالَ: فَبَسَطْنَا أَيْدِينَا وَقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ! فَعَلَامَ نُبَايِعُكَ؟ قَالَ: «عَلٰى أَنْ تَعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَتُطِيعُوا» وَأَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً: «وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا»، فَلَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ أُولٰئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُ أَحَدِهِمْ فَمَا

[529] حضرت ابوعبدالرحمٰن عوف بن مالک اشجعی ؓ سے روایت ہے کہ ہم نو یا آٹھ یا سات آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کرتے؟ اور (راوی بیان کرتے ہیں کہ) ہم نے تھوڑا عرصہ قبل ہی آپ سے بیعت کی تھی۔ چنانچہ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں۔ آپ نے پھر ارشاد فرمایا: ''کیا تم رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کرتے؟'' ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم تو آپ کی بیعت کر چکے ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا: ''کیا تم رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کرتے؟'' عوف بن مالک کہتے ہیں: تو ہم نے (بیعت کے لیے) اپنے ہاتھ پھیلا دیے اور ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کی بیعت کر چکے ہیں' اب کس چیز کی بیعت آپ سے کریں؟ آپ نے فرمایا: ''اس

[528] صحیح مسلم، الزکاۃ، باب النھی عن المسألۃ، حدیث: 1038.

[529] صحیح مسلم، الزکاۃ، باب کراھۃ المسألۃ للناس، حدیث: 1043.

يَسْأَلُ أَحَدًا يُنَاوِلُهُ إِيَّاهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

بات پر کہ تم ایک اللہ کی عبادت کرو گے' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے' پانچوں نمازیں پڑھو گے اور اللہ کی اطاعت کرو گے۔'' اور ایک بات آہستہ سے فرمائی: ''لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔'' چنانچہ ان مذکورہ افراد (بیعت کنندگان) میں سے بعض کو میں نے دیکھا کہ ان کا کوڑا بھی اگر زمین پر گر گیا ہے تو وہ کسی سے سوال نہ کرتے کہ وہ اسے اٹھا کر اسے پکڑا دے۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں تجدید بیعت کے استحباب کے علاوہ اللہ کی عبادت و اطاعت اور مکارم اخلاق کی پابندی کے لیے بھی بیعت لینے کا جواز ہے۔ علاوہ ازیں بیعت کے تقاضوں کا اہتمام و التزام بھی ضروری ہے۔ ② اس سے سوال نہ کرنے اور خودداری کی عظمت و فضیلت بھی واضح ہوتی ہے۔

[٥٣٠] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا تَزَالُ الْمَسْأَلَةُ بِأَحَدِكُمْ حَتّٰى يَلْقَى اللهَ تَعَالٰى وَلَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[530] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو کوئی سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کو جا ملتا ہے (تو وہ اس حال میں اللہ کو ملے گا) کہ اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہیں ہوگا۔'' (بخاری و مسلم)

[اَلْمُزْعَةُ]: بِضَمِّ الْمِيمِ وَإِسْكَانِ الزَّايِ وَبِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ: اَلْقِطْعَةُ.

اَلْمُزْعَةُ: ''میم'' پر پیش ''زا'' ساکن اور پھر ''عین''۔ ٹکڑا۔

فوائد و مسائل: ① چہرے پر گوشت نہ ہونا' یہ یا تو کنایہ ہے ذلت و خواری سے' یا بطور عقوبت (سزا) اور علامت گناہ کے واقعی ایسا ہوگا اور یہی زیادہ قرین قیاس ہے۔ ② اس میں سوال کرنے سے نفرت دلائی گئی ہے کہ اس کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں جگہوں میں ذلت و رسوائی ہے۔

[٥٣١] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْأَلَةِ: «اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى. وَالْيَدُ الْعُلْيَا: هِيَ الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلٰى: هِيَ السَّائِلَةُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[531] حضرت ابن عمر ؓ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے اور آپ نے صدقے اور سوال سے بچنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہاتھ ہے

[530] صحيح البخاري، الزكاة، باب من سأل الناس تكثّرًا، حديث:1474، وصحيح مسلم، الزكاة، باب كراهة المسألة للناس، حديث:1040.

[531] صحيح البخاري، الزكاة، باب لاصدقة إلا عن ظهر غنى، حديث:1429، وصحيح مسلم، الزكاة، باب بيان أن اليد العليا خيرمن اليد السفلى......، حديث:1033.

اور نیچے والا ہاتھ مانگنے والا ہاتھ ہے۔" (بخاری ومسلم)

[٥٣٢] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا، فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[532] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص لوگوں سے مال میں اضافہ کرنے کے لیے سوال کرتا ہے تو وہ آگ کے انگارے کا سوال کرتا ہے۔ (اسے اختیار ہے کہ) وہ کم طلب کرے یا زیادہ طلب کرے۔" (مسلم)

فوائد ومسائل: ① معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت کے سوال کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ انسان اس طرح اپنے آپ کو جہنم کے انگاروں کا مستحق بنالیتا ہے۔ افسوس ہے کہ جس مذہب نے گداگری کو اتنا بڑا جرم قرار دیا اس مذہب کے ماننے والوں میں گداگری عام ہے۔ ② مسلمانوں کی اسلامی تعلیمات سے یہ بے خبری یا بے نیازی قابل صد افسوس امر ہے۔ فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى.

[٥٣٣] وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الْمَسْأَلَةَ كَدٌّ يَكُدُّ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ، إِلَّا أَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا أَوْ فِي أَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[533] حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سوال کرنا' نوچنا ہے۔ اس کے ذریعے سے آدمی اپنا چہرہ نوچتا (یا چھیلتا) ہے' مگر یہ کہ آدمی بادشاہ سے سوال کرے یا کسی ایسے معاملے میں سوال کرے کہ جس کے بغیر چارہ نہیں۔" (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[اَلْكَدُّ]: اَلْخَدْشُ وَنَحْوُهُ.

اَلْكَدُّ: زخمی کرنا' چھیلنا اور اسی قسم کا کام کرنا۔

فائدہ: حاکم وقت یا بادشاہ سے مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ مستحق امداد ہے تو بیت المال کی طرف رجوع کرے جو ایک اسلامی مملکت میں اس مقصد کے لیے ہوتا ہے کہ اس سے ضرورت مندوں کی آبرومندانہ کفالت کا اہتمام کیا جا سکے۔ اگر وہاں تک رسائی نہ ہو تو ناگزیر حالات و معاملات میں دوسروں سے بھی سوال کرنا جائز ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ] ابوسعید ان کی کنیت ہے۔ فزاری اور انصاری ہیں۔ یہ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ ان کا باپ فوت ہو گیا۔ ان کی والدہ انھیں مدینہ منورہ لے آئی۔ وہاں انھوں نے ایک انصاری سے شادی کر لی۔ نبی ﷺ نے انھیں جنگ احد میں شمولیت کی اجازت دے دی تھی۔ بصرہ کو بعد میں اپنا جائے مسکن بنایا۔ کبار تابعین' جیسے حسن بصری' اور ابن سیرین ان کی بہت تعریفیں کرتے تھے۔ 59 ہجری میں فوت ہوئے۔ نبی ﷺ کی 100 احادیث کے راوی ہیں۔

---

[532] صحيح مسلم، الزكاة، باب كراهة المسألة للناس، حديث:1041.

[533] جامع الترمذي، الزكاة، باب ما جاء في النهي عن المسألة، حديث:681، وسنن أبي داود، الزكاة، باب ماتجوز فيه المسألة، حديث:1639.

[٥٣٤] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ، وَمَنْ أَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ، فَيُوشِكُ اللّٰهُ لَهُ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ أَوْ آجِلٍ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[534] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جسے فاقہ پیش آ جائے' وہ لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کرے تو اس کا فاقہ ختم نہیں ہوگا اور جو اس کا اظہار اللہ کے سامنے کرے تو اللہ تعالیٰ جلد یا بہ دیر اسے رزق عطا فرمائے گا۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[يُوشِكُ]: بِكَسْرِ الشِّينِ، أَيْ: يُسْرِعُ.

يُوشِكُ: ''شین'' کے نیچے زیر۔ جلدی کرتا ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس میں ترغیب ہے کہ حاجت و ضرورت کے وقت انسانوں کی بجائے اللہ کی طرف رجوع کیا جائے' اس لیے کہ وہی سب کی حاجتیں پوری کرنے والا ہے۔ تاہم اسباب ظاہری کے مطابق حسب ضرورت بندوں سے بھی مانگا جا سکتا ہے لیکن اس وقت بھی اعتقاد یہی ہونا چاہیے کہ اللہ کی مشیت ہوگی تو بندہ آمادۂ تعاون ہوگا' ورنہ نہیں۔ ② ضرورتیں بڑھانے سے بڑھ جاتی ہیں اور اچھی یا بری کوئی بھی عادت پختہ ہو جائے تو اس کا ترک کرنا نہایت مشکل ہوتا ہے' اس لیے سوال کا دروازہ بھی نہیں کھولنا چاہیے کہ اس طرح انسان سوال کرنے کا عادی بن جاتا ہے۔ ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ سے آہ و زاری کی جائے تو اللہ تعالیٰ کوئی سبب ضرور پیدا فرما دیتا ہے۔ لیکن استقامت شرط ہے۔

[٥٣٥] وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ تَكَفَّلَ لِي أَنْ لَا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا، وَأَتَكَفَّلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ؟»، فَقُلْتُ: أَنَا، فَكَانَ لَا يَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[535] حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔'' (حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا: میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے۔ (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① کسی سے سوال نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے کسی سے سوال نہ کیا جائے کیونکہ ضرورت اور حاجت کے وقت سوال کرنا جائز ہے' تاہم ایسے موقعوں پر بھی اگر انسان کسی سے نہ مانگے تو یہ عزیمت کا بہت اونچا مقام ہے۔ ② حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے بعد میں اسی طریق عزیمت کو اختیار فرمایا' چنانچہ سنن ابن ماجہ میں وضاحت ہے کہ گھڑ سواری کی حالت میں اگر ان کا کوڑا زمین پر گر جاتا تو کسی سے نہ کہتے' بلکہ خود گھوڑے سے اترتے اور اسے

[534] سنن أبي داود، الزكاة، باب في الاستعفاف، حديث:1645، وجامع الترمذي، الزهد......، باب ما جاء في الهم في الدنيا وحبها، حديث:2326.

[535] سنن أبي داود، الزكاة، باب كراهية المسألة، حديث:1643.

پکڑتے' یعنی ان کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ اتنا سا سوال بھی کسی سے کرنا گوارا نہ کرتے تھے۔ دیکھیے: (سنن ابن ماجہ' الزکاۃ، حدیث:1837)

[٥٣٦] وَعَنْ أَبِي بِشْرٍ قَبِيصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَسْأَلُهُ فِيهَا، فَقَالَ: «أَقِمْ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ، فَنَأْمُرَ لَكَ بِهَا»، ثُمَّ قَالَ: «يَا قَبِيصَةُ! إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ: رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَهَا، ثُمَّ يُمْسِكُ. وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِّنْ عَيْشٍ - أَوْ قَالَ: سِدَادًا مِّنْ عَيْشٍ - وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ، حَتَّى يَقُولَ ثَلَاثَةٌ مِّنْ ذَوِي الْحِجَى مِنْ قَوْمِهِ: لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِّنْ عَيْشٍ، أَوْ قَالَ: سِدَادًا مِّنْ عَيْشٍ. فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْأَلَةِ يَاقَبِيصَةُ! سُحْتٌ، يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[536] حضرت ابوبشر قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے (دو فریقوں کے درمیان جھگڑا ختم کرانے کے لیے) ضمانت اٹھالی۔ میں اس سلسلے میں بغرض سوال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ''ٹھہرو! تا آنکہ ہمارے پاس صدقے کا مال آئے' پھر ہم تمھارے لیے حکم دیں گے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''اے قبیصہ! تین آدمیوں کے سوا کسی کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے: ایک وہ جو (تمھاری طرح) ضمانت اٹھالے' تو اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے یہاں تک کہ ضرورت کے مطابق وہ حاصل کرلے' پھر وہ رک جائے۔ (دوسرا) وہ آدمی جو کسی آفت یا حادثے کا شکار ہوگیا جس نے اس کے مال کو تباہ و برباد کردیا' اس کے لیے بھی اس حد تک سوال کرنا جائز ہے جس سے اسے اپنی گزران کے مطابق مال حاصل ہو جائے یا (فرمایا:) جو اس کی حاجت کو پورا کردے۔ (تیسرا) وہ آدمی جو فاقے کی حالت کو پہنچ جائے حتی کہ اس کی قوم کے تین عقلمند آدمی گواہی دیں کہ فلاں شخص فاقے میں مبتلا ہے' تو اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے یہاں تک کہ وہ گزران کے مطابق مال حاصل کرے یا (فرمایا:) جو اس کی حاجت کو پورا کردے۔ ان کے سوا اے قبیصہ! سوال کرنا حرام ہے اور ایسا سوال کرنے والا حرام کھاتا ہے۔'' (مسلم)

[اَلْحَمَالَةُ]: بِفَتْحِ الْحَاءِ، أَنْ يَقَعَ قِتَالٌ وَنَحْوُهُ بَيْنَ فَرِيقَيْنِ، فَيُصْلِحُ إِنْسَانٌ بَيْنَهُمْ عَلَى مَالٍ يَتَحَمَّلُهُ وَيَلْتَزِمُهُ عَلَى نَفْسِهِ. وَ[الْجَائِحَةُ]:

اَلْحَمَالَةُ: ''حا'' پر زبر۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ دو فریقوں کے درمیان لڑائی وغیرہ ہو جائے تو کوئی شخص ان کے درمیان مال پر صلح کرادے (کہ ایک فریق' دوسرے فریق کو اتنی رقم

[536] صحیح مسلم، الزکاۃ، باب من تحل له المسألة، حدیث:1044.

اَلْآفَةُ تُصِيبُ مَالَ الْإِنْسَانِ. وَ[الْقِوَامُ]: بِكَسْرِ الْقَافِ وَفَتْحِهَا. هُوَ مَا يَقُومُ بِهِ أَمْرُ الْإِنْسَانِ مِنْ مَّالٍ وَّنَحْوِهِ. وَ[السِّدَادُ]: بِكَسْرِ السِّينِ، مَا يَسُدُّ حَاجَةَ الْمُعْوِزِ وَيَكْفِيهِ. وَ[الْفَاقَةُ]: اَلْفَقْرُ. وَ[الْحِجٰى]: اَلْعَقْلُ.

دے گا) اور اس کی ادائیگی کا ذمہ دار بن جائے۔ (اب اگر اقرار کرنے والا فریق رقم کی ادائیگی نہ کرے تو ضامن کے لیے مطلوبہ رقم جمع کرنے کے لیے سوال کرنا جائز ہے تاکہ وہ ضمانت کے مطابق رقم ادا کر دے۔) جَائِحَةٌ کے معنی ہیں: ایسی آفت جو انسان کے مال (یا کاروبار) کو پہنچے (جس سے اس کی ساری پونجی برباد ہو جائے اور اسے کھانے کے بھی لالے پڑ جائیں' تو اس کے لیے بھی بقدر ضرورت سوال کرنا جائز ہے۔) قِوَامٌ: ''قاف'' پر زیر اور زبر' دونوں جائز ہیں۔ مال یا اسی طرح کی کوئی چیز جس سے انسان کا معاملہ (کاروبار وغیرہ) درست ہو جائے۔ سِدَادٌ: ''سین'' کے نیچے زیر۔ جو ضرورت مند کی حاجت کو پورا کر دے اور اسے کافی ہو جائے۔ فَاقَةٌ: بمعنی فقر ہے۔ حِجٰی: عقل۔

فائدہ: اس میں ان تین افراد کی وضاحت ہے جنھیں سوال کرنے کی اجازت ہے۔ ان کی تفصیل گزشتہ سطور میں گزر چکی ہے۔

راویٔ حدیث: [ابو بشر قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ] قبیصہ بن مخارق بن عبداللہ بن شداد العامری الہلالی۔ ابو بشر کنیت ہے۔ شرف صحابیت سے مشرف تھے۔ بصرہ میں رہائش پذیر ہوئے اور ایک وفد کی صورت میں نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس آ کر احادیث سنیں۔ امام مسلم، امام ابوداود اور امام نسائی رحمہم اللہ نے آپ سے روایات بیان کی ہیں۔ 6 احادیث نبیٔ اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔

[٥٣٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلٰكِنَّ الْمِسْكِينَ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ، وَلَا يُفْطَنُ لَهُ، فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ، وَلَا يَقُومُ فَيَسْأَلَ النَّاسَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[537] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں جو لوگوں (کے گھروں) کا چکر لگائے اور ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں اس کو وہاں سے لوٹا دیں' بلکہ (اصل) مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اسے (دوسروں سے) بے نیاز کر دے۔ نہ (ظاہراً) اس کی حالت کا کسی کو اندازہ ہو سکے کہ اسے صدقہ دیا جائے اور نہ وہ خود کھڑا ہو کر لوگوں سے سوال کرے۔'' (بخاری و مسلم)

[537] صحيح البخاري، الزكاة، باب قول الله عزوجل: ﴿لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾......، حديث: 1476، وصحيح مسلم، الزكاة، باب المسكين الذي لا يجد غنى......، حديث: 1039.

فائدہ: اس میں بڑے احسن پیرائے میں پیشہ ور گداگروں اور ضرورت مند مسکینوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جس سے اصل مقصد یہ ہے کہ انسان تلاش کر کے ایسے ضرورت مندوں پر خرچ کرے جو اہل حاجت ہونے کے باوجود اہل حاجت والی ہیئت و حالت اختیار نہیں کرتے، نہ کسی سے سوال ہی کرتے ہیں، نہ یہ کہ جو پیشہ ور قسم کا گداگر سامنے آ گیا، اسے روپیہ آٹھ آنے دے کر سمجھ لے کہ اس نے صدقہ و خیرات کا حق ادا کر دیا۔

[٥٨] بَابُ جَوَازِ الْأَخْذِ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا تَطَلُّعٍ إِلَيْهِ

باب: 58- بغیر سوال اور بغیر حرص و طمع کے جو مال ملے، اس کا لینا جائز ہے

[٥٣٨] عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ، فَأَقُولُ: أَعْطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي، فَقَالَ: «خُذْهُ، إِذَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ شَيْءٌ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ، فَخُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ، فَإِنْ شِئْتَ كُلْهُ، وَإِنْ شِئْتَ تَصَدَّقْ بِهِ، وَمَا لَا، فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ». قَالَ سَالِمٌ: فَكَانَ عَبْدُ اللهِ لَا يَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا، وَلَا يَرُدُّ شَيْئًا أُعْطِيَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[538] حضرت سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر سے اور عبداللہ بن عمر اپنے والد حضرت عمر ؓ سے روایت کرتے ہیں (حضرت عمر فرماتے ہیں) کہ رسول اللہ ﷺ مجھے عطیے سے نوازتے تو میں کہتا: یہ آپ اس کو دیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے۔ تو آپ فرماتے: ”اسے لے لو، جب تمھارے پاس مال کا کوئی حصہ اس طرح آئے کہ تمھیں اس کی حرص و طمع بھی نہ ہو اور نہ اس کی بابت تم نے سوال کیا ہو تو اسے لے لیا کرو اور اسے اپنے مال میں شامل کر لو، پھر اگر تم چاہو تو اسے کھا لو (یعنی اپنے تصرف میں لاؤ) اور اگر چاہو تو صدقہ کر دو۔ اور جو مال اس طرح نہ ملے تو اپنے نفس کو اس کے پیچھے مت لگاؤ (یعنی حرص و طمع کے ذریعے سے یا مانگ کر مال حاصل نہ کرو کیونکہ اس طرح جائز نہیں ہوگا)۔“ جناب سالم فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے اور کوئی چیز آپ کو (بغیر مانگے) دی جاتی تو اسے لینے سے انکار بھی نہیں فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

[مُشْرِفٌ]: بِالشِّينِ الْمُعْجَمَةِ، أَيْ: مُتَطَلِّعٌ إِلَيْهِ.

مُشْرِفٌ: ”شین“ کے ساتھ۔ اس کی طرف جھانکنے والا، یعنی دل میں اس کی حرص و طمع رکھنے والا۔

[538] صحيح البخاري، الزكاة، باب من أعطاه الله شيئا من غير مسألة ولا إشراف......، حديث:1473، وصحيح مسلم، الزكاة، باب جواز الأخذ بغير سؤال ولا تطلع، حديث:1045.

فوائد و مسائل: ① اس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اس کردار کا بیان ہے کہ وہ اپنے پر اپنے سے زیادہ ضرورت مندوں کو ترجیح دیتے تھے۔ ② عطیہ اور ہدیہ لینے کا جواز ہے بشرطیکہ دل میں اس کی طمع نہ ہو۔ ③ مال جمع کر کے رکھنے کی رخصت ہے جبکہ انسان کی نیت یہ ہو کہ اس سے میں اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات پوری کروں گا اور دیگر اہل ضرورت اور اللہ کی پسندیدہ راہوں پر بھی خرچ کروں گا تاکہ اللہ کی رضا مجھے حاصل ہو جائے۔

راویٔ حدیث: [حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ] سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب العدوی' القرشی' المدنی۔ یہ تابعی ہیں۔ عابد' زاہد' فقیہ اور بہت بڑے امام تھے۔ علماء کا ان کے بلند مرتبے' جلالت شان اور زہد و عبادت پر اجماع ہو چکا ہے۔ یہ ان سات کبار فقہاء میں سے ہیں جنھیں عبداللہ بن مبارک نے شمار کیا ہے۔ مدینہ منورہ میں 106 ہجری کو فوت ہوئے۔

[٥٩] بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْأَكْلِ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَالتَّعَفُّفِ بِهِ عَنِ السُّؤَالِ، وَالتَّعَرُّضِ لِلْإِعْطَاءِ

باب:59-اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے' سوال سے بچنے اور دوسروں کو دینے سے گریز نہ کرنے کی ترغیب و تاکید

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُواْ فِي ٱلْأَرْضِ وَٱبْتَغُواْ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ﴾ [الجمعة: ١٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جب نماز پوری ہو چکے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو۔''

فائدۂ آیت: اللہ کے فضل سے مراد روزی ہے' یعنی روزی کے لیے محنت کرو۔ اس میں گویا ہاتھ سے کما کر کھانے کی ترغیب ہے۔ اور جب انسان تجارت و کاروبار کے ذریعے سے مال کماتا ہے تو پھر اسے دوسروں سے مانگنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔ علاوہ ازیں وہ اس پوزیشن میں بھی ہو جاتا ہے کہ وہ دوسروں پر بھی خرچ کرے' یعنی صدقہ کرے اور زکاۃ دے۔

[٥٣٩] عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلَهُ ثُمَّ يَأْتِيَ الْجَبَلَ، فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةٍ مِّنْ حَطَبٍ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيعَهَا، فَيَكُفَّ اللهُ بِهَا وَجْهَهُ، خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ، أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[539] حضرت ابوعبداللہ' زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی ایک شخص کا رسیاں لے کر پہاڑ پر جانا کہ ان سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے' پھر اسے بیچے' چنانچہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو (ذلت سے) بچائے' یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے' وہ

[539] صحيح البخاري، الزكاة، باب الاستعفاف عن المسألة، حديث:1471.

(چاہیں تو) اسے دیں چاہیں تو انکار کر دیں۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس میں گداگری کے مقابلے میں محنت کی ترغیب دی گئی ہے۔ چاہے لوگوں کی نظروں میں وہ کتنا بھی حقیر اور ادنیٰ کام ہو لیکن یہ دست کاری اور محنت سوال کی ذلت سے بہر حال بہت بہتر ہے۔ اس میں انسان کی عزتِ نفس محفوظ رہتی ہے جبکہ مانگنے میں انسان کی ذلت ہے۔ گویا اسلام ذلت نفس سے بچاتا اور کرامت نفس کا سبق دیتا ہے۔ ② کسبِ معاش اور محنت کا یہ مطلب نہیں کہ انسان حلال و حرام کی پروا کیے بغیر دولت جمع کرنے کے پیچھے پڑ جائے۔ جس طرح مانگنا ذلت آمیز کام ہے اسی طرح حرام کمانا بھی باعث ذلت ہے۔ محنت و مشقت شرعی حدود میں رہتے ہوئے کی جائے تو قابل تعریف اور باعث اجر ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوعبداللہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ] ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ نام زبیر اور نسب نامہ یہ ہے: زبیر بن عوام بن خویلد الاسدی' القرشی۔ یہ بہت بہادر صحابی تھے۔ اسلام کی خاطر سب سے پہلے تلوار چلانے کا سہرا انھی کے سر ہے۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔ نبی علیہ السلام کی پھوپھی کے بیٹے تھے۔ بدر و احد کے علاوہ دیگر جنگوں میں بھی شریک رہے۔ انھیں جنگ جمل میں ابن جرموز نے دھوکے کے ساتھ 36 ہجری میں قتل کر دیا۔ کتب احادیث میں ان سے 38 احادیث مروی ہیں۔

[٥٤٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا، فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[540] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ایک شخص لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لاتا اور اسے بیچ کر گزارا کرتا ہے' یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے' وہ اسے دے یا انکار کر دے۔'' (بخاری و مسلم)

[٥٤١] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «كَانَ دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[541] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''حضرت داود علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی ہی سے کھاتے تھے۔'' (بخاری)

[٥٤٢] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «كَانَ زَكَرِيَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ نَجَّارًا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[542] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔'' (مسلم)

[٥٤٣] وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ رَضِيَ اللهُ

[543] حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت

[540] صحيح البخاري، الزكاة، باب الاستعفاف عن المسألة، حديث:1470، وصحيح مسلم، الزكاة، باب كراهة المسألة للناس، حديث:1042.

[541] صحيح البخاري، البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده، حديث:2073.

[542] صحيح مسلم، الفضائل، باب من فضائل زكريا عليه السلام، حديث:2379.

[543] صحيح البخاري، البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده، حديث:2072.

عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ دَاوُدَ ﷺ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کبھی کوئی کھانا نہیں کھایا' اور اللہ کے پیغمبر حضرت داود علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا کرتے تھے۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① ان تمام احادیث کا مفاد یہ ہے کہ ہاتھوں سے' یعنی محنت' مزدوری اور دستکاری کے ذریعے سے کما کر کھانا نہایت پسندیدہ اور افضل عمل ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے بھی اپنے ہاتھوں سے محنت کی ہے۔ ② یہ بھی معلوم ہوا کہ ظاہری اسباب کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ ان کے ذریعے ہی سے اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماتا ہے' اس لیے اسباب کو اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے بلکہ صحیح توکل یہ ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق اسباب و وسائل اختیار کیے جائیں اور پھر انجام اور معاملے کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے۔ ③ کسی بھی ہنر مندی اور دستکاری کو حقیر اور ان کے کرنے والوں کو کمتر نہ سمجھا جائے بلکہ ایسے لوگ معاشرے میں تکریم واحترام کے مستحق ہیں کہ یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کے طریقے پر چلنے والے ہیں' نہ کہ ان کو معاشرے میں حقیر سمجھا جائے جیسا کہ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ہے۔ ہم لوگوں نے بعض پیشوں کو بہت حقیر سمجھ رکھا ہے اور اسی حساب سے ان اصحاب حرفت (پیشے والوں) کو کمتر اور ادنیٰ سمجھا جاتا ہے حالانکہ نہ کوئی پیشہ حقیر ہے اور نہ پیشے والا کمتر۔

[٦٠] بَابُ الْكَرَمِ وَالْجُودِ وَالْإِنْفَاقِ فِي وُجُوهِ الْخَيْرِ ثِقَةً بِاللهِ تَعَالَى

60- کرم و سخاوت کا اور اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے خیر (نیکی) کے کاموں پر خرچ کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ﴾ [سبأ: ٣٩]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ تمھیں اس کا بدلہ دے گا۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ٱبْتِغَآءَ وَجْهِ ٱللَّهِ ۚ وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾ [البقرة: ٢٧٢]

اور فرمایا: ''اور جو کچھ تم خرچ کرو گے تو اس کا فائدہ تمھیں ہی ہوگا اور تم جو بھی خرچ کرتے ہو' اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے کرتے ہو اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے تمھیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: ٢٧٣]

نیز فرمایا: ''جو مال بھی تم خرچ کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔''

فائدۂ آیات: ان آیات میں خرچ کرنے سے مراد نیکی اور اللہ کی پسندیدہ راہوں میں خرچ کرنا ہے۔ اس کی بابت

ایک بات تو یہ کہی گئی ہے کہ تمھارا خرچ کیا ہوا ضائع نہیں جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کا بہترین بدلہ (دنیا یا آخرت یا دونوں جگہ) عطا فرمائے گا، تاہم یہ خرچ ریاکاری اور شہرت کی غرض سے نہ ہو کیونکہ اس صورت میں ثواب کی بجائے عذاب اور رضائے الٰہی کی بجائے اس کا غضب حصے میں آئے گا۔ اس لیے یہ خرچ صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو۔ تمھاری خرچ کی ہوئی ایک ایک پائی کا علم اللہ کو ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کا پورا پورا بدلہ عطا فرمائے گا۔

[٥٤٤] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا، فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ حِكْمَةً، فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[544] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے: ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا اور پھر اسے حق کی راہ میں خرچ کی ہمت و توفیق بھی دی۔ اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے علم و حکمت سے نوازا، چنانچہ وہ اس کے ساتھ فیصلہ کرتا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

مَعْنَاهُ: يَنْبَغِي أَنْ لَّا يُغْبَطَ أَحَدٌ إِلَّا عَلٰى إِحْدٰى هَاتَيْنِ الْخَصْلَتَيْنِ.

اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی پر رشک نہ کیا جائے سوائے ان ہر دو خصلتوں میں سے کسی ایک پر، یعنی ان پر رشک کرنا درست ہے۔

فوائد و مسائل: ① حسد نہایت مہلک اخلاقی بیماری ہے جو انسان کا امن و سکون برباد کر دیتی ہے۔ حسد کے معنی ہیں: کسی پر اللہ کا انعام دیکھ کر کڑھنا اور اس کے زوال کی آرزو کرنا۔ یہ حرام ہے اور اس سے انسان کی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔ ② ایک اور چیز غِبْطَہ ہے جسے اردو میں رشک کرنا کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے اور اس کا مطلب ہے: کسی پر اللہ کا انعام دیکھ کر خوش ہونا اور یہ آرزو کرنا کہ اللہ اسے بھی یہ نعمت عطا فرمائے۔ اس حدیث میں غبطہ کو بھی حسد سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ حسد الغبطہ ہے، مطلق حسد نہیں کیونکہ وہ تو جائز ہی نہیں ہے۔ ③ بہر حال اس حدیث سے ایسے مال دار کی فضیلت واضح ہے جو اللہ کے دیے ہوئے مال کو صرف اپنی ذات ہی پر خرچ نہیں کرتا بلکہ اسے غرباء و مساکین اور دین کی نشر و اشاعت پر خرچ کرتا ہے۔ اسی طرح دین کا علم حاصل کرنے والے کی فضیلت کا بیان ہے جو قرآن و حدیث کی روشنی میں لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرتا اور دوسروں کو بھی قرآن و حدیث کی تعلیم دیتا ہے۔ ہر شخص کو یہ آرزو کرنی چاہیے کہ مال کے ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کا وافر جذبہ بھی اسے ملے اور دینی علوم اور اس کی حکمت سے وہ بہرہ ور ہوتا کہ انبیاء کی جانشینی کا شرف اسے حاصل ہو اور اس کا حق اچھی طرح ادا کر سکے۔ جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ.

[٥٤٥] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَيُّكُمْ

[545] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے،

[544] صحيح البخاري، العلم، باب الاغتباط في العلم والحكمة، حديث:73، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه...... حديث:816.

[545] صحيح البخاري، الرقاق، باب ما قدم من ماله فهو له، حديث:6442.

مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ. قَالَ: «فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال ہی سب سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا: ''انسان کا مال تو وہی ہے جو اس نے (صدقہ و خیرات کر کے) آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس میں بڑے حکیمانہ انداز سے انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کو اجاگر اور ذہن نشین کیا گیا ہے کہ انسان کا اصل مال تو وہی ہے جو وہ مال کی محبت کو نظر انداز کر کے اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کی راہ میں اور اس کی پسندیدہ جگہوں پر خرچ کرے گا کیونکہ روز قیامت یہی مال اس کے کام آئے گا۔ اس کے علاوہ تو اس نے کھا پہن کر ختم کر دیا اور اپنے پیچھے چھوڑ گیا' جو اس کے ورثا کے کام آ گیا۔ ② اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ انسان کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا ہو تو اسے اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا چاہیے۔

[٥٤٦] وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[546] حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہی۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: یہ حدیث باب الخوف، حدیث:405' اور باب بیان کثرۃ طرق الخیر، حدیث:139' میں بھی گزر چکی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسب استطاعت اللہ کی راہ میں تھوڑا سا خرچ کر کے بھی اللہ کی رضا حاصل کی جا سکتی ہے۔

[٥٤٧] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ: «لَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[547] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ نے جواب میں فرمایا ہو: ''نہیں۔''

(بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں نبی ﷺ کے حسن اخلاق' کرامت نفس اور سخاوت کا بیان ہے کہ سائل کے سوال پر آپ کی زبان مبارک سے کبھی ''نہیں'' کا لفظ نہیں نکلا بشرطیکہ آپ کے پاس وہ چیز موجود ہوتی' بلکہ بعض دفعہ آپ قرض لے کر بھی سائل کی حاجت پوری فرما دیتے' یہ بھی ممکن نہ ہوتا تو اس سے وعدہ فرما لیتے۔ ﷺ

[546] صحیح البخاري، الأدب، باب طیب الکلام، حدیث:6023، وصحیح مسلم، الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ......، حدیث:1016.

[547] صحیح البخاري، الأدب، باب حسن الخلق والسخاء......، حدیث:6034، وصحیح مسلم، الفضائل، باب في سخائه ﷺ، حدیث:2311.

[٥٤٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ! أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا! وَيَقُولُ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ! أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا!» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[548] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں: ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو (بہترین) بدلہ عطا فرما۔ اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! روک کر رکھنے والے کے حصے میں ہلاکت کر۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد و مسائل: ① جس خرچ پر دعائے خیر کی نوید ہے اس سے مراد صدقات نافلہ و واجبہ کے علاوہ اہل وعیال اور مہمانوں وغیرہ پر خرچ کرنا ہے اور جس امساک (ہاتھ روک رکھنے) پر بددعا ہے وہ زکاۃ، صدقات اور مستحبات پر خرچ نہ کرنا ہے۔ ہلاکت سے مراد مال کی ہلاکت یا بخیل کی اپنی ہلاکت بھی ہوسکتی ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. ② فرشتے اللہ تعالیٰ کی پاک باز مخلوق ہیں جو کسی صورت بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ ایسے فرمانبرداروں کی دعائیں ضرور قبول فرماتا ہے، اس لیے فرشتوں کی دعائیں ضرور لینی چاہئیں جو بغیر کسی مفاد کے خلوص کے ساتھ دعا کرتے ہیں۔

[٥٤٩] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «قَالَ اللهُ تَعَالٰى: أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ! يُنْفَقْ عَلَيْكَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[549] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے آدم کے بیٹے! تو خرچ کر، تجھ پر بھی خرچ کیا جائے گا۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے پر خرچ کیا جائے گا، کا مطلب ہے: اللہ تعالیٰ اسے فراخی اور بہترین بدلہ عطا فرمائے گا۔

[٥٥٠] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ: أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: «تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[550] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کون سا اسلام بہتر ہے؟ (یعنی اس کی کون سی خصلت یا کون سی خصلت والا شخص بہتر ہے؟) آپ نے فرمایا: ''تم کھانا کھلاؤ، لوگوں کو سلام کرو، چاہے تم پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔'' (بخاری ومسلم)

[548] صحيح البخاري، الزكاة، باب قول الله تعالٰى: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ....﴾، حديث:1442، وصحيح مسلم، الزكاة، باب في المنفق والممسك، حديث:1010.

[549] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ﴾، حديث:4684، وصحيح مسلم، الزكاة، باب الحث على النفقة وتبشير المنفق بالخلف، حديث:993.

[550] صحيح البخاري، الإيمان، باب إطعام الطعام من الإسلام، حديث:12، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام وأيّ أموره أفضل، حديث:39.

فوائد ومسائل: ① کھانا کھلانے میں کسی کو صدقے یا ہدیے کے طور پر یا مہمان نوازی کے طور پر کھلانا شامل ہے۔ علاوہ ازیں اس سے مراد ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کر دینا بھی ہو سکتا ہے۔ وہ بھوکا ہے تو اسے کھانا کھلایا جائے۔ ننگا ہے تو اسے لباس پہنایا جائے۔ بیمار ہے تو علاج کروایا جائے۔ مقروض ہے تو اسے قرض کے بوجھ سے نجات دلائی جائے۔ وَعَلٰى هٰذَا الْقِيَاس. ② سلام کرنے سے مراد کثرت سے سلام کا پھیلانا ہے۔ اس سے دلوں میں محبت پیدا ہوتی اور نفرت وعداوت دور ہوتی ہے۔

[٥٥١] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَرْبَعُونَ خَصْلَةً أَعْلَاهَا مَنِيحَةُ الْعَنْزِ، مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِّنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِيقَ مَوْعُودِهَا إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ تَعَالٰى بِهَا الْجَنَّةَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[551] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چالیس خصلتیں ہیں، ان میں سب سے اعلیٰ، دودھ کے لیے بکری کا عطیہ دینا ہے۔ جو شخص بھی ان خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت پر، ثواب کی امید سے اور اس پر کیے گئے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے، عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔'' (بخاری)

وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُ هٰذَا الْحَدِيثِ فِي بَابِ بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ. [برقم: ١٣٨].

اس حدیث کا بیان بَابُ بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ میں گزر چکا ہے۔ (دیکھیے، رقم: 138)

فائدہ: مَنِيحَةٌ اس جانور (بکری یا اونٹنی وغیرہ) کو کہتے ہیں جو صرف دودھ یا اون لینے کے لیے عطیے کے طور پر دیا جائے اور اس کے بعد اسے لوٹا دیا جائے۔ یہ بھی ایک احسان اور اچھی خصلت ہے۔ حدیث میں وارد شدہ چالیس خصلتوں کو بعض علماء نے اپنے اپنے طور پر شمار کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس میں ہر خیر کی خصلت آ جاتی ہے، انھیں شمار کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب خود رسول اللہ ﷺ نے اسے مبہم رکھا ہے تو پھر دوسرا اسے کیوں کر متعین کر سکتا ہے؟ علاوہ ازیں اس ابہام میں شاید یہ حکمت ہو کہ کسی بھی نیکی کے کام کو حقیر نہ سمجھا جائے، چاہے وہ کتنا بھی تھوڑا اور معمولی ہو۔

[٥٥٢] وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ صُدَيِّ بْنِ عَجْلَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَّكَ، وَأَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَّكَ، وَلَا تُلَامُ عَلٰى كَفَافٍ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[552] حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابن آدم! اگر تو زائد از ضرورت مال خرچ کر دے گا تو یہ تیرے لیے بہتر ہوگا۔ اور اگر تو اسے روک کر رکھے گا تو یہ تیرے لیے برا ہوگا۔ اور تجھے برابر سرابر روزی پر ملامت نہیں کی جائے گی۔ اور ابتدا اپنے

[551] صحيح البخاري، الهبة و فضلها والتحريض عليها، باب فضل المنيحة، حديث: 2631.

[552] صحيح مسلم، الزكاة، باب بيان أن اليد العليا خير من اليد السفلى.....، حديث: 1036.

اہل وعیال کے ساتھ کر۔ اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: یہ حدیث باب فضل الجوع، رقم: 510 میں گزر چکی ہے۔ یہاں انفاق فی سبیل اللہ کے باب میں، باب کی مناسبت کی وجہ سے دوبارہ لائے ہیں۔

[٥٥٣] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى الْإِسْلَامِ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ، وَلَقَدْ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَأَعْطَاهُ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ، فَرَجَعَ إِلٰى قَوْمِهِ فَقَالَ: يَا قَوْمِ! أَسْلِمُوا، فَإِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِي عَطَاءَ مَنْ لَّا يَخْشَى الْفَقْرَ، وَإِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُسْلِمُ مَا يُرِيدُ إِلَّا الدُّنْيَا، فَمَا يَلْبَثُ إِلَّا يَسِيرًا حَتّٰى يَكُونَ الْإِسْلَامُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[553] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اسلام (کے نام) پر (یعنی نومسلم کی طرف سے) کسی چیز کا سوال کیا گیا تو آپ نے وہ ضرور دی۔ ایک آدمی آپ کے پاس آیا تو آپ نے دو پہاڑوں کے درمیان جتنی بکریاں تھیں اسے دے دیں۔ وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور جا کر کہا: اے میری قوم! اسلام قبول کر لو اس لیے کہ محمد (ﷺ) اس شخص کی طرح عطا کرتے ہیں جسے فقر کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ یقیناً ایک آدمی صرف دنیا حاصل کرنے کی غرض سے اسلام قبول کرتا لیکن تھوڑا ہی عرصہ گزرتا کہ اسلام اسے دنیا میں موجود تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔ (مسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوب (نومسلموں) کو تالیف قلب کے طور پر مال دینے کا جواز ہے تاکہ وہ اسلام پر پختہ ہو جائیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اگر ابتداءً قبولِ اسلام میں حصول دنیا کا جذبہ شامل بھی ہوتا تو تھوڑے عرصے بعد یہ جذبہ دل سے نکل جاتا اور وہ نہایت مخلص مسلمان بن جاتا۔ اسی حکمت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوب کو ایک مصرف زکاۃ بھی قرار دیا ہے، یعنی زکاۃ کی رقم بھی اس مد پر خرچ کی جا سکتی ہے۔ ② احناف کے نزدیک اس مد پر خرچ کرنا اب جائز نہیں ہے لیکن صحیح بات یہی ہے کہ اس مد پر قیامت تک زکاۃ کی رقم خرچ کرنا جائز ہے۔ آج بھی اس کی ضرورت ہے۔ اگر نومسلموں کی تالیف قلب کا صحیح اہتمام ہو تو آج بھی اس کے فوائد ہم دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے اپنے ملک میں بھی اس مد پر خرچ کرنے کی کافی ضرورت ہے۔

[٥٥٤] وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَسَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَسْمًا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! لَغَيْرُ هٰؤُلَاءِ كَانُوا أَحَقَّ بِهِ مِنْهُمْ؟ قَالَ: «إِنَّهُمْ خَيَّرُونِي أَنْ يَسْأَلُونِي بِالْفُحْشِ، أَوْ يُبَخِّلُونِي، وَلَسْتُ

[554] حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ مال تقسیم فرمایا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! ان کے مقابلے میں (جنھیں آپ نے دیا ہے) دوسرے لوگ زیادہ حق دار تھے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ انھوں نے

[553] صحيح مسلم، الفضائل، باب في سخائه ﷺ، حديث: 2312.

[554] صحيح مسلم، الزكاة، باب إعطاء المؤلفة ومن يخاف على إيمانه......، حديث: 1056.

بِبَاخِلٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(دو باتوں میں سے ایک کا) اختیار دیا: یا تو یہ کہ وہ مجھ سے سختی سے سوال کرتے، پس مجھے ان کو دینا پڑتا۔ یا یہ کہ وہ مجھے بخیل قرار دیتے، حالانکہ میں بخل کرنے والا نہیں ہوں۔" (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی ان نومسلموں ہی کا ذکر ہے جنھیں ابھی اسلام کا اور آداب رسالت کا علم نہیں تھا۔ اسی لاعلمی اور ضعف ایمان کے سبب ایسا رویہ اختیار کرتے جو نامناسب یا استخفاف رسالت کا باعث ہوتا۔ اس چیز نے آپ کو مجبور کر دیا کہ پہلے آپ انھیں دیں تاکہ ان سے مذکورہ کمزوریوں کا صدور نہ ہو۔ ② اس میں نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کریمانہ اور صفت عفو و درگزر کے ساتھ ساتھ اس تالیف قلب بھی کا اہتمام ہے جس کا ذکر اس سے پہلے گزرا، تاکہ ان لوگوں کے دلوں میں بھی ایمان راسخ ہو جائے اور دنیوی مفادات سے بالاتر ہو کر مخلص مسلمان بن جائیں۔

[٥٥٥] وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: بَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ، فَعَلِقَهُ الْأَعْرَابُ يَسْأَلُونَهُ، حَتَّى اضْطَرُّوهُ إِلَى سَمُرَةٍ، فَخَطِفَتْ رِدَاءَهُ، فَوَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «أَعْطُونِي رِدَائِي، فَلَوْ كَانَ لِي عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا، لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ، ثُمَّ لَا تَجِدُونِي بَخِيلًا وَّلَا كَذَّابًا وَّلَا جَبَانًا». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[555] حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک وقت وہ جنگ حنین سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلے آرہے تھے کہ کچھ اعرابی (دیہاتی) آپ سے چمٹ کر سوال کرنے لگے یہاں تک کہ آپ کو مجبور کر کے کیکر کے ایک درخت کے پاس لے گئے۔ پس آپ کی چادر بھی اس (درخت کے کانٹوں) نے اچک لی (یعنی اس میں پھنس کر آپ کے جسم سے اتر گئی۔) نبی ﷺ ٹھہر گئے اور فرمایا: "میری چادر تو مجھے دو۔ پس اگر میرے پاس ان خاردار درختوں کے برابر بھی اونٹ (یا چوپائے) ہوتے تو میں یقیناً انھیں تمھارے درمیان تقسیم کر دیتا، پھر تم مجھے بخیل پاتے نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔" (بخاری)

[مَقْفَلَهُ]، أَيْ: حَالَ رُجُوعِهِ. وَ[السَّمُرَةُ]: شَجَرَةٌ. وَ[الْعِضَاهُ]: شَجَرٌ لَّهُ شَوْكٌ.

مَقْفَلَهُ: لوٹنے کے دوران میں۔ سَمُرَةٌ: ایک قسم کا درخت ہے۔ عِضَاهٌ: خاردار درخت۔

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی تالیف قلب کے طور پر دینے کے مسئلے کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کریمانہ کا بیان ہے کہ کس طرح آپ صبر و حلم کے ساتھ دیہاتیوں کی سختی اور ان کی بدویت کو برداشت فرماتے۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کے اندر بخل، دروغ گوئی اور بزدلی جیسی مذموم صفات نہیں ہونی چاہئیں، نیز بوقت ضرورت اپنی صفات حمیدہ کا ذکر کرنا بھی جائز ہے تاکہ جاہل لوگ بدگمانی کا شکار نہ ہوں۔ ایسے موقع پر یہ وضاحت فخر وریا میں شامل نہیں ہوگی

[555] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الشجاعة في الحرب والجبن، حديث:2821.

جو مذموم فعل ہے۔

[٥٥٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[556] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقے نے کبھی مال نہیں گھٹایا اور عفوو درگزر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں اضافہ ہی فرماتا ہے۔ اور جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے ضرور اونچا کرتا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں تین حقیقتوں کا بیان ہے: (ا) صدقے سے مال کم نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ بقیہ مال میں برکت عطا کر کے اس کی تلافی فرما دیتا ہے یا بعض دفعہ اس کا معاوضہ عطا کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں آخرت میں اس پر جو اجر و ثواب ملے گا اس سے تو یقیناً اس کے مالی نقصان کی تلافی ہو جائے گی۔ (ب) انسان سمجھتا ہے کہ میں عفوو درگزر سے کام لوں گا تو لوگ مجھے کمزور خیال کریں گے' اس میں میری سبکی اور توہین ہے لیکن اس حدیث میں اس کے برعکس یہ حقیقت بیان کی جا رہی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ عزت میں اضافہ ہی فرماتا ہے' کمی نہیں کرتا کیونکہ معاف کرنے سے لوگوں کے دلوں میں اس کا احترام بڑھ جاتا ہے۔ یا اس عفوو درگزر پر آخرت میں اسے جو اجر وثواب ملے گا' اس سے اس کے مقام و منزلت میں اور زیادہ اضافہ ہو جائے گا۔ (ج) اس طرح تواضع اور فروتنی کرنے والوں کی عظمت و رفعت بھی اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے یا پھر آخرت میں انھیں بلند مرتبوں سے نوازے گا۔

[٥٥٧] وَعَنْ أَبِي كَبْشَةَ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ الْأَنْمَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «ثَلَاثَةٌ أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ: مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنْ صَدَقَةٍ، وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلِمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللهُ عِزًّا، وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا. وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ قَالَ: إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ:

[557] حضرت ابو کبشہ عمر بن سعد انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''میں تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں اور ایک بات تمھیں بتاتا ہوں' اسے یاد رکھو! کسی بندے کا مال صدقہ کرنے سے کم نہیں ہوتا۔ اور جس پر ظلم کیا جائے' وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے۔ اور جو شخص مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر و محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (آپ نے فقر فرمایا یا اس جیسا ہی کوئی اور کلمہ۔) اور ایک بات میں تمھیں بتاتا ہوں' پس اسے یاد رکھو! (فرمایا:) دنیا میں چار قسم کے لوگ ہیں:

عَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ مَالًا وَعِلْمًا، فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ،

ایک وہ بندہ جسے اللہ نے مال اور علم عطا کیا' پھر وہ ان

[556] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب استحباب العفو والتواضع، حديث: 2588.

[557] جامع الترمذي، الزهد، ... باب ماجاء مثل الدنيا مثل أربعة نفر، حديث: 2325.

وَيَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ، وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا، فَهٰذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ.

کے بارے میں اللہ سے ڈرتا ہے اور رشتے داروں سے حسن سلوک (صلہ رحمی) کرتا ہے اور ان میں جو اللہ کا حق ہے، اسے پہچانتا (اور اسے ادا کرتا) ہے، تو یہ شخص جنت کے سب سے افضل درجوں میں ہوگا۔

وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا، وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا، فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ، فَهُوَ بِنِيَّتِهِ، فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ.

اور (دوسرا) وہ بندہ ہے جسے اللہ نے علم تو دیا مگر مال نہیں دیا، پس وہ سچی نیت رکھتا اور کہتا ہے: اگر میرے پاس مال ہوتا تو یقیناً میں بھی فلاں آدمی کی طرح عمل (خرچ) کرتا۔ پس (جب) اس کی نیت یہ ہے تو اس کا اور پہلے شخص کا اجر برابر ہے۔

وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا، وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا، فَهُوَ يَخْبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ، لَا يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ، وَلَا يَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ، وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا، فَهٰذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ.

اور (تیسرا) بندہ وہ ہے جسے اللہ نے مال دیا اور علم نہیں دیا، پس وہ بغیر علم کے اندھا دھند طریقے سے خرچ کرتا ہے۔ اس کے بارے میں نہ تو وہ اپنے رب سے ڈرتا ہے اور نہ اس میں وہ رشتے داروں کے حقوق ادا کرتا ہے اور نہ اللہ کا کوئی حق اس میں پہچانتا ہے۔ یہ سب سے بدتر مرتبے والا ہے۔

وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَا عِلْمًا، فَهُوَ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ، فَهُوَ نِيَّتُهُ، فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اور (چوتھا) وہ بندہ ہے جسے اللہ نے مال دیا نہ علم، لیکن وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں آدمی کی طرح عمل (اندھا دھند خرچ) کرتا۔ پس (جب) اس کی نیت یہ ہے تو ان دونوں (اس کا اور تیسرے بندے) کا گناہ برابر ہے۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں اچھی یا بری نیت سے مراد پختہ نیت، یعنی عزم (پکا ارادہ) ہے کیونکہ عزم ہی پر ثواب یا عقاب ہے۔ ② اس میں مال کی فضیلت بھی ہے بشرطیکہ اس میں حدود شرعیہ کا خیال رکھا جائے اور مال کی مذمت اور اس کی خطرناکی کا بیان بھی، جب کہ اس میں اللہ کی ہدایات کو ملحوظ نہ رکھا جائے۔ اسی طرح علم شریعت کی فضیلت ہے اگر اس کے مطابق عمل کیا جائے اور جہل کی مذمت اور اس کے نقصانات کا بیان کہ یہ جہالت انسان کو محارم میں مبتلا کر دیتی ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو کبشہ عمر بن سعد انماری رضی اللہ عنہ] عمر بن سعد انماری۔ ان کے نام میں بہت اختلاف ہے۔ بعض عمر بن سعد، بعض سعد بن عمر اور بعض عمرو بن سعد کہتے ہیں۔ کنیت ان کی ابو کبشہ تھی۔ ان کو شامیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ علامہ مزی نے الأطراف میں ان کی 40 احادیث ذکر کی ہیں جو یہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ بخاری و مسلم میں ان کی کوئی روایت نہیں ہے۔

[٥٥٨] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «ما بَقِيَ مِنْهَا؟» قَالَتْ: مَا بَقِيَ مِنْهَا إِلَّا كَتِفُهَا، قَالَ: «بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

وَمَعْنَاهُ: تَصَدَّقُوا بِهَا إِلَّا كَتِفَهَا فَقَالَ: بَقِيَتْ لَنَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا كَتِفَهَا.

[558]حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک بکری ذبح کی تو نبی ﷺ نے پوچھا: ''اس کا کتنا حصہ باقی ہے؟'' انھوں نے کہا: صرف ایک دستی باقی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''سب ہی باقی ہے' سوائے ایک دستی کے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث صحیح ہے۔)

اس کا مطلب ہے کہ انھوں نے دستی کے علاوہ سب صدقہ کر دیا تھا تو آپ نے فرمایا: صدقہ شدہ سارا حصہ ہمارے لیے باقی رہا کیونکہ آخرت میں اس کا اجر ملے گا۔ (اور دستی باقی نہیں رہی کیونکہ اسے خود کھایا جس پر آخرت میں اجر نہیں ملے گا۔)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو خود ہی سب کچھ نہیں کھا جانا چاہیے بلکہ صدقہ وخیرات کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیے تاکہ یہ چیز آخرت میں اس کے کام آئے۔

[٥٥٩] وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما، قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُوكِي فَيُوكَى عَلَيْكِ».

[559]حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندھن باندھ کر نہ رکھو (بلکہ خرچ کرتی رہو) ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر بندھن باندھے گا (یعنی تمھیں نہیں دے گا)۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: «أَنْفِقِي أَوِ انْفَحِي، أَوِ انْضَحِي، وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكِ، وَلَا تُوعِي فَيُوعِيَ اللهُ عَلَيْكِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ایک دوسری روایت میں ہے: ''خرچ کرو اور گن گن کر نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تمھیں گن گن کر دے گا اور سینت سینت کر نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمھارے ساتھ یہی معاملہ فرمائے گا۔'' (بخاری ومسلم)

وَ[انْفَحِي]: بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ، وَهُوَ بِمَعْنَى [أَنْفِقِي] وَكَذٰلِكَ: [انْضَحِي].

اِنْفَحِي: ''حا'' کے ساتھ' اور اِنْضَحِي (ضاد کے ساتھ) ان کے معنی بھی أَنْفِقِي (خرچ کرو) ہی ہیں۔

فائدہ: اس میں اللہ تعالیٰ کے ایک اصول کا تذکرہ ہے اور وہ یہ کہ وہ جزا جنس عمل سے ہی دیتا ہے' یعنی جیسا عمل ویسا ہی بدلہ۔ بے حساب اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تو بے حساب ہی بدلہ دے گا' گن گن کر خرچ کرو گے تو وہ بھی گن گن کر ہی

[558] جامع الترمذي، صفة القيامة......، باب قوله في الشاة...... حديث:2470.

[559] صحيح البخاري، الزكاة، باب التحريض على الصدقة والشفاعة فيها، حديث:1433، وصحيح مسلم، الزكاة، باب الحث على الإنفاق وكراهة الإحصاء، حديث:1029.

دے گا۔ بینت کر رکھو گے' خرچ نہ کرو گے تو وہ بھی دینا بند کر دے گا۔ اس میں اللہ کی راہ میں خوب خرچ کرنے کی ترغیب اور بخل اور امساک پر سخت وعید وتہدید ہے۔

[٥٦٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُنْفِقِ، كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ، مِنْ ثُدِيِّهِمَا إِلٰى تَرَاقِيهِمَا، فَأَمَّا الْمُنْفِقُ، فَلَا يُنْفِقُ إِلَّا سَبَغَتْ، أَوْ وَفَرَتْ عَلٰى جِلْدِهِ حَتّٰى تُخْفِيَ بَنَانَهُ، وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ، وَأَمَّا الْبَخِيلُ، فَلَا يُرِيدُ أَنْ يُنْفِقَ شَيْئًا إِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا، فَهُوَ يُوَسِّعُهَا فَلَا تَتَّسِعُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[560] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے دو آدمی ہیں' ان کے بدن پر سینے سے ہنسلی تک لوہے کی زرہیں ہیں۔ پس خرچ کرنے والا خرچ کرتا ہے تو یہ زرہ اس کے بدن پر دراز اور لمبی ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے پاؤں کی انگلیوں کے پوروں کو چھپا لیتی ہے اور اس کے نشانِ قدم کو ظاہر نہیں ہونے دیتی۔ اور بخیل چونکہ کچھ بھی خرچ کرنا نہیں چاہتا' اس لیے زرہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر چمٹ جاتا ہے۔ پس وہ اسے ڈھیلا کرتا ہے لیکن وہ ڈھیلا نہیں ہوتا۔'' (بخاری ومسلم)

وَ[الْجُنَّةُ]: اَلدِّرْعُ، وَمَعْنَاهُ: أَنَّ الْمُنْفِقَ كُلَّمَا أَنْفَقَ سَبَغَتْ، وَطَالَتْ حَتّٰى تَجُرَّ وَرَاءَهُ، وَتُخْفِيَ رِجْلَيْهِ وَأَثَرَ مَشْيِهِ وَخُطُوَاتِهِ.

اَلْجُنَّةُ کے معنی ہیں: زرہ۔ اور مطلب ہے کہ خرچ کرنے والا جب خرچ کرتا ہے تو وہ زرہ مکمل اور لمبی ہو جاتی ہے حتی کہ اس کے پیچھے سے گھسٹنے لگتی ہے اور اس کے پیروں کو' اس کے چلنے کے نشانات اور قدموں کو چھپا لیتی ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس تشبیہ کا مطلب ہے کہ صدقہ انسان کو اس طرح چھپا لیتا ہے جیسے ایک پوری زرہ' جو پیروں تک ہو' اس کے بدن کو حتی کہ اس کے قدم اور نشان قدم کو بھی چھپا لیتی ہے۔ علاوہ ازیں اس میں صدقہ کرنے والے کے لیے خوشخبری ہے کہ اس کے مال میں برکت اور اس کی حفاظت وصیانت ہوگی' اس لیے کہ صدقے سے بلائیں ٹل جاتی ہیں' جبکہ بخیل کے لیے وعید ہے کہ پردہ پوشی کی بجائے اس کی پردہ دری ہوگی اور وہ بلاؤں کا نشانہ ہوگا۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سخی آدمی جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لیے سینہ فراخ ہو جاتا ہے اور وہ خوشی خوشی کشادہ دستی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس کے برعکس جب بخیل کے سامنے خرچ کرنے کا معاملہ آتا ہے تو اس کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور وہ اپنا ہاتھ بند کر لیتا ہے۔ اس میں سخی کے لیے بشارت اور بخیل کے لیے وعید ہے۔

[٥٦١] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ

[561] حضرت ابوہریرہ ؓ ہی سے روایت ہے کہ

[560] صحيح البخاري، الزكاة، باب مثل البخيل والمتصدق، حديث:1443، وصحيح مسلم، الزكاة، باب مثل المنفق والبخيل، حديث:1021.

[561] صحيح البخاري، الزكاة، باب الصدقة من كسب طيب......، حديث:1410، وصحيح مسلم، الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها، حديث:1014.

تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَلَا يَقْبَلُ اللهُ إِلَّا الطَّيِّبَ، فَإِنَّ اللهَ يَقْبَلُهَا بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ حَتّٰى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص پاکیزہ (حلال کی) کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کرتا ہے' اور اللہ تعالیٰ صدقہ قبول ہی پاکیزہ کمائی کا کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے' پھر وہ اسے صاحب صدقہ کے لیے بڑھاتا رہتا ہے جیسے تم میں سے ایک شخص اپنے بچھیرے کو پالتا اور بڑھاتا ہے یہاں تک کہ (وہ کھجور برابر صدقہ) پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

[اَلْفَلُوُّ]: بِفَتْحِ الْفَاءِ وَضَمِّ اللَّامِ وَتَشْدِيدِ الْوَاوِ، وَيُقَالُ أَيْضًا: بِكَسْرِ الْفَاءِ وَإِسْكَانِ اللَّامِ وَتَخْفِيفِ الْوَاوِ: وَهُوَ الْمُهْرُ.

اَلْفَلُوُّ: ''فا'' پر زبر، ''لام'' پر پیش اور ''واؤ'' مشدد۔ اور اسے فِلْو ''فا'' کے نیچے زیر، ''لام'' ساکن اور ''واؤ'' بلا مشدد کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے۔ معنی ہیں: گھوڑی کا بچہ۔

فوائد ومسائل: ① اس میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت' ہاتھ کا ذکر ہے۔ اس پر بغیر تاویل اور تشبیہ کے ایمان رکھنا ضروری ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ کے بھی ہاتھ ہیں' جس طرح کہ اس کی شان کے لائق ہیں۔ ہم اسے کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے نہ اس کی کیفیت ہی بیان کر سکتے ہیں اور نہ یہ تاویل ہی جائز ہے کہ ہاتھ میں لینا' قبول کرنے سے کنایہ ہے وغیرہ۔ ② اس حدیث سے واضح ہے کہ حرام آمدنی سے کیے گئے صدقے کی اللہ کے ہاں کوئی اہمیت نہیں اور حلال کمائی سے کیا گیا کھجور کے برابر بھی صدقہ اجر وثواب میں پہاڑ کی طرح ہو جائے گا۔

[٥٦٢] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «بَيْنَمَا رَجُلٌ يَّمْشِي بِفَلَاةٍ مِّنَ الْأَرْضِ، فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ: اِسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ، فَتَنَحّٰى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَأَفْرَغَ مَاءَهُ فِي حَرَّةٍ، فَإِذَا شَرْجَةٌ مِّنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ، فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ، فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيقَتِهِ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهِ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَبْدَ اللهِ! مَا اسْمُكَ؟ قَالَ: فُلَانٌ - لِلِاسْمِ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ - فَقَالَ لَهُ: يَا عَبْدَ اللهِ! لِمَ تَسْأَلُنِي عَنِ اسْمِي؟ فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ

[562] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ایک دفعہ ایک آدمی ایک صحرا میں چلا جا رہا تھا کہ اس نے بدلی سے ایک آواز سنی: فلاں کے باغ کو سیراب کر۔ پس بادل کا یہ ٹکڑا الگ ہوا اور اس نے اپنا پانی ایک سیاہ سنگلاخ زمین میں برسا دیا' پس ان نالوں میں سے ایک نالے نے سارا پانی اپنے اندر جمع کر لیا (اور پانی چلنے لگا۔) یہ شخص بھی اس پانی کے پیچھے پیچھے چلا (آگے جا کر ایک مقام پر دیکھا) کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا' اپنی کسی (اوزار) سے اپنے باغ کو پانی لگا رہا ہے۔ اس نے اس سے

[562] صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب الصدقة في المساكين، حديث: 2984.

صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي هٰذَا مَاؤُهُ يَقُولُ: اِسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ، لِاسْمِكَ، فَمَا تَصْنَعُ فِيهَا؟ فَقَالَ: أَمَّا إِذْ قُلْتَ هٰذَا، فَإِنِّي أَنْظُرُ إِلَى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا، فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ، وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثُلُثًا، وَأَرُدُّ فِيهَا ثُلُثَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

پوچھا: اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتلایا جو اس نے بدلی میں سے سنا تھا۔ پس باغبان نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اس نے کہا: میں نے اس بادل میں سے جس کا یہ پانی (یہاں بہتا ہوا آیا) ہے ایک آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر۔ اور یہ وہی نام ہے جو تو نے اپنا بتلایا ہے۔ تو اس باغ میں ایسا کون سا عمل کرتا ہے (کہ تیرے باغ کی سیرابی کے لیے اللہ نے بادل کو حکم دیا؟) اس باغ والے نے کہا: جب تو یہ کہہ رہا ہے تو (میں بتا دیتا ہوں کہ) میں اس باغ کی پیداوار کا اندازہ لگاتا ہوں اور اس میں سے تیسرا حصہ صدقہ کرتا ہوں' تیسرا حصہ میری اور میرے اہل وعیال کی خوراک ہو جاتا ہے اور اس کا تیسرا حصہ اس باغ پر دوبارہ لگا دیتا ہوں۔'' (مسلم)

[الْحَرَّةُ]: اَلْأَرْضُ الْمُلْبَسَةُ حِجَارَةً سَوْدَاءَ. وَ[الشَّرْجَةُ]: بِفَتْحِ الشِّينِ الْمُعْجَمَةِ وَإِسْكَانِ الرَّاءِ وَبِالْجِيمِ: هِيَ مَسِيلُ الْمَاءِ.

اَلْحَرَّةُ: سیاہ پتھریلی زمین۔ اَلشَّرْجَةُ: ''شین'' پر زبر، ''را'' ساکن اور ''جیم۔'' پانی کا نالہ یا پانی کی گزرگاہ۔

فائدہ: اس میں بھی صدقہ وخیرات کی فضیلت کے علاوہ کشف وکرامت کا بیان ہے کہ ایک انسان نے بادل سے آواز سن لی جو ایک خرق عادت بات ہے' لیکن یہ کشف وکرامت یا معجزہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ جب چاہے کشف وکرامت کے ذریعے سے کوئی ان ہونا کام کر کے دکھا سکتا ہے جیسا کہ بعض لوگ ایسا دعویٰ کرتے اور اس کی بنیاد پر سادہ لوح عوام کو لوٹتے اور انھیں گمراہ کرتے ہیں۔

[٦١] بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبُخْلِ وَالشُّحِّ

باب:61- بخل اور حرص کی ممانعت

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ۝ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ﴾ [الليل: ٨-١١]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لیکن جس نے بخل کیا اور بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات کو جھٹلایا تو ہم اس کے لیے تنگی کا سامان مہیا کر دیتے ہیں (یعنی ایسی راہ پر لگا دیتے ہیں جس کا انجام برا ہے) اور اس کا مال اس کے کام نہیں آئے گا جب وہ

ہلاک ہوگا (یا جب جہنم میں گرے گا)۔"

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ﴾ [التغابن: ١٦].

اور فرمایا: "اور جو اپنے نفس کے بخل اور حرص سے بچا لیا گیا پس وہی کامیاب ہے۔"

فائدۂ آیات: بخل اور شح کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے' تاہم بعض کہتے ہیں کہ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنا بخل ہے اور لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے ہڑپ کر جانا شح ہے۔ یہ بخل سے بھی زیادہ بڑا جرم ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے مال میں سے زکاۃ ادا کرتا اور حسب ضرورت صدقہ وخیرات کرتا اور مال حاصل کرنے کے لیے کوئی ناجائز حربہ اور ذریعہ اختیار نہیں کرتا وہ گویا شح نفس سے بچا لیا گیا جو اس کے عنداللہ کامیاب ہونے کی دلیل ہے اور اس کے برعکس رویہ بخل اور شح ہے جو انسان کی تباہی و بربادی کی علامت ہے۔ عَصَمَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ فَتَقَدَّمَتْ جُمْلَةٌ مِّنْهَا فِي الْبَابِ السَّابِقِ.

اس سلسلے کی کچھ احادیث' ماقبل باب میں گزر چکی ہیں (یہاں ایک اور حدیث ذکر کی جاتی ہے):

[٥٦٣] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اِتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَمَلَهُمْ عَلٰى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[563] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ظلم کرنے سے بچو' اس لیے کہ ظلم' قیامت والے دن اندھیروں کا باعث ہوگا۔ اور شح (بخل وحرص) سے بچو' اس لیے کہ اسی شح نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔ اس شح نے ہی انھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آپس میں خون ریزی کریں اور حرام کردہ چیزوں کو انھوں نے حلال سمجھ لیا۔" (مسلم)

فائدہ: انسان جب مال کا بندہ بن جائے اور اسے دنیا کی حوس لگ جائے تو اس کے دل سے ہمدردی ختم ہو جاتی ہے اور وہ حصول دولت کے لیے سب کچھ کر گزرتا ہے' حتی کہ بخیل نفس کی تسکین کے لیے خون تک بہانے سے بھی گریز نہیں کرتا بلکہ اس قدر حیوان بن جاتا ہے کہ اپنی خواہشات کو شرعی جواز دینے کے لیے حرام تک کو حلال سمجھ بیٹھتا ہے۔

[٦٢] بَابُ الْإِيثَارِ وَالْمُوَاسَاةِ

باب:62-ایثار وقربانی اور ہمدردی وغم خواری کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وہ اپنے نفسوں پر دوسروں کو ترجیح

[563] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم، حديث:2578.

بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ [الْحَشْر: ٩]

دیتے ہیں' اگرچہ وہ خود بھوکے ہی ہوں۔"

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾ [الدَّهْر: ٨] إِلٰى آخِرِ الْآيَاتِ.

اور فرمایا: "اور وہ طعام (دنیوی مال و متاع) کی محبت کے باوجود مسکین' یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔"

فائدۂ آیات: ان دونوں آیات میں مومنوں کا یہ کردار بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہیں اور مال کی محبت کے باوجود اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں۔

[٥٦٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي مَجْهُودٌ، فَأَرْسَلَ إِلَى بَعْضِ نِسَائِهِ، فَقَالَتْ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! مَا عِنْدِي إِلَّا مَاءٌ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى أُخْرَى، فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ، حَتّٰى قُلْنَ كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذٰلِكَ: لَا، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! مَا عِنْدِي إِلَّا مَاءٌ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ «مَنْ يُضِيفُ هٰذَا، اللَّيْلَةَ؟» فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ! فَانْطَلَقَ بِهِ إِلَى رَحْلِهِ، فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: أَكْرِمِي ضَيْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

[564] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میں (بھوک سے) نڈھال ہوں۔ پس آپ نے اپنی بعض ازواج مطہرات کی طرف پیغام بھیجا۔ انھوں نے جواب دیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔ پھر آپ نے دوسری بیوی کی طرف پیغام بھیجا۔ اس نے بھی اس کی مثل جواب دیا' حتی کہ سب ہی نے یہی کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میرے پاس سوائے پانی کے کچھ نہیں۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا: "آج کی رات کون اس کی مہمانی کرے گا؟" تو ایک انصاری آدمی نے کہا: یارسول اللہ! میں۔ پس وہ اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی سے کہا: رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی عزت کرنا۔

وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ لِامْرَأَتِهِ: هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ: لَا، إِلَّا قُوتَ صِبْيَانِي. قَالَ: عَلِّلِيهِمْ بِشَيْءٍ وَإِذَا أَرَادُوا الْعَشَاءَ، فَنَوِّمِيهِمْ، وَإِذَا دَخَلَ ضَيْفُنَا، فَأَطْفِئِي السِّرَاجَ، وَأَرِيهِ أَنَّا نَأْكُلُ، فَقَعَدُوا وَأَكَلَ الضَّيْفُ وَبَاتَا طَاوِيَيْنِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ، غَدَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «لَقَدْ عَجِبَ اللهُ مِنْ صَنِيعِكُمَا

اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے اپنی بیوی سے کہا: کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا: نہیں' صرف میرے بچوں کی خوراک ہے۔ اس نے کہا: ان بچوں کو کسی چیز کے ساتھ بہلا دو اور جب وہ رات کا کھانا مانگیں تو انھیں (کسی طریقے سے) سلا دینا' اور جب ہمارا مہمان گھر میں داخل ہو تو چراغ بجھا دینا' اور اس پر ظاہر کرنا کہ ہم (بھی اس کے

[564] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب: ﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾، حديث:3798، وصحيح مسلم، الأشربة، باب إكرام الضيف وفضل إيثاره، حديث:2054.

بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ساتھ) کھانا کھا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ سب (کھانے کے لیے) بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھایا اور دونوں نے بھوکے رات گزاری۔ جب صبح ہوئی اور وہ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''تم نے آج کی رات اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا' اللہ تعالیٰ اس پر بڑا خوش ہوا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں اکرام ضیف (مہمان کی عزت اور اس کی مہمانی) اور ایثار کی ایک نادر مثال پیش کی گئی ہے جسے اللہ نے بھی پسند فرمایا۔ ② اس سے ایثار وقربانی کی ترغیب ملتی ہے۔ جس معاشرے میں یہ جذبہ عام ہو جائے وہاں لوٹ کھسوٹ کی بجائے ایک دوسرے کی ہمدردی اور ایثار سے وہ معاشرہ جنت نظیر بن جاتا ہے۔

[٥٦٥] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْأَرْبَعَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[565] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو اور تین کا کھانا چار آدمیوں کو کافی ہے۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ، وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي الْأَرْبَعَةَ، وَطَعَامُ الْأَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ».

اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو اور دو کا کھانا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کو کافی ہے۔''

فائدہ: اس میں مکارم اخلاق' ہمدردی ومواسات اور قناعت کی تعلیم ہے کہ اگر کبھی ہنگامی طور پر ایسی ضرورت پیش آجائے کہ کھانا کم ہو اور کھانے والے افراد زیادہ ہوں تو مذکورہ حساب سے مل جل کر کھا لینا چاہیے۔ اس میں اللہ کی طرف سے برکت ہوگی اور ثواب بھی ملے گا۔

[٥٦٦] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى رَاحِلَةٍ لَهُ، فَجَعَلَ يَصْرِفُ بَصَرَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ

[566] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں اپنی نظر کو گھمانے لگا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کے پاس فالتو سواری ہو' اسے چاہیے کہ وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو۔ اور

[565] صحيح البخاري، الأطعمة، باب طعام الواحد يكفي الاثنين، حديث:5392، وصحيح مسلم، الأشربة، باب فضيلة المواساة في الطعام القليل......، حديث:2058.

[566] صحيح مسلم، اللقطة، باب استحباب المواساة بفضول المال، حديث:1728.

لَهُ فَضْلٌ مِّنْ زَادٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلٰى مَنْ لَّا زَادَ لَهُ» فَذَكَرَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ، حَتّٰى رَأَيْنَا أَنَّهُ لَا حَقَّ لِأَحَدٍ مِّنَّا فِي فَضْلٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

جس کے پاس زائد توشہ ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس توشہ نہ ہو۔'' اس طرح آپ نے مختلف قسم کے مالوں کا ذکر فرمایا، یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ ہم میں سے کسی شخص کا زائد از ضرورت چیز میں کوئی حق نہیں ہے۔ (مسلم)

فائدہ: مواسات اور ہمدردی کے باب میں اس حدیث کے ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اجتماعی زندگی میں، خاص طور پر بحرانی دور میں ایک دوسرے کا معاون، خیر خواہ اور ہمدرد ہونا چاہیے اور اپنی ضرورت سے زائد ہر چیز دوسرے ضرورت مند مسلمانوں کو دے دینی چاہیے، تاہم یہ حکم فرض و وجوب کے دائرے میں نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو کسی کو مال جمع کر کے رکھنے کی اجازت نہ ہوتی۔ یہ حکم استحبابی ہے۔ اگر مسلمانوں میں اخلاق کریمانہ عام ہوتا تو اس حکم کے استحبابی ہونے کے باوجود اس پر عمل کثرت کے ساتھ ہوتا اور مسلمان معاشرہ اخوت و مواسات کے اعتبار سے مثالی ہوتا۔ لیکن اخلاق کریمانہ کے فقدان نے اس استحبابی حکم کی ساری اہمیت و افادیت ختم کر دی۔ اس لیے مسلمان معاشروں میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی و تعاون کی بجائے ایک دوسرے سے بے نیازی کے نہایت سنگ دلانہ مظاہرے عام ہیں۔ فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى.

[٥٦٧] وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِبُرْدَةٍ مَّنْسُوجَةٍ، فَقَالَتْ: نَسَجْتُهَا بِيَدَيَّ لِأَكْسُوَكَهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا لَإِزَارُهُ، فَقَالَ فُلَانٌ: اُكْسُنِيهَا مَا أَحْسَنَهَا! فَقَالَ: «نَعَمْ»، فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا، ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ! لَبِسَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، ثُمَّ سَأَلْتَهُ، وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا، فَقَالَ: إِنِّي وَاللّٰهِ! مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهَا، إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُونَ كَفَنِي. قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[567] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بُنی ہوئی چادر لے کر آئی اور کہنے لگی: میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بنا ہے تاکہ آپ کو پہناؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی ضرورت کی چیز سمجھتے ہوئے قبول فرما لیا۔ پھر آپ اسے تہ بند کے طور پر باندھ کر ہمارے درمیان تشریف لائے تو ایک صاحب نے کہا: یہ تو آپ مجھے پہنا دیں، کس قدر خوبصورت ہے یہ چادر! آپ نے فرمایا: ''اچھا۔'' پھر نبی ﷺ مجلس میں بیٹھ گئے، پھر واپس گئے اور اس چادر کو اتار کر لپیٹا اور اس آدمی کی طرف اسے بھیج دیا۔ پس لوگوں نے اسے کہا: تو نے اچھا نہیں کیا، نبی ﷺ نے یہ چادر اپنی ضرورت سمجھ کر پہنی تھی لیکن تو نے آپ سے یہ مانگ لی اور تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کسی سائل کو (خالی) واپس نہیں کرتے۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے یہ اپنے پہننے کے لیے نہیں مانگی، میں نے تو یہ اس لیے مانگی

[567] صحيح البخاري، الجنائز، باب من استعد الكفن في زمن النبي ﷺ فلم ينكر عليه، حديث:1277.

ہے تا کہ (آپ کے جسم مبارک سے لگی ہوئی یہ بابرکت چادر) میرا کفن بن جائے۔ راویٔ حدیث حضرت سہل فرماتے ہیں: پس یہ چادر اس کے کفن ہی کے کام آئی۔ (بخاری)

فوائد ومسائل: ① اس میں ہدیہ قبول کرنے کا جواز ہے کیونکہ باہم ہدیوں کے تبادلے سے محبت بڑھتی ہے۔ اس لیے نبی ﷺ کا فرمان ہے: [تَهَادَوْا تَحَابُّوا] ''ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس سے باہم محبت پیدا ہوتی ہے۔'' (صحیح الأدب المفرد، حدیث:594، إسناده حسن) ② آپ کسی سائل کو (خالی) واپس نہیں لوٹاتے تھے۔ ③ قبل از وقت ضرورت کی چیز تیار کر کے رکھنا جائز ہے۔ ④ رسول اللہ ﷺ کے وضو کے پانی، آپ کے پسینے اور بال وغیرہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے متبرک سمجھا اور ان سے تبرک حاصل کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے مگر آپ کے علاوہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کسی کے آثار سے تبرک حاصل نہیں کیا ورنہ خلفاء اور عشرہ مبشرہ کے آثار سے بھی تبرک حاصل کیا جاتا۔ علاوہ ازیں صحابہ نے بھی رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک سے مس کی ہوئی چیزوں ہی سے تبرک حاصل کیا۔ دیواروں، کھڑکیوں اور دروازوں وغیرہ سے نہیں کیا، جیسے آج کل بعض لوگ حرمین شریفین میں جا کر کرتے ہیں، پھر ستم بالائے ستم یہ کہ قبر کے دھوون کو بھی متبرک سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اول تو قبر کو پختہ بنانے ہی کی اسلام میں اجازت نہیں ہے، تو پھر کسی قبر کو دھونے کا جواز کیوں کر ثابت ہو سکتا ہے؟ اس لیے قبر کا یہ دھوون متبرک نہیں، غلیظ و پلید ہے۔ اسی طرح نیم پاگل، مخبوط الحواس اور طہارت و پاکیزگی تک سے بے نیاز قسم کے لوگوں کو لوگ مجذوب سمجھتے اور ان سے تبرک حاصل کرنے کی سعی کرتے ہیں، حالانکہ وہ فرائض اسلام بلکہ ہر چیز سے غافل اور یکسر بے خبر ہوتے ہیں۔ انھیں ولی اللہ سمجھنا خللِ دماغ کے سوا کچھ نہیں۔ اسی طرح بہت سے مقامات پر نبی ﷺ کی طرف منسوب کئی چیزیں تبرکات کے نام سے رکھی ہوئی ہیں جبکہ تاریخی طور پر ان کا ثبوت نہیں۔ ان تمام چیزوں سے اجتناب ضروری ہے۔

[٥٦٨] وَعَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الْأَشْعَرِيِّينَ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الْغَزْوِ، أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِينَةِ، جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، ثُمَّ اقْتَسَمُوهُ بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَّاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[568] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اشعری حضرات، جب جہاد (کے سفر) میں زاد راہ ختم ہو جاتا یا ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے، یا مدینے میں (حالت قیام میں) ان کے اہل وعیال کا کھانا کم ہو جاتا ہے، تو ان کے پاس جو کچھ ہوتا ہے، سب ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں اور پھر اسے ایک برتن میں مساوی طور پر آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، پس یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔'' (بخاری و مسلم)

[568] صحيح البخاري، الشركة، باب الشركة في الطعام والنهد والعروض.....، حديث:2486، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل الأشعريين رضي الله عنهم، حديث:2500.

[أَرْمَلُوا]: فَرَغَ زَادُهُمْ، أَوْ قَارَبَ الْفَرَاغَ.

أَرْمَلُوا: جب ان کا زاد (توشۂ سفر) ختم ہو جاتا یا ختم ہونے کے قریب ہوتا۔

فوائد و مسائل: ① ''وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں'' یہ اس بات کے اظہار کا پیرایۂ بیان ہے کہ اخلاق و کردار اور اعمال خیر میں ہم ایک دوسرے کے بہت قریب بلکہ ایک جیسے ہیں۔ ② اس میں اشعری قبیلے کے افراد کی فضیلت کے علاوہ ایک دوسرے کی ہمدردی و خیر خواہی کی ترغیب ہے۔ خاص طور پر ابتلا اور بحران کے موقعوں پر لوگ اس طرح باہم تعاون کریں تو کم وسائل والوں کو کوئی تکلیف اور پریشانی نہ ہو۔ اس باب میں مذکور تمام احادیث کا یہی خلاصہ ہے۔

[٦٣] بَابُ التَّنافُسِ فِي أُمُورِ الْآخِرَةِ وَالْاِسْتِكْثَارِ مِمَّا يُتَبَرَّكُ بِهِ

63- آخرت کے کاموں میں شوق و رغبت کا اور متبرک چیزوں کی زیادہ خواہش کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ﴾ [المُطَفِّفِين: ٢٦].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اس (جنت) کے بارے میں ہی رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہیے۔''

فائدۂ آیت: جنت کی بعض صفات بیان کر کے اللہ نے مذکورہ بات ارشاد فرمائی جس کا مطلب ہے کہ رغبت اور شوق کی کوئی چیز ہے تو وہ جنت ہے' اس لیے اہل ایمان کے دلوں میں اسی کی رغبت اور اس کے مطابق اسے حاصل کرنے کے لیے سعی و جہد ہونی چاہیے۔

[٥٦٩] وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بِشَرَابٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ: «أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟» فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا، وَاللهِ! يَا رَسُولَ اللهِ! لَا أُوثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا، فَتَلَّهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي يَدِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[569] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مشروب (پانی یا دودھ وغیرہ) لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے کچھ پیا۔ اور آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا اور بائیں جانب بزرگ لوگ تھے۔ پس آپ نے لڑکے سے فرمایا: ''کیا تو مجھے اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ میں (تیری بجائے پہلے) ان بزرگوں کو دوں؟'' تو لڑکے نے کہا: نہیں' اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میں آپ کی طرف سے ملنے والے اپنے حصے میں کسی کو ترجیح نہیں دوں

[569] صحيح البخاري، المظالم، باب إذا أذن له أو أحله ولم يبين كم هو، حديث:2451، وصحيح مسلم، الأشربة، باب استحباب إدارة الماء واللبن ونحوهما على يمين المبتدئ، حديث:2030.

گا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے وہ پیالہ اس لڑکے کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ (بخاری و مسلم)

[تَلَّهُ]: بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ، أَيْ: وَضَعَهُ. وَهٰذَا الْغُلَامُ هُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

تَلَّهُ: ''تا'' کے ساتھ۔ یعنی اسے رکھ دیا۔ اور یہ لڑکا حضرت ابن عباس ؓ تھے۔

فوائد و مسائل: ① مجلس میں تقسیم کرنے کے لیے مسئلہ یہ ہے کہ دائیں جانب سے آغاز کیا جائے۔ واقعۂ مذکورہ میں دائیں جانب حضرت ابن عباس ؓ تھے جو ابھی نوعمر تھے' جبکہ بائیں جانب عمر رسیدہ حضرات تھے۔ بڑوں کی توقیر و احترام کا تقاضا تھا کہ آغاز ان سے کیا جائے لیکن مسئلے کا تقاضا یہ تھا کہ ابن عباس ؓ سے اس کا آغاز کیا جائے کیونکہ وہ دائیں جانب تھے۔ اس لیے آپ نے ان کے اس حق اولیت کو محض ان کے نوعمر ہونے کی وجہ سے نظر انداز نہیں کیا بلکہ ان سے اجازت طلب کر کے واضح کر دیا کہ صاحب حق ہی کو اولیت دی جائے چاہے وہ بچہ ہی ہو۔ البتہ اس سے گنجائش نکلتی ہے کہ چھوٹوں کی اجازت کے ساتھ بڑوں کو ترجیح دی جائے۔ ② دوسری طرف حضرت ابن عباس ؓ کے لیے بھی ضروری تھا کہ وہ بڑوں کا ادب و احترام کرتے ہوئے اپنے حق سے دستبردار ہو جاتے لیکن ان کے سامنے اس سے بھی اہم تر مسئلہ یہ تھا کہ مشروب کا وہ پیالہ جس میں رسول اللہ ﷺ کا بچا ہوا مشروب تھا اور جسے آپ کے دہان (منہ) مبارک سے مس ہونے کا شرف حاصل ہو چکا تھا' اس تبرک سے سب سے پہلے وہ خود بہرہ ور ہوں' اس لیے انھوں نے بڑوں کے ادب و احترام کے تقاضے پر نبی ﷺ کے تبرک کو ترجیح دی۔ یوں بڑوں کے ادب و احترام کا مسئلہ بھی واضح ہو گیا اور نبی اکرم ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کی اہمیت بھی اجاگر اور نمایاں ہو گئی۔ علاوہ ازیں حق دار کا استحقاق اولیت بھی ثابت ہو گیا۔

[٥٧٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «بَيْنَا أَيُّوبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا، فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ أَيُّوبُ يَحْثِي فِي ثَوْبِهِ، فَنَادَاهُ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ: يَا أَيُّوبُ! أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰى؟ قَالَ: بَلٰى وَعِزَّتِكَ، وَلٰكِنْ لَا غِنٰى بِي عَنْ بَرَكَتِكَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[570] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اس دوران کہ ایوب ؑ کپڑے اتار کر غسل فرما رہے تھے' ان پر سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں۔ حضرت ایوب انھیں لپ بھر بھر کے اپنے کپڑے میں رکھنے لگے تو اللہ عزوجل نے آسمان سے انھیں پکارا: اے ایوب! کیا میں نے تجھے ان چیزں سے بے نیاز نہیں کر دیا تھا جنھیں تو دیکھ رہا ہے؟ حضرت ایوب (ؑ) نے عرض کیا: کیوں نہیں' تیری عزت کی قسم! لیکن تیری برکت سے تو' جو مجھ پر نازل ہو' بے نیازی نہیں ہو سکتی۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① يَحْثِي: مطلق لینے کے مفہوم میں بھی ہو سکتا ہے' یعنی انھیں پکڑ پکڑ کر جمع کرنے لگے اور حثی:

[570] صحيح البخاري، الغسل، باب من اغتسل عريانا وحده في خلوة، حديث: 279.

دونوں ہتھیلیوں سے کسی چیز کے لینے کو بھی کہتے ہیں' جسے اردو میں لپ بھر کر لینا کہتے ہیں۔ ② اس میں بھی برکت کا مسئلہ بیان ہوا ہے۔ اسی مناسبت سے اسے اس باب میں بیان کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں مال جمع کر کے رکھنے کا اور تنہائی میں' جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو' ننگے بدن غسل کرنے کا جواز ہے۔

[٦٤] بَابُ فَضْلِ الْغَنِيِّ الشَّاكِرِ، وَهُوَ مَنْ أَخَذَ الْمَالَ مِنْ وَجْهِهِ وَصَرَفَهُ فِي وُجُوهِهِ الْمَأْمُورِ بِهَا

باب: 64- شکر گزار مال دار کی فضیلت کا بیان اور شاکر غنی وہ ہے جو جائز طریقے سے مال حاصل کرے اور ایسی جگہوں پر خرچ کرے جہاں خرچ کرنے کا حکم ہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ○ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ﴾ [اللَّيل: ٥-٧]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لیکن جس شخص نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کی تصدیق کی' ہم اسے آسان راستے (نیکی) کی توفیق دیں گے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ○ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ○ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ○ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ○ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ﴾ [الليل: ١٧-٢١]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور بچا لیا جائے گا اسے جہنم سے جو بڑا پرہیزگار ہے' جو اپنا مال پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے اور کسی کا اس پر احسان نہیں ہے کہ جس کا بدلہ دیا جائے' صرف اپنے رب برتر کی رضامندی کے لیے خرچ کرتا ہے اور یقیناً عنقریب وہ خوش ہو جائے گا۔''

وَقَالَ تَعَالٰى ﴿إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ [البقرة: ٢٧١]

نیز فرمایا: ''اگر تم صدقات ظاہر کر کے دو' تب بھی اچھا ہے اور اگر تم چھپا کر دو اور فقراء کو دو تو یہ تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے اور وہ تم سے تمھاری برائیاں دور فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ تمھارے عملوں سے باخبر ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾ [آل عمران: ٩٢].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم اس وقت تک نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم اپنی پسندیدہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہیں کرو گے اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو' اللہ اسے جانتا ہے۔''

وَالْآيَاتُ فِي فَضْلِ الْإِنْفَاقِ فِي الطَّاعَاتِ كَثِيرَةٌ

اور نیکی اور طاعت کے کاموں میں خرچ کرنے کے

مَعْلُومَةٌ.

بارے میں بہت سی آیات ہیں جو کہ معلوم ہیں۔

فائدۂ آیات: ان تمام آیات میں انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور تاکید بیان کی گئی ہے۔

[٥٧١] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا، فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[571] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صرف دو خصلتوں پر رشک کرنا جائز ہے: ایک اس آدمی (کی خصلت) پر جسے اللہ نے مال سے نوازا‘ پھر اسے حق کی راہ میں خرچ کرنے کی ہمت بھی دی اور دوسرے اس آدمی (کی خصلت) پر جسے اللہ نے حکمت و دانائی عطا فرمائی اور وہ اس کے ساتھ فیصلہ کرتا اور دوسرے لوگوں کو بھی سکھاتا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

وَتَقَدَّمَ شَرْحُهُ قَرِيبًا. [رقم: ٥٤٤]

اور اس کی شرح قریب ہی گزری ہے۔ (ملاحظہ ہو: بَابُ فَضْلِ الْكَرَمِ وَالْجُودِ، حدیث:544)

فوائد و مسائل: ① یہاں باب کی مناسبت سے اس حدیث کو دوبارہ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو مال دے تو اس کا شکر یہ ہے کہ اسے اللہ کے حکم کے مطابق نیکی کے راستوں میں خرچ کیا جائے۔ اسی طرح علم و حکمت کا شکر یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور دوسرے لوگوں کو اس کی تعلیم دی جائے۔ ② دوسروں کو نفع پہنچانے کے لیے مال اور علم کی آرزو کرنا جائز ہے۔

[٥٧٢] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْقُرْآنَ، فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا، فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[572] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”صرف دو خصلتوں پر رشک کرنا جائز ہے: ایک اس آدمی (کی خصلت) پر جسے اللہ نے قرآن مجید عطا فرمایا‘ پس وہ اس کے ساتھ رات کی گھڑیوں میں بھی عمل کرتا ہے اور دن کی گھڑیوں میں بھی۔ اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے مال عطا فرمایا‘ چنانچہ وہ اسے رات کی گھڑیوں میں بھی خرچ کرتا ہے اور دن کی گھڑیوں میں بھی۔“ (بخاری و مسلم)

وَالْمُرَادُ بِالْقِيَامِ بِالْقُرْآنِ: اَلْعَمَلُ بِهِ تِلَاوَةً

قیام بالقرآن سے مراد: تلاوت کر کے اور احکام بجا لا کر

[571] صحيح البخاري، العلم، باب الاغتباط في العلم و الحكمة، حديث:73، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب فضل من يقوم بالقرآن و يعلمه......، حديث: 816.

[572] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب اغتباط صاحب القرآن، حديث:5025، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه......، حديث: 815.

وَّطَاعَةً.

[اَلْآنَاءُ]: اَلسَّاعَاتُ.

عمل کرنا ہے۔

اَلْآنَاءُ: گھڑیاں (اوقات۔)

فوائد و مسائل: ① اکثر روایات میں اثنتین (تائے تانیث کے ساتھ) ہے جس کے معنی ہیں: لَاحَسَدَ مَحْمُودٌ فِي شَيْئٍ إِلَّا فِي خَصْلَتَيْنِ، صرف دو خصلتوں میں رشک کرنا پسندیدہ ہے۔ رَجُلٌ (مرفوع) مضاف کے قائم مقام ہے۔ اس کا مضاف خَصْلَةُ محذوف ہے، یعنی [خَصْلَةُ رَجُلٍ] ''ایک اس آدمی کی خصلت۔'' اور بعض روایات میں یہ اثنین ہے اس سے مراد دو آدمی ہوں گے، رجل اس سے بدل۔ ② اس سے ماقبل حدیث میں قرآن کی جگہ حکمت کا لفظ ہے۔ اس حکمت سے مراد بھی قرآن ہی ہے۔ یعنی اَلْحِكْمَةُ میں الف لام عہد کا ہے۔ اس کے ساتھ قیام کرنے کا مطلب اس پر عمل کرنا ہے، جس میں قرآن کریم کی تلاوت (نماز میں اور نماز سے باہر) اس کی تعلیم، اس کے ساتھ فیصلہ کرنا اور اس کے مطابق فتویٰ وغیرہ دینا سب شامل ہیں۔ اس حساب سے دونوں روایات کا مفہوم ایک ہی ہے اور دو آدمیوں یا دو خصلتوں پر حصر بھی صحیح ہے۔ (فتح الباري، كتاب العلم، باب الاغتباط في العلم والحكمة)

[٥٧٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ أَتَوْا رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالُوا: ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى، وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ، فَقَالَ: «وَمَا ذَاكَ؟» فَقَالُوا: يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَيَتَصَدَّقُونَ وَلَا نَتَصَدَّقُ، وَيُعْتِقُونَ وَلَا نُعْتِقُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَفَلَا أُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُونَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ، وَتَسْبِقُونَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلَا يَكُونُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟» قَالُوا: بَلٰى يَارَسُولَ اللهِ! قَالَ: «تُسَبِّحُونَ، وَتَحْمَدُونَ وَتُكَبِّرُونَ، دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ مَرَّةً»، فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالُوا: سَمِعَ إِخْوَانُنَا أَهْلُ الْأَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا، فَفَعَلُوا مِثْلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ذٰلِكَ فَضْلُ

[573] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقرائے مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: دولت مند لوگ بلند درجے اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں لے گئے۔ آپ نے پوچھا: ''وہ کیسے؟'' انھوں نے عرض کیا: وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں، وہ روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں اور وہ صدقہ کرتے ہیں لیکن ہم (استطاعت نہ رکھنے کی وجہ سے) صدقہ نہیں کرتے اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں، ہم نہیں کرتے (دولت مندی کی وجہ سے وہ ہم سے زیادہ فضیلت حاصل کر لیتے ہیں۔) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جس کے ذریعے سے تم اپنے سے آگے بڑھنے والوں کو پالو اور اپنے بعد والوں سے تم بڑھ جاؤ اور کوئی تم سے زیادہ فضیلت والا نہ ہو مگر وہی جو تمھارے جیسا یہ عمل کرے؟'' انھوں نے کہا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! (ایسا عمل تو ضرور بتلائیے!) آپ نے ارشاد فرمایا: ''تم ہر نماز کے بعد تینتیس، تینتیس

[573] صحيح البخاري، الأذان، باب الذكر بعد الصلاة، حديث:843، وصحيح مسلم، المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، حديث:595.

اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ.

مرتبہ سبحان اللہ الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ (چنانچہ انھوں نے اس پر عمل شروع کر دیا۔ لیکن دولت مند مسلمانوں کو بھی رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان پہنچ گیا تو وہ بھی اس پر عمل کرنے لگے۔) لہٰذا فقرائے مہاجرین دوبارہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہمارے اس فعل کی گن سن ہمارے دولت مند بھائیوں کو بھی ہوگئی ہے اور انھوں نے بھی اس عمل کو اپنا لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہے دیتا ہے۔'' (بخاری و مسلم۔ یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

[اَلدُّثُورُ]: اَلْأَمْوَالُ الْكَثِيرَةُ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

اَلدُّثُورُ: معنی ہیں: بہت مال۔ وَاللهُ أَعْلَمُ.

فوائد و مسائل: ① الفاظ حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سُبْحَانَ اللهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ 33 مرتبہ کہو۔ اس طرح ہر کلمے کو گیارہ مرتبہ کہہ لینے سے 33 کی تعداد پوری ہو جاتی ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اظہر (زیادہ واضح) بات یہ ہے کہ ہر کلمہ 33 مرتبہ کہا جائے۔ اصل عبارت یوں ہوگی: [تُسَبِّحُونَ خَلْفَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ] ''ہر نماز کے بعد 33 مرتبہ سبحان اللہ کہو، 33 مرتبہ الحمد للہ کہو اور اسی طرح 33 مرتبہ اللہ اکبر کہو۔'' اور امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض روایات کی رو سے اللہ اکبر 34 مرتبہ اور پھر آخر میں لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھ لیا جائے۔ ② اکٹھا پڑھا جائے یا علیحدہ علیحدہ؟ قاضی عیاض فرماتے ہیں: علیحدہ علیحدہ پڑھنا بہتر ہے۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دونوں طرح ٹھیک ہے۔ دونوں طرح ہی مذکورہ تعداد پوری ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اس موقع پر عدد مسنون پر اضافہ نہ کیا جائے بلکہ جس طرح حکیم کے نسخے کو کسی بھی جز میں کمی بیشی کیے بغیر استعمال کرنا ضروری ہے ورنہ اس کی افادیت ختم ہو جاتی ہے' اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی بتلائی ہوئی تعداد میں جو برکت' تاثیر اور روحانی فوائد ہیں' اس میں کمی بیشی کرنے سے یہ برکت و تاثیر ختم ہو جائے گی۔ (فتح الباري' الأذان، باب الذكر بعد الصلاة) ③ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نیکی کے معاملے میں کس طرح بڑھ چڑھ کر رغبت رکھتے تھے اور ان کی نظر اپنے سے زیادہ اعمال خیر کرنے والوں پر ہوتی تھی جیسا کہ حکم ہے' اور پھر ان ہی کی سی فضیلت حاصل کرنے کے لیے بے چین رہتے تھے۔ ④ اہل ثروت اگر تمام احکام و فرائض اسلام کی پابندی کے ساتھ' دولت مندی کی وجہ سے' مالی عبادات کا بھی اہتمام کریں گے تو یہ ایسا شرف و فضل ہے جس میں دوسرے اہل ایمان ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے جو دولت سے محروم ہونے کی وجہ سے صدقہ و خیرات وغیرہ کرنے سے معذور ہیں۔

[٦٥] بَابُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَقَصْرِ الْأَمَلِ

باب:65- موت کو یاد کرنے اور آرزوئیں کم کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ ٱلْمَوْتِۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِۖ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ ٱلنَّارِ وَأُدْخِلَ ٱلْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَۗ وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا مَتَـٰعُ ٱلْغُرُورِ﴾ [آل عمران: ١٨٥]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہر جاندار نے موت کا مزہ چکھنا ہے اور قیامت والے دن تمھیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ چنانچہ جو دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہ یقیناً کامیاب ہو گیا۔ اور دنیوی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًاۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌۢ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ﴾ [لقمان: ٣٤]

نیز فرمایا: ''کوئی جاندار نہیں جانتا کہ کل کو کیا کرے گا اور کسی جاندار کو یہ پتا نہیں کہ وہ کون سی زمین میں مرے گا۔''

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَـْٔخِرُونَ سَاعَةًۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ [النحل: ٦١]

اور اللہ نے فرمایا: ''جب ان کا وقت آ پہنچتا ہے تو ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔''

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَٰلُكُمْ وَلَآ أَوْلَـٰدُكُمْ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَـٰسِرُونَ ○ وَأَنفِقُوا۟ مِن مَّا رَزَقْنَـٰكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَآ أَخَّرْتَنِيٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ ٱلصَّـٰلِحِينَ ○ وَلَن يُؤَخِّرَ ٱللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَآءَ أَجَلُهَاۚ وَٱللَّهُ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ [المنافقون: ٩-١١]

نیز اللہ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! تمھیں تمھارے مال اور تمھاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں، اور جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اور جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس میں سے خرچ کرو پہلے اس سے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے اور پھر کہے: اے رب! تو نے مجھے تھوڑے دنوں کی مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کر لیتا اور نیکوکاروں میں سے ہو جاتا۔ اور جب کسی کا وقت مقرر آ جائے تو اللہ تعالیٰ ہرگز مہلت نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالیٰ تمھارے عملوں سے باخبر ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَ أَحَدَهُمُ ٱلْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ٱرْجِعُونِ ○ لَعَلِّيٓ أَعْمَلُ صَـٰلِحًا فِيمَا تَرَكْتُۚ كَلَّآۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَاۖ وَمِن وَرَآئِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ○ فَإِذَا نُفِخَ فِي ٱلصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ ○ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَٰزِينُهُۥ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَٰزِينُهُۥ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ فِي

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ''یہاں تک کہ جب ان میں سے ایک کو موت آئے تو وہ کہتا ہے: اے میرے رب! مجھے دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ جسے میں چھوڑ آیا ہوں اس میں جا کر نیک عمل کروں۔ (یاد رکھو!) ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ یہ صرف ایک بات ہی ہے جسے وہ کہے گا۔ اور ان کے درمیان ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک۔ چنانچہ جب صور میں

جَهَنَّمَ خَٰلِدُونَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ ٱلنَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَٰلِحُونَ ۝ أَلَمْ تَكُنْ ءَايَٰتِى تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ﴾- إِلٰى قَوْلِهِ تَعَالٰى: - ﴿كَمْ لَبِثْتُمْ فِى ٱلْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ۝ قَالُوا۟ لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ ٱلْعَآدِّينَ ۝ قَٰلَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ۖ لَّوْ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَٰكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾ [الْمُؤْمِنون: ٩٩-١١٥]

پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان کوئی رشتے داری نہیں رہے گی اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ تو جن کے پلڑے بھاری ہوں گے' وہی لوگ کامیاب ہوں گے اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے' تو یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا' (اور یہ) جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے چہروں کو آگ جھلستی ہوگی اور اس میں وہ تیوری چڑھائے ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے گا:) کیا تم پر میری آیتیں پڑھی نہ جاتی تھیں' پس تم انھیں جھٹلاتے تھے۔ (وہ کہیں گے: ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے رب ہمارے! ہمیں اس جہنم سے نکال لے' پھر اگر ہم دوبارہ (تیری نافرمانی) کریں تو یقیناً ہم ظالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اسی میں ذلیل وخوار ہوکر رہو اور مجھ سے بات نہ کرو)''...... آگے آیات' اللہ کے اس فرمان تک: ''تم زمین میں کتنے برس رہے؟ وہ کہیں گے: ایک دن یا دن کا کچھ حصہ' چنانچہ تو گنتی کرنے والوں (فرشتوں) سے پوچھ لے۔ اللہ فرمائے گا: تم واقعی تھوڑا ہی رہے' اگر تم جانتے ہوتے۔ کیا پس تم نے یہ گمان کیا تھا کہ ہم نے تمھیں (بے مقصد) بے کار پیدا کیا اور یہ کہ تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ ٱللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ ٱلْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ ٱلْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَٰسِقُونَ﴾ [الْحَدِيد: ١٦]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے نرم ہو جائیں اور اس سے جو اللہ نے حق نازل فرمایا اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہوں جنھیں پہلے کتاب دی گئی' پھر ان پر زمانہ دراز ہوگیا تو ان کے دل سخت ہوگئے اور اکثر ان میں سے فاسق ہیں۔''

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَّعْلُومَةٌ.

اور اس باب میں بہت سی آیات ہیں اور مشہور ہیں۔

فائدۂ آیات: ان تمام آیات میں اس حقیقت کا اظہار ہے کہ یہ دنیا فانی ہے اور اس کا سازوسامان ایک متاعِ فریب ہے اور اس کے بعد آخرت کی زندگی اور اس کی نعمتیں ہیں جنھیں زوال اور فنا نہیں۔ لیکن ان اخروی نعمتوں کے مستحق صرف

اہل ایمان ہوں گے اور اہل فسق وکفر کے لیے تو جہنم کا سخت عذاب ہے۔ جب تک انسان زندہ رہتا ہے اس کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ پڑا رہتا ہے اور وہ اس طرف توجہ نہیں دیتا لیکن مرنے کے بعد وہ دوبارہ دنیا میں آنے کی خواہش کرے گا جو کسی طرح ممکن نہیں۔ اس لیے صحیح راستہ یہی ہے کہ انسان موت اور اپنے انجام کو ہر وقت یاد رکھے اور آخرت کی تیاری سے کسی وقت غافل نہ رہے کیونکہ موت کا کوئی پتہ نہیں کس وقت آ جائے۔ اس کا ایک وقت مقرر ہے جس سے وہ ایک گھڑی آگے پیچھے نہیں ہوگی۔ اب چند احادیث ملاحظہ ہوں:

[٥٧٤] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمَنْكِبِي فَقَالَ: «كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ».

[574] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑا اور فرمایا: ”تم دنیا میں اس طرح رہو گویا پردیسی ہو یا جیسے رہ گزر ہوتا ہے۔“

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: إِذَا أَمْسَيْتَ، فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ، فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو۔ اور اپنی تندرستی کے زمانے میں اپنی بیماری کے لیے اور اپنی زندگی میں اپنی موت کے لیے تیاری کرلو۔ (بخاری)

فائدہ: یہ روایت باب الزھد، رقم: 471 میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس باب میں اسے زندگی کی بے ثباتی کے بیان کے لیے لائے ہیں اور یہ مضمون اس سے واضح ہے۔

[٥٧٥] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا حَقُّ امْرِيءٍ مُسْلِمٍ، لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ، يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

[575] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی مسلمان مرد کے لیے جس کے پاس وصیت کے قابل کوئی چیز ہو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دو راتیں بھی اس حالت میں گزارے کہ اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی نہ ہو۔“ (بخاری ومسلم۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: «يَبِيتُ ثَلَاثَ لَيَالٍ». قَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَا مَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ ذٰلِكَ إِلَّا وَعِنْدِي وَصِيَّتِي.

اور مسلم کی روایت میں ہے: ”(یہ جائز نہیں کہ) وصیت کے بغیر تین راتیں گزارے۔“ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سنی مجھ پر ایک رات بھی ایسی نہیں گزری ہے کہ میری وصیت میرے پاس (لکھی ہوئی موجود) نہ ہو۔

[574] صحيح البخاري، الرقاق، باب قول النبي ﷺ: [كن في الدنيا كأنك غريب أو عابر سبيل]، حديث: 6416.

[575] صحيح البخاري، الوصايا، باب الوصايا، حديث: 2738، وصحيح مسلم، الوصية، حديث: 1627.

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کی اس تاکید وصیت سے واضح ہے کہ موت کا کوئی پتہ نہیں' اس لیے اصحاب حیثیت لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہروقت وصیت لکھ کر رکھیں تاکہ ان کی وفات کے بعد لین دین کے معاملات ان کے ذمے نہ رہیں' نیز ورثاء کے درمیان جائیداد میں لڑائی جھگڑا نہ ہو۔

[٥٧٦] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَّ النَّبِيُّ ﷺ خُطُوطًا فَقَالَ: «هٰذَا الْإِنْسَانُ، وَهٰذَا أَجَلُهُ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ جَاءَ الْخَطُّ الْأَقْرَبُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[576] حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے کئی لکیریں کھینچیں' پھر (ایک خط کی طرف اشارہ کرکے) فرمایا: ''یہ انسان ہے (یعنی اس کی آرزوئیں) اور (دوسرے خط کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:) یہ اس کی موت ہے۔ پس انسان اسی طرح آرزوؤں کے درمیان ہوتا ہے کہ سب سے قریب لکیر (موت) آ پہنچتی ہے۔'' (بخاری)

[٥٧٧] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَّ النَّبِيُّ ﷺ خَطًّا مُرَبَّعًا، وَخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسَطِ خَارِجًا مِّنْهُ، وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا إِلٰى هٰذَا الَّذِي فِي الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِي فِي الْوَسَطِ، فَقَالَ: «هٰذَا الْإِنْسَانُ، وَهٰذَا أَجَلُهُ مُحِيطًا بِهِ - أَوْ قَدْ أَحَاطَ بِهِ - وَهٰذَا الَّذِي هُوَ خَارِجٌ: أَمَلُهُ، وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ: اَلْأَعْرَاضُ، فَإِنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا، نَهَشَهُ هٰذَا، وَإِنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَشَهُ هٰذَا». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَهٰذِهِ صُورَتُهُ.

[577] حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے ایک مربع شکل کا خط کھینچا اور ایک خط درمیان میں اس سے باہر نکلتا ہوا کھینچا اور درمیانی خط کے پہلو میں چند چھوٹے چھوٹے خط اور کھینچے اور فرمایا: ''یہ انسان ہے اور یہ خط اس کی موت کا ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے۔ اور یہ خط جو باہر نکل رہا ہے' اس کی آرزوئیں ہیں۔ اور یہ چھوٹے چھوٹے خط (جو پہلو میں ہیں) انسان کو پیش آنے والے حوادث ہیں۔ اگر ایک حادثہ اس سے خطا کر جاتا ہے تو دوسرا اسے آ دبوچتا ہے اور اس سے جان چھوٹتی ہے تو کوئی دوسرا اسے آ پکڑتا ہے۔'' (بخاری) اور یہ اس کا نقشہ ہے (جو ذیل میں درج ہے۔)
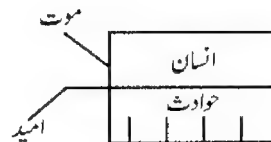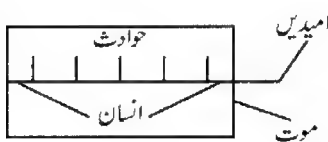
فوائد و مسائل: ① ان دونوں حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی زندگی پیہم حادثوں کا نام ہے۔ وہ ایک حادثے

[576] صحيح البخاري، الرقاق، باب في الأمل و طوله، حديث:6418.

[577] صحيح البخاري، الرقاق، باب في الأمل و طوله، حديث:6417.

سے بچتا یا نکلتا ہے تو دوسرا اسے آ گھیرتا ہے۔ اسی کشمکش اور حادثوں سے نبرد آزمائی میں اس کی زندگی گزرتی ہے۔ ② امیدوں اور آرزوؤں کا ایک وسیع اور نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہوتا ہے۔ ابھی اس کی آرزوئیں ناتمام ہی ہوتی ہیں کہ موت کا آہنی پنجہ اسے اپنے شکنجے میں کس لیتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ موت کا خط انسان کے سب سے قریب ہے۔ اس سے انسان کو غافل نہیں رہنا چاہیے۔ آرزوئیں تو کسی کی پوری نہیں ہوتیں۔ تو کیوں انسان اس سراب کے پیچھے موت کی حقیقت سے آنکھیں موندھے رکھے۔ بلکہ اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ موت کی تیاری سے کسی وقت بھی بے پروانہ ہو۔ ③ مذکورہ نقشہ بعض راویوں کا بنایا ہوا ہے جو انھوں نے حدیث سے سمجھا ہے۔

[٥٧٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سَبْعًا، هَلْ تَنْتَظِرُونَ إِلَّا فَقْرًا مُنْسِيًا، أَوْ غِنًى مُطْغِيًا، أَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا، أَوْ هَرَمًا مُفَنِّدًا، أَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا، أَوِ الدَّجَّالَ، فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ، أَوِ السَّاعَةَ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ؟!». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[578] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات چیزوں سے پہلے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو۔ کیا تم بھلا دینے والی ناداری کا انتظار کررہے ہو۔ یا سرکش کردینے والی دولت مندی کا۔ یا بگاڑ دینے والی بیماری کا۔ یا سٹھیا دینے والے بڑھاپے کا۔ یا تیزی سے آجانے والی موت کا۔ یا دجال کا۔ پس وہ تو ایک بدترین غائب چیز ہے جس کا انتظار کیا جارہا ہے۔ یا قیامت کا۔ پس قیامت تو نہایت دہشت ناک اور بہت تلخ ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: یہ حدیث ضعیف ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کی نسبت درست نہیں' البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ساتوں چیزیں ایسی ہیں کہ جو اعمال صالحہ سے انسان کو روک دینے والی ہیں۔ اس لیے صحت اور زندگی کو غنیمت سمجھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ انسان کو آخرت کے لیے نیکیاں جمع کر لینی چاہئیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ مذکورہ موانع میں سے کوئی مانع اسے پیش آجائے اور وہ نیکیاں کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔

[٥٧٩] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ». يَعْنِي: الْمَوْتَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[579] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم لذتیں ختم کرنے والی چیز' یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: موت کا تصور اور اس کا ذکر انسان کو دنیاوی لذتوں میں انہماک اور معصیتوں کے ارتکاب سے باز رکھتا ہے۔ اس لیے کثرت سے موت کو یاد کرنا چاہیے اور موت کے بعد پیش آنے والے معاملات سے انسان کو غافل نہیں رہنا چاہیے۔

---

[578] [ضعيف] جامع الترمذي، الزهد......، باب ماجاء في المبادرة بالعمل، حديث:2306.

[579] جامع الترمذي، الزهد......، باب ماجاء في ذكر الموت، حديث:2307.

[٥٨٠] وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، قَامَ فَقَالَ: «يَاأَيُّهَا النَّاسُ! اذْكُرُوا اللهَ، جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ، تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ». قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي أُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ، فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي؟ قَالَ: «مَا شِئْتَ»، قُلْتُ: اَلرُّبُعَ؟ قَالَ: «مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ»، قُلْتُ: فَالنِّصْفَ؟ قَالَ: «مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ»، قُلْتُ: فَالثُّلُثَيْنِ؟ قَالَ: «مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ»، قُلْتُ: أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا؟ قَالَ: «إِذًا تُكْفٰى هَمَّكَ، وَيُغْفَرَ لَكَ ذَنْبُكَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[580] حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رات کا ایک تہائی حصہ گزر جاتا تو رسول اللہ ﷺ (عبادت کے لیے) کھڑے ہو جاتے اور فرماتے: ''اے لوگو! اللہ کو یاد کرو۔ جسم پر لرزہ طاری کر دینے والی چیز (نفخۂ اولیٰ) اور اس کے پیچھے آنے والا (نفخۂ ثانیہ) آ پہنچا' موت بھی اپنی ہولناکیوں سمیت آ گئی' موت بھی اپنی ہولناکیوں سمیت آ پہنچی۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں آپ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں' پس میں آپ پر درود کے لیے کتنا وقت مقرر کروں؟ آپ نے فرمایا: ''جتنا تم چاہو۔'' میں نے کہا: وقت کا چوتھا حصہ؟ آپ نے فرمایا: ''جتنا تم چاہو' اگر تم زیادہ کرو گے تو تمھارے لیے بہتر ہے۔'' میں نے کہا: تو پھر آدھا؟ آپ نے فرمایا: ''جتنا تم چاہو' اگر تم زیادہ کرو گے تو تمھارے لیے بہتر ہے۔'' میں نے کہا: دو تہائی؟ آپ نے فرمایا: ''جتنا تم چاہو' اگر تم زیادہ کرو گے تو تمھارے لیے بہتر ہے۔'' میں نے کہا: میں اپنا سارا وقت آپ پر درود کے لیے وقف کر دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''پھر تو (یہ عمل) تمھارے غموں (کے دور کرنے) کے لیے کافی ہوگا اور تمھارے گناہ بھی معاف کر دیے جائیں گے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد و مسائل: ① رَاجِفَة کے معنی ہیں: لرزا دینے (کپکپی طاری کر دینے) والی۔ جب اسرافیل پہلی مرتبہ صور پھونکیں گے تو زمین اور پہاڑ لرز اٹھیں گے۔ اس لیے نفخۂ اُولیٰ کے اعتبار سے قیامت کو رَاجِفَة کہا گیا ہے۔ اس کے بعد دوسرا نفخہ ہوگا۔ اسے رَادِفَةٌ کہا: پیچھے آنے والا۔ ② اس میں نبی ﷺ نے موت کی ہولناکیوں کا تصور یاد کرایا ہے۔ ③ اس میں زیادہ سے زیادہ نبی ﷺ پر درود پڑھنے کی فضیلت اور تاکید ہے۔ اس کے لیے سارے اوقات بھی وقف کر دینا جائز ہے۔ یعنی فرائض و سنن مؤکدہ کے بعد باقی وقت درود پڑھنے پر صرف کیا جا سکتا ہے۔

[580] جامع الترمذي، صفة القيامة......، باب في الترغيب في ذكر الله......، حديث:2457.

[٦٦] بَابُ اسْتِحْبَابِ زِيَارَةِ الْقُبُورِ لِلرِّجَالِ وَمَا يَقُولُهُ الزَّائِرُ

باب:66-مَردوں کے لیے قبروں کی زیارت کا استحباب اور زیارت کرنے والا کیا پڑھے

[٥٨١] عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[581]حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے (پہلے) تمھیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا' پس (اب) تم زیارت کیا کرو۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں قبروں کی زیارت کا استحباب ہی نہیں بلکہ اس کا حکم اور تاکید ہے' تاہم ابتدائے اسلام میں اس کی ممانعت کردی گئی تھی کیونکہ اس وقت اندیشہ تھا کہ کہیں مسلمان اپنے زمانۂ جاہلیت کے اثرات کی وجہ سے وہاں غلط کام کر بیٹھیں۔ جب یہ اندیشہ ختم ہوگیا اور مسلمان عقیدۂ توحید میں پختہ ہوگئے تو اس کی نہ صرف اجازت دے دی گئی بلکہ اس کی تاکید کی گئی تاکہ موت کا تصور انسان کے دل ودماغ میں ہر وقت مستحضر رہے۔ ② اس اجازت اور حکم میں عورتیں بھی شامل ہیں یا نہیں؟ اس کی بابت علماء میں اختلاف ہے۔ صحیح اور راجح یہی ہے کہ عورتوں کے لیے بھی زیارت قبور مشروع ہے بشرطیکہ وہ وہاں جاکر کوئی خلاف شرع کام نہ کریں' البتہ کثرت کے ساتھ جانا عورتوں کے لیے جائز نہیں ہے اور ایسا کرنے والی عورتوں پر رسول اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ (جامع الترمذي، الجنائز، حديث:1056)

راویٔ حدیث: [حضرت بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ] بریدہ بن حصیب بن عبداللہ بن الحارث اسلمی۔ کنیت ابوعبداللہ ہے۔ قبیلۂ اسلم سے ہونے کی وجہ سے اسلمی کہلاتے ہیں۔ ہجرت مدینہ کے وقت نبیٔ اکرم ﷺ کا ان کے قبیلے کے پاس سے گزر ہوا تو اس وقت 80 آدمی مسلمان ہوئے جن میں بریدہ بھی شامل تھے۔ غزوۂ احد کے بعد نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں بھی شامل تھے۔ بصرہ تشریف لے گئے۔ جہاد کے لیے خراسان چلے گئے اور مرو میں قیام پذیر ہوئے۔ اور وہیں 62 یا 63 ہجری کو فوت ہوئے۔ خراسان میں فوت ہونے والے سب سے آخری صحابی ہیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ سے 177 حدیثیں روایت کرتے ہیں۔

[٥٨٢] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ - كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ - يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيعِ، فَيَقُولُ: «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ، غَدًا مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ

[582]حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کی میرے ہاں باری ہوتی تو آپ رات کے آخری حصے میں بقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے: [اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ وَأَتَاكُمْ مَاتُوعَدُونَ' غَداً مُؤَجَّلُونَ، وَ إِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، اَللّٰهُمَّ!

[581] صحيح مسلم، الجنائز، باب استئذان النبي ﷺ ربه -عز وجل- في زيارة قبر أمه، حديث:977.

[582] صحيح مسلم، الجنائز، باب مايقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها، حديث:974.

لَاحِقُونَ! اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ.] ''اے مسلمان بستی والو! تمھیں سلام ہو، تمھارے پاس وہ کل آ گیا جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمھیں ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! بقیع والوں کو بخش دے۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① غرقد ایک جھاڑی دار درخت ہے جو بقیع میں تھا' اس لیے اسے بقیع الغرقد کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رات کے وقت بھی قبروں کی زیارت کے لیے جانا صحیح ہے اور وہاں جا کر مذکورہ مسنون دعا پڑھی جائے جس میں اہلِ قبور کے لیے مغفرت اور سلامتی کا سوال ہے۔ ② خیال رہے کہ السلام علیکم' اہل قبور کے حق میں دعا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اہل قبور اسے سنیں اور جواب بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ اسے انھیں سنوا بھی سکتا ہے لیکن ہمارا عقیدہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ضرور سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ اس کا صحیح علم صرف اللہ کو ہے۔ ہمیں تو سنت پر عمل کرتے ہوئے مذکورہ سلام ودعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔

[٥٨٣] وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوا إِلَى الْمَقَابِرِ أَنْ يَقُولَ قَائِلُهُمْ: «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ! أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[583] حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ قبرستان جاتے تو آپ انھیں سکھلاتے تھے کہ وہ یہ دعا پڑھیں: [اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَ إِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ، أَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ.] ''اے مومنوں اور مسلمانوں کی بستیوں والو! تم پر سلام ہو۔ اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی یقیناً تمھیں ملنے والے ہیں۔ میں اللہ سے اپنے اور تمھارے لیے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں بھی قبرستان جا کر اپنے اور فوت شدگان کے لیے دعا کرنے کا جواز ہے کیونکہ زندوں کی دعا سے مُردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ قبروں پر پھول یا چادر وغیرہ ڈالنے سے مُردوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ یہ ایک بے کار کام ہے۔

[٥٨٤] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِقُبُورٍ بِالْمَدِينَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ: «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ! يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[584] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینے کی چند قبروں کے پاس سے گزرے تو ان کی طرف رخ کر کے فرمایا: [اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ] ''اے قبروں والو! تم پر سلام ہو۔ اللہ ہمیں اور تمھیں بخش

[583] صحيح مسلم، الجنائز، باب مايقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها، حديث:975۔

[584] ضعيف۔ جامع الترمذي، الجنائز، باب مايقول الرجل إذا دخل المقابر؟ حديث:1053۔

دے۔ تم ہم سے پہلے گزر جانے والے ہو اور ہم تمھارے پیچھے آنے والے ہیں۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: مذکورہ روایت ضعیف ہے' اس لیے زیارتِ قبور کے وقت وہ دعا پڑھی جائے جو اس سے قبل صحیح مسلم کے حوالے سے گزری ہے۔

[٦٧] بَابُ كَرَاهَةِ تَمَنِّي الْمَوْتِ بِسَبَبِ ضُرٍّ نَزَلَ بِهِ، وَلَا بَأْسَ بِهِ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ فِي الدِّينِ

باب: 67- کسی مصیبت کی وجہ سے موت کی آرزو کرنے کی کراہت اور دین کی بابت کسی فتنے میں مبتلا ہونے کے اندیشے سے موت کی آرزو کے جائز ہونے کا بیان

[٥٨٥] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ، إِمَّا مُحْسِنًا، فَلَعَلَّهُ يَزْدَادُ، وَإِمَّا مُسِيئًا، فَلَعَلَّهُ يَسْتَعْتِبُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

[585] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے۔ یا تو وہ نیکوکار ہے تو شاید نیکیوں میں وہ زیادہ بڑھ جائے (جو ایک مومن کا مقصود و مطلوب ہے۔) اور یا بدکار ہے تو شاید وہ توبہ کرے (اس طرح عمر میں اضافہ اس کے لیے خیر کا باعث ہو جائے)۔'' (بخاری و مسلم۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔)

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ، وَلَا يَدْعُ بِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُ، إِنَّهُ إِذَا مَاتَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ، وَإِنَّهُ لَا يَزِيدُ الْمُؤْمِنَ عُمْرُهُ إِلَّا خَيْرًا».

اور مسلم کی روایت میں ہے جو ابوہریرہ ؓ ہی سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے اور نہ اس کے آنے سے پہلے اس کی دعا کرے' اس لیے کہ جب یہ مر جائے گا تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور مومن کے لیے اس کی عمر میں اضافہ اس کے لیے بھلائی ہی میں اضافے کا باعث ہے۔''

فائدہ: اس میں موت کی آرزو کرنے سے روکا گیا ہے' اس لیے کہ ایک مومن کے لیے عمر میں زیادتی ہر صورت میں

[585] صحيح البخاري، المرضى، باب تمني المريض الموت، حديث:5673، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب كراهة تمني الموت لضر نزل به، حديث:2682.

مفید ہے۔ جتنی زیادہ عمر اسے ملے گی' وہ نیکیوں میں اتنی ہی ترقی کرے گا' یا کسی معصیت میں مبتلا ہوگا تو شاید اس سے تائب ہونے کا اسے موقع مل جائے۔ پس مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنا دامن زیادہ سے زیادہ نیکیوں سے بھر لے۔

[٥٨٦] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ أَصَابَهُ، فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا، فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ! أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّي». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[586] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف کی وجہ سے' جو اسے پہنچے' موت کی آرزو ہرگز نہ کرے۔ اگر اس نے ضرور ہی کرنی ہے تو یہ الفاظ کرے: [اَللّٰهُمَّ! أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي] ''اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہے اور مجھے موت اس وقت دے جب موت میرے لیے بہتر ہو۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں بھی موت کی آرزو کرنے سے روکا گیا ہے کیونکہ یہ آرزو اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ آرزو کرنے والا اللہ تعالیٰ کی قضا و تقدیر پر راضی نہیں ہے' تاہم اگر یہ آرزو ناگزیر ہو جائے تو مذکورہ الفاظ میں دعا کی جائے۔

[٥٨٧] وَعَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَعُودُهُ، وَقَدِ اكْتَوٰى سَبْعَ كَيَّاتٍ فَقَالَ: إِنَّ أَصْحَابَنَا الَّذِينَ سَلَفُوا مَضَوْا، وَلَمْ تَنْقُصْهُمُ الدُّنْيَا، وَإِنَّا أَصَبْنَا مَا لَا نَجِدُ لَهُ مَوْضِعًا إِلَّا التُّرَابَ وَلَوْلَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا أَنْ نَّدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ، ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرٰى وَهُوَ يَبْنِي حَائِطًا لَّهُ، فَقَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ لَيُؤْجَرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهُ إِلَّا فِي شَيْءٍ يَجْعَلُهُ فِي هٰذَا التُّرَابِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ.

[587] حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ہم خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی مزاج پرسی کے لیے ان کے پاس گئے' اور انھوں نے (بطور علاج) سات داغ لگوائے تھے' تو انھوں نے فرمایا: ہمارے وہ ساتھی جو ہمارے پیش رو تھے' وہ گزر گئے (دنیا سے چلے گئے) اور دنیا نے (ان کے اخروی اجر کو) کم نہیں کیا (کیونکہ انھیں دنیا کی آسائشیں میسر نہ تھیں) اور (اب) ہمیں اتنی دولت میسر آ گئی ہے کہ اسے سنگ و خشت (تعمیرات) پر خرچ کرنے (یا زمین میں دفن کرنے) کے سوا اس کا کوئی مصرف نہیں پاتے۔ اگر ہمیں نبی اکرم ﷺ نے موت کی دعا کرنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں

[586] صحيح البخاري، المرضى، باب تمني المريض الموت، حديث:5671، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب كراهة تمني الموت لضر نزل به، حديث:2680.

[587] صحيح البخاري، المرضى، باب تمني المريض الموت، حديث:5672، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب كراهة تمني الموت لضر نزل به، حديث:2681.

ضرور موت کی دعا کرتا۔ پھر ہم دوسری مرتبہ ان کے پاس گئے جب کہ وہ اپنی کوئی دیوار بنا رہے تھے' تو فرمایا: مومن جس پر بھی کچھ خرچ کرے' اسے اجر ملتا ہے سوائے اس خرچ کے جو وہ اس مٹی (تعمیرات) پر کرتا ہے۔ (بخاری ومسلم - اور یہ الفاظ بخاری کی روایت کے ہیں)

فوائد و مسائل: ① پہلے ایک طریقۂ علاج داغنا بھی تھا۔ لوہا گرم کر کے جسم کے متعلقہ حصوں پر لگانے کو داغنا کہا جاتا ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ اپنی بیماری کی وجہ سے سات مرتبہ داغنے کے عمل سے گزر چکے تھے جس سے وہ سخت پریشان تھے' جس کا اظہار انھوں نے حدیث میں مذکور الفاظ کے ذریعے سے کیا۔ ② اس میں جو فرمایا گیا کہ تعمیر پر جو خرچ ہوگا' اس پر اجر نہیں ملے گا' اس سے مراد ایسی تعمیرات ہیں جو زائد از ضرورت ہیں' ورنہ انسان کو سر چھپانے اور گرمی' سردی کی شدت اور بارش وغیرہ سے بچاؤ کے لیے ایک مکان کی ضرورت ہے اور یہ انسانی زندگی کا ایک ناگزیر تقاضا ہے' اس لیے مذکورہ وعید صرف ایسی تعمیرات پر ہے جو ضرورت سے زائد ہوں یا جن پر ضرورت سے زیادہ خرچ کیا جائے۔ جیسے بدقسمتی سے آج کل مسلمانوں کا حال ہے کہ ان کی ساری دولت یا تو شادی بیاہ کی فضول رسموں اور اسراف و تبذیر کے مظاہروں پر خرچ ہو رہی ہے یا پھر عالی شان محلات' سر بفلک عمارات' خوشنما بنگلوں اور زرنگار کوٹھیوں کی تعمیر پر لگ رہی ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ] قیس بن ابی حازم البجلی الاحمسی۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ کوفی ہے۔ کبار تابعین میں سے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت پایا اور نبی ﷺ کے پاس بیعت کے لیے آنا چاہتے تھے کہ نبی ﷺ دار فانی سے کوچ کر گئے۔ خلفائے راشدین کے علاوہ دیگر صحابہ سے بھی روایت بیان کرتے ہیں۔ انھیں ابن معین اور یعقوب بن شیبہ وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ 98 ہجری کو فوت ہوئے۔

[٦٨] بَابُ الْوَرَعِ وَتَرْكِ الشُّبُهَاتِ

باب: 68- پرہیز گاری اختیار کرنے اور شبہ والی چیزوں کو چھوڑ دینے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ﴾ [النور: ١٥].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور تم اس بات کو ہلکا سمجھتے ہو حالانکہ وہ اللہ کے ہاں بہت بڑی بات ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ [الفجر: ١٤].

نیز فرمایا: ''یقیناً تیرا رب گھات میں ہے (یعنی تمھارے عملوں کو دیکھ رہا ہے۔'')

فائدۂ آیات: پہلی آیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کے ضمن میں نازل ہوئی تھی۔ جس میں مسلمانوں کو ان کی اس کوتاہی پر زجر و توبیخ کی گئی جو اس تہمت کے بارے میں ان سے ہوئی کہ انھوں نے اسے زیادہ اہم نہیں سمجھا۔ اللہ نے

فرمایا: ہمارے پیغمبر کی زوجۂ مطہرہ کی عزت و آبرو پر تہمت کوئی چھوٹی بات نہیں ہے بلکہ جرم و گناہ کے اعتبار سے یہ بہت بڑی بات ہے۔ یہاں اسے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان بہت سے گناہ کے کام محض اس لیے کر لیتا ہے کہ وہ اس کی نظر میں ہلکے ہوتے ہیں حالانکہ گناہ کا کام بظاہر کتنا بھی چھوٹا ہو' اس ذات کی نافرمانی ہے جو عظمت وجلالت اور قوت و طاقت کے اعتبار سے سب سے بڑی ہے۔ اس لیے اس کی چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی بھی بہت بڑی بات ہے۔

[٥٨٨] وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَّا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ، اِسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ، وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِي يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ، أَلَا! وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا! وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا! وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ: أَلَا! وَهِيَ الْقَلْبُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَرَوَيَاهُ مِنْ طُرُقٍ بِأَلْفَاظٍ مُتَقَارِبَةٍ.

[588] حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے' اور ان کے درمیان (بہت سی چیزیں) شبہے والی ہیں جن کی حقیقت سے اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں۔ پس جو شخص شبہے والی چیزوں سے بچ گیا' اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا۔ اور جو شبہات میں گر گیا (یعنی انھیں اختیار کر لیا) وہ حرام میں مبتلا ہو گیا۔ جیسے وہ چرواہا ہے جو (کسی کی مخصوص) چراگاہ کے اردگرد (اپنے جانوروں کو) چراتا ہے' تو قریب ہے کہ اس کے جانور اس چراگاہ کے اندر داخل ہو کر اسے بھی چرنا شروع کر دیں گے۔ سنو! ہر بادشاہ کی رکھ (مخصوص چراگاہ) ہوتی ہے (جس میں داخل ہونے کی کسی کو اجازت نہیں ہوتی۔) سنو! اللہ کی رکھ' اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں (جن کے قریب جانا کسی کے لیے جائز نہیں۔) سنو! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے' جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا جسم صحیح ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے اور وہ (ٹکڑا) دل ہے۔'' (بخاری و مسلم) اور ان دونوں نے اسے اور بھی کئی طریقوں سے روایت کیا ہے جس کے الفاظ باہم قریب ہیں۔

فوائد و مسائل: ① مشتبہات سے مراد ایسے امور و معاملات ہیں جن کی حلت و حرمت سے اکثر لوگ ناواقف ہوتے ہیں۔ تقویٰ یہ ہے کہ انھیں اختیار کرنے سے انسان گریز کرے۔ اور جو شخص حلت و حرمت کی پروا کیے بغیر ان میں ملوث

[588] صحيح البخاري، الإيمان، باب فضل من استبرأ لدينه، حديث:52، وصحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب أخذ الحلال وترك الشبهات، حديث:1599.

ہوگیا' سمجھ لو کہ وہ حرام میں مبتلا ہوگیا۔ ② اس میں تجارت اور کاروبار کرنے والوں کے لیے بڑی تنبیہ ہے کہ وہ صرف ایسے طریقے اختیار کریں جو واضح طور پر حلال ہوں اور مشتبہ امور و معاملات سے اجتناب کریں۔ ③ دوسری اہم بات اس میں دل کی بابت بتلائی گئی ہے کہ اس کی صلاح و فساد پر سارے جسم کی صلاح و فساد کی بنیاد ہے' اس لیے دل کی اصلاح بہت ضروری ہے اور اس کی اصلاح ایمان و تقویٰ کے بغیر ممکن نہیں۔

[٥٨٩] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ: «لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[589] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو راستے میں ایک کھجور ملی تو آپ نے فرمایا: ''اگر مجھے اس کے صدقے میں سے ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں یقیناً اسے کھالیتا۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل پر چونکہ زکاۃ و صدقات حرام تھے' اس لیے اس کے کھانے سے گریز فرمایا' جس سے یہی بات معلوم ہوئی کہ جس چیز کے جائز ہونے میں شک ہو' ایک مسلمان کو اس سے اجتناب ہی کرنا چاہیے جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں بیان ہوا۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ راستے میں کوئی معمولی چیز گری پڑی ملے' جس کی خاص اہمیت نہ ہو تو انسان اسے اپنے استعمال میں لاسکتا ہے۔ اس کے لیے اعلان و اشتہار ضروری نہیں جیسا کہ بیش قیمت ملنے والی چیزوں کے لیے ایسا کرنا ضروری ہے تاکہ انھیں ان کے اصل مالکوں تک پہنچا دیا جائے۔ اسی طرح کھانے کی چیز اٹھا کر کھالینا بھی اس سے ثابت ہوا۔ اس میں تواضع بھی ہے اور اللہ کی نعمت کی قدر دانی بھی۔

[٥٩٠] وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[590] حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''نیکی' اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹک پیدا کرے اور لوگوں کا اس پر مطلع ہونا تجھے ناگوار گزرے۔'' (مسلم)

[حَاكَ]: بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْكَافِ، أَيْ: تَرَدَّدَ فِيهِ.

حَاكَ: ''حا'' اور ''کاف'' کے ساتھ۔ جس میں تردد اور کھٹک ہو۔

فوائد و مسائل: ① اسلام میں حسن اخلاق کا جو درجہ ہے' اس میں اس کی وضاحت ہے' یعنی خندہ روئی سے ملنا' لوگوں کو تکلیف نہ پہنچانا بلکہ آرام و سہولت پہنچانے کی سعی کرنا' لوگوں کے کام آنا اور نیکی کے کاموں میں تعاون کرنا' کشادہ دستی سے کام لینا اور دوسروں کے لیے بھی وہی پسند کرنا جو انسان اپنے لیے پسند کرتا ہے وغیرہ' یہ سب اخلاقی خوبیاں ہیں جو اسلام کی نظر میں نیکیاں ہیں۔ ② ہر قبیح اور شر والا کام گناہ ہے' اس کی یہاں دو علامتیں بیان کی گئی ہیں: ایک یہ کہ اس کے

[589] صحیح البخاري، البیوع، باب مایتنزہ من الشبھات، حدیث:2055، وصحیح مسلم، الزکاۃ، باب تحریم الزکاۃ علی رسول اللہ ﷺ وعلی آلہ......، حدیث:1071.

[590] صحیح مسلم، البر والصلۃ و الأدب، باب تفسیر البر والإثم، حدیث:2553.

کرنے پر انسان کے دل میں کھٹک پیدا ہو اور دوسری یہ کہ اس سے باخبر ہونے کو وہ پسند نہ کرے۔ ③ یہ حدیث اس امر پر بھی دلیل ہے کہ انسانی فطرت (اگر برے ماحول اور صحبت بد کی وجہ سے مسخ نہ ہوگئی ہو تو) انسان کی صحیح بات کی طرف رہنمائی کرتی اور برائیوں سے روکتی ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ] نواس بن سمعان بن خالد کلابی العامری۔ شامی صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کے والد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ اس کے بعد سمعان نے آپ کو جوتوں کا ایک جوڑا پیش کیا تو آپ نے اسے قبول فرما لیا۔ نواس بن سمعان نبی اکرم ﷺ کے 17 فرامین کے راوی ہیں۔

[٥٩١] وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: «اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ، اَلْبِرُّ: مَا اطْمَأَنَّتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ، وَاطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ، وَالْإِثْمُ: مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ، وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتَوْكَ». حَدِيثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَالدَّارِمِيُّ فِي مُسْنَدَيْهِمَا.

[591] حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ''تم نیکی کی بابت پوچھنے آئے ہو؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: ''اپنے دل سے پوچھو۔ نیکی وہ ہے جس پر نفس مطمئن ہو اور دل میں کوئی کھٹک نہ ہو۔ اور گناہ وہ ہے جو نفس میں کھٹکے اور دل میں اس کی بابت تردد ہو، اگرچہ لوگ تجھے (اس کے جواز کا) فتویٰ دے دیں اور تجھے فتویٰ دے دیں۔'' (یہ حدیث حسن ہے۔ اسے امام احمد اور دارمی نے اپنی اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔)

فائدہ: اس میں نبی ﷺ کے معجزے کے علاوہ کہ آپ نے سوال سے پہلے ہی اس کا سوال بوجھ لیا، اس امر کی وضاحت ہے کہ انسان کا دل سب سے بڑا مفتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے دل کو ایمان کے نور سے منور رکھے تاکہ وہ اس کی صحیح رہنمائی کرتا رہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ] وابصہ بن معبد بن مالک بن عبید اسدی۔ کنیت ان کی ابو قرصافہ ہے۔ یہ انصار کے قبیلے اسد بن خزیمہ سے تھے۔ 9 ہجری میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک نمائندے کی حیثیت سے حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اللہ کے خوف سے بہت زیادہ روتے تھے۔ اپنے آنسوؤں پر کنٹرول نہیں کر سکتے تھے۔ کوفہ میں فروکش ہوئے۔ بعدازاں حیرہ چلے گئے۔ 90 ہجری کے قریب ''رقہ'' میں فوت ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ کی 11 حدیثوں کے راوی ہیں۔

[٥٩٢] وَعَنْ أَبِي سِرْوَعَةَ - بِكَسْرِ السِّينِ

[592] حضرت ابوسروعہ (سین کے زیر اور زبر کے

[591] مسند أحمد: 228/4، وسنن الدارمي، البيوع، باب: [دع ما يريبك إلى ما لا يريبك]: 245/2، حديث: 2536.

[592] صحيح البخاري، العلم، باب الرحلة في المسألة النازلة......، حديث: 88.

الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِهَا - عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِأَبِي إِهَابِ بْنِ عَزِيزٍ، فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِي قَدْ تَزَوَّجَ بِهَا، فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ: مَا أَعْلَمُ أَنَّكِ أَرْضَعْتِنِي وَلَا أَخْبَرْتِنِي، فَرَكِبَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ، فَسَأَلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**كَيْفَ، وَقَدْ قِيلَ؟!**» فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ساتھ) عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ابواہاب بن عزیز کی لڑکی سے شادی کی تو ان کے پاس ایک عورت نے آ کر کہا کہ میں نے عقبہ رضی اللہ عنہ کو اور اس لڑکی کو جس سے عقبہ نے شادی کی ہے (دونوں کو) دودھ پلایا ہے۔ تو حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: مجھے تو معلوم نہیں کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تو نے اس کی بابت مجھے (پہلے) بتلایا ہے۔ پس عقبہ سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ آئے اور اس کے بارے میں آپ سے پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ نکاح کیوں کر قائم رہ سکتا ہے جبکہ یہ بات کہی گئی ہے؟'' حضرت عقبہ نے اس لڑکی سے جدائی اختیار کر لی اور اس لڑکی نے عقبہ کے علاوہ کسی اور آدمی سے نکاح کر لیا۔ (بخاری)

[إِهَابٌ]: بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ. وَ[عَزِيزٌ]: بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَبِزَايٍ مُكَرَّرَةٍ.

إِهَاب: ''ہمزہ'' کے نیچے زیر ہے۔ اور عَزِیز: ''عین'' کے زبر اور دو ''زا'' کے ساتھ ہے۔

فوائد و مسائل: ① عورت کی گواہی کے بارے میں بہت سے اختلافات ہیں لیکن وہ مالی معاملات اور حدود و قصاص کے بارے میں ہیں' مثلاً: اموال و دیون میں قرآن کریم میں ان کی گواہی کو مرد کی گواہی سے نصف اور ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح حدود و قصاص کے معاملات میں علمائے اسلام نے عورت کی گواہی کا اعتبار نہیں کیا ہے' بلکہ مردوں کی گواہی کو اثبات حد کے لیے ضروری سمجھا ہے۔ ② ایسے معاملات میں جن پر مرد مطلع نہیں ہو پاتے' ان میں تنہا ایک عورت کی گواہی کو بھی قبول کرنے پر ان کا اتفاق ہے' جیسے ولادت' استہلال (ولادت کے وقت بچے کا رونا' یعنی اس کے زندہ یا مردہ پیدا ہونے کی گواہی) اور عورتوں کے عیوب وغیرہ کے مسائل ہیں۔ اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ ایک عورت کی اس گواہی پر کہ اس نے دونوں کو دودھ پلایا ہے اور اس اعتبار سے یہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہیں' انھوں نے جدائی اختیار کر لی اور نبی ﷺ نے بھی رضاعت کا علم ہونے کے بعد اس نکاح کو ناجائز قرار دیا۔

[٥٩٣] وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: «**دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ**». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ:

[593] حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد کیا: ''وہ چیز چھوڑ دو جو تمھیں شک میں ڈال دے اور اسے اختیار کرو جو تمھیں شک

[593] جامع الترمذي، صفة القيامة والرقائق..... باب حديث: [اعقلها وتوكل.....]، حديث: 2518.

حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

میں نہ ڈالے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

مَعْنَاهُ: أُتْرُكْ مَا تَشُكُّ فِيهِ، وَخُذْ مَا لَا تَشُكُّ فِيهِ .

اس کے معنی ہیں: جس میں تمھیں شک ہو وہ چھوڑ دو اور جس میں شک نہ ہو اسے اختیار کرو۔

فائدہ: اس میں بھی شبہے والی چیزیں ترک کر دینے کی تاکید ہے جیسا کہ گزشتہ احادیث میں بھی بیان ہوا۔

[٥٩٤] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ لِأَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَأْكُلُ مِنْ خَرَاجِهِ، فَجَاءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ، فَأَكَلَ مِنْهُ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ: تَدْرِي مَا هٰذَا؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِإِنْسَانٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا أُحْسِنُ الْكِهَانَةَ إِلَّا أَنِّي خَدَعْتُهُ، فَلَقِيَنِي، فَأَعْطَانِي بِذٰلِكَ، هٰذَا الَّذِي أَكَلْتَ مِنْهُ، فَأَدْخَلَ أَبُو بَكْرٍ يَدَهُ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِي بَطْنِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

[594] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا ایک غلام تھا جو آپ کو کما کر دیا کرتا تھا اور ابوبکر اس کی کمائی سے کھاتے تھے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لایا اور حضرت ابوبکر ؓ نے اسے کھالیا تو غلام نے کہا: آپ جانتے ہیں یہ کیا چیز ہے؟ حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا: (بتاؤ) یہ کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک شخص کے لیے نجومیوں والی پیش گوئی کی تھی' حالانکہ میں نجومیوں والے علم سے اچھی طرح واقف نہیں تھا' میں نے یوں ہی تیر تکا چلایا تھا۔ چنانچہ وہ (آج) مجھے ملا اور اس نے مجھے یہ چیز دی جس سے آپ نے کچھ کھایا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر ؓ نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈالا اور پیٹ میں گئی ہوئی چیز قے کر کے باہر نکال دی۔ (بخاری)

[اَلْخَرَاجُ]: شَيْءٌ يَجْعَلُهُ السَّيِّدُ عَلٰى عَبْدِهِ يُؤَدِّيهِ إِلَى السَّيِّدِ كُلَّ يَوْمٍ، وَبَاقِي كَسْبِهِ يَكُونُ لِلْعَبْدِ .

اَلْخَرَاج وہ آمدنی ہے جسے آقا اپنے غلام کے لیے لازم کر دیتا ہے کہ روزانہ اسے ادا کرنی ہے اور اس کے علاوہ باقی آمدنی غلام کی ہوتی ہے' یعنی ایک مقررہ روزینہ یا یومیہ آمدنی۔

فائدہ: نبیٔ اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل عربوں میں علم نجوم (کہانت) کا سلسلہ عام تھا۔ اسلام نے آ کر اسے ختم کیا اور اس کی آمدنی کو حرام قرار دیا۔ اسی لیے جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ غلام کی لائی ہوئی چیز اس کی کہانت کی آمدنی ہے تو اسے قے کے ذریعے سے باہر نکال دیا۔ یہ ان کی غایت درجہ زہد و ورع کی اور امور جاہلیت سے اجتناب کی دلیل ہے۔

[٥٩٥] وَعَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

[595] حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن

[594] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب أيام الجاهلية، حديث:3842.

[595] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ وأصحابه إلى المدينة، حديث:3912.

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ أَرْبَعَةَ آلَافٍ وَفَرَضَ لِابْنِهِ ثَلَاثَةَ آلَافٍ وَخَمْسَمِائَةٍ، فَقِيلَ لَهُ: هُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ فَلِمَ نَقَصْتَهُ؟ فَقَالَ: إِنَّمَا هَاجَرَ بِهِ أَبُوهُ، يَقُولُ: لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

خطاب رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اولین کے لیے چار (چار) ہزار درہم (سالانہ) وظیفہ مقرر فرمایا اور اپنے بیٹے کے لیے ساڑھے تین ہزار۔ تو انھیں کہا گیا کہ یہ بھی تو مہاجرین میں سے ہے' آپ نے اس کا وظیفہ کیوں کم رکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اسے تو اس کے باپ نے ہجرت کروائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ان کی طرح نہیں ہے جنھوں نے خود ہجرت کی۔ (بخاری)

فوائد ومسائل: ① اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زہد وورع اور امانت ودیانت کا بیان ہے کہ انھوں نے بیت المال میں اپنے بیٹے کا وظیفہ دوسرے مہاجرین سے پانچ سو درہم کم رکھا صرف اس بنا پر کہ اس نے چونکہ اپنے والدین کی معیت میں ہجرت کی تھی' اس لیے اس کا درجہ ان مہاجرین سے کچھ کم ہونا چاہیے جنھوں نے بذات خود اپنی مرضی سے ہجرت کی...... رضی اللہ عنہم...... ② ریاض الصالحین کے اکثر نسخوں میں هَاجَرَ بِهِ أَبُوهُ ہے لیکن صحیح بخاری میں ہے هَاجَرَ بِهِ أَبَوَاهُ ''اس کے والدین نے اسے ہجرت کرائی ہے۔'' ③ یہ کردار اس کردار سے کتنا مختلف ہے جو آج کل مسلم ممالک میں مسلط حکمران پیش کر رہے ہیں جس میں اقرباء نوازی ہی اقرباء نوازی اور پارٹی نوازی ہی پارٹی نوازی ہے۔ سارے قومی وسائل اپنوں ہی کو نوازنے پر صرف ہو رہے ہیں اور عام لوگوں کے مسائل ومشکلات سے انھیں کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے۔ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ.

راویٔ حدیث: [حضرت نافع بن سرجس رحمہ اللہ] ابوعبداللہ نافع بن سرجس مدنی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ثقہ' مشہور ومعروف فقیہ اور ثبت ہیں۔ کبار تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث کا اکثر حصہ انھی کے گرد گردش کرتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نافع بن سرجس کے ذریعے سے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''جب میں سنتا ہوں کہ نافع عن ابن عمر سند میں آیا ہے اور حدیث بیان ہوئی ہے تو مجھے کسی اور حدیث کے سننے کی ضرورت نہیں رہتی۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ صحیح ترین سند مالک عن نافع عن ابن عمر ہے۔ ان سے بہت مخلوق الٰہی نے روایت کی ہے۔ 117 ہجری یا اس کے بعد فوت ہوئے۔

[٥٩٦] وَعَنْ عَطِيَّةَ بْنِ عُرْوَةَ السَّعْدِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُتَّقِينَ حَتَّى يَدَعَ مَالَا بَأْسَ بِهِ، حَذَرًا لِّمَا بِهِ بَأْسٌ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[596] حضرت عطیہ بن عروہ سعدی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ پرہیزگاروں کے درجے تک اس وقت ہی پہنچ سکتا ہے جب وہ ایسی چیزیں بھی چھوڑ دے جس میں کوئی حرج نہ ہوتا کہ وہ ان چیزوں سے بچ جائے جن میں حرج ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے)

[596] جامع الترمذي، صفة القيامة والرقائق......، باب علامة التقوى......، حديث:2451.

فوائد و مسائل: ① اس میں شبہے والی چیزوں سے بچنے کو تقویٰ کا تقاضا اور متقین کی علامت بتلایا گیا ہے۔ اس روایت کا مضمون بھی وہی ہے جو دیگر صحیح احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ احادیث سے واضح ہے۔ ② اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام قرار دے لے جیسا کہ بعض صوفی اور درباری کرتے ہیں۔ یہ سب فریب دہی ہے اور اس کا تقویٰ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت عطیہ بن عروہ سعدی رضی اللہ عنہ] عطیہ بن عروہ۔ یہ عروہ بن محمد کے دادا ہیں۔ اپنے دادا کے نام میں اختلاف کی وجہ سے یہ کبھی عطیہ بن سعد بھی کہلائے۔ صغیر صحابہ میں سے ہیں۔ شام میں رہائش پذیر رہے۔ ان سے ان کے بیٹے محمد اور ربیعہ بن یزید روایت کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بقول نبیٔ اکرم ﷺ سے یہ 3 احادیث روایت کرتے ہیں۔

[٦٩] بَابُ اسْتِحْبَابِ الْعُزْلَةِ عِنْدَ فَسَادِ النَّاسِ وَالزَّمَانِ، أَوِ الْخَوْفِ مِنْ فِتْنَةٍ فِي الدِّينِ، وَوُقُوعٍ فِي حَرَامٍ وَّشُبُهَاتٍ وَّنَحْوِهَا

باب: 69- لوگوں اور زمانے کے بگاڑ کے وقت یا دین میں فتنے کے خوف سے اور حرام و مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہونے کے اندیشے سے گوشہ نشینی کے پسندیدہ ہونے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿فَفِرُّوٓا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ﴾ [الذاريات: ٥٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس تم اللہ کی طرف دوڑو! بے شک میں تمھیں کھلا ڈرانے والا ہوں۔''

فائدۂ آیت: اللہ کی طرف دوڑنے کا مطلب ہے: اس پر ایمان لانا اور اس کی اطاعت اختیار کرنا۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اس باب میں اس آیت کو ذکر کر کے گویا استدلال فرمایا ہے کہ جب شہروں اور آبادیوں میں بگاڑ عام کی وجہ سے دین پر عمل کرنا مشکل ہو جائے یا دین و ایمان کو خطرہ اور حرام و مشتبہات میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو انسان کے لیے جنگلوں اور پہاڑیوں کی چوٹیوں پر جا کر بسیرا کر لینا مستحب ہے تاکہ دین کی حفاظت ہو سکے۔

[٥٩٧] وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[597] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت رکھتا ہے جو پرہیزگار، مخلوق سے بے نیاز اور پوشیدہ ہو۔ (یعنی شہرت اور نمود و نمائش سے اجتناب کرنے والا ہو)۔'' (مسلم)

[597] صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب: [الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر]، حديث: 2965.

وَالْمُرَادُ بِـ [الْغَنِيِّ]: غَنِيُّ النَّفْسِ، كَمَا سَبَقَ فِي الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ [رقم: ٥٢٢].

غنی سے مراد دل کا غنی ہے (یعنی جو صرف اللہ سے امید وابستہ کرے اور لوگوں سے بے نیاز رہے) جیسا کہ پہلے حدیث صحیح میں گزرا۔

فائدہ: اس میں اللہ کی اطاعت و عبادت کے لیے عزلت (گوشہ نشینی) کا استحباب ہے بالخصوص جبکہ فساد عام اور لوگوں سے اختلاط کی صورت میں دین کو خطرہ لاحق ہو یا اس پر عمل کرنا مشکل ہو۔

[٥٩٨] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «مُؤْمِنٌ مُّجَاهِدٌ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ» قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «ثُمَّ رَجُلٌ مُّعْتَزِلٌ فِي شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ رَبَّهُ».

[598] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کون سا شخص افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ مومن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ جہاد کرے۔'' اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ''پھر وہ آدمی افضل ہے جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں گوشہ نشین ہو کر اپنے رب کی عبادت کرتا ہے۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: «يَتَّقِي اللهَ، وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور ایک روایت میں ہے: ''وہ اللہ سے ڈرتا اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی جہاد فی سبیل اللہ کے بعد دوسرے نمبر پر اس شخص کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو صرف اس نیت سے گوشہ نشینی اختیار کرے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے گا اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے گا۔ ② اس میں دینی امور سے متعلق سوال کرنے کا بھی استحباب ہے۔ شِعْبٌ: پہاڑی راستے یا دو پہاڑوں کے درمیان گزرگاہ کو کہتے ہیں۔

[٥٩٩] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ، يَتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ، وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[599] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب ایسا وقت آئے گا کہ مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے گرنے کی جگہوں (جنگلوں میں) جائے گا۔ شہروں سے اس کا یہ فرار اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے ہوگا۔'' (بخاری)

وَ[شَعَفَ الْجِبَالِ]: أَعْلَاهَا.

شَعَفُ الْجِبَالِ: پہاڑ کی چوٹیاں۔

[598] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب أفضل الناس مؤمن يجاهد بنفسه وماله في سبيل الله، حديث:2786، وصحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط، حديث:1888.

[599] صحيح البخاري، الإيمان، باب: من الدين الفرار من الفتن، حديث:19.

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے اخلاق و کردار میں بگاڑ اتنا شدید اور عام ہو جائے گا کہ لوگوں کے اندر رہتے ہوئے دین کو بچانا مشکل ہو جائے گا۔ ایسے حالات میں دین کو بچانے کے لیے شہروں سے راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ آج اخلاق و کردار کا یہ بگاڑ اسلامی ممالک میں عام ہے جس کی وجہ سے لوگ روز بروز دین سے دور بلکہ اس سے محروم ہوتے جا رہے ہیں اور دین داروں کا دین پر قیام اور عمل مشکل سے مشکل تر ہوتا جا رہا ہے۔

[٦٠٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا بَعَثَ اللهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ»، فَقَالَ أَصْحَابُهُ: وَأَنْتَ؟ قَالَ: «نَعَمْ، كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[600] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے جو بھی نبی بھیجا' اس نے بکریاں ضرور چرائیں۔'' چنانچہ آپ کے صحابہ نے پوچھا: اور آپ ﷺ نے بھی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! میں مکے والوں کی بکریاں چند قیراط کے عوض چرایا کرتا تھا۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① قراریط، قیراط کی جمع ہے۔ یہ دینار کا بیسواں اور بعض کے نزدیک 24 واں حصہ ہے۔ ② اس میں بظاہر حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس طرح انبیاء علیہم السلام کے لیے انسانوں کے ساتھ معاملہ کرنا اور ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں کو برداشت کرنا آسان ہو جائے کیونکہ ایک چرواہے کو بکریوں کی حفاظت کے لیے بڑے صبر و ضبط سے کام لینا پڑتا ہے۔ یہ مشق' پیغمبر کے کام آتی ہے۔ ③ اس میں حلال پیشے اختیار کرنے کی ترغیب ہے چاہے لوگ اسے کمتر ہی سمجھیں۔ اسی لیے انبیاء علیہم السلام نے بھی مختلف پیشے اختیار کیے۔

[٦٠١] وَعَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، يَطِيرُ عَلَى مَتْنِهِ، كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً أَوْ فَزْعَةً، طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ. أَوِ الْمَوْتَ مَظَانَّهُ، أَوْ رَجُلٌ فِي غُنَيْمَةٍ فِي رَأْسِ شَعَفَةٍ مِنْ هٰذِهِ الشَّعَفِ، أَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذِهِ الْأَوْدِيَةِ، يُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَيَعْبُدُ رَبَّهُ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْيَقِينُ، لَيْسَ مِنَ النَّاسِ إِلَّا فِي خَيْرٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[601] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں میں سب سے بہتر زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہو' اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر اڑتا ہے۔ (تیزی سے ادھر ادھر آتا جاتا ہے۔) جب بھی کوئی دھماکہ یا گھبراہٹ کی آواز سنتا ہے تو اڑ کر (یعنی تیزی سے) وہاں پہنچتا ہے۔ قتل ہو جانے یا موت کے متوقع مقامات کو تلاش کرتا ہے۔ یا وہ شخص (بہتر زندگی کا حامل ہے) جو تھوڑی سی بکریوں کے ساتھ پہاڑ کی کسی چوٹی پر یا ان وادیوں (گھاٹیوں) میں سے کسی وادی (گھاٹی) میں اقامت گزیں ہو' وہاں نماز قائم

[600] صحيح البخاري، الإجارة، باب رعي الغنم على قراريط، حديث: 2262.

[601] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط، حديث: 1889.

کرتا' زکاۃ ادا کرتا اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہے حتی کہ اسے موت آ جاتی ہے۔ وہ لوگوں میں بہتر حالت میں ہی ہے۔'' (مسلم)

[يَطِيرُ]: أَيْ يُسْرِعُ. وَ[مَتْنُهُ]: ظَهْرُهُ. وَ[الْهَيْعَةُ]: اَلصَّوْتُ لِلْحَرْبِ. وَ[الْفَزْعَةُ]: نَحْوُهُ. وَ[مَظَانُّ الشَّيْءِ]: اَلْمَوَاضِعُ الَّتِي يُظَنُّ وُجُودُهُ فِيهَا. وَ[الْغُنَيْمَةُ]: بِضَمِّ الْغَيْنِ، تَصْغِيرُ الْغَنَمِ. وَ[الشَّعَفَةُ]: بِفَتْحِ الشِّينِ وَالْعَيْنِ: هِيَ أَعْلَى الْجَبَلِ.

يَطِيرُ کے معنی ہیں: جلدی کرتا ہے۔ مَتْنُهُ: اس کی پشت۔ هَيْعَةٌ: لڑائی کی آواز (دھماکہ' فائرنگ وغیرہ۔) فَزْعَةٌ کا مفہوم بھی اس جیسا ہی ہے۔ مَظَانُّ الشَّيْئِ کا مطلب ہے: ایسی جگہیں جن میں اس کے وجود کا گمان اور امکان ہو۔ اَلْغُنَيْمَةُ: ''غین'' پر پیش' غَنَمٌ (بکری) کی تصغیر ہے۔ تھوڑی سی بکریاں۔ اَلشَّعَفَةُ: ''شین'' اور ''عین'' پر زبر۔ پہاڑ کا بالائی حصہ (چوٹی۔)

فوائد ومسائل: ① اس میں دو قسم کے افراد کو سب سے بہتر بتلایا گیا ہے: ایک وہ جو جہاد کی تیاری میں مصروف اور اس کے لیے ہمہ وقت آمادہ و مستعد رہتا ہے۔ دوسرا' وہ جو اپنے دین کی حفاظت اور اس پر عمل کرنے کے لیے شہری آبادیوں کو چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں جا بستا ہے اور تھوڑی سی بکریوں کے ذریعے سے اپنا گزارہ کرتا ہے۔

[٧٠] بَابُ فَضْلِ الْاخْتِلَاطِ بِالنَّاسِ

وَحُضُورِ جُمَعِهِمْ وَجَمَاعَاتِهِمْ، وَمَشَاهِدِ الْخَيْرِ، وَمَجَالِسِ الذِّكْرِ مَعَهُمْ، وَعِيَادَةِ مَرِيضِهِمْ، وَحُضُورِ جَنَائِزِهِمْ، وَمُوَاسَاةِ مُحْتَاجِهِمْ، وَإِرْشَادِ جَاهِلِهِمْ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ مَّصَالِحِهِمْ، لِمَنْ قَدَرَ عَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَقَمْعِ نَفْسِهِ عَنِ الْإِيذَاءِ وَصَبْرٍ عَلَى الْأَذٰى

باب:70- لوگوں سے میل جول رکھنے کی فضیلت کا بیان

مثلاً: جمعہ' جماعتوں' نیکی کے مقامات اور مجالس ذکر میں لوگوں کے ساتھ حاضر ہونا' بیمار کی عیادت' جنازوں میں حاضری' ضرورت مند کی خبر گیری اور جاہل کی رہنمائی اور اسی طرح کے دیگر مصالح کے لیے لوگوں سے ربط و تعلق' بشرطیکہ وہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے پر قادر ہو اور لوگوں کو ایذا دہی سے اپنے نفس کو باز رکھے اور دوسروں کی طرف سے پہنچنے والی ایذا پر صبر کرے۔

اِعْلَمْ أَنَّ الْاخْتِلَاطَ بِالنَّاسِ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي ذَكَرْتُهُ هُوَ الْمُخْتَارُ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَسَائِرُ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ،

امام نووی ؒ فرماتے ہیں: یہ بات اچھی طرح جان لو کہ لوگوں سے میل جول کا وہ طریقہ جس کا ذکر میں نے کیا ہے' یہی پسندیدہ طریقہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء

وَكَذٰلِكَ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ وَأَخْيَارِهِمْ، وَهُوَ مَذْهَبُ أَكْثَرِ التَّابِعِينَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ، وَبِهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ، وَأَكْثَرُ الْفُقَهَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ. قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ [الْمَائِدَة: ٢] وَالْآيَاتُ فِي مَعْنٰى مَا ذَكَرْتُهُ كَثِيرَةٌ مَّعْلُومَةٌ.

ﷺ اور اسی طرح خلفائے راشدین اور ان کے بعد صحابہ و تابعین اور ان کے بعد علمائے مسلمین اور دیگر نیک لوگ کاربند رہے اور یہی اکثر تابعین اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کا مذہب ہے۔ اسی کے امام شافعی، امام احمد اور اکثر فقہاء ﷺ قائل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ اور میں نے جو ذکر کیا ہے اس مفہوم کی آیات کثرت سے ہیں۔

فائدہ: امام نووی ؒ نے جس جامعیت سے باب باندھا ہے واقعہ یہ ہے کہ اس میں اسلامی تعلیمات کا خلاصہ اور نچوڑ آ گیا ہے کیونکہ دین اسلام دین رہبانیت تو نہیں ہے کہ دنیا سے بھاگ کر جنگلوں اور صحراؤں میں انسان نکل جائے بلکہ انسان کا اصل کمال یہ ہے کہ انسانوں کی آبادی میں رہ کر اللہ کے اور اس کے بندوں کے دونوں کے حقوق صحیح طریقے سے ادا کرے اور حق و باطل کی کشمکش اور معرکہ آرائی میں حق کو سربلند کرنے اور باطل کی سرکوبی کے لیے جدوجہد کرے اور اس راہ کی صبر آزما مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔ اسی لیے ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے: [الْمُؤْمِنُ الَّذِي يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُمْ أَفْضَلُ مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُمْ] ''وہ مومن جو لوگوں سے میل جول رکھتا اور ان سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے اس مومن سے افضل ہے جو لوگوں سے میل ملاپ رکھتا ہے نہ ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے۔'' (سنن ابن ماجه، الفتن، حديث:4032، و صحيح الجامع الصغير، رقم:6651)

[٧١] بَابُ التَّوَاضُعِ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ لِلْمُؤْمِنِينَ

باب:71- تواضع اور مومنوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [الشُّعَرَاء: ٢١٥]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو مومن آپ کے پیروکار ہیں ان سے نرمی کے ساتھ پیش آئیے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ [الْمَائِدَة: ٥٤]

اور اللہ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو عنقریب اللہ ایسے لوگ پیدا فرما دے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے مومنوں کے لیے وہ نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ

نیز فرمایا: ''اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک

وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَـٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ﴾ [الحجرات : ۱۳]

عورت سے پیدا کیا (یعنی تم سب کی اصل ایک ہے) اور تمھیں خاندانوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک اللہ کے ہاں تم سب میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿فَلَا تُزَكُّوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ ٱتَّقَىٰٓ﴾ [النجم : ۳۲]

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم اپنے آپ کو پاک مت کہو وہ تم میں سے تقویٰ والوں کو خوب جانتا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَنَادَىٰٓ أَصْحَـٰبُ ٱلْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُم بِسِيمَـٰهُمْ قَالُوا۟ مَآ أَغْنَىٰ عَنكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ۝ أَهَـٰٓؤُلَآءِ ٱلَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ ٱللَّهُ بِرَحْمَةٍ ۚ ٱدْخُلُوا۟ ٱلْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ أَنتُمْ تَحْزَنُونَ﴾ [الأعراف : ۴۸، ۴۹].

اور اللہ نے فرمایا: ''اعراف والے کچھ لوگوں کو پکاریں گے جنھیں وہ ان کی علامت سے پہچانتے ہوں گے' کہیں گے: تمھیں تمھارا جتھہ اور تمھارا اپنے آپ کو بڑا سمجھنا کچھ کام نہ آیا۔ کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کی بابت تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ انھیں اللہ کی رحمت حاصل نہیں ہوگی۔ (انھیں حکم ہوگا:) جنت میں داخل ہو جاؤ' تم پر کوئی خوف ہوگا اور نہ تم غمگین ہوگے۔''

فائدۂ آیات: پہلی دو آیات میں اہل ایمان کے ساتھ نرمی اور تواضع سے پیش آنے کا حکم ہے۔ تیسری آیت میں کہا گیا ہے کہ تم سب کی اصل ایک ہی ہے اور ایک ہی ماں باپ سے تم سب کی پیدائش ہوئی ہے' اس لیے نسب اور قبیلے کی بنیاد پر کوئی کسی سے برتر نہیں ہے۔ قبیلے اور برادریاں تو محض شناخت اور تعارف کے لیے ہیں' ایک دوسرے پر فخر و غرور کے اظہار اور تفوق و برتری جتلانے کے لیے نہیں' کیونکہ عنداللہ نسب و خاندان کی کوئی حیثیت نہیں' وہاں تو قرب و منزلت کے لیے ایمان و تقویٰ ضروری ہے۔ جو اس میں جتنا کامل ہوگا' اتنا ہی اللہ کے ہاں معزز و مکرم ہوگا۔ اور جو اس سے محروم ہوگا اسے عالی نسبی یا خاندانی برتری معزز و مکرم نہیں بنا سکے گی۔ مَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ. ''جس کے عمل نے اسے پیچھے کر دیا اس کا نسب اسے آگے نہیں کر سکتا۔'' (صحیح مسلم، الذکر والدعاء...... حدیث:2699) آخری آیت میں اعراف کا ذکر ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار یا مخصوص جگہ ہے' جہاں ایسے لوگ عارضی طور پر کھڑے ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر برابر ہوں گی۔ یہ لوگ اہل جنت اور اہل دوزخ دونوں کا مشاہدہ کر رہے ہوں گے۔ وہاں یہ ان رؤسائے کفار کو بھی دیکھیں گے جنھیں دنیا میں اپنے جتھے اور استکبار پر گھمنڈ تھا اور وہ مسلمانوں کی غربت و ناداری کا استہزا اڑاتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ یہ اللہ کی رحمت کے مستحق نہیں ہوں گے۔ ان کے چہروں پر جو سیاہی اور پریشانی ہوگی' اصحاب الاعراف اس سے انھیں پہچان لیں گے اور ضعفاء (کمزور) اہل ایمان کو جنت میں داخل ہونے کا حکم ہوگا اور وہ جنت میں چلے جائیں گے۔ اس سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ دنیا کی جتھہ بندی' سرداری اور چودھراہٹ اللہ کے ہاں کام نہیں آئے گی' وہاں صرف ایمان ہی کام آئے گا چاہے صاحب ایمان کا دامن دنیا کی دولت و حشمت سے

خالی اور خاندانی برتری سے بھی وہ محروم ہو۔ اب اس سلسلے کی احادیث ملاحظہ ہوں:

[٦٠٢] وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ، وَلَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[602] حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ آپس میں تواضع (عاجزی) اختیار کرو حتی کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① تواضع کا مطلب ہے: ایک دوسرے کے ساتھ عاجزی' نرمی اور محبت سے پیش آنا' حسب نسب یا مال و دولت کی بنیاد پر کسی کو حقیر نہ سمجھنا اور نہ کسی سے زیادتی کرنا' کیونکہ کسی کو اللہ نے اگر عالی مرتبت بنایا ہے تو وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے نہ کہ اس کی وجہ سے اللہ کی مخلوق کی بے توقیری یا ان پر ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرے۔ ② نبی ﷺ عجز و انکسار کا مجسمہ تھے۔ آپ کو وحی کے ذریعے سے خصوصی طور پر تواضع کا حکم دینا اس کی اہمیت کو واضح کرنے اور آپ کی امت کو تنبیہ کرنے کے لیے ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ] عیاض بن حمار بن ابی حمار بن ناجیہ تمیمی مجاشعی۔ خلیفہ بن خیاط اور ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ یہ عیاض بن حمار بن عرفجہ بن ناجیہ ہیں۔ بصرہ میں رہائش پذیر رہے۔ مشہور صحابی ہیں۔ یہ 50 ہجری کے آخر تک زندہ رہے۔ 30 احادیث نبویہ کے راوی ہیں۔

[٦٠٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ، وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[603] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ کسی مال کو گھٹاتا نہیں ہے۔ اور عفو و درگزر سے اللہ تعالیٰ عزت ہی میں اضافہ فرماتا ہے۔ اور جو صرف اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بلند فرماتا ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① صدقے سے ظاہری طور پر تو مال کم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ (بعض دفعہ بعد میں اسے اس کا بدلہ عطا فرما کر) اس میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ بصورت دیگر آخرت میں تو اس کا بہترین صلہ اسے یقیناً ملے گا جس سے اس کی کمی کی بخوبی تلافی ہو جائے گی۔ یا پھر اس سے مراد یہ ہے کہ بقیہ مال میں اللہ تعالیٰ ایسی برکت ڈال دیتا ہے جس سے اس کے مال کی ظاہری کمی کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اگر یقین کامل کے ساتھ صدقہ کیا جائے تو یہ سارے فیوض و برکات حاصل ہو جاتے ہیں۔ ② نرمی اور عاجزی اختیار کرنے سے انسان بعض دفعہ یہ سمجھتا ہے کہ اس میں اس کی ذلت ہے' لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس کا نتیجہ بالآخر عزت و سرفرازی میں اضافہ ہی ہے اور

[602] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار، حديث: 2864، 2865.

[603] صحيح مسلم، البر والصلة والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، حديث: 2588.

آخرت میں تو یقیناً اس کا حسن انجام واضح ہے کہ اسے بلند درجات سے نوازا جائے گا۔ ③ عصر حاضر بلکہ ہر دور میں لڑائی جھگڑے کی بنیادی وجہ عزت و شرف کا حصول ہی رہا ہے۔ لوگ معمولی بات کو اپنی عزت کا مسئلہ بنا کر الجھ پڑتے ہیں اور ذرا برداشت سے کام نہیں لیتے' جس کا نتیجہ اکثر و بیشتر رہی سہی عزت بھی گنوا بیٹھنے کی صورت میں نکلتا ہے۔ انسان اگر اللہ تعالیٰ کے لیے برداشت کرے تو یقیناً اس کا بہت بڑا اجر ہے۔

[٦٠٤] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ مَرَّ عَلَى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَفْعَلُهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[604] حضرت انس رضی اللہ عنہ کا گزر چند بچوں کے پاس سے ہوا تو انھوں نے انھیں سلام کیا اور فرمایا کہ نبی ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: چھوٹے بچوں کو سلام کرنا تواضع کا اعلیٰ مظاہرہ ہے اور اسی طریقے سے اپنے گھر میں آ کر اپنے بیوی بچوں کو سلام کرنا بھی تواضع اور اسلام کا حکم ہے۔ علاوہ ازیں اپنے ماتحتوں، نوکروں چاکروں اور غلاموں کو سلام کرنا بھی ضروری ہے۔ جو ایسا نہیں کرتے وہ تواضع کی بجائے فخر و غرور کا اظہار اور اتباع سنت سے گریز کرتے ہیں جو اللہ کی ناراضی کا باعث ہے۔

[٦٠٥] وَعَنْهُ قَالَ: إِنْ كَانَتِ الْأَمَةُ مِنْ إِمَاءِ الْمَدِينَةِ لَتَأْخُذُ بِيَدِ النَّبِيِّ ﷺ، فَتَنْطَلِقُ بِهِ حَيْثُ شَاءَتْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[605] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ مدینے کی باندیوں میں سے ایک باندی نبی اکرم ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیتی اور (اپنی ضرورت کے مطابق) جہاں چاہتی آپ کو لے جاتی۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس میں ایک تو نبی اکرم ﷺ کے حسن اخلاق اور بے مثال تواضع کا بیان ہے اور دوسرے لوگوں کی حاجتیں پورا کرنے کے جذبے کا اثبات ہے۔ اس میں تمام مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ② اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ واقعی آپ کا ہاتھ پکڑ لیتی تھی' کیونکہ آپ نے کبھی کسی غیر محرم کے ہاتھ کو نہیں چھوا' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی ضرورت جیسے چاہتی آپ کے سامنے بیان کرتی اور آپ خوش دلی سے اس کی ضرورت پوری فرماتے۔ آپ عام بادشاہوں کی طرح نہیں تھے کہ جن تک رسائی ہر شخص کے لیے ممکن نہیں ہوتی۔

[٦٠٦] وَعَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: سُئِلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِي

[606] حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے گھر

[604] صحيح البخاري، الاستئذان، باب التسليم على الصبيان، حديث:6247، وصحيح مسلم، السلام، باب استحباب السلام على الصبيان، حديث:2168.

[605] صحيح البخاري، الأدب، باب الكبر، حديث:6072.

[606] صحيح البخاري، الأذان، باب من كان في حاجة أهله فأقيمت الصلاة فخرج، حديث:676.

بَيْتِهِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ - يَعْنِي: خِدْمَةِ أَهْلِهِ - فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

میں کیا کیا کام کرتے تھے؟ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: آپ اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ پس جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔ (بخاری)

فائدہ: اس میں بھی نبی ﷺ کی کمال تواضع کا بیان ہے۔ بہت سے مرد گھریلو امور میں عورت کا ہاتھ بٹانے کو اپنی توہین اور بے عزتی سمجھتے ہیں۔ یہ اسوۂ نبوی کے خلاف ہے۔ گھر میں عورت کے ساتھ تعاون کرنا بھی نبی ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے جس میں انسان کو سبکی محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ اسی طرح گھریلو معاملات میں اتنی زیادہ مصروفیت بھی صحیح نہیں کہ نماز کا بھی ہوش نہ رہے۔ بلکہ نماز کا وقت ہوتے ہی ساری مصروفیات ترک کر کے نماز کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے۔

راویٔ حدیث: [حضرت اسود بن یزید ؒ] اسود بن یزید بن قیس نخعی کوفی۔ ان کی کنیت ابوعمرو ہے۔ امام احمد بن حنبل ؒ فرماتے ہیں کہ ''اسود بن یزید ثقہ اور بہترین آدمیوں میں سے ہیں۔'' محدثین ان کی ثقاہت اور جلالت علمی پر متفق ہیں۔ یہ تابعی ہیں۔ ان کے متعلق منقول ہے کہ بہت نیک آدمی تھے۔ ہر دو راتوں میں قرآن مکمل کرتے تھے۔ اور انھوں نے 80 حج کیے تھے۔ ابن مسعود، عائشہ اور ابوموسیٰ ؓ وغیرہ سے روایات لیتے ہیں۔ 74 ہجری کو فوت ہوئے۔

[٦٠٧] وَعَنْ أَبِي رِفَاعَةَ تَمِيمِ بْنِ أُسَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: اِنْتَهَيْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ يَخْطُبُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! رَجُلٌ غَرِيبٌ جَاءَ يَسْأَلُ عَنْ دِينِهِ لَا يَدْرِي مَا دِينُهُ؟ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَتَرَكَ خُطْبَتَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ، فَأُتِيَ بِكُرْسِيٍّ، فَقَعَدَ عَلَيْهِ، وَجَعَلَ يُعَلِّمُنِي مِمَّا عَلَّمَهُ اللهُ، ثُمَّ أَتَى خُطْبَتَهُ، فَأَتَمَّ آخِرَهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[607] حضرت ابو رفاعہ تمیم بن اسید ؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ایک مسافر آدمی اپنے دین کی بابت پوچھنے آیا ہے' وہ نہیں جانتا کہ اس کا دین کیا ہے۔ (یعنی اس کی تعلیمات کا اسے علم نہیں۔) چنانچہ رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور اپنا خطبہ چھوڑ دیا حتی کہ میرے پاس آ گئے' چنانچہ آپ کے لیے ایک کرسی لائی گئی جس پر آپ فروکش ہو گئے اور اللہ نے آپ کو جو احکام سکھلائے تھے وہ مجھے سکھلانے لگے' پھر اپنے خطبے کی طرف آئے اور اس کے آخری حصے کو مکمل فرمایا۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی نبی اکرم ﷺ کی کمال تواضع کے علاوہ ایک مسافر کی دلداری و دلجوئی اور ایمان و اسلام کی تعلیم کو اولیت دینے کا اہتمام ہے۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خطیب دوران خطبہ میں حسب ضرورت دوسروں سے گفتگو بھی کر سکتا ہے اور منبر سے اتر کر چل پھر اور بیٹھ بھی سکتا ہے۔

[607] صحيح مسلم، الجمعة، باب حديث التعليم في الخطبة، حديث:876.

راویِ حدیث: [حضرت ابو رفاعہ تمیم بن اُسید رضی اللہ عنہ] تمیم بن اسید۔ بعض لوگ انھیں اسد بن عبدالعزیٰ بن جعونہ کہتے ہیں۔ خزاعی ہیں۔ اسلام قبول کیا تو نبیٔ اکرم ﷺ نے انھیں نشاناتِ حرم کی تجدید پر لگایا۔ آخر میں یہ بھی مکہ مکرمہ ہی میں رہائش پذیر ہو گئے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت بیان کی ہے۔ 18 فرامین نبویہ کے راوی ہیں۔

[٦٠٨] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ، قَالَ: وَقَالَ: «إِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ، فَلْيُمِطْ عَنْهَا الْأَذٰى، وَلْيَأْكُلْهَا، وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ». وَأَمَرَ أَنْ تُسْلَتَ الْقَصْعَةُ، قَالَ: «فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ فِي أَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[608] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیتے۔ حضرت انس کہتے ہیں: اور آپ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس میں مٹی وغیرہ دور کر کے اسے کھا لے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔'' اور آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم پیالے کو چاٹ کر صاف کریں۔ آپ نے فرمایا: ''تم نہیں جانتے تمھارے کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی تواضع، سادگی اور اللہ کی نعمتوں کی قدر کرنے کا بیان ہے۔ گرے ہوئے لقمے کو اٹھا کر نہ کھانا اور برتن کو صاف نہ کرنا متکبرین اور مترفین کا شیوہ ہے اور اللہ کی نعمت کی ناقدری بھی ہے۔ گرے ہوئے لقمے کو صاف کر کے کھا لینا اور برتن کو چاٹ کر صاف کرنا تواضع کے علاوہ نعمت کی قدر دانی بھی ہے جس سے اللہ خوش ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کا ایک دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان کو پتہ نہیں کہ برکت کھانے کے کون سے حصے میں ہے۔ جب وہ برتن بھی چاٹ کر صاف کرے گا حتی کہ انگلیاں بھی چاٹ لے گا اور گرے ہوئے لقمے کو بھی اٹھا اور صاف کر کے کھا لے گا تو کھانے کا کوئی حصہ بھی ضائع نہیں ہوگا اور جس حصے میں بھی برکت ہوگی، وہ اس کے حصے میں ضرور آ جائے گی، اس سے محرومی نہیں ہوگی۔ ② اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اللہ کی کسی نعمت کو بھی، چاہے وہ مقدار کے لحاظ سے کتنی بھی تھوڑی ہو، ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ جیسے آج کل بدقسمتی سے دعوتوں اور شادی بیاہ کی تقریبات میں نہایت بے دردی سے کھانوں کا ضیاع (نقصان) ہوتا ہے۔ بالخصوص جب کہ ہزاروں، لاکھوں انسان ایسے ہیں جنھیں پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوتا اور بہت سے علاقے ایسے ہیں جہاں فاقہ زدگی عام ہے۔ هَدَانَا اللّٰهُ تَعَالٰى.

[٦٠٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا بَعَثَ اللهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ». قَالَ أَصْحَابُهُ: وَأَنْتَ؟ فَقَالَ: «نَعَمْ، كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[609] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے جو نبی بھیجا اس نے بکریاں ضرور چرائیں۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اور آپ نے بھی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں میں چند قیراط کے عوض اہل مکہ کی

[608] صحيح مسلم، الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة وأكل اللقمة الساقطة......، حديث: 2034.

[609] صحيح البخاري، الإجارة، باب رعي الغنم على قراريط، حديث: 2262.

بکریاں چرایا کرتا تھا۔'' (بخاری)

فائدہ: یہ روایت بابُ اسْتِحْبَابِ الْعُزْلَةِ میں بھی گزر چکی ہے۔ (دیکھیے رقم: 600) یہاں اسے باب کی مناسبت سے دوبارہ درج کیا ہے کیونکہ اس میں بھی تواضع کا بیان ہے۔ محنت کی کمائی سے کھانا متواضعین کی صفت ہے۔

[٦١٠] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَوْ دُعِيتُ إِلَى كُرَاعٍ أَوْ ذِرَاعٍ لَأَجَبْتُ، وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ أَوْ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[610] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے نبئ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے (بکری وغیرہ کے) پائے یا بازو (کے کھانے) کی دعوت دی جائے تو میں ضرور جاؤں گا اور اگر مجھے بازو یا پائے ہدیے کے طور پر بھیجے گئے تو میں یقیناً قبول کروں گا۔'' (بخاری)

فائدہ: اس میں نبئ اکرم ﷺ کی تواضع اور سادگی کا بیان ہے اور اس میں ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے یعنی غریب کی سادہ سی دعوت اور معمولی سا ہدیہ بھی قبول کیا جائے۔ اسے سادگی یا قلت کی وجہ سے رد نہ کیا جائے۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

لاتنظرن إلى زهيد هدية

فانظر إلى قلب من أهداها

''ہدیے کے معمولی پن کی طرف کبھی نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ دینے والا کس خلوص سے دے رہا ہے۔''

[٦١١] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَتْ نَاقَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ الْعَضْبَاءُ لَا تُسْبَقُ، أَوْ لَا تَكَادُ تُسْبَقُ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى قَعُودٍ لَهُ، فَسَبَقَهَا، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، حَتّٰى عَرَفَهُ، فَقَالَ: «حَقٌّ عَلَى اللهِ أَنْ لَّا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِّنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[611] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عضباء نامی اونٹنی تھی جس سے کوئی اونٹ آگے نہیں بڑھ پاتا تھا۔ چنانچہ ایک دیہاتی اپنے اونٹ پر (سوار ہوکر) آیا اور اس سے آگے نکل گیا۔ یہ بات مسلمانوں کو نہایت گراں گزری یہاں تک کہ آپ نے بھی اسے پہچان لیا تو آپ نے فرمایا: ''(یہ) اللہ پر حق ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی بلند ہو وہ اسے پست کر دے۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس میں اللہ تعالیٰ کے ایک اصول کا بیان ہے کہ وہ دنیا میں کسی چیز کو بھی ہمیشہ کے لیے سربلند نہیں رکھتا۔ بالآخر ہر بلندی کے حصے میں پستی آتی ہے۔ افراد اور قوموں سے لے کر بے شعور جانوروں تک میں یہ اصول کارفرما ہے اور اس میں اللہ کی بہت سی حکمتیں مضمر ہیں۔ ایک تو فنا و زوال ہر چیز کا مقدر ہے۔ دوسرے بلندی و سرفرازی سے کوئی خودسر اور سرکش نہ ہو جائے۔ اس لیے اسے پست کر کے متنبہ کیا جاتا ہے کہ ایک ذات ایسی بھی ہے جو سب سے بلند ہے

[610] صحيح البخاري، الهبة و فضلها و التحريض عليها، باب القليل من الهبة، حديث:2568.

[611] صحيح البخاري، الجهاد و السير، باب ناقة النبي ﷺ، حديث:2872.

اور وہ ہر بلند کو پست کرنے کی طاقت سے بہرہ ور ہے۔ ② صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تو یہ بات ناگوار گزری لیکن خود رسول اللہ ﷺ نے اس پر برہمی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اللہ کی قدرت وحکمت کو واضح فرمایا۔

[٧٢] بَابُ تَحْرِيمِ الْكِبْرِ وَالْإِعْجَابِ

باب:72- فخر وغرور اور خود پسندی حرام ہے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿تِلْكَ ٱلدَّارُ ٱلْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي ٱلْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَٱلْعَٰقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ [القصص: ٨٣]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ آخرت کا گھر ہم انھی لوگوں کے لیے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں بڑائی چاہتے ہیں نہ فساد اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَمْشِ فِي ٱلْأَرْضِ مَرَحًا﴾ [الإسراء: ٣٧]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور زمین میں اکڑ کر مت چل۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي ٱلْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ [لقمان: ١٨].

نیز فرمایا: ''اور لوگوں کے لیے اپنا منہ مت پھلا اور نہ زمین میں اترا کر چل۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کو ناپسند کرتا ہے۔''

وَمَعْنَى [تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ]، أَيْ: تُمِيلُهُ وَتُعْرِضُ بِهِ عَنِ النَّاسِ تَكَبُّرًا عَلَيْهِمْ. وَ[الْمَرَحُ]: اَلتَّبَخْتُرُ.

تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ کے معنی ہیں: تو اپنا چہرہ لوگوں سے ازراہِ تکبر پھیر لے (ایسا مت کر۔) اور مَرَحٌ کے معنی ہیں: اترانا۔

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿إِنَّ قَٰرُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ وَءَاتَيْنَٰهُ مِنَ ٱلْكُنُوزِ مَآ إِنَّ مَفَاتِحَهُۥ لَتَنُوٓأُ بِٱلْعُصْبَةِ أُو۟لِى ٱلْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُۥ قَوْمُهُۥ لَا تَفْرَحْ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْفَرِحِينَ﴾ [القصص: ٧٦] إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿فَخَسَفْنَا بِهِۦ وَبِدَارِهِ ٱلْأَرْضَ﴾ اَلْآيَاتِ.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بلاشبہ قارون' موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم سے تھا' پس اس نے ان پر سرکشی کی اور ہم نے اسے اتنے خزانے دیے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقت ور جماعت بمشکل اٹھاتی تھی۔ جب اسے اس کی قوم نے کہا: اترا مت' یقیناً اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول تک...... پس ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔''

فائدۂ آیات: ان آیات میں انسان کو فخر وغرور سے' زمین پر اکڑ کر چلنے اور درشت روئی اور تندخوئی سے منع کیا گیا ہے اور قارون کے انجام کو بیان کرکے واضح فرما دیا کہ مذکورہ امور کا ارتکاب بہت خطرناک ہے اور اس کا انجام

نہایت برا ہے۔

[٦١٢] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ». فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَّكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا، وَنَعْلُهُ حَسَنَةً؟ قَالَ: «إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[612] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی کبر ہوگا۔'' ایک آدمی نے سوال کیا: آدمی کو یہ پسند ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کے جوتے اچھے ہوں؟ آپ نے (جواب میں) فرمایا: ''یقیناً اللہ جمیل (صاحب جمال) ہے اور وہ جمال کو پسند فرماتا ہے۔ کِبْر کا مطلب: حق بات کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔'' (مسلم)

[بَطْرُ الْحَقِّ]: دَفْعُهُ وَرَدُّهُ عَلٰى قَائِلِهِ، وَ[غَمْطُ النَّاسِ]: اِحْتِقَارُهُمْ.

بَطَرُ الْحَقِّ: حق کو ٹھکرا دینا اور اس کے قائل پر اسے لوٹا دینا۔ اور غَمْطُ النَّاسِ: لوگوں کو حقیر سمجھنا۔

فوائد ومسائل: ① ذرہ' چھوٹی سی چیونٹی کو کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک سورج کی شعاعوں میں چمکنے والے ذرے ہیں جو صرف رَوزنِ دیوار سے نظر آتے ہیں۔ اس کے ایک ذرے کا اندازہ کر لیجیے کہ اس کی کیا مقدار ہے۔ کبر کی اتنی مقدار بھی اللہ کو پسند نہیں۔ اگر اس کبر کی بنا پر وہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لانے سے انکار کرے گا' تب تو اس کے جہنمی ہونے میں کوئی شک نہیں اور اگر اس کا کبر ایسا ہے کہ وہ مال و دولت یا حسن و جمال یا جاہ و منصب یا علم و فضل یا حسب و نسب کی وجہ سے اپنے آپ کو برتر اور دوسروں کو حقیر سمجھتا یا حق بات ماننے میں ہٹ دھرمی کا ارتکاب کرتا ہے تو یہ کبر بھی اللہ کو ناپسند ہے اور یہ ابتداءً جنت میں نہیں جائے گا بلکہ سزا بھگتنے کے بعد ہی جنت میں جانے کا مستحق ہوگا۔ ② کبر و غرور کے بغیر اچھا لباس وغیرہ پہننا جائز ہے۔

[٦١٣] وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِشِمَالِهِ، فَقَالَ: «كُلْ بِيَمِينِكَ». قَالَ: لَا أَسْتَطِيعُ! قَالَ: «لَا اسْتَطَعْتَ!» مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ، قَالَ: فَمَا رَفَعَهَا إِلٰى فِيهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[613] حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپ نے فرمایا: ''اپنے دائیں ہاتھ سے کھا۔'' اس نے کہا: اس کی میرے اندر طاقت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تو طاقت نہ ہی رکھے۔'' اسے صرف کبر نے آپ کی بات ماننے سے روکا تھا۔ راوی نے بیان کیا کہ (اس کے بعد) وہ آدمی

[612] صحیح مسلم، الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانه، حدیث:91.

[613] صحیح مسلم، الأشربة، باب آداب الطعام والشراب و أحکامهما، حدیث:2021.

اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے منہ کی طرف نہیں اٹھا سکا۔ (مسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث بَابُ الْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ، رقم:159 میں گزر چکی ہے۔ یہاں اسے دوبارہ کبر کی شناعت وقباحت اور متکبرین کے انجام بد کو بیان کرنے کے لیے ذکر کیا گیا ہے جو اس حدیث سے واضح ہے۔ ② دور حاضر میں جو لوگ مغرب زدگی کی وجہ سے الٹے ہاتھ سے کھانے پینے کے عادی ہیں' انھیں اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ ③ نبی ﷺ کے احکام کو نہ ماننے کے بہانے کرنا انسان کی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔

[٦١٤] وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «**أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟: كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ**». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَتَقَدَّمَ شَرْحُهُ فِي بَابِ فَضْلِ ضَعَفَةِ الْمُسْلِمِينَ [برقم: ٢٥٢].

[614] حضرت حارثہ بن وہب ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' آپ فرما رہے تھے: ''کیا میں تمھیں جہنمیوں کی خبر نہ دوں۔ ہر سرکش' بخیل اور متکبر جہنمی ہے۔'' (بخاری ومسلم' اس کی شرح بَابُ ضَعَفَةِ الْمُسْلِمِينَ میں گزر چکی ہے۔ (دیکھیے رقم:252)

فائدہ: یعنی سرکشی (اللہ کے احکام سے سرتابی)' بخل (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز) اور تکبر ایسی مذموم صفات ہیں کہ ایسی صفات کے حامل لوگوں کا ٹھکانا جنت نہیں' دوزخ ہوگا۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

[٦١٥] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «**اِحْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: فِيَّ الْجَبَّارُونَ وَالْمُتَكَبِّرُونَ، وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: فِيَّ ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَمَسَاكِينُهُمْ. فَقَضَى اللهُ بَيْنَهُمَا: إِنَّكِ الْجَنَّةُ رَحْمَتِي، أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ، وَإِنَّكِ النَّارُ عَذَابِي، أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ، وَلِكِلَيْكُمَا عَلَيَّ مِلْؤُهَا**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[615] حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جنت اور دوزخ نے باہم جھگڑا کیا۔ دوزخ نے کہا: میرے اندر بڑے بڑے سرکش اور متکبر لوگ ہوں گے۔ اور جنت نے کہا: میرے اندر کمزور اور مسکین قسم کے لوگ ہوں گے۔ تو اللہ نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ اے جنت! تو میری رحمت ہے' میں تیرے ذریعے سے جس پر چاہوں گا رحم کروں گا۔ اور اے دوزخ! تو میرا عذاب ہے' میں تیرے ذریعے سے جسے چاہوں گا عذاب دوں گا۔ اور تم دونوں کے بھرنے کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ روایت بَابُ فَضْلِ ضَعَفَةِ الْمُسْلِمِينَ، رقم:254 میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس کے بیان کرنے سے مقصد سرکشی اور تکبر کے انجام بد کی وضاحت ہے کہ متکبرین کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جنت کو اپنی رحمت کہنے کا

[614] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ﴾، حديث: 4918، وصحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب النار يدخلها الجبارون......، حديث:2853.

[615] صحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب النار يدخلها الجبّارون، والجنة ......، حديث:(36)- 2846.

مطلب مظہر رحمت اور جہنم کو اپنا عذاب کہنے سے مقصد مظہر عذاب ہے۔ ② اس میں اللہ کی مشیت کا جو ذکر ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ یوں ہی جسے چاہے گا جنت میں اور جسے چاہے گا جہنم میں بھیج دے گا بلکہ اس کی یہ مشیت اس کے مقررہ اصول کے مطابق ہی ہوگی۔ جنت میں جانے والوں کو وہ اعمال صالحہ کی توفیق سے نوازتا ہے جن سے ان کے لیے جنت کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔ اور جو جہنم میں جانے والے ہوتے ہیں' وہ معصیت کی دلدل سے ہی نہیں نکل پاتے' جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جہنم ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

[٦١٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَنْظُرُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[616] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت والے دن اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنے پاجامے' شلوار اور تہ بند وغیرہ کو فخر وغرور سے ٹخنوں سے نیچے گھسیٹتا ہوا چلے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی نفی سے مراد' رحمت سے دیکھنے کی نفی ہے۔ اللہ تعالیٰ متکبرین کو نظر رحمت سے نہیں بلکہ عتاب وغضب سے دیکھے گا۔ ② ازار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو جسم کے نچلے آدھے حصے کو ڈھانپنے کے لیے انسان پہنتا ہے' وہ پاجامہ ہو' شلوار ہو' پتلون یا تہ بند ہو' عربی زبان میں اسے ازار کہتے ہیں۔ نبی ﷺ نے تاکید فرمائی ہے کہ یہ ازار مردوں کے ٹخنوں سے اوپر رہنی چاہیے۔ اس کا ٹخنوں سے نیچے ہونا تکبر کی علامت اور یہ متکبرین کا شیوہ ہے جس کا انجام اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ. ③ آج امت مسلمہ کے بہت سے افراد اس بے لذت گناہ کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ انھیں اپنے طرز زندگی کا ضرور جائزہ لینا چاہیے۔

[٦١٧] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[617] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت والے دن نہ کلام فرمائے گا' نہ انھیں پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف (رحمت سے) دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا: بوڑھا زانی' جھوٹا بادشاہ اور تکبر کرنے والا فقیر۔'' (مسلم)

[الْعَائِلُ]: اَلْفَقِيرُ.

عَائِلٌ: فقیر (محتاج' ضرورت مند۔)

فوائد ومسائل: ① اس میں بھی کلام نہ کرنے کا مطلب' خوشی اور رضامندی سے کلام نہ کرنا ہے بلکہ اللہ غصے اور ناراضی سے کلام فرمائے گا۔ بدکاری ہر ایک کے لیے حرام ہے' وہ جوان ہو یا بوڑھا۔ لیکن ایک بوڑھے سے اس کا ارتکاب ہو تو

[616] صحيح البخاري، اللباس، باب من جرّ ثوبه من الخيلاء، حديث:5788، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم جرّ الثوب خيلاء......، حديث:2087.

[617] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمن بالعطية......، حديث:107.

زیادہ برا ہے کیونکہ بڑھاپے میں زنا کے صدور کا مطلب ہے کہ اس کا مزاج بہت زیادہ بگڑا ہوا ہے اور اللہ کے خوف سے اس کا دل بالکل خالی ہے۔ ② جھوٹ ہر ایک کے لیے حرام ہے' لیکن ایک بادشاہ سے اس کا ارتکاب زیادہ قبیح ہے اس لیے کہ وہ تو ہر طرح کے اختیار اور وسائل سے بہرہ ور ہوتا ہے' اسے جھوٹ بولنے کی ضرورت لاحق ہی نہیں ہوسکتی۔ اس کے باوجود وہ جھوٹ بولتا ہے تو یہ بات بھی اس کے فساد مزاج اور خوف الٰہی کے فقدان کی دلیل ہے۔ ③ اسی طرح فخر وغرور کا اظہار کسی کے لیے بھی جائز نہیں لیکن ایک فقیر اور نادار جو کبر اور برتری کے اسباب ہی سے محروم ہے' وہ کبر کا اظہار کرے تو اس کا مطلب احکام الٰہی کا استخفاف اور خشیت الٰہی سے بے نیازی ہے۔ اس لیے اس کا اظہار کبر' ایک مالدار کے اظہار کبر سے زیادہ شنیع اور قبیح ہے۔

[٦١٨] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: اَلْعِزُّ إِزَارِي، وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي، فَمَنْ يُنَازِعُنِي عَذَّبْتُهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[618] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ عزت میرا پہناوا ہے اور بڑائی میری چادر ہے۔ چنانچہ جو بھی ان میں سے کوئی ایک چیز مجھ سے کھینچے گا میں اسے عذاب دوں گا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① کھینچنے یا منازعت کرنے کا مطلب ہے جو ان صفات سے متصف ہونے کی کوشش یا دعویٰ کرے' کیونکہ قوت وغلبہ (عزت) اور عظمت و کبریائی صرف میری صفات ہیں۔ جسے جتنی قوت یا عظمت حاصل ہے وہ میری ہی عطا کردہ ہے' وہ اس پر بطور شکر الٰہی میرا اطاعت گزار رہے' نہ کہ اپنی عظمت و کبریائی کا ڈنکا بجانا شروع کردے۔ جو ایسا کرے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ ② اس میں انسانوں کے لیے سخت تنبیہ ہے کہ وہ اپنی قوت پر نازاں نہ ہوں اور لوگوں کے سامنے متکبرانہ انداز اختیار نہ کریں۔ ویسے بھی انسان اگر اپنی اصل پر غور کرے تو اسے زیب ہی نہیں دیتا کہ وہ کبر کا خیال اپنے دل میں لائے کیونکہ وہ نہایت لاچار مخلوق ہے۔

[٦١٩] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي حُلَّةٍ تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ، مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ، يَخْتَالُ فِي مِشْيَتِهِ، إِذْ خَسَفَ اللهُ بِهِ، فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[619] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دفعہ ایک آدمی ایک جوڑے میں ملبوس چلا جا رہا تھا' اس کے نفس نے اسے خود پسندی میں مبتلا کر دیا ہوا تھا' بالوں میں کنگھی کیے اور اپنی چال میں اتراتا تھا کہ اللہ نے اسے زمین میں دھنسا دیا' پس وہ قیامت کے دن تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔'' (بخاری و مسلم)

[618] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الكبر، حديث:2620.

[619] صحيح البخاري، اللباس، باب من جرّ ثوبه من الخيلاء، حديث:5789، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم التبختر في المشي مع إعجابه بثيابه، حديث:2088.

[مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ]، أَيْ: مُمَشِّطُهُ. [يَتَجَلْجَلُ]: بِالْجِيمَيْنِ، أَيْ: يَغُوصُ وَيَنْزِلُ.

مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ کے معنی ہیں: کنگھی سے بالوں کو آراستہ کیے ہوئے تھا۔ یَتَجَلْجَلُ: دو ”جیموں“ کے ساتھ یعنی زمین میں گھستا اور اترتا چلا جائے گا۔

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ خوش پوشاکی اور حسن و جمال سے آراستہ ہو کر انسان اعجاب نفس (خود پسندی) اور تکبر میں مبتلا نہ ہو بلکہ ان نعمتوں پر اللہ کا شکر کرے نہ کہ اپنی حیثیت کو فراموش کر کے متکبرانہ طور طریقے اختیار کرے۔ ② اس سے مقصود صرف خبر دینا نہیں کہ ایسے ہوا بلکہ اصل مقصود یہ تنبیہ کرنا ہے کہ اگر تم بھی ایسا کرو گے تو تمھارا بھی یہی حشر ہو سکتا ہے' اس لیے ایسی حرکت سے ہر ممکن اجتناب کرنا چاہیے اور اچھا لباس پہن کر اگر ایسا خیال دل میں پیدا ہو تو اللہ سے استغفار کرنا چاہیے اور پھر بھی عجب نہ جائے تو ایسا لباس اتار پھینکنا چاہیے' مبادا کہ انسان اللہ تعالیٰ کے عذاب کی گرفت میں آ جائے۔

[٦٢٠] وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَذْهَبُ بِنَفْسِهِ حَتَّى يُكْتَبَ فِي الْجَبَّارِينَ، فَيُصِيبَهُ مَا أَصَابَهُمْ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[620] حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی تکبر کا اظہار کرتا رہتا ہے' یہاں تک کہ اسے سرکش لوگوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ پھر اسے وہی سزا ہوگی جو سرکش لوگوں کی ہوتی ہے۔“ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

[يَذْهَبُ بِنَفْسِهِ] أَيْ: يَرْتَفِعُ وَيَتَكَبَّرُ.

يَذْهَبُ بِنَفْسِهِ کے معنی ہیں: وہ برتری اور تکبر کا اظہار کرتا ہے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے' یعنی رسول اکرم ﷺ کی طرف اس کی نسبت درست نہیں ہے' البتہ دوسرے دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ جس طرح نیک لوگوں کے عادات و خصائل اختیار کرنا پسندیدہ ہے' اسی طرح برے لوگوں کے برے طور طریقے اختیار کرنا سخت ناپسندیدہ ہے۔ انسان جس قسم کے لوگوں کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار بالآخر ان ہی میں ہوگا کیونکہ بتدریج وہ اسی سانچے میں ڈھل جاتا اور اسی رنگ میں رنگ جاتا ہے' پھر اسے جزا بھی اسی کے مطابق ملے گی۔

[٧٣] بَابُ حُسْنِ الْخُلُقِ

باب: 73- حسن اخلاق کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ [ن: ٤]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے پیغمبر! بیشک تو بلند اخلاق کا مالک ہے۔“

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”(جنت ان لوگوں کے لیے تیار

[620] ضعيف-جامع الترمذي، البر والصلة..... باب ماجاء في الكبر، حديث: 2000.

ٱلنَّاسِ﴾ ٱلْآيَةَ [آل عمران: ١٣٤].

کی گئی ہے جو) غصہ پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہیں۔"

فائدہ آیات: مذکورہ آیات میں نبی اکرم ﷺ اور اہل ایمان وتقویٰ کی اخلاقی خوبیوں کا تذکرہ فرما کر حسن اخلاق کی ترغیب دی گئی ہے۔

[٦٢١] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[621] حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے حامل تھے۔ (بخاری ومسلم)

[٦٢٢] وَعَنْهُ قَالَ: مَا مَسِسْتُ دِيبَاجًا وَلَا حَرِيرًا أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَا شَمَمْتُ رَائِحَةً قَطُّ أَطْيَبَ مِنْ رَائِحَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَقَدْ خَدَمْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ، فَمَا قَالَ لِي قَطُّ: أُفٍّ، وَلَا قَالَ لِشَيْءٍ فَعَلْتُهُ: لِمَ فَعَلْتَهُ؟ وَلَا لِشَيْءٍ لَّمْ أَفْعَلْهُ: أَلَا فَعَلْتَ كَذَا؟. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[622] حضرت انس ؓ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم کوئی موٹا اور باریک ریشم نہیں چھوا' اور رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر سے پھوٹنے والی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ کوئی خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی' آپ نے مجھے کبھی اُف تک نہیں کہا' اور جو کام میں نے کیا اس کی بابت یہ نہیں کہا کہ یہ کیوں کیا؟ اور جو کام میں نے نہیں کیا' اس کی بابت یہ نہیں کہا کہ اس طرح کام کیوں نہ کیا؟ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ مجسم خوشبو تھے۔ ② دس سالہ خدمت کے دوران خادم کو اس کے کسی کام پر نہ ٹوکنا اور نہ جھڑکنا' یہ حسن اخلاق کا وہ اعلیٰ ترین نمونہ ہے جس کی کوئی دوسری نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔ کاش امت بھی اپنے پیغمبر کے ان مکارم اخلاق کو اختیار کرے۔

[٦٢٣] وَعَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَهْدَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ حِمَارًا

[623] حضرت صعب بن جثامہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک جنگلی گدھا ہدیے کے طور

[621] صحيح البخاري، الأدب، باب الكنية للصبي، وقبل أن يولد للرجل، حديث:6203، وصحيح مسلم، الفضائل، باب حسن خلقه ﷺ، حديث:2310.

[622] صحيح البخاري، المناقب، باب صفة النبي ﷺ، حديث:3561، وصحيح مسلم، الفضائل، باب طيب ريحه ﷺ ولين مسه......، حديث:2330.

[623] صحيح البخاري، جزاء الصيد، باب إذا أهدى للمحرم حمارًا وحشيًا حيًّا لم يقبل، حديث:1825، و صحيح مسلم، الحج، باب تحريم الصيد للمحرم، حديث:1193.

وَحْشِيًّا، فَرَدَّهُ عَلَيَّ، فَلَمَّا رَأَى مَا فِي وَجْهِي، قَالَ: «إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

پر پیش کیا۔ آپ نے اسے مجھے واپس لوٹا دیا۔ جب آپ نے میرے چہرے پر (کبیدگی کے) اثرات دیکھے تو فرمایا: ''ہم نے تیرا یہ ہدیہ اس لیے تجھے واپس کیا ہے کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① احرام کی حالت میں جس طرح محرم کے لیے شکار کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح اس کے ایما و ہدایت پر شکار کیے گئے جانور کا گوشت کھانا بھی اس کے لیے جائز نہیں ہے' نیز محرم کی نیت سے کیے گئے شکار کا گوشت کھانا بھی محرم کے لیے ناجائز ہے۔ اسی لیے آپ نے حمار وحشی کا ہدیہ واپس فرما دیا۔ ② اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ہدیہ قبول کرنے میں کوئی عذر شرعی مانع ہو تو اس کی وضاحت کر دینی چاہیے تاکہ ہدیہ بھیجنے والے کو رنج نہ ہو۔ ③ خیال رہے کہ بعض احادیث میں دوسروں کا کیا ہوا شکار کھانے کی اجازت منقول ہے۔ جب کہ اس حدیث میں اس کے برعکس اس کی ممانعت ہے۔ جمہور علماء نے اس کے مابین یہی تطبیق بیان فرمائی ہے کہ پہلی قسم کی احادیث اس صورت پر محمول ہوں گی کہ غیر محرم شخص نے خود اپنے لیے شکار کیا ہو اور پھر اس میں سے کچھ ہدیہ محرم کو دے دے۔ یہ ہدیہ محرم کے لیے جائز ہے۔ اور دوسری قسم کی احادیث اس صورت پر محمول ہوں گی کہ غیر محرم نے وہ شکار محرم ہی کے لیے یا اس کے ایما پر کیا ہو۔ اس کا کھانا محرم کے لیے جائز نہیں (فتح الباری' کتاب و باب مذکور) اسی طرح شکار شدہ جانور جبکہ وہ زندہ ہو' محرم کو بھیج دینا تاکہ وہ خود اسے ذبح کر لے' یہ بھی جائز نہیں۔ اس حدیث میں مذکور یہی صورت ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہی باب باندھا ہے کہ جب کوئی شخص محرم کو زندہ حمار وحشی ہدیتاً بھیجے تو وہ اسے قبول نہ کرے۔

راویٔ حدیث: [حضرت صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ] صعب بن یزید (جثامہ) بن قیس بن ربیعہ کنانی' لیثی۔ ان کی والدہ زینب بنت حرب بن امیہ ہیں جو ابوسفیان کی بہن ہیں۔ وڈان اور ابواء میں رہائش پذیر رہے۔ ان کی احادیث حجازیوں میں شمار ہوتی ہیں۔ یہ خلافت ابوبکر صدیق میں فوت ہوئے لیکن بقول بعض یہ خلافت عثمان تک زندہ رہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی 16 حدیثوں کے راوی ہیں۔

[٦٢٤] وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ، فَقَالَ: «اَلْبِرُّ: حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ: مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[624] حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''نیکی تو اچھا اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تجھے یہ ناگوار ہو کہ لوگ اس سے باخبر ہوں۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں ایک اہم اصول یہ بیان کیا گیا ہے کہ حسن اخلاق' نیکی اور خیر ہے' اس لیے کہ بااخلاق آدمی محاسن اور افعال خیر ہی اختیار کرتا اور رذائل (بدخصلتوں) سے اجتناب کرتا ہے۔ ② گناہ کی بابت بھی نہایت عام فہم

[624] صحیح مسلم، البر والصلة، باب تفسیر البر والإثم، حدیث:2553.

اصول بیان فرما دیا، اس لیے کہ ہر برے کام پر انسان کا ضمیر اسے ملامت کرتا ہے، اور ملامت گروں کی ملامت سے بھی وہ خوف محسوس کرتا ہے۔ لیکن یہ صرف اس وقت تک ہی ہے جب تک انسان کی فطرت مسخ اور دل مردہ نہ ہوا ہو کیونکہ جب فطرت ہی مسخ اور دل مردہ ہو جائے تو پھر بڑے سے بڑے گناہ پر بھی دل میں کوئی کھٹک پیدا ہوتی ہے نہ لوگوں کا کوئی خوف ہی اسے محسوس ہوتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے انسان کی قوت شامہ (سونگھنے کی صلاحیت) صحیح ہو تو وہ تعفن اور بدبو کو محسوس کر اور سونگھ لیتا ہے لیکن ہر وقت گھورے (غلاظت کے ڈھیر) پر رہنے والے کی قوت شامہ اس طرح ختم ہو جاتی ہے کہ گندگی کے ڈھیر پر بیٹھے ہوئے بھی اسے بدبو محسوس نہیں ہوتی۔

[٦٢٥] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا. وَكَانَ يَقُولُ: «إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[625] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو فحش گو تھے اور نہ تکلف سے بدزبانی کرنے والے تھے۔ اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ ”تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو تم میں اخلاق میں سب سے اچھا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں نبی اکرم ﷺ کے حسن اخلاق اور کمال شرافت کے ساتھ ساتھ اس امر کا بیان ہے کہ جو زیادہ بلند اخلاق ہوگا وہ لوگوں میں سب سے بہتر ہوگا، نیز نبی ﷺ عادتاً اور تکلفاً کسی بھی طرح فحش گو نہیں تھے۔

[٦٢٦] وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ، وَإِنَّ اللهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[626] حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”قیامت والے دن مومن بندے کی میزان میں حسن اخلاق سے زیادہ بھاری چیز کوئی نہیں ہوگی۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ بدزبان اور بے ہودہ گوئی کرنے والے کو ناپسند کرتا ہے۔“ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[اَلْبَذِيُّ]: هُوَ الَّذِي يَتَكَلَّمُ بِالْفُحْشِ وَرَدِيءِ الْكَلَامِ.

اَلْبَذِيُّ: وہ شخص جو بے حیا اور بے ہودہ باتیں کرتا ہے۔

فوائد و مسائل: ① حسن اخلاق قیامت والے دن سب سے زیادہ نفع بخش ہوگا کیونکہ یہ دیگر سب عملوں سے زیادہ بھاری ہوگا لیکن صرف اسی شخص کے لیے جو مومن ہوگا، غیر مومنوں کے لیے تو وزن اعمال ہی نہیں ہوگا۔ ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ

[625] صحيح البخاري، المناقب، باب صفة النبي ﷺ......، حديث:3559، و صحيح مسلم، الفضائل، باب كثرة حيائه ﷺ، حديث:2321.

[626] جامع الترمذي، البر والصلة......، باب ما جاء في حسن الخلق، حديث:2002.

يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾ (الكهف18: 105) ”ہم کافروں کے لیے ترازو ہی قائم نہیں کریں گے۔“ ② اسی طرح برے اخلاق کا حامل اور بے ہودہ گو انسان اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ہے جس کا مطلب ہے کہ ایسا شخص آخرت میں ناکام و نامراد رہے گا۔

[٦٢٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ، قَالَ: «تَقْوَى اللهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ». وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ، فَقَالَ: «الْفَمُ وَالْفَرْجُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[627] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سے عمل انسانوں کے زیادہ جنت میں جانے کا سبب بنیں گے؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ کا ڈر اور حسن اخلاق۔“ اور پوچھا گیا: کون سی چیزیں انسانوں کے زیادہ جہنم میں جانے کا سبب ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: ”منہ اور شرم گاہ۔“ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث بھی بڑی جامع ہے۔ اللہ کے ڈر سے انسان کا اللہ کے ساتھ تعلق صحیح طور سے جڑ جاتا ہے اور حسن اخلاق سے وہ لوگوں کے حقوق میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا' اس لیے یقیناً یہ دو عمل ایسے ہیں جن کے ذریعے سے لوگ کثرت سے جنت میں جائیں گے۔ ② اسی طرح منہ ہی سے انسان کلمات کفر بکتا ہے۔ غیبت' بہتان تراشی' گالی گلوچ اور بے ہودہ گوئی' یہ سب زبان کے کام ہیں۔ اور شرم گاہ بدکاری کا باعث ہے۔ اس اعتبار سے یہ دونوں چیزیں انسانوں کو جہنم میں زیادہ لے جانے کا باعث ہوں گی' اس لیے ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو تقویٰ اور حسن اخلاق سے آراستہ کرے اور زبان اور شرم گاہ کے فتنوں سے اپنے آپ کو بچائے تاکہ اس کی آخرت برباد نہ ہو۔

[٦٢٨] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[628] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہیں۔ اور تم میں سے سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو تم میں اپنی عورتوں کے حق میں سب سے بہتر ہیں۔“ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں ایمان اور حسن اخلاق کے درمیان تلازم (ایک دوسرے کے لیے لازم ہونے) کا بیان ہے' یعنی جو اخلاق میں جتنا کامل ہوگا' ایمان میں بھی اتنا ہی کامل ہوگا۔ گویا کمال ایمان کے لیے حسن اخلاق میں کمال ضروری ہے۔ ② اسی طرح بیویوں کے ساتھ حسن معاملہ کرنے والا شخص بھی سب سے بہتر ہے جیسا کہ دوسری احادیث میں بیان

[627] جامع الترمذي، البر والصلة..... باب ماجاء في حسن الخلق، حديث:2004.

[628] جامع الترمذي، الرضاع، باب ماجاء في حق المرأة على زوجها، حديث:1162.

ہوا ہے۔

[٦٢٩] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[629] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''مومن یقیناً اپنے حسن اخلاق سے وہ درجہ پالیتا ہے جو ایک روزے دار اور شب بیدار شخص کے حصے میں آئے گا۔'' (ابوداود)

فائدہ: روزے دار سے مراد وہ شخص ہے جو کثرت سے نفلی روزے رکھتا ہے' اسی طرح قائم سے مراد راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کی بکثرت عبادت کرنے والا ہے۔ ان دو عملوں کی پابندی نہایت مشکل ہے لیکن جو ان کا اہتمام کرتے ہیں' اس کا اجر و ثواب بھی انھیں اسی حساب سے بے پایاں ملے گا۔ لیکن حسن اخلاق سے آراستہ شخص' جو صرف فرائض کی ادائیگی کرتا ہے' مذکورہ نوافل کا اہتمام نہیں کرپاتا' وہ بھی صائم و قائم کے درجے کو پالے گا۔ اس سے حسن اخلاق کی اہمیت و فضیلت واضح ہے۔

[٦٣٠] وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ، وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ، وَإِنْ كَانَ مَازِحًا، وَبِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ». حَدِيثٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[630] حضرت ابو امامہ باہلی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اس شخص کے لیے جنت کے اطراف میں ایک گھر کا ضامن ہوں جس نے حق پر ہوتے ہوئے بھی جھگڑا چھوڑ دیا (اپنے حق سے دست بردار ہوگیا۔) اور اس شخص کے لیے جنت کے درمیان میں ایک گھر کا ضامن ہوں جس نے مزاح کے طور پر بھی جھوٹ کا ارتکاب نہیں کیا۔ اور اس شخص کے لیے جنت کے بلند ترین حصے میں ایک گھر کا ضامن ہوں جس کا اخلاق اچھا ہوا۔'' (یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

[اَلزَّعِيمُ]: اَلضَّامِنُ.

اَلزَّعِیمُ کے معنی ہیں: ضامن۔ ذمہ دار

فوائد و مسائل: ① جھگڑا ختم کرنے کے لیے اپنے حق سے دستبردار ہوجانا بہت بڑا عمل ہے۔ اسی طرح مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے گریز کرنے کا مطلب ہے کہ یہ شخص شریعت اور اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے احکام کو بہت اہمیت دیتا ہے' اس لیے ایسے موقعوں پر بھی جھوٹ نہیں بولتا جن موقعوں پر جھوٹ بولنے کو لوگ زیادہ برا نہیں سمجھتے' بلکہ بہت سے لوگ تو شاید اس کے جواز کے بھی قائل ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو عام حالات میں جھوٹ سے اجتناب بہت پسند ہے۔ ② تاہم ان

[629] سنن أبي داود، الأدب، باب في حسن الخلق، حديث:4798.

[630] سنن أبي داود، الأدب، باب في حسن الخلق، حديث:4800.

سب میں حسن اخلاق کی فضیلت زیادہ ہے کیونکہ مذکورہ کام بھی حسن اخلاق کے بغیر ممکن نہیں۔ یوں گویا حسن اخلاق کو سب پر برتری حاصل ہے۔

[٦٣١] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ، وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا. وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ، وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَلثَّرْثَارُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ وَالْمُتَفَيْهِقُونَ»، قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! قَدْ عَلِمْنَا اَلثَّرْثَارُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ، فَمَا الْمُتَفَيْهِقُونَ؟ قَالَ: «اَلْمُتَكَبِّرُونَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[631] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے روز مجھے سب سے زیادہ محبوب اور ہم نشینی کے اعتبار سے میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو تم میں اخلاق میں سب سے زیادہ اچھا ہوگا۔ اور تم میں سے مجھے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مجھ سے سب سے زیادہ دور قیامت کے روز وہ ہوں گے جو بہت باتونی، تصنع سے باتیں کرنے والے اور تکبر سے باچھیں کھول کھول کر گفتگو کرنے والے ہوں گے۔“ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! باتونی اور تصنع سے باتیں کرنے والے کو تو ہم جان گئے لیکن یہ مُتَفَيْهِقُونَ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”تکبر کرنے والے۔“ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔)

[اَلثَّرْثَارُ]: هُوَ كَثِيرُ الْكَلَامِ تَكَلُّفًا. وَ[الْمُتَشَدِّقُ]: اَلْمُتَطَاوِلُ عَلَى النَّاسِ بِكَلَامِهِ، وَيَتَكَلَّمُ بِمَلْءِ فِيهِ تَفَاصُحًا وَتَعْظِيمًا لِكَلَامِهِ. وَ[الْمُتَفَيْهِقُ]: أَصْلُهُ مِنَ الْفَهْقِ، وَهُوَ الْامْتِلَاءُ، وَهُوَ الَّذِي يَمْلَأُ فَمَهُ بِالْكَلَامِ، وَيَتَوَسَّعُ فِيهِ، وَيُغْرِبُ بِهِ تَكَبُّرًا وَارْتِفَاعًا، وَإِظْهَارًا لِلْفَضِيلَةِ عَلَى غَيْرِهِ.

اَلثَّرْثَارُ: باتونی اور تکلف سے گفتگو کرنے والا۔ مُتَشَدِّقٌ: اپنے آپ کو فصیح اور اعلیٰ گفتگو کا حامل ظاہر کرنے کے لیے گال پھلا کر لوگوں سے لمبی گفتگو کرنے والا۔ مُتَفَيْهِقٌ: اس کی اصل فَهْقٌ ہے، جس کے معنی بھرنے کے ہیں۔ یہ وہ شخص ہے جو بات کرتے ہوئے منہ بھر لیتا اور چوڑا کر لیتا ہے اور دوسروں پر اپنی بڑائی اور برتری جتلانے کے لیے متکبرانہ انداز سے عجیب وغریب باتیں کرتا ہے۔

وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ رَحِمَهُ اللهُ فِي تَفْسِيرِ حُسْنِ الْخُلُقِ، قَالَ: هُوَ طَلَاقَةُ الْوَجْهِ، وَبَذْلُ الْمَعْرُوفِ، وَكَفُّ الْأَذَى.

اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن خلق کی تفسیر میں عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ خندہ روئی، سخاوت سے کام لینا اور کسی کو تکلیف نہ پہنچانا ہے۔

[631] جامع الترمذي، البر والصلة......، باب ماجاء في معالي الأخلاق، حديث: 2018.

فائدہ: اس میں بھی حسن اخلاق کی ترغیب اور غیر ضروری، غیر محتاط اور تصنع و بناوٹ سے گفتگو کرنے اور اس کے ذریعے سے دوسروں پر رعب و برتری جتانے سے اجتناب کرنے کی تاکید ہے۔ گویا کم بولنا اور سادگی سے گفتگو کرنا پسندیدہ ہے اور اس کے برعکس زیادہ بولنا اور وہ بھی دوسروں پر ہیکڑی جتانے کے لیے گفتگو میں تیزی و طراری دکھانا اور تصنع اختیار کرنا سخت ناپسندیدہ ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ] عبداللہ بن مبارک مرو شہر میں 118 ہجری کو پیدا ہوئے۔ قرآن کریم حفظ کیا اور ساتھ ساتھ احادیث رسول بھی حفظ کیں۔ ان کا حافظہ بہت اچھا تھا۔ جو یاد کرتے نہیں بھولتا تھا۔ 23 سال کے ہوئے تو طلب علم نبوی کے لیے بلادِ اسلامیہ کی طرف رخت سفر باندھا، عراق، حجاز اور اس کے علاوہ دیگر علاقوں کا سفر کیا۔ اس دور کے اکابر علماء سے کسب فیض کیا جن میں مالک بن انس اور سفیان ثوری وغیرہ ہیں۔ بہت بڑے تاجر تھے۔ جو کماتے اس کا بہت بڑا حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ احادیث رسول سے بہت محبت کرتے تھے۔ راہ چلتے اگر کوئی آدمی مسئلہ دریافت کرتا تو کہتے: چلتے ہوئے جواب دینا علم کی شان کے خلاف ہے۔ 63 سال کی عمر میں 181 ہجری کو فوت ہوئے۔

[٧٤] بَابُ الْحِلْمِ وَالْأَنَاةِ وَالرِّفْقِ

باب:74- بردباری، سوچ سمجھ کر کام کرنے اور نرمی سے کام لینے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ [آل عمران: ١٣٤].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے اور اللہ نیکوکاروں کو پسند کرتا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ [الأعراف: ١٩٩].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''عفو و درگزر کو اختیار کر، نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے اعراض کر۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۝ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾ [فصلت: ٣٤، ٣٥].

نیز فرمایا: ''نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتی۔ برائی کو ایسے طریقے سے ٹال جو اچھا ہو، تب وہ شخص کہ تیرے اور اس کے درمیان دشمنی ہو، ایسے ہو جائے گا گویا کہ وہ گہرا دوست ہے۔ اور یہ بات انھی لوگوں کے حصے میں آتی ہے جو صابر ہوتے ہیں اور انھیں نصیب ہوتی ہے جو بڑے نصیبے والے ہوتے ہیں۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ [الشورى: ٤٣].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور وہ شخص جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا، یقیناً یہ بات ہمت کے کاموں سے ہے۔''

فائدۂ آیات: ان آیات میں اہل ایمان کو صبر و تحمل اور عفو و درگزر اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس کا دنیوی فائدہ یہ ہے کہ دشمن بھی دوست ہو جائیں گے اور اخروی فائدہ یہ ہے کہ اللہ کی رضامندی حاصل ہوگی۔

[٦٣٢] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِأَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ: «إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ: الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[632] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے اشج عبدالقیس سے فرمایا: ”تیرے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے: بردباری اور سوچ سمجھ کر کام کرنا۔“ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اشج عبدالقیس کا نام منذر بن عائذ یا منقذ بن عائذ رضی اللہ عنہ تھا۔ ② أَنَاۃٌ کا مطلب ہے: جلد بازی کی بجائے سوچ سمجھ کر کام کرنا۔ اس میں گویا صبر اور حلم کی ترغیب ہے۔ ③ منہ پر تعریف اور خوبی بیان کرنے کا جواز ہے بشرطیکہ صاحب تعریف کے غرور میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور اس طرح کی تعریف میں کوئی خاص مصلحت اور فائدہ نظر آتا ہو نیز دوسروں کے لیے خوبیوں کو اپنانے کی ترغیب کا پہلو ہو۔

[٦٣٣] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[633] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور ہر معاملے میں نرمی کرنے کو پسند فرماتا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

فائدہ: نرمی سے انسان ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں، اس لیے نرمی اللہ کو بہت پسند ہے۔

[٦٣٤] وَعَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[634] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے، نرمی کو پسند فرماتا ہے، نرمی پر وہ جو کچھ عطا فرماتا ہے وہ سختی پر اور اس کے علاوہ کسی چیز پر عطا نہیں فرماتا۔“ (مسلم)

فائدہ: نرمی کے مقابلے میں سختی ہے۔ آپس کے معاملات میں سختی کی بجائے اللہ کو نرمی پسند ہے اور اس پر وہ جو اجر و ثواب دے گا وہ سختی اور اسی طرح کی کسی بھی چیز پر نہیں دے گا، البتہ دین کے معاملات اور حدود الٰہیہ میں نرمی سخت ناپسندیدہ اور سختی، یعنی مضبوطی سے دین پر جمے رہنا، پسندیدہ امر ہے۔

[٦٣٥] وَعَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الرِّفْقَ

[635] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی اکرم

[632] صحيح مسلم، الإيمان، باب الأمر بالإيمان بالله تعالى ...... حديث:17.

[633] صحيح البخاري، الأدب، باب الرفق في الأمر كله، حديث:6024، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب فضل الرفق، حديث:2593.

[634] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب فضل الرفق، حديث:2593.

[635] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب فضل الرفق، حديث:2594.

لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ﷺ نے فرمایا: ''جس چیز میں بھی نرمی ہوتی ہے وہ اسے زینت دار بنا دیتی ہے اور جس سے یہ نکال لی جاتی ہے اسے عیب دار کر دیتی ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: نرمی ایسا زیور ہے کہ اس سے آراستہ شخص لوگوں میں بھی ہر دلعزیز اور مقبول ہوتا ہے اور عنداللہ بھی محبوب' اس لیے کہ نرمی مکارم اخلاق میں سے ہے اور اللہ کے ہاں حسن اخلاق کا بڑا درجہ ہے۔ اور جو اس زیور سے محروم ہوتا ہے تو وہ لوگوں کی نظروں میں عیب دار چیز کی طرح حقیر اور عنداللہ بھی ناپسندیدہ ہوتا ہے۔

[٦٣٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَالَ أَعْرَابِيٌّ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَامَ النَّاسُ إِلَيْهِ لِيَقَعُوا فِيهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «دَعُوهُ وَأَرِيقُوا عَلَى بَوْلِهِ سَجْلًا مِّنْ مَاءٍ، أَوْ ذَنُوبًا مِّنْ مَاءٍ، فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[636] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا' پس لوگ اس کی طرف اٹھے تاکہ اسے زدوکوب کریں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو' اس لیے کہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو' سختی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔'' (بخاری)

[اَلسَّجْلُ]: بِفَتْحِ السِّينِ الْمُهْمَلَةِ وَإِسْكَانِ الْجِيمِ: وَهِيَ الدَّلْوُ الْمُمْتَلِئَةُ مَاءً، وَكَذٰلِكَ الذَّنُوبُ.

اَلسَّجْلُ: ''سین'' پر زبر اور ''جیم'' ساکن۔ پانی کا بھرا ہوا ڈول۔ ذَنُوب کے بھی یہی معنی ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تعلیم و تربیت کے میدان میں بھی نرمی بہت ضروری ہے۔ خاص طور پر جاہل اور گنوار قسم کے لوگوں کے ساتھ۔ کیونکہ ان سے سختی کی جائے گی تو یہ اپنے بدویانہ مزاج اور غلظت طبع (طبیعت کی سختی) کی وجہ سے اور دور بھاگیں گے۔ انھیں قریب کرنے کے لیے ان سے نرمی نہایت ضروری ہے' چاہے ان سے بڑی بڑی حماقتوں کا ارتکاب ہو۔ اس میں داعیان دین کے لیے بڑا سبق ہے۔ ② پانی بہانے سے نجاست کا اثر زائل ہو جائے تو زمین پاک ہو جائے گی۔ ③ اس میں احناف کا بھی رد ہے جو ایسی صورت حال میں زمین کھود کر مٹی باہر پھینکنے کے قائل ہیں جس کا ثبوت کسی صحیح حدیث میں نہیں ہے۔

[٦٣٧] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[637] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''آسانی کرو' سختی نہ کرو' خوشخبری دو اور نفرت مت دلاؤ۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① مطلب یہ ہے کہ وعظ و نصیحت اور دعوت و تذکیر کی عام مجلسوں میں دین کی ایسی باتیں بیان کی

[636] صحيح البخاري، الوضوء، باب صب الماء على البول في المسجد، حديث:220.

[637] صحيح البخاري، العلم، باب ما كان النبي ﷺ يتخولهم بالموعظة......، حديث:69، وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب في الأمر بالتيسير وترك التنفير، حديث:1734.

جائیں جن سے لوگوں کے اندر دین کی ترغیب پیدا ہو۔ اسی طرح دین کی تشریح و توضیح میں بھی اس پہلو کو مدنظر رکھا جائے۔ ② علاوہ ازیں اسلوب بیان بھی نفرت دلانے والا نہ ہو بلکہ قریب کرنے والا ہو۔ اس میں گویا دعوت و تبلیغ کی حکمت بیان کی گئی ہے جسے داعیان دین کے لیے ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ③ اس کا یہ مطلب نہیں کہ فرائض میں کوتاہی کی اجازت دے دی جائے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ دینی مسائل میں جواز کی حد تک آسان پہلو اختیار کیا جائے' جہنم کا تذکرہ ہو تو ساتھ جنت کا تذکرہ بھی ہو۔ عوام الناس کا ایک طبقہ احکام شریعت سے سرمو انحراف کے باوجود بڑی ڈھٹائی سے کہہ دیتا ہے کہ دین آسان ہے اس قدر مشکل نہیں جتنا علماء نے بنا دیا ہے۔ بصد احترام گزارش ہے کہ یہ اپنے نفس کے ساتھ دھوکا اور فریب ہے۔ دین آسان ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انسان شرعی حدود و قیود سے آزاد ہو جائے۔

[٦٣٨] وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ كُلَّهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[638] حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ ہر قسم کی بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① خیال رہے کہ کُلَّهُ کا لفظ صحیح مسلم میں نہیں ہے' تاہم ابوداود کی روایت میں یہ لفظ موجود ہے۔ (سنن أبي داود' الأدب، حديث: 4809) ② اس میں بھی نرمی کی فضیلت اور اس کے فوائد اور اس سے محرومی کے نقصان کا بیان ہے۔

[٦٣٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَوْصِنِي، قَالَ: «لَا تَغْضَبْ». فَرَدَّدَ مِرَارًا، قَالَ: «لَا تَغْضَبْ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[639] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: مجھے وصیت فرمائیے! آپ نے فرمایا: ''غصہ نہ کیا کرو۔'' اس نے کئی مرتبہ اپنی بات دہرائی۔ آپ نے (ہر مرتبہ یہی) فرمایا: ''غصہ نہ کیا کرو۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① یہ روایت اس سے قبل باب الصبر، رقم:48 میں گزر چکی ہے۔ مصنف باب کی مناسبت سے دوبارہ یہاں لائے ہیں۔ ② وصیت و نصیحت حالات کے مطابق ہونی چاہیے۔ نبی ﷺ نے جب یہ محسوس فرمایا کہ یہ شخص مزاج کا تیز اور غصیلا ہے تو بار بار اسے یہی وصیت فرمائی کہ غصہ مت کیا کر' غصہ مت کیا کر۔ ③ بظاہر نیک اور بزرگ لوگوں میں بھی غصہ اور مزاج کی تلخی ہو سکتی ہے' لیکن بڑی نیکی غصے پر قابو پانا ہے۔ یہ عادت انسانیت کا کمال ہے۔

[٦٤٠] وَعَنْ أَبِي يَعْلَى شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ

[640] حضرت ابو یعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت

[638] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب فضل الرفق، حديث: 2592.

[639] صحيح البخاري، الأدب، باب الحذر من الغضب، حديث: 6116.

[640] صحيح مسلم، الصيد والذبائح، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل وتحديد الشفرة، حديث: 1955.

اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر کام کو اچھے طریقے سے کرنا ضروری قرار دیا ہے، پس جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب (جانور) ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔ تمھارے ہر آدمی کو چاہیے کہ اپنی چھری تیز کر لے اور ذبح ہونے والے جانور کو آرام پہنچائے۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① قتل سے مراد موذی جانور کا قتل ہے یا بطور قصاص کسی قاتل کو قتل کرنا اور میدان جنگ میں دشمن کو قتل کرنا ہے۔ ان تمام صورتوں میں قتل کی تو اجازت ہے لیکن اسلامی تعلیمات کا اعتدال دیکھیے کہ دشمن اور مجرم کو بھی قتل کرتے وقت تاکید فرما دی گئی کہ دشمنی کے جذبات میں ایذا دے دے کر مارنے کی اجازت نہیں ہے، جیسے اسلام سے پہلے مثلہ کیا جاتا تھا، پہلے ہاتھ کاٹ دیے، پھر پیر، پھر ناک، پھر کان، وغیرہ۔ اسلام نے اس کی سختی سے ممانعت کی ہے اور کہا ہے کہ تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا سر اس کے تن سے جدا کر دو۔ ② جانوروں کو ذبح کرتے وقت حکم دیا گیا کہ چھری تیز کر لو، اور ایک روایت میں اس کی بھی تاکید ہے کہ جانور کے سامنے چھری تیز نہ کرو۔ اسے گدی سے ذبح نہ کرو، کیونکہ چھری تیز نہ ہو یا گدی کی طرف سے ذبح کیا جائے تو ان دونوں صورتوں میں جانور کو تکلیف ہوگی۔ گویا ذبح میں بھی جانور کے آرام و راحت کا خیال رکھو۔ آج کل یورپ میں جانور کو مشینی جھٹکے کے ذریعے سے ذبح کیا جاتا ہے جو ذبح کرنے سے اگرچہ بظاہر زیادہ سہل ہے لیکن اس طریقے سے جانور کا خون نہیں نکلتا، جس کی وجہ سے اس کا گوشت انسانی صحت کے لیے مفید نہیں رہتا۔ اس لیے اسلام نے جانور کی حلت کے لیے خون کے نکلنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ بنابریں اسلام کا بتلایا ہوا طریقۂ ذبح ہی صحیح اور زیادہ راحت رساں اور مفید تر ہے۔ ③ جدید سائنسی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مشین کے ساتھ جانور ذبح کرنے کی بجائے اسلامی طریقے سے ذبح کرنا جانور کے لیے زیادہ باعث آرام ہے۔ (اسلام پر چالیس اعتراضات از ڈاکٹر ذاکر نائیک، سوال: 14)

راویٔ حدیث: [حضرت ابو یعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ] شداد بن اوس بن ثابت خزرجی، انصاری۔ ان کی کنیت ابو یعلیٰ ہے۔ انصار میں سے ہونے کی وجہ سے انصاری اور مدنی کہلاتے ہیں۔ یہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے۔ علم و حلم والے تھے۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو یہ الگ ہو کر عبادت کرنے لگ پڑے۔ یہ امراء صحابہ میں سے تھے۔ انھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حمص کا امیر بنایا تھا۔ قدس میں 58 ہجری کو فوت ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ کی 50 احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل ہے۔

[٦٤١] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ

[641] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دو کاموں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ

[641] صحيح البخاري، المناقب، باب صفة النبي ﷺ، حديث: 3560، وصحيح مسلم، الفضائل، باب مباعدته ﷺ للآثام واختياره من المباح أسهله ......، حديث: 2327.

أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا، كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ، وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ قَطُّ، إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللهِ، فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ تَعَالٰى. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نے ان میں سے زیادہ آسان کام کو اختیار فرمایا' بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہوتا۔ اگر وہ گناہ کا کام ہوتا تو آپ اس سے سب لوگوں سے زیادہ دور بھاگنے والے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کسی معاملے میں کبھی انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ کی حرمت کو توڑا (حرام کاموں کا ارتکاب کیا) جا رہا ہو تو اللہ تعالیٰ کے لیے آپ انتقام لیتے (اس کے مرتکب کو سزا دیتے اور مؤاخذہ فرماتے۔) (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① وہ دو کام چاہے دینی ہوتے یا دنیوی' مثلاً: دو سزاؤں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آسان سزا پسند فرماتے۔ دو فرضوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آسان فرض کو اختیار فرماتے۔ جنگ اور صلح کے درمیان اختیار دیا جاتا تو صلح کو اختیار فرماتے' بشرطیکہ اس میں اسلام اور مسلمانوں کا مفاد ہوتا۔ علاوہ ازیں تمام معاملات میں آسان پہلو کو اسی وقت اختیار فرماتے جب تک اس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہوتی۔ اس میں دوسرے لوگوں کے لیے بھی یہ اصول واضح ہو گیا کہ جب دو باتیں سامنے آئیں تو اس کے آسان پہلو ضرور اختیار کیے جائیں لیکن اس میں کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو۔ ② اس میں آپ کے خلق عظیم کے ساتھ' کہ اپنے نفس کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا' آپ کی دینی غیرت و حمیت کا بھی بیان ہے کہ اللہ کی حرمتوں کی پامالی آپ کے لیے ناقابل برداشت تھی اور آپ اس کے مرتکب کو ضرور سزا دیتے۔ آپ کے اس طرز عمل سے اخلاقی حدود کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اللہ کی حدود توڑنے والے کو معاف کر دینا حسن اخلاق نہیں بلکہ یہ دینی بے غیرتی ہے۔ دنیوی کوتاہیوں سے عفو و درگزر یقیناً حسن اخلاق ہے لیکن دینی کوتاہیوں میں درگزر کی اجازت نہیں ہے۔

[٦٤٢] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ؟ - أَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ؟ - تَحْرُمُ عَلٰى كُلِّ قَرِيبٍ هَيِّنٍ لَيِّنٍ سَهْلٍ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[642] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں ایسے لوگوں کی خبر نہ دوں جو جہنم کی آگ پر یا جہنم کی آگ ان پر حرام ہے۔ یہ ہر اس شخص پر حرام ہے جو لوگوں کے قریب رہنے والا' آسانی کرنے والا' نرمی کرنے والا اور نرم خو ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حسن درجے کی روایت ہے۔)

فوائد و مسائل: ① قریب سے مراد اپنے اخلاق اور حسن معاملہ سے لوگوں کے دلوں میں بسنے والا شخص ہے' اسی طرح آسانی اور نرمی کرنے سے مراد بھی دنیوی معاملات میں نرمی' تواضع اور مشفقانہ طرز عمل ہے۔ اس میں بھی حسن اخلاق کی فضیلت ہے کہ اس کا ایمان سے نہایت گہرا تعلق ہے جو انسان کو جہنم کی آگ سے بچانے والا ہے۔ ② کوئی اہم بات بیان کرنے سے قبل سامع کو متوجہ کر لینا اچھا ہے تاکہ وہ توجہ سے سنے اور اسے اہمیت دے۔

[642] جامع الترمذي، صفة القيامة والرقائق والورع......، باب فضل كل قريب هين سهل......، حديث:2488.

[٧٥] بَابُ الْعَفْوِ وَالْإِعْرَاضِ عَنِ الْجَاهِلِينَ

باب:75-درگزر اور جاہلوں سے اعراض کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَٰهِلِينَ﴾ [الأعراف: ١٩٩]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''عفو و درگزر کو اختیار کر' نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے اعراض کر۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿فَٱصْفَحِ ٱلصَّفْحَ ٱلْجَمِيلَ﴾ [الحجر: ٨٥]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس تو خوبی کے ساتھ درگزر کر (یعنی ان کے ساتھ بردبارانہ معاملہ کر)۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلْيَعْفُوا۟ وَلْيَصْفَحُوٓا۟ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ ٱللَّهُ لَكُمْ﴾ [النور: ٢٢]

نیز فرمایا: ''چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ بخش دے۔'' (جب تمھیں اپنے گناہوں کی معافی پسند ہے تو تم بھی دوسروں کو معاف کر دیا کرو۔)

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ ۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ﴾ [آل عمران: ١٣٤]

اور فرمایا: ''وہ لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو پسند فرماتا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ ٱلْأُمُورِ﴾ [الشورى: ٤٣]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور وہ شخص جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا' یقیناً یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔''

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَّعْلُومَةٌ.

اس باب میں بہت سی آیات ہیں جو کہ معلوم ہیں۔

فائدۂ آیات: ان سب آیات میں عفو و درگزر اور جاہلوں سے اعراض کرنے کی تاکید ہے اور یہ بھی مکارم اخلاق میں سے ہے' اس لیے کہ جاہلوں سے الجھنا بے فائدہ اور غیر دانش مندی ہے۔

[٦٤٣] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ: هَلْ أَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟ قَالَ: «لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ، وَكَانَ أَشَدُّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ، إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ، فَلَمْ يُجِبْنِي إِلٰى

[643] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا: کیا آپ پر (جنگ) احد والے دن سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آیا؟ آپ نے فرمایا: ''میں نے تیری قوم سے بہت تکلیف اٹھائی ہے اور سب سے زیادہ تکلیف مجھے اس عقبہ والے دن پہنچی جب میں نے اپنے آپ کو

[643] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم: آمين و الملائكة في السّماء ......، حديث:3231، وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب ما لقي النبيﷺ من أذى المشركين و المنافقين، حديث:1795.

مَا أَرَدْتُ، فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلٰى وَجْهِي، فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي، فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَنَادَانِي فَقَالَ: إِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ، فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ، فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَأَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ، وَقَدْ بَعَثَنِي رَبِّي إِلَيْكَ لِتَأْمُرَنِي بِأَمْرِكَ، فَمَا شِئْتَ؟ إِنْ شِئْتَ أَطْبَقْتُ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ». فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(اسلام کی دعوت کے لیے) ابن عبد یا لیل بن عبد کلال پر پیش کیا' (جو طائف کا ایک بڑا سردار تھا۔) اس نے میری دعوت کو' جو میں چاہتا تھا' قبول نہیں کیا تو میں وہاں سے سخت پریشان ہو کر نکلا۔ قرن ثعالب پر پہنچ کر مجھے کچھ افاقہ محسوس ہوا تو میں نے سر اٹھایا تو ناگہاں ایک بدلی نے مجھ پر سایہ کیا ہوا ہے۔ میں نے غور سے دیکھا تو اس میں جبریل تھے۔ انھوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ بات سن لی جو انھوں نے آپ سے کی اور وہ بھی جو انھوں نے آپ کو جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پہاڑوں پر مقرر فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ اسے ان لوگوں کی بابت جو حکم چاہیں دیں۔ پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی اور مجھے سلام کیا اور کہا: اے محمد! (ﷺ) بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی گفتگو جو آپ سے ہوئی' سن لی۔ اور میں پہاڑوں پر مقرر فرشتہ ہوں۔ مجھے میرے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے اپنے معاملے میں حکم دیں۔ پس آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ چاہیں تو میں انھیں دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں؟'' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''(ایسا نہ کرو) بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گے' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔'' (بخاری و مسلم)

[اَلْأَخْشَبَانِ]: اَلْجَبَلَانِ الْمُحِيطَانِ بِمَكَّةَ. وَالْأَخْشَبُ: هُوَ الْجَبَلُ الْغَلِيظُ.

اَلْأَخْشَبَان: وہ دو پہاڑ جو مکے کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اَلْأَخْشَب: عظیم پہاڑ کو کہتے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اُحد مدینے کے قریب ایک پہاڑ ہے جس کے پاس غزوۂ احد ہوا۔ اس غزوے میں نبی ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا' آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ ایک گڑھے میں گر گئے۔ علاوہ ازیں آپ کے سگے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ شہید ہوئے اور کافروں نے ان کی لاش کا مثلہ کر دیا۔ ② عقبۂ طائف کی طرف ایک جگہ ہے اور یہاں یہ واقعہ اس دن پیش آیا جب آپ مکے سے ہجرت کر کے طائف گئے یا پھر یہ منیٰ میں کوئی جگہ تھی اور یہ واقعہ وہاں اس وقت

پیش آیا جب موسم حج میں آپ نے مختلف قبائل میں اپنی دعوت پیش کی تا کہ وہ آپ کے ساتھی اور مددگار بن جائیں۔ قرن ثعالب بھی ایک جگہ ہے جو اہل نجد کی میقات ہے' اسے قرن المنازل بھی کہا جاتا تھا۔ ③ اس حدیث میں بھی نبی ﷺ کے خلق عظیم کا ایک نمونہ ہے کہ آپ ایذا پہنچانے والوں اور جاہلوں سے درگزر فرماتے اور اپنی ذات کے لیے انتقام نہ لیتے۔ دوسرے دعوت دین کی راہ میں پہنچنے والی تکلیفیں صبر و حوصلے کے ساتھ برداشت کرتے اور ان پر مشتعل نہ ہوتے بلکہ ان کے حق میں دعائے خیر فرماتے۔ اس میں قیامت تک کے داعیان دین کے لیے رہنمائی اور بہترین اسوہ ہے۔ دعوت و تبلیغ کا کام پھولوں کی سیج نہیں' کانٹوں کی مالا ہے۔ اس میں داد و تحسین کی بجائے طعن و ملامت اور خشت زنی حصے میں آتی ہے' اس لیے صبر و تحمل اور ضبط و برداشت' راہ حق کی کٹھنائیوں کے لیے نہایت ضروری ہے۔

[٦٤٤] وَعَنْهَا قَالَتْ: مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ، وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِمًا، إِلَّا أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَمَا نِيلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهِ، إِلَّا أَنْ يُنْتَهَكَ شَيْءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللهِ تَعَالَى، فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ تَعَالَى. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[644] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی چیز کو' عورت کو نہ خادم کو' اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ ہاں' مگر آپ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے (جس میں آپ یقیناً دشمن کو مارتے۔) اور ایسا بھی کبھی نہیں ہوا کہ آپ کو کسی طرف سے کوئی تکلیف پہنچی اور آپ نے تکلیف پہنچانے والے سے بدلہ لیا ہو۔ ہاں' اگر اللہ کے محارم میں سے کسی چیز کی ہتک کی جاتی تو آپ یقیناً اللہ کے لیے انتقام لیتے (یعنی مرتکب حرام کو سزا دیتے۔) (مسلم)

فائدہ: اس کے فوائد کے لیے دیکھیے اس سے ماقبل باب کی حدیث نمبر: 641 کے فوائد۔

[٦٤٥] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ، فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ، فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيدَةً، فَنَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ ﷺ، وَقَدْ أَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مُرْ لِي مِنْ مَالِ اللهِ الَّذِي عِنْدَكَ. فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ، فَضَحِكَ، ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[645] حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلا جا رہا تھا اور آپ کے اوپر ایک موٹے کنارے والی نجرانی چادر تھی۔ (راستے میں) ایک دیہاتی آپ کو ملا اور آپ کی چادر کو سختی کے ساتھ پکڑ کر کھینچا۔ چنانچہ میں نے نبی ﷺ کے کندھے کی جانب دیکھا تو چادر کے کنارے سختی کے ساتھ کھینچنے کی وجہ سے اس میں نشان پڑ گئے تھے۔ پھر اس دیہاتی نے کہا: اے محمد! (ﷺ) تیرے پاس جو اللہ کا مال ہے' اس میں سے میرے لیے بھی حکم دے۔ آپ

[644] صحيح مسلم، الفضائل، باب مباعدته ﷺ للآثام واختياره من المباح أسهله......، حديث:2328۔

[645] صحيح البخاري، اللباس، باب البرود والحبر والشملة، حديث:5809، وصحيح مسلم، الزكاة، باب إعطاء المؤلفة ومن يخاف على......، حديث:1057۔

اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے' پھر آپ نے اسے دینے کا حکم فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں بھی نبی اکرم ﷺ کے حسن خلق اور صبر و ضبط کا بیان ہے۔ آپ نے اس دیہاتی کی نازیبا حرکت کو ایک مسکراہٹ کے ساتھ نظرانداز فرما دیا اور اسے عطیہ دینے کا حکم فرمایا۔

[٦٤٦] وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ يَحْكِي نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ، ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ، وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، وَيَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[646] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں (اب بھی) گویا رسول اللہ ﷺ کو انبیاء میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ. اس نبی کو اس کی قوم نے مار مار کر لہولہان کر دیا تھا' وہ اپنے چہرے سے خون صاف کرتا تھا اور کہتا جاتا تھا: ''اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما دے کیونکہ وہ بے علم ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: علماء نے لکھا ہے کہ اس سے مراد خود نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہی ہے اور یہ بھی آپ کا کمال اخلاق ہے کہ اپنے آپ پر بیتی ہوئی بپتا کو مبہم انداز میں بیان فرمایا اور اپنی قوم کی صراحت نہیں فرمائی۔

[٦٤٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[647] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''طاقتور وہ نہیں ہے جو پچھاڑ دے۔ اصل طاقتور (پہلوان) تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: لوگ جسمانی لحاظ سے تنومند اور طاقتور شخص کو پہلوان سمجھتے ہیں لیکن اصل پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے جذبات پر قابو رکھے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جس پر اسے بعد میں پشیمانی ہو' جیسے عام لوگ غصے میں بہت سے ایسے کام کر لیتے ہیں اور بعد میں پھر ندامت کے آنسو بہاتے یا اس سے ہونے والی تباہی پر خون کے آنسو روتے ہیں۔

[٧٦] بَابُ احْتِمَالِ الْأَذٰى

باب:76- تکلیفیں برداشت کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ [آل عمران:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور غصے کے پینے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو پسند

[646] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 54، حديث: 3477، وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب غزوة أحد، حديث: 1792.

[647] صحيح البخاري، الأدب، باب الحذر من الغضب، حديث: 6114، وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب فضل من يملك نفسه عند الغضب...... حديث: 2609.

١٣٤].

فرماتا ہے۔"

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ ٱلْأُمُورِ﴾ [الشورى: ٤٣].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور وہ شخص جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا' بے شک یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔"

وَفِي الْبَابِ، اَلْأَحَادِيثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ.

اس باب سے متعلق وہی حدیثیں ہیں جو اس سے ماقبل باب میں گزریں۔ (ایک حدیث اور ملاحظہ فرمائیں:)

[٦٤٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ لِي قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُونِي، وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسِيئُونَ إِلَيَّ، وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ! فَقَالَ: «لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ تَعَالَى ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَّا دُمْتَ عَلَى ذٰلِكَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[648] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں' وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں۔ میں ان سے حسن سلوک کرتا ہوں' وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں ان سے بردباری سے پیش آتا ہوں' وہ مجھ سے نادانی سے پیش آتے ہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: "اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے بیان کیا ہے تو گویا تو ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہا ہے اور جب تک تو ایسا کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے ساتھ ایک مددگار رہے گا۔" (مسلم)

وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهُ فِي بَابِ صِلَةِ الْأَرْحَامِ [رقم: ٣١٨].

اس حدیث کی شرح بَابُ صِلَةِ الْأَرْحَامِ میں گزر چکی ہے۔ (دیکھیے حدیث نمبر: 318)

فائدہ: اس باب سے بھی اس حدیث کا واضح تعلق ہے' اس لیے یہاں بھی اسے بیان کیا ہے۔ مذکورہ آیات اور حدیث میں اس امر کی تاکید کی گئی ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کیا جائے اور درگزر سے کام لیا جائے کیونکہ حسن اخلاق اور اسوۂ حسنہ کی پیروی کا تقاضا یہی ہے۔

[٧٧] بَابُ الْغَضَبِ إِذَا انْتُهِكَتْ حُرُمَاتُ الشَّرْعِ وَالْاِنْتِصَارِ لِدِينِ اللهِ تَعَالَى

باب: 77- احکام شرعیہ کی بے حرمتی کے وقت غضب ناک ہونے اور اللہ کے دین کی حمایت کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَٰتِ ٱللَّهِ فَهُوَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور جو اللہ کی محترم ٹھہرائی ہوئی

[648] صحيح مسلم، البر والصلة والآداب، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها، حديث: 2558.

خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ﴾ [الْحج: ٣٠].

چیزوں کی تعظیم کرے گا تو وہ اس کے لیے اس کے رب کے پاس بہتر ہے۔" (حُرُمَاتِ اللّٰهِ سے مراد دین کے احکام و شرائع ہیں جن کی تعظیم ضروری ہے۔)

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ [مُحمد: ٧].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اگر تم اللہ کی مدد کرو گے اللہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدموں کو مضبوط کر دے گا۔"

وَفِي الْبَابِ حَدِيثُ عَائِشَةَ السَّابِقُ فِي بَابِ الْعَفْوِ [رقم: ٦٤٤].

اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث بھی ہے جو بَابُ الْعَفْوِ. حدیث:644 میں گزر چکی ہے۔

فائدۂ آیات: اللہ کی مدد کا مطلب ہے: اس کے دین پر عمل کرنا اور کافروں سے اس کا دفاع کرنا۔ قدموں کو مضبوط کرنے سے مراد ہے: جہاد میں تمھیں ہمت و ثابت قدمی عطا کرے گا۔

[٦٤٩] وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِّمَّا يُطِيلُ بِنَا! فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ غَضِبَ فِي مَوْعِظَةٍ قَطُّ أَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ مِنْكُمْ مُّنَفِّرِينَ، فَأَيُّكُمْ أَمَّ النَّاسَ فَلْيُوجِزْ فَإِنَّ مِنْ وَّرَائِهِ الْكَبِيرَ وَالصَّغِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[649] حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: فلاں آدمی کے ہمیں لمبی نماز پڑھانے کی وجہ سے میں صبح کی نماز میں پیچھے رہ جاتا ہوں۔ پس میں نے نبی ﷺ کو کسی وعظ میں اتنا غضب ناک نہیں دیکھا جتنا اس دن آپ نے غصے کا اظہار فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: "لوگو! تم میں سے بعض لوگ نفرت دلانے والے ہیں، پس تم میں سے جو شخص لوگوں کی امامت کرائے، اسے چاہیے کہ اختصار سے کام لے، اس لیے کہ اس کے پیچھے بوڑھے، بچے اور ضرورت مند لوگ بھی ہوتے ہیں۔" (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں ایک تو ایسی بات کی شکایت کرنے کا جواز ہے جس سے لوگ تکلیف میں مبتلا ہوں۔ دوسرے دین کے معاملے میں غضب ناک ہونے کا جواز ہے۔ تیسرے امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ مقتدیوں کا خیال رکھے اور زیادہ لمبی نماز نہ پڑھائے۔ ② مختصر قراءت یا نماز کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ وہ طریقۂ نبوی اور تعدیل ارکان ہی کا خیال نہ رکھے اور کوے کے ٹھونگیں مارنے کی طرح نماز پڑھا دے جیسا کہ بدقسمتی سے عام مسجدوں کے اماموں کا حال ہے کہ ان میں نماز کا کوئی رکن بھی سنت نبوی کے مطابق ادا نہیں کیا جاتا۔ ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ ③ عذر شرعی کی بنا پر جماعت سے پیچھے رہنا جائز ہے۔ ④ امام کو ایسا وطیرہ اختیار نہیں کرنا چاہیے جس سے لوگ عبادت کی ادائیگی ہی سے

[649] صحيح البخاري، الأذان، باب تخفيف الإمام في القيام......، حديث:702، وصحيح مسلم، الصلاة، باب أمر الائمة بتخفيف الصلاة في تمام، حديث:466.

متنفر ہو جائیں۔

[٦٥٠] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ، وَقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِي بِقِرَامٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ هَتَكَهُ وَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ وَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ! أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهُونَ بِخَلْقِ اللهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[650] حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس آئے اور میں نے گھر کے سامنے کے چبوترے پر ایک پردہ ڈالا ہوا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو آپ نے (فوراً) ان تصویروں کو بگاڑ دیا اور (غصے سے) آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا اور فرمایا: ''اے عائشہ! قیامت والے دن اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عذاب والے لوگ وہ ہوں گے جو اللہ کی پیدائش (کی صفت) میں مشابہت اختیار کرتے ہیں۔'' (بخاری و مسلم)

[اَلسَّهْوَةُ]: كَالصُّفَّةِ تَكُونُ بَيْنَ يَدَيِ الْبَيْتِ. وَ[الْقِرَامُ]: بِكَسْرِ الْقَافِ، سِتْرٌ رَقِيقٌ. وَ[هَتَكَهُ]: أَفْسَدَ الصُّورَةَ الَّتِي فِيهِ.

اَلسَّهْوَةُ: گھر کے سامنے چبوترہ نما کوئی چیز۔ اَلْقِرَام: ''قاف'' کے نیچے زیر۔ باریک پردہ۔ هَتَكَهُ: اس تصویر کو بگاڑ دیا جو اس پردے میں تھی۔

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی دینی معاملات میں کوتاہی کرنے پر غصے کے بھرپور اظہار کا جواز ہے۔ دوسرے' تصویریں بنانا اور گھروں میں لٹکانا' دونوں باتیں ہی ناجائز ہیں۔ اور اگر انہیں تعظیم و تقدیس کے طور پر لٹکائے گا تو اس میں اندیشۂ شرک و کفر ہے۔ ② علمائے راسخین و محققین کے نزدیک ہر طرح کی تصویر بنانا اور رکھنا ناجائز اور حرام ہے' چاہے وہ ہاتھ کی بنی ہوئی ہو یا کیمرے کے ذریعے سے' بشرطیکہ وہ کسی ذی روح (جاندار) کی ہو۔ غیر ذی روح (بے جان) کی تصویر بنانا اور رکھنا جائز ہے' جیسے جمادات و نباتات وغیرہ کی تصاویر۔ البتہ ناگزیر صورتوں میں بقدر ضرورت تصویر کھنچوانا جائز ہے' جیسے پاسپورٹ' شناختی کارڈ اور اسی قسم کی دیگر ضروریات کے لیے۔ کیونکہ تصویر کے بغیر یہ چیزیں نہیں بن سکتیں۔ اس میں انسان مجبور ہے' وہ اپنے شوق کی تسکین کے لیے یا اسے جائز سمجھ کر نہیں کھنچواتا بلکہ حکومتی قوانین کی وجہ سے ایسا کرتا ہے' اس لیے اس حد تک تصویر سازی میں امید ہے وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ اور کسی صورت میں اس کا جواز نہیں۔

[٦٥١] وَعَنْهَا أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ فَقَالُوا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا

[651] حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے کہ قریش کو اس مخزومی عورت کے معاملے نے جس نے چوری کا ارتکاب

[650] صحيح البخاري، اللباس، باب ما وطئ من التصاوير، حديث:5954، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان......، حديث:2107.

[651] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب:54، حديث:3475، وصحيح مسلم، الحدود، باب قطع السارق الشريف وغيره، والنهي عن الشفاعة في الحدود، حديث:1688.

رَسُولَ اللهِ ﷺ؟ فَقَالُوا: مَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ! فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ تَعَالَى؟!» ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ: «إِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ! وَايْمُ اللهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کیا تھا' پریشان کر دیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے (آپس میں) کہا: اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کون بات کرے گا؟ انھوں نے کہا: یہ جرأت تو صرف رسول اللہ ﷺ کے چہیتے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ہی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اسامہ نے آپ سے بات کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو اللہ کی حدوں میں سے ایک حد پر سفارش کرنے لگا ہے؟'' پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطاب فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں کو بھی صرف اسی چیز نے ہلاک کیا کہ جب ان میں کوئی معزز آدمی چوری کر لیتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی ضعیف آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ (یاد رکھو!) اللہ کی قسم! اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو یقیناً میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس سے ایک بات تو یہ ثابت ہوئی کہ اللہ کی حد میں کسی کے لیے سفارش کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کوئی یہ جسارت کرے تو حاکم مجاز کے لیے اس کی بات ماننا جائز نہیں ہے۔ ② مجرم کا تعلق اگر کسی اونچے خاندان سے ہو تو یہ خاندانی شرف وعزت اس کی سزا میں رکاوٹ نہیں بننی چاہیے۔ ہر بڑے اور چھوٹے' امیر وغریب دونوں کے لیے قانون اور سزا یکساں ہے۔ سزا اور قانون میں ان کے درمیان محض امارت وغربت کی وجہ سے فرق وتمیز کرنا بڑا جرم ہے۔ ایسا کرنا بلاشبہ اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔

[٦٥٢] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ حَتّٰى رُئِيَ فِي وَجْهِهِ، فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهِ فَقَالَ: «إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ، وَإِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَلَا يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُمْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ» ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَصَقَ فِيهِ، ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ، فَقَالَ: «أَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[652] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے قبلے (کی جانب دیوار) میں تھوک (لگا ہوا) دیکھا' آپ کو یہ بات بہت گراں گزری' حتی کہ اس کے آثار آپ کے چہرے پر دیکھے گئے۔ آپ کھڑے ہوئے اور اسے اپنے ہاتھوں سے کھرچ دیا اور فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی آدمی اپنی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اور اس کا رب اس کے اور اس کے قبلے کے درمیان ہے۔ چنانچہ تم میں سے کسی شخص کو قبلے کی طرف نہیں تھوکنا چاہیے

[652] صحيح البخاري، الصلاة، باب حك البزاق باليد من المسجد، حديث:405، وصحيح مسلم، المساجد، باب النهي عن البزاق في المسجد في الصلاة وغيرها.....، حديث:551.

بلکہ (اگر تھوکنے کی ضرورت ہو تو) اپنے بائیں جانب یا اپنے پیر کے نیچے (تھوک لے)۔'' پھر آپ نے اپنی چادر کا ایک کنارہ پکڑا اور اس میں تھوکا' پھر اس کے ایک حصے کو دوسرے حصے سے مسل دیا' پھر آپ نے فرمایا: ''یا وہ اس طرح کر لے۔'' (بخاری ومسلم)

وَالْأَمْرُ بِالْبُصَاقِ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ هُوَ فِيمَا إِذَا كَانَ فِي غَيْرِ الْمَسْجِدِ، فَأَمَّا فِي الْمَسْجِدِ فَلَا يَبْصُقُ إِلَّا فِي ثَوْبِهِ.

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اپنے بائیں جانب یا پیروں کے نیچے تھوکنے کا حکم اس صورت میں ہے جب وہ مسجد سے باہر ہو لیکن مسجد میں اپنے کپڑے میں تھوکنے کے علاوہ کہیں نہ تھوکے۔

فوائد ومسائل: ① اس میں مسجد کا ایک نہایت اہم ادب بیان کیا گیا ہے کہ مسجد کے اندر قبلہ رخ نہ تھوکا جائے۔ حدیث میں اس کے لیے جو طریقہ بتلایا گیا ہے عین نماز کے دوران اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ تاہم اگر انسان نماز میں نہ ہو تو اب وضو خانوں میں وافر پانی کا اہتمام ہر مسجد میں ہوتا ہے' رومال یا چادر کا کونہ استعمال کرنے کی بجائے صفائی کے لیے یہ وضو خانہ ہی سب سے بہتر جگہ ہے۔ ② مسجد میں گندگی نظر آئے تو اسے فوری طور پر صاف کر دیا جائے اور مسجد کو گندگی سے ملوث کرنے سے مکمل گریز کیا جائے۔

[۷۸] بَابُ أَمْرِ وُلَاةِ الْأُمُورِ بِالرِّفْقِ بِرَعَايَاهُمْ وَنَصِيحَتِهِمْ وَالشَّفَقَةِ عَلَيْهِمْ، وَالنَّهْيِ عَنْ غِشِّهِمْ، وَالتَّشْدِيدِ عَلَيْهِمْ، وَإِهْمَالِ مَصَالِحِهِمْ، وَالْغَفْلَةِ عَنْهُمْ وَعَنْ حَوَائِجِهِمْ

باب:78- ارباب اختیار کو اپنی رعیت کے ساتھ نرمی' خیر خواہی اور شفقت کرنے کا حکم اور انھیں فریب دینے' ان پر سختی کرنے' ان کے مصالح کو نظر انداز کرنے اور ان سے اور ان کی ضروریات سے غفلت برتنے کی ممانعت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [الشعراء: ٢١٥].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اپنے پیروکار مومنوں کے لیے اپنے بازو پست رکھ۔'' (یعنی ان سے تواضع سے پیش آ۔)

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ [النحل: ٩٠].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے' احسان کرنے اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔ اور بے حیائی' منکرات اور ظلم وزیادتی کرنے سے منع

فرماتا ہے۔ وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔"

فائدۂ آیات: امام نووی رحمہ اللہ نے جو باب باندھا ہے' ان دونوں آیات سے اس پر استدلال فرمایا ہے۔ ان آیات سے وہ مفہوم واضح ہوجاتا ہے جو امام صاحب رحمہ اللہ نے باب مذکور کی شکل میں بیان فرمایا ہے۔ اب اس سلسلے کی احادیث ملاحظہ فرمائیں:

[٦٥٣] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: اَلْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[653] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ "تم سب ذمہ دار ہو اور تم سب سے اپنی رعیت (ماتحتوں) کے بارے میں پوچھا جائے گا: امام ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت (اہل خانہ) کی بابت سوال ہوگا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ تم میں سے ہر ایک (اپنے اپنے معاملات کا) ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت (معاملے) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔" (بخاری ومسلم)

فائدہ: یہ حدیث اس سے قبل بَابُ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى امْرَأَتِهِ، رقم:283 میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس باب میں لانے سے اس مقصد کی وضاحت ہے کہ ارباب اختیار کی جو ذمہ داری باب مذکور کے عنوان میں بتلائی گئی ہے' اگر وہ اس میں کوتاہی کریں گے تو عنداللہ مجرم ہوں گے جس کی باز پرس روز قیامت ان سے ہوگی۔

[٦٥٤] وَعَنْ أَبِي يَعْلَى مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً، يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ

[654] حضرت ابو یعلیٰ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ "اللہ تعالیٰ کسی رعیت کی رکھوالی جس آدمی کے سپرد کردے اور وہ

[653] صحيح البخاري، الجمعة، باب الجمعة في القرى والمدن، حديث:893، و صحيح مسلم، الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل......، حديث:1829.

[654] صحيح البخاري، الأحكام، باب من استرعي رعية فلم ينصح، حديث:7150، وصحيح مسلم، الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل......، حديث:142 بعد حديث:1829.

غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ، إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انھیں دھوکا دیتے ہوئے مر جائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: «فَلَمْ يَحُطْهَا بِنُصْحِهِ لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ».

ایک اور روایت میں ہے کہ ''اس نے خیر خواہی کے ساتھ ان کے حقوق کی حفاظت نہیں کی وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔''

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: «مَا مِنْ أَمِيرٍ يَلِي أُمُورَ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ، وَيَنْصَحُ لَهُمْ، إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ».

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: ''جو حاکم بھی مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار بنے' پھر وہ ان کے مسائل کے حل کے لیے بھرپور کوشش اور ان کی خیر خواہی نہ کرے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا۔''

فائدہ: اس میں حکمرانوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ یہ بہت ہی اہم منصب ہے۔ لاکھوں کروڑوں انسانوں کے مسائل ومعاملات کے وہ ذمہ دار ہیں۔ اگر وہ پوری توجہ' ہمت اور خیر خواہی سے ان کے مسائل حل نہیں کریں گے تو اللہ کے ہاں وہ مجرم ہوں گے۔ ان کی رعایا تو اپنے ایمان وعمل کی بدولت جنت میں چلی جائے گی لیکن یہ اس سے محروم رہ جائیں گے۔ اس لیے حکمران اقتدار کے نشے میں بدمست اور عوام کے معاملات سے غافل نہ ہوں بلکہ عنداللہ جواب دہی کے احساس سے سرشار ہو کر انھیں عدل وانصاف اور امن وسکون مہیا کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابویعلیٰ معقل بن یسار ﷛] معقل بن یسار بن عبداللہ مزنی۔ صحابی ہیں۔ صلح حدیبیہ سے قبل اسلام قبول کیا۔ بیعت رضوان میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر فاروق ﷛ کے حکم پر انھوں نے بصرہ میں ایک نہر کھودی تھی جو انھی کی طرف منسوب ہے۔ اسی لیے عربوں میں یہ مثل مشہور ہے: [إِذَا جَاءَ نَهْرُ اللّٰهِ بَطَلَ نَهْرُ مَعْقِلٍ] ''اللہ کی نہر (بارش) کے سامنے معقل کی نہر بیکار ہو جاتی ہے۔'' امیر معاویہ کے عہد خلافت کے اواخر یا دور یزید میں 60 یا 87 ہجری کو فوت ہوئے۔ 34 فرامین نبویہ کے راوی ہیں۔

[٦٥٥] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ فِي بَيْتِي هٰذَا: «اَللّٰهُمَّ! مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا، فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا، فَرَفَقَ بِهِمْ، فَارْفُقْ بِهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[655] حضرت عائشہ ﷣ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے اس گھر میں فرماتے ہوئے سنا: ''اے اللہ! جو شخص بھی میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے' پھر وہ انھیں مشقت میں ڈالے تو تو بھی اس پر سختی فرما۔ اور جو شخص میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے' پھر وہ ان کے ساتھ نرمی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی فرما۔'' (مسلم)

[655] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل.....، حديث: 1828.

فوائد و مسائل: ① کتنا خوش نصیب ہے وہ حکمران جو عوام کو عدل و انصاف مہیا کر کے نبی ﷺ کی دعائے خاص کا مستحق بن جائے اور اسی حساب سے کتنا بدنصیب ہے وہ حکمران جو عوام کے ساتھ ناانصافی کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو نبی ﷺ کی بددعاؤں کا مستحق بنالے۔ ② اس میں عدل و انصاف سے حکمرانی کرنے کی ترغیب اور عوام پر ظلم و زیادتی سے اجتناب کرنے کی تاکید ہے۔ ③ اس میں حکمرانوں کے ماتحت افسر بھی آ جاتے ہیں کہ ان سے بھی اس کی باز پرس ہوگی' نیز ہر ذمہ دار جس کے ماتحت افراد ہوں اسے ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا چاہیے۔

[٦٥٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كَانَتْ بَنُو إِسْرائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُونُ بَعْدِي خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ» قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: «أَوْفُوا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ، ثُمَّ أَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ، وَاسْأَلُوا اللهَ الَّذِي لَكُمْ، فَإِنَّ اللهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[656] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل کی سیاست ان کے پیغمبر کرتے تھے۔ جب ایک پیغمبر فوت ہو جاتا تو اس کا جانشین دوسرا پیغمبر بن جاتا۔ اور (یاد رکھو!) میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں' میرے بعد خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! پس آپ ہمیں کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''جس سے پہلے بیعت کرو' اسے پورا کرو' پھر اس کے بعد والے سے بیعت کرو' پھر انھیں ان کا حق دو اور تمھارے اپنے جو حقوق ہیں' ان کا سوال اللہ سے کرو' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بابت' جن کا انھیں والی بنائے گا' خود ہی ان سے پوچھ لے گا۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① سیاست بری چیز نہیں۔ اگر بری ہوتی تو انبیاء سیاست نہ کرتے۔ انبیاء کے سیاست کرنے کا مطلب ہے: جہانبانی اور حکومتی معاملات بھی انھی کے سپرد ہوتے تھے۔ یعنی دین اور دنیا' دونوں امور کے ذمہ دار انبیاء علیہم السلام ہوتے تھے۔ دین اور دنیا کے درمیان تفریق نہیں' یکجائی تھی' جیسے خلافت راشدہ اور اس کے کچھ عرصے بعد تک اسلام میں بھی یہ صورت رہی۔ اس لیے ایک نبی کی وفات کے بعد دوسرا نبی آ جاتا اور اس کا جانشین بن جاتا' جیسے حکمرانی کے منصب میں ہوتا ہے۔ ایک کے بعد کوئی دوسرا حکمران بن جاتا ہے۔ ② اس میں ختم نبوت کا مسئلہ بھی واضح فرما دیا گیا ہے کہ اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا' البتہ خلفاء ہوں گے اور دعویداران خلافت زیادہ ہوں تو اس کا حل بھی بیان فرما دیا کہ پہلے خلیفہ کی بیعت پوری کرو۔ اس کی موجودگی میں کسی دوسرے مدعی ٔخلافت کی طرف توجہ مت دو۔ ③ حکمرانوں کی کوتاہیوں کا حل بھی تجویز فرما دیا اور وہ ان کے خلاف بغاوت اور احتجاجی مظاہرے نہیں بلکہ انتظامی معاملات میں ان کی اطاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس کی بارگاہ میں دعا کرنا ہے۔ افسوس ہے کہ اسلامی ملکوں میں جب سے مغرب کی

[656] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني اسرائيل، حديث:3455، وصحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الخليفة الأول فالأول، حديث:1842.

ملعون جمہوریت آئی ہے' ان کا سارا استحکام ختم ہو گیا ہے کیونکہ امن و استحکام کے لیے ضروری ہے کہ نظم مملکت انتشار اور ابتری سے محفوظ رہے اور یہ نظم بادشاہت میں اب بھی موجود ہے اور وہاں نسبتاً امن و استحکام ہے۔ اگر اللہ کے حکم کے مطابق خلافت کا نظام ہو تو مکمل امن و استحکام حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن جمہوریت نے جہاں اپنے پنجے گاڑ لیے ہیں' وہاں نظم مملکت سخت انتشار سے دوچار ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان ملکوں کے بیشتر وسائل اسی انتشار اور سیاسی اتھل پتھل کی نذر ہو رہے ہیں اور یہ سارے ''جمہوریے'' امن اور استحکام سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ملکوں کو ''جمہوریت'' کے پنجۂ استبداد سے نجات عطا فرمائے جسے انھوں نے آزادی کی نیلم پری سمجھ کر سینے سے لگایا ہوا ہے۔

[٦٥٧] وَعَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زِيَادٍ فَقَالَ لَهُ: أَيْ بُنَيَّ! إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ، فَإِيَّاكَ أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[657] حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس گئے اور ان سے کہا: اے بیٹے! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''بدترین حاکم' رعایا پر ظلم کرنے والے ہیں' لہٰذا تو اس سے بچ کہ تو ان میں سے ہو۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اَلْحُطَمَة، ایسے چرواہے کو کہتے ہیں جو اپنے ریوڑ کو نہایت سختی کے ساتھ ہانکتا اور اندھا دھند ان پر لاٹھی برساتا ہے جس سے وہ ایک دوسرے کے اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ یہاں ایسے حکمران کے لیے اس کا استعمال کیا گیا ہے جو لوگوں پر ظلم کرتا ہے' ان پر نرمی نہیں کرتا۔ اس میں ظالم حکمرانوں کے لیے وعید اور سخت تنبیہ ہے۔

[٦٥٨] وَعَنْ أَبِي مَرْيَمَ الْأَزْدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ وَلَّاهُ اللهُ شَيْئًا مِّنْ أُمُورِ الْمُسْلِمِينَ، فَاحْتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ، اِحْتَجَبَ اللهُ دُونَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ وَفَقْرِهِ يَومَ الْقِيَامَةِ» فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا عَلَى حَوَائِجِ النَّاسِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ.

[658] حضرت ابومریم ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' آپ فرماتے تھے: ''جسے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے کچھ امور کا والی بنائے اور وہ ان کی ضرورتوں' حاجتوں اور فقر کے درمیان آڑے آ جائے (یعنی انھیں پورا نہ کرے) تو اللہ تعالیٰ بھی روز قیامت اس کی حاجت و ضرورت اور فقر کے درمیان آڑے آ جائے گا۔'' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے (یہ حدیث سن کر) ایک آدمی کو لوگوں کی حاجات معلوم کرنے کے لیے مقرر فرما دیا۔ (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔)

[657] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل......، حديث:1830.

[658] سنن أبي داود، الخراج، باب فيما يلزم الإمام من أمر الرعية......، حديث:2948، وجامع الترمذي، الأحكام، باب ماجاء في إمام الرعية، حديث:1333.

فوائد و مسائل: ① آڑے آنے کا مطلب ہے کہ حکمران اہل حاجات کو اپنے تک پہنچنے نہ دے اور خود ان کے مسائل و معاملات پر توجہ نہ دے۔ ② اللہ کے آڑے آنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ بھی روز قیامت اس کی کوئی پروا نہیں کرے گا جب کہ انسان اس روز اللہ کی رحمت کا سب سے زیادہ محتاج ہوگا۔ اس میں ایسے حکمرانوں کے لیے سخت وعید ہے جو ضرورت مند عوام سے براہ راست رابطہ نہیں رکھتے اور نہ انھیں اپنے دروازوں تک آنے دیتے ہیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابومریم ازدی رضی اللہ عنہ] عمرو بن مرہ بن عبس جہنی۔ ان کی کنیت ابومریم ہے۔ انھیں ازدی اور اسدی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس وفد کی صورت میں گئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ نہایت جنگجو اور بہادر انسان تھے۔ تقریباً تمام غزوات میں شریک رہے اور کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ ان سے صرف ایک ہی حدیث منقول ہے جو یہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

[۷۹] بَابُ الْوَالِي الْعَادِلِ

باب:79-انصاف کرنے والے حکمران کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُ بِٱلْعَدْلِ وَٱلْإِحْسَـٰنِ﴾ [النحل: ۹۰].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ عدل و انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَأَقْسِطُوٓا۟ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ﴾ [الحجرات: ۹].

اور فرمایا: ''اور تم انصاف کرو' یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''

[٦٥٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ تَعَالٰى، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ، اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ، وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ، فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ

[659] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''سات آدمی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا: انصاف کرنے والا حکمران۔ وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھے۔ وہ آدمی جس کا دل مسجدوں میں اٹکا رہتا ہو۔ وہ دو آدمی جو اللہ کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں' اسی کی وجہ سے باہم جمع ہوتے اور اسی پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ وہ

[659] صحيح البخاري، الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة و فضل المساجد، حديث:660، و صحيح مسلم، الزكاة، باب فضل إخفا الصدقة، حديث:1031.

خالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

آدمی جسے معزز اور خوبرو عورت دعوتِ گناہ دے اور وہ کہہ دے: میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ وہ آدمی جو اس طرح خفیہ صدقہ دے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ علم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے (اس کے خوف سے) آنسو رواں ہو جائیں۔" (بخاری و مسلم)

فائدہ: یہ روایت اس سے قبل بَابُ فَضْلِ الْحُبِّ فِي اللّٰهِ تَعَالٰى، حدیث:376 میں گزر چکی ہے۔ یہاں باب کی مناسبت سے امام عادل کی فضیلت کے اثبات میں دوبارہ لائے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے باب مذکور۔

[٦٦٠] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ: اَلَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[660] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک انصاف کرنے والے اللہ کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے۔ (یعنی) وہ لوگ جو اپنے حکم میں، اپنے گھر والوں کے بارے میں اور ان کاموں میں جو ان کے سپرد ہیں، انصاف کا اہتمام کرتے ہیں۔" (مسلم)

فائدہ: نور کے منبر کس طرح ہوں گے؟ اس کی اصل حقیقت سے گو ہم واقف نہیں ہیں، تاہم اس کی حقیقت پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور یہ بھی کہ یہ لوگ یقیناً عرش یا رحمت الٰہی کے سائے تلے ہوں گے جبکہ لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ اس میں عدل و انصاف کی فضیلت اور انصاف کرنے والوں کا مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔

[٦٦١] وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ، وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ. وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ، وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ!» قَالَ: قُلْنَا: يَارَسُولَ اللهِ أَفَلَا نُنَابِذُهُمْ؟ قَالَ: «لَا، مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ، لَا، مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ».

[661] حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ "تمھارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں، تم ان کے حق میں دعائے خیر کرو اور وہ تمھارے حق میں دعائے خیر کریں۔ اور تمھارے بدترین حکمران وہ ہیں جنھیں تم ناپسند کرو اور وہ تمھیں ناپسند کریں، تم ان پر لعنت کرو، وہ تم پر لعنت کریں۔" راوی بیان کرتا ہے کہ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ان کی بیعت توڑ کر ان کے خلاف بغاوت

[660] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل وعقوبة الجائر......، حديث:1827.

[661] صحيح مسلم، الإمارة، باب خيار الأئمة وشرارهم، حديث:1855.

رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، جب تک وہ تمھارے اندر نماز قائم کرتے رہیں۔ نہیں، جب تک وہ تمھارے اندر نماز قائم کرتے رہیں۔'' (مسلم)

قَوْلُهُ: [تُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ]: تَدْعُونَ لَهُمْ.

تُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ کے معنی ہیں: ان کے حق میں تم دعا کرو۔

فوائد و مسائل: ① اس میں دونوں قسم کے حکمرانوں کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ ایک وہ حکمران جو عوام کے خیر خواہ اور انھیں عدل و انصاف مہیا کرنے والے ہیں۔ یہ بہترین حکمران ہیں۔ ان کے لیے عوام دعائیں کرتے ہیں اور یہ عوام کے لیے کرتے ہیں۔ اور دوسرے بدترین حکمران، جنھیں صرف اپنے اقتدار اور مفادات سے غرض ہوتی ہے۔ عوام کو عدل و انصاف مہیا کرنے اور ان کی مشکلات حل کرنے سے انھیں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، سب لوگ ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اس میں بھی حکمرانوں کو دراصل عدل و انصاف کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ عنداللہ وعندالناس محبوب بننے کا یہی طریقہ ہے۔ ② ظالم حکمران بھی جب تک کفر صریح کا ارتکاب نہ کریں اور شعائر اسلام بالخصوص نماز کی پابندی کریں، ان کے خلاف خروج و بغاوت کی اجازت نہیں کیونکہ بغاوت میں فائدہ موہوم ہے جب کہ نقصان بہت زیادہ ہے۔

[٦٦٢] وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «أَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ: ذُو سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُوَفَّقٌ، وَرَجُلٌ رَحِيمٌ رَقِيقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِي قُرْبَى وَمُسْلِمٍ، وَعَفِيفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُو عِيَالٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[662] حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''تین قسم کے لوگ جنتی ہیں: ایک وہ حکمران جو انصاف کرنے والا اور اعمال خیر کی توفیق سے بہرہ ور ہو۔ دوسرا وہ آدمی جو ہر مسلمان اور رشتہ دار کے لیے مہربان اور نرم دل ہو۔ تیسرا مانگنے سے گریزاں وہ شخص جو عیال دار ہونے کے باوجود سوال سے بچنے والا ہو۔'' (مسلم)

فائدہ: یہ تینوں مذکورہ صفات اہل ایمان کی خاص صفات ہیں جو ایک مومن کو جنت میں لے جانے کا باعث ہیں۔ ہر مومن کو ان صفات حسنہ سے آراستہ ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔

[٨٠] بَابُ وُجُوبِ طَاعَةِ وُلَاةِ الْأَمْرِ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَتَحْرِيمِ طَاعَتِهِمْ فِي الْمَعْصِيَةِ

باب: 80- جائز کاموں میں حکمرانوں کی اطاعت کے ضروری ہونے اور ناجائز کاموں میں ان کی اطاعت کے حرام ہونے کا بیان

[662] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار، حديث: 2865.

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ﴾ [النساء: ٥٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تمھارے حکمران ہیں۔''

فائدۂ آیت: اللہ اور رسول دونوں کے ساتھ لفظ اطاعت کے ذکر سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ان دونوں کی اطاعت مستقل بالذات ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرنا واجب ہے جبکہ مسلمان حکمرانوں کی اطاعت مستقل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے تابع ہے۔ اس لیے ان کا جو حکم قرآن و حدیث کے موافق ہوگا' اس میں ان کی اطاعت لازم اور جو حکم ان کے مخالف ہوگا اس کی اطاعت غیر لازم ہوگی جیسا کہ امام نووی ؒ نے باب باندھا ہے۔

[٦٦٣] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[663] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے' نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان مرد پر (اپنے مسلمان حکمران کی بات) سننا اور ماننا فرض ہے' وہ بات اسے پسند ہو یا ناپسند' مگر یہ کہ اسے گناہ کرنے کا حکم دیا جائے۔ چنانچہ جب اسے اللہ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو پھر اس پر سننا اور ماننا فرض نہیں (بلکہ انکار کرنا ضروری ہے)۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں مسلمانوں کے لیے مسلم حکمرانوں کی اطاعت کی حدود واضح کر دی گئی ہیں۔ مسلم حکمرانوں کی عزت اسی میں ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں سے انحراف نہ کریں' ورنہ وہ اخروی عذاب کے علاوہ دنیوی ذلت سے بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔

[٦٦٤] وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا إِذَا بَايَعْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُولُ لَنَا: «فِيمَا اسْتَطَعْتُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[664] حضرت ابن عمر ؓ ہی سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کرتے تھے کہ ہم آپ کی بات سنیں گے اور مانیں گے تو آپ فرماتے تھے: ''ان چیزوں میں جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ مسلم حکمران کی اطاعت کے لیے جہاں یہ ضروری ہے کہ اس کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مخالف نہ ہو وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عوام کی طاقت سے بالا نہ ہو۔ اگر ایسا ہوگا تو اس کی اطاعت بھی ضروری نہیں ہوگی۔ ② اس میں حکمرانوں کو تنبیہ ہے کہ وہ عوام کو ایسی مشقت میں نہ ڈالیں کہ جس کا اٹھانا ان کے لیے

[663] صحيح البخاري، الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام مالم تكن معصية، حديث:7144، وصحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية، حديث:1839.

[664] صحيح البخاري، الأحكام، باب كيف يبايع الإمام الناس، حديث:7202، وصحيح مسلم، الإمارة، باب البيعة على السمع والطاعة فيما استطاع، حديث:1867.

مشکل ہو جیسے فی زمانہ ناروا قسم کے ٹیکس اور بوجھ ڈالے جا رہے ہیں اور پابندیاں عائد کی جا رہی ہیں۔

[٦٦٥] وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ خَلَعَ يَدًا مِّنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[665] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے (حکمران کے جائز کاموں میں) اطاعت سے ہاتھ اٹھا لیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے روز اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوگی۔ اور جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔'' (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: «وَمَنْ مَّاتَ وَهُوَ مُفَارِقٌ لِّلْجَمَاعَةِ، فَإِنَّهُ يَمُوتُ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً».

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: ''جس شخص کو اس حال میں موت آئی کہ وہ جماعت کو چھوڑے ہوئے تھا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔''

[اَلْمِيتَةُ]: بِكَسْرِ الْمِيمِ.

اَلْمِیتَةُ: ''میم'' کے نیچے زیر ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں بھی مسلمان حکمران کی اطاعت کو لازم اور اس کی بیعت و اطاعت سے گریز و انحراف کو کفر و ضلال سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اسے جاہلیت کی موت اس لیے فرمایا کہ اسلام سے قبل ایک امیر کی اطاعت کا کوئی تصور نہیں تھا بلکہ اس میں وہ اپنی عار اور ذلت محسوس کرتے تھے۔ اسلام نے اس طوائف الملوکی کا خاتمہ کر کے انھیں نظم و ضبط کا پابند بنایا اور اطاعت امیر کی تاکید کی۔ تاہم اس میں جس امیر کی بیعت اور اطاعت کو ضروری اور اس سے خروج و بغاوت کو جاہلیت قرار دیا گیا ہے' اس سے صاحب امر و اختیار امیر' یعنی حکمران اور بادشاہ وقت مراد ہے۔ مسلمانوں کی محدود جماعتوں کے بے اختیار امیر مراد نہیں ہیں کیونکہ ان کی اطاعت سے ملکی استحکام وابستہ ہے نہ ان کی عدم اطاعت سے نظم مملکت میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے۔ اس لیے ان کی بیعت و اطاعت سے انکار یا انحراف اتنا بڑا جرم نہیں کہ اسے کفر و ضلال قرار دیا جا سکے' جب کہ حدیث میں اسے کفر و ضلال ہی کہا گیا ہے جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ امیر سے مراد مسلمانوں کا بااختیار حاکم ہے نہ کہ تنظیمی معاملات کے امیر' اور جماعت سے مراد مسلمانوں کی جماعت ہے نہ کہ مسلمانوں کا کوئی ایک گروہ یا دھڑا۔ ② اپنے اپنے گروہ کے امیر یا صدر کی اطاعت بھی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر کسی گروہ میں نظم و ضبط قائم نہیں رہ سکتا' گو اس نظم جماعت سے خروج کفر نہیں' جیسا کہ جماعت المسلمین اور اس کے امیر سے خروج کفر ہے۔ نیز بعض لوگ کسی نہ کسی پیر و مرشد کی بیعت کرنا ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بھی کوئی مسئلہ نہیں۔

[٦٦٦] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ

[666] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

[665] صحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن......، حديث:1851.

[666] صحيح البخاري، الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام مالم تكن معصية، حديث:7142.

رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِسْمَعُوا وَأَطِيعُوا، وَ إِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ﷺ نے فرمایا: ''(حکمرانوں کی بات) سنو اور اطاعت کرو' اگرچہ تم پر کسی حبشی غلام ہی کو حاکم مقرر کر دیا جائے گویا کہ اس کا سر انگور ہے۔'' (یعنی انگور کی طرح چھوٹا سا ہے' جس سے انسان بڑا عجیب سا لگتا ہے۔) (بخاری)

فائدہ: غلام کو اور وہ بھی سیاہ فام اور چھوٹے سے سر کا ہو' کوئی بھی احترام کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ لیکن حدیث میں اس کی مثال دی گئی ہے جس سے مقصود اطاعت امیر کی تاکید ہے' چاہے اس کا رنگ کیسا ہی ہو اور وہ کسی بھی جنس اور نسل سے تعلق رکھتا ہو بشرطیکہ اس کا حکم قرآن و حدیث کے مخالف نہ ہو۔

[٦٦٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «عَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِي عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَأَثَرَةٍ عَلَيْكَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[667] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تجھ پر سننا اور ماننا ضروری ہے' اپنی تنگی کی حالت میں بھی اور خوشحالی میں بھی' اپنی خوشی میں بھی اور ناخوشی میں بھی اور حکمرانوں کے تجھ پر دوسروں کو ترجیح دینے کی صورت میں بھی۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① حکمرانوں کی اطاعت چونکہ ملت کے مجموعی مفاد کے لیے ضروری ہے' اس لیے تاکید کی گئی کہ تم اپنے ذاتی مفادات اور حالات و جذبات مت دیکھو بلکہ ان سے بالا ہو کر سوسائٹی کے مفادات کے پیش نظر ہر صورت میں حکمرانوں کی اطاعت کرو۔ سوائے نافرمانی کے کاموں کے کہ ان میں اطاعت کرنا جائز نہیں۔ ② اس حدیث میں معاشرتی استحکام کا خیال رکھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور خودغرضی' جو امن و امان اور استحکام کو ختم کر دیتی ہے' سے باز رہنے کا حکم ہے۔

[٦٦٨] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا، فَمِنَّا مَنْ يُصْلِحُ خِبَاءَهُ، وَمِنَّا مَنْ يَنْتَضِلُ، وَمِنَّا مَنْ هُوَ فِي جَشَرِهِ، إِذْ نَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللهِ ﷺ: اَلصَّلَاةُ جَامِعَةً، فَاجْتَمَعْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ

[668] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے' پس ہم نے ایک منزل پر قیام کیا' ہم میں سے بعض اپنے خیمے درست کر رہے تھے' بعض تیراندازی وغیرہ میں مقابلہ کر رہے تھے اور بعض اپنے مویشیوں میں لگے ہوئے تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ کے منادی نے آواز لگائی کہ نماز تیار ہے۔ ہم سب رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا:

[667] صحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية، حديث: 1836.

[668] صحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الخلفاء، الأول فالأول، حديث: 1844.

لَهُمْ، وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هٰذِهِ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِي أَوَّلِهَا، وَسَيُصِيبُ آخِرَهَا بَلَاءٌ وَّأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا، وَتَجِيءُ فِتَنٌ يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ: هٰذِهِ مُهْلِكَتِي، ثُمَّ تَنْكَشِفُ، وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ: هٰذِهِ هٰذِهِ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ، وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ، فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُؤْتٰى إِلَيْهِ، وَمَنْ بَايَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهِ، وَثَمَرَةَ قَلْبِهِ، فَلْيُطِعْهُ إِنِ اسْتَطَاعَ، فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ، فَاضْرِبُوا عُنُقَ الْآخَرِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

''مجھ سے پہلے جو نبی بھی ہوا' اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ اپنی امت کی رہنمائی ایسے کاموں کی طرف کرے جنھیں وہ ان کے لیے بہتر جانتا اور انھیں ان کاموں سے ڈرائے جنھیں وہ ان کے لیے برا جانتا۔ اور تمھاری یہ امت جو ہے اس کی عافیت اس کے ابتدائی حصے میں رکھ دی گئی ہے اور اس کے آخری حصے میں آزمائش اور ایسے معاملات پیش آئیں گے جنھیں تم برا سمجھو گے۔ اور ایسے فتنے ظہور پذیر ہوں گے کہ ایک' دوسرے کو ہلکا کر دے گا (یعنی ایک سے بڑھ کر ایک فتنہ رونما ہوگا اور بعد میں آنے والے فتنے کے مقابلے میں پہلا فتنہ بالکل ہلکا لگے گا۔) ایک فتنہ سامنے آئے گا تو مومن کہے گا: یہی میری ہلاکت کا باعث ہوگا۔ پھر وہ دور ہو جائے گا اور کوئی اور فتنہ ظہور پذیر ہوگا تو مومن کہے گا: یہی وہ فتنہ ہے جو سب سے بڑا ہے۔ پس جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ جہنم کی آگ سے دور ہو اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو اسے موت اس حالت میں آنی چاہیے کہ وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کرے جو اپنے ساتھ کیے جانے کو پسند کرے۔ اور جو شخص کسی امام کی بیعت کرے اور اسے اپنا ہاتھ اور اپنے دل کا پھل دے دے (یعنی دل میں اس کی بیعت کے پورا کرنے کا عزم رکھے) تو اسے چاہیے کہ مقدور بھر اس کی اطاعت کرے' پھر اگر دوسرا کوئی اسے اپنا تابع بنانے کے لیے اس سے جھگڑا کرے تو دوسرے کی گردن مار دو (اسے قتل کر دو)۔'' (مسلم)

قَوْلُهُ: [يَنْتَضِلُ]، أَيْ: يُسَابِقُ بِالرَّمْيِ بِالنَّبْلِ وَالنُّشَّابِ. وَ[الْجَشَرُ]: بِفَتْحِ الْجِيمِ وَالشِّينِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالرَّاءِ: وَهِيَ الدَّوَابُّ الَّتِي تَرْعٰى وَتَبِيتُ مَكَانَهَا. وَقَوْلُهُ: [يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا]، أَيْ: يُصَيِّرُ بَعْضُهَا بَعْضًا رَقِيقًا، أَيْ: خَفِيفًا لِعِظَمِ مَا

يَنْتَضِلُ: تیر اندازی میں مقابلہ کر رہے تھے۔ جَشَرٌ: ''جیم'' اور ''شین'' پر زبر اور ''را'' کے ساتھ۔ وہ مویشی جو (کھلے میدانوں میں) چرتے ہیں اور وہیں رات گزارتے ہیں۔ يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا: یعنی ایک' دوسرے کو ہلکا کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد آنے والا فتنہ اس سے بڑا ہوتا ہے

بَعْدَهُ، فَالثَّانِي يُرَقِّقُ الْأَوَّلَ، وَقِيلَ: مَعْنَاهُ: يُشَوِّقُ بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ بِتَحْسِينِهَا وَتَسْوِيلِهَا، وَقِيلَ: يُشْبِهُ بَعْضُهَا بَعْضًا.

تو دوسرا پہلے کو ہلکا کر دیتا ہے۔ بعض کے نزدیک اس کے معنی ہیں کہ فتنے ایسے حسین اور دل لبھانے والے ہوں گے کہ ایک فتنہ دوسرے فتنے کا شوق پیدا کر دے گا۔ اور بعض نے اس کے معنی کیے ہیں کہ فتنے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے۔

فوائد و مسائل: ① اس میں ابتدائی حصے سے مراد صحابہ و تابعین و تبع تابعین کا عہد ہے جسے دوسری حدیث میں خیر القرون سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ عہد' مابعد کے تمام عہدوں سے زیادہ خیر و عافیت اور برکت و سعادت کا عہد ہے۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے فتنوں کے ظہور کی پیشین گوئی کی گئی ہے جو ایک دوسرے سے بڑھ کر ہوں گے۔ اس پیشین گوئی کی صداقت آج ہر شخص پر روز روشن کی طرح واضح ہے۔ ② فتنوں کے ظہور کی خبر سے مقصد' امت کو متنبہ کرنا ہے تاکہ وہ ان سے اپنا دامن بچا کر رکھے' اسی لیے اس سے بچنے کا طریقہ بھی بتلا دیا اور وہ ہے ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کے عقیدے پر مضبوطی سے قائم رہنا اور لوگوں کے ساتھ حسن معاملہ اور حسن اخلاق کا اہتمام کرنا۔ ③ اس میں اقتدار پسندوں کی کثرت کی بھی پیشین گوئی کی گئی ہے اور اس کا حل یہ بتلایا ہے کہ پہلے حاکم کی اطاعت کرو اور اس کے ساتھ مل کر دوسرے مدعیٔ خلافت کی گردن اڑا دو کیونکہ اس طرح ہی ملت اسلامیہ کی وحدت قائم رہ سکتی ہے اور وہ انتشار و تفریق سے بھی محفوظ رہ سکتی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ''جمہوریت'' نے اقتدار پسند ٹولوں کو ایک ایسا کھلونا ہاتھ میں دے دیا ہے جس سے امن و وحدت ایک قصۂ پارینہ بن گئے ہیں اور انتشار و تفریق' نصب العین اور استحکام و ترقی کا ضامن' ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ گویا

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى. یا یوں کہہ لیجیے کہ بیماری کو علاج' درد کو درماں اور دکھ کو سکھ سمجھ لیا گیا ہے۔ ان حالات میں اصلاح ہو تو کیوں کر؟ شفا حاصل ہو تو کیسے؟ اور امن و استحکام اور وحدت و یکجہتی قائم ہو تو کس بنیاد پر؟

مژدہ باد اے مرگ' عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

[٦٦٩] وَعَنْ أَبِي هُنَيْدَةَ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَأَلَ سَلَمَةُ بْنُ يَزِيدَ الْجُعْفِيُّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ قَامَتْ عَلَيْنَا أُمَرَاءُ يَسْأَلُونَّا حَقَّهُمْ، وَيَمْنَعُونَّا

[669] حضرت ابو ہنیدہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سلمہ بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ''اے اللہ کے نبی! اس کی بابت ارشاد فرمایئے کہ اگر ہم پر ایسے (برے) حاکم مسلط ہو جائیں کہ وہ ہم سے تو اپنا حق

[669] صحيح مسلم، الإمارة، باب في طاعة الأمراء وإن منعوا الحقوق، حديث:1846-

حَقَّنَا، فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِسْمَعُوا وَأَطِيعُوا، فَإِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَّا حُمِّلُوا، وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مانگیں لیکن ہمیں ہمارا حق نہ دیں تو ہمارے لیے آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے اس سے اعراض فرمالیا۔ انھوں نے پھر آپ سے یہی سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ان کی بات سنو اور مانو' ان کے ذمے وہ بوجھ ہے جو انھیں اٹھوایا گیا (یعنی عدل و انصاف) اور تمھارے ذمے وہ بوجھ ہے جو تمھیں اٹھوایا گیا (یعنی اطاعت)۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① مطلب یہ ہے کہ حاکم اور رعایا دونوں کی اپنی اپنی ذمہ داریاں ہیں۔ جو بھی اس میں کوتاہی کرے گا اس کا بوجھ اس پر ہوگا اور اس کا خمیازہ اسے قیامت کے روز بھگتنا ہوگا۔ لیکن اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ اگر حاکم اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی کریں تو رعایا بھی سمع و طاعت سے انکار کر دے۔ اس لیے کہ کوتاہی کا علاج کوتاہی سے ممکن نہیں۔ اس طرح مزید فساد ہوگا۔ ② بنابریں ملک کے مفاد عامہ کے لیے حکمرانوں کے ظلم کو برداشت کرنا' ان کے خلاف خروج و بغاوت کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ تاہم قانون جس حد تک تنقید کرنے اور اصلاح کی آواز بلند کرنے کی اجازت دے' اس حد تک ظلم کے خلاف آواز بلند کرنا اور اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا' خروج و بغاوت سے مختلف چیز ہے اور اس کا اہتمام کرنا اپنی اپنی طاقت کے مطابق ضروری ہے۔

[٦٧٠] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّهَا سَتَكُونُ بَعْدِي أَثَرَةٌ، وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا!» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! كَيْفَ تَأْمُرُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَّا ذٰلِكَ؟ قَالَ: «تُؤَدُّونَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ، وَتَسْأَلُونَ اللهَ الَّذِي لَكُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[670] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد خودغرض حکمرانی ہوگی (یعنی سارے مفادات خود ہی سمیٹ لینے کی ہوس۔ یا دوسرے معنی میں اپنوں کو ترجیح دینا) اور دیگر امور جنھیں تم برا سمجھو گے۔'' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اس شخص کی بابت کیا حکم فرماتے ہیں جو ہم میں سے یہ زمانہ پالے؟ آپ نے فرمایا: ''تم اپنا وہ حق ادا کرنا جو تمھارے ذمے ہے اور جو تمھارے حقوق (حکمرانوں کے ذمے) ہیں' ان کا سوال تم اللہ سے کرنا۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں جہاں ایک طرف عوام کو حکمرانوں کے ظلم و ستم' ان کی اقربا نوازی یا خود ہی تمام قومی وسائل کو اپنے لیے مختص کر لینے کو صبر کے ساتھ برداشت کر لینے کی تلقین ہے' وہاں دوسری طرف بالواسطہ حکمرانوں کو بھی تنبیہ ہے کہ وہ مذکورہ

[670] صحيح البخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حديث:3603، وصحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الخليفة الأول فالأول، حديث:1843.

طور طریقے اختیار کرنے سے بچیں ورنہ وہ عنداللہ مجرم ہوں گے۔

[٦٧١] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ، وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[671] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے حاکم کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی اور جس نے حاکم کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: امیر یا حاکم سے مراد اپنے وقت کا مسلم حکمران، کسی صوبے کا گورنر و وزیر اعلیٰ اور کسی علاقے کا افسر مجاز ہے۔ ان کی اطاعت، جب تک اس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو، ضروری ہے اور ان کی نافرمانی سخت گناہ۔ کیونکہ نظم ملت بہت ہی ضروری ہے اور وہ اسی طرح قائم رہ سکتا ہے۔

[٦٧٢] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ، فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[672] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اپنے حاکم کا کوئی کام ناپسندیدہ دیکھے تو اسے چاہیے کہ صبر کرے، اس لیے کہ وہ بالشت برابر بھی حاکم کی اطاعت سے نکلا تو اس کی موت، جاہلیت کی موت ہوگی۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں بھی حکمرانوں کی اطاعت سے سرکشی کرنے سے روکا گیا ہے۔

[٦٧٣] وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ أَهَانَ السُّلْطَانَ أَهَانَهُ اللهُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[673] حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے بادشاہ کی بے توقیری کی، اللہ بھی اسے ذلیل کرے گا۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

وَفِي الْبَابِ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ فِي الصَّحِيحِ، وَقَدْ

اور اس باب میں متعدد صحیح حدیثیں ہیں جن میں سے کچھ

[671] صحيح البخاري، الأحكام، باب قول الله تعالى: ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ......﴾، حديث: 7137، وصحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية، حديث: 1835.

[672] صحيح البخاري، الفتن، باب قول النبي ﷺ: [سترون بعدي أمورا تنكرونها]، حديث: 7053، وصحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن، حديث: 1849.

[673] جامع الترمذي، الفتن، باب كراهية إهانة السلطان، حديث: 2224.

سَبَقَ بَعْضُهَا فِي أَبْوَابٍ.

مختلف ابواب میں گزر چکی ہیں۔

فوائد و مسائل: ① بادشاہ کی بے توقیری اور اہانت سے مراد ان کی حکم عدولی اور عدم اطاعت ہے۔ اس سے حکمرانوں کا وقار اور ان کی تمکنت وجلال متاثر ہوتا ہے جبکہ امن واستحکام کے لیے ضروری ہے کہ حکومت کا رعب ودبدبہ قائم رہے تاکہ جرائم پیشہ اور قانون شکن عناصر کو اپنی مذموم کارروائیوں کی جسارت نہ ہو۔ بہرحال ملکی مفاد اور مصلحت عامہ کی وجہ سے مسلمانوں کو یہی تاکید کی گئی ہے کہ جب تک حکمرانوں سے کفر صریح کا ارتکاب نہ ہو اور جب تک وہ نماز اور دیگر شعائر دین کو قائم رکھیں' اس وقت تک ان کی اطاعت کرو' چاہے وہ عدل وانصاف کے قیام اور عوام کے دیگر حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والے ہی ہوں۔ ② اسلام کی یہ ہدایت موجودہ مغربی جمہوریت سے یکسر مختلف ہے جس میں حزب اختلاف کا وجود نہایت ضروری ہے جس کا کام ہی ہر وقت حکومت پر تنقید اور اس کے خلاف لوگوں کو خروج وبغاوت پر آمادہ کرنا ہے تاکہ وہ حکومت ناکام اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہو جائے اور پھر وہ خود اس کی جگہ اقتدار پر فائز ہو جائے۔ اسلام میں حزب اختلاف اور حزب اقتدار کا یہ تصور نہیں ہے۔ سب ایک ہی امت ہے اور ایک ہی کشتی کے سوار ہیں جن کے مفادات اور مقاصد بھی ایک ہیں۔ اور حکمرانوں کی کوتاہیوں کے باوجود عوام کو ان کے خلاف خروج وبغاوت پر آمادہ کرنا جرم ہے۔ کیونکہ ہر چند سالوں کے بعد عام انتخابات پر قوم کے کروڑوں بلکہ اربوں روپے برباد کر دینا اور گلی گلی' کوچے کوچے بلکہ گھر گھر میں انتشار وتفریق کے بیج بونا بھی اسلامی تعلیمات سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ اسلام میں حکمرانی کے لیے چند سالوں کی حد مقرر نہیں ہے اور نہ وہ جلد جلد حکمرانوں کے عزل ونصب کو پسند ہی کرتا ہے۔ ان کی کوتاہیوں کو برداشت کرنے کی تاکید میں بھی یہی حکمت ہے تاکہ ایک حکمران کو حکومت کرنے کا زیادہ سے زیادہ وقت ملے کہ اسی میں عوام کا بھی مفاد ہے اور ملک کا استحکام بھی۔ کاش! لوگ مغربی جمہوریت کے اس فریب اور سراب سے نکلیں اور اسلامی ہدایات کی روشنی میں اپنا نظام حکومت ترتیب دیں۔

[٨١] بَابُ النَّهْيِ عَنْ سُؤَالِ الْإِمَارَةِ وَاخْتِيَارِ تَرْكِ الْوِلَايَاتِ إِذَا لَمْ يَتَعَيَّنْ عَلَيْهِ أَوْ تَدْعُ حَاجَةٌ إِلَيْهِ

باب:81- عہدہ ومنصب کا سوال کرنے کی ممانعت اور جب کوئی عہدہ متعین یا کوئی حاجت اس کی متقاضی نہ ہو تو حکومتی مناصب کو چھوڑ دینا بہتر ہے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ [القصص: ٨٣].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ آخرت کا گھر ہم ان ہی لوگوں کے لیے کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔''

فائدۂ آیت: طلب امارت کا مطلب ہے کہ اس کا طالب دنیا میں بڑائی کو پسند کرتا ہے اور بڑائی پسندوں کا رویہ

ہی زمین میں فساد کا باعث بھی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ آیت باب کے مفہوم کو واضح کر رہی ہے کہ عہدہ و منصب کی خواہش اور اس کے لیے سعی و کوشش کا انجام بالعموم برا ہی ہوتا ہے۔ حسن انجام اور عافیت اسی میں ہے کہ انسان حکومتی مناصب سے کنارہ کش رہے۔ آگے آنے والی احادیث میں اس مفہوم کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ احادیث ملاحظہ ہوں:

[٦٧٤] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ! لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا، وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا، وَإِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِينٍ، فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا، فَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[674] حضرت ابوسعید عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! تو خود حکومت کے کسی منصب کا سوال نہ کرنا' اس لیے کہ یہ منصب اگر تجھے بغیر سوال کیے مل گیا تو اس پر (اللہ کی طرف سے) تیری مدد ہوگی اور اگر یہ تجھے سوال کرنے سے ملے گا تو یہ تیرے سپرد کر دیا جائے گا (اللہ کی مدد شامل حال نہیں ہوگی۔) اور جب تو کسی بات پر قسم کھالے' پھر تو کسی اور میں اس سے زیادہ بہتری دیکھے تو وہ کام اختیار کر جس میں بہتری ہو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① امارت سے مراد خلافت (حکومت) یا اس کا کوئی بھی منصب ہے۔ اس کی آرزو اور اس کے لیے کوشش کرنا ناپسندیدہ ہے' اس لیے کہ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جس سے عہدہ برآ ہونا نہایت مشکل امر ہے۔ البتہ جسے بغیر مانگے یہ منصب مل جائے وہ اسے قبول کرلے کیونکہ بن مانگے یہ اسی کو ملے گا جس میں اس کی خاص استعداد و صلاحیت ہوگی۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کی مدد ہوگی اور اسے خیر و سداد کی توفیق ارزانی ہوگی جبکہ خود خواہش کر کے حاصل کرنے والا اللہ کی طرف سے خیر اور سداد کی توفیق سے محروم رہے گا' چنانچہ آج اس حقیقت کا عام مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ جمہوری حکمران خود کوشش کر کے بلکہ جائز و ناجائز ہر طرح کے ہتھکنڈے اختیار کر کے اقتدار حاصل کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ خیر اور سداد کی توفیق سے وہ محروم رہتے ہیں۔ اس طرح کوئی حکمران اچھا اور کامیاب ثابت نہیں ہو رہا ہے کیونکہ سب اللہ کی مدد اور اس کی توفیق سے محروم ہیں۔ ② کسی کام کی بابت قسم کھالی ہے' جب کہ اس میں کسی دوسرے کام کے مقابلے میں خیر اور نفع زیادہ ہے تو ایسے موقع پر قسم توڑ کے اس کا کفارہ ادا کر دیا جائے اور جس میں بہتری ہے اس کام کو کر لیا جائے۔ کفارۂ قسم ایک گردن آزاد کرنا' یا دس مساکین کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا یا انھیں لباس مہیا کرنا ہے۔ جو ان کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ] عبدالرحمٰن بن سمرہ بن حبیب بن عبد شمس قرشی۔ ان کی کنیت

[674] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب الكفارة قبل الحنث وبعده، حديث:6722، وصحيح مسلم، الأيمان، باب ندب من حلف يمينًا فرأى غيرها خيرًا ......، حديث:1652.

ابوسعید ہے۔ شرف صحابیت سے مشرف ہیں۔ فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ سجستان اور کابل وغیرہ کے فاتح ہیں۔ بصرہ میں رہائش پذیر رہے اور وہیں 50 ہجری کو فوت ہوئے۔ 14 حدیثیں نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

[٦٧٥] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا أَبَا ذَرٍّ! إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا، وَإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي، لَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[675] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوذر! میں تجھے کمزور دیکھتا ہوں اور میں تیرے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو میں اپنے لیے پسند کرتا ہوں' (اس لیے تیرے لیے میری نصیحت یہ ہے کہ) تو دو آدمیوں پر بھی حاکم نہ بننا اور نہ کسی یتیم کے مال کا نگران بننا۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل: ① حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بڑے زاہد قسم کے صحابی تھے' دنیاوی معاملات میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ اسی اعتبار سے رسول اللہ ﷺ نے انھیں مذکورہ نصیحت فرمائی اور انھیں ان ذمہ داریوں میں کمزور قرار دیا کیونکہ مذکورہ ذمہ داریاں وہی شخص صحیح معنوں میں ادا کرسکتا ہے جو دنیاوی معاملات میں دلچسپی لیتا اور انھیں خوب سمجھتا ہو نہ کہ وہ جسے امور دنیا سے نفرت ہو اور وہ ان سے دور بھاگتا ہو۔ ② اس میں عام لوگوں کی مصلحت اور ان کے مفادات اور اسی طرح یتیموں کے اموال کی حفاظت کا جذبہ بھی کارفرما ہے کیونکہ ان معاملات میں کمزور آدمی سے انھیں نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے' گو وہ خود نقصان پہنچانے کی نیت نہ رکھتا ہو۔ ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو آدمی جس کام کے لائق ہو اسے وہی کام سونپنا چاہیے' دوسرا کام سونپنا درست نہیں۔

[٦٧٦] وَعَنْهُ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ! أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي؟ فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى مَنْكِبِي ثُمَّ قَالَ: «يَا أَبَا ذَرٍّ! إِنَّكَ ضَعِيفٌ، وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ، وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ، إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[676] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے کسی جگہ کا عامل (سرکاری عہدیدار) نہیں بنا دیتے؟ آپ نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر مارا اور فرمایا: ''اے ابوذر! تو کمزور ہے' اور (یہ منصب) ایک اہم امانت ہے۔ یہ قیامت والے دن رسوائی اور ندامت (کا باعث) ہوگا۔ سوائے اس شخص کے جو اسے حق کے ساتھ (اہلیت کی بنیاد پر) حاصل کرے اور ان ذمہ داریوں کو پورا کرے جو اس کی بابت اس پر عائد ہوتی ہیں۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں ان لوگوں کو سرکاری مناصب حاصل کرنے کی اجازت دی گئی ہے جن میں دو شرطیں موجود ہوں: ایک'

---

[675] صحيح مسلم، الإمارة، باب كراهة الإمارة بغير ضرورة، حديث: 1826.

[676] صحيح مسلم، الإمارة، باب كراهة الإمارة بغير ضرورة، حديث: 1825.

اس منصب کی اہلیت اور دوسری' اس منصب کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کی استعداد وقوت۔ جیسے کوئی حکمران بنے تو عدل و انصاف قائم کرنے اور اس کے تقاضوں کو بروئے کار لانے کی صلاحیت وقوت سے بہرہ ور ہو۔ مالیات کے شعبے کا انچارج بنے تو اس کی اہلیت اور اس کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کی استعداد سے مالا مال ہو۔ گورنر یا کسی شعبے کا وزیر' مشیر یا کلرک وغیرہ جو بھی بنے' اس کی اہلیت بھی اس میں موجود ہو اور دیانت و امانت سے اس کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا جذبہ و استعداد بھی ہو۔ وَعَلٰى هٰذَا الْقِيَاسِ. کیونکہ یہ ایک بہت بڑی امانت ہے۔ مذکورہ شرطوں کے بغیر اسے حاصل کرنا ایک گونہ خیانت ہے جس کی سخت سزا قیامت کے روز اسے بھگتنی پڑے گی۔

[٦٧٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ، وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[677] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم یقیناً حکومت اور امارت کی حرص کرو گے (لیکن یاد رکھو!) یہ قیامت والے دن ندامت (کا باعث) ہوگی۔'' (بخاری)

فائدہ: اس میں بھی امارت کی عظیم ذمہ داریوں کے حوالے سے ان لوگوں کو ڈرایا گیا ہے جو بغیر اہلیت کے اس کی خواہش کریں گے اور پھر اس میں کوتاہیوں کی وجہ سے عنداللہ مجرم قرار پائیں گے۔ اس لیے عافیت اسی میں ہے کہ انسان حکومتی ذمہ داریوں سے دور ہی رہے۔ اور اگر اہلیت کی بنیاد پر اسے یہ منصب ملے تو وہ اس کے تقاضے بھی پوری دیانتداری سے ادا کرے تاکہ روز قیامت کی ندامت سے وہ محفوظ رہے۔

[٨٢] بَابُ حَثِّ السُّلْطَانِ وَالْقَاضِيِّ وَغَيْرِهِمَا مِنْ وُلَاةِ الْأُمُورِ عَلَى اتِّخَاذِ وَزِيرٍ صَالِحٍ وَتَحْذِيرِهِمْ مِنْ قُرَنَاءِ السُّوءِ وَالْقُبُولِ مِنْهُمْ

باب:82- بادشاہ' قاضی اور دیگر حکام مجاز کو نیک وزیر مقرر کرنے کی ترغیب اور انھیں برے ہم نشینوں سے اور ان سے (ہدیہ وغیرہ) قبول کرنے سے ڈرانے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿ٱلْأَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا ٱلْمُتَّقِينَ﴾ [الزخرف: ٦٧].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اس روز' دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے۔''

فائدۂ آیت: مطلب یہ ہے کہ قیامت والے دن نیک لوگوں کی باہمی محبت اور دوستی قائم رہے گی کیونکہ ان کی دوستی اللہ کے لیے اور ایک دوسرے کی خیر خواہی پر مبنی ہوتی ہے۔ اس سے امام نووی رحمہ اللہ نے بجا طور پر استدلال فرمایا کہ حکومتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے بھی نیک لوگوں کا انتخاب کیا جائے۔ وزیر' مشیر' اہلکار اور دیگر تمام مناصب کے لیے ایمان و تقویٰ کو بنیاد بنایا جائے تاکہ وہ صحیح مشورہ دیں اور صحیح کام کریں۔ اور اگر حکمران نے برے اور خود غرض لوگوں کو اپنا ہم نشین

[677] صحيح البخاري، الأحكام، باب ما يكره من الحرص على الإمارة، حديث:7148.

اور عہدیدار (وزیر و مشیر وغیرہ) بنالیا اور ان کی باتوں اور ہدیوں کو قبول کرنا شروع کردیا تو جس طرح وہ خود غلط ہیں' حکمرانوں کو بھی غلط راستے پر لے جائیں گے اور قیامت والے دن یہ سب ایک دوسرے کے دشمن اور ایک دوسرے کو کوتاہیوں اور غلطیوں کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔

[٦٧٨] عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَّأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا بَعَثَ اللهُ مِنْ نَّبِيٍّ، وَلَا اسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِيفَةٍ إِلَّا كَانَتْ لَهُ بِطَانَتَانِ: بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ، وَبِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ، وَالْمَعْصُومُ مَنْ عَصَمَ اللهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[678] حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا اور اس کے بعد جسے بھی خلیفہ بنایا تو اس کے دو راز دار ساتھی ہوتے تھے۔ ایک محرم راز اسے نیکی کا حکم دیتا اور اس پر اسے آمادہ کرتا اور دوسرا محرم راز اسے برائی کا حکم دیتا اور اس پر اسے آمادہ کرتا۔ اور محفوظ وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ بچائے۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس میں گویا ترغیب دی گئی ہے کہ اپنا مشیر اور محرم راز ایسے افراد کو بنایا جائے جو صلاح و تقویٰ اور امانت و دیانت میں معروف و ممتاز ہوں تاکہ وہ حکمران کو خیر خواہانہ مشورے دیں اور شر و فساد پھیلانے والوں سے بچائیں۔ ② حاکم کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے تابع ہو کر چلے کیونکہ یہی چیز اس کی عصمت کی ضامن ہے اور اس طریقے سے ہی وہ برے لوگوں اور ان کی شرارتوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

[٦٧٩] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَرَادَ اللهُ بِالْأَمِيرِ خَيْرًا، جَعَلَ لَهُ وَزِيرَ صِدْقٍ، إِنْ نَّسِيَ ذَكَّرَهُ، وَإِنْ ذَكَرَ أَعَانَهُ، وَإِذَا أَرَادَ بِهِ غَيْرَ ذٰلِكَ جَعَلَ لَهُ وَزِيرَ سُوءٍ، إِنْ نَّسِيَ لَمْ يُذَكِّرْهُ، وَإِنْ ذَكَرَ لَمْ يُعِنْهُ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

[679] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی حاکم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے راست باز (خیر خواہ) وزیر عطا کر دیتا ہے۔ وہ اگر بھولتا ہے تو وہ وزیر اسے یاد کرا دیتا ہے۔ اگر اسے یاد ہو تو اس کی مدد کرتا ہے۔ اور جب بھلائی کے علاوہ کسی اور بات (برائی) کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لیے برا وزیر مقرر کر دیتا ہے۔ اگر وہ بھول جائے تو اسے یاد نہیں کراتا اور اگر اسے یاد ہو تو اس کی مدد نہیں کرتا۔'' (اسے ابوداود نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے جو کہ مسلم کی شرط پر ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی حاکم کے پاس اگر اصحاب ایمان و تقویٰ لوگ موجود ہوں اور وہ ہر وقت اسے صحیح مشورہ دیتے اور برائیوں سے روکتے ہوں تو یہ اللہ کی طرف سے اس کی رضامندی کی دلیل ہے۔ ② اس کے

[678] صحيح البخاري، القدر، باب المعصوم من عصم الله، حديث:6611.

[679] سنن أبي داود، الخراج والفيء والإمارة، باب في اتخاذ الوزير، حديث:2932.

برعکس اگر کسی حکمران کو وزیر و مشیر اور ورکرز وغیرہ ایسے ملیں جو خود غرض' ابن الوقت اور چڑھتے سورج کے پجاری ہوں جو اسے صحیح مشورے نہ دیں بلکہ غلط خطوط پر ڈالیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس حکمران کا انجام اچھا نہیں ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے حکمرانوں کا دنیوی انجام بھی اچھا نہیں ہوتا' آخرت میں حسن انجام تو بہت دور کی بات ہے۔

[٨٣] بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَوْلِيَةِ الْإِمَارَةِ وَالْقَضَاءِ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْوِلَايَاتِ، لِمَنْ سَأَلَهَا، أَوْ حَرَصَ عَلَيْهَا فَعَرَّضَ بِهَا

باب:83- جو شخص امارت وقضا اور دیگر مناصب حکومت کا سوال یا آرزو کرے اور اس کے لیے (کنایہ یا) اپنے آپ کو پیش کرے تو ایسے شخص کو عہدہ ومنصب دینا منع ہے

[٦٨٠] عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِي عَمِّي، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: يَارَسُولَ اللهِ! أَمِّرْنَا عَلَى بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ. وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَقَالَ: «إِنَّا وَاللهِ! لَا نُوَلِّي هٰذَا الْعَمَلَ أَحَدًا سَأَلَهُ، أَوْ أَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[680] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے دو چچازاد بھائی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان میں سے ایک نے کہا: یارسول اللہ! جن (علاقوں) پر اللہ نے آپ کو حکمران بنایا ہے ان میں سے بعض کی گورنری (وغیرہ) ہمیں عنایت فرما دیں۔ دوسرے نے بھی ایسی ہی بات کی۔ تو آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! ہم حکومتی عہدوں پر کسی ایسے شخص کو مقرر نہیں کرتے جو خود اس کا سوال کرے' نہ کسی ایسے شخص کو جو اس کی خواہش رکھے۔''

(بخاری ومسلم)

فائدہ: اس حدیث سے اس باب کی تائید ہوتی ہے جو امام نووی رحمہ اللہ نے باندھا ہے کہ کسی ایسے شخص کو عہدہ ومنصب نہ دیا جائے جو خود اس کا طالب یا حریص ہو' کیونکہ ایسے لوگ بالعموم اپنے ذاتی مفادات کے لیے ان عہدوں کو حاصل کرتے ہیں' جس سے عام لوگوں کے مفادات کو نقصان پہنچتا ہے۔ جبکہ حکومت کا مقصد تو عام لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے نہ کہ چند مراعات یافتہ مخصوص لوگوں کو یا حکومتی منصب پر فائز لوگوں کو۔

[680] صحيح البخاري، الأحكام، باب مايكره من الحرص على الإمارة، حديث:7149، وصحيح مسلم، الإمارة، باب النهي عن طلب الإمارة والحرص عليها، حديث:1733 قبل حديث:1825.

١ - كِتَابُ الْأَدَبِ

ادب واخلاق کا بیان

[٨٤] بَابُ الْحَيَاءِ وَفَضْلِهِ وَالْحَثِّ عَلَى التَّخَلُّقِ بِهِ

باب:84-حیا' اس کی فضیلت اور اس سے متصف ہونے کی ترغیب کا بیان

[٦٨١] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

[681] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری آدمی کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو شرم و حیا کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا (کہ زیادہ شرم نہ کیا کر) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دے' یقیناً حیا ایمان کا حصہ ہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① انصاری اپنے جس بھائی کو سمجھا رہا تھا وہ شرم و حیا کا پیکر تھا۔ ایسا شخص دنیاوی معاملات میں زیادہ تیز طرار نہیں ہوتا کیونکہ حیا انسان کو غلط کاموں' دھوکے' فریب دہی اور جعل سازی وغیرہ سے روکتی ہے' اس لیے حیا کو ایمان کا حصہ بتلایا گیا ہے۔ ② یہ وصف اگرچہ فطری ہوتا ہے' یعنی پیدائشی طور پر بہت سے لوگ شرمیلے ہوتے ہیں' تاہم ان کی تربیت کی جائے اور ان کا رخ نیکیوں کی طرف موڑ دیا جائے تو شرم و حیا کے جذبے میں مزید اضافہ بھی ہو جاتا ہے جو

[681] صحيح البخاري، الإيمان، باب الحياء من الإيمان، حديث:24، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان...... حديث:36.

اسلام کا مطلوب بھی ہے۔

[٦٨٢] وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[682] حضرت عمران بن حصین ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حیا خیر ہی لاتی ہے۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: «اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ» أَوْ قَالَ: «اَلْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ».

مسلم کی ایک روایت میں ہے: ''حیا تو سب خیر ہی خیر ہے۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① مطلب یہ ہے کہ حیا انسان کو اللہ کی نافرمانی' بداخلاقی اور دیگر برائیوں سے روکتی ہے جس کا نتیجہ معاشرے کے حق میں بہت اچھا ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ معصیتوں سے اجتناب کی وجہ سے عنداللہ بھی سرخرو رہے گا۔ اس لحاظ سے حیا میں یقیناً خیر ہی خیر ہے۔ ② حیا کی وجہ سے انسان جن فوائد سے محروم رہتا ہے اللہ تعالیٰ وہ کمی بھی پوری فرما دیتا ہے اور انسان کسی خیر سے محروم نہیں رہتا۔

[٦٨٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلْإِيمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُونَ، أَوْ بِضْعٌ وَّسِتُّونَ شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيمَانِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[683] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان کی ستر سے کچھ اوپر یا ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ (راوی کو ساٹھ یا ستر میں شک ہے۔) ان میں سب سے افضل لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہنا (یعنی قبول ایمان) ہے اور سب سے ادنیٰ، راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے۔ اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔'' (بخاری و مسلم)

[اَلْبِضْعُ]: بِكَسْرِ الْبَاءِ، وَيَجُوزُ فَتْحُهَا، وَهُوَ مِنَ الثَّلَاثَةِ إِلَى الْعَشَرَةِ. وَ[الشُّعْبَةُ]: اَلْقِطْعَةُ وَالْخَصْلَةُ. وَ[الْإِمَاطَةُ]: اَلْإِزَالَةُ. وَ[الْأَذٰى]: مَا يُؤْذِي كَحَجَرٍ وَشَوْكٍ وَطِينٍ وَرَمَادٍ وَقَذَرٍ وَنَحْوِ ذٰلِكَ.

اَلْبِضْع: ''با'' پر زیر اور زبر دونوں جائز ہیں۔ تین سے دس تک کے عدد کے لیے اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اور شُعْبَةٌ: شاخ اور خصلت کے معنی میں ہے۔ إِمَاطَةٌ کے معنی ہیں: دور کر دینا' ہٹا دینا۔ أَذٰى: تکلیف دہ چیز' جیسے پتھر' کانٹا' مٹی' راکھ' گندگی وغیرہ۔

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث باب الدلالة على كثرة طرق الخير، رقم: 125 میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس کے ذکر سے یہ وضاحت مقصود ہے کہ ایمان کے درجات و مراتب ہیں اور حیا بھی ایمان کا ایک درجہ اور حصہ ہے' بلکہ اس کی نہایت اہم شاخ ہے کیونکہ نفس انسانی کی اصلاح و تربیت میں یہ ایک مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔ ② ایمان محض اقرار و تسلیم کا

[682] صحيح البخاري، الأدب، باب الحياء، حديث: 6117، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان......، حديث: 37.

[683] صحيح البخاري، الإيمان، باب أمور الإيمان، حديث: 9، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان......، حديث: 35.

نام نہیں بلکہ عمل بھی ایمان کا جز ہے جس کے بغیر ایمان کی عمارت نا تمام رہتی ہے۔ حیا بھی اعمال کے ان اجزاء میں سے ایک اہم جز ہے جن سے ایمان مکمل ہوتا ہے۔

[٦٨٤] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا، فَإِذَا رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[684] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ گھر کے گوشے میں پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ جب آپ کسی ناپسندیدہ چیز کو دیکھتے تو ہم آپ کے چہرے کے آثار سے پہچان لیتے۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ: حَقِيقَةُ الْحَيَاءِ خُلُقٌ يَبْعَثُ عَلَى تَرْكِ الْقَبِيحِ، وَيَمْنَعُ مِنَ التَّقْصِيرِ فِي حَقِّ ذِي الْحَقِّ. وَرَوَيْنَا عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ الْجُنَيْدِ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: اَلْحَيَاءُ رُؤْيَةُ الْآلَاءِ - أَيْ: اَلنِّعَمِ - وَرُؤْيَةُ التَّقْصِيرِ، فَيَتَوَلَّدُ بَيْنَهُمَا حَالَةٌ تُسَمَّى حَيَاءً.

علماء کہتے ہیں کہ حقیقت میں حیا ایسے کردار کا نام ہے جو قبیح چیزوں کے چھوڑنے پر آمادہ کرے اور صاحب حق کو حق پہچانے میں سرزد ہونے والی کمی وکوتاہی سے روکے۔ ہم نے ابوقاسم جنید رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ نعمتوں اور کوتاہیوں کو دیکھ لینے کا نام حیا ہے' چنانچہ ان دونوں کے درمیان پیدا ہونے والی حالت کو حیا کہتے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① اس میں اگرچہ نبی ﷺ کی کمال حیا کا بیان ہے' تاہم اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حیا عورت کا خاص وصف ہے بالخصوص کنواری عورت تو شرم وحیا کا پیکر ہوتی ہے۔ ② مغربی تہذیب کی جو لعنتیں اسلامی ملکوں میں درآمد کی گئی ہیں ان میں سب سے بڑی لعنت عورت کو شرم وحیا کے زیور سے محروم کرنا ہے کیونکہ اسلامی تہذیب کے لیے یہی آخری حصار ہے' اس کو بھی دشمن ڈھانے میں کامیاب ہوتا نظر آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمائے تاکہ وہ اس فتنے سے بچ سکیں۔

[٨٥] بَابُ حِفْظِ السِّرِّ

باب:85- راز کی حفاظت کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ [الإسراء: ٣٤].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور عہد کو پورا کرو' یقیناً عہد کی بابت پوچھا جائے گا۔''

فائدۂ آیت: عہد دو شخصوں کے درمیان خفیہ بات اور پیمان کا نام ہے جو ایک راز اور امانت ہوتا ہے۔ اس کی پاسداری اور حفاظت کا مطلب' راز کی حفاظت اور اس کی پاسداری ہے۔

[٦٨٥] عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ

[685] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے'

[684] صحيح البخاري، المناقب، باب صفة النبي ﷺ، حديث: 3562، وصحيح مسلم، الفضائل، باب كثرة حيائه ﷺ، حديث: 2320.

[685] صحيح مسلم، النكاح، باب تحريم إفشاء سر المرأة، حديث: 1437.

عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَلرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى الْمَرْأَةِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز اللہ کے ہاں سب سے بدتر مرتبے والا وہ شخص ہوگا جو اپنی عورت سے ملاپ کرے اور عورت اس سے ملاپ کرے' پھر وہ (میاں بیوی کے) راز کو پھیلائے (یعنی دوستوں میں مزے لے لے کر بیان کرے۔'') (مسلم)

فوائد ومسائل: ① يُفْضِي (ملاپ کرتا ہے) یہ ہم بستری اور صحبت سے کنایہ ہے۔ ② ہمارے معاشرے میں یہ بیماری عام ہے کہ شب زفاف (شادی کی پہلی رات) کو میاں بیوی کے درمیان جو کارروائی ہوتی ہے' اسے صبح مرد اپنے دوستوں میں اور بیوی اپنی سہیلیوں میں بیان کرتی ہے۔ اس حدیث نے واضح کیا کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔ خلوت وصحبت کی یہ کارگزاری ایک راز ہے جو صرف میاں بیوی کے درمیان ہی رہنا چاہیے' کسی تیسرے آدمی کو اس سے آگاہ نہیں ہونا چاہیے۔

[٦٨٦] وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حِينَ تَأَيَّمَتْ بِنْتُهُ حَفْصَةُ قَالَ: لَقِيتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ؟ قَالَ: سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي. فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ، ثُمَّ لَقِيَنِي، فَقَالَ: قَدْ بَدَا لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هٰذَا. فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ؟ فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا! فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ، ثُمَّ خَطَبَهَا النَّبِيُّ ﷺ، فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ. فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ، فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ شَيْئًا؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ إِلَّا أَنِّي

[686] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حفصہ بیوہ ہوگئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملا اور انھیں حفصہ سے نکاح کرنے کی پیش کش کی اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا نکاح حفصہ (بنت عمر) سے کر دیتا ہوں؟ انھوں نے فرمایا: میں اپنے معاملے میں غور کروں گا۔ پس میں کئی راتیں ٹھہرا رہا' پھر وہ مجھے ملے اور کہا کہ میرے سامنے یہی بات واضح ہوئی ہے کہ میں ان دنوں میں شادی نہیں کروں گا۔ پھر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کا نکاح حفصہ بنت عمر سے کر دوں؟ حضرت ابوبکر خاموش رہے' مجھے پلٹ کر کوئی جواب نہیں دیا۔ پس میں ان پر عثمان سے زیادہ رنجیدہ ہوا۔ میں کئی راتیں ٹھہرا رہا' پھر نبی اکرم ﷺ نے حفصہ کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے حفصہ کا نکاح آپ سے کر دیا۔ پھر مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے تو انھوں نے فرمایا: (اے عمر!) شاید تم مجھ سے رنجیدہ ہوئے' جب تم نے میرے لیے حفصہ سے نکاح کی پیش کش

[686] صحيح البخاري، النكاح، باب عرض الإنسان ابنته أو أخته على أهل الخير، حديث:5122.

كُنْتُ عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ذَكَرَهَا، فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَوْ تَرَكَهَا النَّبِيُّ لَقَبِلْتُهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کی تھی تو میں نے تمھیں پلٹ کر کوئی جواب نہیں دیا تھا؟ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:) میں نے کہا: ہاں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم نے مجھے پیش کش کی تھی تو میرے لیے تمھیں جواب دینے میں صرف یہ بات مانع (رکاوٹ) ہوئی کہ میں جانتا تھا کہ نبی ﷺ نے حفصہ (کے ساتھ نکاح کرنے) کا ذکر فرمایا تھا۔ اس لیے میں رسول اللہ ﷺ کے راز کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔ (ہاں) اگر رسول اللہ ﷺ یہ ارادہ ترک فرما دیتے تو میں حفصہ کے ساتھ نکاح کرنے کی پیشکش یقیناً قبول کر لیتا۔ (بخاری)

قَوْلُهُ: [تَأَيَّمَتْ]، أَيْ: صَارَتْ بِلَا زَوْجٍ، وَكَانَ زَوْجُهَا تُوُفِّيَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. [وَجَدْتَ]: غَضِبْتَ.

تَأَيَّمَتْ کے معنی ہیں: وہ بیوہ ہو گئیں' اور ان کے خاوند فوت ہو گئے تھے۔ وَجَدْتَ کے معنی ہیں: تم ناراض اور غضب ناک ہوئے۔

فوائد و مسائل: ① اس میں موضوع باب' کہ رازوں کی حفاظت کرنی چاہیے اور وہ لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کیے جائیں' کے علاوہ مزید کئی فوائد ہیں' مثلاً: اہل خیر و صلاح کو اپنی لڑکی کے ساتھ نکاح کی پیشکش کرنا جائز ہے۔ اس انتظار ہی میں نہیں رہنا چاہیے کہ خود لڑکے والے جب تک اس خواہش کا اظہار نہیں کریں گے' لڑکی کو خاموشی کے ساتھ گھر میں بٹھائے رکھیں گے' جیسے ہمارے ملک میں ہوتا ہے۔ یہ رواج حدیث کے خلاف اور قابل اصلاح ہے۔ ② جب اس بات کا علم ہو جائے کہ فلاں لڑکی سے رشتہ کرنے کے لیے فلاں شخص یا گھرانہ خواہش مند یا اس کے لیے کوشاں ہے تو جب تک ان کی بات چیت جاری ہو' درمیان میں کسی اور کو نکاح کا پیغام بھیجنا جائز نہیں۔ ③ جس عورت کے ساتھ نکاح کرنے کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن اس سے آپ کا نکاح نہیں ہو سکا یا آپ نے خود ہی ارادہ بدل لیا تو ایسی صورت میں کوئی دوسرا مسلمان نکاح کر سکتا ہے کیونکہ وہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں شمار نہیں ہوتی۔

[٦٨٧] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُنَّ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَهُ، فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَمْشِي، مَا تُخْطِئُ مِشْيَتُهَا مِنْ مَشْيَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ شَيْئًا، فَلَمَّا رَآهَا رَحَّبَ بِهَا وَقَالَ:

[687] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس آپ کی تمام بیویاں موجود تھیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لے آئیں۔ ان کی چال اور رسول اللہ ﷺ کی چال میں کوئی فرق نہیں تھا۔ جب آپ نے انھیں

[687] صحيح البخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حديث:3623، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل فاطمة بنت النبي ﷺ رضي الله عنها، حديث:2450.

«مَرْحَبًا بِابْنَتِي»، ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيدًا، فَلَمَّا رَأَى جَزَعَهَا، سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَضَحِكَتْ، فَقُلْتُ لَهَا: خَصَّكِ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ بَيْنِ نِسَائِهِ بِالسِّرَارِ، ثُمَّ أَنْتِ تَبْكِينَ! فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سَأَلْتُهَا: مَا قَالَ لَكِ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَتْ: مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ سِرَّهُ. فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قُلْتُ: عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِي عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ، لَمَا حَدَّثْتِنِي مَا قَالَ لَكِ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ فَقَالَتْ: أَمَّا الْآنَ فَنَعَمْ، أَمَّا حِينَ سَارَّنِي فِي الْمَرَّةِ الْأُولَى فَأَخْبَرَنِي: «أَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، وَأَنَّهُ عَارَضَهُ الْآنَ مَرَّتَيْنِ، وَإِنِّي لَا أُرَى الْأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ، فَاتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي، فَإِنَّهُ نِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ»، فَبَكَيْتُ بُكَائِي الَّذِي رَأَيْتِ. فَلَمَّا رَأَى جَزَعِي سَارَّنِي الثَّانِيَةَ، فَقَالَ: «يَا فَاطِمَةُ! أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ، أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ؟» فَضَحِكْتُ ضَحِكِيَ الَّذِي رَأَيْتِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

دیکھا تو انھیں خوش آمدید کہا اور فرمایا: میری بیٹی کو خوش آمدید ہو۔'' پھر انھیں اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھایا اور ان کے ساتھ رازدارانہ انداز میں باتیں کیں جس سے وہ خوب روئیں۔ پس جب آپ نے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو دوبارہ چپکے سے ان سے بات کی جس سے وہ (خوش ہوکر) ہنس پڑیں۔ میں نے حضرت فاطمہ سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کے درمیان اپنے راز کے لیے تمھیں خاص کیا اور پھر بھی تم روتی ہو! پس جب رسول اللہ ﷺ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو میں نے فاطمہ سے پوچھا: تم سے رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟ انھوں نے جواب دیا: میں رسول اللہ ﷺ کے راز کو فاش کرنے والی نہیں ہوں۔ جب رسول اللہ ﷺ وفات پاگئے تو میں نے حضرت فاطمہ سے کہا: میرا تم پر (بہ حیثیت ماں کے) جو حق ہے میں اس کے حوالے سے تمھیں قسم دے کر پوچھتی ہوں کہ مجھے بتلاؤ کہ تم سے رسول اللہ ﷺ نے کیا بات کی تھی؟ تو حضرت فاطمہ ؓ نے کہا: ہاں' اب بتلاتی ہوں۔ پہلی مرتبہ جب آپ نے مجھ سے رازدارانہ گفتگو فرمائی تو آپ نے مجھے بتلایا کہ ان سے جبریل سال میں ایک یا دو مرتبہ (دو مرتبہ کا لفظ یہاں راوی کا شک ہے' صحیح صرف ایک مرتبہ ہے' جیسا کہ دوسری روایات میں ہے) قرآن کا دور کرتے ہیں (ایک دوسرے کو باری باری قرآن سناتے ہیں) اور اب کی مرتبہ (رمضان میں) یہ دور دو مرتبہ فرمایا۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ موت قریب آگئی ہے' پس تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا' کیونکہ میں تیرے لیے بہت اچھا پیش رو ہوں۔'' پس (یہ بات سن کر) میں رو پڑی جیسا کہ تم نے دیکھا۔ پس جب آپ نے میری گھبراہٹ دیکھی تو دوبارہ مجھ سے چپکے سے گفتگو کی اور فرمایا: ''اے فاطمہ! کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ تو تمام مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو' یا (فرمایا:) اس امت

کی تمام عورتوں کی سردار ہو؟'' تو میں ہنسنے لگی جو کہ تم نے دیکھا۔ (بخاری و مسلم۔ اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی راز کی حفاظت کرنے اور اسے لوگوں سے چھپانے کا اثبات ہے۔ علاوہ ازیں غمناک بات سے بے اختیار رونے کا ذکر اور مصیبت پر صبر کرنے کی تاکید ہے۔ نیز نعمت پر عجب اور غرور میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ ② اس میں حضرت فاطمہ ؓ کی فضیلت کا بھی بیان ہے اور قرآن مجید کے دور کرنے کا بھی۔

[٦٨٨] وَعَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَى عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَنَا أَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ، فَسَلَّمَ عَلَيْنَا، فَبَعَثَنِي فِي حَاجَةٍ، فَأَبْطَأْتُ عَلَى أُمِّي. فَلَمَّا جِئْتُ قَالَتْ: مَا حَبَسَكَ؟ فَقُلْتُ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ لِحَاجَةٍ، قَالَتْ: مَا حَاجَتُهُ؟ قُلْتُ: إِنَّهَا سِرٌّ. قَالَتْ: لَا تُخْبِرَنَّ بِسِرِّ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَحَدًا. قَالَ أَنَسٌ: وَاللهِ! لَوْ حَدَّثْتُ بِهِ أَحَدًا، لَحَدَّثْتُكَ بِهِ يَا ثَابِتُ!. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[688] حضرت ثابت حضرت انس ؓ سے روایت کرتے ہیں‘ حضرت انس کہتے ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جب کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا‘ پس آپ نے ہم (بچوں) کو سلام کیا اور مجھے ایک کام کے لیے بھیج دیا‘ چنانچہ مجھے اپنی ماں کے پاس آنے میں دیر ہوگئی‘ پس جب میں آیا تو والدہ نے پوچھا: تجھے کس چیز نے روک لیا تھا؟ میں نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام کے لیے بھیج دیا تھا۔ انھوں نے پوچھا: وہ کیا کام تھا؟ میں نے کہا: ایک راز ہے۔ والدہ نے فرمایا: (ٹھیک ہے) رسول اللہ ﷺ کا راز کسی کو مت بتلانا۔ حضرت انس ؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر وہ راز کسی کو بیان کرنا ہوتا تو اے ثابت! میں تجھ سے ضرور بیان کرتا۔ (مسلم)

وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَهُ مُخْتَصَرًا.

اس کا کچھ حصہ مختصراً امام بخاری ؒ نے بھی بیان کیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی راز کے افشا نہ کرنے کی تاکید ہے۔ حضرت انس کے یہ کہنے پر کہ یہ ایک راز ہے‘ ان کی والدہ نے اسے ظاہر کرنے پر اصرار نہیں کیا بلکہ بیٹے کے موقف کی تائید کرتے ہوئے انھیں راز کو چھپائے رکھنے کی تاکید فرمائی۔ بہرحال اخلاقی تعلیمات کا یہ بھی ایک حصہ ہے کہ دوست احباب کے رازوں کو اپنے سینوں ہی میں محفوظ رکھا جائے۔ انھیں عام نہ کیا جائے‘ الا یہ کہ کسی راز کے افشا کرنے کی وہ صراحتاً اجازت دے دیں۔ ② اچھے اخلاق پر اولاد کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے اور بچپن ہی سے اسے اخلاقی ضابطوں سے آگاہ کرنا چاہیے۔

[688] صحيح البخاري، الاستئذان، باب حفظ السر، حديث:6289، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أنس بن مالك رضي الله عنه، حديث:2482.

[٨٦] بَابُ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَإِنْجَازِ الْوَعْدِ

باب :86- عہد نبھانے اور وعدہ پورا کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى : ﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ [الإسراء : ٣٤].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''عہد کو پورا کرو، یقیناً عہد کی بابت سوال کیا جائے گا۔''

وَقَالَ تَعَالَى : ﴿وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ﴾ [النحل : ٩١].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم اس سے عہد کرلو (اس پر ایمان لے آؤ)۔''

وَقَالَ تَعَالَى : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ [المائدة : ١].

نیز فرمایا: ''اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو۔''

وَقَالَ تَعَالَى : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ [الصف : ٢، ٣].

اور فرمایا: ''اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو۔ اللہ کے ہاں یہ بات بڑی ناراضی والی ہے کہ تم وہ باتیں کہو جو تم کرو نہیں۔''

فائدۂ آیات: ایک عہد وہ ہے جو آپس میں انسان ایک دوسرے سے کرتے ہیں اور اسی طرح باہمی وعدے بھی۔ علاوہ ازیں لین دین کے معاملات بھی اسی ذیل میں آتے ہیں۔ دوسرا عہد وہ ہے جو انسان نے اللہ سے کیا ہوا ہے کہ وہ صرف اسی ایک اللہ کی عبادت کرے گا جو ''عہد الست'' کہلاتا ہے۔ اسی طرح اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ وہ اس امر کا عہد بھی کرتا ہے کہ اللہ کے احکام کی وہ پابندی کرے گا۔ عہد کے پورا کرنے کے حکم میں مذکورہ تمام عہد شامل ہیں جن کو پورا کرنے کا انسان مکلّف ہے۔

[٦٨٩] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : «آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ : إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[689] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ خیانت کرے۔'' (بخاری ومسلم)

زَادَ فِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : «وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ».

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: ''اگرچہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور گمان رکھے کہ وہ مسلمان ہے۔''

[689] صحيح البخاري، الإيمان، باب علامات المنافق، حديث: 33، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان خصال المنافق، حديث: 59.

فائدہ: یہ روایت بَابُ الْأَمْرِ بِأَدَاءِ الْأَمَانَةِ، حدیث نمبر 199 میں گزر چکی ہے۔ اس باب میں ذکر کرنے سے مقصود اس بات کی وضاحت ہے کہ وعدہ خلافی منافق کی نشانی ہے۔

[٦٩٠] وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[690] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چار چیزیں ہیں جس آدمی میں وہ ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی' یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے: جب امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس میں خیانت کرے' جب بات کرے تو جھوٹ بولے' جب عہد کرے تو بدعہدی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ پر اتر آئے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① زبان سے ایمان و اسلام کا اظہار اور دل میں اسلام کے خلاف بغض و عناد رکھنا نفاق کہلاتا ہے۔ عہد رسالت میں منافقین کا ایک ایسا ٹولہ موجود تھا جس کی خصلتیں مذکورہ حدیثوں میں بیان ہوئی ہیں۔ دلوں میں پنہاں بغض و عناد کو انسان نہیں جان سکتے حتی کہ نبی اکرم ﷺ کو بھی ان کا علم نہیں ہوتا تھا' کیونکہ آپ بھی نبوت کے عظیم ترین شرف و فضل کے باوجود انسان ہی تھے' تاہم رسول کریم ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے آگاہ فرما دیا تھا۔ لیکن اب یہ جاننے کا کوئی یقینی ذریعہ موجود نہیں ہے کہ ایمان و اسلام کا اظہار کرنے والوں میں اگر کچھ لوگ منافق ہیں تو وہ کون ہیں؟ اس لیے احادیث میں منافقین کے اخلاق و کردار کی روشنی میں ان کی چند واضح علامات بیان کر دی گئی ہیں تاکہ مخلص مسلمانوں سے ان کا امتیاز ہو سکے۔ ② علماء نے صراحت کی ہے کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں: ایک اعتقادی اور دوسری عملی۔ اعتقادی نفاق کا مطلب ہے منافق دل میں کفر کو چھپائے رکھے اور زبان سے اس کے برعکس اسلام کا اظہار کرے جیسے آج کل کمیونسٹ اور سیکولر قسم کے مسلمان خاندانوں میں پیدا ہونے والے لوگ ہیں۔ اور عملی نفاق یہ ہے کہ دل میں تو ایمان ہی ہو لیکن منافقوں والی مذکورہ خصلتیں اس میں پائی جائیں۔ بدقسمتی سے آج مسلمانوں کی اکثریت عملی نفاق میں مبتلا ہے اور منافقین کی خصلتیں ان میں عام پائی جاتی ہیں۔ مسلمانوں کے اس منافقانہ کردار اور اخلاق و عمل کی کوتاہیوں نے مسلمانوں کو دنیا بھر میں ذلیل و رسوا اور اسلام کو بے اثر کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔

[٦٩١] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَعْطَيْتُكَ

[691] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر بحرین کا مال آیا تو میں تجھے

[690] صحيح البخاري، الإيمان، باب علامات المنافق، حديث: 34، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان خصال المنافق، حديث: 58.

[691] صحيح البخاري، الهبة و فضلها والتحريض عليها، باب إذا وهب هبة أو وعد....، حديث: 2598، وصحيح مسلم، الفضائل، باب في سخائه ﷺ، حديث: 2314.

هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا» فَلَمْ يَجِيءْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ. فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَنَادٰى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا، فَأَتَيْتُهُ وَقُلْتُ لَهُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِي كَذَا وَكَذَا، فَحَثٰى لِي حَثْيَةً، فَعَدَدْتُهَا، فَإِذَا هِيَ خَمْسُمِائَةٍ، فَقَالَ لِي: خُذْ مِثْلَيْهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اس طرح اور اس طرح اور اس طرح دوں گا۔'' پس نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں تو بحرین کا مال نہیں آیا' حتی کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ (آپ کے بعد) جب بحرین کا مال آیا تو حضرت ابوبکر ؓ نے حکم دے کر اعلان کرایا کہ جس شخص سے رسول اللہ ﷺ کا کوئی عہد یا آپ پر قرض ہوتو وہ ہمارے پاس آئے' چنانچہ میں حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ایسے ایسے فرمایا تھا۔ پس حضرت ابوبکر نے مجھے لپ بھر کر مال دیا' میں نے اسے گنا تو وہ پانچ سو تھے۔ پھر انھوں نے مجھ سے فرمایا: اس سے دوگنا اور لے لو۔ (تاکہ تین لپ پورے ہو جائیں۔)

(بخاری ومسلم)

فوائد و مسائل: ① هٰكَذَا، وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا کی وضاحت صحیح بخاری کی روایت میں اس طرح ہے: فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ''آپ نے تین مرتبہ دونوں ہاتھوں کو پھیلایا'' یعنی دونوں ہاتھ بھر کر میں تجھے تین مرتبہ مال دوں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر ؓ نے اپنی خلافت میں نبی ﷺ کے اس عہد کو پورا فرمایا اور تین مرتبہ لپ بھر کر انھیں مال دیا (اردو میں دونوں ہتھیلیوں سے دینے کو لپ بھر کر دینا کہتے ہیں۔) ② اس میں وفات کے بعد بھی فوت ہونے والے کے عہد کو پورا کرنے کی تاکید ہے۔ گویا وفات سے' کیا ہوا عہد ختم نہیں ہوگا بلکہ ورثاء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مرنے والے کے عہد کو نبھائیں۔ اسی طرح حکومتی سطح پر کیے گئے وعدے کو پورا کرنا نئے بننے والے حکمران کی ذمہ داری ہوگی' جیسے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے کیا۔

[٨٧] بَابُ الْمُحَافَظَةِ عَلٰى مَا اعْتَادَهُ مِنَ الْخَيْرِ

باب:87- بھلائی کے جن کاموں کی عادت ہو' ان کی پابندی کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا۟ مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ [الرعد: ١١]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت نہیں بدلتا' جب وہ خود (گناہوں کا ارتکاب کر کے) اپنی حالت نہ بدلے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّتِى نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنۢ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَـٰثًا﴾ [النحل: ٩٢]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم اس عورت کی طرح نہ ہو جس نے اپنا کاتا ہوا سوت' مضبوط کرنے (بٹنے اور درست کرنے

یا محنت اٹھانے) کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا۔''

وَ[الْأَنْكَاثُ]: جَمْعُ نِكْثٍ، وَهُوَ الْغَزْلُ الْمَنْقُوضُ.

أَنْكَاثُ: نِكْثٌ کی جمع ہے ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا سوت۔

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ﴾ [الْحَدِيد: ١٦]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اہل ایمان ان لوگوں کی طرح نہ ہوں جنھیں ان سے پہلے کتاب دی گئی' پس جب ان پر مدت لمبی ہوگئی تو ان کے دل سخت ہو گئے (اور وہ دنیا کی لذتوں میں پھنس گئے اور اللہ کے احکام سے اعراض کیا)۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾ [الحديد: ٢٧].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھر جیسا چاہیے تھا ویسا اس کو نبھا نہ سکے۔''

فائدۂ آیات: پہلی آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر اپنا انعام نازل فرماتا ہے' یعنی اسے حکومت و بادشاہت' مال و دولت یا عزت و شرف دیتا ہے تو وہ یہ نعمت اس وقت تک نہیں چھینتا جب تک وہ کفر و اعراض کا راستہ اختیار کر کے اپنی حالت نہیں بدل لیتی۔ گویا کفر اور ناشکری کی پاداش میں اللہ تعالیٰ اپنی نعمت واپس لے کر اس اقتدار سے بہرہ ور قوم کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔ دوسری آیت میں ایک تمثیل کے ذریعے سے اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ نیکی کا راستہ چھوڑ کر بدی کا راستہ اختیار کرنا ایسے ہی ہے جیسے سوت کات کر خود ہی اسے تار تار کر دینا اور اپنی ساری محنت کو خود ہی ضائع کر لینا۔ تیسری آیت میں بطور خاص اہل ایمان کو اہل کتاب کے سے رویے سے اجتناب کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہود و نصاریٰ ایک مدت گزرنے کے بعد دنیا کی لذتوں میں منہمک ہوگئے اور احکام الٰہی کو پس پشت ڈال دیا جس کے نتیجے میں ان کے دل سخت اور ان کی اکثریت نافرمان ہوگئی۔ چوتھی آیت میں بھی انھی کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ جس رہبانیت کو انھوں نے اپنے طور پر اختیار کیا تھا' اسے بھی وہ نہ نبھا سکے۔ مقصد ان آیتوں کے ذکر سے یہ ہے کہ انسان کو نیکی کا راستہ اپنائے رکھنا چاہیے' اس سے انحراف نہایت خطرناک ہے جیسا کہ باب کے عنوان سے بھی واضح ہے۔ اب ایک حدیث ملاحظہ ہو۔

[٦٩٢] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا عَبْدَ اللهِ! لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ، كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ!». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[692] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عبداللہ! تم فلاں شخص کی طرح مت ہونا' وہ رات کو اٹھ کر اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا' پھر اس نے رات کو اٹھنا چھوڑ دیا۔'' (بخاری و مسلم)

[692] صحيح البخاري، التهجد، باب ما يكره من ترك قيام الليل لمن كان يقومه، حديث:1152، وصحيح مسلم، الصيام، باب النهي عن صوم الدهر......، حديث:(185)-1159.

فائدہ: اس حدیث میں یہی تاکید ہے کہ انسان جو بھی خیر اور بھلائی کا کام کرتا ہے' اسے پابندی سے کرتے رہنا چاہیے۔ اس کا ترک صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح آہستہ آہستہ وہ غیر شعوری طور پر بدی کی طرف جانا شروع کر دیتا ہے' جو ایک خطرناک بات ہے۔ انسان کی عافیت' استقلال کے ساتھ نیکی کو اپنائے رکھنے ہی میں ہے' اسی کو استقامت کہتے ہیں۔

[٨٨] بَابُ اسْتِحْبَابِ طِيبِ الْكَلَامِ وَطَلَاقَةِ الْوَجْهِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

باب:88- عمدہ گفتگو اور ملاقات کے وقت خندہ روئی کا مظاہرہ کرنا پسندیدہ امر ہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَٱخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ [الْحِجْر: ٨٨]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اے پیغمبر!) تو اپنے بازو مومنوں کے لیے پست کر دے (یعنی ان کے سامنے نرمی اور تواضع اختیار کر)۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلْقَلْبِ لَٱنفَضُّواْ مِنْ حَوْلِكَ﴾. [آل عمران: ١٥٩].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اگر تو تندخو اور سخت دل ہوتا تو یہ یقیناً تیرے پاس سے بھاگ جاتے۔''

فائدۂ آیات: پہلی آیت میں نبیٔ اکرم ﷺ کو نرمی اور تواضع اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور دوسری آیت میں واضح فرمایا کہ دعوت وتبلیغ کے لیے نرمی' تواضع اور اس طرح کی دیگر اخلاقی خوبیاں بہت ضروری ہیں ورنہ لوگ قریب ہونے کی بجائے دور ہو جائیں گے اور محبت کی بجائے نفرت کریں گے۔ ان آیات میں اخلاقی خوبیاں اختیار کرنے کی ترغیب وتاکید ہے۔ اب موضوع سے متعلق چند احادیث ملاحظہ ہوں:

[٦٩٣] عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[693] حضرت عدی بن حاتم ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آگ سے بچو' اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے ہی سے ہو (یعنی اس کا صدقہ کرے۔) پس جو یہ بھی نہ پائے تو اچھی بات کے ذریعے سے بچے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت مند سائل کو دینے کے لیے کھجور یا نصف کھجور بھی نہ ہو تو اس سے اچھے انداز میں گفتگو کر لینا بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے بشرطیکہ ایمان موجود ہو۔

[٦٩٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ

[694] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے' نبیٔ اکرم

[693] صحيح البخاري، الأدب، باب طيب الكلام، حديث:6023، وصحيح مسلم، الزكاة، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة أو كلمة طيبة....، حديث:1016.

[694] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب من أخذ بالركاب ونحوه، حديث:2989، وصحيح مسلم، الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، حديث:1009.

النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهُوَ بَعْضُ حَدِيثٍ تَقَدَّمَ بِطُولِهِ [رقم: ١٢٢].

ﷺ نے فرمایا: ''اچھی بات بھی صدقہ ہے۔'' (بخاری ومسلم) یہ ایک حدیث کا حصہ ہے جو پوری کی پوری پہلے گزر چکی ہے۔ (دیکھیے رقم: 122)

فائدہ: گویا صدقہ یہی نہیں ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا جائے' بلکہ اچھے انداز سے گفتگو کرنا بھی صدقہ ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام نے اخلاقی قدروں اور آداب کو کتنی اہمیت دی ہے۔

[٦٩٥] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيقٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[695] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی اچھے کام کو حقیر مت سمجھو' اگرچہ تمھارا اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔'' (مسلم)

فائدہ: معروف' ہر وہ کام ہے جو شرعی لحاظ سے پسندیدہ ہے۔ ایسے شرعاً مستحسن کام کو' چاہے دیکھنے میں وہ کتنا ہی چھوٹا ہو' حقیر نہیں سمجھنا چاہیے' حتی کہ خندہ پیشانی سے ملنا بھی' جس کی لوگوں کی نظروں میں کوئی خاص حیثیت شاید نہ ہو لیکن چونکہ اخلاقی اعتبار سے یہ ایک نہایت عمدہ صفت اور باطنی محبت کی مظہر ہے' اس لیے اسلام میں اس کی بھی بڑی اہمیت ہے۔

[٨٩] بَابُ اسْتِحْبَابِ بَيَانِ الْكَلَامِ وَإِيضَاحِهِ لِلْمُخَاطَبِ وَتَكْرِيرِهِ لِيَفْهَمَ إِذَا لَمْ يَفْهَمْ إِلَّا بِذٰلِكَ

باب:89- مخاطب کو سمجھانے کے لیے بات کا مکرر اور وضاحت سے کرنا جب کہ اس کے بغیر اس کا سمجھنا ممکن نہ ہو' مستحب ہے

[٦٩٦] عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ، وَإِذَا أَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[696] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو تین مرتبہ اسے دہراتے حتی کہ وہ (خوب) سمجھ لی جاتی۔ اور جب کسی قوم کے پاس آتے اور انھیں سلام کرتے تو سلام بھی تین مرتبہ کرتے۔ (بخاری)

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ تین تین مرتبہ گفتگو اور سلام کا دہرانا مستحسن ہے' بالخصوص جب کہ ضرورت اس کی داعی ہو اور سامعین کے لیے ایک دو مرتبہ میں سمجھنا مشکل ہو۔ تین مرتبہ گفتگو کے اعادے سے مراد خاص مواقع پر لوگوں کو خوب ذہن نشین کرانے کے لیے بات کا دہرانا ہے۔ ② امام بخاری اور امام اسماعیلی کی تحقیق کے مطابق تین دفعہ سلام کا دہرانا اس صورت میں ہے جب کوئی شخص کسی مجلس یا گھر وغیرہ میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے' یعنی اس کا تعلق

[695] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء، حديث:2626.

[696] صحيح البخاري، العلم، باب من أعاد الحديث ثلاثا، حديث:95.

استئذان سے ہے عام مجالس میں یہی مسنون ہے کہ ایک دفعہ سلام کہے۔ واللہ أعلم. دیکھیے: (فتح الباری: 1/189)

[٦٩٧] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ يَسْمَعُهُ. رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ.

[697] حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی گفتگو صاف اور واضح ہوتی' جسے ہر سننے والا سمجھ لیتا۔ (ابوداود)

فوائد و مسائل: ① فَصْلًا کا مفہوم شارحین نے صاف اور واضح بیان کیا ہے' تاہم اس کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ٹھہر ٹھہر کر اس طرح گفتگو فرماتے کہ زبان مبارک سے نکلنے والا ہر لفظ الگ الگ ہوتا۔ الفاظ اس طرح گڈمڈ نہ ہوتے جیسے عام طور پر تیز بولنے والوں سے ہوتے ہیں۔ ② اس میں نبی اکرم ﷺ کی فصاحت اور سامع کی رعایت کرنے اور اسے بات سمجھانے کے سلیقے اور جذبے کا بیان ہے۔

[٩٠] بَابُ إِصْغَاءِ الْجَلِيسِ لِحَدِيثِ جَلِيسِهِ الَّذِي لَيْسَ بِحَرَامٍ، وَاسْتِنْصَاتِ الْعَالِمِ وَالْوَاعِظِ حَاضِرِي مَجْلِسِهِ

باب:90- اپنے ہم نشین کی جائز بات پر کان لگانے اور عالم و واعظ کا اپنی مجلس کے حاضرین کو چپ کرانے کا بیان

[٦٩٨] عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: «اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ» ثُمَّ قَالَ: «لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[698] حضرت جریر بن عبداللہ ؓ بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع (اپنے آخری حج) میں فرمایا: ''لوگوں کو خاموش کراؤ۔'' پھر فرمایا: ''تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: ''خاموش کراؤ''۔ اس سے امام نووی ؒ نے دو باتوں پر استدلال فرمایا ہے کہ جائز بات ہو رہی ہو تو کان لگا کر توجہ سے بات سننا جائز ہے۔ (بلکہ بعض صورتوں میں ضروری ہے۔) یہ ٹوہ لگانے میں شامل نہیں ہے جو ممنوع اور حرام ہے۔ اور بات سننے کے لیے کان اس وقت لگائے جا سکتے ہیں جب خاموشی ہوگی۔ دوسری بات تو بالکل واضح ہے کہ اپنی بات سنانے کے لیے حاضرین کو خاموش ہونے اور خاموش رہنے کی تلقین کی جائے۔ مزید دیکھیے: (باب تحریم الظلم، حدیث: 205)

[697] سنن أبي داود، الأدب، باب الهدي في الكلام، حديث: 4839.

[698] صحيح البخاري، العلم، باب الإنصات للعلماء، حديث: 121، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان معنى قول النبيﷺ: [لا ترجعوا بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض]، حديث: 65.

[۹۱] بَابُ الْوَعْظِ وَالْاِقْتِصَادِ فِيهِ

باب:91-وعظ ونصیحت اور اس میں میانہ روی کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ [النحل: ١٢٥].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اپنے رب کے راستے کی طرف دانائی اور اچھے وعظ کے ذریعے سے بلا۔''

فائدۂ آیت: اس میں وعظ ونصیحت کرنے کا حکم بھی ہے اور اعتدال ملحوظ رکھنے کا بھی' اس لیے کہ اعتدال سے تجاوز' لوگوں کے لیے بار خاطر ہوگا جو وعظ وتبلیغ کی حکمت کے خلاف ہے' جبکہ حکم' حکمت کے ساتھ وعظ ونصیحت کرنے کا ہے۔

[٦٩٩] عَنْ أَبِي وَائِلٍ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُذَكِّرُنَا فِي كُلِّ خَمِيسٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ، فَقَالَ: أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذٰلِكَ أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ وَإِنِّي أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ، كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[يَتَخَوَّلُنَا]: يَتَعَهَّدُنَا.

[699] حضرت ابووائل شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ ونصیحت فرمایا کرتے تھے۔ ان سے ایک آدمی نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! میری بڑی خواہش ہے کہ آپ ہمیں روزانہ وعظ فرمایا کریں۔ آپ نے فرمایا: مجھے روزانہ وعظ کرنے سے یہ چیز روکتی ہے کہ میں تمھیں اکتاہٹ میں ڈالنا پسند نہیں کرتا۔ میں وعظ و نصیحت میں تمھارا خیال رکھتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہمارا خیال رکھتے تھے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔ (بخاری ومسلم)

يَتَخَوَّلُنَا: ہمارا خیال رکھتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ وعظ ونصیحت میں بھی اعتدال ملحوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ لوگ اس سے زیادہ خوفزدہ نہ ہوں کیونکہ پابندی سے لوگ اکتا جاتے ہیں گو وہ پسندیدہ ہی ہو۔ ② اسی طرح ضروری ہے کہ تعلیم وتربیت کے لیے ایسے اوقات رکھے جائیں جن میں لوگ خوشی سے شرکت کریں نہ کہ رعب یا لالچ کے ذریعے سے ان کو اس میں شریک کیا جائے۔ ③ اس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبۂ اتباعِ رسول کی بھی وضاحت ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابووائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ] شقیق بن سلمہ تابعی ہیں۔ ان کی کنیت ابووائل ہے۔ آلِ حضرمی کے آزاد کردہ ہیں۔ حضرت انس' ابوبکر' عمر' عثمان اور معاذ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایات لیتے اور بیان کرتے ہیں۔ ابن معین کہتے ہیں: ''ان جیسا کوئی سو سال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' 64 ہجری میں فوت ہوئے۔

[699] صحيح البخاري، العلم، باب من جعل لأهل العلم أياما معلومة، حديث: 70، وصحيح مسلم، صفات المنافقين و أحكامهم، باب الاقتصاد في الموعظة، حديث: (83)-2821.

[٧٠٠] وَعَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ طُولَ صَلَاةِ الرَّجُلِ، وَقِصَرَ خُطْبَتِهِ، مَئِنَّةٌ مِّنْ فِقْهِهِ، فَأَطِيلُوا الصَّلَاةَ، وَأَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[700] حضرت ابویقظان عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''آدمی کا لمبی نماز پڑھنا اور اپنے خطبے میں اختصار کرنا اس کی سمجھ داری کی علامت ہے' اس لیے تم نماز لمبی کیا کرو اور خطبہ مختصر دیا کرو۔ (مسلم)

[مَئِنَّةٌ]: بِمِيمٍ مَّفْتُوحَةٍ، ثُمَّ هَمْزَةٍ مَّكْسُورَةٍ، ثُمَّ نُونٍ مُّشَدَّدَةٍ، أَيْ: عَلَامَةٌ دَالَّةٌ عَلٰى فِقْهِهِ.

مَئِنَّةٌ: ''میم'' پر زبر ''ہمزہ'' کے نیچے زیر' پھر نون مشدد' یعنی ایسی علامت جو اس کی سمجھداری پر دلالت کرے۔

فوائد ومسائل: ① اس میں نماز کے لمبا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مقتدیوں کی مجبوریوں کو نظر انداز کر کے خوب لمبی نماز پڑھی جائے کیونکہ ایسا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اور تاکید کی گئی ہے کہ جب تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو ہلکی نماز پڑھاؤ کیونکہ نماز پڑھنے والوں میں ضعیف' بوڑھے اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔ ② یہاں خطبے کے مقابلے میں نماز کو لمبا کرنے کا ذکر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خطبۂ جمعہ مختصر ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہ خطبہ تو بہت لمبا ہو اور نماز اتنی مختصر ہو' جیسے کوا ٹھونگیں مارتا ہے۔ نماز پورے خشوع وخضوع' اطمینان وسکون اور اعتدال ارکان کے ساتھ پڑھی جائے' اس کا جھٹکا نہ کیا جائے اور خطبے میں اختصار ملحوظ رکھا جائے۔ ہمارے ملک میں اس حدیث کے برعکس عمل ہے' یعنی خطبہ لمبا' بلکہ خوب لمبا' اور نماز مختصر بلکہ نہایت ہی مختصر۔ اس حدیث کے مطابق ایسے علماء دین کی سمجھ سے بے بہرہ ہیں۔ فَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذَا.

راویٔ حدیث: [حضرت ابوالیقظان عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما] عمار بن یاسر بن عامر الكنانی، المذحجی، العنسی، القحطانی۔ ان کی کنیت ابویقظان ہے۔ گورنروں' بہادر اور صاحب رائے صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس کا کھلم کھلا اظہار کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ ان کی والدہ سمیہ اور باپ یاسر نے بھی اسلام کا اظہار کیا اور شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم۔ یہ بدر، احد، خندق اور بیعت رضوان میں شریک رہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھیں کوفہ کا والی بنایا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل وصفین میں شریک رہے۔ 37 ہجری کو جنگ صفین ہی میں شہید ہو گئے۔ ان سے کتب احادیث میں 162 احادیث مروی ہیں۔

[٧٠١] وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَا أَنَا أُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللهُ! فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ، فَقُلْتُ: وَاثُكْلَ أُمِّيَاهْ! مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ؟ فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ

[701] حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ نمازیوں میں سے ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے کہا: يَرْحَمُكَ اللّٰه تو لوگ مجھے گھور کر دیکھنے لگے۔ میں نے کہا: ''ہائے ماں کی جدائی'' (یہ محاورۂ عرب ہے جس کا مقصد

[700] صحيح مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، حديث: 869.

[701] صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب تحريم الكلام في الصلاة و نسخ ما كان من اباحته، حديث: 537.

عَلٰى أَفْخَاذِهِمْ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُونَنِي، لٰكِنِّي سَكَتُّ. فَلَمَّا صَلّٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي، مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِّنْهُ، فَوَاللهِ! مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي. قَالَ: «إِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ، وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ» أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ، وَقَدْ جَاءَ اللهُ بِالْإِسْلَامِ، وَإِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَأْتُونَ الْكُهَّانَ؟ قَالَ: «فَلَا تَأْتِهِمْ»، قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُونَ؟ قَالَ: «ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُونَهُ فِي صُدُورِهِمْ، فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

بددعا نہیں) تمھیں کیا ہے کہ تم مجھے گھور گھور کر دیکھ رہے ہو۔ پس وہ اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے لگے۔ جب میں نے انھیں دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرا رہے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! میں نے آپ جیسا معلم (استاد) آپ سے پہلے دیکھا نہ آپ کے بعد جو آپ سے زیادہ اچھی تعلیم دینے والا ہو۔ اللہ کی قسم! آپ نے مجھے ڈانٹا نہ مارا اور نہ سب وشتم کیا' (صرف اتنا) فرمایا: ''بے شک یہ نماز (ایسی چیز ہے کہ) اس میں انسانوں کی گفتگو میں سے کوئی بات درست نہیں۔ یہ تو صرف تسبیح' تکبیر اور قرآن پڑھنے کا نام ہے۔'' یا جیسے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں زمانۂ جاہلیت کے قریب ہوں اور (اب) اللہ اسلام کو لے آیا ہے اور ہم میں سے کچھ لوگ نجومیوں کے پاس جاتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''تم ان کے پاس نہ جاؤ۔'' میں نے کہا: اور ہم میں سے کچھ لوگ بدشگونی لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''یہ ایک ایسی چیز ہے جسے وہ اپنے سینوں میں محسوس کرتے ہیں (یعنی دل کے بہلاوے کی بات ہے۔) یہ ان کو کام سے ہرگز نہ روکے۔'' (مسلم)

[اَلثُّكْلُ]: بِضَمِّ الثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ: اَلْمُصِيبَةُ وَالْفَجِيعَةُ. [مَا كَهَرَنِي]، أَيْ: مَا نَهَرَنِي.

اَلثُّكْل: 'ثا' پر پیش۔ مصیبت اور ناگہانی آفت۔ (لیکن مذکورہ فقرے میں یہ بطور محاورہ استعمال ہوا ہے۔) مَا كَهَرَنِي: مجھے ڈانٹا' جھڑکا نہیں۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں جس طرح کوئی اور گفتگو منع ہے' اسی طرح چھینک کا جواب دینا بھی صحیح نہیں ہے' البتہ خود چھینکنے والا اگر الحمدللہ کہہ لے تو جائز ہے کیونکہ یہ اللہ کی حمد ہے جو نماز میں جائز ہے۔ ② اس میں نبی ٔ اکرم ﷺ کی تعلیم وتربیت کا ایک انداز بیان کیا گیا ہے کہ آپ نہایت احسن طریقے سے انجان لوگوں کو دین کی باتیں سمجھاتے اور ان کی لاعلمی پر مبنی کوتاہیوں پر درشتی اور کرختگی کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔ اس میں معلمین اور دعاۃ (مبلغین اسلام) وغیرہ کے لیے بڑا سبق ہے۔ ③ نجومیوں سے مستقبل کے حالات معلوم کرنے کے لیے ان کے پاس جانے کی ممانعت ہے۔ ④ بدشگونی سے بھی آپ نے روکا ہے۔ کہانت اور بدشگونی دونوں جاہلیت میں عام تھیں' اسلام نے آکر ان کو ختم کیا۔

لیکن جاہل مسلمانوں میں یہ خرافات اب پھر عام ہوگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

راویٔ حدیث: [حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ] حکم کی ''حا اور کاف'' دونوں پر زبر ہے۔ معاویہ بن حکم بنوسلیم قبیلے کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے سلمی کہلاتے ہیں۔ صحابی ہیں۔ اہل حجاز میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مدینہ کو اپنا مسکن بنایا اور بنوسلیم میں رہنے لگے۔ 117 ہجری میں فوت ہوئے۔ نبی ﷺ کے 13 فرامین ان سے مروی ہیں۔ امام مسلم نے ان کی صرف ایک روایت جبکہ بقول امام نووی رحمہ اللہ امام ابوداود اور نسائی رحمہما اللہ نے روایات لی ہیں۔

[٧٠٢] وعن العِرْباضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، وَذَكَرَ الْحَدِيثَ، وَقَدْ سَبَقَ بِكَمَالِهِ فِي بَابِ الْأَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ، [رقم: ١٥٧] وَذَكَرْنَا أَنَّ التِّرْمِذِيَّ قَالَ: إِنَّهُ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[702] حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایسا بلیغ و مؤثر وعظ ارشاد فرمایا کہ جس سے دل ڈر گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ حضرت عرباض نے ساری حدیث بیان کی۔ یہ حدیث مکمل طور پر بَابُ الْأَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ (رقم:157) میں گزر چکی ہے۔ اور ہم نے ذکر کیا تھا کہ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس میں وضاحت ہے کہ بہترین وعظ اور خطبہ وہ ہے جو مختصر، جامع اور مؤثر و نافع ہو۔

[٩٢] بَابُ الْوَقَارِ وَالسَّكِينَةِ

باب:92-وقار اور سکینت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾ [الفرقان: ٦٣].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان کا واسطہ جاہلوں سے پڑتا ہے تو سلام کہہ کر گزر جاتے ہیں۔''

فائدۂ آیت: ڈگ بھر کر چلنا کہ وقار اور سنجیدگی مجروح ہوتی ہو گنوار پن کی اور آہستگی سے چلنا وقار کی دلیل ہے۔ تیزی سے لیکن باوقار انداز سے چلنا نبیٔ اکرم ﷺ کا طریقہ ہے۔ اسی طرح جاہلوں سے الجھنا بھی متانت کے خلاف ہے۔ اللہ کے بندے جاہلوں سے مخاطبت ترک کر کے خاموش ہو کر چلے جاتے ہیں۔

[٧٠٣] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتَّى

[703] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کو اس طرح قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے

[702] جامع الترمذي، العلم، باب ماجاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدعة، حديث:2676.

[703] صحيح البخاري، الأدب، باب التبسم والضحك، حديث:6092، وصحيح مسلم، صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤية الريح......، حديث:899 مطولاً.

تُرٰى مِنْهُ لَهَوَاتُهُ، إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نہیں دیکھا کہ آپ کے گلے کے کوے نظر آنے لگیں۔ آپ صرف مسکرایا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

[اَللَّهَوَاتُ]: جَمْعُ لَهَاةٍ، وَهِيَ اللَّحْمَةُ الَّتِي فِي أَقْصٰى سَقْفِ الْفَمِ.

اَللَّهَوَاتُ: لَهَاةٌ کی جمع ہے۔ حلق کا کوا، یعنی گوشت کا وہ ٹکڑا جو منہ کے آخری بالائی حصے پر ہوتا ہے۔

فوائد و مسائل: ① زیادہ ہنسنا اللہ سے غفلت کی دلیل ہے، اس لیے قرآن میں فرمایا گیا ہے: ﴿فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا﴾ (التوبۃ82:9) ''پس چاہیے کہ وہ (لوگ) ہنسیں تھوڑا، روئیں زیادہ۔'' ② کھلکھلا کر اور ٹھٹھے مار کر ہنسنے سے انسان کا وقار اور اس کا رعب و دبدبہ ختم ہو جاتا ہے، اس لیے باوقار، سنجیدہ اور اصحاب شرف و فضل اس طرح ہنسنے سے گریز کرتے ہیں گو ان کے لبوں پر ہر وقت مسکراہٹ رہتی ہے۔ مطلب یہ کہ ہنسنے میں بھی دائرۂ ادب سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔

[٩٣] بَابُ النَّدْبِ إِلٰى إِتْيَانِ الصَّلَاةِ وَالْعِلْمِ وَنَحْوِهِمَا مِنَ الْعِبَادَاتِ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ

باب:93- نماز، علم اور اس قسم کی دیگر عبادات کی طرف سکینت اور وقار کے ساتھ آنا مستحب ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَن يُعَظِّمْ شَعَـٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى ٱلْقُلُوبِ﴾ [الحج: ٣٢].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جو شخص اللہ کی مقرر کردہ ادب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو یہ (فعل) دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے۔''

فائدۂ آیت: شعائر، شعیرة کی جمع ہے۔ اس سے مراد دین کے اوامر و احکام ہیں جو اللہ نے مقرر کیے ہیں جن کا ادب و احترام، یعنی ان پر عمل ضروری ہے۔ جس طرح یہ سارے اعمال بجائے خود ادب و احترام کے قابل ہیں اسی طرح ان کی ادائیگی اور بجا لانے میں بھی وقار اور سکینت کے پہلوؤں کو ملحوظ رکھا جائے۔ یہی باب کا مفاد ہے۔

[٧٠٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَلَا تَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ، وَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَمْشُونَ، وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةَ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[704] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم اس کے لیے دوڑتے ہوئے نہ آؤ (آرام سے معمول کی چال) چلتے ہوئے آؤ اور سکینت اختیار کرو۔ جو نماز امام کے ساتھ پالو وہ پڑھ لو اور جو تم سے فوت ہو جائے اسے پورا کر لو۔'' (بخاری و مسلم)

[704] صحيح البخاري، الأذان، باب لايسعى إلى الصلاة......، حديث:636، وصحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب إتيان الصلاة بوقار و سكينة......، حديث:602.

زَادَ مُسْلِمٌ فِي رِوَايَةٍ لَهُ: «فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ يَعْمِدُ إِلَى الصَّلاةِ فَهُوَ فِي صَلاةٍ».

مسلم نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں: ''تمھارا ایک آدمی جب نماز کا قصد کر لیتا ہے تو وہ نماز (کی حالت) ہی میں شمار ہوتا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ جماعت کے حصول کے لیے دوڑ بھاگ کر آنا ممنوع ہے کیونکہ یہ وقار کے خلاف ہے جبکہ حکم وقار اور سکینت اختیار کرنے کا ہے بالخصوص نماز وغیرہ کے لیے آتے وقت۔ ② جب انسان گھر سے وضو کر کے نکلتا ہے تو اسی وقت سے اسے نماز میں شمار کر لیا جاتا ہے۔ ③ امام کے ساتھ ملنے والی رکعت مقتدی کی پہلی رکعت ہوگی۔ بعد میں جو ادا کرے گا وہ آخری رکعتیں ہوں گی۔ اور یہ بات عقل و نقل (دلائل) کے عین مطابق ہے۔

[٧٠٥] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ وَرَاءَهُ زَجْرًا شَدِيدًا وَّضَرْبًا وَّصَوْتًا لِلْإِبِلِ، فَأَشَارَ بِسَوْطِهِ إِلَيْهِمْ وَقَالَ: «أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْإِيضَاعِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَرَوَى مُسْلِمٌ بَعْضَهُ.

[705] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ عرفے کے دن نبی ﷺ کے ساتھ (عرفات سے) واپس لوٹ رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے پیچھے سخت ڈانٹ' مار اور اونٹوں (کے بڑبڑانے) کی آواز سنی تو آپ نے اپنے کوڑے کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''اے لوگو! سکینت اختیار کرو (یعنی سکون سے چلو) اس لیے کہ تیز رفتاری نیکی نہیں ہے۔'' (بخاری۔ مسلم نے بھی اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔)

[اَلْبِرُّ]: اَلطَّاعَةُ. وَ[الْإِيضَاعُ]: بِضَادٍ مُعْجَمَةٍ قَبْلَهَا يَاءٌ وَهَمْزَةٌ مَكْسُورَةٌ، وَهُوَ: الْإِسْرَاعُ.

اَلْبِرُّ: نیکی اور اِیضَاعٌ: ''ضاد'' کے ساتھ ہے جس سے پہلے ''یا'' اور ''ہمزہ'' مکسورہ ہے' معنی ہیں: تیز روی۔

فوائد و مسائل: ① دفع کے معنی دھکیلنے کے ہوتے ہیں' اس لیے یہ متعدی ہے لیکن اس کا عام استعمال مفعول کے بغیر ہوتا ہے' اس لیے یہ لازم کے مشابہ ہے۔ عرفات سے واپس لوٹنے کو دفع کے لفظ سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ اس روز لوگ عرفات سے اس طرح لوٹتے ہیں گویا انھیں دھکیلا جا رہا ہے۔ ② اس میں بھی وقار اور سکون اختیار کرنے اور تیز روی سے اجتناب کی تلقین ہے۔ مناسک حج کی ادائیگی کے دوران میں مقامات حج پر اس ہدایت پر عمل کرنے کی بڑی شدید ضرورت ہے کیونکہ وہاں ہر جگہ انسانوں کا بے پناہ ہجوم ہوتا ہے۔ ایسے میں ایک دوسرے کو دھکیل کر خود تیزی سے آگے بڑھنے کی کوشش دوسروں کی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے جس کا مشاہدہ ہر سال ایام حج میں ہوتا ہے لیکن مسلمانوں میں صبر و ضبط کی کمی

[705] صحيح البخاري، الحج، باب أمر النبي ﷺ بالسكينة عند الإفاضة......، حديث:1671، وصحيح مسلم، الحج، باب استحباب إدامة الحاج التلبية......، حديث:1282.

اور اپنے مذہب کی اخلاقی ہدایات سے ناآشنائی یا بے اعتنائی کی وجہ سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو پاتا اور سعودی حکومت کے بے مثال اور وسیع انتظامات کے باوجود انسانی جانوں کا ضیاع تقریباً ایک معمول سا بن گیا ہے۔ هَدَى اللّٰهُ الْمُسْلِمِين.

[٩٤] بَابُ إِكْرَامِ الضَّيْفِ

باب:94- مہمان کی عزت وتکریم کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿هَلْ أَتَىٰكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَٰهِيمَ ٱلْمُكْرَمِينَ ۝ إِذْ دَخَلُوا۟ عَلَيْهِ فَقَالُوا۟ سَلَـٰمًا قَالَ سَلَـٰمٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ ۝ فَرَاغَ إِلَىٰٓ أَهْلِهِۦ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ۝ فَقَرَّبَهُۥٓ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ﴾ [الذاريات: ٢٤-٢٧].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”کیا تیرے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات پہنچی ہے؟ جب وہ ان کے پاس گئے تو انھوں نے سلام کیا، حضرت ابراہیم نے بھی جواب میں کہا: سلام (اور کہا: یہ) انجانے لوگ ہیں۔ پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک پلا ہوا بچھڑا (بھون کر) لائے اور ان کے قریب کیا اور فرمایا: تم کھاتے کیوں نہیں؟“

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَجَآءَهُۥ قَوْمُهُۥ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِن قَبْلُ كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ۚ قَالَ يَـٰقَوْمِ هَـٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِى هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ ۖ فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِى ضَيْفِىٓ ۖ أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ﴾ [هود: ٧٨].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”لوط کے پاس ان کی قوم دوڑتی ہوئی آئی اور اس سے پہلے بھی وہ برائیوں کا ارتکاب کرتے تھے۔ حضرت لوط (علیہ السلام) نے فرمایا: اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں تمھارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں، چنانچہ اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی بھی سمجھ دار آدمی نہیں ہے؟“

فائدۂ آیات: قرآن مجید کے ان دونوں مقامات پر مہمانوں کی عزت وتکریم کا ذکر ہے جس سے امام نووی رحمہ اللہ نے اکرام ضیف کا اثبات فرمایا ہے۔ مزید وضاحت کے لیے ذیل کی احادیث ملاحظہ ہوں:

[٧٠٦] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

[706] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے۔ اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ صلہ رحمی (رشتے داروں

[706] صحيح البخاري، الأدب، باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره، حديث:6018، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الحث على اكرام الجار والضيف ولزوم الصمت......، حديث:47.

فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

سے حسن سلوک) کرے۔ اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ بھلائی کی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① مہمان کی عزت کرنے کا مطلب ہے، خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرے، حسب استطاعت، خوش دلی سے اس کی مہمان نوازی کرے اور اس کے آرام و راحت کا خیال رکھے۔ ② صلہ رحمی کا مطلب، رشتے داروں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ ③ گفتگو کم کرنے کا مطلب ہے کہ بے فائدہ اور فضول باتوں سے گریز کرے۔ زبان کو ذکر الٰہی، توبہ و استغفار اور کلمۂ خیر کے لیے وقف رکھے یا پھر زیادہ خاموش رہے۔ یہ تینوں خوبیاں ان لوگوں کی بتلائی گئی ہیں جو صحیح معنوں میں اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ ان میں کوتاہی کرنے والوں کا ایمان ناقص اور خام ہے۔

[۷۰۷] وَعَنْ أَبِي شُرَيْحٍ خُوَيْلِدِ بْنِ عَمْرٍو الْخُزَاعِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتَهُ» قَالُوا: وَمَا جَائِزَتُهُ يَا رَسُولَ اللهِ؟! قَالَ: «يَوْمُهُ وَلَيْلَتُهُ. وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، فَمَا كَانَ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[707] حضرت ابوشریح خویلد بن عمرو خزاعی ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے مہمان کی عزت کرتے ہوئے اس کا حق ادا کرنا چاہیے۔'' صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ایک دن اور رات (یعنی اس میں اپنی طاقت کے مطابق بہتر کھانا تیار کرے۔) اور مہمان نوازی تین دن ہے، جو اس کے علاوہ ہو، وہ صدقہ ہے۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: «لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُقِيمَ عِنْدَ أَخِيهِ حَتّٰى يُؤْثِمَهُ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! وَكَيْفَ يُؤْثِمُهُ؟ قَالَ: «يُقِيمُ عِنْدَهُ وَلَا شَيْءَ لَهُ يَقْرِيهِ بِهِ».

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: ''کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس (اتنا زیادہ) ٹھہرے حتی کہ اسے گناہ گار کر دے۔'' صحابہ نے پھر عرض کیا: ''یارسول اللہ! اس کو گناہ گار کیسے کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ''اس کے پاس ٹھہرا رہے اور اس کے پاس کوئی چیز نہ رہے جس کے ساتھ وہ اس کی مہمان نوازی کرے۔''

فائدہ: اس میں مہمان نوازی کے مزید آداب و حدود کی وضاحت ہے کہ پہلے دن اور رات عمدہ کھانے کا اہتمام کیا جائے اور اس کے بعد دو دن مزید معمول کے مطابق مہمان نوازی کی جائے۔ تین دن کے بعد مہمان کو چاہیے کہ وہ وہاں

[707] صحيح البخاري، الأدب، باب إكرام الضيف و خدمته إياه بنفسه......، حديث:6135، و صحيح مسلم، اللقطة، باب الضيافة، حديث:48 بعد حديث:1726.

سے چلا جائے' تاہم اگر وہ نہ جائے تو اس کے بعد مہمان نوازی بطور صدقہ ہوگی۔

[٩٥] بَابُ اسْتِحْبَابِ التَّبْشِيرِ وَالتَّهْنِئَةِ بِالْخَيْرِ

95- خیر کی خوشخبری دینے اور مبارکباد کہنے کے استحباب کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ ○ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ﴾ [الزمر: ١٧، ١٨]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرے ان بندوں کو خوشخبری دے دے جو بات کو غور سے سنتے ہیں' پھر اس میں سے سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔'' (جیسے برائی کرنے والے کو معاف کر دینا اور تنگ دست مقروض کو مہلت دینا یا قرض ہی معاف کر دینا' وغیرہ۔)

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّٰتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ﴾ [التوبة: ٢١]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''انھیں ان کا رب خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت' رضامندی اور ایسے باغات کی جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾ [فصلت: ٣٠]

نیز فرمایا: ''اور تمھیں خوشخبری ہو اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿فَبَشَّرْنَٰهُ بِغُلَٰمٍ حَلِيمٍ﴾ [الصافات: ١٠١]

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم نے اس (ابراہیم) کو انتہائی بردبار بچے کی خوشخبری دی۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ إِبْرَٰهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ﴾ [هود: ٦٩].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور البتہ تحقیق ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَٱمْرَأَتُهُۥ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَٰهَا بِإِسْحَٰقَ وَمِن وَرَآءِ إِسْحَٰقَ يَعْقُوبَ﴾ [هود: ٧١]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ابراہیم کی بیوی کھڑی تھی' وہ ہنسی اور ہم نے اسے اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿فَنَادَتْهُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُصَلِّي فِي ٱلْمِحْرَابِ أَنَّ ٱللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ﴾ [آل عمران: ٣٩].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''زکریا کو فرشتوں نے پکارا جب کہ وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ تجھے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے۔''

وَقَالَ تَعَالَى: ﴿إِذْ قَالَتِ الْمَلَٰٓئِكَةُ يَٰمَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ﴾ الْآيَةَ [آل عمران:٤٥]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ تجھے اپنے کلمے (عیسیٰ) کی خوشخبری دیتا ہے' اس کا نام مسیح ہے..... الخ۔'' (حضرت عیسیٰ کو اللہ کا کلمہ اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کی پیدائش بغیر باپ کے کلمہ 'کُنْ' سے ہوئی ہے جو ایک اعجازی ولادت ہے۔)

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَّعْلُومَةٌ.

اور اس باب میں متعدد مشہور آیات ہیں۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ فَكَثِيرَةٌ جِدًّا، وَهِيَ مَشْهُورَةٌ فِي الصَّحِيحِ، مِنْهَا:

احادیث بھی بکثرت ہیں اور صحیح (بخاری و مسلم) میں مشہور ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

[٧٠٨] عَنْ أَبِي إِبْرَاهِيمَ - وَيُقَالُ: أَبُو مُحَمَّدٍ، وَيُقَالُ: أَبُو مُعَاوِيَةَ - عَبْدِاللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَشَّرَ خَدِيجَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ، لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[708] حضرت ابوابراہیم' یا ابومحمد یا انھیں ابومعاویہ بھی کہا جاتا ہے' (ان کی کنیت میں اختلاف ہے) عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خوشخبری دی کہ (ان کے لیے) جنت میں موتیوں کا گھر ہو گا' جس میں نہ شور ہو گا نہ تکان۔ (بخاری و مسلم)

[اَلْقَصَبُ] هُنَا: اَللُّؤْلُؤُ الْمُجَوَّفُ. وَ[الصَّخَبُ]: اَلصِّيَاحُ وَاللَّغَطُ. وَ[النَّصَبُ]: اَلتَّعَبُ.

قَصَبٌ سے یہاں مراد جوف دار (درمیان سے خالی) موتی ہیں۔ صَخَبٌ: شور و غوغا اور نَصَبٌ: تکان (تھکاوٹ۔)

فائدہ: اس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے علاوہ خیر کی خوشخبری دینے کا اثبات ہے۔

[٧٠٩] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ تَوَضَّأَ فِي بَيْتِهِ، ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: لَأَلْزَمَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَلَأَكُونَنَّ مَعَهُ يَوْمِي هٰذَا، فَجَاءَ الْمَسْجِدَ، فَسَأَلَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالُوا: وَجَّهَ هٰهُنَا، قَالَ: فَخَرَجْتُ عَلَى أَثَرِهِ أَسْأَلُ عَنْهُ حَتَّى

[709] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے گھر میں وضو کیا اور باہر نکل گیا۔ (اپنے دل میں) کہا کہ میں ضرور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہوں گا اور آج کا دن آپ کے ساتھ ہی گزاروں گا۔ چنانچہ وہ مسجد میں آئے اور نبی اکرم ﷺ کی بابت (لوگوں سے)

[708] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب تزويج النبي ﷺ خديجة وفضلها رضي الله تعالى عنها، حديث: 3819، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل خديجة أم المؤمنين رضي الله تعالى عنها، حديث: 2433.

[709] صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ: (لو كنت متخذا خليلا)، حديث: 3674، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عثمان بن عفان رضي الله عنه، حديث: 2403.

دَخَلَ بِئْرَ أَرِيسٍ، فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ حَتّٰى قَضٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ حَاجَتَهُ وَتَوَضَّأَ، فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَإِذَا هُوَ قَدْ جَلَسَ عَلٰى بِئْرِ أَرِيسٍ، وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا، وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ، فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ فَقُلْتُ: لَأَكُونَنَّ بَوَّابَ رَسُولِ اللهِ ﷺ الْيَوْمَ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَدَفَعَ الْبَابَ فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: أَبُو بَكْرٍ، فَقُلْتُ: عَلٰى رِسْلِكَ. ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! هٰذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَ: **«اِئْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ»**، فَأَقْبَلْتُ حَتّٰى قُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ: أُدْخُلْ وَرَسُولُ اللهِ يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَمِينِ النَّبِيِّ ﷺ مَعَهُ فِي الْقُفِّ، وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ، ثُمَّ رَجَعْتُ وَجَلَسْتُ، وَقَدْ تَرَكْتُ أَخِي يَتَوَضَّأُ وَيَلْحَقُنِي، فَقُلْتُ: إِنْ يُرِدِ اللهُ بِفُلَانٍ - يُرِيدُ أَخَاهُ - خَيْرًا يَأْتِ بِهِ، فَإِذَا إِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقُلْتُ: عَلٰى رِسْلِكَ، ثُمَّ جِئْتُ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ: هٰذَا عُمَرُ يَسْتَأْذِنُ؟ فَقَالَ: **«اِئْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ»**، فَجِئْتُ عُمَرَ، فَقُلْتُ: أَذِنَ وَيُبَشِّرُكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْقُفِّ عَنْ يَسَارِهِ، وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ: إِنْ يُرِدِ اللهُ بِفُلَانٍ

پوچھا تو صحابہ نے بتلایا کہ آپ نے اس طرف کا رخ فرمایا ہے۔ (حضرت ابوموسیٰ) فرماتے ہیں: پس میں آپ کے قدموں کے نشانات پر آپ کے متعلق پوچھتا ہوا آپ کے پیچھے نکل کھڑا ہوا' حتی کہ آپ بِئْرِ أَرِيس (قباء کے قریب ایک باغ) پہنچ گئے۔ میں دروازے پر بیٹھ گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے قضائے حاجت کے بعد وضو فرما لیا تو میں آپ کی طرف گیا تو دیکھا کہ آپ بئر اریس کی منڈیر پر بیٹھے ہیں (بخاری کی ایک روایت میں [عَلٰى قُفِّ الْبِئْرِ] کے الفاظ ہیں) اور پنڈلیوں کو ننگا کر کے کنویں میں لٹکایا ہوا ہے۔ میں نے آپ کو سلام عرض کیا اور پھر واپس آ کر دروازے پر بیٹھ گیا۔ اور میں نے (دل میں) کہا کہ میں آج ضرور رسول اللہ ﷺ کا دربان رہوں گا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ انھوں نے فرمایا: ابوبکر۔ میں نے کہا: ٹھہریے۔ پھر میں گیا اور کہا: یارسول اللہ! یہ ابوبکر' اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''انھیں اجازت دے دو اور جنت کی خوشخبری (بھی) دے دو۔'' چنانچہ میں آیا حتی کہ ابوبکر سے کہا: تشریف لائیے' اور رسول اللہ ﷺ آپ کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر اندر تشریف لائے اور نبی ﷺ کے ساتھ منڈیر پر آپ کی دائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پیر کنویں میں لٹکا لیے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا اور اپنی پنڈلیاں ننگی کر لیں۔ میں پھر واپس آ کر (دروازے پر) بیٹھ گیا۔ اور میں (گھر سے نکلتے وقت) اپنے بھائی کو وضو کرتا چھوڑ کر آیا تھا کہ مجھے خود ہی آ کر مل جائے گا۔ تو میں نے (دل میں) کہا: اگر اللہ تعالیٰ فلاں' یعنی اس کے بھائی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو اسے یہاں لے آئے گا۔ اتنے میں کوئی شخص آیا اور دروازہ ہلانے لگا۔

خَيْرًا - يَعْنِي أَخَاهُ - يَأْتِ بِهِ، فَجَاءَ إِنْسَانٌ فَحَرَّكَ الْبَابَ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ فَقُلْتُ: عَلٰى رِسْلِكَ، وَجِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: «اِئْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ مَعَ **بَلْوٰى تُصِيبُهُ**»، فَجِئْتُ، فَقُلْتُ: أُدْخُلْ وَيُبَشِّرُكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوٰى تُصِيبُكَ، فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِيءَ، فَجَلَسَ وِجَاهَهُمْ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ. قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: فَأَوَّلْتُهَا قُبُورَهُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

میں نے کہا: کون ہے؟ اس نے کہا: عمر بن خطاب۔ چنانچہ میں نے کہا: ذرا ٹھہریے۔ میں پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ کو سلام عرض کیا اور کہا: یہ عمر ہیں' اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''انھیں اجازت اور جنت کی خوش خبری دے دو۔'' لہٰذا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: آپ کو رسول اللہ ﷺ نے (اندر آنے کی) اجازت اور جنت کی خوش خبری دی ہے۔ چنانچہ وہ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منڈیر پر آپ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پیر کنویں میں لٹکا لیے۔ میں پھر واپس آ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور (دل میں) کہا: اگر اللہ تعالیٰ فلاں' یعنی اس کے بھائی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو اسے (یہاں) لے آئے گا۔ اتنے میں کوئی اور شخص آیا۔ اس نے دروازہ ہلایا تو میں نے پوچھا: کون ہے۔ اس نے کہا: عثمان بن عفان۔ میں نے کہا: اچھا ٹھہریے! اور میں نے نبی اکرم ﷺ کو آ کر اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا: ''انھیں اجازت دے دو اور ایک بَلْوٰی (حادثے) کے ساتھ جو انھیں پیش آئے گا' جنت کی خوشخبری سنا دو۔'' چنانچہ میں آیا اور ان سے کہا: تشریف لایئے اور رسول اللہ ﷺ آپ کو ایک حادثے کے ساتھ' جو آپ کو پیش آئے گا' جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ اندر تشریف لائے تو دیکھا کہ کنویں کی منڈیر پر ہو گئی ہے (یعنی نبی ﷺ کے دائیں بائیں دونوں جانب جگہ نہیں ہے) پس وہ آپ کے سامنے دوسری جانب بیٹھ گئے۔ حضرت سعید بن مسیّب (مشہور تابعی اور حضرت ابوموسیٰ سے روایت کرنے والے راوی) فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے ان کی قبروں کی تاویل کی (یعنی ابوبکر اور عمر قبر میں بھی اسی طرح ساتھ ہوں گے جب کہ عثمان کی قبر الگ ہو گی۔) (بخاری و مسلم)

وَزَادَ فِي رِوَايَةٍ : وَأَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ بِحِفْظِ الْبَابِ. وَفِيهَا : أَنَّ عُثْمَانَ حِينَ بَشَّرَهُ حَمِدَ اللهَ تَعَالَى، ثُمَّ قَالَ : اَللهُ الْمُسْتَعَانُ.

اور ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے دروازے کی نگرانی کا حکم فرمایا۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب خوشخبری سنائی تو انھوں نے اللہ کی حمد بیان کی اور فرمایا: اللہ ہی اس لائق ہے کہ اس سے مدد طلب کی جائے۔

قَوْلُهُ : [وَجَّهَ]: بِفَتْحِ الْوَاوِ وَتَشْدِيدِ الْجِيمِ، أَيْ : تَوَجَّهَ. وَقَوْلُهُ: [بِئْرِ أَرِيسٍ]: هُوَ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ الرَّاءِ، وَبَعْدَهَا يَاءٌ مُثَنَّاةٌ مِنْ تَحْتُ سَاكِنَةٌ، ثُمَّ سِينٌ مُهْمَلَةٌ، وَهُوَ مَصْرُوفٌ، وَمِنْهُمْ مَنْ مَنَعَ صَرْفَهُ. وَ[الْقُفُّ]: بِضَمِّ الْقَافِ وَتَشْدِيدِ الْفَاءِ : هُوَ الْمَبْنِيُّ حَوْلَ الْبِئْرِ. قَوْلُهُ : [عَلٰى رِسْلِكَ] بِكَسْرِ الرَّاءِ عَلَى الْمَشْهُورِ، وَقِيلَ بِفَتْحِهَا، أَيْ : اُرْفُقْ.

وَجَّهَ: ''واؤ'' پر زبر اور ''جیم'' پر تشدید۔ رخ کیا۔ بِئْرِ أَرِيس: أَرِيس کے ''ہمزہ'' پر زبر' ''را'' کے نیچے زیر اور اس کے بعد ''یا'' ساکن اور پھر ''سین''۔ یہ منصرف ہے اور بعض کے نزدیک غیر منصرف۔ قُفّ: ''قاف'' پر پیش اور ''فا'' پر تشدید۔ کنویں کے اردگرد چبوترہ یا منڈیر۔ عَلٰى رِسْلِكَ: ''را'' کے نیچے زیر مشہور ہے اور بعض کے نزدیک را پر زبر ہے۔ ذرا ٹھہریں اور انتظار فرمائیں۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث کا تعلق باب سے واضح ہے کہ اس میں بھی خوشخبری دینے کا اثبات ہے۔ ② خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو ان کے جنتی ہونے کی بشارت دے دی گئی۔ اس کے بعد بھی ان کے ایمان میں شک کرنا' شقاوت ازلی کی نشانی نہیں تو اور کیا ہے؟ ③ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بابت جس بلوے کی پیش گوئی فرمائی' وہ ان کی خلافت کے آخر میں پیش آیا' جب کہ عبداللہ بن سبا یہودی اور اس کے مکروہ اور بے بنیاد پروپیگنڈے سے متاثر فسادی گروہ نے حضرت عثمان کا محاصرہ کر لیا اور بالآخر آپ کو شہید کر دیا۔ رضی اللہ عنہ۔ اس میں نبی اکرم ﷺ کی صداقت کی دلیل ہے۔ ④ بیداری کے عالم میں بھی تاویل وتعبیر جائز ہے' اسے فراست کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں تمثیل میں مِنْ كُلِّ الْوُجُوہ مشابہت یا برابری ضروری نہیں' چنانچہ شیخین نبی ﷺ کے ساتھ حجرۂ عائشہ میں اور حضرت عثمان بقیع الغرقد (جنت البقیع) میں مدفون ہیں۔

[٧١٠] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ : كُنَّا قُعُودًا حَوْلَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَمَعَنَا أَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي نَفَرٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا، وَخَشِينَا أَنْ يُّقْتَطَعَ دُونَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ،

[710] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اردگرد بیٹھے تھے' اور ہمارے ساتھ (لوگوں میں) حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ تو (اچانک) رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے اور ہمارے پاس واپس آنے میں آپ نے کافی دیر فرمائی تو ہم ڈر گئے کہ

[710] صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا، حديث:31.

فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رَسُولَ اللهِ ﷺ حَتّٰى أَتَيْتُ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ لِبَنِي النَّجَّارِ، فَدُرْتُ بِهِ هَلْ أَجِدُ لَهُ بَابًا؟ فَلَمْ أَجِدْ، فَإِذَا رَبِيعٌ يَدْخُلُ فِي جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِئْرٍ خَارِجَهُ - وَالرَّبِيعُ: اَلْجَدْوَلُ الصَّغِيرُ فَاحْتَفَزْتُ، فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: **«أَبُو هُرَيْرَةَ؟»** فَقُلْتُ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: **«مَا شَأْنُكَ»** قُلْتُ: كُنْتَ بَيْنَ ظَهْرَيْنَا فَقُمْتَ فَأَبْطَأْتَ عَلَيْنَا، فَخَشِينَا أَنْ تُقْتَطَعَ دُونَنَا، فَفَزِعْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَأَتَيْتُ هٰذَا الْحَائِطَ، فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ، وَهٰؤُلَاءِ النَّاسُ وَرَائِي. فَقَالَ: **«يَا أَبَا هُرَيْرَةَ!»** وَأَعْطَانِي نَعْلَيْهِ فَقَالَ: **«اِذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ، فَمَنْ لَقِيتَ مِنْ وَّرَاءِ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ، فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ»**. وَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہماری غیر موجودگی میں آپ کو قتل نہ کر دیا گیا ہو اور ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے' اور میں سب سے پہلے گھبرانے والا تھا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلا' یہاں تک کہ میں انصار کے قبیلے بنو نجار کے باغ کی چار دیواری پر پہنچ گیا۔ میں اس کے ارد گرد گھوما کہ مجھے کسی دروازے کا سراغ مل جائے لیکن مجھے کوئی دروازہ نہیں ملا' تاہم ایک چھوٹے سے نالے پر نظر پڑی جو باغ سے باہر ایک کنویں سے نکل کر باغ کے اندر جا رہا تھا۔ اور ربیع چھوٹی سی نہر یا چھوٹے سے نالے کو کہتے ہیں۔ میں اس میں سے سمٹ سمٹا کر اندر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ آپ نے (مجھے دیکھ کر) فرمایا: ''ابوہریرہ؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں' یا رسول اللہ! فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' میں نے کہا: آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے' پس آپ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے اور واپسی میں آپ نے دیر فرما دی تو ہمیں ڈر محسوس ہوا کہ کہیں آپ کو ہماری غیر موجودگی میں قتل نہ کر دیا گیا ہو' چنانچہ ہم گھبرا اٹھے' گھبرانے والوں میں سب سے پہلا آدمی میں تھا۔ اس لیے میں اس باغ تک آ گیا اور (اندر داخل ہونے کے لیے) اس طرح سمٹ سکڑ گیا جس طرح لومڑی سمٹتی سکڑتی ہے۔ اور لوگ میرے پیچھے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اے ابوہریرہ!'' اور آپ نے مجھے اپنے دونوں جوتے دے کر ارشاد فرمایا'' جاؤ میرے یہ دونوں جوتے ساتھ لے جاؤ' اس باغ کی دیوار کے باہر جو بھی ملے' جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اس پر اس کے دل میں پورا یقین ہو تو اسے جنت کی خوشخبری دے دو۔'' اور لمبی (پوری) حدیث ذکر کی۔ (مسلم)

[**اَلرَّبِيعُ**]: اَلنَّهْرُ الصَّغِيرُ، وَهُوَ الْجَدْوَلُ - بِفَتْحِ الْجِيمِ - كَمَا فَسَّرَهُ فِي الْحَدِيثِ. وَقَوْلُهُ: [**اِحْتَفَزْتُ**]: رُوِيَ بِالرَّاءِ وَبِالزَّايِ، وَمَعْنَاهُ

اَلرَّبِيعُ: چھوٹی نہر۔ اور یہ نالہ ہے' جیسا کہ حدیث میں اس کی تفسیر اس کے ساتھ کی ہے۔ اِحْتَفَزْتُ: یہ ''را'' اور ''زا'' کے ساتھ دونوں طرح مروی ہے۔ ''زا'' کے ساتھ معنی

بِالزَّايِ: تَضَامَمْتُ وَتَصَاغَرْتُ حَتّٰى أَمْكَنَنِيَ الدُّخُولُ.

ہیں: میں نے سمٹ سمٹا کر اپنے وجود کو اتنا چھوٹا کر لیا حتی کہ میرے لیے نالے سے اندر جانا ممکن ہو گیا۔

فوائد و مسائل: ① یہ مسئلہ پہلے وضاحت سے بیان کیا جا چکا ہے کہ دل کی گہرائی سے اللہ پر ایمان رکھنے والا اگر اس نے شرک کا ارتکاب نہیں کیا ہوگا' تو وہ یقیناً جنت میں جائے گا' یا تو پہلے مرحلے ہی میں چلا جائے گا' اگر اللہ کی مشیت ہوئی' بصورت دیگر سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔ اس کا دائمی گھر جہنم نہیں' جنت ہی ہوگا۔ ② اس حدیث میں خوشخبری کے اثبات کے علاوہ مومن کے بہر حال جنتی ہونے کی نوید ہے۔

[٧١١] وَعَنِ ابْنِ شُمَاسَةَ قَالَ: حَضَرْنَا عَمْرَو ابْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ فَبَكٰى طَوِيلًا، وَحَوَّلَ وَجْهَهُ إِلَى الْجِدَارِ، فَجَعَلَ ابْنُهُ يَقُولُ: يَا أَبَتَاهُ! أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِكَذَا؟ أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِكَذَا؟ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ: إِنَّ أَفْضَلَ مَا نُعِدُّ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، إِنِّي قَدْ كُنْتُ عَلٰى أَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَمَا أَحَدٌ أَشَدَّ بُغْضًا لِّرَسُولِ اللهِ ﷺ مِنِّي، وَلَا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكُونَ قَدِ اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتُهُ، فَلَوْ مُتُّ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ لَكُنْتُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَلَمَّا جَعَلَ اللهُ الْإِسْلَامَ فِي قَلْبِي أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: اُبْسُطْ يَمِينَكَ فَلِأُبَايِعْكَ، فَبَسَطَ يَمِينَهُ فَقَبَضْتُ يَدِي، فَقَالَ: «مَالَكَ يَا عَمْرُو؟» قُلْتُ: أَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِطَ، قَالَ: «تَشْتَرِطُ مَاذَا؟» قُلْتُ: أَنْ يُّغْفَرَ لِي، قَالَ: «أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ، وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا، وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ؟» وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ

[711] حضرت ابن شماسہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ وہ قریب الوفاۃ تھے۔ وہ کافی دیر تک روئے اور اپنا چہرہ دیوار کی طرف کر لیا۔ تو ان کا صاحبزادہ کہنے لگا: ابا جان! کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے فلاں خوشخبری نہیں دی تھی؟ کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے فلاں خوشخبری نہیں دی تھی؟ (دو مرتبہ انھوں نے کہا۔) چنانچہ آپ نے اپنا چہرہ اس کی طرف پھیرا اور فرمایا: بے شک سب سے افضل (توشۂ آخرت) جو ہم تیار کریں' وہ ہے اللہ کی توحید کی گواہی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ مجھ پر تین قسم کے حالات آئے (یعنی میں تین دوروں سے گزرا:) ① میں نے اپنا یہ حال دیکھا کہ مجھ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھنے والا کوئی نہ تھا' اس وقت سب سے زیادہ محبوب بات میرے لیے یہی تھی کہ اگر میں آپ پر قابو پالوں تو آپ کو قتل کر دوں۔ اگر میری موت اسی حالت میں آ جاتی تو یقیناً میں جہنمیوں میں سے ہوتا۔ ② پھر جب اللہ نے اسلام کی محبت میرے دل میں ڈال دی تو میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ آپ اپنا دایاں ہاتھ پھیلائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کر لوں۔

[711] صحيح مسلم، الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج، حديث:121.

رَّسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَا أَجَلَّ فِي عَيْنِي مِنْهُ، وَمَا كُنْتُ أُطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنِي مِنْهُ إِجْلَالًا لَّهُ، وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ. لِأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنِي مِنْهُ، وَلَوْ مُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، ثُمَّ وَلِينَا أَشْيَاءَ مَا أَدْرِي مَا حَالِي فِيهَا؟ فَإِذَا أَنَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبْنِي نَائِحَةٌ وَّلَا نَارٌ، فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي، فَشُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا، ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُورٌ، وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا، حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ، وَأَنْظُرَ مَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

آپ نے اپنا ہاتھ پھیلایا تو میں نے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے عمرو! کیا بات ہے؟'' میں نے کہا: میں ایک شرط کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''بتلاؤ' تمھاری کیا شرط ہے؟'' میں نے کہا: یہ کہ میرے گناہ بخش دیے جائیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اسلام پہلے کے گناہوں کو گرا دیتا (ختم کر دیتا) ہے۔ اور ہجرت اپنے ماقبل کے گناہوں کو گرا دیتی ہے اور حج پہلے کے گناہوں کو گرا (مٹا) دیتا ہے؟ (چنانچہ اسلام قبول کر کے میں نے آپ کی بیعت کر لی' اس کے بعد یہ حال ہو گیا کہ) مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب اور میری نظر میں آپ سے زیادہ جلیل القدر کوئی نہ تھا۔ آپ کی عظمت وجلالت کا نقش اس طرح میرے دل میں تھا کہ میں نظر بھر کر آپ ﷺ کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور اگر مجھ سے آپ کا حلیہ مبارک بیان کرنے کو کہا جائے تو میں اسے بیان نہیں کر سکتا' اس لیے کہ میں نے کبھی نظر بھر کر آپ کو دیکھا ہی نہیں۔ اگر میری موت اسی حال میں آ جاتی تو یقیناً امید تھی کہ میں جنتیوں میں سے ہوتا۔ ③ (اس کے بعد) پھر ہم کئی چیزوں کے ذمہ دار بنائے گئے (حکومتی مناصب پر فائز ہوئے) میں نہیں جانتا ان کے بارے میں میرا کیا حال ہوگا؟ پس جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ نہ تو کوئی نوحہ کرنے (رونے پیٹنے) والی عورت ہو اور نہ کوئی آگ۔ اور جب تم مجھے دفنا چکو تو مجھ پر تھوڑی تھوڑی کر کے مٹی ڈالنا' پھر میری قبر پر اتنی دیر کھڑے رہنا کہ جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت بانٹ دیا جائے تاکہ میں تم سے مانوس رہوں اور دیکھوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: [شُنُّوا]: رُوِيَ بِالشِّينِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالْمُهْمَلَةِ، أَيْ: صُبُّوهُ قَلِيلًا قَلِيلًا. وَاللهُ سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ.

شُنُّوا: یہ ''شین'' اور ''سین'' کے ساتھ' دونوں طرح مروی ہے' یعنی تھوڑی تھوڑی مٹی ڈالو۔

سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ .

فوائد و مسائل: ① حضرت عمرو بن عاص ؓ نے اپنی زندگی کے تین دور بیان فرمائے ہیں: ایک اسلام سے قبل، دوسرا اسلام کے بعد اور تیسرا، جب وہ حکومت کے ذمہ دارانہ مناصب (گورنری وغیرہ) پر فائز ہوئے۔ اس تیسرے دور کی گراں بار ذمہ داریوں سے وہ خوف زدہ تھے کہ ان میں کوتاہیوں کا ارتکاب نہ ہوگیا ہو جن کی وجہ سے بارگاہ الٰہی میں گرفت ہو۔ ② اسلام سے قبل کی شدید عداوت، قبول اسلام کے بعد شدید محبت میں تبدیل ہو گئی۔ ③ نبی ﷺ کی عظمت و جلالت صحابۂ کرام ؓ کے دلوں میں نقش تھی۔ ④ موت کے وقت تقصیر (کمی کوتاہی) کے خوف اور اللہ کی رحمت کی امید سے رونا جائز ہے۔ ⑤ اللہ کی رحمت کی بشارت کے ذریعے سے قریب الموت شخص کی تسکین خاطر کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ⑥ اسلام، ماقبل کے سارے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، بشرطیکہ اس کے بعد صحیح معنوں میں اسلام و ایمان کے تقاضوں کو بروئے کار لایا جائے۔ اسی طرح ہجرت، حج اور نماز وغیرہ سے انسان کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ⑦ میت پر بین اور نوحہ کرنا منع ہے۔ ⑧ موت سے پہلے وصیت کرنا مستحب ہے بالخصوص ان بدعات و رسومات کی بابت، جن کے ارتکاب کا اندیشہ ہو۔ ⑨ قبر میں منکر نکیر فرشتوں کے سوال کرنے کا اثبات، جیسا کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ ⑩ دفنانے کے بعد قبر پر دیر تک کھڑے رہنا اور میت کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرنا، سنت ہے، جیسا کہ دوسری روایات میں نبی اکرم ﷺ کا اس کے بارے میں حکم موجود ہے۔ ⑪ دفنانے کے فوراً بعد قبر پر نیک لوگوں کی موجودگی سے صاحب قبر کو تسکین ہوتی ہے اور سوال جواب میں آسانی، اس لیے حدیث میں تاکید ہے کہ کھڑے ہو کر اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابن شماسہ ؒ] عبدالرحمٰن بن شماسہ المہری۔ ابن شماسہ کے نام سے معروف ہیں۔ ابوعمرو المصری ان کی کنیت ہے۔ زید بن ثابت اور ابوذر ؓ سے روایات بیان کرتے ہیں۔ یہ تابعی ہیں۔ ابن حبان اور امام عجلی نے ان کی توثیق کی ہے۔ ابن بکیر کہتے ہیں کہ 100 ہجری کے بعد اور حافظ ابن حجر ؒ کے بقول 101 ہجری میں فوت ہوئے۔

[٩٦] بَابُ وَدَاعِ الصَّاحِبِ وَوَصِيَّتِهِ عِنْدَ فِرَاقِ السَّفَرِ وَغَيْرِهِ وَالدُّعَاءِ لَهُ وَطَلَبِ الدُّعَاءِ مِنْهُ

باب:96- ساتھی کو رخصت کرنے اور سفر وغیرہ کی جدائی کے وقت اسے وصیت کرنے، نیز اس کے حق میں دعا کرنے اور اپنے لیے اس سے دعا کی درخواست کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰی : ﴿وَوَصَّىٰ بِهَآ إِبْرَٰهِـۧمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَـٰبَنِىَّ إِنَّ ٱللَّهَ ٱصْطَفَىٰ لَكُمُ ٱلدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ أَمْ كُنتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ ٱلْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنۢ بَعْدِى قَالُوا۟ نَعْبُدُ إِلَـٰهَكَ وَإِلَـٰهَ ءَابَآئِكَ إِبْرَٰهِـۧمَ وَإِسْمَـٰعِيلَ وَإِسْحَـٰقَ إِلَـٰهًا وَٰحِدًا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اس (بات) کی وصیت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو کی اور یعقوب نے بھی: اے بیٹو! بے شک اللہ نے تمھارے لیے اس دین کو پسند کرلیا ہے، پس جب تمھیں موت آئے تو اس حال میں آئے کہ تم مسلمان ہو۔ کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب (علیہ السلام) کو موت آئی،

وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾ [البقرة: ۱۳۲، ۱۳۳].

جب انھوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انھوں نے کہا ہم آپ کے اور آپ کے باپ دادا' ابراہیم' اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔''

فائدۂ آیات: اس میں موت کے وقت وصیت کرنے کا ذکر ہے جس سے امام نووی رحمہ اللہ نے استدلال فرمایا ہے کہ سفر کے وقت بھی وصیت کرنا جائز ہے کیونکہ موت کا تو کوئی وقت مقرر ہی نہیں ہے اور سفر میں موت کا امکان حضر (اقامت) سے زیادہ ہوتا ہے' اس لیے سفر کے وقت بھی وصیت کر دینا بہتر ہے۔

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ فَمِنْهَا:

[۷۱۲] حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - اَلَّذِي سَبَقَ فِي بَابِ إِكْرَامِ أَهْلِ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ - قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِينَا خَطِيبًا، فَحَمِدَ اللهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَوَعَظَ وَذَكَّرَ، ثُمَّ قَالَ: «أَمَّا بَعْدُ، أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا: كِتَابُ اللهِ، فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ، وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ». فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللهِ، وَرَغَّبَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: «وَأَهْلُ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي». رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَقَدْ سَبَقَ بِطُولِهِ [رقم: ۳٤٦].

[712] احادیث میں سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو بَابُ إِكْرَامِ أَهْلِ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ میں گزر چکی ہے۔ انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ اللہ کی حمد و ثنا بیان کی' وعظ کیا اور نصیحت فرمائی' پھر فرمایا: ''اما بعد' اے لوگو! یقیناً میں بھی ایک انسان ہوں' قریب ہے کہ میرے پاس میرے رب کا فرستادہ آ جائے اور میں اس کا پیغام قبول کر لوں (کیونکہ اسے رد کرنا تو کسی انسان کے بس ہی میں نہیں۔) اور میں تمھارے' یعنی جنوں اور انسانوں کے اندر دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں: ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ چنانچہ تم اللہ کی کتاب کو پکڑو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔'' پھر آپ نے اللہ کی کتاب پر (عمل کرنے پر) ابھارا اور اس کے بارے میں ترغیب دی۔ پھر فرمایا: ''(اور دوسری چیز) میرے اہل بیت رضی اللہ عنہم ہیں۔ میں تمھیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہوں (کہ ان پر کوئی زیادتی نہ کرنا)۔'' مسلم۔ یہ روایت اس سے پہلے پوری گزر چکی ہے۔ (دیکھیے: رقم 346)

[712] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ، حديث: 2408.

فوائد و مسائل: ① اس میں نبی اکرم ﷺ نے اپنی بشریت کے حوالے سے فرمایا کہ انسان کی طرح موت سے مجھے بھی مفر نہیں' کاسۂ موت مجھے بھی بہر حال پینا ہے۔ اس حدیث کو یہاں لانے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں وصیت کرنے کا استحباب ہے۔ ② اہل بیت کی فضیلت بھی اس سے ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ کہ ان کا معاملہ نہایت نازک ہے' اس لیے انسان کو ان کا تذکرہ کرتے وقت نہایت محتاط رویہ اختیار کرنا چاہیے کہ ان کی گستاخی ہو نہ غلو۔

راویٔ حدیث: [حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ] ان کی کنیت ابوعمرو ہے۔ انصار کے قبیلے خزرج سے تعلق رکھنے کی وجہ سے انصاری اور خزرجی کہلاتے تھے۔ پہلی مرتبہ غزوۂ خندق میں شمولیت اختیار کی' اس کے بعد اسلام و کفر کے 17 معرکوں میں شریک ہوئے۔ کوفہ میں سکونت اختیار کی اور 66 یا 68 ہجری میں فوت ہوئے۔ کتب احادیث میں رسول اللہ ﷺ سے بیان کردہ ان کی 70 روایات ہیں۔

[٧١٣] وَعَنْ أَبِي سُلَيْمَانَ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَحِيمًا رَفِيقًا، فَظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَقْنَا أَهْلَنَا، فَسَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا مِنْ أَهْلِنَا، فَأَخْبَرْنَاهُ، فَقَالَ: «اِرْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ، فَأَقِيمُوا فِيهِمْ، وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ، وَصَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا، وَصَلُّوا كَذَا فِي حِينِ كَذَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[713] حضرت ابوسلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم ایک جیسی عمر کے نوجوان تھے۔ ہم بیس راتیں آپ کے پاس قیام پذیر رہے۔ اور رسول اللہ ﷺ بڑے مہربان اور نرم مزاج تھے' چنانچہ آپ کو خیال ہوا کہ ہم اپنے گھر والوں (کی ملاقات) کے مشتاق ہو گئے ہیں' چنانچہ آپ نے ہم سے پیچھے چھوڑے ہوئے ہمارے گھر والوں کی بابت پوچھا تو ہم نے آپ کو اس کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ (جسے سن کر) آپ نے فرمایا: ''تم اپنے گھر والوں کے پاس واپس چلے جاؤ اور وہیں رہو اور انھیں بھی (دین کی باتیں) سکھاؤ اور انھیں (بھلائی کا) حکم کرو اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت میں۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان کہے اور تم میں سے جو بڑا ہو' وہ تمھیں نماز پڑھائے۔'' (بخاری و مسلم)

زَادَ الْبُخَارِيُّ فِي رِوَايَةٍ لَهُ: «وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي».

اور بخاری نے اپنی ایک روایت میں یہ اضافہ کیا ہے: ''اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

[713] صحیح البخاري، الأذان، باب من قال: لیؤذن في السفر مؤذن واحد، حدیث:628، وصحیح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟، حدیث:674.

قَوْلُهُ: [رَحِيمًا رَفِيقًا]: رُوِيَ بِفَاءٍ وَّقَافٍ، وَرُوِيَ بِقَافَيْنِ.

رحیمًا رفیقًا: ''فا'' اور ''قاف'' کے ساتھ (نرم دل) اور دو ''قافوں'' کے ساتھ یعنی رقیقًا بھی مروی ہے۔ (اس کے معنی بھی وہی ہیں)۔

فوائد و مسائل: ① اس میں ایک تو نوجوانوں کے علم دین حاصل کرنے کے شوق کا بیان ہے جس کے لیے انھوں نے گھر بار چھوڑ کر سفر کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ طلب علم کے لیے اگر سفر کرنے کی بھی ضرورت پیش آ جائے تو اس سے گریز نہ کیا جائے۔ ② استاد یا منتظم کے لیے ضروری ہے کہ وہ طلباء کے حالات سے آگاہ رہے اور اس کے مطابق مناسب اقدامات اور ہدایات کا اہتمام کرے۔ ③ جن کو دین کا علم اور شعور حاصل ہو جائے ان کو چاہیے کہ وہ ان لوگوں کو بھی دین سکھائیں جو دینی علوم اور دین سے بے بہرہ ہیں۔ ④ پورے شوق اور جذبے سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کریں۔ ⑤ نمازوں کے لیے اذان کا اہتمام ضروری ہے۔ ⑥ پیشوائی کی خصوصیات میں سب برابر ہوں تو پھر جو عمر میں بڑا ہو وہ امامت کا حق دار ہے۔ پیشوائی کی خصوصیات میں سب سے پہلی خصوصیت قرآن کریم کو اچھے انداز سے پڑھنا اور دوسرے نمبر پر قرآن وحدیث کا علم ہے یعنی جو سب سے اچھا قاری ہو وہ امامت کا سب سے زیادہ حقدار ہے اس کے بعد جو بڑا عالم ہو وہ ہے۔ ⑦ اذان اور امامت کی مذکورہ ہدایت کا مطلب ہے کہ ہر جگہ اور ہر وقت اذان دے کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام کیا جائے۔ مدرسہ ہو یا تجارتی مرکز، سفر ہو یا حضر۔ ⑧ نماز میں مطلوب صرف رکوع، سجدہ کرنا ہی نہیں جیسا کہ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ نماز ہی پڑھنی ہے جیسے پڑھ لی جائے۔ اس حدیث میں بتایا گیا کہ نماز اس طرح ادا کرنی ضروری ہے جس طرح رسول اکرم ﷺ نے ادا کی ہے۔

[٧١٤] وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: اِسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْعُمْرَةِ، فَأَذِنَ، وَقَالَ: «لَا تَنْسَنَا يَا أُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ». فَقَالَ كَلِمَةً مَّا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي بِهَا الدُّنْيَا.

[714] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے عمرے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت مرحمت فرما دی اور فرمایا: ''اے میرے پیارے بھائی! اپنی دعا میں ہمیں نہ بھولنا۔'' یہ آپ نے ایسا کلمہ ارشاد فرمایا کہ اس کے بدلے میں مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو مجھے خوشی نہ ہو (یعنی یہ کلمہ ساری دنیا سے بڑھ کر مجھے عزیز ہے)۔

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: «أَشْرِكْنَا يَا أُخَيَّ فِي دُعَائِكَ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اور ایک روایت میں ہے: ''اے میرے پیارے بھائی! اپنی دعا میں ہمیں بھی شریک رکھنا۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[٧١٥] وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ

[715] حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت

[714] ضعيف- سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء، حديث:1498، و جامع الترمذي، الدعوات......، باب:109، حديث:3562.
[715] جامع الترمذي، الدعوات......، باب ماجاء ما يقول إذا ودّع إنسانا؟، حديث:3443.

عَبْدَاللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ لِلرَّجُلِ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا: اُدْنُ مِنِّي حَتَّى أُوَدِّعَكَ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُوَدِّعُنَا، فَيَقُولُ: «أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكَ، وَأَمَانَتَكَ، وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آدمی سے فرماتے جب وہ کسی سفر کا ارادہ کرتا: میرے قریب ہوتا کہ میں تجھے الوداع کہوں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں الوداع فرمایا کرتے تھے۔ آپ فرماتے: ''میں تیرے دین' تیری امانت اور تیرے آخری اعمال کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: اس میں مسافر کو الوداع کہنے اور مذکورہ دعائیہ کلمات کے ساتھ اس کے حق میں دعا کرنے کا استحباب ہے۔ وہ دعا یہ ہے: [أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَ خَوَاتِيمَ عَمَلِكَ.]

[۷۱۶] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطْمِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوَدِّعَ الْجَيْشَ قَالَ: «أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكُمْ، وَأَمَانَتَكُمْ، وَخَوَاتِيمَ أَعْمَالِكُمْ». حَدِيثٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[716] حضرت عبداللہ بن یزید خطمی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی لشکر کو الوداع کہنے کا ارادہ فرماتے تو فرمایا کرتے: [أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِينَكُمْ وَ أَمَانَتَكُمْ وَ خَوَاتِيمَ أَعْمَالِكُمْ.] (یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے ابوداود وغیرہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے۔)

فائدہ: یہ وہی دعا ہے جو پہلے مذکور ہوئی۔ لیکن اس میں صیغۂ خطاب واحد کا تھا' اس میں جمع کا ہے۔ گویا لشکر اور گروہ کو رخصت کرتا ہو تو بصیغۂ جمع مذکورہ دعا پڑھی جائے' ورنہ صیغۂ واحد کے ساتھ۔

راویٔ حدیث: [حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ] عبداللہ بن یزید خطمی' انصاری۔ قبیلۂ اوس سے ان کا تعلق تھا۔ 17 برس کے تھے جب آپ صلح حدیبیہ میں حاضر ہوئے۔ کوفہ میں گئے۔ جنگ جمل و صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شریک ہوئے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ کوفہ کے والی تھے۔ اسی دور ہی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

[۷۱۷] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي أُرِيدُ سَفَرًا، فَزَوِّدْنِي، فَقَالَ: «زَوَّدَكَ اللهُ التَّقْوٰى»، قَالَ: زِدْنِي، قَالَ: «وَغَفَرَ ذَنْبَكَ»، قَالَ: زِدْنِي، قَالَ: «وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[717] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرا سفر کرنے کا ارادہ ہے' آپ مجھے زاد راہ عنایت فرمائیں (یعنی میرے حق میں دعا فرما دیں۔) آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ کے توشے سے آراستہ فرمائے۔'' اس نے کہا: میرے لیے مزید دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: ''اور تیرے گناہ معاف

[716] سنن أبي داود، الجهاد، باب في الدعاء عند الوداع، حديث: 2601.

[717] جامع الترمذي، الدعوات......، باب منه [دعاء: (زودك الله التقوى......)]، حديث: 3444.

فرما دے۔'' اس نے کہا: کچھ اور۔ آپ نے فرمایا: ''تو جہاں کہیں بھی ہو' اللہ تعالیٰ تیرے لیے بھلائی کو آسان کر دے۔''
(اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن درجے کی ہے۔)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کے لیے بہترین زادِ راہ اس کے لیے دعائے خیر ہے۔

[٩٧] بَابُ الْاِسْتِخَارَةِ وَالْمُشَاوَرَةِ

97- استخارہ اور باہم مشورہ کرنے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ [آل عمران: ١٥٩]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور (اہم) معاملے میں ان سے مشورہ کر۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ [الشورٰى: ٣٨] أَيْ: يَتَشَاوَرُونَ بَيْنَهُمْ فِيهِ.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ان کا کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے۔'' یعنی اس میں وہ ایک دوسرے سے مشورہ کرتے ہیں۔

فائدۂ آیات: پہلی آیت میں نبی ﷺ سے خطاب ہے' اس میں آپ کو صحابۂ کرام ؓ سے مشورہ کرنے کا حکم ہے' اور دوسری آیت میں مسلمانوں کا طرزِ عمل یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ باہمی مشاورت سے اپنے کام کرتے ہیں۔ ان دونوں آیتوں سے واضح ہے کہ ایک دوسرے سے مشورہ کرنا چاہیے۔

[٧١٨] عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا كَالسُّورَةِ مِنَ الْقُرْآنِ، يَقُولُ: «إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ. اَللّٰهُمَّ! إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِّي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي» أَوْ قَالَ: «عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ، فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي» أَوْ

[718] حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں قرآن کی سورتوں کی طرح ہر معاملے میں استخارہ کرنے کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: ''جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو فرض نماز کے علاوہ دو رکعت نماز پڑھے' پھر یہ دعا پڑھے: [اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ......] ''اے اللہ! بے شک میں تیرے علم کے ذریعے سے تجھ سے بھلائی طلب کرتا ہوں۔ اور تیری طاقت کے ذریعے سے تجھ سے طاقت مانگتا ہوں۔ اور تجھ سے تیرے بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں' اس لیے کہ تو قدرت رکھنے والا ہے' میں قدرت سے محروم ہوں' تو علم والا ہے' میں بے علم ہوں اور تو تو تمام غیبوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے حق میں' میرے دین'

[718] صحيح البخاري، التهجد، باب ماجاء في التطوع مثنى مثنى، حديث:1162 بعد حديث: 1171.

قَالَ: «عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ، فَاصْرِفْهُ عَنِّي، وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ» قَالَ: «وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

گزران اور انجام کے اعتبار سے یا' آپ نے فرمایا: میرے کام کے دیر یا سویر ہونے کے لحاظ سے بہتر ہے تو اسے میرے مقدر میں فرما دے اور اسے میرے لیے آسان کر دے۔ پھر میرے لیے اس میں برکت نازل فرما۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے حق میں' میرے دین' گزران اور انجام کے اعتبار سے' یا فرمایا: دیر سویر کے لحاظ سے میرے لیے برا ہے تو اسے مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے پھیر دے (دور کر دے) اور میرے لیے بھلائی کو مقدر فرما دے' وہ جہاں بھی ہے' پھر مجھے اس پر راضی بھی کر دے۔'' آپ نے فرمایا: ''اور اپنی حاجت کا نام لے۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① استخارہ کے لغوی معنی ہیں' خیر طلب کرنا یعنی اس دعا کے ذریعے سے انسان اللہ سے خیر طلب کرتا ہے۔ یہ دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں؟ اس کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ کرنے والے کو خواب کے ذریعے سے صحیح بات بتلا دی جاتی ہے یا اس کے دل میں خیر والے پہلو کی طرف رجحان پیدا کر دیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ باتیں کسی حدیث میں بیان نہیں ہوئی ہیں۔ ممکن ہے کچھ لوگوں کو خواب یا رجحان کے ذریعے سے بتلا دیا جاتا ہو' جن کے لیے اللہ کی مشیت ہو۔ لیکن یہ اصول یا قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ جو بھی استخارہ کرے گا' اسے ضرور غیبی اشارہ ہو جائے گا۔ اس لیے غیبی اشارے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے بلکہ استخارے کے بعد' سوچ سمجھ کر ظاہری اسباب کے مطابق جو بات مناسب لگے' اسے اختیار کر لیا جائے۔ اگر اس کی دعائے استخارہ قبول ہو گئی ہو گی تو یقیناً اس میں اس کے لیے خیر ہی ہو گی۔ بصورت دیگر نقصان کے امکان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بہر حال ایک مسلمان کو دعا کرنے کا حکم اور اس کی تاکید ہے' اس میں تساہل اور تغافل یا اس سے اعراض جائز نہیں۔ دعا کی قبولیت یا عدم قبولیت' اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔ استخارہ بھی ایک دعا ہی ہے اور اس کی تاکید و اہمیت حدیث مذکورہ بالا سے واضح ہے' اس لیے ہر اہم کام میں استخارے کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے۔ ② یہ استخارہ انھی امور کے لیے ضروری ہے جن کا تعلق مباحات سے ہے' جن میں انسان کو خیر اور شر کا علم نہیں ہوتا۔ باقی جو فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات ہیں' ان کی ادائیگی تو ہر صورت میں ضروری ہے۔ اسی طرح جو محرمات و مکروہات شرعیہ ہیں' ان سے اجتناب ضروری ہے۔ ان اوامر و منہیات میں استخارہ کرنا جائز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں استخارے کا مسنون طریقہ چھوڑ کر نجومیوں' دست شناسوں اور دیگر اسی قسم کے فراڈیوں کے پاس جا کر مستقبل میں پیش آنے والے حالات کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرنا جہالت و نادانی کے علاوہ بہت بڑا گناہ ہے۔ غیب کا علم صرف اللہ کو ہے۔ انسان کو صرف اللہ ہی سے خیر کا طالب ہونا چاہیے' تمام قدرتوں کا مالک وہی ہے' ہر قسم کی قوت کا مالک وہی ہے' اسی سے قوت و طاقت کا سوال کرنا چاہیے اور اپنے تمام معاملات اسی کو سونپنے چاہئیں۔ ③ دعائے استخارہ کسی بھی وقت کی جا سکتی ہے۔ صرف نماز کے مکروہ اوقات میں یہ جائز نہیں کیونکہ اس کے لیے پہلے دو رکعت پڑھنا ضروری

ہیں۔ اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کا وقت رات کو سونے سے قبل ہے۔ یہ بات صحیح نہیں۔ دعائے استخارہ کا پڑھنا دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد بھی صحیح ہے اور نماز ہی میں تشہد و درود کے بعد سلام پھیرنے سے قبل یا سجدے کی حالت میں بھی جائز ہے۔ دعا یاد نہ ہو تو نماز پڑھنے کے بعد کتاب سے دیکھ کر بھی پڑھی جا سکتی ہے۔④ دوسروں سے استخارہ کرانے کی قرآن و سنت میں کوئی دلیل نہیں ہے، البتہ کسی صاحب بصیرت کو مکمل حالات بتا کر مشورہ کیا جا سکتا ہے، نیز ٹیلی ویژن پر آن لائن استخارہ بھی بدعت ہے جس کی قرآن و سنت میں کوئی اصل نہیں بلکہ یہ سنت نبوی کی حیثیت کو کم کرنے کے مترادف ہے۔

[٩٨] بَابُ اسْتِحْبَابِ الذَّهَابِ إِلَى الْعِيدِ وَعِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَالْحَجِّ وَالْغَزْوِ وَالْجِنَازَةِ وَنَحْوِهَا مِنْ طَرِيقٍ وَالرُّجُوعِ مِنْ طَرِيقٍ آخَرَ لِتَكْثِيرِ مَوَاضِعِ الْعِبَادَةِ

باب: 98- نماز عید، مریض کی عیادت، حج، جہاد اور جنازہ اور اسی قسم کے دیگر اچھے کاموں کے لیے آتے جاتے راستہ بدل لینا مستحب ہے، تاکہ عبادت کی جگہیں زیادہ ہو جائیں۔

[٧١٩] عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

قَوْلُهُ: [خَالَفَ الطَّرِيقَ] يَعْنِي: ذَهَبَ فِي طَرِيقٍ، وَرَجَعَ فِي طَرِيقٍ آخَرَ.

[719] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب عید کا دن ہوتا (اور عید گاہ تشریف لے جاتے تو) آتے جاتے راستہ بدل لیتے۔ (بخاری)

خَالَفَ الطَّرِيقَ کے معنی ہیں: ایک راستے سے جاتے اور دوسرے راستے سے واپس آتے۔

فائدہ: راستہ بدلنے کی بہت سی حکمتیں علماء نے بیان فرمائی ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے باب میں اس کی حکمت مقامات عبادت کا زیادہ ہونا بتلایا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس لیے کہ دونوں راستے قیامت والے دن گواہی دیں گے کہ یا اللہ تیری تکبیر و تہلیل کرتا ہوا یہ بندہ ہمارے اوپر سے گزرتا تھا کیونکہ نماز عید کے لیے حکم ہے کہ آتے جاتے راستوں میں بآواز بلند تکبیرات پڑھتے اور اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ یا مقصد ہے کہ ایک کی بجائے دو راستوں کے فقراء، لوگوں کے صدقات و خیرات سے بہرہ مند ہوں۔ یا اس لیے کہ مسلمانوں کی قوت کا زیادہ سے زیادہ مظاہرہ ہو وغیرہ، تاہم نماز عید میں راستہ بدلنا تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے لیکن اس کی اصل علت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم جو بھی علت نکالیں گے درست بھی ہو سکتی ہے غلط بھی، بنابریں اس پر کسی دینی حکم کی بنیاد سخت مجبوری کے علاوہ نہیں رکھی جا سکتی، اس لیے عبادت اور جنازہ وغیرہ میں راستہ بدلنے کو مستحب قرار دینا جیسے عنوانِ باب میں امام نووی نے کیا ہے، رسول اللہ ﷺ کی واضح ہدایت یا عمل کے بغیر درست نہیں۔

[719] صحيح البخاري، العيدين، باب من خالف الطريق إذا رجع يوم العيد، حديث:986.

[٧٢٠] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيقِ الشَّجَرَةِ، وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيقِ الْمُعَرَّسِ، وَإِذَا دَخَلَ مَكَّةَ دَخَلَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[720] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شجرہ کے راستے سے باہر نکلتے اور معرس کے راستے سے داخل ہوتے۔ اور جب مکے میں داخل ہوتے تو ثنیۂ علیا (بلند گھاٹی) سے داخل ہوتے اور ثنیۂ سفلی کی طرف سے باہر نکلتے۔ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① ثنیہ: دو پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی کو کہتے ہیں۔ مدینے سے مکے جاتے ہوئے آپ بلند گھاٹی والا راستہ اور آتے وقت نچلی گھاٹی والا راستہ اختیار فرماتے۔ اس طرح شجرہ ایک معروف جگہ ہے' نبی ﷺ اس سے نکل کر ذوالحلیفہ تشریف لے جاتے' وہاں رات گزارتے اور جب لوٹتے تو معرس کے راستے سے مدینے میں داخل ہوتے۔ معرس مسجد ذوالحلیفہ کو کہتے ہیں جو مدینے سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ (نُزْهَةُ الْمُتَّقِين) ② اس سے وہی مسئلہ ثابت ہوا کہ آتے جاتے راستہ تبدیل کر لیا جائے کیونکہ نبی ﷺ نے بھی اس کا اہتمام فرمایا ہے۔

[٩٩] بَابُ اسْتِحْبَابِ تَقْدِيمِ الْيَمِينِ فِي كُلِّ مَا هُوَ مِنْ بَابِ التَّكْرِيمِ

باب: 99- ہر باعزت کام میں دائیں ہاتھ پاؤں (اور دائیں جانب) کو مقدم کرنا مستحب ہے

كَالْوُضُوءِ وَالْغُسْلِ وَالتَّيَمُّمِ، وَلُبْسِ الثَّوْبِ وَالنَّعْلِ وَالْخُفِّ وَالسَّرَاوِيلِ، وَدُخُولِ الْمَسْجِدِ، وَالسِّوَاكِ، وَالْاِكْتِحَالِ، وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ، وَقَصِّ الشَّارِبِ، وَنَتْفِ الْإِبْطِ، وَحَلْقِ الرَّأْسِ، وَالسَّلَامِ مِنَ الصَّلَاةِ، وَالْأَكْلِ وَالشُّرْبِ، وَالْمُصَافَحَةِ، وَاسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ، وَالْخُرُوجِ مِنَ الْخَلَاءِ، وَالْأَخْذِ وَالْعَطَاءِ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا هُوَ فِي مَعْنَاهُ. وَيُسْتَحَبُّ تَقْدِيمُ الْيَسَارِ فِي ضِدِّ ذٰلِكَ، كَالْاِمْتِخَاطِ وَالْبُصَاقِ عَنِ الْيَسَارِ، وَدُخُولِ الْخَلَاءِ، وَالْخُرُوجِ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَخَلْعِ الْخُفِّ

جیسے وضو' غسل' تیمم' کپڑے' جوتے' موزے اور شلوار پہننے' مسجد میں داخل ہونے' مسواک کرنے' سرمہ لگانے' ناخن کاٹنے' مونچھیں کترنے' بغل کے بال اکھیڑنے' سر کے بال مونڈنے' نماز کا سلام پھیرنے' کھانے پینے' مصافحہ کرنے' حجر اسود کو چومنے' بیت الخلاء سے نکلنے' کوئی چیز لینے دینے اور ان کے علاوہ اس قسم کے دوسرے کاموں میں۔ اور ان کے برعکس دوسرے کاموں میں بائیں ہاتھ پاؤں (اور بائیں جانب) کو مقدم کرنا مستحب ہے' جیسے ناک صاف کرنا' بائیں طرف تھوکنا' بیت الخلاء میں داخل ہونا' مسجد سے نکلنا' موزے' جوتے' شلوار اور کپڑے اتارنا' استنجا کرنا' گندے

[720] صحيح البخاري، الحج، باب خروج النبيﷺ على طريق الشجرة، حديث: 1533، وصحيح مسلم، الحج، باب استحباب دخول مكة من الثنية العليا والخروج منها من الثنية السفلى......، حديث: 1257.

وَالنَّعْلِ وَالسَّرَاوِيلِ وَالثَّوْبِ، وَالْاِسْتِنْجَاءِ وَفِعْلِ الْمُسْتَقْذَرَاتِ وَأَشْبَاهِ ذٰلِكَ.

افعال اور اس طرح کے کام کرنا۔

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ بِيَمِينِهِۦ فَيَقُولُ هَآؤُمُ ٱقْرَءُوا۟ كِتَٰبِيَهْ﴾ اَلْآيَاتِ [الحاقة: ١٩]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جس شخص کو اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا: لو یہ میرا نامۂ اعمال پڑھو۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿فَأَصْحَٰبُ ٱلْمَيْمَنَةِ مَآ أَصْحَٰبُ ٱلْمَيْمَنَةِ وَأَصْحَٰبُ ٱلْمَشْـَٔمَةِ مَآ أَصْحَٰبُ ٱلْمَشْـَٔمَةِ﴾ [الواقعة: ٨، ٩].

اور فرمایا: ''دائیں ہاتھ والے (سبحان اللہ) دائیں ہاتھ والے کیا (ہی چین میں) ہیں۔ اور بائیں ہاتھ والے (افسوس) بائیں ہاتھ والے کیا (گرفتار عذاب) ہیں۔''

فائدۂ آیات: اہل ایمان جو قیامت والے دن اللہ کی رحمت و مغفرت سے شادکام ہوں گے' ان کو ان کے نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں پکڑائے جائیں گے جو ان کی سعادت اور خوش بختی کی علامت ہوگی۔ اس لیے ان کو قرآن کریم میں اصحاب الیمین کہا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ انھیں اصحاب الیمین اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ عرش کی دائیں جانب ہوں گے۔ بہر حال ان آیات سے امام نووی رحمہ اللہ نے اچھے کاموں میں دائیں اعضاء یا دائیں جانب کو مقدم کرنے اور ناپسندیدہ کاموں میں بائیں ہاتھ پیروں اور بائیں جانب کے استعمال کے استحباب پر استدلال کیا ہے۔ احادیث میں بھی اس کی بابت واضح ہدایات دی گئی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

[٧٢١] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ: فِي طُهُورِهِ، وَتَرَجُّلِهِ، وَتَنَعُّلِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[721] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کاموں (جیسے) وضو کرنے' کنگھی کرنے اور جوتے پہننے میں دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

[٧٢٢] وَعَنْهَا قَالَتْ: كَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللهِ ﷺ الْيُمْنٰى لِطُهُورِهِ وَطَعَامِهِ، وَكَانَتِ الْيُسْرٰى لِخَلَائِهِ وَمَا كَانَ مِنْ أَذًى. حَدِيثٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَغَيْرُهُ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[722] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ تو آپ کے وضو اور کھانے کے لیے اور آپ کا بایاں ہاتھ استنجا اور دوسرے گندے کاموں کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ (یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے ابوداود وغیرہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① لِخَلَائِهِ: استنجا کرنے' ڈھیلے پکڑنے اور گندگی صاف کرنے کے لیے۔ أذى: گندگی' نجاست' یعنی

[721] صحيح البخاري، الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل، حديث: 168، وصحيح مسلم، الطهارة، باب التيمن في الطهور وغيره، حديث: 268.

[722] سنن أبي داود، الطهارة باب كراهية مس الذكر باليمين في الاستبراء، حديث: 33.

ایسے کام جن میں گندگی اور کراہت ہو جیسے تھوک' ناک صاف کرنا وغیرہ۔ ② دونوں حدیثوں میں نبی اکرم ﷺ کے عمل کا بیان ہے جو تمام مسلمانوں کے لیے اسوہ اور قابل اتباع ہے۔

[٧٢٣] وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُنَّ فِي غَسْلِ ابْنَتِهِ زَيْنَبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: «اِبْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[723] حضرت ام عطیہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کو اپنی صاحبزادی حضرت زینب ؓ کے غسل وفات کے سلسلے میں فرمایا: "اس کے اعضاء میں سے داہنے عضو سے اور اعضائے وضو سے ابتدا کرنا۔" (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح زندگی میں تیَامُنْ (دائیں طرف کو اختیار کرنا) پسندیدہ ہے اسی طرح وفات کے بعد میت کو غسل دینے میں بھی اسی اصول کو سامنے رکھا جائے گا۔ ② حضرت ام عطیہ غسل دینے والی عورتوں میں شامل تھیں' نبی اکرم ﷺ نے ان سمیت تمام عورتوں کو مذکورہ ہدایت فرمائی۔ عورت کو یا تو نہایت قریبی محرم (خاوند) غسل دے یا پھر عورتیں ہی مل کر غسل دیں۔

[٧٢٤] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيُمْنٰى، وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ. لِتَكُنِ الْيُمْنٰى أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ، وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[724] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو دائیں پاؤں سے پہل کرے اور جب اتارے تو پہلے بایاں اتارے۔ جوتا پہنتے وقت دایاں پاؤں پہلے ہو اور جوتا اتارتے وقت اسے آخر میں ہونا چاہیے۔" (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں جوتے پہننے اور اتارنے کے آداب بیان کیے گئے ہیں۔ اتباع رسول ﷺ کا تقاضا ہے کہ ہر مسلمان اس کا خیال رکھے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔

[٧٢٥] وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَجْعَلُ يَمِينَهُ لِطَعَامِهِ وَشَرَابِهِ وَثِيَابِهِ، وَيَجْعَلُ يَسَارَهُ لِمَا سِوٰى ذٰلِكَ. رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ.

[725] حضرت حفصہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنا داہنا ہاتھ' اپنے کھانے' پینے اور کپڑے پہننے کے لیے استعمال فرماتے تھے اور بایاں ہاتھ ان کے سوا دوسرے کاموں کے لیے۔ (اسے ابوداود اور ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔)

---

[723] صحيح البخاري، الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل، حديث:167، وصحيح مسلم، الجنائز، باب في غسل الميّت، حديث:939.

[724] صحيح البخاري، اللباس، باب ينزع نعله اليسرى، حديث:5856، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب استحباب لبس النعل في اليمنٰى أولًا......، حديث:2097.

[٧٢٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا لَبِسْتُمْ، وَإِذَا تَوَضَّأْتُمْ، فَابْدَؤُوا بِأَيَامِنِكُمْ». حَدِيثٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[726] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم کپڑا پہنو اور وضو کرو تو دائیں اعضاء سے ابتدا کرو۔'' (یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے ابوداود اور ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

[٧٢٧] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَتَى مِنًى: فَأَتَى الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا، ثُمَّ أَتَى مَنْزِلَهُ بِمِنًى، وَنَحَرَ، ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ: «خُذْ» وَأَشَارَ إِلَى جَانِبِهِ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ الْأَيْسَرِ، ثُمَّ جَعَلَ يُعْطِيهِ النَّاسَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[727] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ پہنچے تو جمرے پر آئے اور اسے کنکریاں ماریں' پھر منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے اور جانور قربان کیا' پھر سر مونڈنے والے سے فرمایا: ''(پہلے اس حصے کے) بال کاٹ۔'' اور (ہاتھ سے) اپنی دائیں جانب اشارہ فرمایا۔ پھر بائیں حصے کے۔ پھر آپ نے وہ بال (بطور تبرک) لوگوں کو دینے شروع کر دیے۔ (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: لَمَّا رَمَى الْجَمْرَةَ، وَنَحَرَ نُسُكَهُ وَحَلَقَ، نَاوَلَ الْحَلَّاقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَحَلَقَهُ، ثُمَّ دَعَا أَبَا طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ، ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ الْأَيْسَرَ فَقَالَ: «اِحْلِقْ». فَحَلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ: «اِقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ».

اور ایک روایت میں ہے: جب آپ نے جمرے کو کنکریاں مارلیں اور اپنی قربانی ذبح کر لی اور سر منڈوانے لگے تو آپ نے سر مونڈنے والے کی طرف اپنے (سر کا) دایاں حصہ کیا' اس نے اسے مونڈ دیا' پھر آپ نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلا کر وہ بال انھیں دے دیے۔ پھر آپ نے (مونڈنے والے کی طرف) اپنا بایاں حصہ کیا اور فرمایا: ''اسے مونڈ۔'' اس نے وہ بھی مونڈ دیے۔ آپ نے وہ بال بھی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دے دیے اور فرمایا: ''انھیں لوگوں میں بانٹ دو۔''

فوائد ومسائل: ① عرفات سے واپس آ کر دس ذوالحجہ کو صرف جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارنی ہوتی ہیں۔ پھر قربانی' پھر حلق اور پھر خانہ کعبہ جا کر طواف افاضہ جسے طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔ یوم النحر کو یہ چار کام اسی ترتیب سے کیے جائیں' تاہم کسی وجہ سے تقدیم وتاخیر ہو جائے تو شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اس روز کنکریاں مارنے کے بعد محرم حلال

[726] سنن أبي داود، اللباس، باب الانتعال، حديث:4141، وجامع الترمذي، اللباس، باب ماجاء في القميص، حديث:1766.

[727] صحيح البخاري، الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان، حديث:171، وصحيح مسلم، الحج، باب بيان أن السنة يوم النحر أن يرمي ثم ينحر ثم يحلق......، حديث:1305.

ہو جاتا ہے لیکن یہ حلت صغریٰ ہے، یعنی بیوی کے علاوہ دوسری چیزیں اس کے لیے حلال ہو جاتی ہیں، جیسے خوشبو وغیرہ لگانا۔ اور طواف افاضہ کے بعد مکمل حلال ہو جاتا ہے۔ ② دوسری بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ حلق یا تقصیر میں سر کی دائیں جانب سے اس کا آغاز کیا جائے۔ ③ اس میں بالوں کو بطور تبرک تقسیم کرنے کا بھی ذکر ہے جو نبی ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اب بھی رسول اللہ ﷺ کے آثار باعث تبرک ہیں بشرطیکہ وہ واقعی رسول اللہ ﷺ کے آثار ہوں۔
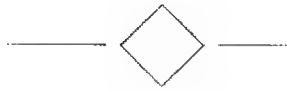
٢ ـ كِتَابُ آدَابِ الطَّعَامِ

کھانے پینے سے متعلق آداب واحکام

[١٠٠] بَابُ التَّسْمِيَةِ فِي أَوَّلِهِ وَالْحَمْدِ فِي آخِرِهِ

باب:100- کھانے کے آغاز میں بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا اور اس کے آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا

[٧٢٨] عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «سَمِّ اللهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[728] حضرت عمر بن ابوسلمہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اللہ کا نام لو (یعنی آغاز میں بسم اللہ پڑھو) اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں سب سے پہلا ادب یہ بتلایا گیا ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھانے یا پینے کا آغاز کیا جائے۔ دوسرا ادب یہ کہ اپنی طرف سے اور اپنے سامنے سے کھایا جائے۔ دوسروں کے سامنے سے چن چن کر مت کھایا جائے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب کسی بڑے برتن (طباق، سینی، یا تھالی وغیرہ) میں بیک وقت کئی افراد مل کر کھائیں اور کھانا بھی ایک ہی قسم کا ہو۔ اگر انواع واقسام کی چیزیں ہوں (جیسے مختلف پھل) تو پھر دوسرے لوگوں کی طرف سے بھی ہاتھ بڑھا کر چیز لینا جائز ہوگا۔ یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے۔ ② بچوں کو شرعی آداب سکھانا والدین اور اساتذہ کی ذمہ داری ہے تاکہ

[728] صحيح البخاري، الأطعمة، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين، حديث:5376، وصحيح مسلم، الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، حديث:2022.

وہ بڑے ہوکر اچھے مسلمان بن سکیں۔

[۷۲۹] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللهِ تَعَالَى، فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللهِ تَعَالَى فِي أَوَّلِهِ، فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[729] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھانے لگے تو اللہ کا نام یاد کرے (بسم اللہ پڑھے۔) اگر کھانے کے آغاز میں اللہ کا نام لینا بھول جائے تو اس طرح کہہ لے: [بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ] ''اول اور آخر دونوں حالتوں میں اللہ کے نام سے (کھاتا ہوں)۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: اس میں مزید آسانی کردی گئی ہے کہ آغاز میں بسم اللہ پڑھنا یاد نہ رہے تو درمیان میں یا آخر میں جب بھی یاد آجائے مذکورہ الفاظ میں اللہ کو یاد کرلیا جائے۔

[۷۳۰] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللهَ تَعَالَى عِنْدَ دُخُولِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ، قَالَ الشَّيْطَانُ لِأَصْحَابِهِ: لَا مَبِيتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ، وَإِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللهَ تَعَالَى عِنْدَ دُخُولِهِ، قَالَ الشَّيْطَانُ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ، وَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ تَعَالَى عِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَالْعَشَاءَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[730] حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہونے اور کھانے کے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے: (یہاں) تمھارے لیے نہ رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ رات کا کھانا۔ اور جب داخل ہوتا ہے لیکن داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے: تمھیں (یہاں) رات گزارنے کا ٹھکانا مل گیا ہے۔ اور جب کھانے کے وقت بھی اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے: تمھیں شب باشی کا ٹھکانا اور کھانا دونوں مل گئے ہیں۔'' (مسلم)

فائدہ: معلوم ہوا کہ مذکورہ اوقات میں شیطان اور اس کے چیلے چانٹوں سے بچنے کے لیے اللہ کا نام لینا، یعنی بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔

[۷۳۱] وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا

[731] حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ جب ہم

[729] سنن أبي داود، الأطعمة، باب التسمية على الطعام، حديث:3767، وجامع الترمذي، الأطعمة، باب ما جاء في التسمية على الطعام، حديث:1858.

[730] صحيح مسلم، الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، حديث: 2018.

[731] صحيح مسلم، الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، حديث:2017.

إِذَا حَضَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ طَعَامًا، لَمْ نَضَعْ أَيْدِيَنَا حَتّٰى يَبْدَأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَيَضَعَ يَدَهُ. وَإِنَّا حَضَرْنَا مَعَهُ مَرَّةً طَعَامًا، فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ كَأَنَّهَا تُدْفَعُ، فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِيَدِهَا، ثُمَّ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ كَأَنَّمَا يُدْفَعُ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَنْ لَّا يُذْكَرَ اسْمُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ، وَإِنَّهُ جَاءَ بِهٰذِهِ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا، فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا، فَجَاءَ بِهٰذَا الْأَعْرَابِيِّ لِيَسْتَحِلَّ بِهِ، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّ يَدَهُ فِي يَدِي مَعَ يَدَيْهِمَا»، ثُمَّ ذَكَرَ اسْمَ اللهِ تَعَالٰى وَأَكَلَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی کھانے میں شریک ہوتے تو ہم کھانے میں اس وقت تک ہاتھ نہ ڈالتے جب تک رسول اللہ ﷺ اپنا ہاتھ ڈال کر پہل نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ ہم کھانے میں آپ کے ساتھ شریک تھے کہ اچانک ایک لڑکی آئی' گویا کہ اسے دھکیلا جا رہا ہے (یعنی تیزی سے آئی) اور کھانے میں اپنا ہاتھ ڈالنے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک دیہاتی آیا (اور وہ بھی اتنی تیزی سے آیا) گویا کہ اسے دھکیلا جا رہا ہے۔ پس آپ نے اس کا (بھی) ہاتھ پکڑ لیا اور آپ نے فرمایا: ''جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے تو شیطان اسے اپنے لیے حلال سمجھتا ہے اور وہی شیطان اس لڑکی کو لایا تھا تا کہ اس کے ذریعے سے وہ اسے حلال کر لے' تو میں نے اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر وہ اس دیہاتی کو لایا تا کہ اس کے ذریعے سے کھانے کو حلال کر لے' تو میں نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً اس شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں سمیت میرے ہاتھ میں ہے۔'' پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور کھانا تناول فرمایا۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں بھی اللہ کا نام نہ لیے جانے کی صورت میں شیطان اور اس کے چیلوں کی شرکت کا اثبات ہے۔ اس لیے کھانے سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھ لینی چاہیے۔ ② اس میں ہاتھ پکڑنے کا جو واقعہ مذکور ہے' یقیناً ایسا ہوا ہوگا' آپ نے اللہ کی طرف سے علم پا کر ان کے ہاتھ پکڑ لیے اور ان کی شرکت سے کھانے کو محفوظ رکھا۔ ہمارے پاس نہ وہ ذریعۂ علم ہے جو ایک پیغمبر کے پاس ہوتا ہے اور نہ وہ طاقت جو تائید الٰہی سے انھیں حاصل ہوتی ہے۔ بنابریں ہمارے لیے شیطان سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ایسے موقعوں پر پہلے اللہ کا نام لیں۔ دوسرے' اس میں کھانے کا ایک ادب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کھانے کا آغاز وہ کرے جو بڑا اور معزز ہو' نہ یہ کہ بیک بارگی ڈھور ڈنگروں کی طرح کھانے پر پل پڑیں جیسا کہ آج کل دعوتوں میں یہ بے ہودگی عام ہے۔ اور یہ اسلام کی تعلیمات سے انحراف کا نتیجہ ہے کہ یہ نام نہاد مسلمان اب کھانا بھی انسانوں کی طرح نہیں کھا سکتے بلکہ اللہ نے ان کو ایسا ڈنگر بنا دیا ہے جس کو کبھی کھانا دیکھنا نصیب نہ ہوا ہو۔

حذر اے چیرہ دستاں کہ سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

[٧٣٢] وَعَنْ أُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِيٍّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ جَالِسًا، وَرَجُلٌ يَأْكُلُ، فَلَمْ يُسَمِّ اللهَ حَتَّى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهِ إِلَّا لُقْمَةٌ، فَلَمَّا رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ، قَالَ: بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: «**مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللهِ اسْتَقَاءَ مَا فِي بَطْنِهِ**». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالنَّسَائِيُّ.

[732] حضرت امیہ بن مخشی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور ایک آدمی بغیر بسم اللہ پڑھے کھانا کھا رہا تھا حتی کہ جب اس کے کھانے کا صرف ایک لقمہ باقی رہ گیا اور اسے اس نے اپنے منہ کی طرف اٹھایا تو (یاد آنے پر) اس نے کہا: [بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَ آخِرَهُ] تو نبی ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ''شیطان اس کے ساتھ کھانا کھاتا رہا، پس جب اس نے اللہ کا نام لیا تو اس نے اپنے پیٹ کا سارا کھانا قے کر کے باہر نکال دیا۔'' (اسے ابوداود اور نسائی نے روایت کیا ہے۔)

فائدہ: اس کی سند میں مثنیٰ بن عبدالرحمٰن مجہول ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اسے غیر معروف اور امام ابن المدینی نے مجہول قرار دیا ہے۔ (میزان الاعتدال: 435/3، مطبوعہ مکتبہ أثریہ) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی تقریب التہذیب میں اسے مشہور کہا ہے کیونکہ اس سے روایت کرنے والا صرف جابر بن صبح نامی راوی ہے۔ رہا امام حاکم رحمہ اللہ کا اسے صحیح الاسناد کہنا اور امام ذہبی رحمہ اللہ کا اس پر موافقت کرنا تو مذکورہ علت کی روشنی میں محل نظر ہے۔ غرض مذکورہ قصہ سنداً ضعیف اور غیر معتبر ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے: (إرواء الغليل: 26/7، وضعيف الترغيب للألباني: 49/2، وعجالة الراغب المتمني، تحقيق عمل اليوم والليلة از سليم بن عبد هلالي، ومسند أحمد (الموسوعة الحديثية): 296/31)

راویٔ حدیث: [حضرت اُمیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ] امیہ بن مخشی خزاعی، بصری، مدنی۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ ابونعیم، ابوعمر اور ابن مندہ کے بقول یہ خزاعی ہیں اور قبیلہ ازد سے ہیں۔ صحابی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے صرف ایک مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں۔

[٧٣٣] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْكُلُ طَعَامًا فِي سِتَّةٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ، فَأَكَلَهُ بِلُقْمَتَيْنِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «**أَمَا إِنَّهُ لَوْ سَمَّى لَكَفَاكُمْ**». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[733] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک روز) اپنے چھ صحابہ کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور وہ (سارا) کھانا دو لقموں میں کھا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سن لو! اگر یہ اللہ کا نام لے لیتا تو یہ کھانا تم سب کو کافی ہو جاتا۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[732] ضعيف۔ سنن أبي داود، الأطعمة، باب التسمية على الطعام، حديث: 3768، والسنن الكبرٰى للنسائي: 78/6، حديث: 10113.

[733] جامع الترمذي، الأطعمة، باب ماجاء في التسمية على الطعام، حديث: 1858 ب.

فائدہ: اللہ کے نام سے کھانے میں برکت پڑتی اور نام نہ لینے سے برکت اٹھ جاتی ہے۔

[٧٣٤] وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَفَعَ مَائِدَتَهُ قَالَ: «اَلْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ، وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا!». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[734] حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ یہ دعا پڑھتے: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ...... عَنْهُ رَبَّنَا] ”ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے ایسی تعریف جو بہت ہو، پاکیزہ ہو اور اس میں برکت دی گئی ہو۔ نہ اس سے کفایت کی گئی ہے اور نہ یہ آخری کھانا ہے اور نہ اس سے بے نیازی ہو سکتی ہے، اے ہمارے رب!“ (بخاری)

فوائد ومسائل: ① غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ میں ضمیر کھانے کی طرف لوٹتی ہے جیسا کہ ہم نے ترجمہ کیا ہے، یعنی ہم نے کھانا تو کھالیا ہے لیکن یہ اتنا کافی نہیں ہے کہ اس کے بعد ہمیں اس کی مزید ضرورت نہ رہے بلکہ اے رب! ہمیں تیرے رزق کی ہر وقت ضرورت ہے۔ وَلَا مُوَدَّعٍ: یہ وَدَاع سے ہے، یعنی یہ ہمارا آخری کھانا نہیں ہے اور نہ ہم اس سے کبھی بے نیاز ہو سکتے ہیں۔ ② بعض نے ضمیر کا مرجع اللہ کو اور بعض نے حمد کو بتلایا ہے۔ ③ مائدة کے معنی بقیہ کھانے یا مطلق کھانے یا کھانے کے برتن کے ہیں۔ اردو کے دسترخوان میں بھی یہ سارے مفہوم آجاتے ہیں۔ ④ کھانے کے آخر میں اس دعائے ماثور کے ذریعے سے اللہ کی حمد کر لینی مسنون و مستحب ہے۔

[٧٣٥] وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَكَلَ طَعَامًا فَقَالَ: اَلْحَمْدُ للهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هٰذَا، وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّي وَلَا قُوَّةٍ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[735] حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے کھانا کھایا، پھر یہ دعا پڑھی: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ...... وَلَا قُوَّةٍ] ”تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کھلایا اور یہ رزق مجھے دیا، بغیر میری طاقت یا تدبیر اور قوت کے۔“ تو اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“ (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: اس میں کھانے کے آخر میں اللہ کی حمد بیان کرنے کا نتیجہ اور ثواب بتلایا گیا ہے کہ اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

[734] صحيح البخاري، الأطعمة، باب مايقول إذا فرغ من طعامه؟، حديث:5458.

[735] سنن أبي داود، اللباس، باب مايقول إذا لبس ثوبًا جديدًا؟، حديث:4023، وجامع الترمذي، الدعوات......، باب مايقول إذا فرغ من الطعام، حديث:3458.

[١٠١] بَابُ: لَا يَعِيبُ الطَّعَامَ وَاسْتِحْبَابُ مَدْحِهِ

باب:101- کھانے کا عیب نہ نکالا جائے اور کھانے کی تعریف کرنے کے مستحب ہونے کا بیان

[٧٣٦] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا عَابَ رَسُولُ اللهِ ﷺ طَعَامًا قَطُّ، إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ، وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[736] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ اگر وہ کھانا پسند ہوتا تو کھا لیتے اور اگر ناپسند ہوتا تو اسے چھوڑ دیتے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں نبئ اکرم ﷺ کے اخلاق کریمانہ کا بیان ہے جس میں ہم سب مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔ ہم مسلمانوں کا طرز عمل اس اسوۂ حسنہ کے برعکس ہے۔ ہم کھانوں کے ذائقے میں ذرا سی کمی بیشی پر آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں اور ایک طوفان برپا کر دیتے ہیں۔ کاش ہم اپنے پیغمبر ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنا سکیں۔

[٧٣٧] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَأَلَ أَهْلَهُ الْأُدْمَ فَقَالُوا: مَا عِنْدَنَا إِلَّا خَلٌّ، فَدَعَا بِهِ، فَجَعَلَ يَأْكُلُ وَيَقُولُ: «**نِعْمَ الْأُدْمُ الْخَلُّ، نِعْمَ الْأُدْمُ الْخَلُّ!**». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[737] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبئ اکرم ﷺ نے اپنے گھر والوں سے سالن مانگا تو انھوں نے کہا: ہمارے پاس سرکے کے علاوہ کچھ نہیں۔ تو آپ نے وہی منگوایا اور (اس کے ساتھ) کھانا شروع کر دیا اور فرمانے لگے: ''سرکہ تو بہت اچھا سالن ہے۔ سرکہ تو بہت اچھا سالن ہے۔'' (مسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں بھی نبی ﷺ کی اس سادگی اور تواضع کا بیان ہے جو کھانے پینے کے معاملے میں آپ نے ہمیشہ اختیار کیے رکھی۔ جس طرح رہن سہن اور پوشاک میں آپ نے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ سے گریز کیا' اسی طرح خوراک میں بھی تکلّفات سے اجتناب برتا بلکہ پر تکلف کھانے تو کجا' جو بھی سامنے یا میسر آ جاتا اس سے گزارہ کر لیتے۔ ② أُدْمٌ، إِدَامٌ کی جمع ہے' اس کے معنی سالن کے ہیں' یعنی جس کے ساتھ بھی روٹی کھائی جا سکے وہ إِدَام (سالن) ہے۔

[736] صحیح البخاري، المناقب، باب صفة النبي ﷺ، حدیث:3563، وصحیح مسلم، الأشربة، باب لایعیب الطعام، حدیث:2064.

[737] صحیح مسلم، الأشربة، باب فضیلة الخل والتأدم به، حدیث:2052.

[۱۰۲]بَابُ مَا يَقُولُهُ مَنْ حَضَرَ الطَّعَامَ وَهُوَ صَائِمٌ إِذَا لَمْ يُفْطِرْ

باب:102-روزے دار کے سامنے جب کھانا آئے مگر وہ روزہ افطار نہ کرے تو کیا کہے؟

[٧٣٨] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُجِبْ، فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ، وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[738]حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ قبول کرے۔ اگر وہ روزے دار ہو تو (دعوت کرنے والے کے حق میں) دعا کر دے اور اگر روزے سے نہ ہو (یا نفلی روزہ ہو اور اسے توڑ لے) تو دعوت کھا لے۔'' (مسلم)

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنَى [فَلْيُصَلِّ]: فَلْيَدْعُ، وَمَعْنَى [فَلْيَطْعَمْ]: فَلْيَأْكُلْ.

علماء نے کہا ہے: فَلْيُصَلِّ کے معنی ہیں کہ وہ دعا کر دے اور فَلْيَطْعَمْ کے معنی ہیں: کھا لے۔

فائدہ: شرعاً نفلی روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔ اس کی کوئی قضا نہیں ہے جیسا کہ نبی ﷺ کے عمل سے ثابت ہے۔ اس لیے دعوت ملنے پر روزہ توڑ کر بھی دعوت کھا لینا جائز ہے تاہم اگر کوئی روزہ توڑنا پسند نہ کرے تو دعوت دینے والے کے حق میں خیر و برکت کی دعا کر دے۔ لیکن ایسی دعوتیں قبول کرنے سے انکار کر دیا جائے جن میں اسراف' بے ہودہ غیر شرعی رسموں اور اللہ کی نافرمانیوں کا علانیہ ارتکاب کیا جاتا ہے' جیسے شادی بیاہ' منگنی' ولیمے اور سالگرہ کی تقریبات وغیرہ ہیں۔ ان کا بائیکاٹ نہایت ضروری ہے' ورنہ شریک ہونے والا بھی گناہ گار ہوگا۔

[۱۰۳] بَابُ مَا يَقُولُهُ مَنْ دُعِيَ إِلَى طَعَامٍ فَتَبِعَهُ غَيْرُهُ

باب:103- کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور اس کے ساتھ کوئی اور بھی لگ جائے تو وہ کیا کہے؟

[٧٣٩] عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: دَعَا رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ لَهُ

[739]حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو اس

[738] صحيح مسلم، النكاح، باب الأمر بإجابة الداعي إلى دعوة، حديث:1431.

[739] صحيح البخاري، الاطعمة، باب الرجل يتكلف الطعام لإخوانه، حديث:5434، وصحيح مسلم، الأشربة، باب ما يفعل الضيف إذا تبعه غير من دعاه صاحب الطعام......، حديث:2036.

خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ، فَلَمَّا بَلَغَ الْبَابَ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ هٰذَا تَبِعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ لَهُ، وَإِنْ شِئْتَ رَجَعَ». قَالَ: بَلْ آذَنُ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نے آپ کے لیے تیار کیا تھا۔ آپ پانچویں تھے (یعنی مدعوین میں آپ کے علاوہ چار آدمی اور تھے۔) ان کے ساتھ ایک (چھٹا) آدمی اور شامل ہو گیا۔ جب آپ (داعی کے) دروازے پر پہنچے تو اس سے نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ شخص ہمارے ساتھ آ گیا ہے' اگر تم چاہو تو اسے اجازت دے دو اور اگر چاہو تو واپس چلا جائے۔'' اس نے کہا (نہیں) اے اللہ کے رسول! بلکہ میں اسے اجازت دیتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: بغیر دعوت کے اس طرح طفیلی بن کر دعوت میں شریک ہونا غیر اخلاقی حرکت ہے' تاہم صاحب دعوت سے اجازت لے لی جائے تو اس کی گنجائش ہے' چنانچہ نبی ﷺ نے اسی لیے اجازت طلب فرمائی۔ لیکن اگر صاحب دعوت کی طرف سے یہ اعتماد و وثوق ہو کہ ایک دو آدمیوں کے زائد ہونے پر وہ معترض اور کبیدہ خاطر نہیں ہوگا تو ایسا کرنا جائز ہے جیسا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر جابر ؓ کی دعوت میں آپ تمام صحابۂ کرام ؓ کو لے گئے تھے۔

[١٠٤] بَابُ الْأَكْلِ مِمَّا يَلِيهِ وَوَعْظِهِ وَتَأْدِيبِهِ مَنْ يُسِيءُ أَكْلَهُ

باب:104- اپنے سامنے سے کھانا کھانے اور نامناسب انداز سے کھانے والے کو نصیحت و تادیب کرنے کا بیان

[٧٤٠] عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا فِي حِجْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا غُلَامُ! سَمِّ اللهَ تَعَالٰى، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[740] حضرت عمر بن ابی سلمہ ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں نوعمر بچہ تھا (کیونکہ ان کے والد کی وفات کے بعد ان کی والدہ حضرت ام سلمہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے حبالۂ عقد میں آ گئی تھیں) اور میرا ہاتھ (کھاتے وقت) پورے برتن میں گھومتا تھا تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لڑکے! اللہ تعالیٰ کا نام لے اور دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے سامنے سے کھا۔'' (بخاری و مسلم)

قَوْلُهُ: [تَطِيشُ]: بِكَسْرِ الطَّاءِ وَبَعْدَهَا يَاءٌ مُثَنَّاةٌ مِنْ تَحْتُ، مَعْنَاهُ: تَتَحَرَّكُ وَتَمْتَدُّ إِلَى

تَطِيشُ: ''طا'' کے نیچے زیر اور اس کے بعد ''یا'' اس کے معنی ہیں: اس کا ہاتھ حرکت کرتا اور برتن کے کناروں تک دراز

[740] صحيح البخاري، الأطعمة، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين، حديث:5376، وصحيح مسلم، الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، حديث:2022.

نَوَاحِي الصَّحْفَةِ.

ہوتا تھا۔

فوائد ومسائل: ① غلام نابالغ بچے کو کہتے ہیں۔ صَحْفَةٌ ایسے برتن کو جس میں پانچ آدمیوں کا اور قَصْعَةٌ ایسے برتن کو کہتے ہیں جس میں دس آدمیوں کا کھانا آجائے۔ ② اس میں نبی ﷺ نے اپنے زیر پرورش بچے کو کھانے کے آداب بتلائے ہیں۔ اس طرح ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ اپنے زیر تربیت بچوں کی پرورش کرے۔

[٧٤١] وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِشِمَالِهِ، فَقَالَ: «كُلْ بِيَمِينِكَ» قَالَ: لَا أَسْتَطِيعُ. قَالَ: «لَا اسْتَطَعْتَ!» مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ! فَمَا رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[741] حضرت سلمہ بن اکوع ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپ نے فرمایا: ''اپنے دائیں ہاتھ سے کھا۔'' اس نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ نے فرمایا: ''تو طاقت نہ ہی رکھے۔'' اسے (نبی ﷺ کا حکم ماننے سے) صرف تکبر نے روکا۔ لہٰذا وہ اپنا ہاتھ (کبھی بھی) اپنے منہ کی طرف نہ اٹھا سکا۔ (یعنی آپ کی بددعا سے اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا اور وہ اسے اٹھانے کے قابل ہی نہیں رہا۔) (مسلم)

فوائد ومسائل: ① یہ روایت اس سے قبل حدیث نمبر: 159 اور 613 میں بھی گزر چکی ہے۔ باب کی مناسبت سے یہاں بھی اسے نقل کیا گیا ہے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے کے جو آداب ہیں' خود بھی ان کا خیال رکھنا چاہیے اور لوگوں کو بھی ان کی تاکید کرنی چاہیے۔ نیز محض تکبراً صحیح بات کا انکار کرنا بہت بڑا جرم ہے جس سے اللہ سخت ناراض ہوتا ہے۔ ③ اس میں نبی اکرم ﷺ کے معجزے کا بھی اثبات ہے کہ آپ کی بددعا سے وہ اپنے دائیں ہاتھ کو استعمال کرنے کے قابل نہیں رہا۔

[١٠٥] بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقِرَانِ بَيْنَ تَمْرَتَيْنِ وَنَحْوِهِمَا إِذَا أَكَلَ جَمَاعَةً إِلَّا بِإِذْنِ رِفْقَتِهِ

باب: 105- جب چند افراد مل کر کھا رہے ہوں تو ساتھیوں کی اجازت کے بغیر کھجوروں یا اس قسم کی دیگر چیزوں کو دو دو اکٹھا کرنا منع ہے

[٧٤٢] عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ قَالَ: أَصَابَنَا عَامُ سَنَةٍ مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، فَرُزِقْنَا تَمْرًا، وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ

[742] حضرت جبلہ بن سحیم بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کی خلافت میں قحط سالی کا شکار ہو گئے تو

[741] صحيح مسلم، الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، حديث: 2021.

[742] صحيح البخاري، المظالم، باب إذا أذن إنسان لآخر شيئا جاز، حديث: 2455، وصحيح مسلم، الأشربة، باب نهي الآكل مع جماعة عن قران تمرتين......، حديث: 2045.

عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَمُرُّ بِنَا وَنَحْنُ نَأْكُلُ، فَيَقُولُ: لَا تُقَارِنُوا، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الْإِقْرَانِ، ثُمَّ يَقُولُ: «إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ أَخَاهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ہمیں چند کھجوریں دی گئیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس سے گزرے تو ہم کھجوریں کھا رہے تھے' فرمانے لگے کہ دو دو ملا کر نہ کھاؤ' اس لیے کہ نبی ﷺ نے ہمیں ملانے سے منع فرمایا' اور فرمایا: ''مگر یہ کہ آدمی اپنے بھائی (ساتھی) سے اجازت لے لے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس میں آج کل کے مسلمانوں کے لیے بڑی اہم ہدایت ہے جو اخلاقیات سے بالکل نابلد ہو گئے ہیں۔ دعوتوں میں عام طور پر مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ ایک شخص اپنے اردگرد کے ساتھیوں سے بے نیاز ہو کر صرف اپنی پلیٹ بھرنے سے دلچسپی رکھتا ہے۔ کھانے کی یہ حرص ہمارے پیغمبر کی مذکورہ تعلیم و ہدایت کے خلاف ہے' جس کا مقصد دوسرے ساتھیوں کا بھی خیال رکھنا ہے' صرف اپنے پیٹ کے لیے ہی ایندھن فراہم کرنا نہیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت جَبَلہ بن سُحَیم رحمہ اللہ] جبلہ بن سحیم تیمی' کوفی۔ یہ تابعی ہیں۔ عبداللہ بن زبیر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے روایات بیان کرتے ہیں۔ ان سے سفیان ثوری اور امام شعبہ بن حجاج روایات لیتے ہیں۔ امام ابن معین' قطان' ابوحاتم اور امام نسائی وغیرہ رحمہم اللہ نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔ 125 ہجری میں فوت ہوئے۔

[١٠٦] بَابُ مَا يَقُولُهُ وَيَفْعَلُهُ مَنْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ

باب:106- جو شخص کھانا کھائے اور سیر نہ ہو تو وہ کیا کہے اور کیا کرے؟

[٧٤٣] عَنْ وَحْشِيِّ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّا نَأْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ، قَالَ: «فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُونَ؟» قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ: «فَاجْتَمِعُوا عَلٰى طَعَامِكُمْ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ، يُبَارَكْ لَكُمْ فِيهِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[743] حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم کھاتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا: ''شاید تم الگ الگ کھاتے ہو؟'' انھوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''پس تم کھانا اجتماعی طریقے سے کھاؤ اور اللہ کا نام لو (بسم اللہ پڑھو)' تمھارے لیے کھانے میں برکت ڈال دی جائے گی۔'' (ابوداود)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ پڑھ کر اور اجتماعی طور پر ایک ہی برتن میں کھانا شکم سیری اور حصول برکت کا اور ان سے گریز بے برکتی کا باعث ہے۔

[743] سنن أبي داود، الأطعمة، باب في الاجتماع على الطعام، حديث:3764.

راویٔ حدیث: [حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ] وحشی بن حرب حبشی۔ ان کی کنیت ابودسمہ ہے۔ بنونوفل کے آزاد کردہ غلاموں میں سے ہیں۔ مکہ کے سیاہ لوگوں میں سے تھے۔ یہ حمزہ بن عبدالمطلب' جو اللہ کے رسول ﷺ کے چچا ہیں' کے قاتل تھے لیکن اہل طائف کے وفد میں شامل ہو کر نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ مسیلمہ کذاب کے قتل میں شریک ہوئے۔ جنگ یرموک میں بھی شمولیت کی۔ حمص میں رہائش پذیر ہوئے اور وہیں 25 ہجری کو فوت ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ سے 4 احادیث بیان کرتے ہیں۔

[١٠٧] بَابُ الْأَمْرِ بِالْأَكْلِ مِنْ جَانِبِ الْقَصْعَةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْأَكْلِ مِنْ وَسَطِهَا

باب:107- پیالے کی ایک جانب سے کھانے کا حکم اور اس کے درمیان سے کھانے کی ممانعت

فِيهِ: قَوْلُهُ ﷺ: «وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ كَمَا سَبَقَ [برقم: ٧٤٠].

اس باب میں ایک صحیحین کی وہ حدیث ہے جو پہلے گزر چکی ہے کہ ''اپنے سامنے سے کھاؤ۔'' دیکھیے: (حدیث:740)

[٧٤٤] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلْبَرَكَةُ تَنْزِلُ وَسْطَ الطَّعَامِ، فَكُلُوا مِنْ حَافَتَيْهِ وَلَا تَأْكُلُوا مِنْ وَسَطِهِ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[744] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے' پس تم اس کے دونوں کناروں سے کھاؤ اور اس کے درمیان سے مت کھاؤ۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد ومسائل: ① کناروں سے مراد برتن کے کنارے اور اس کا درمیان ہے۔ ② اس میں کھانے کا ادب بتلایا گیا ہے کہ درمیان میں سے مت کھاؤ بلکہ اپنے سامنے سے اور کنارے سے کھاؤ' خاص طور پر جب کوئی اور بھی ساتھ کھا رہا ہو۔ اسی طرح روٹی بھی درمیان میں سے کھا لینا اور اس کے کنارے بچا دینا' ممنوع ہوگا۔

[٧٤٥] وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ قَصْعَةٌ يُقَالُ لَهَا: اَلْغَرَّاءُ، يَحْمِلُهَا أَرْبَعَةُ رِجَالٍ، فَلَمَّا أَضْحَوْا وَسَجَدُوا الضُّحٰى أُتِيَ بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ، يَعْنِي وَقَدْ ثُرِدَ فِيهَا،

[745] حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک پیالہ تھا جسے غراء کہا جاتا تھا' اسے چار آدمی (چاروں طرف سے پکڑ کر) اٹھاتے تھے۔ جب چاشت کا وقت ہوتا (یعنی تقریباً دن کا چوتھائی حصہ) اور صحابہ رضی اللہ عنہم

[744] سنن أبي داود، الأطعمة، باب ما جاء في الأكل من أعلى الصحفة، حديث:3772، و جامع الترمذي، الأطعمة...... باب ما جاء في كراهية الأكل من وسط الطعام، حديث:1805.

[745] سنن أبي داود، الأطعمة، باب في الأكل من أعلى الصحفة، حديث:3773.

فَالْتَفُّوا عَلَيْهَا، فَلَمَّا كَثُرُوا جَثَا رَسُولُ اللهِ ﷺ. فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: مَا هٰذِهِ الْجِلْسَةُ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ جَعَلَنِي عَبْدًا كَرِيمًا، وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا عَنِيدًا»، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كُلُوا مِنْ حَوَالَيْهَا، وَدَعُوا ذِرْوَتَهَا يُبَارَكْ فِيهَا». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

چاشت کی نماز پڑھ لیتے تو وہ پیالہ (اٹھا کر) لایا جاتا' اس میں ثرید تیار کیا ہوتا تھا (یعنی شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگوئے ہوتے تھے۔) چنانچہ لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے۔ اور جب لوگ زیادہ ہوتے تو رسول اللہ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے۔ ایک دیہاتی نے کہا: یہ کیسی نشست ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً مجھے اللہ تعالیٰ نے مہربان بندہ بنایا ہے' مجھے متکبر اور عناد رکھنے والا نہیں بنایا۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اس کے کناروں سے کھاؤ اور اس کا اوپر والا (درمیانی) حصہ چھوڑ دو' اس میں برکت دی جائے گی۔'' (ابو داود نے اسے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

[ذِرْوَتَهَا]: أَعْلَاهَا، بِكَسْرِ الذَّالِ وَضَمِّهَا.

ذِرْوَتَهَا: ''ذال'' پر زیر اور پیش دونوں طرح جائز ہے۔ معنی ہیں: بالائی (یعنی درمیانی) حصہ۔

فائدہ: اس میں بھی اجتماعی طور پر کھانے اور کناروں سے کھانے کو باعث برکت بتلایا گیا ہے' نیز گھٹنوں کے بل بیٹھنے کا استحباب ہے۔ علاوہ ازیں نبی اکرم ﷺ کے شرف و فضل اور آپ کی تواضع اور عاجزی کا بیان ہے۔

[١٠٨] بَابُ كَرَاهِيَةِ الْأَكْلِ مُتَّكِئًا

باب:108- ٹیک لگا کر کھانا مکروہ (ناپسندیدہ) ہے

[٧٤٦] عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ وَهْبِ بْنِ عَبْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا آكُلُ مُتَّكِئًا». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[746] حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔'' (بخاری)

قَالَ الْخَطَّابِيُّ: اَلْمُتَّكِئُ هُنَا: هُوَ الْجَالِسُ مُعْتَمِدًا عَلٰى وِطَاءٍ تَحْتَهُ، قَالَ: وَأَرَادَ أَنَّهُ لَا يَقْعُدُ عَلَى الْوِطَاءِ وَالْوَسَائِدِ كَفِعْلِ مَنْ يُرِيدُ الْإِكْثَارَ مِنَ

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہاں ٹیک لگانے والے سے مراد وہ آدمی ہے جو اپنے نیچے بچھائے ہوئے گدے پر سہارا لے کر بیٹھے۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ آپ گدے

746| صحيح البخاري، الأطعمة، باب الآكل متكئا، حديث:5398.

الطَّعَامِ، بَلْ يَقْعُدُ مُسْتَوْفِزًا لَا مُسْتَوْطِنًا، وَيَأْكُلُ بُلْغَةً. هٰذَا كَلَامُ الْخَطَّابِيِّ، وَأَشَارَ غَيْرُهُ إِلٰى أَنَّ الْمُتَّكِيءَ هُوَ الْمَائِلُ عَلٰى جَنْبِهِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

اور تکیوں پر اس شخص کی طرح نہ بیٹھتے جو زیادہ کھانا کھانے کا ارادہ کرتا ہے' بلکہ غیر مطمئن ہوکر بیٹھتے نہ کہ اطمینان اور قرار پکڑ کر۔ اور بقدر کفایت کھاتے۔ یہ امام خطابی ؒ کا قول ہے۔ اور امام خطابی کے علاوہ دوسروں نے اشارہ کیا ہے کہ تکیہ لگانے والے سے مراد وہ ہے جو ایک جانب جھک کر کھائے۔ واللہ أعلم.

فوائد ومسائل: ① مطلب یہ ہے کہ ٹیک لگانے سے مراد کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کسی ایک جانب جھک کر کھانا ''اتکاء'' ہے' جیسے دائیں یا بائیں ہاتھ پر یا دیوار کے ساتھ ٹیک لگانا وغیرہ۔ امام خطابی ؒ کے نزدیک ٹیک لگانا یہ ہے کہ اپنے نیچے گدا بچھا کر اطمینان اور سہولت سے بیٹھا جائے جیسے عام طور پر آلتی پالتی مار کر بیٹھا جاتا ہے' اس طرح کھانا زیادہ کھایا جاتا ہے جبکہ نبی ﷺ کا طریقہ تھوڑا اور بقدر کفایت کھانا کھانا تھا' تاہم آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کو ٹیک لگا کر بیٹھنا قرار دینا کسی دلیل سے ثابت نہیں' اس لیے ٹیک لگانے کا پہلا مفہوم ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ ② حافظ ابن حجر ؒ فرماتے ہیں کہ کھانے والے کے لیے بیٹھنے کا مستحب انداز یہ ہے کہ گھٹنوں کے بل پیروں کی پشت (تلووں) پر بیٹھے یا دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں پر بیٹھے۔ (فتح الباري، كتاب وباب مذكور)

[٧٤٧] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ جَالِسًا مُقْعِيًا يَأْكُلُ تَمْرًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[747] حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپ کے دونوں زانو کھڑے ہوئے تھے اور آپ کھجور تناول فرما رہے تھے۔ (مسلم)

[اَلْمُقْعِي]: هُوَ الَّذِي يُلْصِقُ أَلْيَتَيْهِ بِالْأَرْضِ، وَيَنْصِبُ سَاقَيْهِ.

اَلْمُقْعِي وہ شخص ہے جو اپنے چوتڑوں کو زمین کے ساتھ ملاتا اور اپنی پنڈلیوں کو کھڑا رکھتا ہے۔

فائدہ: اس میں نبی اکرم ﷺ کے ایک اور انداز نشست کا ذکر ہے۔ یہ زیادہ غیر اطمینان بخش حالت ہے لیکن یہ اس وقت کی کیفیت ہے جب آپ بہت جلدی میں ہوتے اور چند کھجوروں کے ذریعے سے بھوک مٹا کر کسی اہم تر کام کے لیے فارغ ہونا مقصود ہوتا جیسا کہ اس کی وضاحت حضرت انس ؓ ہی کی ایک دوسری حدیث میں موجود ہے جو صحیح مسلم کے باب مذکور میں ہی وارد ہے۔

[747] صحيح مسلم، الأشربة، باب استحباب تواضع الآكل وصفة قعوده، حديث:2044.

[١٠٩] بَابُ اسْتِحْبَابِ الْأَكْلِ بِثَلَاثِ أَصَابِعَ وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الْأَصَابِعِ، وَكَرَاهَةِ مَسْحِهَا قَبْلَ لَعْقِهَا وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الْقَصْعَةِ وَأَخْذِ اللُّقْمَةِ الَّتِي تَسْقُطُ مِنْهُ وَأَكْلِهَا وَمَسْحِهَا بَعْدَ اللَّعْقِ بِالسَّاعِدِ وَالْقَدَمِ وَغَيْرِهَا

باب:109- تین انگلیوں سے کھانے' انگلیوں اور پیالے کو چاٹنے کے مستحب ہونے' چاٹنے سے پہلے انھیں صاف کرنے کی کراہت' تھالی (پلیٹ) چاٹنے کے مستحب ہونے' گرے ہوئے لقمے کو اٹھا کر کھا لینے اور چاٹنے کے بعد انگلیوں کو کلائی اور تلووں وغیرہ سے صاف کرنے کا بیان

[٧٤٨] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا، فَلَا يَمْسَحْ أَصَابِعَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[748] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اپنی انگلیاں صاف نہ کرے یہاں تک کہ (پہلے) انھیں چاٹ لے یا چٹوا لے۔'' (بخاری و مسلم)

فائدہ: کپڑے سے پونچھنے یا پانی سے دھونے سے قبل انگلیوں کو چاٹ لینا یا کسی ایسے شخص سے چٹوا لینا جس کے لیے اس میں کراہت نہ ہو' جیسے بیوی' اولاد یا عقیدت مند مرید وغیرہ' پسندیدہ امر ہے' کیونکہ اس کا حکم ہے۔ اس کی علت اور حکمت کیا ہے؟ آگے بعض احادیث میں اس کی وضاحت آ رہی ہے۔

[٧٤٩] وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْكُلُ بِثَلَاثِ أَصَابِعَ، فَإِذَا فَرَغَ لَعِقَهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[749] حضرت کعب بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تین انگلیوں سے کھانا کھاتے ہوئے دیکھا' پھر جب آپ (کھا کر) فارغ ہو گئے تو انھیں چاٹ لیا۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① تین انگلیوں سے کم کھانا بالعموم متکبرین کی عادت اور پورے ہاتھوں کا استعمال زیادہ حرص کی علامت ہے۔ اس لیے سب سے بہتر طریقہ' طریقۂ نبوی ہی ہے' تاہم حسب ضرورت زیادہ انگلیوں کا استعمال بھی جائز ہے' اسی طرح ہاتھوں کا استعمال بھی۔ ② اس میں بھی انگلیوں کے چاٹنے کا اثبات ہے۔

[٧٥٠] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ

[750] حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ بے شک

[748] صحيح البخاري، الأطعمة، باب لعق الأصابع......، حديث:5456، وصحيح مسلم، الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة......، حديث:2031.

[749] صحيح مسلم، الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة......، حديث:2032.

[750] صحيح مسلم، الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة......، حديث:2033.

اللهِ ﷺ أَمَرَ بِلَعْقِ الْأَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ، وَقَالَ: «إِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ فِي أَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

رسول اللہ ﷺ نے انگلیاں اور پیالہ چاٹنے کا حکم فرمایا ہے اور آپ نے فرمایا: ''یقیناً تم نہیں جانتے کہ تمھارے کون سے کھانے میں برکت ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں انگلیاں اور برتن چاٹنے کی حکمت کا ذکر ہے کہ کھانے والے کو پتہ نہیں کہ اس نے جو کچھ کھایا ہے اس میں برکت ہے یا جو اجزاء اس کی انگلیوں میں یا کھانے کے برتنوں میں رہ گئے ہیں ان کے اندر۔ اس لیے ان اجزاء کو ضائع نہ کیا جائے بلکہ انھیں بھی چاٹ کر اپنی خوراک میں شامل کرلیا جائے۔ ممکن ہے انھی میں برکت ہو اور وہ انسان کی صحت وقوت کے لیے زیادہ مفید ہوں۔ علاوہ ازیں اس طرح انسان اللہ کی نعمت کی ناقدری کرنے سے بھی بچ جاتا ہے۔

[٧٥١] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ، فَلْيَأْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَذًى وَلْيَأْكُلْهَا، وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، وَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ بِالْمِنْدِيلِ حَتَّى يَلْعَقَ أَصَابِعَهُ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي فِي أَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[751] حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے اٹھالے اور اس میں جو تکلیف دہ چیز (مٹی وغیرہ) لگ گئی ہو اسے صاف کرلے اور کھالے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔ اپنے ہاتھ تولیے سے نہ پونچھے یہاں تک کہ (پہلے) اپنی انگلیاں چاٹ لے، اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کون سے کھانے میں برکت ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں گرے ہوئے لقمے کو اٹھا کر، اسے صاف کر کے کھانے کا حکم دیا گیا ہے جس میں تواضع کا اظہار بھی ہے اور اللہ کی نعمت کی ناقدری سے اجتناب بھی۔ آج کل لوگ اس حکم نبوی کو بھی اہمیت نہیں دیتے اور اس طرح کرنے میں اپنی توہین اور سبکی محسوس کرتے ہیں بلکہ ستم بالائے ستم یہ کہ لقمہ دو لقمہ نہیں، سیروں کے حساب سے کھانا باہر گلیوں اور گھوروں پر پھینک دیتے ہیں۔ اسی طرح برتن کو چاٹ کر صاف کرنا تو کجا، برتنوں میں کھانا چھوڑ دینا ضروری سمجھتے ہیں جسے بالآخر کوڑوں کے ڈھیر میں یا نالیوں میں گرا دیا جاتا ہے۔ افسوس یہ امت اپنے پیغمبر (ﷺ) کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ سے کتنی دور ہوگئی ہے۔ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

[٧٥٢] وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ أَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَأْنِهِ، حَتَّى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ، فَإِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيَأْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَذًى، ثُمَّ

[752] حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ شیطان تمھارے ایک کے ساتھ، اس کے ہر کام کے وقت موجود رہتا ہے، حتی کہ اس کے کھانے کے وقت بھی اس کے پاس موجود رہتا ہے، پس جب تم میں

[751] صحيح مسلم، الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة ...... حديث: 2033.

[752] صحيح مسلم، الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة ...... حديث: 2033.

لِيَأْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، فَإِذَا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ أَصَابِعَهُ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي فِي أَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

سے کسی سے لقمہ گر جائے تو اسے اٹھا لے اور اس میں جو گندگی (مٹی وغیرہ) لگ گئی ہے' اسے صاف کر لے' پھر اسے کھا لے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔ پھر جب کھا کر فارغ ہو جائے تو اپنی انگلیاں چاٹ لے' اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کون سے کھانے میں برکت ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: شیطان کے ہتھکنڈوں سے ہر وقت بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے حتی کہ کھانے کے وقت بھی۔ اسی لیے آغاز میں بسم اللہ پڑھنے کی تاکید ہے تاکہ انسان شیطان کی شرکت اور شرارتوں سے محفوظ ہو جائے اور گرے ہوئے لقمے کو چھوڑ دینا اور اسے نہ اٹھانا' گویا شیطان اور اس کے چیلوں چانٹوں کو وسوسہ اندازی کا موقع فراہم کرنا ہے۔ فَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ وَأَعْوَانِهِ.

[٧٥٣] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا، لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ، وَقَالَ: «إِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيَأْخُذْهَا وَلْيُمِطْ عَنْهَا الْأَذٰى، وَلْيَأْكُلْهَا، وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ». وَأَمَرَنَا أَنْ نَسْلُتَ الْقَصْعَةَ وَقَالَ: «إِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ فِي أَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[753] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا کھاتے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیتے اور فرماتے: ''جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے اٹھا لے اور اس سے گندگی (مٹی' ریت وغیرہ) کو صاف کر لے اور کھا لے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔'' اور آپ ہمیں یہ حکم (بھی) دیتے کہ ہم سالن کا برتن چاٹ کر صاف کیا کریں۔ اور فرماتے: ''بلاشبہ تم نہیں جانتے کہ تمھارے کون سے کھانے میں برکت ہے۔'' (مسلم)

[٧٥٤] وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَأَلَ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، فَقَالَ: لَا، قَدْ كُنَّا زَمَنَ النَّبِيِّ ﷺ لَا نَجِدُ مِثْلَ ذٰلِكَ الطَّعَامِ إِلَّا قَلِيلًا، فَإِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ، لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيلُ إِلَّا أَكُفَّنَا وَسَوَاعِدَنَا وَأَقْدَامَنَا، ثُمَّ نُصَلِّي وَلَا نَتَوَضَّأُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[754] حضرت سعید بن حارث سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو (ٹوٹنے) کا مسئلہ پوچھا' تو انھوں نے فرمایا: وضو نہیں ٹوٹتا۔ (پھر فرمایا کہ) نبی ﷺ کے زمانے میں اس قسم کے کھانے (جو آگ پر پکے ہوتے) ہمیں بہت کم میسر آتے تھے۔ پس جب ہم اس قسم کا کھانا کھاتے تو رومال تو لیے تو ہمارے پاس ہوتے نہیں تھے' بس یہ ہتھیلیاں' کلائیاں اور

[753] صحيح مسلم، الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة...... حديث: 2034.

[754] صحيح البخاري، الأطعمة، باب المنديل، حديث: 5457.

تلوے ہی تھے (جن سے ہم ہاتھ پونچھ لیتے) پھر ہم نماز پڑھ لیتے اور (نیا) وضو نہ کرتے۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس میں ایک تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سادہ زندگی کا بیان ہے' ان کو جو کچھ میسر آتا اس میں گزارہ کر لیتے' عیش و راحت اور پر تکلف کھانوں سے وہ ناآشنا تھے۔ ② آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ابتدائے اسلام میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ آگ پر پکی چیز کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ ③ رومال' تولیہ اور پانی میسر نہ ہو تو ہاتھوں کو ہتھیلیوں اور کلائیوں وغیرہ سے پونچھا جا سکتا ہے تاکہ نماز پڑھتے وقت چکنائی وغیرہ سے آلودہ ہاتھ کپڑوں کی خرابی کا باعث نہ بنیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت سعید بن حارث رحمہ اللہ] سعید بن حارث بن ابوسعید بن معلی الانصاری۔ یہ تابعی ہیں۔ مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔ ابوہریرہ' ابوسعید اور جابر رضی اللہ عنہم سے روایات بیان کرتے ہیں۔ ان سے عمرو بن حارث اور فلیح بن سلیمان وغیرہ احادیث روایت کرتے ہیں۔ ابن معین کے بقول یہ خاصے مشہور تھے۔

[١١٠] بَابُ تَكْثِيرِ الْأَيْدِي عَلَى الطَّعَامِ

باب:110- کھانے پر ہاتھوں کی کثرت (یعنی کھانا تھوڑا ہو مگر کھانے والے زیادہ ہوں)

[٧٥٥] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْأَرْبَعَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[755] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو آدمیوں کا کھانا تین کو اور تین کا کھانا چار آدمیوں کے لیے کافی ہے۔'' (بخاری و مسلم)

[٧٥٦] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ، وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي الْأَرْبَعَةَ، وَطَعَامُ الْأَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[756] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''ایک آدمی کا کھانا دو کو اور دو کا کھانا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کے لیے کافی ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مل کر کھانے میں برکت ہے اور اس طرح تھوڑا کھانا بھی زیادہ آدمیوں کو کافی ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس طرح باہم الفت و محبت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (باب:62، بَابُ الْإِيثَارِ وَالْمُوَاسَاةِ)

[755] صحيح البخاري، باب طعام الواحد يكفي الاثنين، حديث: 5392، وصحيح مسلم، الأشربة، باب فضيلة المواساة في الطعام القليل، حديث: 2058.

[756] صحيح مسلم، الأشربة، باب فضيلة المواساة في الطعام القليل ...... حديث: 2059.

[۱۱۱] بَابُ أَدَبِ الشُّرْبِ وَاسْتِحْبَابِ التَّنَفُّسِ ثَلَاثًا خَارِجَ الْإِنَاءِ وَكَرَاهَةِ التَّنَفُّسِ فِي الْإِنَاءِ وَاسْتِحْبَابِ إِدَارَةِ الْإِنَاءِ عَلَى الْأَيْمَنِ فَالْأَيْمَنِ بَعْدَ الْمُبْتَدِيءِ

باب:111- پینے کا ادب اور برتن سے باہر تین مرتبہ سانس لینے کا استحباب اور برتن میں سانس لینے کی کراہت اور برتن کو ابتداءً پینے والے کے بعد دائیں طرف باری باری گھمانے کا استحباب

[۷۵۷] عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

يَعْنِي: يَتَنَفَّسُ خَارِجَ الْإِنَاءِ.

[757] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پینے کی چیز (مشروب) تین سانس میں پیتے تھے، یعنی برتن سے باہر تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: پینے والی چیز تین سانس میں پی جائے، یعنی پی کر برتن سے منہ ہٹا کر سانس لیا جائے۔ پھر تھوڑا پی کر منہ برتن سے باہر کر کے سانس لیا جائے، تیسری مرتبہ بھی اس طرح کیا جائے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ معدے پر یکبارگی بوجھ نہیں پڑتا، نیز آدمی حیوانی مشابہت سے بچ جاتا ہے، علاوہ ازیں برتن میں سانس نہ لینے کا خوشگوار اثر اس کے مستقبل پر پڑتا ہے۔

[۷۵۸] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَشْرَبُوا وَاحِدًا كَشُرْبِ الْبَعِيرِ، وَلٰكِنِ اشْرَبُوا مَثْنٰى وَثُلَاثَ، وَسَمُّوا إِذَا أَنْتُمْ شَرِبْتُمْ، وَاحْمَدُوا إِذَا أَنْتُمْ رَفَعْتُمْ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[758] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اونٹ کے پینے کی مانند ایک ہی سانس میں پانی مت پیو بلکہ دو دو اور تین تین سانس میں پیا کرو۔ اور جب پینے لگو تو اللہ کا نام لو (بسم اللہ پڑھو) اور جب (فارغ ہو کر) برتن اٹھاؤ تو اللہ کی حمد کرو (یعنی الحمد للہ کہو)۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: حدیث حسن ہے۔)

[۷۵۹] وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى أَنْ يُتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

يَعْنِي: يُتَنَفَّسُ فِي نَفْسِ الْإِنَاءِ.

[759] حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ برتن میں سانس لیا جائے۔ (بخاری ومسلم)

آپ کی مراد یہ ہے کہ پیتے وقت خود برتن کے اندر ہی سانس

---

[757] صحيح البخاري، الأشربة ، باب الشرب بنفسين أو ثلاثة ، حديث:5631 ، وصحيح مسلم، الأشربة، باب كراهة التنفس في الإناء...... حديث:2028.

[758] ضعيف- جامع الترمذي، الأشربة ، باب ماجاء في التنفس في الإناء، حديث:1885.

[759] صحيح البخاري، الأشربة، باب النهي عن التنفس في الإناء، حديث: 5630 ، وصحيح مسلم، الأشربة ، باب كراهة التنفس في الإناء...... حديث:267 واللفظ له.

لیا جائے (یہ منع ہے۔ برتن سے منہ ہٹا کر سانس لینا چاہیے)۔

فائدہ: اس کی حکمت اور فائدہ واضح ہے کہ برتن کے اندر ہی سانس لینے میں اندر کی بدبو یا تھوک وغیرہ پانی میں مل جائے گا جس سے انسان کراہت محسوس کرتا ہے اور یہ چیز صحت کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔

[٧٦٠] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيبَ بِمَاءٍ، وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَشَرِبَ، ثُمَّ أَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ وَقَالَ: «الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[760] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پانی ملا ہوا دودھ لایا گیا جبکہ آپ کی دائیں جانب ایک دیہاتی تھا اور بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ پس آپ نے اسے نوش فرمایا' پھر دیہاتی کو دے دیا اور فرمایا: ''دائیں طرف والا (مقدم ہے) پھر دائیں والا (آخر تک)۔'' (بخاری و مسلم)

قَوْلُهُ: [شِيبَ]، أَيْ: خُلِطَ.

شیب کے معنی ہیں: ملایا ہوا (یعنی ایسا دودھ جس میں پانی ملایا ہوا تھا۔ جسے ہم کچی لسی کہتے ہیں۔)

فائدہ: خود پینے یا مہمانوں کو پلانے کے لیے دودھ میں پانی ملانا ملاوٹ کے زمرے میں نہیں آتا' اس لیے ایسا کرنا جائز ہے۔

[٧٦١] وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بِشَرَابٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ: «أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟» فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللهِ! لَا أُوثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا. فَتَلَّهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي يَدِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[761] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مشروب (پینے کی کوئی چیز' پانی یا دودھ) لایا گیا۔ آپ نے اسے نوش فرمایا۔ اور آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب کچھ بزرگ (عمر رسیدہ لوگ) تھے۔ چنانچہ آپ نے لڑکے سے فرمایا: ''کیا تو مجھے اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ میں (تجھ سے پہلے) ان بڑے لوگوں کو دے دوں؟'' تو لڑکے نے کہا: نہیں' اللہ کی قسم! میں آپ سے ملنے والے اپنے حصے میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے وہ پیالہ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ (بخاری و مسلم)

[760] صحيح البخاري، الأشربة، باب شرب اللبن بالماء، حديث:5612، وصحيح مسلم، الأشربة، باب استحباب إدارة الماء باللبن......، حديث:2029.

[761] صحيح البخاري، الأشربة، باب هل يستأذن الرجل من عن يمينه في الشرب ليعطي الأكبر، حديث: 5620، وصحيح مسلم، الأشربة، باب استحباب إدارة الماء باللبن......، حديث:2030.

قَوْلُهُ: [تَلَّهُ]، أَيْ: وَضَعَهُ، وَهٰذَا الْغُلَامُ هُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

تَلَّــهُ کے معنی ہیں: اسے رکھ دیا۔ اور یہ لڑکا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث اس سے قبل بَابُ التَّنَافُسِ فِي أُمُورِ الْآخِرَةِ، حدیث: 569 میں بھی گزر چکی ہے۔ ②اس مقام پر شیخ البانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ متاخرین میں جو یہ مشہور ہے کہ حاضرین مجلس میں سے بڑی عمر والے شخص سے ابتدا کرنا سنت ہے' یہ صحیح نہیں ہے۔ ③ اسی طرح امام نووی رحمہ اللہ کی یہ بات صحیح نہیں ہے کہ تقسیم کنندہ اپنی ذات سے آغاز کرے اور اس کے بعد [الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ] کے مطابق حاضرین میں تقسیم کرے' بلکہ حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے پہلے پینے کا جو ذکر ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے وہ مشروب (اپنے لیے) طلب فرمایا تھا' اس لحاظ سے آپ ہی کو وہ سب سے پہلے پینا تھا۔ ورنہ اگر ایسی صورت نہ ہو تو حدیث میں عموم ہے کہ ابتدا دائیں جانب سے کی جائے' نہ تقسیم کرنے والا اپنے کو مقدم کرے' نہ حاضرین میں سے کسی بڑے آدمی کو' بلکہ دائیں جانب سے آغاز کرے اور پھر ترتیب وار تقسیم کرتا چلا جائے۔ اسی لیے شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام نووی کا بعد میں بعد المبتدئ (ابتدا کرنے والا اپنے بعد دائیں جانب سے آغاز کرے) کہنا صحیح نہیں۔ اس کے بغیر صرف یہ کہا جائے کہ برتن کو دائیں طرف سے باری باری گھمانا پسندیدہ ہے۔ دیکھیے: (رياض الصالحين، بتحقيق شيخ الباني رحمه الله، بَابُ التَّنَافُسِ فِي أُمُورِ الْآخِرَةِ، صفحہ: 260,259 کا حاشیہ)

[١١٢] بَابُ كَرَاهَةِ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ وَنَحْوِهَا وَبَيَانِ أَنَّهُ كَرَاهَةُ تَنْزِيهٍ لَا تَحْرِيمٍ

باب: 112- مشک یا اس قسم کی کسی چیز کو منہ لگا کر پانی پینا مکروہ ہے' تاہم حرام نہیں

[٧٦٢] عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ. يَعْنِي: أَنْ تُكْسَرَ أَفْوَاهُهَا، وَيُشْرَبَ مِنْهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[762] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشکوں کے منہوں کو موڑنے سے منع فرمایا ہے' یعنی اس بات سے کہ ان کے منہ کھول (اور موڑ) کر ان سے پانی پیا جائے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: مشک یا اسی قسم کی اور کوئی چیز جو بند ہو' اس سے منہ لگا کر پانی پینے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے کیونکہ مشک کے اندر کوئی موذی چیز بھی ہو سکتی ہے جو پیٹ میں جا سکتی ہے' اس لیے براہ راست منہ لگا کر پانی پینے کی بجائے پہلے کسی برتن میں پانی نکالا جائے' پھر پیا جائے تاکہ نقصان کا اندیشہ باقی نہ رہے۔

---

[762] صحيح البخاري، الأشربة، باب اختناث الأسقية، حديث: 5625، وصحيح مسلم، الأشربة، باب آداب الطعام والشراب و أحكامها، حديث: 2023.

[٧٦٣] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُشْرَبَ مِنْ فِي السِّقَاءِ أَوِ الْقِرْبَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[763] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مشک سے یا مشک نما کسی برتن سے پانی پیا جائے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: قِرْبة بھی مشک ہی کی طرح کا کوئی برتن ہوتا تھا' یہ چھوٹا بڑا دونوں طرح کا ہوتا تھا' جب کہ سقاء عام طور پر چھوٹی مشک کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

[٧٦٤] وَعَنْ أُمِّ ثَابِتٍ كَبْشَةَ بِنْتِ ثَابِتٍ أُخْتِ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَعَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَشَرِبَ مِنْ فِي قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا، فَقُمْتُ إِلٰى فِيهَا فَقَطَعْتُهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[764] حضرت ام ثابت کبشہ بنت ثابت' ہمشیرۂ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور کھڑے کھڑے ایک لٹکی ہوئی مشک کے منہ سے پانی پیا۔ پس میں اٹھی اور اس کا منہ والا حصہ (بطور تبرک رکھنے کے لیے) کاٹ لیا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

وَإِنَّمَا قَطَعَتْهَا، لِتَحْفَظَ مَوْضِعَ فَمِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَتَتَبَرَّكَ بِهِ، وَتَصُونَهُ عَنِ الْاِبْتِذَالِ. وَهٰذَا الْحَدِيثُ مَحْمُولٌ عَلٰى بَيَانِ الْجَوَازِ، وَالْحَدِيثَانِ السَّابِقَانِ لِبَيَانِ الْأَفْضَلِ وَالْأَكْمَلِ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

حضرت ام ثابت رضی اللہ عنہا نے وہ اس لیے کاٹا تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے منہ سے لگنے والی جگہ کو محفوظ کرلیں اور اس سے برکت حاصل کریں اور اسے عام استعمال سے بچائیں۔ اور یہ حدیث جواز کے بیان پر محمول ہے اور پہلی دونوں حدیثیں افضل واکمل طریقے کے بیان پر۔ واللہ أعلم

فوائد ومسائل: ① پہلی دو حدیثوں میں براہ راست مشکیزے وغیرہ سے پانی پینے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا جبکہ اس حدیث میں ہے کہ آپ نے خود مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پیا' جس سے یہ معلوم ہوا کہ اس طرح پانی نہ پینا افضل اور اکمل ہے' تاہم اگر کبھی ضرورت پیش آجائے تو پینا بھی جائز ہے۔ اسی لیے امام نووی رحمہ اللہ نے باب میں بھی صراحت فرمادی ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے' کراہت تحریمی نہیں ہے' یعنی اس سے بچنا بہتر ہے' تاہم بوقت ضرورت ایسا کرنا جائز بھی ہے کیونکہ یہ حرام نہیں ہے۔ ② اسی طرح نبی ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے بشرطیکہ اسے عبادت اور الوہیت کا مظہر نہ بنالے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ام ثابت کبشہ بنت ثابت رضی اللہ عنہا] کبشہ بنت ثابت۔ یہ ثابت کی والدہ اور شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں۔ عبدالرحمن بن ابی عمرہ وغیرہ ان سے روایات لیتے ہیں' البتہ انھوں نے اللہ کے

[763] صحيح البخاري، الأشربة، باب الشرب من فم السقاء، حديث:5627 - یہ روایت ہمیں صحیح مسلم میں نہیں مل سکی۔ واللہ أعلم.

[764] جامع الترمذي، الأشربة، باب ماجاء في الرخصة في ذلك [اختناث الأسقية]، حديث:1892.

رسول ﷺ سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔

[۱۱۳] بَابُ كَرَاهَةِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ

باب:113- مشروب (شربت، چائے، دودھ وغیرہ) میں پھونک مارنے کی کراہت کا بیان

[٧٦٥] عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ، فَقَالَ رَجُلٌ: اَلْقَذَاةُ أَرَاهَا فِي الْإِنَاءِ؟ فَقَالَ: «أَهْرِقْهَا»، قَالَ: إِنِّي لَا أَرْوٰى مِنْ نَفَسٍ وَّاحِدٍ؟ قَالَ: «فَأَبِنِ الْقَدَحَ إِذًا عَنْ فِيكَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[765] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پینے والی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا تو ایک آدمی نے کہا: میں (بعض دفعہ) برتن میں تنکے وغیرہ دیکھتا ہوں (تو کیا کروں؟) آپ نے ارشاد فرمایا: ”اس میں سے (کچھ) پانی انڈیل دو۔“ اس نے کہا: میں ایک سانس سے سیراب نہیں ہوتا؟ آپ نے فرمایا: ”پس اس وقت تم اپنا منہ برتن سے ہٹالو (یعنی پہلے، دوسرے اور تیسرے سانس کے لیے اپنا منہ برتن سے دور کرلو)۔“ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① برتن میں تنکا یا اس قسم کی کوئی چیز نظر آئے تو اس میں پھونک مارنے کی بجائے تھوڑا یا زیادہ پانی یا اگر کوئی نقصان دہ چیز ہو تو سارے کا سارا ہی انڈیل دیا جائے، لیکن اگر مشروب قیمتی ہو تو بجائے اس طرح تنکا وغیرہ گرانے کے اسے چمچ سے نکالا جا سکتا ہے کیونکہ ایک تنکے کی وجہ سے سارا مشروب گرانا اچھا نہیں۔ ② اسی طرح ایک سانس سے سیرابی نہ ہو تو منہ برتن سے دور کرلیا جائے اور سانس لے کر پھر پانی پیا جائے۔ اس طرح تین سانس میں پانی پینا مستحب بھی ہے اور سیرابی کا باعث بھی، تاہم اگر گرم چیز ہو جیسے چائے دودھ وغیرہ تو پھر گھونٹ گھونٹ کر کے پینا بھی جائز ہے، چاہے کتنے بھی گھونٹ ہو جائیں۔

[٧٦٦] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى أَنْ يُتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ، أَوْ يُنْفَخَ فِيهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[766] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے یا اس میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[765] جامع الترمذي، الأشربة، باب ماجاء في كراهية النفخ في الشراب، حديث: 1887.

[766] جامع الترمذي، الأشربة، باب ما جاء في كراهية النفخ في الشراب، حديث: 1888.

[١١٤] بَابُ بَيَانِ جَوَازِ الشُّرْبِ قَائِمًا وَبَيَانِ أَنَّ الْأَكْمَلَ وَالْأَفْضَلَ الشُّرْبُ قَاعِدًا

باب:114- کھڑے کھڑے پانی پینے کا جواز اور بیٹھ کر پینے کے افضل ہونے کا بیان

فِيهِ حَدِيثُ كَبْشَةَ السَّابِقُ [برقم: ٧٦٤].

اس میں ایک حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جو اس سے ماقبل باب میں گزری۔ اس میں کھڑے کھڑے پانی پینے کا جواز ہے۔ دیکھیے، حدیث: 764۔ ذیل میں چند احادیث اور ملاحظہ فرمائیں:

[٧٦٧] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَقَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ زَمْزَمَ، فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[767] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو زمزم کا پانی پلایا تو آپ نے اسے نوش فرمایا جب کہ آپ کھڑے ہوئے تھے۔ (بخاری)

[٧٦٨] وَعَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَى عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَابَ الرَّحْبَةِ فَشَرِبَ قَائِمًا، وَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَعَلَ كَمَا رَأَيْتُمُونِي فَعَلْتُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[768] حضرت نزال بن سبرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ (مسجد کوفہ میں) بڑے چبوترے کے دروازے پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پانی پیا' پھر فرمایا: (بعض لوگ کھڑے کھڑے پانی پینے کو ناپسند سمجھتے ہیں' حالانکہ) بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے (پانی پیتے) دیکھا ہے جس طرح تم نے مجھے کرتے دیکھا۔ (بخاری)

راویٔ حدیث: [حضرت نزال بن سبرہ رحمہ اللہ] نزال بن سبرہ ہلالی' عامری۔ ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ یہ کوفی ہیں۔ ثقہ ہیں۔ عجلی اور ابن حجر وغیرہ نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔ رواۃ کے آٹھویں طبقے میں شمار ہوتے ہیں۔ ابوبکر وعثمان رضی اللہ عنہما سے روایات لیتے ہیں اور ان سے شعبی اور ضحاک وغیرہ روایات بیان کرتے ہیں۔ بعض لوگ صیغۂ تمریض' یعنی مجہول کے صیغے سے انھیں صحابی بھی کہتے ہیں۔

[٧٦٩] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا،

[769] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نبی

[767] صحيح البخاري، الحج، باب ما جاء في زمزم، حديث:1637، وصحيح مسلم، الأشربة، باب في الشرب من زمزم قائمًا، حديث:2027.

[768] صحيح البخاري، الأشربة، باب الشرب قائمًا، حديث:5615.

[769] جامع الترمذي، الأشربة، باب ما جاء في الرخصة في الشرب قائمًا، حديث:1880.

قَالَ: كُنَّا نَأْكُلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ نَمْشِي، وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ﷺ کے زمانے میں چلتے چلتے کھا لیتے اور کھڑے کھڑے پانی پی لیتے تھے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مستقل معمول نہیں تھا بلکہ مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ بوقت ضرورت کبھی کبھی اس طرح کرلیا کرتے تھے ورنہ آگے حدیث آرہی ہے کہ کھڑے ہوکر کھانا پینا ایک نہایت قبیح عمل ہے۔ ② بعض علماء نے ممانعت کی احادیث کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی رائے کو پسند کیا ہے۔ (فتح الباري، الأشربة، باب الشرب قائمًا)

[٧٧٠] وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَشْرَبُ قَائِمًا وَّقَاعِدًا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[770] حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد (شعیب) سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے (دونوں طرح سے) پیتے دیکھا ہے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[٧٧١] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهٰى أَنْ يَّشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا. وَقَالَ قَتَادَةُ: فَقُلْنَا لِأَنَسٍ: فَالْأَكْلُ؟ قَالَ: ذٰلِكَ أَشَرُّ - أَوْ أَخْبَثُ -. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[771] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی آدمی کھڑا ہوکر پانی پیے۔ حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کھڑے ہوکر کھانا کھانے کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے فرمایا: یہ تو سب سے بدتر یا سب سے زیادہ خبیث (عمل) ہے۔ (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا.

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: نبی ﷺ نے کھڑے ہوکر پینے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

[٧٧٢] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَشْرَبَنَّ أَحَدٌ مِّنْكُمْ قَائِمًا، فَمَنْ نَسِيَ فَلْيَسْتَقِيءْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[772] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہوکر ہرگز نہ پیے اور جو بھول کر پی لے تو اسے چاہیے کہ قے کر دے۔“ (مسلم)

---

[770] جامع الترمذي، الأشربة، باب ما جاء في الرخصة في الشرب قائمًا، حديث:1883.

[771] صحيح مسلم، الأشربة، باب في الشرب قائما، حديث:2024،(113)-2024.

[772] صحيح مسلم، الأشربة، باب في الشرب قائمًا، حديث:2026.

فوائد ومسائل: ① ابتدا میں ذکر کردہ احادیث سے اگرچہ کھڑے کھڑے پانی پینے اور کھانے کا جواز ملتا ہے لیکن ان پر عمل صرف بوقت ضرورت (یا مجبوری) ہی کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو بیٹھ کر ہی کھایا پیا جائے' یہی افضل عمل ہے۔ ② آج کل دعوتوں میں کھڑے کھڑے کھانے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں اس میں یہ سہولت ہے کہ بیک وقت سارے لوگ فارغ ہو جاتے ہیں لیکن دوسری طرف اس کی قباحتوں کو' جو اس ایک سہولت کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں' نہیں دیکھتے۔ اس میں ایک تو مغرب کی نقالی ہے جو حرام ہے۔ دوسرے نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر کھانے پینے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ تیسرے' اس میں جو بھگدڑ مچتی ہے وہ کسی باوقار اور شریف قوم کے شایان شان نہیں۔ چوتھے' اس میں ڈھور ڈنگروں کے ساتھ مشابہت ہے' گویا اشرف المخلوقات انسانوں کو ڈھور ڈنگروں کی طرح چارہ ڈال کر کھول دیا جاتا ہے' پھر جو طوفان بدتمیزی برپا ہوتا ہے' اس پر جانور بھی شاید شرما جاتے ہوں۔ پانچویں' انسان نما جانوروں کو باڑے یا اصطبل میں جمع کرنے کے لیے وقت پر آنے والوں کو نہایت اذیت ناک انتظار کی زحمت میں مبتلا رکھا جاتا ہے جس سے ان کا قیمتی وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور انتظار کی شدید مشقت بھی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ ششم' اس انتظار کی گھڑیوں میں یا تو فلمی ریکارڈنگ سننے پر انسان مجبور ہوتا ہے یا بھانڈ میراثیوں کی جگتیں یا میوزک کی دھنیں سننے پر۔ ہفتم یہ کہ اس طرح کھانا ضائع بھی بہت ہوتا ہے۔ بہر حال دعوتوں میں کھڑے کھڑے کھانے کا رواج یکسر غلط ہے اور مذکورہ سارے کام بھی شیطانی ہیں۔ اس لیے دعوتوں کا یہ انداز بالکل ناجائز اور حرام ہے۔ اس کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

[۱۱۵] بَابُ اسْتِحْبَابِ كَوْنِ سَاقِي الْقَوْمِ آخِرَهُمْ شُرْبًا

باب:115- مستحب ہے کہ پلانے والا خود سب سے آخر میں پیے

[۷۷۳] عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «سَاقِي الْقَوْمِ آخِرُهُمْ شُرْبًا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[773] حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قوم کا ساقی ان سے آخر میں پیتا ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: امام صاحب نے جو باب باندھا ہے اس حدیث سے اس پر استدلال فرمایا ہے۔ اس لیے تقسیم کا ادب یہی ہے کہ تقسیم کرنے والا' خود آخر میں کھائے یا پیے۔ یہ آدمی کے زیادہ شایان شان ہے۔ اس میں انسان کی عزت اور وقار زیادہ ہے۔

[773] جامع الترمذي، الأشربة، باب ما جاء أن ساقي القوم آخرهم شربًا، حديث: 1894. اسے مسلم نے طویل حدیث میں روایت کیا ہے۔ دیکھیے: صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب قضاء الصلاة الفائتة......، حديث: 681.

[١١٦] بَابُ جَوَازِ الشُّرْبِ مِنْ جَمِيعِ الْأَوَانِي الطَّاهِرَةِ غَيْرِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَجَوَازِ الْكَرْعِ - وَهُوَ الشُّرْبُ بِالْفَمِ مِنَ النَّهْرِ وَغَيْرِهِ - بِغَيْرِ إِنَاءٍ وَّلَا يَدٍ وَتَحْرِيمِ اسْتِعْمَالِ إِنَاءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فِي الشُّرْبِ وَالْأَكْلِ وَالطَّهَارَةِ وَسَائِرِ وُجُوهِ الْاِسْتِعْمَالِ.

باب:116- سونے چاندی کے علاوہ تمام پاک برتنوں سے پینے اور نہر وغیرہ سے بغیر برتن اور ہاتھ کے منہ لگا کر (جاری پانی) پینے کا جواز اور کھانے پینے اور طہارت اور دیگر استعمالات میں سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کی حرمت

[٧٧٤] عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيبَ الدَّارِ إِلٰى أَهْلِهِ، وَبَقِيَ قَوْمٌ فَأُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمِخْضَبٍ مِّنْ حِجَارَةٍ، فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ أَنْ يَّبْسُطَ فِيهِ كَفَّهُ، فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ. قَالُوا: كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ: ثَمَانِينَ وَزِيَادَةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، هٰذِهِ رِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ.

[774] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) نماز کا وقت ہو گیا تو قریب قریب گھر والے (وضو کرنے کے لیے) اپنے گھروں میں جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور کچھ لوگ باقی رہ گئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پتھر کا ایک ٹب (پانی سے بھرا ہوا لگن) لایا گیا' وہ ٹب اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں ہتھیلی بھی نہیں پھیل سکتی تھی (یعنی چھوٹا سا برتن تھا' اسی حساب سے اس میں پانی تھا۔) لیکن سارے لوگوں نے اس سے وضو کر لیا۔ لوگوں نے پوچھا: تم کتنے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی (80) سے کچھ زیادہ۔ (بخاری ومسلم۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔)

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ وَلِمُسْلِمٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَعَا بِإِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ، فَأُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِيهِ شَيْءٌ مِّنْ مَّاءٍ، فَوَضَعَ أَصَابِعَهُ فِيهِ. قَالَ أَنَسٌ: فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ، فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّأَ مَا بَيْنَ السَّبْعِينَ إِلَى الثَّمَانِينَ.

اور صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پانی کا ایک برتن منگوایا' چنانچہ آپ کے پاس ایک ایسا پیالہ لایا گیا جس کا منہ کھلا تھا اور گہرائی کم تھی' اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اس میں اپنی انگلیاں رکھ دیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں پانی کو دیکھ رہا تھا کہ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے (چشمے کی طرح) پھوٹ رہا تھا' چنانچہ جن لوگوں نے (اس پانی سے) وضو کیا ان کا میں نے شمار کیا تو وہ ستر اور

[774] صحيح البخاري، الوضوء، باب الغسل والوضوء في المخضب والقدح والخشب والحجارة، حديث:195، وصحيح مسلم، الفضائل، باب في معجزات النبي ﷺ، حديث:2279.

اسی کے درمیان تھے۔

فائدہ: اس میں نبیٔ اکرم ﷺ کے بابرکت معجزے کے علاوہ پتھر کے برتن کے استعمال کا جواز ہے۔

[۷۷۵] وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَانَا النَّبِيُّ ﷺ، فَأَخْرَجْنَا لَهُ مَاءً فِي تَوْرٍ مِّنْ صُفْرٍ فَتَوَضَّأَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[775] حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس نبیٔ اکرم ﷺ تشریف لائے تو ہم نے پیتل کے ایک برتن میں آپ کو پانی پیش کیا' آپ نے (اس سے) وضو فرمایا۔ (بخاری)

[اَلصُّفْرُ]: بِضَمِّ الصَّادِ، وَيَجُوزُ كَسْرُهَا؛ وَهُوَ النُّحَاسُ. وَ[التَّوْرُ]: كَالْقَدَحِ، وَهُوَ بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقُ.

اَلصُّفْرُ: "صاد" پر پیش' اور اس کے نیچے زیر بھی جائز ہے۔ اس کے معنی پیتل کے ہیں۔ تَوْر: پیالے کی طرح ایک برتن ہے۔ یہ "تا" کے ساتھ ہے۔

فائدہ: اس میں وضو کے لیے پیتل کے برتن کے استعمال کا جواز ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ] عبداللہ بن زید بن عاصم انصاری' مدنی۔ صحابیٔ رسول ہیں۔ اُحد میں پہلی بار حاضر جنگ ہوئے۔ اس کے بعد نبیٔ اکرم ﷺ کے ساتھ تقریباً تمام غزوات میں شریک رہے۔ جنگ یمامہ میں مسیلمہ بن کذاب کو قتل کیا اور کہا جاتا ہے کہ آپ اور وحشی بن حرب حبشی رضی اللہ عنہما دونوں اس کے قتل میں شریک تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے کئی ایک روایات بیان کرتے ہیں۔ حرہ کے دن 63 ہجری میں شہید ہوئے۔

[۷۷٦] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ، وَمَعَهُ صَاحِبٌ لَّهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِي شَنَّةٍ وَّإِلَّا كَرَعْنَا». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[776] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری آدمی کے پاس تشریف لے گئے' آپ کے ساتھ آپ کا ایک ساتھی بھی تھا' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے (اس انصاری سے) فرمایا: "اگر تیرے پاس مشکیزے میں اس رات کا باسی پانی ہے (تو ہمیں پینے کے لیے دے) ورنہ ہم نہر وغیرہ سے خود منہ لگا کر پی لیں گے۔" (بخاری)

[اَلشَّنُّ]: اَلْقِرْبَةُ.

شَنٌّ کے معنی مشکیزے کے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① امام نووی رحمہ اللہ نے باب میں جس کَرع کا ذکر فرمایا ہے' یعنی برتن اور ہاتھ کے بغیر منہ لگا کر نہر وغیرہ سے پانی پینے کا جواز' اس کی بنیاد یہی حدیث ہے۔ اس سے استدلال واضح ہے۔ ② گرمی کے موسم میں رات کا ٹھنڈا پانی بہت اچھا لگتا ہے' اس لیے رسول اللہ ﷺ نے رات کا باسی پانی طلب فرمایا کیونکہ پانی اس طرح کا باسی نہیں ہوتا

[775] صحيح البخاري، الوضوء، باب الغسل والوضوء في ......، حديث: 197.

[776] صحيح البخاري، الأشربة، باب شرب اللبن بالماء، حديث: 5613.

جس طرح کھانے پینے کی دوسری چیزیں ہو جاتی ہیں۔ ③ کسی سے پانی وغیرہ پلانے کا کہنا اس سوال میں نہیں آتا جو مذموم ہے۔ ④ میزبان سے اپنی پسند کا اظہار درست ہے اور یہ وقار کے خلاف بھی نہیں ہے بشرطیکہ وہ اس کی طاقت کے مطابق ہو۔

[٧٧٧] وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ وَالشُّرْبِ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَقَالَ: «هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا، وَهِيَ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[777] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں ریشمی لباس کے پہننے سے اور سونے چاندی کے برتنوں میں (کھانے) پینے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ''یہ چیزیں دنیا میں کافروں کے لیے ہیں (یعنی وہ اللہ کے احکام سے بے پروا ہو کر ان کا استعمال کرتے ہیں) اور تمھارے لیے آخرت میں ہیں (جو اللہ تمھیں تمھاری نیکیوں کے صلے میں عطا فرمائے گا)۔'' (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① حریر اور دیباج' دونوں ریشمی لباس ہیں۔ یہ دنیا میں مردوں کے لیے حرام اور عورتوں کے لیے جائز ہیں اور سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ممنوع ہے۔ ② جمہور علماء کے نزدیک عورتیں سونے چاندی کا بنا ہوا زیور استعمال کر سکتی ہیں' تاہم اس سے بھی اجتناب کیا جائے تو بہت بہتر ہے اور ان کا ترک بہت سی قباحتوں کے ختم کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ ③ مسلمان کی زندگی کا مقصد دنیا کی لذتوں اور زیب و زینت میں منہمک ہونا نہیں بلکہ اس کا اصل مدعا جنت کا حصول اور دنیا سے بے رغبتی ہے۔

[٧٧٨] وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلَّذِي يَشْرَبُ فِي آنِيَةِ الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[778] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص چاندی کے برتنوں میں پیتا ہے' وہ یقیناً جہنم کی آگ اپنے پیٹ میں بھرتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: «إِنَّ الَّذِي يَأْكُلُ أَوْ يَشْرَبُ فِي آنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ».

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: ''بے شک وہ آدمی جو سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھاتا یا پیتا ہے' (وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔)''

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ: «مَنْ شَرِبَ فِي إِنَاءٍ مِّنْ ذَهَبٍ أَوْ

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے: ''جو سونے اور

[777] صحيح البخاري، الأشربة، باب الشرب في آنية الذهب، حديث:5632، وصحيح مسلم، اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة......، حديث:2067.

[778] صحيح البخاري، الأشربة، باب آنية الفضة، حديث:5634، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم استعمال أواني الذهب......، حديث:2065.

فِضَّةٍ فَإِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارًا مِّنْ جَهَنَّمَ». چاندی کے برتن میں (کھاتا) پیتا ہے' وہ یقیناً جہنم کی آگ اپنے پیٹ میں بھرتا ہے۔"

فائدہ: سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا ایک تو فضول خرچی ہے' دوسرے متکبرین کی عادت اور ان کا شیوہ ہے اور یہ دونوں ہی باتیں اللہ کو سخت ناپسند ہیں' اس لیے یہ کبیرہ گناہ ہے' جس کی سزا جہنم کی آگ ہے۔

٣ - كِتَابُ اللِّبَاسِ

لباس سے متعلق آداب واحکام

[۱۱۷] بَابُ اسْتِحْبَابِ الثَّوْبِ الْأَبْيَضِ وَجَوَازِ الْأَحْمَرِ وَالْأَخْضَرِ وَالْأَصْفَرِ وَالْأَسْوَدِ وَجَوَازِهِ مِنْ قُطْنٍ وَكَتَّانٍ، وَشَعْرٍ وَصُوفٍ وَغَيْرِهَا إِلَّا الْحَرِيرَ

باب:117- سفید کپڑے کے مستحب ہونے اور سرخ، سبز، زرد اور سیاہ رنگ کے نیز ریشم کے علاوہ سوت، بالوں اور اون وغیرہ کے کپڑوں کے جائز ہونے کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى : ﴿يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَٰرِي سَوْءَٰتِكُمْ وَرِيشًا ۖ وَلِبَاسُ ٱلتَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ﴾ [الأعراف: ٢٦]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے بنی آدم! ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمھاری ستر پوشی کرتا ہے اور زینت کا سامان اتارا اور پرہیز گاری کا لباس، یہ زیادہ بہتر ہے۔“

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَٰبِيلَ تَقِيكُمُ ٱلْحَرَّ وَسَرَٰبِيلَ تَقِيكُم بَأْسَكُمْ﴾ [النحل: ٨١].

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اور تمھارے لیے ایسے لباس (قمیص اور چادر وغیرہ) بنائے جو تمھیں گرمی (اور سردی) سے بچاتے ہیں اور ایسے لباس بھی جو لڑائی میں تمھارا بچاؤ کرتے ہیں۔“

فائدۂ آیات: مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لباس کی نعمت کا اور ان کے فوائد کا ذکر فرمایا ہے کہ یہ تمھیں موسم کی

شدتوں (گرمی سردی) سے اور جنگ میں نیزوں اور تلواروں وغیرہ کی ضربوں سے بچاتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ تمھاری زینت کا اور تمھارے حسن و جمال میں اضافے کا بھی باعث ہیں۔ اس سے امام صاحب کا مقصد یہ ہے کہ انسان یہ لباس استعمال کرے گا تو مذکورہ فوائد اسے حاصل ہوں گے جس سے ہر قسم کے لباس کا جواز ثابت ہوتا ہے تاہم چونکہ ریشمی لباس کی مردوں کے لیے ممانعت آ چکی ہے اس لیے یہ جواز سے مستثنیٰ ہوگا۔ اسی طرح احادیث میں سفید لباس کو بہتر قرار دیا گیا ہے اس لیے سفید رنگ بہتر ہے اور دوسرے رنگوں کا لباس جائز ہے تاہم ایسے رنگ جن کا چلن (رواج) عورتوں میں ہو وہ عورتوں سے مشابہت کی وجہ سے ممنوع قرار پائیں گے کیونکہ عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کی بھی ممانعت ہے۔ اب اس سلسلے کی احادیث ملاحظہ ہوں:

[٧٧٩] وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اِلْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ، فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[779] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم سفید کپڑے پہنا کرو اس لیے کہ یہ تمھارے کپڑوں میں سے بہترین کپڑے ہیں اور اپنے مُردوں کو بھی اسی میں کفنایا کرو۔“ (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

[٧٨٠] وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِلْبَسُوا الْبَيَاضَ، فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ». رَوَاهُ النَّسَائِيُّ، وَالْحَاكِمُ وَقَالَ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

[780] حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سفید پوشاک استعمال کرو اس لیے کہ یہ زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہے اور اپنے مُردوں کو بھی اسی میں کفن دو۔“ (اسے نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں: صحیح حدیث ہے۔)

فوائد و مسائل: ① ان دونوں احادیث میں زندہ اور مُردہ دونوں کے لیے سفید لباس کو بہتر پاکیزہ اور عمدہ بتلایا گیا ہے اس لیے کہ اس میں جو وقار اور حسن و رعنائی ہے وہ مردانہ جلال و عظمت کے مطابق ہے جبکہ دوسرے رنگوں میں متکبرین یا عورتوں وغیرہ سے مشابہت کا امکان ہے۔ ② بعض لوگ شادی یا منگنی کے موقعوں پر ہدیوں کا جو تبادلہ کرتے ہیں اس میں سفید کپڑوں کو ناپسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سفید تو کفن ہوتا ہے لہٰذا خوشی کے موقع پر سفید کپڑے نہیں دینے چاہئیں۔ یاد رہے کہ یہ نظریہ سراسر باطل ہے اور ایسا اعتقاد رکھنے والے لوگ اور اس سے بدشگونی لینے والے دین اسلام کی تعلیمات سے کورے ہیں۔

[779] سنن أبي داود، اللباس، باب في البياض، حديث:4061، وجامع الترمذي، الجنائز، باب ما جاء ما يستحب من الأكفان، حديث:994.

[780] سنن النسائي، الجنائز، أي الكفن خير؟، حديث:1897، والمستدرك للحاكم:4/185.

[٧٨١] وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَرْبُوعًا وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[781] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میانہ قد کے تھے۔ میں نے آپ کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا۔ میں نے آپ سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ مردوں کے لیے سرخ لباس بھی جائز ہے' جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ کا رجحان ہے اور مذکورہ باب میں اس کا ذکر کیا ہے' تاہم بعض علماء نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کا یہ سرخ لباس خالص سرخ رنگ کا نہیں تھا بلکہ اس میں سرخ رنگ کی دھاریاں تھیں جس کے جواز میں کوئی شک نہیں۔ اس لیے ان کے نزدیک خالص سرخ رنگ کے کپڑے' جس طرح عورتیں پہنتی ہیں' مردوں کے لیے جائز نہیں ہیں۔ بعض علماء نے کہا۔ کہ حالات وظروف کے مطابق اس کا حکم ہوگا' اگر کسی جگہ یہ رنگ کافروں کا شعار یا عورتوں میں اس کا چلن عام ہوگا تو مسلمان مردوں کے لیے' کفار سے مشابہت یا عورتوں سے مشابہت کی وجہ سے' ناجائز اور بصورت دیگر جائز ہوگا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ گھر کے اندر مرد کے لیے سرخ رنگ کا لباس پہننا جائز ہے اور گھر سے باہر اجتماعات اور مجلسوں میں ناجائز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سرخ رنگ کا لباس (مردوں کے لیے) بجائے خود ممنوع نہیں۔ حالات وظروف کے مطابق اس کے جواز وعدم جواز کا فیصلہ ہوگا جیسے آج کل ہمارے زمانے اور معاشرے میں خالص سرخ رنگ کا جوڑا عورتوں کا' بالخصوص شادی کے موقع پر دلہنوں کا مخصوص لباس ہے' اس لیے مردوں کے لیے اس کا استعمال ناجائز ہوگا۔ تاہم یہ عدم جواز صرف عورتوں سے مشابہت کی وجہ سے ہے ورنہ اس کی ممانعت کی کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ واللہ أعلم.

[٧٨٢] وَعَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْأَبْطَحِ فِي قُبَّةٍ لَّهُ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، فَخَرَجَ بِلَالٌ بِوَضُوئِهِ، فَمِنْ نَاضِحٍ وَّنَائِلٍ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ سَاقَيْهِ، فَتَوَضَّأَ وَأَذَّنَ بِلَالٌ، فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا، يَقُولُ يَمِينًا وَّشِمَالًا: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، ثُمَّ رُكِزَتْ لَهُ عَنَزَةٌ، فَتَقَدَّمَ

[782] حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مکے میں' جبکہ آپ ابطح جگہ (وادی کے نشیب) میں تھے' سرخ رنگ کے چمڑے سے بنے ہوئے خیمے میں دیکھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے وضو کا پانی لے کر باہر نکلے' کچھ لوگ تو وہ تھے جنھیں صرف کچھ چھینٹے مل سکے اور بعض وہ تھے جنھیں کچھ پانی مل گیا۔ پھر نبی ﷺ بھی باہر تشریف لائے اور آپ کے جسم اطہر پر سرخ رنگ کا جوڑا تھا (جس سے آپ کی سفیدی نمایاں ہورہی تھی۔) گویا

---

[781] صحيح البخاري، المناقب، باب صفة النبي ﷺ، حديث: 3551، و صحيح مسلم، الفضائل، باب في صفة النبي ﷺ وأنه كان أحسن الناس وجها، حديث: 2337.

[782] صحيح البخاري، الصلاة، باب الصلاة في الثوب الأحمر، حديث: 376، و صحيح مسلم، الصلاة، باب سترة المصلي......، حديث: 503.

فَصَلَّى يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ لَا يُمْنَعُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کہ میں آپ کی پنڈلیوں کی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے وضو فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور میں بلال کے منہ کا ادھر اور ادھر کرتے ہوئے خیال رکھ رہا تھا (یا پیچھا کر رہا تھا۔) وہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ کہتے ہوئے دائیں طرف اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہتے ہوئے بائیں طرف منہ پھیرتے۔ پھر ایک چھوٹا نیزہ (سترے کے طور پر) آپ کے لیے گاڑ دیا گیا' پس آپ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی' آپ کے (سترے کے) آگے سے کتا اور گدھا گزرتا جنھیں روکا نہیں جاتا تھا۔ (بخاری ومسلم)

[اَلْعَنَزَةُ]: بِفَتْحِ النُّونِ، نَحْوَ الْعُكَّازَةِ.

عنزة: نون کے زبر کے ساتھ۔ پھل لگے ڈنڈے جیسا ڈنڈا۔

فوائد ومسائل: ① ابطح ایک جگہ کا نام ہے۔ اسے وادیٔ محصب بھی کہتے ہیں۔ ابطح، لغت میں نشیبی جگہ کو کہتے ہیں اور یہ نشیب میں اور برساتی پانی کی گزرگاہ تھی' اس لیے یہ نام پڑ گیا۔ ② فمنْ ناضحٍ ونائلٍ کا مطلب ہے کہ جن کو پانی نہیں ملا' ان پر ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں کی تری سے چھڑکاؤ کر دیا جن کو پانی ملا تھا اور نائل وہ لوگ ہیں جنھیں پانی مل گیا تھا اور وہ انھوں نے اپنے ہاتھوں وغیرہ پر مل لیا تھا۔ یہ انھوں نے تبرک کے طور پر کیا تھا۔ دوسری روایت میں اس مفہوم کو زیادہ واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے ''جن کو پانی ملا انھوں نے مل لیا اور جن کو نہیں ملا انھوں نے اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری لے کر اپنے جسم پر لگا لی۔'' (صحیح مسلم' حوالہ مذکور) ③ اس میں ایک تو وہی سرخ رنگ کا لباس پہننے کا جواز ہے (جس کی تفصیل ماقبل کی حدیث کے فوائد میں ہم بیان کر آئے ہیں۔) دوسرے' اس میں سترے کا مسئلہ ہے کہ آگے کوئی دیوار وغیرہ نہ ہو تو ضروری ہے کہ کوئی چیز سامنے بطور سترہ رکھ لی جائے' اس سترے کے آگے سے گزرنے سے نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا۔ تیسرے' اس میں تبرک کا اثبات ہے' جیسا کہ پہلے بھی بعض مقامات پر اس کا جواز وثبوت گزر چکا ہے۔

[٧٨٣] وَعَنْ أَبِي رِمْثَةَ رِفَاعَةَ التَّيْمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ. رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[783] حضرت ابورمثہ رفاعہ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے جسم مبارک پر دو سبز رنگ کے کپڑے تھے۔ (اسے ابوداود اور ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: اس میں سبز رنگ کے کپڑے پہننے کا جواز ہے لیکن اس رنگ کو مقدس قرار دینا اور سبز پگڑی کو اپنے فرقے کی علامت قرار دینا ناجائز ہے۔ شریعت نے سفید رنگ کو پسندیدہ قرار دیا ہے' اس کے علاوہ دیگر کوئی بھی رنگ استعمال کرنا

[783] سنن أبي داود، اللباس، باب الخضاب، حديث:4206، وجامع الترمذي، الأدب...... باب ماجاء في الثوب الأخضر، حديث:2812.

جائز تو ہے لیکن اسے پسندیدہ قرار دینا درست نہیں ہے' البتہ سیاہ پگڑی کا تذکرہ ضرور ملتا ہے لیکن اسے بھی شعار (علامت) قرار دے لینا نا جائز ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابو رمثہ رفاعہ تیمی رضی اللہ عنہ] رفاعہ بن یثربی۔ کنیت ان کی ابو رمثہ ہے لیکن نام میں اختلاف ہے۔ بعض حبیب' بعض یثربی بن عوف اور بعض آپ کا نام خشخاش کہتے ہیں۔ یہ تیمی ہیں کیونکہ ان کا تعلق قبیلہ تیم الرباب سے تھا لیکن ابوعمر اور ابن مندہ انھیں قبیلہ تمیم سے ہونے کی وجہ سے تمیمی کہتے ہیں۔ صحابی ہیں۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ یہ افریقہ میں فوت ہوئے۔ امام ترمذی' ابوداود اور نسائی وغیرہ رحمہم اللہ ان سے روایات بیان کرتے ہیں۔

[٧٨٤] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[784] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے دن مکے میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کی پگڑی تھی۔ (مسلم)

فائدہ: اس میں سیاہ رنگ کا لباس' عمامہ اور چادر وغیرہ پہننے کا جواز ہے' تاہم ہمارے ملک میں سیاہ لباس ایک مخصوص فرقہ' ماتم اور اپنے شعار کے طور پر پہنتا ہے۔ اس لیے اس کی مشابہت سے بچنے کے لیے مکمل سیاہ لباس سے اجتناب بہتر ہے' تاہم خالی سیاہ پگڑی سے مشابہت نہیں ہوتی' اس لیے اس میں کراہت کا کوئی پہلو نہیں۔

[٧٨٥] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ، قَدْ أَرْخَى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[785] حضرت ابو سعید عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں: گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ پگڑی ہے' آپ نے اس کے دونوں کناروں کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا ہے۔ (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: بے شک رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کی پگڑی تھی۔ (بخاری ومسلم)

راویٔ حدیث: [حضرت ابو سعید عمرو بن حُریث رضی اللہ عنہ] عمرو بن حریث بن عمرو بن عثمان بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔ کوفی ہیں۔ صحابیٔ رسول ہیں۔ کنیت ان کی ابو سعید ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے 18 احادیث روایت کرتے ہیں۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ان کی صرف دو احادیث بیان کی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو سعید عمرو بن حریث 85 ہجری میں فوت ہوئے۔

---

[784] صحيح مسلم، الحج، باب جواز دخول مكة بغير إحرام، حديث:1358.

[785] صحيح مسلم، الحج، باب جواز دخول مكة بغير إحرام، حديث:1359.

[٧٨٦] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُفِّنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[786] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سفید سوتی کپڑوں میں کفنایا گیا جو (یمن کے علاقے) سحول کے بنے ہوئے تھے‘ اس میں قمیص تھی نہ پگڑی۔ (بخاری ومسلم)

[اَلسَّحُولِيَّةُ]: بِفَتْحِ السِّينِ وَضَمِّهَا وَضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَتَيْنِ: ثِيَابٌ تُنْسَبُ إِلَى سَحُولٍ: قَرْيَةٍ بِالْيَمَنِ. وَ[الْكُرْسُفُ]: اَلْقُطْنُ.

اَلسَّحُولِيَّةُ: ”سین“ پر زبر اور پیش دونوں صحیح ہیں اور ”حا“ پر پیش ہے۔ ایسے کپڑے جو یمن کی بستی سحول کی طرف منسوب ہیں۔ کُرْسُفٌ کے معنی روئی کے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① آدمی کے کفن میں تین کپڑے ہونے چاہئیں‘ جن میں نہ قمیص ہو اور نہ پگڑی وغیرہ۔ نیز کفن کے کپڑے سفید ہوں تو بہتر ہے‘ تاہم دوسرے رنگ کے کپڑوں میں بھی کفنانا جائز ہے۔ ② کفن کے لیے صاف ستھرے کپڑے کا ہونا ضروری ہے‘ نیا ہو‘ یہ ضروری نہیں۔

[٧٨٧] وَعَنْهَا قَالَتْ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ذَاتَ غَدَاةٍ، وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[787] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن گھر سے باہر تشریف لائے اور آپ کے جسم اطہر پر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی ایک نقش ونگار والی چادر تھی۔ (مسلم)

[اَلْمِرْطُ]: بِكَسْرِ الْمِيمِ، وَهُوَ كِسَاءٌ، وَ[الْمُرَحَّلُ]: بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ: هُوَ الَّذِي فِيهِ صُورَةُ رِحَالِ الْإِبِلِ، وَهِيَ الْأَكْوَارُ.

اَلْمِرْطُ: ”میم“ کے نیچے زیر بمعنی چادر۔ اَلْمُرَحَّلُ ”حا“ کے ساتھ: وہ کپڑا جس میں اونٹ کے کجاووں کی تصویریں ہوں اور اسی کو اَكْوَارٌ بھی کہتے ہیں۔

فائدہ: اس میں بالوں سے بنی ہوئی چیز کا‘ سیاہ رنگ کا کپڑا پہننے کا اور غیر ذی روح کی تصویر کا جواز ہے۔

[٧٨٨] وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي مَسِيرٍ، فَقَالَ لِي: «أَمَعَكَ مَاءٌ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، فَنَزَلَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَمَشَى حَتَّى تَوَارَى فِي سَوَادِ اللَّيْلِ، ثُمَّ جَاءَ فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ

[788] حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ”کیا تیرے پاس پانی ہے؟“ میں نے کہا: ہاں۔ پس آپ اپنی سواری سے اترے اور چل پڑے‘ یہاں تک کہ آپ رات کی تاریکی میں چھپ گئے۔ پھر

[786] صحيح البخاري، الجنائز، باب الثياب البيض للكفن، حديث: 1264، وصحيح مسلم، الجنائز، باب في كفن الميت، حديث: 941.

[787] صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب التواضع في اللباس والاقتصار على الغليظ منه......، حديث: 2081.

[788] صحيح البخاري، اللباس، باب من لبس جبة ضيقة الكمين في السفر، حديث: 5798، وصحيح مسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، حديث: 274.

وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوفٍ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُّخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتّٰى أَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ، فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ: «دَعْهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ» وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

آپ تشریف لائے تو میں نے برتن سے آپ پر پانی ڈالا' آپ نے اپنا چہرۂ مبارک دھویا۔ آپ کے جسم پر اونی جبہ تھا۔ آپ نے اس میں سے اپنے بازو نکالنے کی کوشش فرمائی لیکن نہ نکال سکے' یہاں تک کہ انھیں جبے کے نیچے سے نکالا۔ پس آپ نے اپنے بازو دھوئے اور سر کا مسح کیا' پھر میں آپ کے موزے اتارنے کے لیے جھکا تو آپ نے فرمایا: ''انھیں چھوڑ دے' اس لیے کہ میں نے پاؤں پاکیزگی کی حالت میں ان میں داخل کیے ہیں۔'' اور آپ نے ان پر مسح فرمایا۔ (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ.

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کے جسم اطہر پر شامی جبہ تھا' جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

وَفِي رِوَايَةٍ: أَنَّ هٰذِهِ الْقَضِيَّةَ كَانَتْ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ.

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس میں اونی لباس پہننے کا جواز ہے۔ علاوہ ازیں قضائے حاجت کے لیے ضروری ہے کہ آدمی لوگوں کی نظروں سے دور نکل جائے۔ ② موزوں اور جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے بشرطیکہ موزے وضو کی حالت میں پہنے گئے ہوں۔ مقیم ایک رات دن اور مسافر تین دن اور تین راتیں مسح کرسکتا ہے۔ تاہم جنابت کی حالت میں مسح کرنا جائز نہیں ہوگا' اس صورت میں پورا غسل واجب ہے۔

[١١٨] بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقَمِيصِ

باب:118- قمیص کا پہننا پسندیدہ ہے

[٧٨٩] عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الْقَمِيصُ. رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[789] حضرت ام سلمہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کپڑوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ قمیص تھی۔ (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: عہد رسالت میں عربوں کا عام لباس دو چادریں (رداء اور ازار) تھا۔ ایک چادر نیچے اور ایک چادر اوپر۔ کچھ رواج قمیص کا بھی تھا جو نہایت قلیل تھا' تاہم چادروں کے مقابلے میں قمیص میں پردہ بھی زیادہ ہے اور آسانی بھی' اس لیے نبیٔ اکرم ﷺ نے اس کو سب سے زیادہ پسند فرمایا۔ آج کل کے حساب سے بھی قمیص شلوار انگریزوں کے کوٹ پتلون'

[789] سنن أبي داود، اللباس، باب ما جاء في القميص، حديث:4025، وجامع الترمذي، اللباس، باب ما جاء في القمص، حديث:1762.

شرٹ' نیکر وغیرہ سے زیادہ آسان اور زیادہ باپردہ ہے۔ نیز انگریزوں کی اس نقالی سے بھی بچاؤ ہو جاتا ہے جو دینی اور ملکی دونوں اعتبار سے نہایت غلط حرکت ہے۔

[١١٩] بَابُ صِفَةِ طُولِ الْقَمِيصِ وَالْكُمِّ وَالْإِزَارِ وَطَرَفِ الْعِمَامَةِ وَتَحْرِيمِ إِسْبَالِ شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ عَلٰى سَبِيلِ الْخُيَلَاءِ وَكَرَاهَتِهِ مِنْ غَيْرِ خُيَلَاءَ

باب:119- قمیص' آستین' تہ بند (یا شلوار' پینٹ پاجامہ) اور پگڑی کا کنارہ کتنا لمبا ہو' نیز تکبر کے طور پر ان میں سے کسی کو بھی لٹکانے کی حرمت اور بغیر تکبر کے لٹکانے کی کراہت کا بیان

[٧٩٠] عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ كُمُّ قَمِيصِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى الرُّسْغِ، رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[790] حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قمیص کی آستین پہنچوں تک تھی۔ (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: اس میں آستینوں کی لمبائی کی حد بیان کر دی گئی ہے کہ وہ پہنچوں تک ہونی چاہیے۔

[٧٩١] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»، فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ إِزَارِي يَسْتَرْخِي إِلَّا أَنْ أَتَعَاهَدَهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّكَ لَسْتَ مِمَّنْ يَفْعَلُهُ خُيَلَاءَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَرَوٰى مُسْلِمٌ بَعْضَهُ.

[791] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بھی تکبر کے طور پر اپنا کپڑا زمین پر گھسیٹتا ہوا چلتا ہے' اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا۔'' یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میرا تہ بند ضرور ہی نیچے لٹک جاتا ہے الا یہ کہ میں بہت زیادہ اس کا خیال رکھوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کے طور پر ایسا کرتے ہیں۔'' (اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم نے بھی اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس روایت سے بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ بغیر تکبر کے کپڑا لٹکانا جائز ہے اور اس کی مذکورہ بالا سزا نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوال اور نبی اکرم ﷺ کے جواب سے ظاہر ہے۔ لیکن یہ استدلال

[790] سنن أبي داود، اللباس، باب ما جاء في القميص، حديث:4027، و جامع الترمذي، اللباس، باب ما جاء في القمص، حديث:1765.

[791] صحيح البخاري، اللباس، باب من جرّ إزاره من غير خيلاء، حديث:5784، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم جرّ الثوب خيلاء، و بيان حد ما يجوز إرخاؤه إليه و ما يستحب، حديث:2085.

بعض وجوہ سے محل نظر ہے۔ اولاً: حدیث کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ شلوار یا چادر اوپر رکھتے تھے اور اس کے لیے کوشش بھی فرماتے لیکن بسا اوقات نیچے ہو جاتی تھی۔ اس لیے اس سے جان بوجھ کر شلوار وغیرہ نیچے رکھنے کا استدلال درست نہیں۔ ثانیاً: حدیث میں کپڑا نیچے لٹکانے ہی کو تکبر کہا گیا ہے۔ ثالثاً: یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی کیونکہ ان کے بارے میں تو رسول اکرم ﷺ نے خبر دے دی کہ وہ متکبر نہیں ہیں جبکہ ہمارے پاس کسی کے بارے میں متکبر نہ ہونے کی کیا دلیل ہو سکتی ہے؟

[٧٩٢] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَنْظُرُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[792] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ روز قیامت اس شخص کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا جو اپنا تہ بند تکبر کے طور پر لٹکاتا اور گھسیٹ کر چلتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: بطر کے معنی ہیں: اللہ کی نعمتوں کا انکار کرنا اور ان پر اس کا شکر ادا نہ کرنا، جس کا لازمی نتیجہ اترانا اور تکبر کرنا ہے، جس کی ایک علامت لباس کے ذریعے سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ کپڑا زمین پر گھسیٹتا ہوا چلتا ہے۔

[٧٩٣] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَفِي النَّارِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[793] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تہ بند (وغیرہ) کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا، وہ آگ میں ہوگا۔'' (بخاری)

فائدہ: بظاہر یہ مفہوم ہے کہ ٹخنوں سے نیچے لٹکنے والا کپڑا جہنم میں ہوگا۔ جب کپڑا جہنم میں جلے گا تو کپڑے والا تو بطریق اولیٰ جہنم میں جائے گا۔ اسی لیے منقول ہے کہ حضرت نافع سے پوچھا گیا تو انھوں نے جواب میں فرمایا: کپڑوں کا کیا گناہ؟ مراد انسان کے قدم ہیں جو آگ کا ایندھن بنیں گے۔

[٧٩٤] وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ». قَالَ: فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ ثَلَاثَ مِرَارٍ. قَالَ أَبُوذَرٍّ: خَابُوا وَخَسِرُوا! مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ؟! قَالَ: «اَلْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ

[794] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔'' ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ یہ کلمات دہرائے۔ حضرت ابوذر نے کہا: یہ نامراد

[792] صحيح البخاري، اللباس، باب من جرّ ثوبه من الخيلاء، حديث:5788، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم جر الثوب خيلاء......، حديث:2087.

[793] صحيح البخاري، اللباس، باب ما أسفل من الكعبين ففي النار، حديث:5787.

[794] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمن بالعطية وتنفيق السلعة بالحلف......، حديث:106.

بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہوئے اور خسارے میں پڑے' اللہ کے رسول یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا' احسان کر کے احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچنے والا۔'' (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ: «اَلْمُسْبِلُ إِزَارَهُ».

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: ''اپنا تہ بند (یا پتلون' شلوار' پاجامہ) ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔''

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ تینوں کام کبیرہ گناہ ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے مسلمان معاشروں میں یہ تینوں گناہ عام ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی عملی کوتاہیوں کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

[٧٩٥] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلْإِسْبَالُ فِي الْإِزَارِ، وَالْقَمِيصِ، وَالْعِمَامَةِ، مَنْ جَرَّ شَيْئًا خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[795] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اسبال (کپڑا زیادہ لٹکانا) تہ بند' قمیص اور پگڑی میں ہے (یعنی ان تینوں میں اسبال سخت گناہ ہے) جو بھی تکبر کے طور پر کپڑا لٹکائے گا' اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا۔'' (اسے ابوداود اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح تہ بند' پاجامہ اور شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانا کبیرہ گناہ ہے اسی طرح قمیص اور پگڑی میں بھی تکبر کے طور پر ضرورت سے زیادہ لٹکانا سخت گناہ ہے۔

[٧٩٦] وَعَنْ أَبِي جُرَيٍّ جَابِرِ بْنِ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلًا يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْيِهِ، لَا يَقُولُ شَيْئًا إِلَّا صَدَرُوا عَنْهُ، قُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالُوا: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ. قُلْتُ: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! - مَرَّتَيْنِ - قَالَ: «لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ، عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَوْتٰى - قُلْ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ». قَالَ: قُلْتُ: أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ؟

[796] حضرت ابوجری جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے پر عمل کرتے ہیں' وہ جو کچھ کہتا ہے' اسے وہ قبول کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتلایا: یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ میں نے کہا: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! دو مرتبہ کہا۔ آپ نے فرمایا: ''عَلَيْكَ السَّلَامُ مت کہو۔ عَلَيْكَ السَّلَامُ تو مُردوں کا سلام ہے۔ تم کہو: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ۔''

[795] سنن أبي داود، اللباس، باب في قدر موضع الإزار، حديث:4094، وسنن النسائي، الزينة، إسبال الإزار، حديث:5336.

[796] سنن أبي داود، اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار، حديث:4084، وجامع الترمذي، الاستئذان، باب ما جاء في كراهية أن يقول عليك السلام مبتدأ، حديث:2721.

قَالَ: «أَنَا رَسُولُ اللهِ الَّذِي إِذَا أَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهُ كَشَفَهُ عَنْكَ، وَإِذَا أَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهُ أَنْبَتَهَا لَكَ، وَإِذَا كُنْتَ بِأَرْضٍ قَفْرٍ أَوْ فَلَاةٍ، فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ، فَدَعَوْتَهُ رَدَّهَا عَلَيْكَ» قَالَ: قُلْتُ: اِعْهَدْ إِلَيَّ. قَالَ: «لَا تَسُبَّنَّ أَحَدًا» قَالَ: فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهُ حُرًّا، وَلَا عَبْدًا، وَلَا بَعِيرًا، وَلَا شَاةً، «وَلَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا، وَأَنْ تُكَلِّمَ أَخَاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَيْهِ وَجْهُكَ، إِنَّ ذٰلِكَ مِنَ الْمَعْرُوفِ. وَارْفَعْ إِزَارَكَ إِلَى نِصْفِ السَّاقِ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَإِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ فَإِنَّهَا مِنَ الْمَخِيلَةِ وَإِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيلَةَ، وَإِنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ وَعَيَّرَكَ بِمَا يَعْلَمُ فِيكَ فَلَا تُعَيِّرْهُ بِمَا تَعْلَمُ فِيهِ، فَإِنَّمَا وَبَالُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

حضرت جابر فرماتے ہیں: میں نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''(ہاں) میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ جب تجھے کوئی تکلیف پہنچے اور تو اسے پکارے تو وہ اسے تجھ سے دور کر دے گا۔ اور جب تو قحط سالی میں مبتلا ہو اور تو اس سے دعا کرے تو وہ تیرے لیے زمین سے پیداوار نکال دے گا۔ اور جب تو کسی جنگل بیابان میں ہو اور تیری سواری گم ہو جائے اور تو اس سے التجا کرے تو وہ اسے تجھ پر لوٹا دے گا۔'' (حضرت جابر کہتے ہیں:) میں نے کہا: آپ مجھے نصیحت فرمائیے (عملی ہدایات دیں۔) آپ نے فرمایا: ''کسی کو ہرگز سب وشتم نہ کرنا۔'' چنانچہ اس کے بعد میں نے کسی آزاد آدمی کو گالی دی نہ کسی غلام کو' کسی اونٹ کو برا کہا نہ کسی بکری کو۔ (دوسری ہدایت یہ فرمائی:) ''نیکی کے کسی بھی کام کو ہرگز حقیر مت سمجھنا۔ اور تیرا اپنے بھائی سے کشادہ روئی کے ساتھ بات کرنا بھی یقیناً نیکی کے کاموں میں سے ہے (اس لیے اسے بھی اختیار کرنے سے گریز نہ کرنا۔) اور اپنا تہ بند (شلوار یا جامہ) آدھی پنڈلی تک اونچا رکھنا' اگر یہ تیرے لیے ممکن نہ ہو تو ٹخنوں تک تو ضرور اونچا رکھنا۔ اور ٹخنوں سے نیچے (کپڑا) لٹکانے سے بچنا کیونکہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتا۔ اور اگر کوئی شخص تجھے گالی دے یا تجھے ایسی بات پر عار دلائے جو تیرے اندر موجود ہے جسے وہ جانتا ہے تو تو اسے ایسی بات پر عار مت دلانا جو اس کے اندر موجود اور تیرے علم میں ہے' اس لیے کہ اس کا وبال اسی پر ہے (نہ کہ تجھ پر)۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد ومسائل: ① صدر یَصْدُرُ کے معنی لوٹنے کے ہیں۔ یَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْیِهِ کا مطلب ہوگا: عمل کرنے کے لیے اس کی رائے لے کر گھروں کو لوٹتے ہیں۔ اس کو ہم اردو میں' اس کی رائے پر عمل کرتے یا اس کو قبول کرتے ہیں' سے تعبیر کرتے ہیں۔ گھاٹ سے پانی پی کر جانے والے کو صَادِرٌ کہتے ہیں۔ ② عَلَيْكَ السَّلَامُ کو مردوں کا سلام جو کہا گیا

ہے تو وہ بہ اعتبار زمانۂ جاہلیت کے ہے' یعنی دور جاہلیت میں یہ رواج تھا' ورنہ اسلام میں تو زندوں اور مردوں دونوں کے لیے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ ہی سلام ہے جیسا کہ اہل قبور کے لیے حدیث میں دعا منقول ہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ...... الخ. (صحيح مسلم، الجنائز، حديث:975) ③ اس میں ایک تو شلوار' پاجامہ وغیرہ کو نصف پنڈلی تک اونچا رکھنے کو افضل بتلایا گیا ہے کیونکہ اس میں تواضع کا زیادہ اظہار ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ مومن کی شلوار نصف پنڈلی تک ہوتی ہے۔ (سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4094) تاہم ٹخنوں تک کپڑا لٹکانے کی اجازت ہے کہ ٹخنے ننگے ہوں۔ لیکن ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا کبیرہ گناہ ہے' جس پر جہنم کی وعید ہے' جیسا کہ پہلے گزرا۔ دوسرے' کسی بھی بھلائی کے کام سے یہ سمجھ کر گریز نہ کیا جائے کہ یہ تو معمولی کام ہے' بلکہ بھلائی کے ہر کام کو' چاہے بظاہر چھوٹا معلوم ہوتا ہو، کیا جائے اور اسے ترک نہ کیا جائے۔ تیسرے' کسی کو اس کی غلطی اور کوتاہی پر عار مت دلاؤ' یعنی لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کر کے اسے شرمندہ نہ کرو' البتہ تنہائی میں اس کو اصلاح کی غرض سے سمجھانا اور اس کوتاہی سے گریز کرنے کی تلقین کرنا اور بات ہے' اس کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ یہ نہایت مستحسن ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوجُری جابر بن سلیم ﷜] بعض لوگ انھیں سلیم بن جابر کہتے ہیں جبکہ امام بخاری ﷫ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ابوجری کا صحیح نام جابر بن سلیم ہی ہے۔ تمیمی اور ہجیمی ہیں کیونکہ یہ ہجیم بن عمرو بن تمیم کی اولاد سے ہیں۔ بصرہ میں رہتے تھے۔ صحابی ہیں۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کئی ایک احادیث روایت کی ہیں لیکن ان میں سے صحیحین میں کوئی بھی نہیں ہے۔

[٧٩٧] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّي مُسْبِلٌ إِزَارَهُ، قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ»، فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: «اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ»، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَالَكَ أَمَرْتَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ ثُمَّ سَكَتَّ عَنْهُ؟ قَالَ: «إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ مُسْبِلٌ إِزَارَهُ، وَإِنَّ اللهَ لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

[797] حضرت ابوہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک آدمی اپنا تہ بند (ٹخنوں سے نیچے) لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا' اسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جا اور وضو کر۔'' چنانچہ وہ گیا اور وضو کر کے آیا۔ آپ نے پھر فرمایا: ''جا اور وضو کر۔'' ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! (ﷺ) کیا بات ہے آپ اسے وضو کرنے کا حکم فرماتے ہیں اور پھر خاموش ہو جاتے ہیں (یعنی دوبارہ وضو کرنے کی وجہ بیان نہیں فرماتے؟) آپ نے فرمایا: ''وہ اس حال میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کا تہ بند (ٹخنوں سے نیچے) لٹک رہا تھا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جس کا کپڑا (ٹخنوں سے نیچے) لٹک رہا ہو۔ (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے جو کہ امام مسلم کی شرط پر ہے۔)

[797] ضعيف- سنن أبي داود، اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار، حديث: 4086، والصلاة، باب الإسبال في الصلاة، حديث: 638.

فوائد ومسائل: ① اس روایت کو صحیح یا حسن قرار دے کر بعض علماء استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے شلوار، پاجامہ لٹکانے والے کا وضوٹوٹ جاتا ہے۔لیکن شیخ البانی ؒ نے وضاحت کی ہے کہ اس روایت کی سند کو صحیح قرار دینے والوں کو وہم ہوا ہے۔اس میں ایک راوی ابوجعفر مدنی مجہول ہے۔اس لیے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ نے اسے ضعیف ابی داود میں درج کیا ہے، ملاحظہ ہو ابواب مذکورہ وتخریج المشکاۃ، ج:۱ ص:۲۳۸۔ ② تاہم جہاں تک ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا تعلق ہے، اس کی بابت نہایت سخت وعیدیں صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ اس کی حرمت میں کوئی شک نہیں، اس لیے نماز اور غیر نماز، دونوں حالتوں میں شلوار، پاجامہ، تہ بند اور پتلون وغیرہ کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ممنوع اور حرام ہے اور اس پر جہنم کی سخت وعید ہے۔

[۷۹۸] وَعَنْ قَيْسِ بْنِ بِشْرٍ التَّغْلِبِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي - وَكَانَ جَلِيسًا لِأَبِي الدَّرْدَاءِ - قَالَ: كَانَ بِدِمَشْقَ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يُقَالُ لَهُ سَهْلُ بْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ، وَكَانَ رَجُلًا مُتَوَحِّدًا قَلَّمَا يُجَالِسُ النَّاسَ، إِنَّمَا هُوَ صَلَاةٌ، فَإِذَا فَرَغَ فَإِنَّمَا هُوَ تَسْبِيحٌ وَتَكْبِيرٌ حَتَّى يَأْتِيَ أَهْلَهُ، فَمَرَّ بِنَا وَنَحْنُ عِنْدَ أَبِي الدَّرْدَاءِ، فَقَالَ لَهُ أَبُوالدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سَرِيَّةً فَقَدِمَتْ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَجَلَسَ فِي الْمَجْلِسِ الَّذِي يَجْلِسُ فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَالَ لِرَجُلٍ إِلَى جَنْبِهِ: لَوْ رَأَيْتَنَا حِينَ الْتَقَيْنَا نَحْنُ وَالْعَدُوُّ، فَحَمَلَ فُلَانٌ وَطَعَنَ، فَقَالَ: خُذْهَا مِنِّي، وَأَنَا الْغُلَامُ الْغِفَارِيُّ، كَيْفَ تَرَى فِي قَوْلِهِ؟ قَالَ: مَا أُرَاهُ إِلَّا قَدْ بَطَلَ أَجْرُهُ. فَسَمِعَ بِذٰلِكَ آخَرُ فَقَالَ: مَا أَرَى بِذٰلِكَ بَأْسًا، فَتَنَازَعَا حَتَّى سَمِعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «**سُبْحَانَ اللهِ! لَا بَأْسَ أَنْ يُّؤْجَرَ وَيُحْمَدَ**». فَرَأَيْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ سُرَّ بِذٰلِكَ، وَجَعَلَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَيْهِ وَيَقُولُ: أَنْتَ سَمِعْتَ ذٰلِكَ مِنْ

[798] حضرت قیس بن بشر تغلبی بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد بشر نے، جو حضرت ابودرداء ؓ کے ہم نشین تھے، خبر دی کہ دمشق میں صحابہ ؓ میں سے ایک شخص تھے جنھیں سہل بن حنظلیہ کہا جاتا تھا اور وہ تنہائی پسند آدمی تھے، لوگوں کے ساتھ کم ہی اٹھتے بیٹھتے تھے۔ ان کی توجہ نماز پڑھنے پر ہی (رہتی) تھی۔ جب نماز سے فارغ ہوتے تو اپنے گھر آنے تک تسبیح وتکبیر میں مصروف رہتے۔ پس یہ (ایک مرتبہ) ہمارے پاس سے گزرے جب کہ ہم حضرت ابودرداء ؓ کے پاس تھے تو ان سے حضرت ابودرداء ؓ نے کہا: ایسی بات بیان فرمایئے جس سے ہمیں فائدہ پہنچے اور آپ کو نقصان نہ دے۔ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے (جہاد کے لیے) ایک لشکر بھیجا، پھر (جب) وہ واپس آیا تو ان میں سے ایک آدمی آیا اور اس مجلس میں بیٹھ گیا جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ پس اس نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے کہا: اگر تو ہمیں اس وقت دیکھتا جب ہم اور دشمن ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے (تو کیا خوب ہوتا) پس ہم میں سے) فلاں آدمی نے نیزہ اٹھایا اور کسی کو مارا اور (ساتھ ہی) یہ کہا: لو مجھ سے لڑائی کا مزہ چکھ لو میں ایک غفاری لڑکا ہوں۔ اس آدمی کی اس بات کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو

[798] سنن أبي داود، اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار، حديث:4089، ومسند أحمد:4/179.

رَسُولِ اللهِ ﷺ!؟ فيقولُ: نعمْ. فما زالَ يُعيدُ عَلَيْهِ حَتّٰى إِنّي لأقولُ ليبْرُكنّ علٰى رُكْبَتَيْه.

اس نے کہا: میرا خیال ہے اس کا اجر ضائع ہو گیا۔ اس کی یہ بات ایک دوسرے شخص نے سنی تو کہا: میرے خیال میں تو اس میں کوئی حرج نہیں (کیونکہ اس سے مقصود فخر وغرور کا اظہار نہیں بلکہ دشمن کو مرعوب اور خوفزدہ کرنا ہے۔) پس یہ دونوں جھگڑنے لگے حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے سن لیا تو آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! اس میں کوئی حرج نہیں کہ اسے اجر بھی دیا جائے اور اس کی تعریف بھی کی جائے۔'' پس میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اس بات سے وہ خوش ہوئے اور اس کی طرف سر اٹھا کر فرمانے لگے: کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ وہ کہنے لگے: ہاں۔ پس وہ مسلسل ان پر یہ بات دہراتے رہے یہاں تک کہ میں کہنے لگا: یہ ابن حنظلیہ رضی اللہ عنہ ضرور گھٹنوں پر بیٹھ جائیں گے۔ (یعنی قربت کے طور پر۔ یہ زیادہ قربت کے اظہار کے لیے استعارہ ہے۔)

قالَ: فمرّ بِنا يوْمًا آخرَ. فقالَ لهُ أبُو الدّرْداءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنا وَلا تَضُرُّكَ. قالَ: قالَ لنا رَسُولُ اللهِ ﷺ: **«اَلْمُنفِقُ علَى الْخيلِ كالْباسِطِ يدَهُ بالصّدقة لَا يَقْبِضُها»**.

راوی نے بیان کیا کہ ایک اور دوسرے دن وہ (صحابی شخص) ہمارے پاس سے گزرے تو ان سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں ایسی بات بیان فرمائیے جو ہمیں نفع دے اور آپ کو نقصان نہ پہنچائے۔ انھوں نے کہا: ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(جہاد کے) گھوڑوں پر خرچ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو صدقے کے لیے اپنا ہاتھ کھلا رکھے اسے (کبھی) بند نہ کرے۔''

ثُمّ مرّ بِنا يوْمًا آخرَ، فقالَ لهُ أبُو الدّرْداءِ: كلِمَةً تَنْفَعُنا وَلا تَضُرُّكَ. قالَ: قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: **«نِعْمَ الرّجُلُ خُرَيْمٌ الْأسَدِيُّ! لَوْلا طولُ جُمّتِهِ وَإِسْبالُ إزارِه!»** فبلَغَ خُرَيْمًا، فعجّلَ، فأخذَ شَفْرَةً فقطَعَ بِها جُمّتَهُ إلى أُذُنيْهِ، ورفَعَ إزارَهُ إلٰى أنْصافِ ساقيْهِ.

پھر ایک اور دن ہمارے پاس سے گزرے تو ان سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں ایسی بات بیان فرمائیے جو ہمارے لیے نفع بخش ہو اور آپ کے لیے نقصان کا باعث نہ ہو۔ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خریم اسدی اچھا آدمی ہے اگر اس کے سر کے بال لمبے نہ ہوتے اور اس کا تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا نہ ہوتا۔'' یہ بات خریم کو پہنچی تو انھوں نے فوری طور پر ایک چھری لی اور اس سے اپنے سر کے

بڑھے ہوئے بالوں کو کاٹ کر اپنے کانوں تک کر لیا اور اپنا بند اٹھا کر آدھی پنڈلی تک اونچا کر لیا۔

ثُمَّ مَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّكُمْ قَادِمُونَ عَلَى إِخْوَانِكُمْ، فَأَصْلِحُوا رِحَالَكُمْ، وَأَصْلِحُوا لِبَاسَكُمْ حَتَّى تَكُونُوا كَأَنَّكُمْ شَامَةٌ فِي النَّاسِ، فَإِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ».

ابن حنظلیہ پھر ایک اور دن ہمارے پاس سے گزرے تو ان سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں ایسی بات ارشاد فرمایئے جس سے ہمیں فائدہ ہو اور آپ کو نقصان نہ ہو۔ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''تم اپنے بھائیوں کے پاس جانے والے ہو' لہٰذا اپنے کجاووں اور اپنے لباس کو درست کر لو' یہاں تک کہ تم ایسے ہو جاؤ جیسے چہرے پر تل والا شخص لوگوں میں نمایاں اور خوبصورت ہوتا ہے (یعنی سفر سے واپسی پر گھر جانے سے پہلے اپنے آپ کو بنا سنوار لو تاکہ گھر والے تمھیں دیکھ کر خوش ہوں' مُتَوَحِّش نہ ہوں۔) یقیناً اللہ تعالیٰ انھیں بھی پسند نہیں فرماتا جو بغیر ارادے کے بدہیئتی (مکروہ شکل وصورت) اختیار کرتے ہیں اور نہ انھیں جو بہ تکلف ایسا کرتے ہیں۔''

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ، إِلَّا قَيْسَ بْنَ بِشْرٍ، فَاخْتَلَفُوا فِي تَوْثِيقِهِ وَتَضْعِيفِهِ، وَقَدْ رَوَى لَهُ مُسْلِمٌ.

اسے ابوداود نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے' البتہ اس کے راوی قیس بن بشر کے ثقہ اور ضعیف ہونے میں محدثین حدیث کے درمیان اختلاف ہے (یعنی کوئی ثقہ قرار دیتا ہے اور کوئی ضعیف) اور امام مسلم رحمہ اللہ نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔

فوائد ومسائل: ① انسان جنگ میں اپنی شجاعت و بہادری کی تعریف کر سکتا ہے جبکہ اس سے مقصد دشمن کو مرعوب کرنا ہو۔ ② یہ قابل گرفت فعل نہیں بلکہ حسن نیت کی وجہ سے اس پر اجر کا بھی مستحق ہوگا اور اہل دنیا الگ اس کی تعریفیں کریں گے۔ ③ سر کے بالوں کی تین قسمیں یا صورتیں ہیں: جو بال کندھوں تک آئیں انھیں جُمّہ اور جو کانوں کی لو اور کندھوں کے درمیان ہوں انھیں لِمّہ اور جو کانوں کی لو تک ہوں انھیں وَفْرہ کہا جاتا ہے۔ ④ سفر سے واپسی پر مستحب ہے کہ انسان اپنی شکل وصورت اور لباس کی اصلاح کر لے' سفر کے گرد وغبار یا تعب و تکان سے اس کا حلیہ بگڑا ہوا نہ ہو' ایسی بدہیئتی بالقصد ہو یا بلاقصد' اللہ کو بھی ناپسند ہے اور گھر والوں کی بھی نفرت کا باعث۔ ⑤ بغرض اصلاح غائب شخص کی کوتاہیوں کا اظہار جائز ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے خُرَیْم کی بابت ارشاد فرمایا: یہ غیبت میں شامل نہیں۔ ⑥ فحش ویسے تو زیادہ قبیح قسم کے گناہ کو کہتے ہیں لیکن یہاں یہ ردی حالت اور بری ہیئت اختیار کرنے کے مفہوم میں ہے جو جمال کے منافی ہو۔ ⑦ خریم

اسدی کے فوری عمل سے صحابۂ کرام ؓ کے جذبۂ اطاعت کا بھی علم ہوتا ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت قیس بن بشر تغلبی ؒ] قیس بن بشر تغلبی۔ یہ تابعی ہیں۔ شامیوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر ؒ ان کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں: ''یہ مقبول راویوں میں سے ہیں۔'' یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو صغار تابعین کے ہم عصر تھے۔ ان سے امام ابوداود روایات لیتے ہیں۔ امام ابوحاتم ؒ ان کے متعلق فرماتے ہیں: ''میں ان کی احادیث لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔''

[٧٩٩] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِزْرَةُ الْمُسْلِمِ إِلٰى نِصْفِ السَّاقِ، وَلَا حَرَجَ - أَوْ لَا جُنَاحَ - فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ، فَمَا كَانَ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ، وَمَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[799] حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کا تہ بند آدھی پنڈلی تک ہے۔ اور کوئی حرج یا کوئی گناہ نہیں اگر آدھی پنڈلی سے ٹخنوں تک کے درمیان ہو۔ اور جو ٹخنوں سے نیچے ہوگا، وہ آگ میں ہوگا۔ اور جو اپنا تہ بند (شلوار' پاجامہ وغیرہ) تکبر کے طور پر ٹخنوں سے نیچے گھسیٹتا ہوا چلے گا' اللہ تعالیٰ اس کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا۔'' (اسے ابوداود نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔)

[٨٠٠] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَرَرْتُ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَفِي إِزَارِي اسْتِرْخَاءٌ، فَقَالَ: «يَا عَبْدَاللهِ! ارْفَعْ إِزَارَكَ.» فَرَفَعْتُهُ، ثُمَّ قَالَ: «زِدْ»، فَزِدْتُ، فَمَا زِلْتُ أَتَحَرَّاهَا بَعْدُ. فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: إِلٰى أَيْنَ؟ فَقَالَ: إِلٰى أَنْصَافِ السَّاقَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[800] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا اور میرا تہ بند لٹکا ہوا تھا آپ نے فرمایا: ''اے عبداللہ! اپنا تہ بند اونچا کرو۔'' میں نے اسے اونچا کرلیا۔ آپ نے پھر فرمایا: ''اور اونچا کرو۔'' میں نے اور اونچا کرلیا۔ اس کے بعد میں (ہمیشہ) اس کا خیال رکھنے لگا۔ بعض لوگوں نے پوچھا: تہ بند کہاں تک ہو؟ تو ابن عمر نے فرمایا: آدھی پنڈلیوں تک۔ (مسلم)

فوائد و مسائل: ① ازار سے مراد وہ کپڑا ہے جو ناف سے لے کر ٹخنوں تک کے حصے کو ڈھانپنے کے لیے استعمال کیا جائے' وہ تہ بند ہو یا شلوار' پاجامہ ہو یا پتلون' یہ سب ازار میں شامل ہیں۔ ان میں سے ہر کپڑا آدھی پنڈلی تک ہو تو زیادہ بہتر ہے' تاہم ٹخنوں تک رکھنے کی اجازت ہے' ٹخنے ننگے رہنے چاہئیں۔ یہ بہت ضروری ہے۔ ② ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا کبیرہ گناہ ہے۔ یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہے۔ عورتوں کے لیے اس کے برعکس ٹخنے بلکہ پیر تک ڈھانپنے ضروری ہیں بالخصوص جب وہ باہر نکلیں تاکہ ان کے پاؤں پر بھی غیر محرم کی نظر نہ پڑے۔

[799] سنن أبي داود، اللباس، باب في قدر موضع الإزار، حديث:4093.

[800] صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم جر الثوب خيلاء......، حديث:2086.

[٨٠١] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»، فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ النِّسَاءُ بِذُيُولِهِنَّ؟ قَالَ: «يُرْخِينَ شِبْرًا». قَالَتْ: إِذًا تَنْكَشِفُ أَقْدَامُهُنَّ. قَالَ: «فَيُرْخِينَهُ ذِرَاعًا لَا يَزِدْنَ». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[801] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص تکبر کے طور پر اپنا کپڑا لٹکا اور گھسیٹ کر چلے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا۔'' یہ سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: عورتیں اپنے دامنوں کے بارے میں کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ''وہ (نصف پنڈلی سے) ایک بالشت نیچے لٹکالیں۔'' انھوں نے عرض کیا: تب تو ان کے پاؤں ننگے ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''تو وہ ایک ہاتھ کے برابر لٹکالیں، اس سے زیادہ نہیں۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں وضاحت کر دی گئی کہ عورتیں اپنی چادروں کے دامن یا شلوار (نصف پنڈلی سے) ایک ذراع تک لٹکا کر رکھیں تاکہ ان کے پیر بھی نظر نہ آئیں۔ ذراع، کہنی سے انگلیوں کے کنارے تک کے حصے کو کہتے ہیں، جس کا ترجمہ ایک ہاتھ کر لیا جاتا ہے۔ ② عورتوں کے لیے یہ حکم مردوں کے مقابلے میں نصف پنڈلی یا ٹخنوں سے ایک بالشت یا ایک ہاتھ مزید لٹکانا ہے۔ اور یہ حکم ان کی تکمیل ستر کے لیے دیا گیا ہے جس کا انھیں بہت خیال رکھنا چاہیے۔

[١٢٠] بَابُ اسْتِحْبَابِ تَرْكِ التَّرَفُّعِ فِي اللِّبَاسِ تَوَاضُعًا

باب:120- تواضع کے طور پر عمدہ لباس ترک کر دینا پسندیدہ ہے

قَدْ سَبَقَ فِي بَابِ فَضْلِ الْجُوعِ وَخُشُونَةِ الْعَيْشِ [باب: ٥٦] جُمَلٌ تَتَعَلَّقُ بِهٰذَا الْبَابِ.

بَابُ فَضْلِ الْجُوعِ وَ خُشُونَةِ الْعَيْشِ میں کچھ باتیں گزر چکی ہیں جو اس باب سے متعلق ہیں۔

[٨٠٢] وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِّلّٰهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ، دَعَاهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ مِنْ أَيِّ حُلَلِ الْإِيمَانِ شَاءَ

[802] حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے محض اللہ کی رضا کے لیے تواضع کے طور پر عمدہ لباس پہننا چھوڑ دیا، جبکہ وہ اس کی طاقت رکھتا تھا، تو قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات

[801] سنن أبي داود، اللباس، باب في قدر الذيل، حديث: 4117، وجامع الترمذي، اللباس، باب ما جاء في جر ذيول النساء، حديث: 1731 واللفظ له، وأصله في صحيح مسلم، حديث: 2085.

[802] جامع الترمذي، صفة القيامة...... باب البناء كله وبال......، حديث: 2481.

يَلْبَسُهَا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

کے سامنے اسے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ ایمان کے جوڑوں میں سے جو جوڑا وہ پسند کرے، پہن لے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد و مسائل: ① اس میں تواضع کی اور دوسروں پر برتری نہ جتلانے کی فضیلت کا بیان ہے۔ ایمان کے جوڑے سے مراد جنت میں لباس کے وہ اعلیٰ جوڑے ہیں جو صرف اہل ایمان کے لیے اللہ نے وہاں تیار کیے ہیں۔ ② اس میں آئے روز نئے سوٹ بنانے والے مردوں کے علاوہ ان عورتوں کے لیے بھی دعوت فکر ہے جو خاوندوں کی آمدن کا بیشتر حصہ کپڑوں پر خرچ کر دیتی ہیں۔ پھر ان کا مقصد بھی خاوند کو خوش کرنا نہیں بلکہ اپنی سہیلیوں میں فخر وریا ہوتا ہے۔

[١٢١] بَابُ اسْتِحْبَابِ التَّوَسُّطِ فِي اللِّبَاسِ وَلَا يَقْتَصِرُ عَلٰى مَا يَزْرِي بِهِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ وَّلَا مَقْصُودٍ شَرْعِيٍّ

باب: 121- لباس میں میانہ روی اختیار کرنا پسندیدہ ہے اور بلاضرورت اور کسی شرعی مقصد کے بغیر ایسا حقیر لباس نہ پہنے جو اس کی شخصیت کو عیب ناک کر دے

[٨٠٣] عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ يُرٰى أَثَرُ نِعْمَتِهِ عَلٰى عَبْدِهِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[803] حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ وہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد و مسائل: ① جس طرح اللہ کی رضا کے لیے تواضع کے طور پر سادہ لباس پہننا پسندیدہ ہے، اسی طرح اللہ کی نعمتوں کے اظہار کی غرض سے عمدہ لباس پہننا، اعمال خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا، محتاجوں اور ضرورت مندوں کے ساتھ تعاون اور رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی بہت پسندیدہ ہے۔ ② عمدہ اور قیمتی لباس تکبر اور برتری کے اظہار کے طور پر پہننا سخت جرم ہے، فی نفسہ جرم نہیں بلکہ اظہار نعمت کی نیت سے پہننے پر تو بہت پسندیدہ ہے۔ گویا نیتوں کے اعتبار سے ایک ہی عمل ایک شخص کے لیے اچھا ہے تو دوسرے کے لیے برا، اس لیے اخلاص عمل اور تصحیح نیت بہت ضروری ہے اور اس کے ساتھ اتباع سنت نبوی بھی۔ (عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمُ)۔ ③ شہرت کا لباس حرام ہے۔ کوئی شخص عمدہ لباس شہرت اور تکبر کے لیے پہنتا ہے تو وہ ناجائز ہے۔ اسی طرح گھٹیا لباس اگر حصول شہرت کے لیے پہنتا ہے تو وہ بھی حرام ہے۔

[803] جامع الترمذي، الأدب، باب ما جاء أن الله تعالى يحب أن يرى أثر نعمته على عبده، حديث:2819.

[١٢٢] بَابُ تَحْرِيمِ لِبَاسِ الْحَرِيرِ عَلَى الرِّجَالِ وَتَحْرِيمِ جُلُوسِهِمْ عَلَيْهِ وَاسْتِنَادِهِمْ إِلَيْهِ وَجَوَازِ لُبْسِهِ لِلنِّسَاءِ

باب:122- مردوں کے لیے ریشم کا پہننا' اس پر بیٹھنا اور اس کا تکیہ لگانا حرام ہے' البتہ عورتوں کے لیے ریشمی لباس پہننا جائز ہے

[٨٠٤] عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ، فَإِنَّ مَنْ لَبِسَهُ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[804] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ریشم کا لباس مت پہنو' اس لیے کہ جو (مرد) اسے دنیا میں پہنے گا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس نہی کے مخاطب مسلمان مرد ہیں کیونکہ عورتوں کے لیے ریشمی لباس پہننے کی اجازت ہے۔ مردوں کے لیے یہ اس لیے حرام ہے کہ اس میں زیب وزینت کا پہلو ہے جو عورتوں کا وصف خاص ہے۔ ② مردوں کے لیے یہ اس لیے بھی پسندیدہ نہیں کیونکہ اس سے مرد کی مردانہ خصوصیات' شجاعت' شہامت وتہور وغیرہ متاثر ہوتی ہیں۔ ③ اس میں تکبر ورعونت کا بھی اظہار ہے اور یہ بھی ناپسندیدہ ہے۔ ④ مشرکین وکفار سے مشابہت ہے۔ ⑤ اس کا استعمال اس سادگی کے خلاف ہے جو اسلام ایک مسلمان کے اندر دیکھنا پسند کرتا ہے اور جسے نبی ﷺ نے ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔ [اَلْبَذَاذَةُ مِنَ الْإِيمَانِ.] ''بَذَاذَةٌ ایمان کا حصہ ہے۔'' (سنن أبي داود، الترجل، حديث:4161) [بَذَاذَةٌ] کا مطلب: پرتکلف لباس' قیمتی پوشاک اور آرائش وزیبائش کی بجائے سادہ اور بے تکلف رہن سہن اختیار کرنا ہے۔

[٨٠٥] وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[805] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''ریشم تو وہی پہنتا ہے جس کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں۔''

(بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: «مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ».

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے: ''جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔''

---

[804] صحيح البخاري، اللباس، باب لبس الحرير للرجال......، حديث:5834، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم لبس الحرير وغير ذلك للرجال، حديث:(11)-2069.

[805] صحيح البخاري، اللباس، باب الحرير للنساء، حديث:5841، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم لبس الحرير وغير ذلك للرجال، حديث:2068.

قَوْلُهُ: «مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهُ»، أَيْ: لَا نَصِيبَ لَهُ. مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ کے معنی ہیں: اس کا حصہ نہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ریشمی لباس کا استعمال مرد کے لیے کبیرہ گناہ ہے، جس سے اس نے اگر مرنے سے قبل خالص توبہ نہ کی تو جنت سے محرومی کا اندیشہ ہے۔ لیکن افسوس آج کل مرد خصوصاً نوجوان، عورتوں کے سے ریشمی لباس بکثرت پہن رہے ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے ان سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

[٨٠٦] وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[806] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے دنیا میں ریشم پہنا، وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا (کیونکہ اس کی وجہ سے وہ جنت میں نہیں جائے گا)۔“ (بخاری و مسلم)

[٨٠٧] وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَخَذَ حَرِيرًا، فَجَعَلَهُ فِي يَمِينِهِ، وَذَهَبًا فَجَعَلَهُ فِي شِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُورِ أُمَّتِي». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

[807] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ریشم پکڑ کر اسے اپنے دائیں ہاتھ میں رکھا اور سونا پکڑ کر اپنے بائیں ہاتھ میں رکھا، پھر فرمایا: ”یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔“ (اسے ابوداود نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

راویٔ حدیث: [حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ] علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب ہاشمی، قریشی۔ ان کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے۔ امیر المومنین اور خلفائے راشدین میں سے ہیں۔ نبی علیہ السلام کے چچازاد اور داماد ہیں۔ یہ عشرۂ مبشرہ یعنی ان دس صحابہ میں سے ہیں جنھیں نبی اکرم ﷺ نے جنت کی دنیا میں بشارت دی ہے۔ بہت بہادر اور دلیر انسان تھے۔ جنگ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے۔ اس جنگ میں انھیں بطور خلیفہ پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا۔ فصیح و بلیغ خطیب اور بہت بڑے فیصل تھے۔ کسی قسم کی تعریف و ستائش کے محتاج نہیں ہیں۔ 18 ذوالحجہ 35 ہجری کو یہ خلیفہ بنے اور 17 رمضان 40 ہجری کو ایک بدبخت انسان عبدالرحمٰن بن ملجم نے صبح کے وقت تین وار کر کے شہید کر دیا۔

[٨٠٨] وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ عَلٰى ذُكُورِ أُمَّتِي، وَأُحِلَّ لِإِنَاثِهِمْ». رَوَاهُ

[808] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ریشم کا لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام اور ان کی عورتوں کے لیے حلال کیا گیا

[806] صحيح البخاري، اللباس، باب لبس الحرير للرجال وقدر ما يجوز منه، حديث:5832، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم لبس الحرير و غير ذلك للرجال، حديث:2073.

[807] سنن أبي داود، اللباس، باب في الحرير للنساء، حديث:4057.

[808] جامع الترمذي، اللباس، باب ما جاء في الحرير والذهب للرجال، حديث:1720.

التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: مذکورہ دونوں حدیثوں سے واضح ہے کہ ریشم اور سونا عورتوں کے لیے حلال ہے لیکن حلال ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ سونے کے زیورات کو شادی کا لازمی جز بنالیا جائے جیسا کہ بدقسمتی سے مسلمان معاشروں میں یہ بیماری عام ہے اور جس کی وجہ سے بے وسیلہ لوگوں کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے' حالانکہ اس کے جواز کا مطلب صرف یہ ہے کہ بوقت ضرورت اور حسب استطاعت عورتیں سونا استعمال کرسکتی ہیں نہ کہ اس کے بغیر شادی کا تصور ہی ممکن نہ رہے۔ هَدَى اللّٰهُ الْمُسْلِمِينَ. آمين.

[٨٠٩] وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَشْرَبَ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَأَنْ نَأْكُلَ فِيهَا، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ، وَأَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[809] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے اور ریشم کا لباس پہننے سے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری)

فوائد و مسائل: ① ریشم کی مختلف قسمیں ہیں۔ باریک ریشم کو اِسْتَبْرَق اور موٹے ریشم کو دِیبَاج کہا جاتا ہے' یعنی ریشم کی ہر قسم مراد ہے۔ اصل ریشم (حَرِیرٌ) تو وہی ہے جو قدرتی ہے اور ریشم کے کیڑوں سے حاصل کیا جاتا ہے' تاہم آج کل بعض کپڑے ایسے بھی بن گئے ہیں جو کیڑوں سے حاصل کردہ ریشم سے تو بنے ہوئے نہیں ہوتے لیکن دیکھنے میں وہ ریشمی کپڑوں کی طرح ہوتے ہیں' ایسے مصنوعی کپڑے مردوں کے لیے حرام نہیں ہیں جیسے بوسکی اور سلکی قسم کے کپڑے ہیں۔ البتہ ان کی کچھ قسمیں اگر ایسی ہوں جنھیں صرف عورتیں ہی پہنتی ہوں اور انھی میں ان کا چلن ہو تو ایسے کپڑے یا رنگ' عورتوں سے مشابہت کی وجہ سے' مردوں کے لیے حرام ہوں گے۔ ② علاوہ ازیں ریشم کے کپڑوں پر بیٹھنا بھی ممنوع ہے' اس لیے ریشم کے کپڑوں سے لحاف' گدے اور تکیے وغیرہ بنانا بھی صحیح نہیں ہے۔

[١٢٣] بَابُ جَوَازِ لُبْسِ الْحَرِيرِ لِمَنْ بِهِ حِكَّةٌ

باب:123- جسے خارش ہو اس کے لیے ریشمی لباس پہننے کا جواز

[٨١٠] عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: رَخَّصَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ

[810] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کو

[809] صحيح البخاري، اللباس، باب افتراش الحرير، حديث: 5837.

[810] صحيح البخاري، اللباس، باب ما يرخص للرجال من الحرير للحكة، حديث: 5839، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب إباحة لبس الحرير للرجل إذا كانت به حكة أو نحوها، حديث: 2076.

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي لُبْسِ الْحَرِيرِ لِحِكَّةٍ بِهِمَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ریشم کا لباس پہننے کی رخصت دے دی تھی کیونکہ ان دونوں کو خارش تھی۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ خاص ضرورت کے وقت مردوں کے لیے ریشمی لباس پہننے کی اجازت ہے۔ جیسے خارش کی بیماری میں۔ اسی طرح کی کسی اور بیماری میں بھی اگر ضرورت ہو تو پہنا جا سکتا ہے۔ اسی طرح گرمی سردی کی شدت سے بچنے کے لیے کسی کے پاس سوائے ریشمی لباس کے اور کوئی کپڑا نہ ہو تو اس کے لیے بھی اس کا جواز ہوگا۔

[١٢٤] بَابُ النَّهْيِ عَنِ افْتِرَاشِ جُلُودِ النُّمُورِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا

باب:124- چیتے کی کھال پر بیٹھنے اور اس پر سوار ہونے کی ممانعت کا بیان

[٨١١] عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَرْكَبُوا الْخَزَّ وَلَا النِّمَارَ». حَدِيثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

[811] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم ریشم اور چیتے کی کھال پر مت سوار ہونا۔“ (یہ حدیث حسن ہے اسے ابوداود وغیرہ نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد ومسائل: ① خَزّ کی بابت بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اون اور ریشم سے مل کر بنتا ہے اس لیے وہ مردوں کے لیے بھی اس کے استعمال کے جواز کے قائل ہیں۔ حدیث میں اس کے استعمال سے اس لیے روکا گیا ہے کہ اس وقت غیر مسلم عجمی اور مترفین (آخرت فراموش خوش حال لوگ) ہی اسے پہنتے تھے نہی کا مقصد ان کی مشابہت سے روکنا تھا اس لیے ان کے نزدیک یہ نہی نہی تنزیہی ہے۔ اور اگر خَزٌّ سے مراد ریشم ہی ہے جیسا کہ اکثر علماء کی رائے ہے تو پھر یہ نہی نہی تحریمی ہوگی اور اس کا استعمال بالکل حرام ہوگا۔ ② بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ ریشم کی بنی ہوئی زین اور کجاوے پر سوار ہونا بھی جائز نہیں ہے۔ اسی طرح چیتے کی کھال کی بنی ہوئی چیز (جیکٹ وغیرہ) کا استعمال بھی ناجائز ہے۔ اس میں تکبر کا اظہار بھی ہے اور غیر مسلموں کے طور اطوار سے مشابہت بھی۔

[٨١٢] وَعَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ بِأَسَانِيدَ صِحَاحٍ.

[812] حضرت ابوالملیح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھالوں (کے استعمال) سے منع فرمایا ہے۔ (اسے ابوداود ترمذی اور نسائی نے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ: نَهَى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ أَنْ

اور ترمذی کی روایت میں ہے: درندوں کی کھالوں پر

[811] سنن أبي داود، اللباس، باب في جلود النمور والسباع، حديث: 4129.

[812] سنن أبي داود، اللباس، باب في جلود النمور والسباع، حديث: 4132، وجامع الترمذي، اللباس، ما جاء في النهي عن جلود السباع، حديث: 1770(م)، وسنن النسائي، الفرع والعتيرة، النهي عن الانتفاع بجلود السباع، حديث: 4258.

تُفْتَرَشَ .

بیٹھنے سے منع فرمایا۔

فائدہ: اس حدیث میں عموم ہے' یعنی ہر قسم کے درندوں کی کھال سے انتفاع (نفع اٹھانا) اور اس کا استعمال میں لانا حرام ہے۔ اس نہی کی علت بعض کے نزدیک یہ ہے کہ درندوں کی کھالوں پر جو بال ہوتے ہیں دباغت (رنگنے) سے بھی صاف نہیں ہوتے' اس لیے ان میں نجاست باقی رہتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم صرف غیر مدبوغ کھالوں کے لیے ہے' مدبوغ کھالیں حکم نہی سے مستثنیٰ ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ فضول خرچ اور متکبرین انھیں استعمال کرتے ہیں' ان سے مشابہت کی وجہ سے منع کیا گیا ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ نہی عام ہے' درندوں کی کھالیں مدبوغ ہوں یا غیر مدبوغ' دونوں ہی کا استعمال ممنوع ہے اور جس حدیث میں آتا ہے کہ دباغت (رنگنے) سے ہر کھال پاک ہوجاتی ہے' زیر بحث حدیث اس کی مخصص ہے' یعنی اس حدیث کی وجہ سے درندوں کی کھالیں كُلُّ إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ (جس کھال کو بھی رنگ دیا گیا' وہ پاک ہوگئی) کے عموم سے نکل جائیں گی اور درندوں کی کھالیں ہر صورت میں ناپاک ہی رہیں گی اور ان کا استعمال ناجائز ہوگا۔ (عون المعبود)

راویٔ حدیث: [حضرت ابوالملیح عامر بن اسامہ ہذلی رحمہ اللہ] تابعی ہیں۔ ان کی کنیت ابوالملیح ہے اور کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کا نام عمیر بن اسامہ ہے۔ یہ انتہائی نیک اور پارسا آدمی تھے۔ اپنے باپ اسامہ سے روایات لیتے ہیں اور بیان کرتے ہیں۔

[عن ابیہ اسامہ بن عمیر ہذلی رضی اللہ عنہ] اسامہ بن عمیر بن عامر بن الأقیشر ہذلی' بصری۔ یہ صحابی ہیں۔ ابوالملیح کے والد ہیں۔ ان سے صرف ان کے بیٹے ابوالملیح ہی روایات لیتے اور بیان کرتے ہیں۔ کتب احادیث میں ان کی مرویات کی تعداد 7 ہے۔

[١٢٥] بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيدًا

باب:125- نیا لباس (یا جوتا وغیرہ) پہنتے وقت کون سی دعا پڑھے

[٨١٣] عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهِ - عِمَامَةً، أَوْ قَمِيصًا، أَوْ رِدَاءً - يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ كَسَوْتَنِيهِ، أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ

[813] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو اس کا نام لیتے' (مثلاً:) پگڑی' قمیص یا چادر' اور یہ دعا پڑھتے: [اَللّٰهُمَّ! لَكَ الْحَمْدُ ...... مَا صُنِعَ لَهُ.] ''اے اللہ! تیرے ہی لیے تعریفیں ہیں۔ تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا ہے۔

[813] سنن أبي داود، اللباس، باب ما يقول إذا لبس ثوبًا جديدًا، حديث:4020، و جامع الترمذي، اللباس، باب مايقول إذا لبس ثوبا جديدا، حديث:1767.

شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ». رَوَاهُ أَبُوداوُد، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ.

میں اس کی بھلائی کا اور جس غرض کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کی بھلائی کا تجھ سے سوال کرتا ہوں' اور اس کے شر سے اور جس غرض کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حسن حدیث ہے۔)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نیا لباس پہنتے وقت یہ مسنون دعا' پڑھنی چاہیے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اس پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ نیا جوتا یا اور اسی قسم کی کوئی چیز جب پہنی جائے تو اس وقت بھی یہ دعا پڑھی جائے جیسا کہ باب سے واضح ہے۔ یادر ہے باب میں أو نعلا أو نحوه کا یہ اضافہ سب نسخوں میں نہیں ہے بلکہ ریاض الصالحین کے بعض نسخوں میں ہے۔

[١٢٦] بَابُ اسْتِحْبَابِ الْابْتِدَاءِ بِالْيَمِينِ فِي اللِّبَاسِ

باب:126- لباس پہنتے وقت دائیں طرف سے ابتدا کرنے کا استحباب

هٰذَا الْبَابُ قَدْ تَقَدَّمَ مَقْصُودُهُ [باب: ٩٩] وَذَكَرْنَا الْأَحَادِيثَ الصَّحِيحَةَ فِيهِ.

اس باب کا ماحصل اور مقصود پہلے گزر چکا ہے اور اس میں صحیح حدیثیں بیان ہو چکی ہیں۔

(ملاحظہ ہو، باب:99 بَابُ اسْتِحْبَابِ تَقْدِيمِ الْيَمِينِ فِي كُلِّ مَاهُوَ مِنْ بَابِ التَّكْرِيمِ)

٤ - كِتَابُ آدَابِ النَّوْمِ وَالْاِضْطِجَاعِ وَالْقُعُودِ وَالْمَجْلِسِ وَالْجَلِيسِ وَالرُّؤْيَا

سونے، لیٹنے، بیٹھنے، مجلس، ہم نشین اور خواب کے آداب و احکام

[١٢٧] بَابُ مَا يَقُولُهُ عِنْدَ النَّوْمِ

باب: 127- سوتے وقت کی دعائیں

[٨١٤] عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَوٰى إِلَى فِرَاشِهِ نَامَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَّرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا إِلَّا إِلَيْكَ. آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِهٰذَا اللَّفْظِ فِي كِتَابِ الْأَدَبِ مِنْ صَحِيحِهِ.

[814] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر پر قرار پکڑتے تو دائیں کروٹ پر سوتے، پھر یہ دعا پڑھتے: [اَللّٰهُمَّ! أَسْلَمْتُ......] ''اے اللہ! میں نے اپنا نفس تجھے سونپ دیا اور اپنا رخ تیری طرف موڑ لیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا اور اپنی پشت، شوق و رغبت اور خوف کے ساتھ تیری طرف لگائی اور تیرے سوا کوئی جائے پناہ اور چھٹکارے کی جگہ نہیں۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری اور تیرے اس پیغمبر پر جو تو نے بھیجا۔'' (امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ان الفاظ کے ساتھ صحیح بخاری کی کتاب الأدب میں بیان کیا ہے۔)

فائدہ: اس میں رات کو سوتے وقت اپنے ایمان و اسلام اور اللہ سے کیے ہوئے عہد کی تجدید ہے۔ ہر مسلمان اس طرح

[814] صحيح البخاري، الدعوات، باب النوم على الشق الأيمن، حديث: 6315.

رات کو تجدید عہد کر لیا کرے تو یقیناً دن کی مصروفیتوں میں بھی اسے اللہ اور اس کے احکام یاد رہیں گے۔ اس کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (باب: 7 بَابٌ فِي الْيَقِينِ وَالتَّوَكُّلِ، رقم: 80)

[٨١٥] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ، وَقُلْ...» وَذَكَرَ نَحْوَهُ. وَفِيهِ: «وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُولُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[815] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اپنی خواب گاہ میں آؤ تو اس طرح وضو کرو جس طرح نماز کے لیے کیا جاتا ہے، پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ اور یہ دعا پڑھو۔'' اور پھر راوی نے مذکورہ دعا ذکر کی۔ اور اس میں یہ بھی ہے: ''ان کلمات کو اپنی آخری گفتگو بناؤ (یعنی اس کے بعد بغیر کوئی گفتگو کیے سو جاؤ)۔'' (بخاری و مسلم)

[٨١٦] وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ إِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً، فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتّٰى يَجِيءَ الْمُؤَذِّنُ فَيُؤْذِنَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[816] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ رات کو (تہجد کی نفلی نماز) گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔ پس جب صبح صادق ہو جاتی تو ہلکی سی دو رکعتیں (فجر کی سنتیں) پڑھتے، پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے، یہاں تک کہ مؤذن آتا اور آپ کو (فجر کی نماز کی) اطلاع دیتا (تو آپ نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔) (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل: ① اس میں نبیٔ اکرم ﷺ کے قیام اللیل (نماز تہجد) کی تفصیل ہے۔ یہ وتر سمیت گیارہ رکعتیں ہوتی تھیں اور جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی صحیح بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ رمضان اور غیر رمضان، بارہ مہینے آپ گیارہ رکعتیں ہی پڑھتے۔ آٹھ رکعتیں قیام اللیل، جسے رمضان میں تراویح کہتے ہیں اور تین رکعات وتر۔ ② علاوہ ازیں اس میں فجر کی دو سنتیں پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنے کا بھی ذکر ہے جس سے اس کا سنت ہونا واضح ہے۔

[٨١٧] وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ، ثُمَّ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! بِاسْمِكَ

[817] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبیٔ اکرم ﷺ رات کو اپنی خواب گاہ میں قرار پکڑتے تو اپنا (دایاں) ہاتھ اپنے (دائیں) رخسار کے نیچے رکھتے اور فرماتے: [اَللّٰهُمَّ!

[815] صحيح البخاري، الوضوء، باب فضل من بات على الوضوء، حديث: 247، وصحيح مسلم، الذكر والدعا والتوبة والاستغفار، باب مايقول عندالنوم؟، حديث: 2710.

[816] صحيح البخاري، الدعوات، باب الضجع على الأيمن، حديث: 6310، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل......، حديث: 736.

[817] صحيح البخاري، الدعوات، وضع اليد تحت الخد اليمنى، حديث: 6314.

أَمُوتُ وَأَحْيَا»، وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَ أَحْيَا] ''اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ ہی میں مرتا اور زندہ ہوتا ہوں۔'' اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ...... النُّشُورُ] ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندگی عطا کی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' (بخاری)

فائدہ: اس دعا میں نیند کو موت سے اور بیداری کو زندگی سے تعبیر فرمایا ہے' پھر اس دعا کے ذریعے سے قیامت کے تصور کو مستحضر کیا گیا ہے۔ بہرحال سوتے اور اٹھتے وقت یہ دعائیں پڑھنا مسنون ہیں۔

[٨١٨] وَعَنْ يَعِيشَ بْنِ طِخْفَةَ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ أَبِي: بَيْنَمَا أَنَا مُضْطَجِعٌ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى بَطْنِي إِذَا رَجُلٌ يُحَرِّكُنِي بِرِجْلِهِ فَقَالَ: «إِنَّ هٰذِهِ ضِجْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللهُ». قَالَ: فَنَظَرْتُ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[818] حضرت یعیش بن طخفہ غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے بیان فرمایا: ایک دفعہ میں مسجد میں پیٹ کے بل سویا ہوا تھا کہ اچانک ایک آدمی نے مجھے اپنے پاؤں سے حرکت دی اور کہا: لیٹنے کی یہ حالت اللہ کو ناراض کرنے والی ہے۔ میرے باپ نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ (اسے ابوداود نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔)

فائدہ: پیٹ کے بل' یعنی الٹا سونا ممنوع اور سخت ناپسندیدہ ہے۔ تہذیب و شائستگی کے خلاف ہونے کے علاوہ اس کے اخلاقی اور طبی نقصانات بھی ہیں۔

راویٔ حدیث: [حضرت یعیش بن طخفہ رضی اللہ عنہ] طخفہ کی ''طا'' کے نیچے زیر اور ''خا'' ساکن ہے۔ یعیش بن طخفہ غفاری۔ یہ صحابیٔ رسول ہیں اور اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض انھیں ابن قیس غفاری' بعض ابن طخفہ اور بعض انھیں ابوطخفہ یعیش بن طخفہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ بعض لوگ انھیں تابعی اور ان کے باپ طخفہ کو صحابی کہتے ہیں۔ یہ اپنے باپ سے پیٹ کے بل لیٹ کر سونے سے ممانعت والی حدیث روایت کرتے ہیں۔ ان کی وفات 60 ہجری کے بعد ہوئی ہے۔

[٨١٩] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَّمْ يَذْكُرِ اللهَ تَعَالٰى فِيهِ، كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تَعَالٰى تِرَةٌ، وَمَنِ

[819] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی جگہ بیٹھا' اس میں اس نے اللہ کا ذکر نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسرت ہوگی (یا

[818] سنن أبي داود، النوم، باب في الرجل ينبطح على بطنه، حديث: 5040.

[819] سنن أبي داود، الأدب، باب كراهية أن يقوم الرجل من مجلسه ولا يذكر الله، حديث: 4856.

اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللهَ تَعَالٰى فِيهِ، كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

وبال ہوگا) اور جو کسی بستر پر لیٹے' اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو اس پر اللہ کی طرف سے حسرت ہوگی (یا وبال ہو گا)۔'' (اسے ابوداود نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

[اَلتِّرَةُ]: بِكَسْرِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقُ، وَهِيَ: النَّقْصُ، وَقِيلَ: اَلتَّبِعَةُ.

اَلتِّرَةُ: ''تا'' کے نیچے زیر۔ معنی ہیں: کوتاہی (یعنی کوتاہی پر حسرت۔) اور بعض کے نزدیک: وبال۔

فائدہ: مستحب ہے کہ ہر مجلس میں اور روزانہ سوتے وقت اللہ کا ذکر کیا جائے۔ اللہ کے ذکر سے غفلت' اللہ کی طرف سے وبال کا باعث ہے۔ یا نہیں تو کم از کم انسان کو اپنی اس کوتاہی پر حسرت ہوگی۔

[١٢٨] بَابُ جَوَازِ الْاِسْتِلْقَاءِ عَلَى الْقَفَا وَوَضْعِ إِحْدَى الرِّجْلَيْنِ عَلَى الْأُخْرٰى إِذَا لَمْ يَخَفِ انْكِشَافَ الْعَوْرَةِ وَجَوَازِ الْقُعُودِ مُتَرَبِّعًا وَمُحْتَبِيًا

باب: 128- چت لیٹنے کا اور جب ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو تو ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ کر لیٹنے کا اور چوکڑی مار کر اور اکڑوں بیٹھ کر ہاتھوں کو ٹانگوں کے گرد کر کے بیٹھنے کا جواز

[٨٢٠] عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ رَأٰى رَسُولَ اللهِ ﷺ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ، وَاضِعًا إِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[820] حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں چت لیٹا ہوا دیکھا۔ آپ نے اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی ہوئی تھی۔ (بخاری و مسلم)

[٨٢١] وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِي مَجْلِسِهِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ. حَدِيثٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ بِأَسَانِيدَ صَحِيحَةٍ.

[821] حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ فجر کی نماز سے فارغ ہوجاتے تو اپنی جائے نشست پر چوکڑی مار کر بیٹھے رہتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح روشن ہو کر طلوع ہوجاتا۔ (یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داود وغیرہ نے اسے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

[820] صحيح البخاري، الصلاة، باب الاستلقاء في المسجد......، حديث:475، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب في إباحة الاستلقاء ووضع إحدى الرجلين على الأخرى، حديث:2100.

[821] صحيح مسلم، الصلاة، باب فضل الجلوس في مصلاه بعد الصبح وفضل المساجد، حديث:670، وسنن أبي داود، الأدب، باب في الرجل يجلس متربعا، حديث:4850.

فائدہ: اس حدیث میں چوکڑی مار کر بیٹھنے اور نماز فجر کے بعد طلوع شمس تک مسجد میں ٹھہرے رہنے کا استحباب ہے۔ مطلب یہ کہ یہ عمل ضروری نہیں' البتہ اس طرح کرنے سے ثواب ملے گا۔

[٨٢٢] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ مُحْتَبِيًا هٰكَذَا. وَوَصَفَ بِيَدَيْهِ الْاِحْتِبَاءَ، وَهُوَ الْقُرْفُصَاءُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[822] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو صحن کعبہ میں اپنے ہاتھوں کے ساتھ اس طرح اِحْتِبا کرتے ہوئے دیکھا' پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اِحْتِبا کی کیفیت بیان کی اور وہ قُرْفُصا کی کیفیت تھی۔

(بخاری)

فائدہ: احتباء یا قُرْفُصاء یہ ہے کہ دونوں زانو کھڑے رہیں اور سرینوں پر بیٹھ کر ہاتھوں کو ٹانگوں کے گرد باندھ لے جیسے اکڑوں بیٹھ کر ٹانگوں کے گرد باندھ لیا جاتا ہے۔ مزید تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے۔

[٨٢٣] وَعَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ قَاعِدٌ الْقُرْفُصَاءَ، فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ الْمُتَخَشِّعَ فِي الْجِلْسَةِ أُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ.

[823] حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو قُرْفُصا کی حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا (یعنی اکڑوں بیٹھ کر اپنے ہاتھوں سے ٹانگوں کے گرد حلقہ بنائے ہوئے) پس جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیٹھنے میں خشوع اختیار کرتے ہوئے دیکھا تو ڈر کے مارے مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی۔ (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔)

راویٔ حدیث: [حضرت قَیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا] قیلہ بنت مخرمہ عنبریہ۔ یہ مہاجرات صحابیات میں سے ہیں۔ ان سے وہ طویل حدیث مروی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ یہ حبیب بن ازہر کے نکاح میں تھیں' ان کی بیٹیاں ہی بیٹیاں تھیں۔ ان کا خاوند حبیب بن ازہر فوت ہوگیا تو ان کی بیٹیوں کو عمر بن ایوب بن ازہر لے گیا۔ یہ شکایت لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں گئیں......

[٨٢٤] وَعَنِ الشَّرِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرَّ بِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَنَا جَالِسٌ هٰكَذَا، وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِيَ الْيُسْرٰى خَلْفَ ظَهْرِي،

[824] حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے جبکہ میں اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ اپنا بایاں ہاتھ اپنی پیٹھ کے پیچھے رکھا ہوا تھا اور

[822] صحيح البخاري، الاستئذان، باب الاحتباء باليد، وهو القرفصاء، حديث:6272.

[823] سنن أبي داود، الأدب، باب في جلوس الرجل، حديث:4847، وجامع الترمذي، الأدب...... باب ما جاء في الثوب الأصفر، حديث:2814.

[824] سنن أبي داود، الأدب، باب في الجلسة المكروهة، حديث:4848.

وَاتَّكَأْتُ عَلَى أَلْيَةِ يَدِي، فَقَالَ: «أَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ؟!» رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

ہاتھ کے انگوٹھے کے نچلے حصے پر ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تو ان لوگوں کی طرح بیٹھتا ہے جن پر غضب الٰہی نازل کیا گیا؟'' (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فوائد ومسائل: ① أَلْيَةُ الْيَد، سے مراد ہاتھ کی اصل ہے یعنی وہ اصل جس کا سرا انگوٹھے کی اصل پر ختم ہوتا ہے' اس کو أَلْيَةُ الْيَد کہتے ہیں۔ اور ہاتھ کا دوسرا سرا جس کی اصل چھنگلی ہے اس کو صرہ کہا جاتا ہے۔ (النهاية) ② جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا وہ یہود ہیں۔ ان کی مشابہت اختیار کرنے سے روکا گیا ہے لیکن بدقسمتی سے آج کل مسلمان ہر معاملے میں یہود و نصاریٰ کی نقالی کرنے میں فخر محسوس کرتے اور دنیوی ترقی کے لیے اسے ضروری سمجھتے ہیں۔ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ.

راویٔ حدیث: [حضرت شرید بن سُوَید رضی اللہ عنہ] شرید بن سوید ثقفی۔ یہ صحابی ہیں۔ بیعت رضوان میں شریک تھے۔ ان کا نام مالک تھا لیکن نبی اکرم ﷺ نے تبدیل کر کے شَرِید رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے یہ نام اس وجہ سے رکھا کہ یہ اپنی قوم کا ایک فرد قتل کر آئے۔ جب مکہ میں تشریف لا کر اسلام قبول کر لیا تو آپ نے ان کا نام تبدیل کر دیا۔ (بحواله تلقيح لابن الجوزي) بعض لوگوں نے انھیں اہل طائف میں سے شمار کیا ہے۔ ان سے کئی ایک احادیث مروی ہیں۔

[١٢٩] بَابُ آدَابِ الْمَجْلِسِ وَالْجَلِيسِ

باب:129- مجلس اور ہم نشیں کے آداب

[٨٢٥] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يُقِيمَنَّ أَحَدُكُمْ رَجُلًا مِّنْ مَّجْلِسِهِ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيهِ، وَلٰكِنْ تَوَسَّعُوا وَتَفَسَّحُوا». وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا قَامَ لَهُ رَجُلٌ مِّنْ مَّجْلِسِهِ لَمْ يَجْلِسْ فِيهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[825] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کرے کہ کسی آدمی کو اس کی نشست سے اٹھا کر پھر خود اس پر بیٹھ جائے' لیکن تم مجلس میں فراخی اور گنجائش پیدا کرو۔'' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ جب کوئی آدمی آپ کی خاطر مجلس سے اٹھ کھڑا ہوتا تو آپ اس جگہ نہ بیٹھتے۔ (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل: ① اس میں مجلس کو فراخ رکھنے کی تاکید ہے تاکہ ہر آنے والے کو مجلس میں بیٹھنے کی جگہ مل جائے اور تنگی محسوس نہ ہو۔ ② کسی بیٹھے ہوئے شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اس پر بیٹھنا ممنوع ہے' چاہے بیٹھا ہوا شخص مفضول اور کمتر رتبے کا آدمی ہو۔ ہاں اگر وہ خود ہی اپنے سے افضل آدمی کے لئے' اپنی جگہ چھوڑ دے اور اسے وہاں بیٹھنے کی پیشکش کرے تو پھر وہاں بیٹھنا جائز ہوگا۔ ③ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس صورت میں بھی وہاں نہیں بیٹھتے تھے۔ تو یہ ان کے غایت درجہ زہد وتقویٰ اور احتیاط کا نتیجہ تھا' ورنہ اس کی ممانعت نہیں ہے۔ البتہ اس سے بعض صورتیں مستثنیٰ ہیں' جیسے

[825] صحيح البخاري، الاستئذان، باب: لا يقيم الرجل الرجل من مجلسه، حديث: 6269، وصحيح مسلم، السلام، باب تحريم إقامة الإنسان من موضعه......، حديث: 2177.

استاذ کی مسند پر کوئی بیٹھ جائے تو وہاں سے بیٹھنے والے کو اٹھانا جائز ہے۔ اسی طرح بازار وغیرہ سے کوئی شخص اپنا سودا بیچنے کے لیے کوئی جگہ مخصوص کرلے تو اس پر اس کا حق فائق ہے اور وہ وہاں آکر بیٹھنے والے دوسرے شخص کو اٹھا سکتا ہے۔ البتہ ملک کی انتظامیہ ناجائز تجاوزات کے خاتمے کے لیے بازاروں اور سڑکوں پر سودا بیچنے والوں کو اٹھانے اور منع کرنے کا حق رکھتی ہے۔ لیکن اس کے لیے ایک متعین اور واضح قانون ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہ ایک سرکاری اہلکار تو رشوت وصول کر کے ناجائز تجاوزات کی اجازت دیے رکھے اور کچھ عرصے کے بعد کوئی دوسرا اہلکار ان کے خلاف میدان عمل میں آجائے۔ اور یہ آنکھ مچولی یا تعمیر وتخریب ہمارے ملک میں عام ہے اور سالہا سال سے ہم اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ کچھ عرصے کے لیے تجاوزات کی اجازت ہوتی ہے اور پھر کسی وقت اچانک ان کے خلاف اقدامات شروع کر دیے جاتے ہیں۔ اگر تجاوزات کی اجازت نہیں ہے (اور یقیناً نہیں ہے) تو پھر اس سے چشم پوشی کرنے والے اہلکاروں کو سزا ملنی چاہیے' نہ یہ کہ پہلے لوگوں کو سڑک پر اپنا اڈا جمانے کی اجازت دے دی جائے اور پھر ایک دن آکر اچانک انہیں مسمار کر دیا جائے۔ یہ دوعملی یا دوغلی پالیسی نہ شرعاً جائز ہے نہ اخلاقاً اور نہ قانوناً۔ اس پالیسی نے تجاوزات کی بھرمار کر رکھی ہے جس سے عوام کو سخت پریشانیاں لاحق ہیں۔ سڑکوں پر دکانیں اور ورکشاپیں قائم ہیں اور ٹریفک کو چلنے کے لیے جگہ نہیں ملتی۔ کوئی حکومت اس مسئلے کو سنجیدگی سے حل نہیں کرسکی اور نہ بظاہر آئندہ ہی اس کی کوئی امید نظر آتی ہے۔ فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى.

[٨٢٦] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِّنْ مَجْلِسٍ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ، فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[826] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس سے اٹھے' پھر واپس آجائے تو وہ اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے۔'' (مسلم)

[٨٢٧] وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ أَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِي. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[827] حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہم میں سے ہر کوئی جہاں پہنچتا' وہیں بیٹھ جاتا۔ (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

فائدہ: اس میں مجلس کا ادب بیان کیا گیا ہے کہ جہاں جگہ ملے' وہیں بیٹھتے جاؤ۔ گردنیں پھلانگ کر آگے آنے کی کوشش نہ کی جائے' نہ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھا جائے۔

---

[826] صحيح مسلم، السلام، باب إذا قام من مجلسه ثم عاد فهو أحق به، حديث:2179.

[827] سنن أبي داود، الأدب، باب في التحلق، حديث:4825، وجامع الترمذي، الاستئذان، باب في الثلاثة الذين أقبلوا في ملجس النبي ﷺ، حديث:2725.

[٨٢٨] وَعَنْ أَبِي عَبْدِاللهِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ، أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[828] حضرت ابوعبداللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی جمعے کے دن غسل کرے اور امکانی حد تک خوب پاکیزگی حاصل کرے' گھر میں موجود تیل یا خوشبو استعمال کرے' پھر وہ (جمعے کی ادائیگی کے لیے) گھر سے نکلے اور (مسجد میں پہنچ کر) دو آدمیوں کے درمیان (گھس کر) انھیں ایک دوسرے سے جدا نہ کرے' پھر اس کے لیے جو مقدر ہے وہ نماز پڑھے' پھر جب امام خطبہ دے تو وہ خاموش رہے تو اس کے ایک جمعے سے دوسرے جمعے تک درمیانی مدت کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' (بخاری)

فوائد و مسائل: ① اس میں جمعے کے دن غسل کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے' چنانچہ بعض کے نزدیک یہ غسل مستحب اور بعض کے نزدیک واجب ہے۔ ② اس کا وقت صبح صادق سے زوال تک ہے' گویا جمعے کی ادائیگی کے لیے جانے سے پہلے پہلے ہے۔ ③ تیل یا خوشبو کا استعمال بھی پسندیدہ ہے۔ ④ اس میں مجلس کے آداب کا بھی بیان ہے' مثلاً: گردنیں پھلانگ کر آگے نہ جائے بلکہ جہاں جگہ خالی ہو وہیں پیچھے بیٹھ جائے۔ دو شخصوں کے درمیان گھس کر نہ بیٹھے۔ ⑤ مسجد میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے دوگانہ ادا کیا جائے' حتی کہ خطیب خطبہ دے رہا ہو' تب بھی مختصر دو رکعت پڑھ کر مسجد میں بیٹھا جائے۔ ⑥ خطبے سے پہلے جتنا وقت ملے' نوافل کا اہتمام کیا جائے۔ ⑦ خطبہ شروع ہونے کے بعد بالکل خاموش رہا جائے' حتی کہ کسی بولنے والے کو بھی یہ کہنا جائز نہیں کہ تم چپ ہو جاؤ۔ ⑧ مذکورہ آداب و شروط کے ساتھ ادا کیے گئے جمعے کی فضیلت یہ ہے کہ ایک ہفتے کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں بلکہ بعض صحیح احادیث میں مزید تین دن کے گناہوں کی معافی کا ذکر بھی ملتا ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوعبداللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ] سلمان نام' فارسی نسبت' کنیت ابوعبداللہ اور لقب سلمان الخیر ہے۔ کسی نے ان سے ان کا نسب دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں سلمان ابن اسلام ہوں۔ ان کا تعلق فارس سے تھا۔ اصل میں مجوسی تھے لیکن اسلام کی تلاش میں فارس سے مدینہ منورہ آئے اور اسلام کی دولت کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا اور اس گوہر ثمین کو سینے میں جگہ دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں مدائن کا والی مقرر کیا۔ محنت مزدوری کرتے' جو کچھ حاصل ہوتا اسے فی سبیل اللہ خرچ کر کے اپنے لیے ذخیرہ کر لیتے تھے۔ مدینہ منورہ میں 32 یا 33 ہجری کو 250 یا 350 سال کی عمر دراز پا کر فوت ہوئے۔ کتب احادیث میں ان کی مرویات کی تعداد 60 کے قریب ہے۔

[٨٢٩] وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ

[829] حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ

[828] صحيح البخاري، الجمعة، باب الدهن للجمعة، حديث:883.

[829] سنن أبي داود، الأدب، باب في الرجل يجلس بين الرجلين بغير إذنهما، حديث:4845، و جامع الترمذي، الأدب...... باب ما جاء في كراهية الجلوس بين الرجلين بغير إذنهما، حديث:2752.

جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی آدمی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دو شخصوں کے درمیان جدائی ڈالے مگر ان کی اجازت سے۔'' (اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔)

وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ: «لَا يَجْلِسْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا».

اور ابوداود کی ایک روایت میں ہے: ''دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔''

فائدہ: اس میں بھی پہلے سے بیٹھے ہوئے دو شخصوں کے درمیان گھس کر بیٹھنے کی ممانعت ہے' الا یہ کہ وہ اجازت دے دیں یا ان کے درمیان کافی جگہ ہو۔

[٨٣٠] وَعَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ مَنْ جَلَسَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

[830] حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو حلقے کے درمیان میں بیٹھے۔ (اسے ابوداود نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ: أَنَّ رَجُلًا قَعَدَ وَسْطَ حَلْقَةٍ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: مَلْعُونٌ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ، أَوْ: لَعَنَ اللّٰهُ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ - مَنْ جَلَسَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اور امام ترمذی نے ابومجلز سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی کسی حلقے کے درمیان میں بیٹھا تو حضرت حذیفہ نے فرمایا: حلقے کے درمیان میں بیٹھنے والا حضرت محمد ﷺ کی زبان مبارک پر ملعون ہے۔ یا اللہ نے محمد ﷺ کی زبان مبارک سے اس پر لعنت فرمائی ہے۔ (امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فائدہ: یہ حدیث ضعیف ہے' تاہم صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ بیٹھے ہوئے لوگوں کے درمیان گھس کر بیٹھنا منع ہے' اس سے دوسرے لوگوں کا احترام' استحقاق اور جذبات مجروح ہوتے ہیں۔

[٨٣١] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: «خَيْرُ

[831] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''سب سے

[830] ضعيف- سنن أبي داود، الأدب، باب الجلوس وسط الحلقة، حديث: 4826، وجامع الترمذي، الأدب...... باب ما جاء في كراهية القعود وسط الحلقة، حديث: 2753.

[831] سنن أبي داود، الأدب، باب في سعة المجلس، حديث: 4820.

الْمَجَالِسِ أَوْسَعُهَا». رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ.

بہتر مجلس وہ ہے جو سب سے زیادہ فراخ ہو۔‘‘(اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے جو کہ شرط بخاری پر ہے۔)

فائدہ: مجلس تنگ ہو تو بیٹھنے والے گھٹن اور تنگی اور اس کے برعکس مجلس کشادہ اور فراخ ہو تو راحت اور سکون محسوس کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں باہر سے آ کر بیٹھنے والے کے لیے بھی کوئی دشواری نہیں ہوتی، نہ مجلس کی بات چیت متاثر ہوتی ہے۔ اس لیے مجلس کی فراخی کی تاکید اور اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

[۸۳۲] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ جَلَسَ فِي مَجْلِسٍ، فَكَثُرَ لَغَطُهُ فَقَالَ قَبْلَ أَنْ يَقُومَ مِنْ مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا كَانَ فِي مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[832] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں اس نے بہت سی لایعنی باتیں کیں، پس اپنی اس مجلس سے کھڑے ہونے سے قبل اس نے کہا: اے اللہ! تو پاک ہے اپنی خوبیوں کے ساتھ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے گناہوں کی معافی مانگتا اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ تو اس کے اس مجلس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد ومسائل: ① لَغَطٌ، شور وغوغا کو کہتے ہیں لیکن یہاں یہ لفظ بے فائدہ باتوں کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے، یعنی ایسی باتیں جن سے آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ② مجلس میں سرزد ہونے والی کوتاہیوں یا گناہوں سے، اس دعا کے پڑھنے سے، معافی مل جاتی ہے۔ انسان خطا کا پتلا ہے، اس لیے ہر مجلس سے اٹھتے وقت یہ دعا ضرور پڑھنی چاہیے۔

[۸۳۳] وَعَنْ أَبِي بَرْزَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ بِأَخَرَةٍ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ مِنَ الْمَجْلِسِ: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ»، فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنَّكَ لَتَقُولُ قَوْلًا مَا كُنْتَ تَقُولُهُ فِيمَا مَضٰى؟ قَالَ: «ذٰلِكَ كَفَّارَةٌ لِّمَا يَكُونُ فِي الْمَجْلِسِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

[833] حضرت ابوبرزہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مجلس سے کھڑے ہونے کا ارادہ فرماتے تو آخر میں یہ کلمات ارشاد فرماتے: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! ...... أَتُوبُ إِلَيْكَ] ’’اے اللہ! تو پاک ہے اپنی تعریفوں کے ساتھ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے گناہوں کی معافی مانگتا اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔‘‘ (ایک مرتبہ ایک آدمی نے یہ پڑھتے ہوئے سنا) تو اس آدمی

[832] جامع الترمذي، الدعوات......، باب ما يقول إذا قام من مجلسه؟، حديث: 3433۔

[833] سنن أبي داود، الأدب، باب في كفارة المجلس، حديث: 4859۔

نے کہا: یارسول اللہ! آپ ایسی بات فرما رہے ہیں جو پہلے نہیں فرماتے تھے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ ان (بے فائدہ) باتوں کا کفارہ ہے جو مجلس میں ہوجاتی ہیں۔'' (ابوداود)

رَوَاهُ الْحَاكِمُ أَبُوعَبْدِاللهِ فِي «الْمُسْتَدْرَكِ» مِنْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَقَالَ: صَحِيحُ الْإِسْنَادِ.

امام ابوعبداللہ الحاکم نے مستدرک حاکم میں یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی ہے اور اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔

فوائد ومسائل: ① أَخِرَةٌ (ہمزہ اور خا پر زبر) اس کے معنی ''مجلس کے آخر یا عمر کے آخری دور میں'' کیے گئے ہیں۔
② نبیٔ اکرم ﷺ کی زبان مبارک بے فائدہ باتوں سے آلودہ ہی نہیں ہوتی تھی۔ اس کے باوجود آپ یہ دعا پڑھتے تھے جس سے مقصود اللہ کی حمد وثنا اور تسبیح وتعریف کرنا اور امت کو تعلیم دینا تھا۔ اس کا ہمیں ضرور اہتمام کرنا چاہیے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ] نضلہ بن عبید اسلمی۔ ان کی کنیت ابوبرزہ ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ اپنی کنیت کے ساتھ منفرد ہیں، یعنی صحابہ میں سے اور کسی کی کنیت ابوبرزہ نہیں تھی۔ قدیم الاسلام ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ فتح مکہ میں شریک تھے۔ اس کے علاوہ دوسرے غزوات میں بھی شریک رہے۔ بصرہ میں سکونت اختیار کرلی۔ بعدازاں جنگ خراساں میں بھی شمولیت کی۔ پھر بصرہ آگئے اور وہیں 60 یا 64 ہجری کو فوت ہوئے۔ نبیٔ اکرم ﷺ کی 46 احادیث ان سے منقول ہیں۔

[٨٣٤] وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَلَّمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُومُ مِنْ مَجْلِسٍ حَتّٰى يَدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ: «اَللّٰهُمَّ! اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُولُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ، وَمِنَ الْيَقِينِ مَا تُهَوِّنُ بِهِ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا. اَللّٰهُمَّ! مَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا، وَأَبْصَارِنَا، وَقُوَّتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[834] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کم ہی ایسا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ ان کلمات کو کہے بغیر کسی مجلس سے اٹھتے: [اَللّٰهُمَّ! اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ...... مَنْ لَا يَرْحَمُنَا] ''اے اللہ! اپنے خوف کا اتنا حصہ ہمیں عطا فرما دے جو ہمارے اور تیری معصیت کے درمیان حائل ہوجائے' اور اتنی اطاعت وعبادت کی توفیق دے جو ہمیں تیری جنت کا مستحق بنا دے' اور اتنا یقین عنایت فرما کہ جس کے ذریعے سے تو ہم پر دنیا کی مصیبتیں ہلکی کردے (یعنی انھیں آسانی سے برداشت کرلیں۔) اے اللہ! جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ہمیں اپنے کانوں' اپنی آنکھوں اور اپنی قوت سے نفع اٹھانے کا موقع عطا فرما (یعنی عمر کے آخری لمحے تک یہ حواس باقی رہیں۔) اور اس کو ہمارا وارث بنا (یعنی یہ حواس اس طرح باقی رہیں

[834] جامع الترمذي، الدعوات......، باب دعاء اللهم! اقسم لنا من خشيتك......، حديث:3502.

جیسے وارث باقی رہتا اور میت کا جانشین بنتا ہے۔) اور تو ہمارا بدلہ اور انتقام ان سے لے جو ہم پر ظلم کریں اور ان لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما جو ہم سے دشمنی رکھیں۔ اور ہمیں ہمارے دین کے بارے میں آزمائش میں نہ ڈالنا اور دنیا ہی کو ہماری سب سے بڑی سوچ اور ہمارا مبلغ علم نہ بنانا (کہ دنیا سے آگے ہم نہ کوئی بات سوچیں اور نہ اس کا کوئی علم ہی ہمیں ہو۔) اور ہم پر ایسے لوگوں کو مسلط نہ فرمانا جو ہم پر رحم نہ کریں۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حسن درجے کی حدیث ہے۔)

فائدہ: یہ دعا بڑی جامع اور دنیا و آخرت کی بھلائیوں کو شامل ہے۔ کاش! امت' رسول اکرم ﷺ کی بتائی ہوئی ان دعاؤں کو یاد کر کے پڑھتی' لیکن اس کے برعکس وہ خرافات میں کھوگئی۔

[٨٣٥] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللهَ تَعَالَى فِيهِ، إِلَّا قَامُوا عَنْ مِثْلِ جِيفَةِ حِمَارٍ، وَكَانَ لَهُمْ حَسْرَةً». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

[835] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ کسی مجلس سے اللہ کا ذکر کیے بغیر اٹھ جاتے ہیں تو وہ ایسے ہیں جیسے وہ کسی مردار گدھے کے پاس سے اٹھے ہیں اور یہ مجلس ان کے لیے حسرت (کا باعث) ہوگی۔'' (اسے ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

فائدہ: اس میں اللہ کی یاد سے غفلت پر سخت تنبیہ ہے' اس لیے کہ یہ غفلت ہی معصیتوں کی بنیاد ہے۔ اللہ ہمیں اس سے بچائے۔ آمین.

[٨٣٦] وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللهَ تَعَالَى فِيهِ، وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ فِيهِ، إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةٌ، فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ، وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[836] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں' اس میں اللہ کا ذکر نہ کریں اور نہ اپنے نبی پر درود بھیجیں تو یہ مجلس ان کے لیے حسرت (یا آگ) ہوگی۔ چنانچہ اگر اللہ چاہے گا تو انھیں عذاب دے گا اور چاہے گا تو معاف فرما دے گا۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حسن حدیث ہے۔)

[835] سنن أبي داود، الأدب، باب كراهية أن يقوم الرجل من مجلسه ولا يذكر الله، حديث: 4855.

[836] جامع الترمذي، الدعوات،..... باب ما جاء في القوم يجلسون ولا يذكرون الله، حديث: 3380.

فائدہ: تِرَةٌ کے معنی حسرت اور ندامت کے ہیں اور بعض نے آگ کے بھی کیے ہیں، یعنی اس کا نتیجہ جہنم کی آگ بھی ہوسکتی ہے۔ اسی لیے بعض علماء نے مجلس میں اللہ کے ذکر کرنے اور نبیٔ اکرم ﷺ پر درود پڑھنے کو واجب قرار دیا ہے کیونکہ اس کے ترک پر عذاب نار کی وعید ہے۔

[٨٣٧] وَعَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَّمْ يَذْكُرِ اللهَ تَعَالَى فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ، وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَّا يَذْكُرُ اللهَ تَعَالَى فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. وَقَدْ سَبَقَ قَرِيبًا وَشَرَحْنَا [اَلتِّرَةَ] فِيهِ [رقم: ٨١٩].

[837] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا، اس میں اس نے اللہ کا ذکر نہیں کیا، تو یہ مجلس اس پر اللہ کی طرف سے حسرت و ندامت ہوگی۔ اور جو کسی خواب گاہ میں لیٹا، اس میں اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو یہ اس کے لیے اللہ کی طرف سے حسرت (یا آگ کا باعث) ہوگی۔'' (اسے ابوداود نے روایت کیا ہے۔ یہ پیچھے قریب ہی گزری ہے اور وہاں ہم نے تِرَةٌ کی وضاحت کی ہے۔ دیکھیے، حدیث: ٨١٩)

فوائد ومسائل: ① اس باب کی احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مجلس اور ہر آرام گاہ میں اللہ کا ذکر کیا جائے تاکہ انسان کا رابطہ وتعلق اللہ تعالیٰ سے استوار رہے اور اس کے قلب وذہن پر غفلت کا پردہ نہ پڑے، کیونکہ غفلت سے انسان گناہوں پر اور اللہ کی حدوں کو توڑنے اور اس کے ضابطوں کو پامال کرنے پر دلیر ہو جاتا ہے۔ ② جب انسان کو اللہ تعالیٰ یاد رہے گا تو وہ مجلسوں میں کسی کی غیبت، بدگوئی، طعن وتشنیع وغیرہ سے بھی محفوظ رہے گا جو آج کل کی مجالس کا دلچسپ مشغلہ ہے اور جس سے باہم نفرت وعداوت اور بغض وعناد اور تفریق وتشتت پیدا ہوتا یا اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر مسلمان ان سے اپنا دامن بچا کر رکھے۔ البتہ مجلسوں میں اللہ اور رسول کی باتیں کی جائیں، علمی مباحث ہوں، مسلمانوں کے حالات اور ان کی اصلاح کی بابت گفتگو ہو، مسلمانوں کی پستیوں کا تجزیہ اور ان کی ترقی وعظمت رفتہ کی بازیافت پر مذاکرہ ومناقشہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

[١٣٠] بَابُ الرُّؤْيَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا

باب:130- خواب اور اس کے متعلقات کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَمِنْ ءَايَـٰتِهِۦ مَنَامُكُم بِٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ﴾ [الروم: ٢٣].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اس (اللہ) کی قدرت کی نشانیوں میں سے تمھارا رات اور دن کو سونا (بھی) ہے۔''

فائدۂ آیت: انسان سوتا ہے تو اس کے شعور وحواس ختم ہو جاتے ہیں اور وہ میت کی طرح ہو جاتا ہے۔ پھر جب بیدار

[837] سنن أبي داود، الأدب، باب كراهية أن يقوم الرجل من مجلسه ولا يذكر الله، حديث: 4856.

ہوتا ہے تو اس کے شعور وحواس بحال ہو جاتے ہیں' گویا اس کو دوبارہ زندگی مل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے کمالِ قدرت اور توحید الوہیت کی دلیل ہے۔

[٨٣٨] وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ». قَالُوا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: «اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[838] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ''نبوت کے حصوں میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: مبشرات (خوش خبری دینے والی چیزوں) سے کیا مراد ہے؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''نیک خواب۔''
(بخاری)

فوائد ومسائل: ① خواب میں انسان بہت کچھ دیکھتا ہے' خوش کن مناظر بھی اور ڈراؤنے مظاہر بھی۔ اور بعض دفعہ مستقبل قریب یا بعید میں پیش آنے والے واقعات خواب میں دکھلا دیے جاتے ہیں' جس کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کے مطابق وہ واقعہ رونما ہوتا ہے۔ ② حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اب سلسلۂ نبوت تو بند ہے' اس لیے وحی بھی کسی پر نہیں اتر سکتی' البتہ نبوت کی ایک چیز باقی رہ گئی ہے اور وہ ہے خواب میں مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی خبر دہی۔ یہ اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور برے بھی۔ لیکن بطور تغلیب اسے صرف مُبَشِّرات کہا ہے' حالانکہ یہ مُنْذِرات (ڈرانے والے) بھی ہوتے ہیں۔

[٨٣٩] وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ، وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[839] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب زمانہ (قیامت کے) قریب ہو جائے گا تو مومن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا۔ اور مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔'' (بخاری ومسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: «أَصْدَقُكُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُكُمْ حَدِيثًا».

ایک اور روایت میں ہے: ''تم میں خواب کے اعتبار سے زیادہ سچے وہ ہیں جو تم میں بات میں سب سے زیادہ سچے ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① اِقْتَرَبَ الزَّمَانُ کا مطلب ہے: جب دنیا کی مدت ختم ہونے کے قریب ہو جائے گی۔ مومن کے خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ بعض مومنوں کو خواب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ مستقبل کے حالات سے خبردار کر دیتا ہے' جیسے نبیوں کو وحی کے ذریعے سے آگاہ کیا جاتا رہا ہے۔ ② خواب کی تعبیر کرتے وقت خواب

[838] صحيح البخاري، التعبير، باب المبشرات، حديث: 6990.

[839] صحيح البخاري، التعبير، باب القيد في المنام، حديث: 7017، وصحيح مسلم، أول كتاب الرؤيا، حديث: 2263 - [5906,5906].

دیکھنے والے کے ایمان' عدم ایمان اور نیکی وتقویٰ کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے۔ بسااوقات ایک ہی طرح کا خواب دو اشخاص دیکھتے ہیں لیکن ان کی تعبیر مختلف ہوتی ہے۔

[٨٤٠] وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ - أَوْ كَأَنَّمَا رَآنِي فِي الْيَقَظَةِ - لَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[840] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا' وہ عنقریب مجھے (روزِ قیامت) حالت بیداری میں دیکھے گا۔ یا (فرمایا:) گویا کہ اس نے مجھے بیداری میں دیکھا (اس لیے کہ) شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ راوی کو شک ہے کہ کون سی بات ارشاد فرمائی تھی۔ پہلی بات فرمائی تھی تو اس کا مطلب ہے کہ قیامت کے روز بھی وہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوگا۔ یہ گویا اس کے مومن ہونے کی تصدیق ہے۔ اور اگر دوسری بات ہے تو مفہوم واضح ہی ہے' تاہم یہ ممکن ہے کہ شیطان کسی بزرگانہ شکل میں آئے اور اس مغالطے میں ڈال دے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے' درآں حالیکہ وہ شکل کسی اور بزرگ کی ہو۔ اس لیے ہر مسلمان کو نبی ﷺ کا حلیہ مبارک یاد ہونا چاہیے تاکہ شیطان اس کو دھوکے میں نہ ڈال سکے۔

[٨٤١] وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يُحِبُّهَا، فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ اللهِ تَعَالَى، فَلْيَحْمَدِ اللهَ عَلَيْهَا، وَلْيُحَدِّثْ بِهَا»، وَفِي رِوَايَةٍ: «فَلَا يُحَدِّثْ بِهَا إِلَّا مَنْ يُحِبُّ - وَإِذَا رَأَى غَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا يَكْرَهُ، فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا، وَلَا يَذْكُرْهَا لِأَحَدٍ، فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَلَيْسَ هُوَ فِي مُسْلِمٍ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ وَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَهُ مِنْ حَدِيثِ جَابِرٍ وَأَبِي قَتَادَةَ كَمَا سَيَأْتِي.

[841] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب تم میں سے کوئی شخص پسندیدہ خواب دیکھے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے' لہٰذا وہ اس پر اللہ کی حمد کرے اور اسے بیان کرے۔'' ایک اور روایت میں ہے: ''چنانچہ وہ اسے صرف ایسے لوگوں کے سامنے بیان کرے جو اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اور جب اس کے برعکس ناپسندیدہ بات خواب میں دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے' لہٰذا وہ اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی کے سامنے اسے بیان نہ کرے' کیونکہ وہ اسے نقصان نہیں دے گا۔'' (بخاری ومسلم) مسلم میں یہ حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی نہیں ہے بلکہ حضرت جابر اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

[840] صحيح البخاري، التعبير، باب من رأى النبي ﷺ في المنام، حديث:6993، وصحيح مسلم، الرؤيا، باب قول النبي عليه الصلاة والسلام: من رآني في المنام فقد رآني، حديث:2266.

[841] صحيح البخاري، التعبير، باب الرؤيا من الله، حديث:6985 من حديث أبي سعيد ﷺ، وصحيح مسلم، الرؤيا، حديث:2261 من حديث أبي قتادة ﷺ. اگلی حدیث ملاحظہ کریں۔

جیسا کہ عنقریب آئے گا۔)

فائدہ: اس میں اچھے اور برے خواب دونوں کی بابت ہدایات دی گئی ہیں کہ اچھا خواب اللہ کی طرف سے اطلاع ہوتی ہے اس لیے اسے بیان کرنا ہی ہو تو صرف اپنے خاص عزیز و اقارب کو بتلائیں تاکہ برادران یوسف کی طرح کسی کے دل میں بغض وعناد پیدا نہ ہو۔ اور اگر خواب برا ہے تو اسے بیان کرنے سے گریز کریں کیونکہ اکثر یہ وساوس شیطانی ہوتے ہیں' اس لیے اسے لوگوں کے سامنے بیان نہ کریں کہ وہ بدشگونی پر محمول کریں۔ بلکہ اللہ سے شیطان کے شر سے پناہ مانگیں اور اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد و توکل کریں تو یقیناً وہ خواب انھیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔

[٨٤٢] وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ - وَفِي رِوَايَةٍ: اَلرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ - مِنَ اللهِ، وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَمَنْ رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ شِمَالِهِ ثَلَاثًا، وَلْيَتَعَوَّذْ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

[842] حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''نیک خواب' اور ایک روایت میں ہے' اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے' لہٰذا جو شخص کوئی ناپسندیدہ چیز (خواب میں) دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ پھونک دے اور شیطان سے پناہ مانگے' تو یہ خواب اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔'' (بخاری و مسلم)

[اَلنَّفْثُ]: نَفْخٌ لَطِيفٌ لَا رِيقَ مَعَهُ.

اَلنَّفْثُ: ایسی غیر محسوس پھونک جس میں تھوک نہ ہو۔

فائدہ: رُؤیا اور حُلم دونوں کے معنی خواب کے ہیں۔ لیکن اصطلاح شریعت میں رؤیا بالعموم اچھے خواب اور حلم برے خواب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ برا خواب دیکھنے سے انسان کو جو ذہنی پریشانی ہوتی ہے' اس میں اس کا حل بتلایا گیا ہے۔

[٨٤٣] وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا، فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا، وَلْيَسْتَعِذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثًا، وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

[843] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوکے اور تین مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں شیطان سے پناہ مانگے اور اپنے اس پہلو کو بدل لے جس پر وہ (لیٹا) ہو۔'' (مسلم)

فائدہ: اس میں ایک اور اضافہ ہے کہ اپنا پہلو بدل لے۔ انسان دائیں کروٹ پر لیٹا ہوا ہے تو بائیں کروٹ پر اور بائیں پر لیٹا ہوا ہے تو دائیں پہلو پر ہو جائے۔ یہ بطور تفاؤل اس طرح کیا گیا ہے کہ برا خواب اللہ کے حکم سے اچھے خواب میں تبدیل ہو جائے۔

[842] صحيح البخاري، التعبير، من رأى النبي ﷺ في المنام، حديث: 6995، وصحيح مسلم، الرؤيا، باب في كون الرؤيا من......، حديث:2261.

[843] صحيح مسلم، الرؤيا، باب في كون الرؤيا من الله......، حديث:2262.

[٨٤٤] وَعَنْ أَبِي الْأَسْقَعِ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْفِرٰى أَنْ يَدَّعِيَ الرَّجُلُ إِلٰى غَيْرِ أَبِيهِ، أَوْ يُرِيَ عَيْنَهُ مَا لَمْ تَرَ، أَوْ يَقُولَ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ مَا لَمْ يَقُلْ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

[844] حضرت ابواسقع واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ سب سے بڑا افترا (بہتان) یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے' یا اپنی آنکھ کو وہ کچھ دکھائے جو اس نے نہیں دیکھا (یعنی بغیر کچھ دیکھے یوں ہی من گھڑت خواب بیان کرے') یا رسول اللہ ﷺ کے ذمے ایسی بات لگائے جو آپ نے ارشاد نہیں فرمائی۔'' (بخاری)

فوائد ومسائل: ① باپ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نسبتِ اُبُوّتْ کرنا کبیرہ گناہ ہے' اس لیے کہ اس میں نسب کا ضیاع اور اختلاط ہے جس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح جھوٹا خواب بیان کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے کہ اس میں آدمی اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے کہ مجھے اللہ نے اس طرح دکھایا' دراں حالانکہ اللہ نے اسے نہیں دکھلایا ہوتا۔ اسی طرح نبیٔ اکرم ﷺ کی طرف جھوٹی حدیثوں کی نسبت کرنا بھی بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ اس سے لوگوں میں گمراہی پھیلتی یا آپ کی شخصیت داغ دار ہوتی ہے۔ اور یہ دونوں ہی بڑے گھناؤنے جرم ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ غیر محتاط علماء' بالخصوص قصہ گو واعظین اور شیریں بیاں خطیبوں میں جھوٹی حدیثیں بیان کرنے کی بیماری عام ہے۔ ضعیف حدیث بھی' اس کے ضعف کی صراحت کیے بغیر بیان کرنا' اس وعید میں شامل ہے۔ اس لیے ضعیف حدیثیں بھی بیان کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ ② آج کل بعض جاہ پسند اور شہرت طلب قسم کے نام نہاد علماء ایسے بھی ہیں جنھوں نے اپنے خوابوں کی بنیاد پر بڑے بڑے دعوے کیے ہیں حتی کہ وہ ہر کام سے پہلے نبیٔ اکرم ﷺ سے ملاقات کرنے اور مشورہ لینے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ خوابوں کے ذریعے سے اپنے باطل مذاہب کی حقانیت کا دعویٰ اور دوسرے صحیح مسلک کا انکار کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں فضول اور بے سروپا ہیں۔ خواب کسی بھی چیز کے حلال یا حرام اور اسی طرح حق یا باطل ہونے کی بنیاد نہیں بن سکتے' ان کے لیے واضح شرعی دلائل کی ضرورت ہے۔

راویٔ حدیث: [حضرت ابوالاسقع واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ] واثلہ بن اسقع کنانی' لیثی۔ کنیت ان کی ابوالاسقع ہے۔ یہ صحابی ہیں۔ جب قبول اسلام کے لیے یہ تشریف لائے تو نبیٔ اکرم ﷺ جنگ تبوک کے لیے تیاری فرما رہے تھے' انھوں نے اسلام قبول کیا اور نبی ﷺ کے ساتھ جنگ تبوک کے لیے عازم سفر ہوئے۔ اس کے بعد دمشق وحمص کی فتح میں بھی شریک ہوئے۔ اہل صفہ میں سے تھے۔ دمشق میں 86 ہجری کو فوت ہوئے۔ 56 احادیث نبویہ روایت کرنے کا شرف حاصل ہے۔

[844] صحيح البخاري، المناقب، باب:5، حديث: 3509.

'' ریاض الصالحین '' امام ابو زکریا
یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ کی عظیم الشان
تالیف ہے۔ اس میں عام آدمی کو درپیش تمام مسائل کا
حل قرآن کریم کی آیات اور منتخب صحیح احادیث کی روشنی میں
پیش کیا گیا ہے۔ اردو ترجمہ نہایت آسان، دلکش اور عام فہم ہے۔ ہر حدیث کا
ٹھیک ٹھیک مفہوم اجاگر کرنے کے لیے اس کی جامع شرح بھی لکھی گئی ہے۔
اس عظیم کتاب کے زیر نظر جدید ایڈیشن میں احادیث کے فوائد میں مزید
اضافے، تخریج و تحقیق اور راویوں کے مختصر حالات زندگی بھی درج ہیں۔ جس
سے کتاب کی افادیت میں بدرجہا اضافہ ہو گیا ہے۔ علمائے کرام،
خطیبوں اور واعظوں کے ساتھ ساتھ عام قارئین کرام
اس کی بدولت زندگی کے ہر قدم پر رہنمائی
حاصل کر سکتے ہیں۔
دارالسلام
DARUSSALAM
ISBN 969574203-3